مرآۃ المناجیح
شرح
مشکوٰۃ المصابیح
جلد پنجم
ترتیب وتدوین
علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
قادری پبلشرز
اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح (جلد 5)

ترتیب وتدوین ---------- امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح ---------- حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ ---------- ورڈز میکر

سٹاکسٹ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

فہرست مرأت المناجیح

(جلد پنجم)

كِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

نکاح' نَکَحٌ سے بنا ہے' بمعنی ضم یعنی ملنا' چونکہ نکاح کی وجہ سے دو شخص یعنی خاوند و بیوی مل کر دائمی زندگی گزارتے ہیں بلکہ نکاح سے عورت و مرد کے خاندان بلکہ نکاح سے کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لئے اسے نکاح کہتے ہیں' اصطلاح شریعت میں یہ لفظ مشترک ہے صحبت و عقد دونوں پر بولا جاتا ہے۔ نکاح کا رکن زوجین کا ایجاب وقبول ہے' شرط دو گواہ' نکاح اور ایمان یہ دو ایسی عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئیں اور تا قیامت رہیں گی' نکاح بہترین عبادت ہے کہ اس سے نسل انسانی کا بقا ہے یہی صالحین و ذاکرین و عابدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے نکاح انسان' مرد کا صرف انسان عورت ہی سے ہوسکتا ہے نہ جن سے ہوسکتا ہے نہ دریائی انسان سے نہ کسی جانور سے کیونکہ نکاح میں ہم جنس ہونا شرط ہے (درمختار' شامی) جنت میں انسان مردوں کا نکاح حوروں سے یہ وہاں کی خصوصیات سے ہے' ورنہ حوریں انسان یعنی اولاد آدم نہیں اس لئے آدم علیہ السلام کو جب جنت میں رکھا گیا تو انہیں وہاں کے پھل وغیرہ کھانے کی اجازت تھی مگر حوروں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی بلکہ ان کی ہم جنس بی بی حواء پیدا فرمائی گئیں' نیز ادریس علیہ السلام اور شہداء کی روحیں جو جنت میں ہیں انہیں وہاں کھانے پینے کی اجازت ہے مگر حوروں کی اجازت نہیں یہ اجازت بعد قیامت ہوگی کیونکہ قیامت سے پہلے نکاح کیلئے ہم جنسیت شرط ہے۔ حسن ابن زیاد کا قول ہے کہ انسان مرد کا نکاح جنی عورت سے جائز ہے اس کے عکس نہیں مگر اس پر فتویٰ نہیں (درمختار) خیال رہے کہ نکاح بحالت سکون سنت ہے اور اندیشہ زنا یعنی زیادتی جوش کی حالت میں فرض اور نامرد پر جرم جو عورت کے خرچہ پر قادر نہ ہو یا جو ظلم کا صحیح اندیشہ کرتا ہو اس کیلئے مکروہ (مرقات' اشعہ' لمعات' ودرمختار وغیرہ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَآءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۴۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے جوانوں کی جماعت[۱] تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے[۲] کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرمگاہ کا محافظ ہے۔[۳] اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں۔[۴] (مسلم بخاری)

(۲۹۴۵)[۱] معشر عشیرہ سے بنا بمعنی کنبہ' قبیلہ' گروہ' یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی گروہ' شباب' شاب بمعنی جوان کی جمع ہے۔ فاعل کی جمع بروزن فعال آتی ہے بلوغ سے لے کر تیس سال کی عمر جوانی کی ہے شوافع کے نزدیک چالیس سال تک جوانی ہے' انسانی عمر کی حدود اور ان کے نام ہماری تصنیف حاشیۃ القرآن میں دیکھئے' جوانوں سے اسی لئے خطاب فرمایا کہ اگلا مضمون ان ہی کے لائق ہے۔[۲] باءَ بات' باہت باہ ان چاروں لفظ کے ایک ہی معنی ہیں گھر' منزل' پھر صحبت' نکاح پر بھی یہ لفظ بولا جانے لگا اس کیلئے گھر کی ضرورت ہوتی ہے اسی

سے ہے باء یبوء لوٹنے کے معنی میں یہاں مضاف پوشیدہ ہے یعنی جو نکاح کے مصارف کی طاقت رکھے یہ امر نسبت کیلئے ہے۔یعنی جس میں نکاح کے مصارف برداشت کرنے کی طاقت ہو وہ نکاح کرے' یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے' شوافع کے ہاں نوافل میں مشغول رہنا نکاح سے افضل ہے۔۳؎ یعنی بیوی والا آدمی پاکدامن و نیک ہوتا ہے نہ تو غیر عورتوں کو تکتا ہے نہ اس کا دل بدکاری کی طرف مائل ہوتا ہے غرض یہ کہ نکاح آدمی کیلئے حفاظتی قلعہ ہے۔۴؎ وجاءٌ کے معنی ہیں خصیے کوٹ دینا جس سے نامرد ہو جائے یعنی روزہ انسان کی شہوت کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے خصی کر دینا' کیونکہ بھوک سے نفس ضعیف ہوتا ہے اور شہوت قوت نفس سے زیادہ ہوتی ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ نفس کو توڑنے کیلئے بھوک سے زیادہ کوئی چیز نہیں اسی لئے قریباً ہر دین میں روزہ کا حکم ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۴۶) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کو بے نکاح رہنے کی اجازت نہ دی۱؎ اگر آپ انہیں اس کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۹۴۶) ۱؎ یعنی حضرت عثمان ابن مظعون نے جو سرداران مہاجرین سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک دنیا کی زندگی گزارنے کی اجازت چاہی کہ نکاح نہ کریں ساری عمر عبادات و ریاضات میں گزاریں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا' خیال رہے تبتل بنا ہے بتل سے بمعنی انقطاع وعلیٰحدگی' رب تعالٰی فرماتا ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (۷۳:۸) اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو' (کنز الایمان) اب دنیا سے علیٰحدگی کو بتل کہا جاتا ہے اسی سے ہے بتول حضرت مریم علیہا السلام کو بتول کہتے ہیں کہ وہ نکاح سے علیٰحدہ رہیں' فاطمہ زہرا کا لقب بھی بتول ہے کہ آپ دنیاوی الجھنوں سے علیٰحدہ رہیں کبھی دنیا میں دل نہ لگایا۔۲؎ یا تو خصی ہونے سے ظاہری معنی مراد ہیں کہ ہم لوگ ترک دنیا کیلئے خود کو خصی کر لیتے شاید ان بزرگوں کو اس وقت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ انسان کو اور حرام جانوروں کو خصی کرنا حرام ہے اور حلال جانوروں کا خصی کرنا ان کے بچپن میں جائز ہے بڑے ہونے پر حرام اس لئے یہ فرما رہے ہیں یا خصی ہونے سے مراد بالکل ہی عورتوں سے علیٰحدگی یعنی ہم گویا خصی ہو جاتے (لمعات و مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے حدیث شریف میں نکاح کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتا رہا ہے کہ نکاح اعلیٰ عبادت ہے ورنہ حضور ترک دنیا کی زندگی گزارتے لہٰذا قول امام اعظم بہت قوی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۴۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال پر خاندان پر حسن پر اور دین پر تم دین والی کو اختیار کرو۔اگر دآلود ہوں تمہارے ہاتھ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۹۴۷) ۱؎ یعنی عام طور پر لوگ عورت کے مال' جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت' نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے۔ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔شعر:

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ جیسی ہوتو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے۔ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔شعر:

بتولے باش پنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

۲؎ یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کروتو پریشان ہو جاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا سرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا جوصرف خاندان دیکھ کرنکاح کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی (مرقات) مال ایک جھٹکے میں' جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۴۸) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ایک برتنے کا سامان ہے۔۱؎ اور دنیا کا بہترین سامان نیک بی بی ہے۔۲؎ (مسلم)

(۲۹۴۸) ۱؎ کہ انسان اسے برت کرچھوڑ جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: قل متاع الدنیا قلیل صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے ملجائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آ جاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔۲؎ کیونکہ نیک بیوی مردکو نیک بنا دیتی ہے وہ اخروی نعمتوں سے ہے حضرت علی نے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے آخرت میں اعلٰی حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا (مرقات) جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَآءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَآءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِیْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ يَدِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۴۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سواری کرنے والی عورتوں میں سے اچھی عورتیں زنان قریش ہیں۱؎ اولاد پر بچپن میں بہت مہربان اور خاوند کے مقبوضہ مال کی بہترین محافظ۔۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۹۴۹) ۱؎ یعنی عرب کی عورتوں میں قریش خاندان کی عورتیں بہت اعلٰی ہیں' چونکہ اہل عرب کی عام سواری اونٹ ہے اس لئے یوں ارشادفرمایا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں' حضرت مریم تو قریشی بیویوں سے افضل تھیں (مرقات) خیال رہے کہ عورت کو گھوڑے کی سواری ممنوع ہے۔لعن اللہ الفروج علی السروج۔۲؎ یہ قریشی عورتوں کی بہتری کی وجہ کا بیان ہے اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں آسان ترین شرح یہ ہے کہ قریشی عورتیں بچوں پر مہربان ہوتی ہیں ان کی پرورش بہت عمدہ طریقہ سے کرتی ہیں اور خاوند کی خیرخواہ کہ اس کی جان تو کیا اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہیں' بعض شارحین نے فرمایا کہ بچے سے مراد یتیم یا بے ماں کے بچے ہیں اور خاوند کی چیز سے مراد ان کی اپنی ذات ہے یعنی وہ بیویاں خاوند کے لاوارث بچوں کی بھی خوب پرورش کرتی ہیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرتی ہیں یہ سمجھ کر کہ میں اپنے خاوند کی ہوں۔احنا حنو سے بنا بمعنی شفقت اور ہ ضمیر خلق کی طرف لوٹتی ہے یعنی ساری مخلوق میں قریشی عورتیں بچوں پر زیادہ مہربان ہیں یا اس کا مرجع صنف عورت ہے اور صنف مذکر لہٰذا ضمیر مذکر ارشاد ہوئی۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

(۲۹۵۰) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر فتنہ عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا۔[۱] (مسلم، بخاری)

(۲۹۵۰)[۱] یعنی دنیا میں مردوں کیلئے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی۔عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔من بعدی فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفوی سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد وقتل وخون بہت ہو رہے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا۔شعر:

جھگڑے کی بنیادیں تین

زن ہے زر ہے اور زمین

عورتوں کے فتنہ سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَّاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۵۱)[۱] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے۔[۱] اور یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو اس میں دوسروں کے پیچھے مالک کرے گا۔[۲] تو دیکھے گا کہ کیا عمل کرتے ہو لہذا دنیا سے احتیاط کرو۔[۳] اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا۔[۴] (مسلم)

(۲۹۵۱)[۱] یعنی دنیا دیکھنے میں بھلی معلوم ہوتی ہے دل کو پسند آتی ہے، چونکہ اہل عرب سبزے کو بہت پسند کرتے ہیں اس لئے اسے سرسبز فرمایا گیا نیز اسے سبز فرمانے میں اشارہ ہے کہ دنیا قریب الفنا ہے جیسے سبزہ بہت جلد خشک ہوجاتا ہے ایسے ہی دنیا بہت جلد ختم ہوجاتی ہے۔[۲] اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے دنیا تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی پھر ان سے منتقل ہوکر تمہارے پاس آئی، تم گزشتہ لوگوں کے خلیفہ بنے ایسے ہی تم سے منتقل ہوکر دوسرے کے پاس پہنچے گی۔شعر:

چناں کہ دست بدست آمد است ملک بما

بدست یک دگراں ہم چنیں بخواہد رفت

تم پچھلوں کے خلیفہ ہو، آئندہ نسلیں تمہاری خلیفہ بنیں گی یا یہ مطلب ہے کہ دنیا کا مالک حقیقی تو حق تعالیٰ ہی ہے تم سب اس کے برتنے میں اس کے خلیفہ یا وکیل ہو لہذا مالک کی مرضی کے بغیر اسے استعمال نہ کرو،یا صحابہ کرام کو پیش گوئی ہے کہ میرے بعد عرب وعجم کی دولتیں، ممالک تمہارے قبضہ میں آنے والے ہیں۔ذرا درست رہنا۔[۳] یعنی اس سے دھوکا نہ کھاؤ یا ناجائز طور پر استعمال نہ کرو یا اس میں مشغول ہوکر اسے بھول نہ جاؤ اسے دینا بھی آتا ہے اور چھیننا بھی جو سی سکتا ہے ادھیڑ بھی سکتا ہے کیونکہ ع ہرکہ داند دوخت داند درید

دنیا کو ایسے استعمال کرو جیسے عقلمند [illegible] دنیا جسم پر رہے دل میں

نہ آئے تم دنیا میں رہو تم میں دنیا نہ رہے۔۲؎ اس فرمانِ عالی میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو۔ اس نے انکار کیا اس کے بھتیجے نے اسے قتل کر دیا تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور اس کے مال کا وارث بن جائے اسی واقعہ پر ذبح گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔(مرقات ولمعات) یا اس میں بلعام ابن باعورا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسے اسم اعظم یاد تھا اور وہ مقبول الدعاء تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے کیلئے اس سے درخواست کی وہ نہ مانا تب قوم نے اس کے سامنے حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کر دیں تب اس نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ (۷:۱۷۶) تو اس کا حال کتے کی طرح ہے (کنزالایمان) اس کا مفصل واقعہ تفاسیر میں اور اسی جگہ مرقات میں مذکور ہے۔ اس صورت میں یا تو فتنہ سے مراد بڑا فتنہ ہے یا اولیت سے مراد اضافی اولیت ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ بنی اسرائیل میں معمولی فتنے اس سے پہلے بھی ہو چکے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّوْمُ فِي الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلشُّوْمُ فِيْ ثَلٰثَةٍ فِي الْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّآبَّةِ ۔

(۲۹۵۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نحوست عورت میں اور گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔(مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت میں گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔۱؎

(۲۹۵۲)۱؎ شوم بنا ہے شام سے یُمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت لہٰذا شوم کے معنی ہیں نحوست اس حدیث کے بہت معنی کئے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے سرکش ہو، بہرحال یہاں شوم سے مراد بدفال نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے لہٰذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ بعض بندے اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں، مال میں عمر میں زیادتیاں ہو جاتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا (۱۹:۳۱) اور اس نے مجھے مبارک کیا (کنزالایمان) مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں ہاں کافر، کفر زمانہ عذاب منحوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۵۴:۱۹) ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لئے رہی (کنزالایمان)۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَ تُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا اَيْ

(۲۹۵۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے تو جب ہم لوٹے مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نیا شادی شدہ ہوں۔۱؎ فرمایا کیا تم نے نکاح کرلیا میں نے عرض کیا ہاں فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے میں نے کہا بلکہ بیوہ سے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کیا کہ اس سے پوری الفت کرتے وہ تم سے پوری محبت کرتی۔۲؎ پھر جب

عِشَآءً لِکَیْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَ تَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَةُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ہم پہنچ گئے اور گھر جانے لگے تو فرمایا ٹھہرتا کہ ہم رات میں یعنی عشا کے وقت داخل ہوں۔۳؎ تا کہ پراگندہ بال کنگھی سے سلجھائے جائیں اور پوشیدہ جگہ صاف کرلی جائے لوہے سے۔۴؎ (مسلم بخاری)

(۲۹۵۳)۱؎ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے نکاح میں شرکت نہ کی ہوگی اور انہوں نے ابھی تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ کی تھی اس کا موقع نہ ملا تھا ورنہ علی العموم صحابہ کرام ایسے موقعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ضروری سمجھتے تھے۔۲؎ یعنی بہتر تھا کہ تم کسی کنواری عورت سے نکاح کرتے کیونکہ بیوہ عورت کے دل میں پہلے خاوند اور پہلے سسرال کا خیال رہتا ہے ذرا سی تکلیف میں ان لوگوں کو یاد کرتی ہے اس لئے خاوند سے الفت جیسی کنواری عورت کو ہوتی ہے ویسی بیوہ کو نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود آپ بیوگان سے نکاح فرمانا دوسری مصلحتوں کی بنا پر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے عائشہ صدیقہ کے کسی کنواری بیوی سے نکاح نہ کیا' اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کنواری لڑکی سے نکاح مستحب ہے یہی فقہاء فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنی عورت سے ملاعبت وخوش طبعی بہتر ہے کہ اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔۳؎ یعنی اپنے گھر' اپنے مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع تو بھیج دو' مگر رات آنے سے پہلے خود نہ جاؤ' جس حدیث میں فرمایا کہ رات میں سفر سے واپس گھر نہ پہنچو وہاں بغیر اطلاع پہنچنا مراد ہے' سنت یہ ہے کہ مسافر پہلے اپنے گھر اپنی آمد کی اطلاع بھیجے پھر وہاں پہنچے۔۴؎ یعنی اس تاخیر میں مصلحت یہ ہے کہ تمہاری بیوی تمہاری آمد کی اطلاع پا کر نہا دھو لے گی بالوں میں کنگھی' اندرونی صفائی کرلے گی جس سے تم اسے اچھی حالت میں پاؤ گے اور اس سے آپس کی محبت بڑھے گی' کبھی اچانک گھر پہنچ جانے سے بیوی کو ایسی حالت میں دیکھنا ہوتا ہے کہ طبیعت میں گھن ونفرت پیدا ہو جاتی ہے' خیال رہے کہ عموماً عورتیں استرے سے اندرونی صفائی نہیں کرتیں بلکہ چونا وغیرہ سے کرتی ہیں اسی لئے محدثین نے تستحد سے مراد لی ہے چونا وغیرہ سے صفائی کرلینا اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اندرونی صفائی کیلئے استرہ کا استعمال کرنا جرم نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ عَوْنُهُمُ الْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَآءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۵۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد فرمانا اللہ کے ذمہ کرم پر لازم ہے۔۱؎ وہ مکاتب غلام جو ادا کا ارادہ رکھتا ہو۔۲؎ وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کا ارادہ کرے۔۳؎ اور اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنے والا غازی۔۴؎ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۹۵۴)۱؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی ان تین شخصوں کی غیب سے مدد کرتا ہے اس کا وعدہ ہے اور جو کوئی ان تینوں کی مدد کرے رب تعالٰی ان سے بہت ہی راضی ہوتا ہے کہ ان کی مدد سنت الٰہیہ ہے۔۲؎ مکاتب وہ غلام ہے جس سے مولا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی رقم مجھے دے دے تو تو آزاد ہے' ایسے غلام کی مدد کرنا اور اس کے آزاد کرانے کی کوشش کرنا بہت ثواب ہے ایسے ہی مقروض کو قرض سے نجات دلانا' مظلوم قیدی کو قید سے چھوڑانا بہت ہی ثواب ہے۔۳؎ نکاح خود سنت ہے اور جب کہ اس میں نیت خیر بھی شامل ہو جائے تو نور علی نور

ہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں جہیز ملنے، شہوت پوری کرنے کسی اونچے آدمی سے قرابت قائم ہونے کی نیت نہ کرے محض اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی نیت کرے ایسے ناکح کی مالی بدنی مدد کرنا ثواب ہے مگر مالی مدد ضروریات نکاح پوری کرنے کیلئے ہو نہ کہ حرام رسوم کرنے کیلئے۔ ۴؎ لہذا غازی فی سبیل اللہ کو کھانا، ہتھیار سواری وغیرہ مہیا کر دینا بہت ہی افضل ہے کہ اس کی امداد اور حقیقت رب تعالی کے دین کی مدد ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَ خُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ عَرِيْضٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۲۹۵۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہیں پیغام نکاح وہ شخص دے ۱؎ جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہیں تو نکاح کر دو ۲؎ اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنے اور لمبے چوڑے فساد برپا ہو جائیں گے ۳؎ (ترمذی)

(۲۹۵۵) ۱؎ اس میں خطاب لڑکی کے اولیاء کو ہے چونکہ عادۃً عورت خصوصاً باکرہ لڑکی کے اولیاء سے ہی نکاح کی گفت وشنید کی جاتی ہے۔ اس لئے ان سے خطاب فرمایا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لڑکے والے پیغام دیں لڑکی والوں کو اگرچہ اس کے عکس بھی جائز ہے۔ ۲؎ یعنی جب تمہاری لڑکی کیلئے دیندار عادات و اطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھ پتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو لڑکے کے خلق سے مراد تندرستی عادت کی خوبی نفقہ پر قدرت سب ہی داخل ہیں۔ ۳؎ اس لئے کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کئے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہوگی نتیجہ یہ ہوگا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے قتل و غارت ہوں گے جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ کفایت میں صرف دین کا لحاظ ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں، دیگر امام فرماتے ہیں کہ کفایت میں چار چیزیں ملحوظ ہیں۔ دین، حریت، نسب، پیشہ لہذا مسلم کا نکاح کافر سے نہیں ہو سکتا، یوں ہی صالح لڑکی کا نکاح فاسق و بدکار مرد سے نہ کرنا چاہیئے۔ حرہ کا نکاح غلام سے، اعلی خاندان والی کا نکاح خسیس ذلیل خاندان والے سے، اعلی پیشہ والے کا نکاح ذلیل پیشہ والے سے نہ ہونا چاہیئے اگر لڑکی خلاف کفو سے نکاح کر لے جس سے اس کے اولیاء کو ذلت ہو تو نکاح درست نہ ہو گا (مرقات ولمعات واشعہ)

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْمَوْلُوْدَ فَاِنِّىْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِىُّ)

(۲۹۵۶) روایت ہے حضرت معقل بن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبت کرنے والی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت وجہ کی سے امتوں پر فخر کروں گا ۲؎ (ابوداؤد نسائی)

(۲۹۵۶) ۱؎ کیونکہ زوجین کی محبت سے گھر کی آبادی ہے اور بچوں کی پیدائش سے مقصود نکاح کا حصول ہے۔ زوجین کی عداوت گھر تباہ کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر ہوں گے کیونکہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے پہچانی جاتی ہیں (اشعہ) ۲؎ یعنی کل قیامت میں مجھے اس چیز سے بہت خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے

اسی صفیں امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں گی اور چالیس صفیں سارے نبیوں کے امتی، بلکہ دنیا میں بھی کثرت تعداد ترقی قوم کا ذریعہ ہے آج کثرت رائے سے سلطنت وزارت وغیرہ بنتی ہیں مرقات نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا ہے کہ محبت والی بچے جننے والی عورتوں کو نکاح میں رکھو کہ اگر ایسی عورت میں اور کوئی دوسری شکایات بھی ہوں تو اس کی پروانہ کرو محبت و اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَّاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ ۔(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مُرْسَلًا)

(۲۹۵۷) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن سالم ابن عتبہ[۱] ابن عویم ابن ساعدہ انصاری سے[۲] وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۔[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کنواریوں کو اختیار کرو۔[۴] کہ وہ منہ کی میٹھی رحم کی صاف اور تھوڑے پر رضا مند ہو جانے والی ہوتی ہیں۔[۵] (ابن ماجہ ارسالا رحمۃ اللہ علیہ)[۶]

(۲۹۵۷) [۱] سالم و عتبہ دونوں تابعی ہیں عویم صحابی۔[۲] عویم ابن ساعدہ صحابی ہیں انصاری اوسی ہیں بیعت عقبہ میں شریک ہوئے بدر و تمام غزوات میں شامل رہے عہد فاروقی میں وفات پائی 65 سال عمر شریف ہوئی آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایات لیں (مرقات و اکمال) [۳] یعنی عبدالرحمان اپنے والد سالم سے راوی اور سالم اپنے والد عتبہ سے راوی جو عبدالرحمان کے دادا ہیں اسی لئے صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو مرسل فرمایا کہ عتبہ تابعی ہیں اگر یہاں سالم کے دادا عویم مراد ہوتے تو حدیث مرسل کیوں ہوتی، عویم تو صحابی ہیں (مرقات وغیرہ) [۴] یعنی بہتر یہ ہے کہ کنواریوں سے نکاح کرو، یہ علیکم الزام کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ (۲۴، ۳۲) اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں (کنزالایمان) [۵] یعنی کنواری لڑکی باتیں میٹھی کرتی ہے کہ اس نے پہلے کوئی شوہر دیکھا نہیں ہوتا تاکہ دونوں خاوندوں کا موازنہ کرتی رہے اور ذرا سی بات میں پہلے خاوند کو یاد کر کے اس خاوند سے منہ موڑے، نیز کنواری لڑکی پوری جوان ہے رحم میں حرارت طبیعت میں شہوت قوی ہے لہذا اس سے اولاد بھی زیادہ ہونے کی امید ہے نیز خاوند کی تھوڑی کمائی پر گزارہ کرنے میں تامل نہ کرے گی کہ اس نے اس سے پہلے مال دار خاوند کو دیکھا ہی نہیں ہے کہ اس کی عادت زیادہ خرچ کرنے کی پڑ چکی ہو۔[۶] اس حدیث کو امام سیوطی نے جامع صغیر میں بحوالہ ابن ماجہ و بیہقی عویم ابن ساعدہ سے روایت کیا اس صورت میں یہ حدیث متصل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ ۔

(۲۹۵۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو محبت چاہنے والوں کیلئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی[۱]

(۲۹۵۸) [۱] اس حدیث کی روایت دو طرح کی ہے لم تر مخاطب معروف کے صیغہ سے اور لم یر غائب مجہول کے صیغہ سے یعنی اے سننے والے تو نے نکاح کی طرح کوئی اور چیز محبت پیدا کرنے والی نہ دیکھی یا نہ دیکھی گئی۔ مقصد یہ ہے کہ جن دو شخصوں یا خاندانوں میں محبت پیدا کرنی ہو تو ان کے آپس میں ایک دوسرے کے ہاں لڑکیاں بیاہ دو ان شاء اللہ محبت پیدا ہو جائے گی، مثل مشہور ہے کہ روٹی بیٹی محبت کی جڑ ہے

یا یہ مطلب ہے کہ محبت کے بعد نکاح بہت الفت کا ذریعہ ہے اسی لئے نکاح سے پہلے آپس میں ہدایا تحفے دیئے جاتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہو جائے تو اس سے زنا نہ کرے کہ پھر بغض پیدا ہو جائے گا بلکہ نکاح کرے تب محبت دائمی رہے گی (لمعات واشعہ) خیال رہے کہ نکاح محبت کی زنجیر جب ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے اگر محض مال و جمال کیلئے کیا جائے تو کبھی بغض و عداوت کا ذریعہ بھی ہو جاتا ہے جیسا آج بہت جگہ دیکھا جا رہا ہے حدیث صحیح ہے ہمارا طریقہ کار غلط ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَاَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَآئِرَ .

(۲۹۵۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے پاک وصاف ملنا چاہتا ہو وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے[1]

(۲۹۵۹)[1] طاہر سے مراد ہے گناہوں سے پاک مطہر سے مراد ہے برائیوں سے صاف لہٰذا مطہر بمقابلہ طاہر عام ہے یا طاہر سے مراد ہے خود پاک اور مطہر سے مراد ہے اس کے بال بچے پاک یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم مع اپنے خاندان کے پاک وصاف دنیا سے جاؤ تو آزاد عورت سے نکاح کرو کیونکہ عموماً آزاد عورتیں بمقابلہ لونڈیوں کے زیادہ پاکیزہ مہذب اور شائستہ ہوتی ہیں بال بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت گھر کا انتظام بھی آزاد عورت ہی سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ عموماً لونڈیاں غیر مہذب غیر منتظم ہوتی ہیں یہ اکثر قاعدہ ہے اہل عرب کہتے ہیں کہ آزاد عورت گھر کی اصلاح ہے لونڈی گھر کا فساد لونڈی گھر سے جا کر اپنے مالک کی خدمت میں مشغول رہے گی گھر کو کب سنبھالے گی۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِىْ نَفْسِهَا وَ مَالِهٖ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْاَحَادِيْثَ الثَّلاثَةَ .

(۲۹۶۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے ہیں کہ مومن نے اللہ سے خوف کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی نعمت نہ پائی[1] کہ اگر اس بیوی کو حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے[2] اور اگر اسے دیکھے پسند آئے[3] اور اگر اس پر قسم کھالے تو اس کی قسم پوری کرے[4] اور اگر اس سے غائب ہو تو اپنی ذات اور خاوند کے مال میں خیر خواہی کرے[5] یہ تینوں حدیثیں ابن ماجہ نے روایت کیں۔

(۲۹۶۰)[1] یعنی مومن کیلئے سب سے بڑی نعمت خوف خدا ہے اگر نصیب ہو جائے کہ اس خوف ہی کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا ہے نیکیاں کرتا ہے دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ تقویٰ ہے اس کے بعد نیک بیوی جس میں اگلی تین صفات ہوں کہ ایسی بیوی خاوند کو تقویٰ پر قائم رکھے گی اور متقی اولاد جنے گی[2] یعنی خاوند کے ہر جائز حکم میں اس کی مطیع ہو کہ ناجائز حکم میں کسی کی اطاعت نہیں (احمد و مرقات)[3] یعنی اس کی سیرت بھی اچھی ہو صورت بھی چونکہ سیرت کی عمدگی خوبصورتی سے افضل ہے اس لئے حسن سیرت کا ذکر پہلے فرمایا خوبصورت سے صرف آنکھیں لذت پاتی ہیں اچھی سیرت سے دل و روح کو فرحت پہنچتی ہے۔ خوبصورتی قریب الزوال ہے خوش سیرتی نعمت لازوال خوبصورتی صرف دنیا بلکہ جوانی ہی میں کام آتی ہے اچھی عادت دین و دنیا میں کارآمد اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں[4] یعنی اگر خاوند اپنی بیوی کے کسی ایسے کام میں قسم کھا جائے جو اس بیوی پر سخت و گراں ہو تو وہ محض اپنے خاوند کی قسم پوری کرنے کیلئے مشقت برداشت کر کے وہ کام کرے جسے خاوند کہے کہ قسم خدا کی تو اپنے میکہ نہ جائے گی تو وہ محض یہ قسم پوری کرنے وہاں

نہ جائے، ماں باپ کو اپنے سسرال میں بلا کر ملاقات کرلیا کرے۔ ۵؎ سبحان اللہ کیا جامع اور پاکیزہ کلمہ ہے یعنی خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی شرمگاہ، آنکھ، کان، پاؤں کی حفاظت کرے سمجھے میں خاوند کی دولت ہوں میری آنکھ کان وغیرہ میرے پاس اس کی امانت ہیں غیر مرد کو دیکھے نہیں غیر کا گانا تو کیا اس کی آواز بھی نہ سنے بغیر خاوند کی اجازت گھر سے قدم باہر نہ نکالے یہ نہ ہو کہ خاوند گھر نہیں بیوی کو ڈر نہیں نیز خاوند کا مال بغیر اس کی اجازت کے خرچ نہ کرے۔ الا فی الضرورۃ۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِى النِّصْفِ الْبَاقِىْ۔

(۲۹۶۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے نے نکاح کرلیا تو اپنا آدھا دین مکمل کرلیا اب باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۱؎

(۲۹۶۱) ۱؎ کیونکہ فساد دین کی بڑی وجہیں دو ہیں، شرمگاہ اور پیٹ کے متعلق بے احتیاطیاں جسے خدا نکاح کی توفیق دے دے تو اس کی شرمگاہ کی حفاظت ہوگئی اب چاہئے کہ اپنے پیٹ کو حرام غذا سے بچائے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ شرمگاہ اور پیٹ ہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے جب یہاں سے اسے نکال دیا تو انشاء اللہ دوسرے اعضا سے بھی نکل جائے گا (از مرقات مع زیادت)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مُؤْنَةً (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۹۶۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بوجھ کم ہو۱؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۲۹۶۲) ۱؎ یہ کلمہ نہایت جامع ہے یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو اللہ کے توکل پر لڑکی دی جائے وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے ایسی شادی خانہ آبادی ہے آج ہم حرام رسموں بیہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی بلکہ خانہا بربادی بنالیتے ہیں اللہ تعالٰی اس حدیث پاک پر عمل کی توفیق دے۔

بَابُ النَّظَرِ اِلَى الْمَخْطُوْبَةِ وَبَيَانِ الْعَوْرَاتِ

باب جس عورت کو پیغام دیا جائے اسے دیکھ لینا اور ستر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مخطوبۃ خطبہ سے بنا ہے، بکسر خاء خطبہ اور خطبہ زیر و پیش سے، دونوں لفظ خطاب سے ماخوذ ہیں بمعنی کسی سے کلام کرنا اسی سے ہے مخاطب، مگر خطبہ خاء کے پیش سے اس کا فاعل خطیب ہے اور خطبہ بکسر خاء اس کا فاعل خاطب مفعول مخطوب خطبہ بضم خاء ہر وعظ و خطاب کو کہتے ہیں، اور خطبہ خاء کے زیر سے پیغام نکاح کو کہا جاتا ہے جو عورت یا اس کے اولیاء کو دیا جائے لہذا مخطوبہ وہ عورت ہے جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو یا دینا ہو مخطوبہ کو پیغام نکاح سے پہلے دیکھ لینا یا دکھوالینا مستحب ہے امام مالک کے ہاں اجازت سے جائز بغیر اجازت ممنوع ہے (اشعہ) مگر بہتر یہ ہے کہ پیغام سے پہلے دیکھا جائے اور وہ بھی کسی بہانے سے کہ عورت کو [illegible] صورت میں عورت

کو رنج نہ ہو' عورات عورت کی جمع ہے' یہ لفظ عار بمعنی شرم سے بنا' ستر کو اس لئے عورت کہتے ہیں کہ اس کے اظہار سے شرم ہوتی ہے اس لئے عورت کو عورت کہتے ہیں کہ اس کی بے پردگی باعث ننگ و شرم ہے۔ بری بات کو حکم عوراء کہتے ہیں جس کا بولنا باعث غیرت ہو (مرقات)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔[۱] بولا میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح لینا ہے۔[۲] فرمایا اسے دیکھ لو۔[۳] کیونکہ انصار کی آنکھ میں کچھ ہوتا ہے۔[۴] (مسلم)

(۲۹۶۳)[۱] یہ شخص غیر انصاری تھا جسے انصار کی عورتوں کے متعلق کچھ خبر نہ تھی اگر انصاری ہوتا تو خود ہی تمام چیزوں سے خبردار ہوتا اسے یہ بتانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی [۲] یہ ترجمہ ہی مناسب ہے کیونکہ بعد نکاح عورت دیکھ لی ہی جاتی ہے نیز پھر دیکھنا بیکار ہے کہ نکاح تو ہو ہی چکا' تزوج سے مراد ہے ارادہ نکاح [۳] دیکھنے سے مراد چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد وہی صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی یعنی کسی بہانہ سے دیکھ لینا یا کسی معتبر عورت سے دکھوالینا' نہ کہ باقاعدہ عورت کا انٹرویو (Interview) کرنا جیسا کہ آج کل کے بے دینوں نے سمجھا [۴] یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں کو ان کے مردوں پر قیاس کیا کہ مردوں کی آنکھیں نیلگوں تھی تو عورتوں کی بھی ایسی ہی ہوں گی یا کسی نے حضور سے یہ عرض کیا ہوگا یا اس لئے کہ حضور ہر کھلے چھپے سے خبردار ہیں یا حضور انور سے مسلمان عورتوں کا پردہ نہیں کہ حضور والد ہیں مگر یہ توجیہ کچھ کمزوری ہے کیونکہ احترام و ادب میں والد ہیں نہ کہ شرعی احکام میں لہٰذا حضور سے پردہ فرض ہے جو بیبیاں حضور کے سامنے آئی ہیں وہ رضاعی ہمشیرہ وغیرہ تھیں یا کوئی اور طرح محرم (اشعہ و مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں غیبت یعنی کسی کی برائی پس پشت بیان کرنا جائز ہے جب کہ کسی فساد کا روکنا منظور ہو۔ آج محدثین راویان حدیث کے عیوب بیان کرتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَتَنْعَتُهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ یَنْظُرُ اِلَیْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۹۶۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اختلاط کرے کوئی عورت دوسری عورت سے پھر اپنے خاوند سے اس کی تعریف یوں کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے[۱] (مسلم' بخاری)

(۲۹۶۴)[۱] یعنی یہ ممنوع ہے کہ عورت اپنے خاوند سے دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ کرے یہ بھی فتنہ کا باعث ہے کیونکہ شعر:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا ایں دولت از گفتار خیزد

بعض اوقات سن کر عشق پیدا ہو جاتا ہے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ عشقیہ فحش گانے اور عورتوں کے حسن کے اشعار سننا حرام ہے کہ باعث فتنہ ہے یہ بیماری عموماً عورتوں میں پائی جاتی ہے کہ دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ اپنے خاوندوں سے کرتی ہیں سخت جرم ہے اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ حیوان کی بیع سلم جائز ہے کہ بعض بیان مثل عیان کے ہوتے ہیں ہوسکتا ہے کہ حیوان کے پورے اوصاف بیان کر دیئے جائیں جس سے وہ متعین ہو جائے دیکھو سرکار فرماتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے مگر ہمارے امام صاحب کے ہاں ممنوع ہے کیونکہ جانوروں کے باطنی اوصاف بیان میں نہیں آسکتے اور بیع سلم میں پورا علم چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَرْاَةِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۶۵) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے نہ عورت کسی عورت کا ستر[۱] اور نہ مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے اور نہ عورت کسی عورت سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے[۲] (مسلم)

(۲۹۶۵)[۱] ناف سے گھٹنے تک کے اعضا مطلقاً چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضا دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کیلئے سر سے پاؤں تک لائق پردہ ہے اور نماز کیلئے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے فقہاء فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا مرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے (اشعہ) ضرورۃً مشروعیت کے احکام جداگانہ ہیں کہ بچے جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو ننگا کرنا پڑتا ہے۔ محرم مرد اپنی محرمہ عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے۔ خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں' ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے' ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں' سونگھ سکتے ہیں' یوں ہی جوان لڑکا' لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتے ہیں دیکھنے وچھونے کے مکمل احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھئے[۲] یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہٰذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں' یوں ہی دو ننگی عورتیں۔ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا یَبِیْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَاَةٍ ثَیِّبٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَاکِحًا اَوْذَا مَحْرَمٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۶۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے[۱] مگر یہ کہ اس کا خاوند یا محرم رشتہ دار (مسلم)

(۲۹۶۶)[۱] یعنی جس عورت سے نکاح درست ہے اس کے ساتھ رات میں اکیلے رہنا حرام ہے' شادی شدہ کی قید اس لئے ہے کہ کنواری لڑکی عموماً شرمیلی ہوتی ہے وہ خود ہی کسی کے ساتھ نہیں اٹھتی بیٹھتی شادی شدہ بے باک بھی ہوتی ہے بے خوف بھی کہ اس کا زنا چھپ سکتا ہے کہ اگر اولاد ہو جائے تو لوگ سمجھیں گے اس کے خاوند کی ہے رات گزارنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ رات کی تنہائی بمقابلہ دن کی خلوت کے زیادہ خطرناک ہے ورنہ مطلقاً خلوت اجنبیہ سے حرام ہے[۲] محرم وہ مرد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لئے حرام ہے' محرم دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ذی رحم بھی ہو' جیسے باپ بیٹا بھائی وغیرہ دوسرے وہ جو ذی رحم نہ ہو' جیسے رضاعی بھائی اور داماد خیال رہے کہ بہنوئی اس حکم سے خارج ہے کہ اس سے نکاح اگرچہ حرام مگر دائمی حرام نہیں' بہن کی طلاق یا وفات کے بعد حلال ہے لہٰذا سالی بہنوئی سے پردہ کرے۔ بلکہ جوان ساس بھی جوان داماد سے خلوت کرنے میں احتیاط رکھے یوں ہی جوان سسر اپنی جوان بہو کے ساتھ خلوت کرنے میں احتیاط رکھے۔ اگرچہ ان کے لئے خلوت درست ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

(۲۹۶۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو[۱] کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ دیور کے متعلق فرمایئے فرمایا دیور تو موت ہے[۲] (مسلم بخاری)

(۲۹۶۷)[۱] پچھلی حدیث میں خلوت کا ذکر تھا یہاں بے پردہ آمنے سامنے کا ذکر ہے یعنی غیرمحرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگرچہ ذی رحم ہی ہو جیسے چچازاد خالہ زاد پھوپھی زاد بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیے کہ اگرچہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ان سے نکاح درست ہے[۲] یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لئے فرمایا کہ عادۃً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیرمحرم سے مذاق دل لگی کس قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ سَلْمَۃَ اسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْحِجَامَۃِ فَاَمَرَ اَبَاطَیْبَۃَ اَنْ یَّحْجُمَھَا قَالَ حَسِبْتُ اَنَّہٗ کَانَ اَخَاھَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ اَوْغُلَامًا لَّمْ یَحْتَلِمْ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۶۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد کی اجازت مانگی[۱] تو حضور نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ ان کی فصد کریں[۲] فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابوطیبہ ان کے دودھ کے بھائی تھے یا نابالغ لڑکے[۳] (مسلم)

(۲۹۶۸)[۱] عرض کیا مجھے اجازت دی جائے کہ فصد لینے والے سے فصد کرادوں معلوم ہوا کہ عورت کے لئے بہتر ہے حکیم ڈاکٹر کا علاج خاوند کی اجازت سے کرائے خصوصاً جب کہ علاج میں بے پردہ ہونا پڑتا ہو کیونکہ فصد کی جگہ کو دیکھنا پڑے گا۔[۲] ابوطیبہ کا نام نافع ہے محیصہ ابن مسعود انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں صحابی ہیں مدینہ منورہ میں فصد کھولنے کے بڑے ماہر تھے (اکمال)[۳] علماء فرماتے ہیں کہ علاج و فصد ختنہ کے لئے مریض کی جائے مرض اجنبی حکیم بھی دیکھ سکتا ہے (مرقات واشعہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایسے علاج کے لئے عورت کا محرم حکیم ہو تو بمقابلہ اجنبی کے اس سے علاج کرانا بہتر ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ سے پردہ نہیں۔

وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَآءَۃِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۶۹) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں[۱] کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا[۲] (مسلم)

(۲۹۶۹)[۱] یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلاقصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ کیا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے۔[۲] یعنی اس اچانک نظر پڑ جانے میں گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹالو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پالیا گیا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ استدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگرچہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑ گئی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَ تُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ اِذَا اَحَدُكُمْ اَعْجَبَتْهُ الْمَرْاَةُ فَوَقَعَتْ فِيْ قَلْبِهٖ فَلْيَعْمِدْ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَلْيُوَا قِعْهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِيْ نَفْسِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۷۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں جاتی ہے۱؎ جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت بھلی معلوم ہو اور اس کے دل میں کچھ وسوسہ پڑ جائے تو اپنی بیوی کی طرف قصد کرے اس سے قصد کرے۲؎ یقیناً یہ عمل اس کے دل کے وسوسہ کو دفع کرے گا (مسلم)

(۲۹۷۰) ۱؎ یعنی اجنبی عورت کو آتے ہوئے آگے سے دیکھو یا جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھو مرد کے دل میں وسوسے اور برے شہوانی خیال پیدا کرتی ہے جیسے شیطان برے خیال و وسوسے پیدا کرتا ہے لہذا اس سے ایسا ہی ڈرنا چاہیے جیسے شیطان سے ڈرتے ہیں کوئی متقی پرہیزگار اپنے تقوی و پرہیزگاری پر اعتماد نہ کرے اور اجنبی عورتوں سے اختلاط نہ رکھے اس میں ارشاد فرمایا گیا کہ بلاضرورت عورت گھر سے نہ نکلے اور مرد اجنبی عورت کو کپڑوں سے بھی نہ دیکھے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے، نیز عورت کو لازم ہے کہ لباس فاخرہ عمدہ برقعہ اوڑھ کر نہ باہر جائے کہ بھڑک دار برقعہ پردہ نہیں بلکہ زینت ہے (نووی و مرقات) ۲؎ یہ عمل حصول تقوی اور دفع وسوسہ کے لئے اکسیر ہے صحبت کر لینے سے شہوت کا جوش جاتا رہے گا یہ جوش ہی میلان کی وجہ تھی، علماء فرماتے ہیں کہ عورت کو چاہیے کہ خاوند کے بلانے پر بغیر پس وپیش آ جائے کوئی مانع نہ ہو کہ بسا اوقات اکثر جوش شہوت بدن وقلب کو بیمار کر دیتا ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى مَا يَدْعُوْهُ اِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۷۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دینے لگے۱؎ تو اگر اس کو دیکھ سکے جسے نکاح کی دعوت دیتا ہے تو ضرور کر لے۲؎ (ابوداؤد)

(۲۹۷۱) ۱؎ یہ ترجمہ نہایت مناسب ہے یعنی پیغام نکاح دینے کے بعد عورت کو نہ دیکھے ورنہ ناپسندیدگی کی صورت میں عورت کو صدمہ ہوگا۔ بلکہ دیکھنے کے بعد پیغام دے، دیکھنے کی صورتیں پہلے بیان ہو چکیں کہ یا تو کسی حیلہ بہانے سے خود دیکھے یا کسی معتبر عورت سے دکھوالے، مرقات نے بھی خطب کے معنی ارادہ پیغام کے لئے۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نکاح میں عورت کے حسب ونسب دینداری وغیرہ کے ساتھ صورت کا بھی لحاظ رہے۔ دوسری چیزوں کی تحقیقات تو اور طرح بھی ہو سکتی ہے مگر صورت کی تحقیق دیکھ کر ہی ہو سکتی ہے، جن احادیث میں صورت وحسن کی بنا پر نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا وہاں صرف صورت کا لحاظ کر دینا دینداری کی پرواہ نہ کرنا مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، دوسرے یہ کہ مرد تو عورت کو دیکھنے کی کوشش کرے مگر عورت مرد کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ مرد کی تندرستی اخلاق اور کمائی دیکھی جاتی ہے، حسن عورت کا زیور ہے اور یہ چیزیں مرد کا زیور ہیں۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَةً فَقَالَ

(۲۹۷۲) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں میں

لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ نَظَرْتَ اِلَیْھَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّہٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا ۔(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا[۱] تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا اسے دیکھ لو کہ یہ دیکھنا تمہاری آپس کی دائمی محبت کا ذریعہ ہے[۲]
(احمد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،دارمی)

(۲۹۷۲)[۱] یا تو پیغام دینا چاہا یا ابھی معمولی بات چیت ہوئی پختہ بات ہو جانے اور ارادہ نکاح کر چکنے کے بعد یہ حکم نہ دیا۔[۲] کیونکہ اگر بغیر دیکھے تم نے عورت سے نکاح کرلیا،بعد نکاح دیکھنے پر تم کو پسند نہ آئی تو یا اسے طلاق دو گے یا اسے بغیر محبت کے بھگتو گے۔جس سے تمہاری زندگی بھی تلخ ہوئی اور اس عورت کی بھی،دیکھ کر نکاح کرنے میں یہ اندیشہ نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ امْرَاَۃً فَاَعْجَبَتْہُ فَاَتٰی سَوْدَۃَ وَھِیَ تَصْنَعُ طِیْبًا وَعِنْدَ ھَا نِسَآءٌ فَاَخْلَیْنَہٗ فَقَضٰی حَاجَتَہٗ ثُمَّ قَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ رَاٰی امْرَاَۃً تُعْجِبُہٗ فَلْیَقُمْ اِلٰی اَھْلِہٖ فَاِنَّ مَعَھَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَھَا ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۹۷۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی جو اچھی معلوم ہوئی[۱] تو حضور انور بی بی سودہ کے پاس تشریف لائے وہ خوشبو تیار کررہی تھیں اور ان کے پاس عورتیں تھیں انہوں نے خلوت کا موقع دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت پوری فرمائی[۲] پھر فرمایا جو مرد کسی عورت کو دیکھ لے جو اسے بھلی معلوم ہو تو اپنی بیوی کے پاس آجائے کہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے[۳] (دارمی)

(۲۹۷۳)[۱] یہ نظر اچانک پڑی تھی دیدہ ودانستہ نہ تھی اور پسند آنا غیر ارادی تھا،بہ تقاضا بشریت یہ پسندیدگی نہ گناہ ہے نہ خطا جیسے یوسف علیہ السلام کا زلیخا کی طرف میلان طبعی غیر اختیاری رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ (۱۲:۲۴) اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا(کنزالایمان) یقینًا زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصد کرلیا اور یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا یعنی قصد زلیخا اختیاری تھا اور قصد یوسف علیہ السلام غیر اختیاری جو جرم نہیں،بعض مفسرین نے اس کے معنی کئے کہ یوسف علیہ السلام بھی قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھتے،روزہ دار گرمی کی شدت میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوتا ہے مگر پی لینے کا وہم بھی نہیں کرتا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔[۲] غالب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اندازًا یہ واقعہ معلوم کرلیا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو چونکہ اس واقعہ میں مسلمانوں کو تقوٰی کی تعلیم کی ہے لہذا اس کا بیان خلاف غیرت نہیں یونانی طبیب تجربہ کے لئے پوشیدہ باتیں بتاتے بھی ہیں کرکے دکھاتے بھی ہیں،مردہ کی اندام نہانی میں شگاف دے کر ہر چیز دکھاتے ہیں دیکھو لاہور کے میوہسپتال کے مردہ گھر کے حالات۔اس حدیث پر بے شرمی کا اعتراض کرنا چکڑالویوں کی انتہائی بیوقوفی ہے۔[۳] سبحان اللہ کیسے نفیس طریقہ سے سمجھایا کہ لذت جماع تو اپنی قوت پر مبنی ہے جس قدر منی غلیظ ہوگی اور مرد میں طاقت زیادہ ہوگی اسی قدر لذت محسوس ہوگی عورت کے حسن کو اس لذت میں دخل نہیں جو لذت اس دیکھی ہوئی عورت سے صحبت کرنے میں ہوتی تو وہی اپنی بیوی سے صحبت کرنے میں ہے پھر حرام کاری سے منہ کالا کیوں کرتے ہو۔آج یہ باتیں سمجھانے کے لئے سینماؤں میں فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۷۴) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ عورت چھپانے کے لائق ہے۱ جب عورت نکلتی ہے تو اسے شیطان گھورتا ہے۲ (ترمذی)

(۲۹۷۴)۱ عورت کے معنی مایعار فی اظهاره جس کا ظاہر ہونا قابل عار و شرم ہو عورت کا بے پردہ رہنا میکے والوں کے لئے بھی ننگ و شرم کا باعث ہے اور سسرال والوں کے لئے بھی۲ استشر ف کے معنی ہیں کسی چیز کو بغور دیکھنا یا اس کے معنی ہیں لوگوں کی نگاہ میں اچھا کر دینا تا کہ لوگ اسے بغور دیکھیں (مرقات واشعہ) یعنی عورت جب بے پردہ ہوتی ہے تو شیطان لوگوں کی نگاہ میں اسے بھلی کر دیتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ اسے تکتے ہیں مثل مشہور ہے کہ پرائی عورت اور اپنی اولاد اچھی معلوم ہوتی ہے اور پرایا مال اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتے ہیں سرکار کا یہ فرمان بالکل دیکھنے میں آ رہا ہے بعض لوگ اپنی خوبصورت بیویوں سے متنفر ہوتے ہیں دوسری بدصورتوں پر فریفتہ۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۹۷۵) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا اے علی ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ نہ کرو کہ تم کو پہلی نظر ہی جائز ہے دوسری جائز نہیں۱ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

(۲۹۷۵)۱ پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد دوبارہ اسے قصداً دیکھنا ہے اگر پہلی نگاہ بھی جمائے رکھی تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس پر بھی گناہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ علماء مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردنی یا مریدنی کو قصداً دیکھیں حضرت علی علماء اولیاء کے سردار ہیں ان کو یہ حکم ہو رہا ہے غور کرو اور ڈرو ان سے بڑھ کر پاکباز کون ہوسکتا ہے جائز سے مراد ہے جس پر گناہ ہو جائز نہیں ناجائز کا مقابل ہوتا ہے کبھی فرض وواجب کا ہوسکتا ہے کہ لک کا لام نفع کا ہو یعنی بغیر ارادہ والی نظر تمہارے لئے مفید ہے کہ جب تم فوراً نگاہ نیچی کرلو گے تو ثواب پاؤ گے تو لامحالہ دوسری نظر مضر ہی ہوگی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا زَوَّجَ اَحَدُكُمْ عَبْدَهٗ اَمَتَهٗ فَلَا يَنْظُرَنَّ اِلٰى عَوْرَتِهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ اِلٰى مَا دُوْنَ السُّرَّةِ وَ فَوْقَ الرُّكْبَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۹۷۶) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے تو اس کا ستر ہرگز نہ دیکھے۱ اور ایک روایت میں ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر ہرگز نہ دیکھے۲ (ابوداؤد)

(۲۹۷۶)۱ یعنی لونڈی کا ستر مولا بھی دیکھ سکتا ہے چھو بھی سکتا ہے مگر جب کہ اس کا نکاح کسی سے کر دے اگر چہ اپنے غلام سے ہی کر دے تب ستر چھونا تو کیا دیکھ بھی نہیں سکتا کہ اب یہ لونڈی اس بارے میں اس کے لئے اجنبی ہوگئی۔اس سے صحبت بھی حرام ہوگئی اور صحبت کے لوازمات بھی۲ یہ جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی ایسی لونڈی کے دیکھنے سے جو منع فرمایا گیا اس سے مراد ستر دیکھنا ہے۔چہرہ ہاتھ پاؤں تو اب بھی دیکھ سکتا ہے کیونکہ اب بھی مولیٰ کو اس سے خدمت لینے کا تو حق ہے اور خدمت میں یہ اعضاء ضرور دیکھنے پڑ جاتے ہیں، اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لونڈی کا ستر مرد کی طرح ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک، آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے سوا چہرے کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے

سے نیچے پاؤں کے فقہاء کا حکم اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔

وَعَنْ جَرْهَدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۷۷) روایت ہے حضرت جرہد سے[1] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ران ستر ہے[2] (ترمذی،ابوداؤد)

(۲۹۷۷)[1] جرہد بروزن جعفر ابن خویلد ہیں، صحابی ہیں اصحاب صفہ میں سے ہیں، اہل مدینہ سے تھے ۶۱ھ میں وفات پائی آپ سے آپ کے بیٹوں، عبداللہ عبدالرحمان، سلیمان اور مسلم نے احادیث نقل کیں۔[2] یہ سوال زجر کا ہے یعنی یہ مسئلہ جاننا ضروریات دین سے ہے، کیا تم نے اب تک اتنا ضروری مسئلہ بھی نہ سیکھا کہ مرد کی ران ستر عورت ہے اسی حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ وشافعی واحمد بن حنبل مرد کی ران کو ستر مانتے ہیں، امام مالک کے ہاں ستر نہیں لہذا ران کھول کر نماز درست نہیں، مگر خیال رہے کہ یہ اختلاف مرد کی ران میں ہے عورت کی ران کو سب ستر مانتے ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۷۸) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے علی نہ اپنی ران کھولو[1] اور نہ کسی زندہ مردہ کی ران دیکھو[2] (ابوداؤد،ابن ماجہ)

(۲۹۷۸)[1] یعنی کسی کے سامنے ران نہ کھولو اور نہ بلاضرورت تنہائی میں کھولو رب تعالٰی سے شرم کرو کیونکہ ران ستر ہے اس سے آج کل کے نیکر پہننے والے عبرت پکڑیں جن کی آدھی ٹانگیں کھلی ہوتی ہیں اور وہ بے تکلف لوگوں میں پھرتے ہیں اللہ تعالٰی ایمانی غیرت نصیب کرے۔[2] یعنی کسی مردہ بالغ مسلمان کی ران نہ دیکھو اور کسی ایسے زندہ کی ران نہ دیکھو جن کا تم سے ستر ہے لہذا اس دوسرے حکم سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی خارج ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ران ستر ہے۔جس کا چھپانا فرض ہے، لہذا یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ مردہ کا احترام زندہ کی طرح ہے کہ اس کا ستر دیکھنا حرام ہے لہذا غسال بھی میت کو ستر ڈھک کر غسل دے اسے بھی ستر دیکھنا جائز نہیں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعْمَرٍ وَفَخِذَاهُ مَكْشُوْفَتَانِ قَالَ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَاِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۹۷۹) روایت ہے حضرت محمد ابن جحش سے[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمر پر گزرے۔حالانکہ ان کی رانیں کھلی تھیں[2] تو فرمایا اے معمر اپنی رانیں ڈھک لو، کیونکہ رانیں ستر ہیں[3] (شرح سنہ)

(۲۹۷۸)[1] محمد ابن جحش جیم اور حاء کے فتح سے ان کے حالات نہ معلوم ہو سکے غالبًا آپ صحابی ہیں اور حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے (اشعہ)[2] معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی صحابی ہیں بڑے پرانے مسلمان ہیں اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں چونکہ یہ حضرات پہلے سے ستر ڈھانپنے کے عادی نہ تھے نیز انہیں خبر نہ تھی کہ ران بھی ستر ہے اس لئے بے خیالی میں ران کھولے بیٹھے تھے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صحابی ستر کھولے کیوں بیٹھے تھے[3] یعنی گھٹنوں سے ناف تک کا بدن ستر ہے اس کا چھپانا واجب ہے ناراضگی کا اظہار اس لئے نہ فرمایا کہ یہ حضرت مسئلہ سے بے خبر تھے یا بے خیالی میں ان کی ران کھل گئی تھی، غرض کہ بے خبری اور بے خیالی اور دیدہ دانستہ جرم کرنا کچھ اور

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۹۸۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَّا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَ حِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ننگے ہونے سے بچو۱ کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے سوائے پیشاب پاخانہ کے اور اس وقت کے جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے۲ تو ان سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو۳ (ترمذی)

(۲۹۸۰)۱یعنی اکیلے میں بھی ستر نہ کھولو جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۲ ان سے مراد اعمال لکھنے والے اور محافظین فرشتے ہیں جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ صرف کاتبین فرشتے مراد ہوں کیونکہ حافظین تو پاخانہ وغیرہ میں بھی ساتھ رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملائکہ شرمیلے ہیں انسان کا ستر دیکھنے میں شرم کرتے ہیں تو ہم کو بھی ان سے شرم چاہیے اللہ کے بندوں سے حیاء کرنا ایمانی تقاضا ہے۳ اس لئے پاخانہ اور صحبت کے وقت بات کرنا منع ہے کہ بات لکھنے کے لئے کاتبین فرشتوں کو ہمارے پاس آنا پڑے گا اور وہ اس وقت پاس آنا نہیں چاہتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت ستر کھولنا ممنوع ہے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ پاخانہ، پیشاب بیٹھتے وقت کھڑے ہوتے وقت ننگا نہ ہوجائے بلکہ زمین کے قریب پہنچ کر کپڑا اٹھائے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَيْمُوْنَةَ اِذَا اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۸۱) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ وہ اور بی بی میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں۱ کہ جناب ابن ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۲ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۳ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کیا تم دونوں نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۵ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۲۹۸۱)۱ اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لئے وہاں آئی ہوئی تھیں اسی لئے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کردیا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (۲،۱۲۷) اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما (کنز الایمان) تاکہ معلوم ہو بنائے کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسمٰعیل ان کے معاون۲ آپ وہی عبداللہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورہ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے۳ یا تو حضرت عبداللہ کے اندر آتے وقت اندر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ پہلے داخل ہوگئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلایا جاتا ہے۴ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت دیکھے، عورت کے لئے اجنبی عورت کو دیکھنا حرام نہیں اور حضرت عبداللہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں۔۵ جواب عالی کا مقصد یہ ہے کہ عورت و مرد پر دوطرفہ پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو اس حدیث کی بناء پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہوکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا، مگر آپ حبشیوں اور ان کے کھیل کو دیکھتی رہیں دکھانے کا واقعہ ۷ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا، نیز نماز کی جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہوکر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لئے۔ یہ تمام تحقیق پاک باز کے متعلق ہے جہاں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو، لیکن اگر اس کا خدشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے۔ (از لمعات، مرقات، اشعہ مع زیادۃ)

وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۸۲) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے ستر چھپاؤ، سوائے اپنی بیوی یا مملوکہ لونڈی کے[۲] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے کہ جب مرد تنہا ہو فرمایا کہ اللہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے[۳] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)[۴]

(۲۹۸۲)[۱] یہ بہز اور ان کے والد حکیم دونوں تابعی ہیں۔ ہاں بہز کے دادا معاویہ ابن عبیدہ صحابی ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے، خراسان میں وفات پائی یہاں جَدِّهٖ کا مرجع بہز ہیں یعنی حکیم نے اپنے والد جو بہز کے دادا ہیں ان سے روایت کی لہذا حدیث متصل ہے (اشعہ) [۲] صحیح یہ ہے کہ یہاں حفاظت سے مراد بے پردگی سے حفاظت ہے یعنی اپنی بیوی اور مملوکہ لونڈی سے تو پردہ نہیں باقی تمام سے ستر چھپانا واجب ہے اس کی موید وہ آیت کریمہ ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (۲۳، ۵، ۶) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو سکتے ہیں۔ [۳] یعنی اللہ تعالٰی اپنے بندہ کا برہنہ ہونا پسند نہیں کرتا اور وہ تو تم کو برہنگی کی حالت میں دیکھ رہا ہے لہذا اس کے فرمان کی مخالفت سے شرم کرو۔ حدیث کا مقصد یہ نہیں کہ رب تعالٰی کپڑے پہنے ہوئے کا ستر نہیں دیکھتا کپڑا اس کے لئے آڑ بن جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلاوجہ برہنہ نہ رہے۔ [۴] یہ حدیث احمد، بیہقی، حاکم وغیرہم نے بھی کچھ فرق سے روایت فرمایا۔

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۸۳) روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہیں کرتا مگر ان میں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے[۱] (ترمذی)

(۲۹۸۳)[۱] یعنی جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ دونوں ہی کیسے پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لئے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور ابھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کرادے اس لئے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہیے گناہ کے اسباب سے بھی بچنا لازم ہے بخار روکنے کے لئے نزلہ وزکام روکو۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

(۲۹۸۴) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَ مِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَمِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

راوی فرمایا جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ[۱] کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے خون کے دوران کے ساتھ گردش کرتا ہے[۲] ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اور آپ کے بھی[۳] فرمایا میرے بھی لیکن اللہ نے مجھے اس پر مدد دی کہ وہ اسلام لے آیا[۴] (ترمذی)

(۲۹۸۴)[۱] یعنی ان اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بہت ہی بچو جن کے خاوند پردیس میں ہیں، یہ قید اس لئے لگائی کہ خاوند والی عورت لذت جماع سے واقف ہے اور خاوند کی غیر موجودگی سے اس کی شہوت غالب ہے ایسی عورت کے لئے ادنیٰ محرک بھی خطرناک ہے مٹی کے تیل میں بھیگی ہوئی روئی اور پٹرول دور سے آگ لے لیتے ہیں[۲] یعنی عورت مرد دونوں کے رگ رگ میں شیطان اثر کرتا ہے جیسے خون نظر نہیں آتا مگر جسم میں گردش کرتا ہے یوں ہی شیطان نظر نہیں آتا مگر اپنا کام کئے جاتا ہے چھپا دشمن کھلے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (۲۷) بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے (کنز الایمان)[۳] صحابہ کرام سمجھے تھے کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان کے پاس شیطان پھٹکتا بھی نہیں ہوگا اس لئے یہ سوال کیا جواب میں بتادیا گیا کہ عصمت شیطان کے آجانے کے خلاف نہیں شیطان معصوموں کے پاس بھی پہنچ جاتا ہے[۴] یہاں اس سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اَسْلَمَ کے یہی معنی ٹھیک ہیں کہ وہ اسلام لے آیا اب وہ میری اطاعت ہی کرتا ہے یعنی میرا قرین شیطان میری صحبت کی برکت سے مسلمان ہوگیا سبحان اللہ پارس کے پاس رہنے سے لوہا سونا بن جاتا ہے نبی کے ساتھ رہنے سے شیطان مسلمان بن گیا گویا اس کی حقیقت ہی بدل گئی۔ بعض لوگوں نے اسے اُسَلَّمُ پڑھا ہے مضارع مجہول متکلم یعنی میں اس کے شر سے محفوظ و سلامت رکھا جاتا ہوں مگر پہلے معنی بہت ہی قوی ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهٗ لَهَا وَ عَلٰى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ اِذَا قَنَّعَتْ بِهٖ رَاْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَاِذَا غَطَّتْ بِهٖ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَاْسَهَا فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقٰى قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكِ بَاْسٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُوْكِ وَغُلَامُكِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۸۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ کے پاس ایسے غلام کے ساتھ تشریف لائے جو آپ انہیں بخش چکے تھے[۱] اور جناب فاطمہ پر ایسا کپڑا تھا کہ جب اس سے سر ڈھانپتیں تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب اس سے اپنے پاؤں ڈھانپتیں تو آپ کے سر تک نہ پہنچتا[۲] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دشواری دیکھی جو آپ پارہی تھیں تو فرمایا کہ تم پر کوئی حرج نہیں یہ آنے والے تمہارے والد ہیں اور تمہارے غلام[۳] (ابوداؤد)

(۲۹۸۵)[۱] بعبد کی ب مصاحبت کی ہے یعنی ساتھ، اس غلام کا نام معلوم نہ ہوسکا، حضور نے یہ غلام حضرت فاطمہ کو پہلے ہی دیا تھا آج دینے کے لئے تشریف نہ لائے تھے جیسا کہ وھبہ ماضی سے معلوم ہوا[۲] یعنی اس وقت آپ کے پاس صرف دوپٹہ یا چادر تھی وہ بھی اتنی چھوٹی جو بیک وقت سر و پاؤں نہیں چھپا سکتی[۳] معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع اس غلام کے دروازے پر کھڑے تھے داخلہ کی اجازت مانگی جواب میں دیر ہوئی تب تحقیق فرمانے پر جناب فاطمہ کا یہ تکلف معلوم ہوا تب یہ فرمایا، فرمان عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم تمہارے والد ہیں اور یہ دوسرا تمہارا مملوک غلام ان دونوں سے تمہارا پردہ نہیں سر کھلا رہنے دو اور ہم کو آنے کی اجازت دے دو اس حدیث

کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ جیسے مولیٰ سے لونڈی پر پردہ لازم نہیں ایسے ہی مملوک غلام سے مالکہ پر پردہ واجب نہیں مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغ خادم اپنی مالکہ کے لئے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس سے پردہ واجب ہے اگرچہ غلام خصی ہی ہو امام شافعی کا یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ یہ غلام نابالغ اور غیر محل شہوت تھا عربی میں غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔جس پر قرآن مجید و احادیث ولغت کی کتب گواہ ہیں خیال رہے کہ نابالغ اور اپنے محرم غلام سے پردہ نہیں آیت "مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ" میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لونڈیاں مراد ہیں (از مرقات واشعہ) خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں بالغ غلام اپنی مولاۃ مالکہ کے لئے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں ضرورۃً دیکھ سکتا ہے مگر امام شافعی کے ہاں محرم کی طرح ہے اس کا سر بازو پنڈلی بھی دیکھ سکتا ہے یہاں حضرت فاطمہ کے سر شریف کا ذکر ہے اس لئے وہ اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عِنْدَھَا وَ فِی الْبَیْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُمَیَّةَ اَخِیْ اُمِّ سَلَمَةَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ لَکُمْ غَدًا لطَّائِفَ فَاِنِّیْ اَدُلُّکَ عَلٰی ابْنَةِ غَیْلَانَ فَاِنَّھَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَ تُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلَنَّ ھٰؤُلَآءِ عَلَیْکُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۹۸۶) روایت ہے حضرت امّ سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا[1] عبداللہ ابن امیہ جو جناب امّ سلمہ کے بھائی ہیں سے کہہ رہا تھا کہ اے عبداللہ کہ کل اگر اللہ تمہیں طائف کی فتح دے[2] تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کا پتا دیتا ہوں[3] جو آتی ہے چار سے اور جاتی ہے آٹھ سے[4] تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں[5] (بخاری مسلم)

(۲۹۸۶)[1] مخنث نون کے فتح سے بھی پڑھا جاتا ہے اور نون کے کسرہ سے بھی مخنث وہ ہے جو حرکات و سکنات گفتار و رفتار میں عورتوں کی طرح ہو اگر قدرتی یہ حالت ہو تو گنہگار نہیں اور اگر مرد ہے مگر عورتوں کی شکل بناتا ہے تو بفرمان حدیث ملعون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر اور عورت بننے والے مردوں پر لعنت فرمائی۔ یہ قدرتی مخنث تھا حضرت امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ نے سمجھا کہ یہ غیر اولی الاربہ میں داخل ہے جن سے پردہ نہیں اس لئے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی۔حضور انور نے اس کی یہ گفتگو سن کر اسے غیر اولی الاربہ میں داخل نہ فرمایا اس مخنث کا نام ماطغ یا ہیت تھا۔[2] کل سے مراد آئندہ زمانہ ہے یہ واقع فتح طائف سے پہلے کا ہے جب طائف پر حملہ ہونے والا تھا اور طائف سے مراد قلعہ طائف کا فتح کرنا ہے[3] غیلان طائف کے ایک شخص کا نام تھا اس کی بیٹی کا نام بادیہ تھا یہ فتح طائف کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوف کے نکاح میں آئی (اشعہ)[4] یعنی وہ لڑکی اتنی موٹی ہے کہ موٹاپے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں یعنی بلٹیں ہیں جسے عربی میں عکنہ کہتے ہیں جب سامنے آتی ہے تو وہ چاروں بلٹیں پوری نظر آتی ہیں اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو ان چاروں بلٹوں کے دوطرفہ کنارے نظر آتے ہیں ہر سلوٹ و بلٹ کے چار کنارے تو دو کے آٹھ ہوئے عموماً مرد موٹی عورت کو پسند کرتے ہیں اس لئے وہ مخنث اس کی موٹائی بیان کررہا ہے[5] اس حکم سے پہلے خنثوں یعنی ہیجڑوں کا گھروں میں آنا ممنوع نہ تھا کیونکہ یہ عورت کے قابل نہیں ہوتے جیسے بہت چھوٹے لڑکے بہت بوڑھے مرد خصی یا مجبوب (ذکر کٹا ہوا) مگر آج پتا لگا کہ ہیجڑوں کا گھروں میں آنا فساد کا باعث ہے جیسے وہ دوسری عورتوں کا ذکر ہم سے کرتے ہیں ہماری عورتوں کا ذکر دوسروں سے ضرور کریں گے اس

لئے مسلمانوں کے گھروں سے روک دیا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ خصی مجبوب (ذکر کٹا) بلکہ آوارہ بدمعاش عورتیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں کہ مومنہ عورتیں ان سے پردہ کریں ان کا فساد مردوں کے فساد سے بھی زیادہ ہے۔

وَعَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيلاً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَقَطَ عَنِّيْ ثَوْبِيْ فَلَمْ اَسْتَطِعْ اَخْذَهٗ فَرَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۸۷) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے [۱] فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا تو میرے چلنے کی حالت میں میرا کپڑا اتر گیا میں اسے لے نہ سکا [۲] مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا اپنے اوپر کپڑا لے لو اور ننگے نہ چلو [۳] (مسلم)

(۲۹۸۷) [۱] آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے زہری ہیں، قرشی ہیں عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھانجا ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بقرعید ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوئے شہادت عثمان تک مدینہ پاک ہی رہے اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے، امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید ابن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا جب یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرکے کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے تو آپ کے ایک پتھر لگا اس سے حطیم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا [۲] یعنی کسی واقعہ پر مجھے پتھر اٹھانا پڑا صرف تہبند بندھا تھا وہ گر گیا جس سے آپ بالکل برہنہ ہو گئے ہاتھ گھرے ہوئے تھے اس لئے آپ تہبند نہ اٹھا سکے [۳] عراۃ عاری کی جمع ہے اور قاضی کی قضاۃ ناجی کی نجاۃ یہ حکم عام ہے کہ کوئی باہوش شخص اگرچہ بالغ نہ ہو ننگا نہ رہے نہ پھرے، ستر ڈھانپنا فرض ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْ مَارَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۸۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی نہ دیکھا۔ (ابن ماجہ)

(۲۹۸۸) [۱] بعض روایات میں ہے کہ نہ میں نے حضور کی کبھی شرمگاہ دیکھی نہ حضور نے میرا ستر کبھی دیکھا یہ ہے اس سید المحبوبین کی شرم وحیاء خیال رہے کہ زوجین ایک دوسرے کے شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں یہ دیکھنا زیادتی شہوت کا باعث ہے اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں، مگر اس سے نگاہ کمزور ہوتی ہے نیز یہ عمل اعلیٰ قسم کی شرم کے خلاف ہے اس لئے حضور کا اس پر عمل رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوقت صحبت دونوں کے بالکل ننگے ہونے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر صحبت کرنے سے اولاد بے شرم پیدا ہوتی ہے اور صحبت کی حالت میں باتیں کرنے سے اندیشہ ہے کہ اولاد گونگی ہو حضور کے اعمال شریف میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۹۸۹) روایت ہے حضرت ابی امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی مسلم نہیں جو اچانک کسی عورت کی خوبیاں پہلی بار دیکھے تو فوراً اپنی نگاہ نیچی کر لے [۱] مگر اللہ اسے ایسی عبادت دیتا ہے جس کی وہ لذت پاتا ہے [۲] (احمد)

(۲۹۸۹) [۱] یعنی اگر کسی مرد کی نظر اجنبی عورت کے حسن و جمال یا زیور و لباس پر اچانک پڑ جائے اس کا دل چاہے کہ دیکھتا رہے مگر خوف خدا سے دل کو مارے نگاہ نیچی کرے [۲] یعنی اس صبر اور دل کو روکنے کی برکت سے خدا تعالیٰ اسے کسی عبادت کی لذت نصیب فرمائے گا یا نماز کی یا روزے کی یا حج و زیارت کی خیال رہے کہ کھانے وغیرہ کی طرح عبادات میں بھی مختلف لذتیں ہیں جسے محسوس کرنے کیلئے باطنی حواس درست چاہئیں یہ عمل اس درستی حواس کیلئے بہت ہی مفید ہے رب تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو رب تعالیٰ اسے

انہی عبادتوں میں لذت بخشے گا یا کسی اورنئی عبادت کی توفیق دے گا جیسے جہاد وغیرہ اور پھراس کی لذت بھی نصیب فرمائے گا۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۲۹۹۰) روایت ہے حضرت حسن سے ارسالاً[۱] فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے دیکھنے پر اور اس پر جو دیکھی جائے[۲] (بیہقی شعب الایمان)

(۲۹۹۰)[۱] حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں چونکہ آپ تابعی ہیں اور صحابی کا نام آپ نے لیا نہیں اس لئے حدیث مرسل ہوئی اور آپ کی یہ نقل ارسال،احناف کے ہاں ثقہ کا ارسال معتبر ہے[۲] حدیث میں کسی قدر اجمال ہے مطلب یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلا ضرورت دیکھے اس پر بھی لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلا ضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے اس پر بھی لعنت غرض یہ کہ اس میں تین قیدیں لگانی پڑیں گی اجنبی عورت کو دیکھنا بلا ضرورت دیکھنا،قصداً دیکھنا۔

بَابُ الْوَلِیِّ فِی النِّکَاحِ وَاسْتِیْذَانِ الْمَرْاَۃِ

نکاح میں ولی کا بیان اور عورت سے اجازت لینے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ولی بمعنی متولی ہے یہاں ولی سے مراد وہ ہے جو عزیز قریبی لڑکی کے نکاح کا متولی و منتظم ہو احناف کے نزدیک نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے نہیں ہوسکتا نیز نابالغہ کیلئے ولی کو جبر کا حق ہے کہ جہاں چاہے اس کا نکاح کردے بالغہ لڑکی کیلئے نکاح میں اجازت ولی مستحب ہے شرط نہیں نیز بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں بالغہ خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ ہاں دیوانی بالغہ اور لونڈی کے نکاح کیلئے ولی یا مالک کی اجازت شرط ہے،نیز ان دونوں پر ولی و مالک کو جبر کا حق ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۹۹۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے اجازت لے لی جائے[۱] اور کنواری کا نکاح اس کی بلا اجازت نہ کیا جائے[۲] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کنواری کی اجازت کیسی ہے فرمایا اس کی خاموشی[۳] (مسلم بخاری)

(۲۹۹۱)[۱] عربی میں ایم بے خاوند والی عورت کو کہتے ہیں،کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ،مگر یہاں بیوہ یا مطلقہ مراد ہے کیونکہ کنواری کا ذکر آگے آ رہا ہے[۲] خلاصہ فرمان عالی یہ ہے کہ بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح اس کی بغیر اجازت نہیں ہوسکتا خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ،بیوہ یا مطلقہ،عاقلہ بالغہ اپنے نفس کی مختار ہے کوئی ولی اس پر جبر نہیں کرسکتا[۳] یعنی عاقلہ بالغہ کے نکاح میں اس کی اجازت ضروری ہے مگر نوعیت اجازت میں فرق ہے،کنواری کی خاموشی یا آنسوؤں سے رونا ہی اجازت ہے بشرطیکہ ولی یا ولی کا وکیل اجازت لے اور بیوہ یا مطلقہ میں

صاف اجازت دینا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں بلوغ وصغر کا اعتبار ہے اور شوافع کے ہاں باکرہ وثیبہ ہونا معتبر ہے یعنی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ شادی شدہ اس کے نکاح کیلئے اجازت شرط ہے نابالغہ بچی کا ولی ہی نکاح کرسکتا ہے اس کی اپنی اجازت شرط نہیں خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یہ بھی خیال رہے کہ جو لڑکی بیماری یا زنا کی وجہ سے ثیبہ ہوگئی وہ باکرہ ہی ہے کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَامَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرِ تُسْتَامَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۹۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے خاوند والی عورت اپنے نفس کے مقابل اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے[۱] اور کنواری اس کے نفس کے متعلق اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے[۲] ایک اور روایت میں ہے کہ شادی شدہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے فرمایا شادی شدہ اپنے نفس کے بمقابلہ اپنے ولی کے بہت حقدار اور کنواری سے اس کا باپ اجازت لے گا اس کے نفس کے متعلق اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے[۳] (مسلم)[۴]

(۲۹۹۲)[۱] یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ بے خاوند والی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ مطلقہ اپنے نفس کی مختار ہے کہ اگر اس کا ولی کسی اور سے اس کا نکاح کردے اور یہ خود کسی دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا اپنا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا نہ کہ ولی کا کیا ہوا نکاح، معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ کے نکاح کیلئے اجازت ولی شرط نہیں اس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ من ولیہا سے معلوم ہوا[۲] یہاں باکرہ کا ذکر علیحدہ فرمانا اس حکم کو بیان کرنے کیلئے ہے یعنی باکرہ وثیبہ کے حکم میں صرف یہ ہے کہ باکرہ کی خاموشی اجازت ہے اور ثیبہ کی نہیں اسے صاف الفاظ میں اجازت دینا ہوگی، باقی مختار ہونے میں دونوں برابر ہیں یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے[۳] خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سی روایات سے مروی ہے جن کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر معنی ومنشاء سب کا یکساں ہے وہ یہ کہ عاقلہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو، خواہ بیوہ، خواہ طلاق والی اپنے نفس کی مختار ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اور اس کے نکاح کیلئے ولی شرط نہیں اور باکرہ کی خاموشی اس کی اجازت ہے مگر خاموشی اس وقت اجازت مانی جائے گی جب کہ اذن لینے والا اس کا ولی یا ولی کا وکیل ہو اور دولہا کا نام پتا وغیرہ بتا کر اجازت مانگی جائے جس سے اسے دولہا کا پورا پتا لگ جائے اگر ان میں سے کوئی چیز کم رہی تو خاموشی اجازت نہ ہوگی[۴] نیز یہ حدیث احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے مرفوعاً نقل کی البتہ الفاظ میں کچھ فرق ہے (مرقات)

وَعَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نِكَاحَ اَبِيْهَا)

(۲۹۹۳) روایت ہے حضرت خنسا بنت خذام[۱] سے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کردیا جب کہ وہ شادی شدہ تھی انہوں نے یہ نکاح ناپسند کیا[۲] تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے ان کا نکاح رد کردیا[۳] (بخاری) اور ابن ماجہ کی

روایت میں ہے کہ اس کے باپ کا کیا ہوا نکاح رد کیا۔

(۲۹۹۳)۱؎ آپ کا نام خنساء بنت خذام ابن خالد ہے' انصاریہ ہیں' اسدیہ ہیں' صحابیہ ہیں' حق یہ ہے کہ ان کے والد کا نام خذام نقطہ والی ذال سے ہے نہ کہ دال سے۲؎ یعنی وہ بالغہ تھیں پہلے ان کا نکاح ہو چکا تھا' بیوہ یا مطلقہ تھیں اب والد نے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود نکاح کر دیا۳؎ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں خواہ کنواری ہو یا بیوہ اور مذہب شافعی میں ثیّبہ پر ولی کو حق جبر نہیں خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہمارے ہاں اس رد نکاح کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا اور شوافع کے ہاں اس کا ثیبہ ہونا لہذا یہ حدیث نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے چونکہ حضرت خنساء نکاح کا انکار کر چکی تھیں اس لئے حضور انور نے نکاح رد فرمایا ورنہ اگر یہ خاموش رہی ہوتیں تو انہیں اختیار ملتا کہ نکاح جائز رکھیں یا رد کر دیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَ هِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ زُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَ لُعَبُهَا مَعَهَا وَ مَاتَ عَنْهَا وَ هِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۹۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ سات سال کی لڑکی تھیں۱؎ اور رخصتی ہوئی جب وہ نو برس کی لڑکی تھیں۔ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے۲؎ اور حضور نے انہیں چھوڑ کر وفات پائی وہ جب ۱۸ سال کی تھیں۳؎ (مسلم)

(۲۹۹۴)۱؎ یعنی چھ سال کی ہو کر ساتویں میں داخل ہو چکی تھیں لہذا یہ روایت ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی مذکور ہے بہرحال آپ اس وقت بالغہ نہ تھیں معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح ولی کرسکتا ہے نکاح کے لئے بلوغ شرط نہیں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ (۶۵:۴) اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا (کنزالایمان) یعنی لڑکیوں کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور انہیں طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اگر بچی نابالغہ کا نکاح درست نہ ہوتا تو اسے طلاق کیسی اور اس کی عدت تین ماہ کیسی آج بعض منکرین حدیث نابالغہ لڑکی کے نکاح کا انکار کرتے ہیں ان کا یہ انکار صریحی آیت قرآنی کے خلاف ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں حدیث متواتر سے ثابت ہے حضرت قدامہ ابن مظعون نے زبیر کی بیٹی کا نکاح تمام صحابہ کی موجودگی میں اسی دن کیا جس دن وہ پیدا ہوئی' نابالغ بچوں کے نکاح کے جواز پر تمام امت متفق ہے اور نابالغہ ہو کر باپ دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں کرسکتی باقی اولیاء کا کیا ہوا نکاح فسخ کرسکتی ہے (مرقات) بعض حالات میں نابالغ اولاد کا نکاح کرنا ضروری ہو جاتا ہے باپ قریب موت ہے اور بچی چھوٹی ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا زندگی میں نکاح کر جاؤں تاکہ میرے بعد یہ یتیمہ دھکے نہ کھائے اور میری روح کو تکلیف نہ ہو غرض کہ اس اجازت میں صدہا حکمتیں ہیں۲؎ غالب یہ ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین اس وقت بالغہ ہوچکیں تھیں لڑکی کے بلوغ کی کم از کم عمر نو برس ہے اور اگر قریب بلوغ بھی ہو تب بھی رخصتی ہوسکتی ہے اس حدیث کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ بچیوں کو گڑیاں اور کھلونوں سے کھیلنا جائز ہے گڑیوں سے اسے سینا پرونا' امور خانہ داری کا طریقہ آ جاتا ہے اگر کھلونوں اور گڑیوں کے آنکھ ناک نہ ہوں تب تو اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں۳؎ حضرت اُمّ المؤمنین نو برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی اور ترپن سال کی عمر میں وفات ہوئی ۵۷ھ میں پینتیس سال اسی طرح گزارے کہ نہ حضور کی میراث پائی نہ رہنے کو گھر ملا نہ کسی سے نکاح جائز۔یہ ہے حضرت صدیق کی قربانی رضی اللہ عنہم اجمعین

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِیُّ)

(۲۹۹۵) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا بغیر ولی نکاح نہیں۱ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

(۲۹۹۵)۱اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں عورت کے نکاح کیلئے ولی کی اجازت شرط ہے عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہمارے ہاں نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح میں ولی شرط ہے بالغ کیلئے نہیں یہ حدیث ظاہری معنی میں امام شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بالغ لڑکے کا نکاح بغیر ولی جائز مانتے ہیں یہاں لڑکے یا لڑکی کی قید نہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں اس حدیث میں نابالغ یا مجنوں یا لونڈی غلام مراد ہیں یا یہاں نفی استحباب ہے یعنی بغیر ولی لڑکے لڑکی کا نکاح بہتر نہیں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں نیز ظاہری معنی سے یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی کہ ربّ تعالٰی نے فرمایا: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (۲،۲۳۲) تو اے عورتوں کے والیو! انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں (کنزالایمان) عورتیں اپنے خاوندوں سے نکاح کریں تو تم انہیں نہ روکو اور گزشتہ مسلم کی حدیث کے بھی خلاف ہوگی کہ الایم احق بنفسها من ولیها (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مالک) لہذا امام اعظم کی توجیہ نہایت ہی قوی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ نَکَحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهَا فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَّا وَلِیَّ لَهٗ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۹۹۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر اجازت ولی اپنا نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۱ لیکن اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی تو اسے مہر ملے گا اس کے عوض کہ اس نے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا۲ پھر اگر اولیاء اختلاف کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۳ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)۴

(۲۹۹۶)۱یہ حدیث گزشتہ حدیث کی طرح ضعیف و مضطرب ہے چنانچہ اس حدیث سے عائشہ صدیقہ کا امام زہری نے انکار فرمایا دیکھو طحاوی، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے اس سے انکار کیا (مرقاۃ) احمد نے بھی اس حدیث کی صحت کا انکار کیا (اشعہ) اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو عورت سے مراد لونڈی یا دیوانی عورت مراد ہے یا وہ صورت مراد ہے کہ عورت غیر کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح کرے کہ یہ نکاح درست نہیں ورنہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور گزشتہ حدیث مسلم کے بھی ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (۲،۲۳۰) تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (کنزالایمان) یعنی طلاق والی سے نکاح خاوند اولٰی نہ کرے حتی کہ یہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے بہرحال مذہب حنفی اس بارے میں بہت قوی ہے، جب آزاد عورت اپنے مال کی مختار ہے تو اپنے نفس کی بھی مختار ہے۲ یعنی ایسے نکاح کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند اس سے صحبت کرلے تو قاضی ان دونوں کی علیحدگی کا حکم دے تو اسے مقرر شدہ مہر یا مہر مثل ملے گا معلوم ہوا کہ یہاں باطل

سے مراد فاسد ہے کہ نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ حاکم تفریق کرادے گا مگر صحبت ہوچکنے کی صورت میں عورت کو مہر ملے گا۔ نکاح فاسد و باطل کا فرق اور ان کے احکام ہمارے فتاوی میں ملاحظہ فرمایئے ۳؎ یعنی اگر کسی عورت کے نکاح میں ایک درجہ کے اولیاء مختلف ہوں کہ کوئی ولی کہیں نکاح کرنا چاہے دوسرا ولی کہیں اور جیسے عورت کے چند بھائی یا چند چچا ولی ہوں اور یہ اختلاف واقع ہوتو پھر حاکم وقت سلطان یا سلطان کا مقرر کردہ حاکم ولی ہوگا وہ جہاں چاہے نکاح کرے کیونکہ اولیاء کا اختلاف ان کو کالعدم بنادیتا ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے اس کا ولی بھی سلطان ہوگا ۴؎ اسے نسائی حاکم نے بھی روایت کیا اور طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَايَا اللَّاتِي يَنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہوں کے کرلیں ۱؎ اور زیادہ درست یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے ۲؎ (ترمذی)

(۲۹۹۷) ۱؎ بغایا باغیۃ کی جمع ہے اور باغیہ بغاءٌ سے بنا بمعنی زنا یعنی جو عورت کسی سے تنہائی میں بغیر گواہ نکاح کرلے تو یہ نکاح درست نہیں اور صحبت زنا کی طرح حرام ہوگی۔ کیونکہ نکاح کے لئے دو گواہ شرط ہیں اسی پر تمام صحابہ و تابعین بلکہ تمام مسلمین کا اتفاق ہے کہ بغیر گواہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا (مرقات و لمعات) ۲؎ یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کا اپنا قول ہے مگر ایسی حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے کہ یہ بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں فرماتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فرماتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَتِيْمَةُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَاجَوَازَ عَلَيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى ۔

(۲۹۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یتیم لڑکی سے اس کی جان کے بارے میں اجازت لی جائے ۱؎ پھر اگر وہ خاموش رہے تو وہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کردے تو اس پر جبر نہیں ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور دارمی نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی۔

(۲۹۹۸) ۱؎ یہاں یتیمہ سے مراد بالغہ کنواری لڑکی ہے جیسے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ (۲۴) اور یتیموں کو ان کے مال دو (کنزالایمان) یہاں بالغوں کو یتیم فرمایا گیا۔ یعنی جو پہلے یتیم تھی ۲؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا ہاں کنواری کی خاموشی یا صرف آنسوؤں یا باریک آواز سے رونا اجازت ہے بشرطیکہ اجازت لینے والا ولی یا ولی کا وکیل ہو خیال رہے کہ ثیبہ نابالغہ کا نکاح اگر دادا کردے تو نکاح درست بھی ہے اور لازم بھی کہ لڑکی بالغہ ہوکر فسخ نہیں کرسکتی اور اگر دادا کے سوا کوئی اور قریبی ولی کردے تو نکاح درست تو ہے مگر لازم نہیں لڑکی بالغ ہوکر فسخ کرسکتی ہے فسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ علامت بلوغ دیکھتے ہی فسخ کرے اور حاکم سے فیصلہ کرائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ ۔

(۲۹۹۹) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو غلام اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ) کرے وہ زانی ہے[۱] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

(۲۹۹۹)[۱] امام شافعی و احمد کے ہاں غلام کا نکاح بغیر مولیٰ کی اجازت کے منعقد ہی نہیں ہوتا لہٰذا اگر بعد میں مولیٰ اجازت بھی دے دے تب بھی درست نہیں مگر امام اعظم اور امام مالک کے ہاں نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز رکھے تو جائز ورنہ باطل، جیسے نکاح فضولی کا حکم ہے اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مالک کے انکار کے باوجود غلام نکاح کرے تو نکاح باطل ہے اور وطی حرام، یا مالک کی اجازت سے پہلے وطی درست نہیں جیسے تمام موقوف نکاحوں کا حکم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَ هِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۰۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کردیا حالانکہ وہ ناپسند کرتی تھی[۲] اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دے دیا[۳] (ابوداؤد)[۴]

(۳۰۰۰)[۱] وہ لڑکی بالغہ تھی۔ جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ وہ خنسا بنت خدام تھیں جن کا واقعہ پہلے گزر چکا مگر یہ درست نہیں کہ وہ کنواری نہ تھیں۔ یہ لڑکی کنواری ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام والفہ ہے واللہ اعلم[۲] صورت یہ تھی کہ باپ نے اس سے پوچھے بغیر نکاح کردیا لڑکی دل سے ناراض تھی بوقت نکاح لڑکی نے انکار نہ کیا تھا ورنہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور لڑکی کو اختیار ہی نہ ملتا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں[۳] یعنی وہ نکاح تیری رضا پر موقوف ہے اگر تو چاہے تو جائز رکھ اور چاہے فسخ کردے اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ لڑکی پر باپ وغیرہ جبر نہیں کرسکتے اگر اس سے بغیر پوچھے نکاح کردیں گے تو نکاح فضولی ہوگا لڑکی جائز رکھے یا نہ، ہمارے ہاں اس اختیار کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا امام شافعی کے ہاں اس کا باکرہ یعنی کنواری ہونا[۴] یہ حدیث احمد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی نقل کی ابن قطان کہتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَاِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِيْ تُزَوِّجُ نَفْسَهَا۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ایک عورت دوسری عورت کا نکاح کرے[۱] اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے[۲] کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرے[۳] (ابن ماجہ)

(۳۰۰۱)[۱] یعنی مرد ولی کے ہوتے ہوئے عورت لڑکی کی ولیہ نہیں وہ نکاح نہ کرائے لہٰذا باپ یا دادا یا بھائی یا چچا وغیرہم کے ہوتے ہوئے ماں خالہ وغیرہ ولیہ نہیں، بلکہ وہ لوگ ولی ہیں یا یہ حکم استحبابی ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ عورت لڑکی کا نکاح نہ کرے بلکہ اگر کوئی ولی نہ ہو تو حاکم وقت کی رائے سے نکاح کیا جائے ورنہ مرد ولی کے نہ ہونے پر ماں خالہ وغیرہ ولیہ ہوتی ہیں کہ نابالغہ کا نکاح ان کی اجازت سے درست ہے[۲] یعنی بغیر گواہ اکیلے میں نکاح نہ کرے یا غیر کفو میں نکاح نہ کرے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا اس پر فتویٰ ہے دیکھو درمختار، یہ مطلب نہیں کہ بالغہ بغیر ولی کے نکاح نہیں کرسکتی [illegible] گواہ یا اولیاء کے ناراض

ہونے پر غیر کفو میں نکاح کرلے وہ نکاح درست نہ ہوگا اور صحبت حلال نہ ہوگی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَلَهٗ وَلَدٌ فَلْیُحْسِنِ اسْمَهٗ وَ اَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰی اَبِیْهِ۔

(۳۰۰۲) روایت ہے حضرت ابوسعید سے اور ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے[1] اور اسے اچھی تعلیم دے[2] پھر جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کردے[3] اگر بچہ بالغ ہوگیا اور اس کا نکاح نہ کیا اس نے کوئی گناہ کرلیا اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[4]

(۳۰۰۲)[1] کیونکہ اچھے نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے اچھا نام وہ ہے جو بے معنی نہ ہو جیسے بدھوا' تلوا وغیرہ اور فخر وتکبر نہ پایا جائے جیسے بادشاہ' شہنشاہ وغیرہ اور نہ برے معنی ہوں جیسے عاصی وغیرہ بہتر یہ ہے کہ انبیاء کرام یا حضور علیہ السلام کے صحابہ عظام' اہل بیت اطہار کے ناموں پر نام رکھے جیسے ابراہیم واسمٰعیل' عثمان' علی' حسین وحسن وغیرہ عورتوں کے نام آسیہ فاطمہ عائشہ وغیرہ اور جو اپنے بیٹے کا نام **محمد** رکھے وہ انشاء اللہ بخشا جائے گا اور دنیا میں اس کی برکات دیکھے گا آج کل بہت واہیات نام رکھے جانے لگے ہیں' مثلاً نسیم اختر' ریحانہ' گلفام وغیرہ[2] **بقدر ضرورت علم دین ضرور سکھائے دیناوی علم وہنر بھی اس قدر ضرور سکھائے کہ بچہ کسی کا محتاج نہ رہے۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ نکاح بالغ ہونے پر کرے اگرچہ بچے کا بھی نکاح درست ہے بالغ بچہ کی عادات وغیرہ معلوم ہوجاتی ہیں نابالغ کے متعلق** نہیں کہا جاسکتا کہ کس خصلت اور کس قماش کا ہوگا (اشعہ)[4] یہ اس صورت میں ہے کہ بچہ غریب ہو خود نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر امیر ہو اولاد کا نکاح کرسکتا ہے۔ مگر لاپروائی یا امیر کی تلاش میں نکاح نہ کرے تب بچہ کے گناہ کا وبال اس لاپروا باپ پر ہوگا (مرقات) کیونکہ باپ کی کوتاہی اس کے گناہ کا سبب ہے' خیال رہے کہ یہاں انما سببی گناہ کے حصر کے لئے ہے نہ کہ کسبی گناہ کے حصر کے لئے یعنی ذریعہ گناہ بننے کا وبال صرف باپ پر ہوگا اگرچہ کسب گناہ کا وبال خود بچہ پر رہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض امیروں کی تلاش میں بچے کا نکاح عرصہ تک نہیں کرتے اس سے بدتر یہ ہے کہ اپنی کنواری جوان لڑکیوں کو اسکول وکالج میں اکیلے بھیج دیتے ہیں جس کے برے نتیجے آج آنکھوں کے سامنے ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهٗ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ یُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَیْهِ۔ (رَوَاهُمَا بَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۳۰۰۳) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا توریت میں لکھا ہے[1] کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی ہوجائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے[2] پھر وہ کوئی گناہ کربیٹھے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[3]

یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۳۰۰۳)[1] اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توریت وانجیل سے ان کے احکام سے خبردار ہیں' اگرچہ ان کتب کی زبان عبرانی ہے اور حضور عربی کیوں نہ واقف ہوں حضور تو جانوروں فرشتوں کی زبانیں بھی جان لیتے ہیں[2] یعنی کفو ملتا ہو اور یہ شخص نکاح کردینے پر قادر ہو پھر بھی محض دولتمند کی تلاش میں لاپروائی سے نکاح نہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربّ توفیق دے تو لڑکی کا نکاح بارہ سال کی عمر سے پہلے ہی کردے اب تو پچیس تیس سال تک کی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں' نہ ہی انہیں لاکھ پتی ملتا ہے نہ نکاح ہوتا ہے

رب تعالٰی مسلمانوں کی آنکھیں کھولے۔۳؎ یعنی اس کا گناہ باپ پر بھی ہے کیونکہ وہ اس کا سبب بنا۔

بَابُ اِعْلَانِ النِّکَاحِ وَ الْخُطْبَةِ وَالشَّرْطِ نکاح کا اعلان' خطبہ اور شرط کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

خطبہ خ کے پیش سے نثر والا کلام جس میں حمد ونعت وعظ ونصیحت ہو نکاح میں ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا سنت ہے امام شافعی کے ہاں خرید وفروخت کرایہ وغیرہ تمام جائز عقود میں خطبہ سنت ہے (اشعہ) خطبہ اعلان پر معطوف ہے اور ہوسکتا ہے کہ نکاح پر معطوف ہو یعنی نکاح کا اعلان اور خطبہ کا اعلان اور ہوسکتا ہے کہ خطبہ خ کے کسرہ سے ہو بمعنی پیغام نکاح' خیال رہے کہ نکاح کا اعلان سنت ہے خواہ اس طرح اعلان ہو کہ نکاح جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلانیہ ہو یا گولے سے یا تاشہ ودف بجا کر حق یہ ہے دف وتاشہ بجانا عقد کے وقت' کسی کی آمد کی اطلاع پر نکاح کے وقت مستحب بلاوجہ ممنوع ہے۔ شرط سے مراد نکاح میں شرائط لگالینا ہے جیسے تفویض طلاق کی شرط یا خاوند کے اپنے سسرال میں رہنے کی شرط وغیرہ شرط فاسد سے بیع تو فاسد ہوجاتی ہے مگر نکاح فاسد نہیں ہوتا شعیب علیہ السلام نے جوموسٰی علیہ السلام سے شرط لگائی تھی کہ تم آٹھ یا دس سال تک میرا کام کرو یہ شرط نکاح سے پہلی تھی۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَآءَ قَالَتْ جَآءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِیْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّیْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَّنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَآئِیْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَ فِيْنَا نَبِیٌّ يَّعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ هٰذِهٖ وَ قُوْلِیْ بِالَّذِیْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۰۰۴) روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے۱؎ فرماتی ہیں جب میری رخصتی کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ویسے ہی حضور میرے بستر پر بیٹھ گئے۲؎ تو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادا جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ کہنے لگیں۳؎ کہ جب ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۴؎ تو حضور نے فرمایا یہ چھوڑو۵؎ وہی کہو جو پہلے کہتی تھیں۶؎ (بخاری)

(۳۰۰۴)۱؎ عفراء معوذ کی والدہ کا نام ہے صحابیہ انصاریہ ہیں' بیعت الرضوان میں شریک ہوئیں بہت دراز عمر پائی بڑے درجہ والی بی بی ہیں ربیع کی دادی ہیں۔۲؎ یہ خطاب خالد ابن ذکوان سے ہے جو ربیع سے روایت کررہے ہیں یعنی جیسے تم میرے بستر پر میرے پاس بیٹھے ہو ایسے ہی حضور میرے پاس میرے بستر پر تشریف فرما ہوئے تھے ظاہر یہ کہ آپ اس وقت باپردہ ہوں گی اور گھر مہمانوں سے بھرا ہوگا کیونکہ رخصتی کا دن تھا اور اگر بے پردہ بیٹھی ہوں یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا حضور کی خصوصیات سے ہے کہ عورتوں پر آپ سے پردہ نہیں بہرحال حدیث پر کوئی اعتراض نہیں (مرقات ولمعات)۳؎ بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجا کر گاتی تھیں جھانج وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصتی پر ننھی بچیوں کا ایسا گانا درست ہے۔۴؎ یہ شعر نہ تو کسی کافر کا ہے' کہ کافر کو حضور کی نعت سے کیا تعلق نہ ان بچیوں کا کہ بچیاں اشعار بنانا نہیں جانتیں یقینًا کسی صحابی کا ہے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے علم غیب کے معتقد تھے' حضور کی ازواج پاک نے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون آپ کے پاس پہنچے گی۔ شہیدوں کی مائیں پوچھتی تھیں کہ میرا بچہ کہاں ہے کس حال میں ہے؟ بہرحال صحابہ علم غیب کے معتقد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاعر کو مشرک یا

کافر نہ فرمایا نہ اس شعر کو برا کہا۵؎ کیوں چھوڑ دو یا اس لئے دف اور کھیل کے دوران نعت شریف نہ چاہیے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعہ) یا اس لئے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ ملانا اچھا نہیں' یا اس لئے کہ ہمارے سامنے ہماری تعریف کیوں کرتی ہو یا علم غیب کی نسبت ہماری طرف نہ کرو اگرچہ ہم کو ربّ تعالٰی نے علم غیب دیا مگر ہم کو عالم الغیب وغیرہ نہ کہو (از مرقاہ) دیکھو عیسٰی علیہ السلام کو خالق نہیں کہتے مگر قرآن کریم میں ہے: اخلق لکم من الطین الایہ غرض کہ اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے ۶؎ معلوم ہوا کہ یہ گیت درست تھے اور ان کا گانا ان بچیوں کے لئے مباح تھا یہ امر اباحت کا ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ زُفَّتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوَ .(رَوَاهُ الْبُخَارِي)

(۳۰۰۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنے انصاری خاوند کے ہاں بھیجی گئی۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہ تھا۔ کیونکہ انصار کو کھیل پسند ہے۲؎ (بخاری)

(۳۰۰۵)۱؎ یعنی انصاری بی بی اپنے شوہر کے گھر رخصت ہوکر گئیں ان بزرگوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۲؎ یہاں کھیل سے مراد بچیوں کے گیت ہیں یا بالغہ عورتوں کے پست آواز سے جائز اشعار پڑھنے کی آواز گھر سے باہر نہ آئے اور غیر لوگ نہ سنیں' انہیں کھیل اس لئے کہا گیا کہ باعث سرور ہیں جیسے تیراندازی گھوڑے بازی اپنی بیوی سے خوش طبعی کو لہو فرمایا گیا' حرام کھیل تماشے گانے باجے مراد نہیں لہذا چکڑ الوی اس پر اعتراض نہیں کر سکتے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر گیت انصار کو پہلے سے ہی پسند تھے۔ اس پسندیدگی پر اعتراض نہ کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ پسندیدگی بری نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَوَّالٍ وَ بَنٰى بِيْ فِيْ شَوَّالٍ فَاَيُّ نِسَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّيْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۰۶) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور زفاف بھی۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ محبوبہ تھی۲؎ (مسلم)

(۳۰۰۶)۱؎ اہل عرب شوال کے مہینہ میں نکاح یا رخصتی منحوس جانتے تھے اور کہتے کہ اس مہینہ کا نکاح کامیاب نہیں ہوتا میاں بیوی کے دل نہیں ملتے کہتے تھے کہ شوال بنا ہے شول سے' جس کے معنی ہیں مٹانا دور کرنا' زمین پر کھینچنا آپ ان کے اس خیال کی تردید فرما رہی ہیں بعض روافض بھی دو عیدوں کے درمیان اور محرم میں نکاح کو منحوس مانتے ہیں یہ سب وہم باطل ہے۔ (مرقات)۲؎ مقصد یہ ہے کہ میرا نکاح بھی ماہ شوال میں ہوا اور رخصتی بھی اور میں تمام ازواج مطہرات میں حضور کو زیادہ محبوبہ تھی اگر یہ نکاح اور رخصتی مبارک نہ ہوتی تو میں اتنی مقبول کیوں ہوتی علماء فرماتے ہیں کہ ماہ شوال میں نکاح مستحب ہے خیال رہے کہ جناب اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ بعد خدیجۃ الکبریٰ حضور کو بہت ہی محبوبہ تھیں آپ کا لقب ہے محبوبہ محبوب ربّ العٰلمین آپ کے ہی سینہ و گود میں حضور کی وفات ہوئی آپ ہی کے حجرہ میں حضور کا دفن ہوا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا

(۳۰۰۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شرطوں میں زیادہ وفا کے قابل وہ

اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

شرط ہے جس سے تم نے بیویوں کو حلال کیا[1] (مسلم بخاری)

(۳۰۰۷)[1] اس شرط سے مراد یا مہر ہے یا بیوی کا روٹی کپڑا وغیرہ مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد تمام وہ جائز شرطیں ہیں جو نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت لگائی جائیں یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ خاوند بیوی دونوں سے خطاب ہے یعنی نکاح کے وقت جو شرطیں خاوند کی طرف سے لگیں وہ تو بیوی ضرور پوری کرے، جیسے خاوند کی اطاعت اور اس کی بغیر اجازت گھر سے نہ جانا جس سے ملنے سے روکے اس سے نہ ملنا اور جو شرطیں عورت کی طرف سے مرد پر لگیں انہیں مرد ضرور پورا کرے۔ جیسے زیور یا مکان نام کردینے کی شرطیں یا خاص شرطوں پر تفویض طلاق مقصد یہ ہے کہ یوں تو تمام جائز شرطیں اور وعدے ضرور پورے کئے جائیں مگر نکاح کے وعدے ضرور ہی پورے کرنے چاہئیں۔ اسی لئے نکاح کے وقت زوجین کو کلمے پڑھاتے ہیں تاکہ کلمہ پڑھ کر وعدے ہوں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ پہلا یا نکاح کرے یا چھوڑ دے[1]

(۳۰۰۸)[1] یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام وسلام آرہے ہیں اور فریقین قریباً راضی بھی ہوگئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضامندی نہیں ہوئی ہے تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے یہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَ لْتَنْكِحَ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَلَهَا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۰۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے[1] تاکہ اس کا پیالہ فارغ کردے[2] اور تاکہ خود نکاح کرلے[3] کیونکہ اس کے لئے وہی ہے جو اس کے مقدر میں ہے[4] (مسلم بخاری)

(۳۰۰۹)[1] یعنی اگر کوئی بیوی والا شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو یہ عورت یہ مطالبہ نہ کرے کہ تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو۔ تب نکاح کروں گی لہذا بہن سے مراد سوکن بننے والی عورت ہے کیونکہ اسلامی بہن ہے اس میں اخلاق کی تعلیم ہے[2] یعنی اس سوکن کا حصہ خود قبضہ کرے اس کا کھانا پینا آرام پر خود قبضہ کرے[3] لتنکح کا لام امر نہیں بلکہ لام امر نہیں لام کے معنی میں ہے اور یہ جملہ لتستفرغ پر معطوف ہے لہذا حدیث کا مطلب واضح ہے عورت کو سوکن پر نکاح کرلینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پہلی طلاق کے مطالبہ سے روکا گیا اس لتنکح کا فاعل یا تو خود یہ عورت ہے یا اس کی سوکن یعنی تاکہ وہ شخص پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ کسی اور جگہ نکاح کرلے اور ہوسکتا ہے کہ لتنکح کا لام، لام امر ہو اور معنی یہ ہوں کہ اس عورت کو چاہئے کہ اس مرد کی پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ کسی اور سے نکاح کرے[4] لہذا پہلی کو طلاق دلوانے سے اس کا اپنا نصیب بدل نہ جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ

(۳۰۱۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا[1] شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا

ابْنَتَهُ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهُ وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نکاح کرے اس شرط پر کہ وہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح کر دے۲ اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو۳ (مسلم بخاری)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ ۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسلام میں شغار نہیں ہے۴

(۳۰۱۰)۱شغار بنا ہے شغر سے بمعنی شہر کا خالی ہو جانا یا کسی جگہ سے ہٹانا دور ہو جانا (اشعہ) ۲بیٹی کا ذکر مثالاً ہے اس میں بہن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ سب داخل ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی وغیرہ کا نکاح اس سے یا اس کے بیٹے وغیرہ سے کر دے ۳یعنی ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو اس کے علاوہ اور کوئی مہر نہ ہو خیال رہے کہ اگر یہ نکاح آپس میں ایک دوسرے کا مہر نہ ہوں صرف نکاح بشرط نکاح ہو تو بالاتفاق جائز ہے جیسا پنجاب میں عام طور پر ہوتا ہے کہ آمنے سامنے رشتہ لیا جاتا ہے لیکن اگر کسی نکاح کا مہر نہ ہو ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو تو امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح فاسد ہیں ہمارے ہاں دونوں نکاح درست ہیں یہ شرط فاسد ہے ہر لڑکی کو مہر مثل ملے گا ۴یعنی دور جاہلیت میں عرب میں نکاح شغار ہوتا تھا اسلام نے اسے منع فرما دیا خیال رہے کہ اگر یہ شرط درست رہتی تو شغار بنتا جب احناف نے اس شرط کو باطل قرار دیا اور ہر لڑکی کو مہر مثل دلوایا تو شغار نہ رہا لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں جیسے دیگر فاسد شرائط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ نکاح بھی بالشرط ہے جس میں نکاح درست اور شرط فاسد ہے جیسے کوئی شخص سور یا شراب کے عوض نکاح کرے تو نکاح درست ہے یہ شرط فاسد ہے مہر مثل دیا جائے گا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۱۱) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کو متعہ سے منع فرمایا۱ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے۲ (مسلم بخاری)

(۳۰۱۱)۱متعہ کے لغوی معنی ہیں نفع اسی سے ہے تمتع کرنا، یہ اسلام میں دو بار حلال ہوا، دو بار حرام، چنانچہ فتح خیبر سے کچھ پہلے یہ حلال رہا اور خیبر کے دن حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے سال جنگ اوطاس سے کچھ پہلے تین دن کیلئے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا گیا لہٰذا یہ حدیث آئندہ حدیث کے خلاف نہیں (از مرقات، نووی واشعہ وغیرہ) ۲انسیہ یا تو الف کے پیش سے ہے یعنی انس و محبت رکھنے والا گدھا یا الف کے کسرہ سے یعنی جسے انسان پالتے ہیں یہ پالتو کی قید وحشی گدھے یعنی گورخر (نیل گائے) کو نکالنے کیلئے ہے کہ وہ حلال ہے، اسلام میں پہلے گدھا حلال تھا پھر فتح خیبر کے دن ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا گیا۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلٰثًا ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۱۲) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے سال متعہ کی تین دن اجازت دی پھر اس سے منع فرما دیا۱ (مسلم)

(۳۰۱۲)۱یعنی خیبر میں متعہ حرام کیا گیا تھا پھر ایک سخت ضرورت کے ماتحت جنگ اوطاس میں تین دن کیلئے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کیلئے حرام فرما دیا گیا عرب میں اس قدر زنا عام تھا کہ خدا کی پناہ اسلام کا بڑا معجزہ وہاں زنا بند کرانا ہے ایک دم زنا بند نہ ہو سکتا تھا اس لئے اس پر پابندی لگانے کیلئے متعہ کی اجازت دی گئی کہ میعادی نکاح کر لو پھر میعاد گزرنے پر نکاح ختم۔ اس کے بعد عورت عدت گزارے جس کا خرچہ اور اگر اس نکاح سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی پرورش اس متاعی مرد کے ذمہ اس پابندی سے بہت حد تک لوگ محتاط ہو گئے پھر ہمیشہ کیلئے متعہ بھی حرام کر دیا گیا۔ دیکھو شراب حرام کرنا تھا تو پہلے اس پر پابندی لگائی کہ نشہ میں نماز نہ پڑھو جس سے شراب نوشی بہت حد تک کم ہو گئی پھر ایک دم حرام کر دی گئی۔ نکاح متعہ قطعاً حرام ہے اس کے بعد جو صحبت ہو گی وہ محض زنا ہو گی، جس پر سارے احکام زنا جاری

ہوں گے' متعہ کی حرمت پر قرآنی آیات واحادیث شاہد ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے: محصنین غیر مسافحین اور فرماتا ہے: ومن ابتغی وراء ذلك فاولئك هم العدون ○ بیوی ولونڈی کے علاوہ اور کوئی عورت تلاش کرو تو تم حد سے آگے بڑھنے والے ہو۔ ممنوعہ بیوی نہ بیوی ہے نہ لونڈی اس لئے اس کو میراث نہیں ملتی' اس کی بحث ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھئے اور اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ ہدایہ میں ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح' متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ نسبت غلط ہے حق یہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر امت رسول کا اجماع ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس کو اس فسخ کی خبر نہ پہنچی تو اولاً وہ جواز کے قائل رہے خبر پہنچ جانے پر وہ بھی حرمت کے قائل ہو گئے' دیکھئے مسلم ونووی۔ عبداللہ بن عباس کا رجوع اس جگہ مرقات نے بھی بیان فرمایا' شیعہ کے اکثر فرقے متعہ کو حرام جانتے ہیں۔ الا البعض (مرقات) حضرت ابن عباس کا فرمان آگے مشکوۃ شریف میں بھی آرہا ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا' پھر حرام ہو گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَ التَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَ يَقْرَءُ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ

دوسری فصل

(۳۰۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اور حاجات میں تشہد سکھایا[۱] فرمایا نماز میں تشہد یہ ہے کہ تمام تحیتیں اور نماز' خوبیاں اللہ کو ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی[۲] اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں' سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر[۳] میں گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں ہے معبود سوا اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تشہد حاجت میں یہ ہے کہ تمام حمد اللہ کو ہے[۴] ہم اس سے مدد مانگتے ہیں[۵] اور اس سے معافی مانگتے ہیں[۶] اور اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں[۷] جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں[۸] اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں[۹] اور تین آیتیں پڑھے[۱۰] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس سے ڈرنے کا حق[۱۱] اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو[۱۲] اے ایمان والو[۱۳] اس سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو[۱۴] اور رحمی رشتوں سے ڈرو[۱۵] بے شک اللہ تم پر حافظ ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو[۱۶] اللہ تمہارے کام درست کردے گا اور تمہارے

التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَ فِيْ جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ فَسَّرَ الْاٰيَاتِ الثَّلٰثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ زَادَ ابْنُ مَاجَةَ بَعْدَ قَوْلِهٖ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ بَعْدَ قَوْلِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَالدَّارِمِيُّ بَعْدَ قَوْلِهٖ عَظِيْمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ وَ رُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَغَيْرِهٖ ۔

گناہ بخش دے گا اور جو اللہ رسول کی اطاعت کرے وہ بڑا ہی کامیاب ہے ۱۷(احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی) اور جامع ترمذی میں ہے تینوں آیتوں کی تفسیر ۱۸ سفیان ثوری نے فرمائی اور ابن ماجہ نے الحمدللہ کے بعد نحمدہ پڑھا اور من شرور انفسنا کے بعد ومن سیئات اعمالنا زیادہ کیا اور دارمی نے عظیماً کے بعد فرمایا ۱۹ کہ پھر اپنے کام کی بات کرے اور شرح سنہ میں حضرت ابن مسعود سے خطبۃ الحاجۃ میں فرمایا نکاح وغیرہ ۲۰۔

(۳۰۱۳)۱؎ حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ ہے کہ ہر شاندار کام کرتے وقت اللہ رسول کا ذکر بہتر ہے۲؎ اس کی شرح کتاب الصلوۃ میں گزر گئی کہ نمازی اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ گر جانے اور پھر اپنے کو حضور کے سامنے حاضر جان کر بہ نیت سلام یہ کلمات ادا کرے سمجھے کہ حضور میرا سلام سن رہے ہیں اور مجھے جواب دے رہے ہیں۳؎ علینا سے مراد تو ہم جیسے سارے گنہگار بندے ہیں اور نیک بندوں سے مراد حضرات انبیاء اولیاء ہیں لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں اس کی مکمل شرح کتاب الصلوۃ میں التحیات کے موقع پر گزر گئی۴؎ حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ تمام ضروری چیزیں ہیں کہ ہر جگہ اولاً یہ خطبہ پڑھے پھر کام یا کلام کرے ان نون کے شد سے بھی ہوسکتا ہے تب تو الحمد پر فتح ہوگا اور نون کے سکون سے بھی تب حمد پر پیش ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۰،۱۰) اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا (کنزالایمان) ۵؎ حمد الٰہی کرنے پر بھی اس کی مدد مانگتے ہیں دوسری عبادات پر بھی اور تمام کاموں میں بھی اور اس کی مدد شامل حال نہ ہو تو ہم کچھ نہیں کرسکتے ۶؎ ہم گنہگار گناہ کرکے معافی مانگتے ہیں' ابرار گناہ نہ کرکے بھی معافی کے طالب ہیں اور خیار نیکیاں کرکے بھی معافی چاہتے ہیں کہ اس رب کی شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہوسکی ۷؎ کیونکہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہمارا نفس ہے جو دوستی کے رنگ میں دھوکہ دیتا ہے اور ہر دم ہمارے ساتھ رہتا ہے اللہ کے کرم کے بغیر اس کی شرارتوں سے ہم نہیں بچ سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہم کو تعلیم کیلئے ہے ورنہ حضرات انبیاء کرام کے نفس امارہ ہوتے ہی نہیں مطمئنہ ہوتے ہیں ان کے نفوس میں خیر ہی خیر ہے ۸؎ یعنی جسے اللہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس شیطان' دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالٰی گمراہی کا خلق فرمادے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابوجہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پاسکا' چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی خیال رہے کہ شر کی نسبت نفس کی طرف کسبی ہے اور گمراہ کرنے کی نسبت رب تعالٰی کی طرف خلقی ہے ہم کاسب شر ہیں' رب تعالٰی خالق خیر و شر ہے ۹؎ حضور سید المخلوقات ہیں اور سند الموجودات تمام خلق کے رسول ہیں ایسی رسالت عامہ حضور کے سوا کسی کو نہ عطا ہوئی ۱۰؎ یقرا کا فاعل یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی حضور نے ہماری تعلیم کیلئے تین آیات پڑھیں یا اس کا فاعل ہر خطیب ہے یعنی خطبہ پڑھنے والا اس حمد و ثناو نعت کے بعد تین آیات پڑھے (مرقات) ۱۱؎ اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد رکھا جائے کبھی بھولا نہ جائے اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اتنا خوف خدا جو اس کے حق کے لائق ہو کون کرسکتا ہے تب یہ آیت کریمہ اتری: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (۱۶،۶۴) تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے (کنزالایمان) جس قدر طاقت رکھو اللہ سے ڈرو لہذا یہ دوسری آیت پہلی آیت کی مفسرہ ہے ناسخہ نہیں (معالم التنزیل و مرقات) یعنی جس قدر ہوسکے اور جتنا بن پڑے اتنا رب سے ڈرے ۱۲؎ یعنی ہمیشہ ایمان پر قائم رہو کہ جب بھی تم کو موت آئے ایمان پر آئے اللہ تعالٰی نصیب

فرمائے اسلام میں ایمان واعمال سب داخل ہیں۱۳؎ شاید یہ قراۃ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی ہے ہماری قراۃ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ (۱۴؎) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (کنزالایمان) یہی درست ہے۱۴؎ یعنی جب کسی سے مانگتے ہو تو اللہ کے نام پر مانگتے ہو کہ خدا کیلئے ہم کو یہ دو جس کے نام کی تم کو بھیک ملتی ہے اس کو راضی بھی کرو اس سے ڈرو۔۵؎ ارحام ہماری قرأت میں منصوب ہے لفظ اللہ پر معطوف یعنی رحم قطع کرنے سے ڈرو اور ہوسکتا ہے کہ ارحام مجرور ہو بہ کی ضمیر پر یعنی لوگوں سے رشتہ کے واسطے سے مانگتے ہو لہٰذا رحمی رشتہ کا بھی لحاظ رکھو۱۶؎ درست بات سے مراد یا کلمہ طیبہ ہے یا ہر سچی بات یا عدل وانصاف کی بات یعنی ہمیشہ کلمہ طیبہ پڑھا کرو سچ بولا کرو انصاف کی بات کیا کرو۷؎ یعنی انسان کی کامیابی مال دولت عزت وحکومت سے نہیں اللہ رسول کی اطاعت سے ہے کہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی اور لازوال ہے۸؎ یعنی سفیان ثوری نے یہ حدیث وخطبہ بھی نقل فرمایا ان مذکورہ آیتوں کی تفسیر بھی کی ۱۹؎ دارمی کا عطف ابن ماجہ پر ہے یعنی ابن ماجہ نے تو ان الحمد للہ کے بعد نحمدہ زیادہ کیا اور من شرور انفسنا کے بعد ومن سیات اعمالنا بڑھایا اور دارمی نے عظیماً کے بعد یہ الفاظ زیادہ کئے کہ پھر وہ بات کرے جس کیلئے خطبہ پڑھا۲۰؎ یعنی دوسری روایات میں تو خطبہ حاجت میں صرف نکاح کا لفظ ہے مگر شرح سنہ میں نکاح وغیرہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ خطبہ صرف نکاح کیلئے ہی نہیں ہے، وعظ وغیرہ دوسری دینی کلاموں کیلئے بھی ہے، حصن حصین میں اس خطبہ میں اور بھی الفاظ شامل ہیں چنانچہ وہاں ورسولہ کے بعد ہے۔ ارسلہ بالحق بشیر او نذیرا بین یدی الساعة من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد و من یعصمها فلا یضر الانفسہ و لا یضر اللہ شیئا بہرحال خطبہ میں زیادتی وکمی ہوسکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ منقولہ الفاظ ضرور پڑھے۔ (ازمرقات وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ خُطْبَةٍ لَّیْسَ فِیْھَا تَشَھُّدٌ فَھِیَ کَالْیَدِ الْجَذْمَآءِ

(۳۰۱۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر وہ خطبہ جس میں کلمہ شہادت نہ ہو وہ کوڑھ والے ہاتھ کی طرح ہے!

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

(ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۳۰۱۴)۱؎ جذماء یا تو جذم سے بنا بمعنی کٹ جانا یا جذام سے بمعنی کوڑھ یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی جو خطبہ شہادت توحید و رسالت سے خالی ہو وہ کٹے ہوئے یا کوڑھ والے ہاتھ کی طرح ہے کہ بظاہر ہاتھ معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ والے کو فائدہ مند نہیں ایسے ہی ایسے خطبہ میں الفاظ تو سننے میں آتے ہیں مگر نہ وہ عنداللہ قبول ہے نہ اس پر ثواب نہ اس میں برکات معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت بڑا ہی فائدہ مند عمل ہے یہ مسلمان کا زندگی وموت کا وظیفہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَایُبْدَءُ فِیْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَھُوَ اَقْطَعُ ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةِ)

(۳۰۱۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شاندار کام۱؎ اللہ کی حمد سے شروع نہ ہو وہ ناقص ہے۲؎ (ابن ماجہ)

(۳۰۱۵)۱؎ بال کے لغوی معنی ہیں دل، خیال، توجہ، اصطلاح میں اس کے معنی ہیں شان، اچھا، انجام، حال، شریف چونکہ ایسے کام کی طرف دل متوجہ ہوتا ہے اس لئے اسے بال کہتے ہیں یہ قید لگا کر مکروہ ممنوع کاموں کو نکال دیا لہٰذا حقہ پیتے وقت بسم اللہ اور پی کر الحمد للہ پڑھنا مکروہ ہے یوں ہی شراب جوئے زنا پر یہ پڑھنا حرام ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے یوں ہی جھوٹ وغیبت وغیرہ پر یہ پڑھنا سخت ممنوع ہے۔ یہ گزشتہ حدیث کی طرح ... ان ہی احادیث کی بناء پر مصنفین ... کتب بسم اللہ اور الحمد

للہ سے شروع کرتے ہیں اکثر حضرات تو بسم اللہ اور الحمدللہ کو اپنی کتب کے شروع میں لکھتے اور بعض صرف زبانی کہہ لیتے ہیں' لکھتے نہیں' جیسے ابن حاجب نے کافیہ میں اور امام محمد بن اسماعیل نے اپنی کتاب بخاری شریف میں کیا' بڑی بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک کے اوّل میں بھی بسم اللہ اور الحمدللہ الخ ہے۔ ۲؎ قطع کے معنی ہیں مقطوع البرکت یعنی ناقص ناتمام بعض روایت میں ہے فھو جذم اس کے معنی بھی یہی ہیں' نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب اربعین میں یہ حدیث بروایت عبدالقادر زہادعن کعب ابن مالک' باسناد حسن نقل کی ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کی' بہر حال یہ حدیث بہت اسناد سے مروی ہے۔ (اشعہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔

(۳۰۱۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان نکاح کا اعلان کرو ۱؎ اور کرو مسجدوں میں ۲؎ ان پر دف بجاؤ ۳؎

(ترمذی) اور یہ فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ۴؎

(۳۰۱۶) ۱؎ اگر اعلان سے مراد گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرنا ہے تو یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ گواہ نکاح کے لئے شرط ہیں اور اگر اس سے مراد مشہور کرنا دف بجانا ہے تو حکم استحبابی ہے۔ (مرقات) ۲؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں تمام نمازیوں کے سامنے ہوتا کہ نکاح کا اعلان بھی ہو جائے اور ساتھ ہی جگہ اور وقت کی برکت بھی حاصل ہو جائے نیز نکاح عبادت ہے اور عبادت کے لئے عبادت خانہ یعنی مسجد موزوں ہے ۳؎ نکاح کے وقت نکاح کی جگہ دف بجانا بہتر ہے لیکن اگر نکاح مسجد میں ہو تو مسجد کے دروازے کے باہر دف بجائی جائے یا خارج مسجد میں نہ کہ داخل مسجد میں لہذا اس حدیث کی وجہ سے مسجدوں میں دف وغیرہ بجانے کی حلت کا قول بالکل درست نہیں (مرقات) فقہاء فرماتے ہیں کہ باجوں میں جھانجھ حرام بعینہ ہے کہ کسی طرح جائز نہیں اس کے سوا دوسرے باجے اگر کھیل کود کے لئے ہوں تو حرام' اگر اعلان وغیرہ صحیح مقصد کے لئے ہوں' تو حلال (از مرقات و فتح القدیر) ۴؎ اس حدیث کی اسناد میں عیسیٰ ابن میمون ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے (اشعہ) مگر صرف اعلان نکاح کی حدیث احمد' ابن حبان' طبرانی فی الکبیر ابونعیم فی الحلیہ حاکم فی المستدرک نے عبداللہ ابن زبیر سے مرفوعًا نقل فرمائی مساجد میں ہونا دف بجانا یہ غریب ہے مگر بیان استحباب کے لئے کافی ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدَّفُّ فِي النِّكَاحِ

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔

(۳۰۱۷) روایت ہے حضرت محمد ابن حاطب جمحی سے ۱؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حلال و حرام کے درمیان فرق نکاح میں آواز اور دف ہے ۲؎

(احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۳۰۱۷) ۱؎ آپ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی بہت چھوٹی عمر میں اپنے چچا خطاب ابن حارث ابن معمر کے ساتھ مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی اور بہت چھوٹی عمر میں حضور انور کی زیارت کی امت میں سب سے پہلے انہی کا نام محمد رکھا گیا ۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ) ۲؎ آواز سے مراد اعلانچی یا گولے وغیرہ کی آواز ہے دف میں تاشہ بھی داخل ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر دف تاشہ' یا اعلان کے نکاح ہوتا ہی نہیں بلکہ نکاح کی ترغیب مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ حلال نکاح اعلانیہ ہوتے ہیں مشکوک و حرام چھپ کر کئے جاتے ہیں کہ نہ کسی کو خبر ہو نہ کوئی اعتراض کرے۔ جیسے نکاح پر نکاح یا عدت میں نکاح وغیرہ۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِیْ جَارِيَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَآئِشَةُ اَلاتُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَآءَ رَوَاهُ .

(۳۰۱۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی ا جس کا میں نے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ تم گیت کیوں نہیں گاتیں ۲ کیونکہ یہ قبیلہ انصار گیت گانا پسند کرتے ہیں ۳

(۳۰۱۸) ا یہ بچی یا تو حضرت اُمّ المومنین کی کوئی عزیز قریبی تھی یا یتیمہ تھی جو آپ نے پرورش کی تھی پہلا احتمال قوی ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے ۲ یعنی خود کیوں نہیں گیت گاتیں یا کسی لڑکی سے گانے کو کیوں نہیں کہتیں یا کوئی گانے والی نہیں گاتی، یہ صیغہ یا واحد مخاطبہ کا ہے یا غائبہ کا (مرقات) ۳ یعنی انصار شادی بیاہ میں گیت وغیرہ کو محبوب رکھتے ہیں اور نکاح بھی انصاری بچی کا ہے، تو گیت بہتر تھا، گیت کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ شادی میں چھوٹی بچیوں کا دف بجانا گانا یا بالغہ عورت کا آہستہ آواز سے جائز گیت گانا جائز ہے وہی یہاں مراد ہے جوان عورتوں کو اونچی آواز سے عشقیہ حرام گانے خصوصاً جب کہ اجنبی مردوں تک آواز پہنچے سخت حرام بلکہ بڑے فساد کا باعث ہیں جیسے پاکیزہ گیت شادیوں پر عرب میں مروج تھے ان کا نمونہ آگے آرہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَآئِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّیْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَّقُوْلُ اَتَيْنَا كُمْ اَتَيْنَا كُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۱۹) روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب عائشہ نے اپنے ایک قرابتدار انصاری کا نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو بھیج دیا ا عرض کیا ہاں فرمایا اس کے ساتھ اس کو بھیجا جو گیت گائے بولیں نہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار ایسی قوم ہے جس میں غزل خوانی کا رواج ہے ۲ تم اس کے ساتھ بھیجتیں جو کہتا ہم آگئے ہم آگئے اللہ ہم کو بھی اور تم کو بھی زندگی دے ۳ (ابن ماجہ)

(۳۰۱۹) ا یعنی صرف نکاح کیا ہے یا رخصتی بھی کردی اور لڑکی خاوند کے پاس بھیج بھی دی ۲ معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین مکہ میں شادی کے موقع پر گیت وغزل کا رواج نہ تھا انصار مدینہ میں رواج تھا ۳ یہ وہ پاکیزہ گیت ہیں جن کی اجازت دی گئی تھی گیت کیا ہے حمد الٰہی ہے تبلیغ ہے دعا ہے اور پیاروں سے ملنے پر خوشی کا اظہار ہے ایسے اشعار تو ایک طرح عبادت ہیں ان احادیث کی بنا پر اس زمانہ کے فلمی گانوں کا جواز ثابت کرنا سخت حماقت ہے اور منکرین حدیث کا انکار کرنا جہالت ہے

وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا وَمَنْ بَاعَ بَيْعًا مِّنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَ النَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۰۲۰) روایت ہے حضرت سمرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا نکاح دو ولی کردیں تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کے لئے ہوگی ا اور دو شخصوں کے ہاتھ چیز فروخت کردے تو وہ ان دونوں میں پہلے کی ہے ۲ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) ۳

(۳۰۲۰) ا یعنی جس عورت بالغہ یا نابالغہ کا نکاح ایک درجہ والے دو ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا بے خبری میں یا باخبر ہوتے ہوئے دو شخصوں سے کردیں تو ان میں سے پہلا نکاح درست ہے دوسرا باطل اگرچہ دوسرے خاوند نے صحبت بھی کرلی ہو اس پر فتویٰ ہے۔عطا

فرماتے ہیں اگر دوسرے نے صحبت کرلی ہو تو یہ نکاح درست ہے پہلا باطل امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح باطل ہیں کہ منعقد ہوتے ہی نہیں پھر صحبت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا (مرقات) یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ دونوں نکاح آگے پیچھے ہوئے ہوں لیکن اگر اتفاقًا یک وقت ہوگئے تو ہمارے ہاں بھی دونوں باطل ہیں اس مسئلہ کی بہت شقیں ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اگر بالغہ کا نکاح اس کی بغیر اجازت دو ولیوں نے کیا تو جسے بالغہ درست رکھے وہی درست ہے اگر دونوں کو درست رکھے تو جس کی اجازت پہلے دی وہ درست ہے اور اگر ایک ساتھ دونوں کی اجازت دی تو دونوں باطل۔ ۲؎ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر کسی نے ایک چیز آگے پیچھے دو کے ہاتھ فروخت کی تو پہلی بیع درست ہے دوسری باطل اور اگر ایک ساتھ دو کے ہاتھ بیچی اور دونوں گاہکوں نے بیک وقت قبول کی تو دونوں بیع درست ہیں اور وہ چیز دونوں کی مشترک ہوگی۔ ۳؎ یہ حدیث احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَعَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ فَكَانَ اَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۲۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی ہو جائیں۔ اس سے ہم کو منع فرمایا پھر ہم کو متعہ کر لینے کی اجازت دی ۳؎ تو ہم میں سے ایک کسی عورت سے کپڑے کے عوض ایک وقت تک نکاح کر لیتا تھا ۴؎ پھر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ جانو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں ۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۰۲۱) ۱؎ اس حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت بہادری، تقویٰ اور خوف خدا کا پتا لگا کہ شہوت کا غلبہ ہے، بیوی ساتھ نہیں تو زنا تو کیا ہاتھ سے منی نکالنے کا بھی خیال نہیں فرماتے خصی ہو کر اپنے کو ناقص کر لینا منظور ہے مگر گناہ منظور نہیں ۲؎ معلوم ہوا کہ انسان کا خصی کرنا حرام ہے خواہ آزاد ہو یا غلام جانور کا خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس میں فائدہ ہو ۳؎ یہ وجہ تھی متعہ کی عارضی اجازت کی کہ شراب کی طرح یہ بھی آہستگی سے حرام کیا گیا ۴؎ خیال رہے کہ متعہ اور نکاح موقت کے الفاظ میں فرق ہوتا ہے متعہ میں اَتمتع کہتے ہیں اور نکاح وقتی میں تزوجت الی فلان مدت بولتے ہیں متعہ کی حرمت پر اجماع امت ہے نکاح موقت کو جمہور علماء حرام فرماتے ہیں امام زفر فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے اور یہ مدت کی شرط باطل یعنی وقتی نکاح دائمی ہوگا۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس مسعود متعہ یا نکاح موقت کے جواز کے قائل تھے لیکن یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود دونوں متعہ کے جواز کے قائل تھے مگر دونوں اس سے رجوع فرما گئے عبداللہ ابن عباس نے تو سعید ابن جبیر کے سمجھانے پر رجوع کیا اور حضرت ابن مسعود نے ان کے بعد غرض کہ جب ان دونوں کو اس کے ناسخ کا پتا لگا رجوع کرلیا حضرت علی تو متعہ کی حلت کے قائل تھے ہی نہیں وہ اول ہی منسوخ مانتے تھے تعجب ہے کہ روافض متعہ کی حلت میں حضرت ابن مسعود کا پہلا قول تو مان لیتے ہیں اور حضرت علی کا قول نہیں مانتے جناب علی متعہ کو حرام فرماتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ اَوَّلِ

(۳۰۲۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ متعہ

اَلْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يُرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَ تُصْلِحُ لَهٗ شَيَّهٗ حَتّٰى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ .
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

شروع اسلام تھا کہ کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی[1] تو کسی عورت سے اس وقت تک کیلئے نکاح کر لیتا کہ سمجھتا میں اتنا ٹھہروں گا وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اس کا کھانا درست کرتی[2] حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ اتری مگر اپنی بیویوں پر یا ان پر جن کے وہ مالک ہیں[3] فرمایا حضرت ابن عباس نے کہ دو کہ سوا تمام شرمگاہیں حرام ہیں[4] (ترمذی)

(۳۰۲۲)[1] جو اس نو وارد کا انتظام کرتا اور اسے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی جو یہاں اس کا انتظام کرے[2] شی شوی سے بنا بمعنی بھوننا اس لئے بھنے گوشت کو لحم مشوی کہا جاتا ہے یہاں بمعنی کھانا پکانا ہے بعض نے فرمایا کہ شی بمعنی اشیاء ہے یعنی اسباب (مرقات) [3] یعنی اس آیت کے نزول پر متعہ حرام ہو گیا کیونکہ ممنوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی تو لامحالہ رنڈی زانیہ ہوگی اور اسلام میں زنا تمام قسموں کے ساتھ حرام ہو چکا ہے[4] خلاصہ یہ ہے کہ اب سوائے بیوی ولونڈی کے تمام عورتیں حرام ہیں اور ممتوعہ عورت ان دونوں کے سوا ہے اس لئے ممتوعہ عورت کو اس متاعی خاوند کی میراث نہیں ملتی نہ اس عورت کی خاوند کو ممتوعہ عورت سے، روافض کے ہاں حرمت مصاہرت ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے متعہ کی حلت کے خیال سے رجوع فرما لیا مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس متعہ حلال جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس خبردار میں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سنا کہ آپ نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھا حرام فرمایا، اسی مسلم شریف میں بروایت عروہ ابن زبیر ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مکہ معظمہ میں فرمایا بعض آنکھوں اور دل کے اندھے اب تک متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ ہوتا تھا اس پر حضرت ابن زبیر نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے پر تجربہ کر کے دیکھ لو اگر تم متعہ کرو تو میں تم کو بھی سنگسار کر دوں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے جناب علی کے فرمان پر متعہ سے رجوع نہ کیا بہت عرصہ بعد رجوع فرمایا (مرقات) تمام صحابہ حضرت ابن عباس کے فتویٰ جواز متعہ کے خلاف ہو گئے تھے حتیٰ کہ ان کے خلاف شعر لکھے گئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

هل لك رخصة الاطراف انسة — تكون مشواك حتىٰ مصدر الناس

قد قلت للشيخ لما طال محبة — يا صاح هل لك فی فتوی ابن عباس

حضرت ابن عباس نے یہ شعر سن کر فرمایا قسم رب کی میں نے متعہ کی حلت کا فتویٰ نہ دیا، متعہ تو خون، سور، مردار کی طرح حرام ہے (مرقات)

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَّ اَبِىْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ فِىْ عُرْسٍ وَّ اِذَا جَوَارٍ يُّغَنِّيْنَ فَقُلْتُ اَىْ صَاحِبَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَهْلَ بَدْرٍ يُّفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَا اجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَاِنَّهٗ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِى اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ

(۳۰۲۳) روایت ہے حضرت عامر ابن سعد سے فرماتے ہیں میں قرظہ ابن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا[1] تو ناگاہ کچھ بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیو! اور اے بدر والو! تمہارے پاس یہ کام کیا جا رہا ہے[2] تو وہ دونوں صاحب بولے اگر تم چاہو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو چلے جاؤ ہم کو شادی کے موقع پر لہو ولعب کی اجازت

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ) دی گئی ہے۳ (نسائی)

(۳۰۲۳) ۱؎ عامر بن سعد ابن ابی وقاص مشہور تابعی ہیں اور قرظہ ابن کعب (ق رٗ ظ) سے اور ابومسعود دونوں صحابی ہیں بدری ہیں۲؎ یعنی اسلام میں گانا مطلقاً حرام ہے اور تمہارے سامنے بچیاں گا رہی ہیں تم دونوں جلیل الشان صحابی منع نہیں کرتے لوگ تمہارے منع نہ کرنے کی وجہ سے اسے جائز سمجھیں گے یہاں جمع دو کیلئے بولی گئی ۳؎ یعنی شادی بیاہ میں ننھی بچیوں کا جائز گیت گانے کی اجازت ہے جائز کام کو ہم کیوں روکیں۔

بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ — حرام عورتوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

محرمات تحریم سے بنا یعنی حرام کی ہوئی عورتیں جن سے نکاح درست نہیں خیال رہے کہ عورتیں تین وجہ سے حرام ہوتی ہیں نسب سسرالی رشتہ دودھ یعنی رضاعت' نسب کی وجہ سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں (۱) اپنی اولاد جیسے بیٹی' نواسی' پوتی اور ان کی اولاد (۲) اپنے اصولی یعنی جن کی اولاد میں ہم ہیں جیسے ماں' دادی' نانی وغیرہ تمام اصولی (۳) اپنے قریبی اصولی یعنی ماں باپ کی مطلق اولاد جیسے بہن' بھانجی' بھتیجی اور ان کی تمام اولاد (۴) اپنے بعیدی اصولی یعنی دادا' نانا کی قریبی اولاد جیسے خالہ' پھوپھی کہ یہ خود تو حرام ہیں مگر ان کی اولاد حلال اور سسرالی رشتہ سے اپنی بیوی کی اولاد اور اس کی ماں دادی وغیرہ اصولی حرام اپنی اولاد بیٹے' پوتے' نواسے کی بیویوں ہی اصول کی بیویاں جیسے باپ' دادا' نانا کی بیوی رضاعت یعنی شیر خوارگی سے تمام نسبی رشتہ کی طرح عورتیں حرام ہیں۔ شعر

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند — واز جانب شیر خوار زوجان وفروع

محارم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے یعنی جو دو لڑکیاں ایک دوسرے پر حرام ہوں انہیں نکاح میں جمع نہیں کر سکتے جیسے دو بہنیں' پھوپھی بھتیجی' خالہ بھانجی وغیرہ تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَ عَمَّتِهَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَ خَالَتِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۰۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ عورت اور نہ اس کی پھوپھی کو جمع کیا جائے ۱؎ اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۰۲۴) ۱؎ یعنی ایسی عورتوں کو نہ نکاح میں جمع کرو نہ صحبت میں لہٰذا پھوپھی' بھتیجی وغیرہ ایک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور اگر یہ دونوں ایک شخص کی لونڈیاں ہوں تو مولیٰ ان دونوں سے صحبت نہیں کر سکتا ۲؎ حرمت جمع کیلئے قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جو بھی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو دیکھو خالہ' بھانجی اگر خالہ مرد ہوتی تو ماموں ہوتی بھانجی اس پر حرام ہوتی اگر بھانجی مرد ہوتی تو بھانجہ ہوتی خالہ اس پر حرام ہوتی لہٰذا ماں اور سوتیلی بیٹی کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں کہ اگر بیٹی لڑکا ہوتی تو یہ سوتیلی ماں اس پر حرام ہوتی لیکن اگر ماں مرد ہوتی تو اس پر یہ لڑکی حرام نہ ہوتی لہٰذا حرمت ایک طرف سے ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۰۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے رشتہ سے وہی عورتیں حرام ہوتی ہیں جو ولادت کے رشتہ سے حرام ہوتی ہیں ا(بخاری)۲

(۳۰۲۵)ا دودھ پینے والے بچے پر دائی کے تمام وہ اہل قرابت حرام ہیں جو اپنے نسب سے حرام ہوتے ہیں دائی کا خاوند بیٹا دیور جیٹھ بھائی وغیرہ مگر شیر خوار بچے کی اولاد و بیوی اس طرف والوں پر حرام ہو گی رضاعت رضع سے بنا بمعنی پستان چوسنا خیال رہے کہ دودھ کے رشتہ سے حرمت تو آئے گی مگر اس رشتہ سے میراث نہ ملے گی نیز اس رشتہ کی وجہ سے پردہ لازم نہ ہوگا اس کے ساتھ سفر وخلوت جائز ہوگا لطیفہ: امام بخاری نے غلطی سے بکری و گائے کے دودھ سے حرمت رضاعت کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر تمام علماء ان کے مخالف ہو گئے اور آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا (فتح القدیر و مرقات) ۲یہ حدیث مسلم و ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے بھی روایت کی لہذا اسے متفق علیہ کہنا چاہئے تھا (مرقات)

وَعَنْهَا قَالَتْ جَآءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَاْذِنِيْ لَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۲۶) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں میرے دودھ کے چچا آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت مانگی ا میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کیا تھا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے پوچھا فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں اجازت دے دو۲ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۳ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے چچا ہیں تمہارے پاس آسکتے ہیں۴ یہ واقعہ ہم پر پردہ فرض ہونے کے بعد کا ہے۵ (مسلم بخاری)

(۳۰۲۶)ا ان آنے والے حضرت کا نام افلح تھا کنیت ابوالجعد ہے ابوقعیس کے بھائی ابوقعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ صدیقہ کو دودھ پلایا تھا۲ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ کی ماں کا وہ خاوند جس سے یہ دودھ وہ مرد وہ پینے والا بچہ کا باپ بن جاتا ہے اور اس کا بھائی چچا اس کا والد دادا فقہا اسے کہتے ہیں لبن الفحل ۳ام المؤمنین سمجھیں کہ دودھ سے حرمت آتی ہے اور دودھ تو عورت کا ہے لہذا اس کے اقارب حرام ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے خاوند کے اس لئے یہ سوال کیا۴ خلاصہ جواب یہ ہے کہ دودھ اگرچہ اس ماں کا ہے مگر اس کے خاوند سے ہے اس لئے دو طرفہ حرمت ہو گی سبحان اللہ کیا فلسفیانہ وحکیمانہ جواب ہے۵ لہذا یہ حکم آیت حجاب سے منسوخ نہیں یہ حکم محکم ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَّكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۲۷) روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی میں رغبت ہے وہ قریش میں حسین ترین لڑکی ہے۱ تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ کے بھائی ہیں۲ اور یہ کہ اللہ نے دودھ کے رشتہ سے وہ عورتیں حرام کیں جو نسب سے حرام فرمائیں۳ (مسلم)

(۳۰۲۷)ا یعنی درہ بنت حمزہ آپ کی چچازاد قریبی بھی ہے اور قریش میں بہت حسینہ و جمیلہ وخوب سیرت بھی اس سے آپ کا نکاح

بہت موزوں ہوگا۲؎ کیونکہ ابولہب کی لونڈی بی بی ثویبہ نے اولاً حضرت حمزہ کو دودھ پلایا پھر چار سال کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا معلوم ہوا کہ شیر کی حرمت میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ ایک پستان کا دودھ ہونا کافی ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار عورتوں نے دودھ پلایا' والدہ مطہرہ آمنہ خاتون' ثویبہ' اُمّ ایمن' حلیمہ سعدیہ اور تمام دودھ پلانے والیاں ایمان لائیں تین بیبیاں تو اپنی زندگی میں ہی اور حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کو حضور نے زندہ فرما کر انہیں کلمہ پڑھایا شرعی مومنہ وصحابیہ بنایا (مرقات نقلاً عن سیوطی) ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ میرے چچا بھی ہیں اور شیر کے بھائی بھی اور دودھ کے بھائی کی بیٹی حرام ہوتی ہے کہ وہ بھتیجی ہے لہذا درہ بنت حمزہ پر حرام ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ اِنَّ نَبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ اَوِ الرَّضْعَتَانِ وَفِيْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ وَفِيْ اُخْرٰى لِاُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ اَوِ الْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَايَاتٌ لِّمُسْلِمٍ۔

(۳۰۲۸) روایت ہے حضرت اُمّ الفضل سے۱؎ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار یا دو بار دودھ پینا حرام نہیں کرتا۲؎ اور حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایک، دو چوسنیاں حرام نہیں کرتیں اور اُمّ الفضل کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا۳؎ یہ مسلم کی روایتیں ہیں۔

(۳۰۲۸)۱؎ آپ کا نام لبابہ بنت حارث ہے کنیت اُمّ الفضل حضرت عباس کی زوجہ حضرت فضل ابن عباس اور عبداللہ ابن عباس کی والدہ ہیں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں۲؎ حضرت امام شافعی کے ہاں پانچ گھونٹ دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے اور امام ابوعبید ابوثور داؤد کے ہاں تین گھونٹ سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے اور امام شافعی کی دلیل اگلی حدیث ہمارے امام اعظم کے ہاں مطلقاً دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے خواہ کتنا ہی پیئے ایک گھونٹ یا آدھا یا زیادہ بشرطیکہ شیر خوارگی کی مدت میں ہے یہ مدت اکثر علماء کے ہاں دو سال کی عمر ہے امام اعظم کے ہاں ڈھائی سال کی عمر امام اعظم کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے: وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (۴'۲۳) اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا (کنزالایمان) آیۃ کریمہ میں اَرْضَعْنَ مطلق ہے تین یا پانچ گھونٹ کی اس میں قید نہیں نیز قرآن کریم میں ہے وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ یہاں بھی رضاعت مطلق ہے اور یہ حدیث خبر واحد ہے جس سے قرآنی مطلق کو مقید نہیں کر سکتے نیز حضرت عائشہ کی حدیث ہے یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب یہاں بھی رضاعت مطلق ہے غرض یہ کہ وہ آیت اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۳؎ املاج ملج سے بنا بمعنی ہونٹ سے پکڑنا املاج کے معنی ہیں ہونٹ سے پکڑوانا بچہ کے منہ میں پستان دینا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ اَوِ الْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ ۔ (رِوَايَاتٌ لِّمُسْلِمٍ)

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ قرآن میں جو آیات اتاری گئیں ان میں یہ آیت بھی تھی کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا۱؎ یہ مسلم کی روایات ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ

(۳۰۲۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نازل شدہ قرآنی آیت میں یہ آیت بھی تھی کہ دس معلوم چسکیاں حرام

بِخَمْسٍ مَّعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہوتی ہیں پھر پانچ معلوم چسکیوں سے منسوخ کی گئیں ا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ وہ قرآن سے پڑھی جاتی تھیں ۲ (مسلم)

(۳۰۲۹) ا یعنی پہلے دس گھونٹ والی آیت نازل ہوئی پھر بہت عرصہ کے بعد پانچ گھونٹ والی دس گھونٹ والی آیت تلاوت وحکم میں پانچ گھونٹ والی آیت سے منسوخ اور یہ پانچ گھونٹ والی آیت اتنے عرصہ کے بعد منسوخ ہوئی تلاوتاً وحکماً کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پانے تک بعض دیہات اور دور دراز کے علاقہ والوں کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی اور وہ اس بے خبری میں بعد وفات بھی اس کی تلاوت کرتے رہے پھر خبر ہونے پر اس کی تلاوت بند کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی یہ آیت قرآن کریم میں تھی بعد میں صحابہ کرام نے نکال دی ورنہ اعتراض ہوگا کہ جناب علی و دیگر اہل بیت اطہار قرآن بگڑتا یا کم ہوتا ہوا دیکھ کر خاموش کیوں رہے انہوں نے قرآن بگڑنے کیوں دیا؟ خیال رہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے قرآنی مطلق آیات کو مقید نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے لہذا یہ حدیث امام شافعی کی دلیل نہیں بن سکتی۔

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهٗ اَخِيْ فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۳۰) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے حالانکہ ان کے پاس ایک شخص تھا شاید آپ کو یہ ناپسند آیا اتو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یہ میرے بھائی ہیں فرمایا غور کرلو کہ تمہارے بھائی کون ہیں۔ شیر خوارگی بھوک کے زمانے سے ہوتی ہے ۲ (مسلم بخاری)

(۳۰۳۰) ا کیونکہ یہ شخص درحقیقت جناب اُمّ المؤمنین کا رضاعی بھائی نہ تھا حضرت اُمّ المؤمنین غلطی سے اس کو اپنا دودھ کا بھائی سمجھے ہوئے تھیں اور آپ نے اس کو گھر میں آنے کی اجازت دے دی تھی ۲ یعنی اگر بڑا بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے رضاعت کے احکام ثابت نہ ہوں گے جب بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ عورت کا دودھ اس کی بھوک دفع کر دے اور وہ اس دودھ پر ہی گزارہ کر سکے تب دودھ پینا شرعاً معتبر ہے اور وہ عمر دو یا ڈھائی سال کی ہے چونکہ اس شخص نے اس عمر کے بعد دودھ پیا ہے اس لئے یہ تمہارا رضاعی بھائی نہیں اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ازواج مطہرات احترام میں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ احکام میں لہذا ان پر پردہ فرض ہے ان کی اولاد سے امت کا نکاح درست ہے ان کو امت کی میراث نہ ملے گی دوسرے یہ کہ ڈھائی برس کے بعد دودھ پینا حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتِ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ قَدْ اَرْضَعْتِنِيْ وَلَا اَخْبَرْتِنِيْ فَاَرْسَلَ اِلٰى اٰلِ اَبِيْ اِهَابٍ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهٗ

(۳۰۳۱) روایت ہے حضرت عقبہ سے ا کہ انہوں نے ابواہاب ابن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ایک عورت آئی بولی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے اسے دودھ پلایا ہے ۲ تو اس سے عقبہ نے کہا کہ مجھے پتا نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے ۳ اور نہ تم نے مجھے اس کی خبر دی انہوں نے ابواہاب کے گھر والوں کے پاس بھیجا ان سے پوچھا وہ لوگ بولے ہم کو خبر نہیں کہ ہماری لڑکی کو اس نے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَ قَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَ نَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

دودھ پلایا ہے۴ تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ سوار ہو کر پہنچے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ کہا گیا۵ چنانچہ عقبہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا۶ (بخاری)

(۳۰۳۱)۱ آپ نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اہل مکہ میں آپ کا شمار ہے صحابی ہیں۲ لہٰذا عقبہ اور ان کی منکوحہ دودھ کے بھائی بہن ہیں ان کا یہ نکاح درست نہ ہوا فقہاء فرماتے ہیں کہ کوئی عورت بلا وجہ ہر بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جس کو پلائے اسے مشہور کر دے تاکہ آئندہ نکاح میں احتیاط رہے (مرقات)۳ یعنی مجھے نہ تو میرے گھر والوں نے یہ بتایا نہ دوسرے کسی سے مجھے یہ معلوم ہوا۴ یعنی نہ تو عقبہ کے گھر والوں کو اس واقعہ کا علم تھا نہ ان کی منکوحہ کے گھر والوں کو اگر ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو نکاح ہی نہ ہوتا۵ یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہی ہے کہ اسے علیحدہ کر دو اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کر دینا افضل ہے مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے مذہب احناف بہت قوی ہے اس حدیث میں حرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے اسی لئے سرکار عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان لئے نہ کوئی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا۶ یعنی عقبہ نے طلاق دے دی بعد عدت اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کر لیا مرقات نے فرمایا کہ عقبہ ابن حارث نے اُم یحیٰی بنت ابی اہاب سے نکاح کیا ایک حبشی لونڈی نے کہا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے پھر خود اس لونڈی نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا اس پر یہ ارشاد عالی ہوا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا اِلٰى اَوْطَاسٍ فَلَقُوْا عَدُوًّا فَقَاتَلُوْهُمْ فَظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ وَاَصَابُوْا لَهُمْ سَبَايَا فَكَاَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوْا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ اَجْلِ اَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اَیْ فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۳۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ فرمایا۱ یہ لوگ دشمن کے مقابل ہوئے ان پر جہاد کیا پھر غالب آ گئے ان کی کچھ عورتیں قید کر لیں۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے ان کی صحبت میں حرج سمجھا ان کے مشرک خاوندوں کی وجہ سے۳ تب اس بارے میں یہ آیت اللہ تعالٰی نے اتاری کہ تم پر خاوند والیاں عورتیں حرام سوا ان کے جن کے تم مالک ہو جاؤ یعنی وہ ان پر حلال ہیں جب کہ ان کی عدت گزر جائے۵ (مسلم)

(۳۰۳۲)۱ اوطاس طائف شریف کے علاقہ میں ایک وادی ہے جس میں قبیلہ ہوازن آباد تھا حنین کے ساتھ وہ بھی فتح ہوا۲ سبایا جمع ہے سبیۃ کی بمعنی قیدی عورت اوطاس میں مرد کفار بھی قید تھے عورتیں بھی یہاں صرف عورتوں کا ذکر ہے اس وجہ سے جو آگے مذکور ہے۳ یہ حضرات سمجھے کہ چونکہ عورتیں منکوحہ ہیں ان کے خاوند زندہ ہیں ... حاصل کہ بغیر ان سے صحبت حلال نہیں۴ یعنی قید شدہ

کافرہ عورتیں تمہاری لونڈیاں ہوگئیں ان کے احکام وہ نہیں جو آزاد مسلم عورتوں کے ہیں ان کے قید ہوتے ہی ان کے نکاح ختم ہو گئے۔۵ عدت سے مراد ایک حیض یا ایک ماہ گزر جانا ہے جسے فقہاء استبراء کہتے ہیں کافرہ قیدیہ عورت سے استبراء صحبت حلال ہے یہ تفسیر کسی راوی حدیث کی ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ قیدیہ کافرہ خواہ مشرکہ ہو یا اہل کتاب اس کے بعد استبراء مالک کو صحبت حلال ہے۔ امام شافعی کے ہاں کتابیہ قیدیہ سے تو صحبت حلال ہے مشرکہ قیدیہ سے صحبت حرام وہ یہاں فرماتے ہیں کہ شاید یہ قیدی عورتیں مسلمان ہو چکی تھیں مگر یہ تاویل بہت بعید ہے(مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوِ الْعَمَّةُ عَلٰى بِنْتِ اَخِيْهَا اَوِ الْمَرْاَةُ عَلٰى خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰى بِنْتِ اُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ رِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ بِنْتِ اُخْتِهَا)

(۳۰۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت سے نکاح کیا جائے اس کی پھوپھی پر یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر یا عورت سے اس کی خالہ پر یا خالہ سے اس کی بھتیجی پر، نہ چھوٹی سے بڑی پر نکاح کیا جائے نہ بڑی سے چھوٹی پر۲

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی) اور نسائی کی روایت میں بھانجی تک ہے۳

(۳۰۳۳)۱ اس جگہ ان عورتوں کا ذکر ہے جنہیں نکاح یا صحبت میں جمع نہیں کر سکتے قرآن کریم نے فرمایا: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (۴، ۲۳) اور دو بہنیں اکٹھی کرنا (کنزالایمان) دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے مگر حدیث پاک میں کچھ اور تفصیل بیان ہوئی اور فقہاء نے اس کیلئے قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا کہ جن عورتوں میں حرمت دوطرفہ ہو کہ جسے مرد مانا جائے اس پر دوسری عورت حرام ہو ان کا جمع کرنا حرام ہے یہاں پھوپھی اور بھتیجی سے تینوں قسم کی پھوپھیاں وبھتیجیاں مراد ہیں سگی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنی باپ کی سگی بہن علاتی بہن اخیافی بہن یوں ہی سگے بھائی کی بیٹی علاتی بھائی کی اور اخیافی بھائی کی ان سب کا اجتماع حرام ہے۲ چھوٹی، بڑی سے مراد رشتہ کی چھوٹی بڑی ہے خالہ و پھوپھی بڑی ہیں اگرچہ عمر میں چھوٹی ہوں یہ جملہ پچھلے جملہ کی تشریح ہے۳ اس قسم کی دو عورتوں کے جمع کرنے کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتیں ذی رحم محرم ہوتی ہیں اور ان کا سوکن بننا جھگڑے فساد کا ذریعہ ہے تو یہ اجتماع قطعیت رحم کا سبب ہے خیال رہے کہ ایسی دو عورتوں کا حقیقی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام اور حکمی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام لہذا پھوپھی کو طلاق دینے کے بعد جب تک پھوپھی عدت میں ہے تب تک اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتے کہ عدت حکمی نکاح ہے ہاں پھوپھی کے انتقال کے بعد فوراً ہی اس کی بھتیجی سے نکاح کر سکتے ہیں کہ خاوند پر عدت نہیں۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّ بِیْ خَالِیْ اَبُوْبُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ وَ مَعَهٗ لِوَآءٌ فَقُلْتُ اَيْنَ تَذْهَبُ قَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اٰتِيْهِ بِرَاْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ فِیْ

(۳۰۳۴) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں مجھ پر میرے ماموں ابو بردہ ابن نیار گزرے۱ اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا۲ میں نے کہا آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی

رِوَايَةٍ لَّهُ وَ لِلنَّسَائِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ فَأَمَرَنِيْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهُ وَ اٰخُذَ مَالَهُ وَ فِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّيْ بَدَلَ خَالِيْ ۔

بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر آپ کے پاس لاؤں۳ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ) دارمی کی روایت میں ہے کہ مجھے حضور نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں۴ اور اس روایت میں بجائے ماموں کے چچا فرمایا۵

(۳۰۳۴)۱ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے خالی کے عمی ہے یعنی میرے چچا گزرے مگر یہ غلط ہے صحیح خالی ہے یعنی میرے ماموں گزرے۲ یہ جھنڈا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا تا کہ اس بات کی علامت ہو کہ آپ سرکاری کام سے جا رہے ہیں اور لوگوں میں اس سزا کا اعلان ہو جائے اسلام میں مجرموں کو علانیہ سزائیں دی جاتی ہیں چور کے ہاتھ بازار میں کاٹے جاتے ہیں زانی کو اعلانیہ چوراہوں میں سنگسار کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو مرتدین و باغی لوگوں کو بعد قتل ان کے سر بازار میں لٹکائے جاتے ہیں۳ یعنی اس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہے مجھے اس کو قتل کر کے سر بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کا حکم ملا ہے غالبًا یہ شخص کوئی مدعی اسلام ہو گا پھر اس نے یہ حرکت کر لی ہوگی یہ شخص مجرم و مرتد قرار دیا گیا اگر ہمارے ملک میں مجوسی رہتے ہوں جو اپنی ماں بہن بیٹی سے نکاح کر لیتے ہیں تو ہم ان کو اس حرکت سے نہ روکیں گے کہ یہ ان کی مذہبی رسم ہے اور ہمارے ہاں کفار کو مذہبی آزادی ہے لہذا یہ حدیث اس فقہی حکم کے خلاف نہیں۴ اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ پہلے یہ شخص مسلمان تھا بعد میں اس نکاح کو حلال سمجھ کر کافر و مرتد ہو گیا لہذا اسے قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کا حکم صادر ہوا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو مدعی اسلام حرام عورتوں سے نکاح جائز مانے وہ مرتد ہے اور جو حرام سمجھ کر یہ نکاح کرے وہ بدترین فاسق ہے اور جسے حرمت کی خبر ہی نہ ہو وہ نکاح کر لے اسے فورًا علیحدگی کا حکم دیا جائے دوسرے شخص نے اگر صحبت بھی کر لی تو یہ صحبت محض زنا ہوگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور تیسرے شخص نے اگر صحبت کر لی تو یہ وطی بالشبہ ہوگی بچہ صحیح النسب ہوگا۔ خیال رہے کہ جو شخص حرام عورت کو حرام جانتے ہوئے نکاح کر لے تو امام شافعی و احمد و مالک کے ہاں اس پر حد زنا ہے اور امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حد نہیں بلکہ سخت تعزیر ہے یہاں پہلی قسم کا آدمی مراد ہے یعنی حلال جان کر نکاح کرنے والا اسی لئے اسے قتل کرایا گیا اور اس کا مال لیا گیا ورنہ زانی پر رجم ہے اور اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے ہاں مرتد کا وہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا (از کتب فقہ و مرقات وغیرہ) ۵ ہوسکتا ہے کہ بردہ ابن نیار حضرت براء کے نسبی ماموں ہوں اور رضاعی چچا لہذا یہ دونوں روایات درست ہیں ورنہ وہ نسبًا ماموں ہیں چچا نہیں۔ حضرت بردہ ابن نیاز عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک ہوئے مع اپنے ستر ہمراہیوں کے بدر اور تمام غزوات میں شامل رہے عہد مرتضوی میں تمام جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے (اشعہ)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَآءَ فِي الثَّدْيِ وَ كَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۰۳۵) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حرام کرتا شیر خوارگی سے مگر پستان کا وہ دودھ جو آنتیں چیرے۱ اور وہ دودھ چھوڑانے سے پہلے ہو۲ (ترمذی)

(۳۰۳۵)۱ فی الثدی فتق کے فاعل کا حال ہے جیسے تنحتون من الجبال بیوتا یعنی جو دودھ عورت کے پستان میں سے ہو اور بچے کی آنتوں میں پہنچ کر اس کی بھوک دفع کرے خواہ پستان ہی سے پلایا جائے یا چمچے وغیرہ میں لے کر خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کو شیر خوارگی کی مدت میں جو دودھ پلایا جائے اس پر رضاعت کے احکام مرتب ہوں گے بعد میں نہیں۲ یعنی جو مدت دودھ پلانے کی ہے ڈھائی سال کی عمر اس کے بعد اگر پلایا گیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی لہذا اگر کسی کا دودھ پہلے ہی چھوڑا دیا گیا تو یہ چھوڑانا معتبر نہیں

خیال رہے کہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد بچے کو عورت کا دودھ پلانا ممنوع ہے کہ یہ دودھ انسانی جز ہے جس کو بلاضرورت استعمال کرنا حرام ہے' بعض کان یا آنکھ کے درد میں لڑکی والی عورت کا دودھ مفید ہوتا ہے اگر طبیب حاذق کہے کہ اس کے سوا کوئی علاج نہیں تو اسے، علاجاً کان یا آنکھ میں ٹپکانا جائز ہے (مرقات) یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے جن سے ثابت ہے کہ جوان لڑکے کو دودھ پلا دینے سے حرمت آ جاتی ہے اس پر صحابہ کرام بلکہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس نسخ کی تصریح فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں لا رضاع الا ما کان حولین یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور حضرت ابن عباس' علی' ابن عمر' ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر موقوف بھی' اسے ترمذی نے صحیح فرمایا ابوداؤد میں بروایت حضرت ابن مسعود ہے کہ اس زمانہ میں شیرخوارگی حرمت ثابت کرے گی' جب دودھ سے گوشت بنے اور ہڈی بڑھے جن صحابہ سے جوان بچے کو دودھ پلانے کی روایت آئی ہے ان حضرات نے اس سے رجوع فرما لیا یہاں اس کی بہت نفیس تحقیق مرقات وغیرہ نے کی۔

وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجِ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۰۳۶) روایت ہے حضرت حجاج ابن حجاج اسلمی سے وہ اپنے باپ سے راوی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون چیز مجھ کو شیر خوارگی کا حق ادا کرا سکتی ہے۲ فرمایا غلام یا لونڈی کی پیشانی۳ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۳۰۳۶)۱؎ یہ حجاج اسلمی صحابی ہیں ان کے بیٹے حجاج ابن حجاج تابعی ہیں یہ تابعی ۱۳۱ھ میں مروان حمار کے زمانہ میں وفات پائی یہ وہ حجاج ظالم نہیں کہ وہ حجاج ثقفی ہے دیکھو (اشعہ و مرقات) ۲؎ مذمہ و ذمام فتح و کسرہ سے بمعنی حق و حرمت و احترام یعنی جس کے ضائع کرنے والے کی ذم و برائی کی جائے مطلب یہ ہے کہ وہ کون سی خدمت اپنی دودھ کی ماں کی کروں جس سے اس کے دودھ کا حق ادا ہو معلوم ہوا کہ دودھ کی اجرت دے دینے سے اس کا حق ادا نہیں ہو جاتا ۳؎ یعنی اپنی دائی کو اعلیٰ درجہ کی لونڈی یا غلام دے دو جو اس کی خدمت کرے' خدمت کا بدلہ خدمت ہے اور دائی خود کسی کی لونڈی ہو یا اس کا خاوند کسی کا غلام ہو تو اسے خرید کر آزاد کر دو پھر بھی اس کا احترام و خدمت بچے پر لازم ہے۔

وَعَنْ اَبِی الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَآءَهٗ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيْلَ هٰذِهٖ اَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۰۳۷) روایت ہے حضرت ابوطفیل غنوی سے۱؎ فرماتے ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھا دی حتیٰ کہ وہ اس پر بیٹھ گئیں۲؎ تو پھر جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۳؎ (ابوداؤد)

(۳۰۳۷)۱؎ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی' کنانی ہیں' کنیت ابوطفیل آٹھ سال حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہے ۱۰۲ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا' روئے زمین پر آپ ہی آخری صحابی ہیں جن کی وفات پر صحابیت ختم ہوئی (مرقات) حضرت علی کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں رہے ۲؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں عمل اظہار احترام و اظہار مسرت کیلئے تھے معلوم ہوا کہ قیامِ تعظیمی جائز ہے اور انسان خواہ کتنا ہی عظمت والا ہو مگر اپنے مربی کا احترام کرے دیکھو یہ وہ آستانہ ہے جہاں جبرئیل امین خادمانہ شان سے حاضری دیتے ہیں مگر ان بی بی صاحبہ کیلئے چادر شریف بچھائی گئی اس میں ہم لوگوں کو تعلیم ہے کہ جب دودھ پلانے والی دائی کا یہ ادب و احترام ہے تو سگی

ماں کا ادب واحترام کیسا چاہیے۔۳؎ یہ واقعہ خاص جنگ حنین کے دن کا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تھے جماعت صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے کھڑے ہو گئے اور جو چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے ان کیلئے بچھا دی جب تک آپ تشریف فرما رہیں کسی اور سے کلام نہ فرمایا ان ہی کی طرف متوجہ رہے جب آپ واپس ہوئیں تو بہت ہدایا تحفے عطا فرمائے اور انہیں کچھ دور مشایعت کے طور پر پہنچانے تشریف لے گئے پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی اور صحابی نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ حضور کی دائی جناب حلیمہ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے یہ پورا واقعہ مواہب لدینہ میں مطالعہ فرمایئے کچھ مرقات نے بھی یہاں ہی بیان فرمایا آج کے نوجوان یہ حدیثیں پڑھیں اور عبرت حاصل کریں کہ ہم لوگ سگی ماں کا بھی ادب نہیں کرتے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلْمَةَ الثَّقَفِيَّ اَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَسْلَمْنَ مَعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ اَرْبَعًا وَ فَارِقْ سَآئِرَهُنَّ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۳۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ غیلان ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے۱؎ ان کے زمانہ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ اسلام لائیں۲؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار کو رکھ لو باقی کو علیحدہ کر دو۳؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۳۰۳۸)۱؎ آپ فتح طائف کے بعد اسلام لائے بنی ثقیف کے بڑے معزز آدمی تھے عہد فاروقی میں وفات ہوئی۔۲؎ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی تعداد مقرر نہ تھی جتنی سے چاہو نکاح کر لو اور اپنے ساتھ رکھو اس قاعدے سے آپ کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کفار کے نکاح درست ہیں کہ اگر وہ دونوں زوجین ایمان لے آئیں تو اب تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ رب تعالٰی نے ابی لہب کی بیوی جمیلہ کو اس کی زوجہ مانا کہ فرمایا: وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱'۴) اور اس کی جورو لڑکیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی (کنزالایمان) دوسرے یہ کہ کفار زمانہ کفر کے نکاح پر قائم رکھے جائیں گے اگرچہ ان کے نکاح اسلامی قاعدے پر نہ ہوئے ہوں ہاں اگر کسی کافر کے نکاح میں محرم عورت ہوئی تو اسے علیحدہ کرا دیا جائے گا تیسرے یہ کہ چار سے زیادہ بیویاں اگر ہوں تو بعد اسلام چار ہی رکھنا ہوں اور اس میں خاوند کو اختیار ہوگا جنہیں چاہے رکھے' چوتھے یہ کہ اس علیحدگی میں شرعی طلاق کی ضرورت نہیں خاوند کا صرف علیحدہ کر دینا ہی کافی ہوگا۔خیال رہے کہ چار کی پابندی بیویوں کے متعلق ہے لونڈیاں جتنی چاہے رکھے۔

وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَسْلَمْتُ وَ تَحْتِيْ خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَّاَمْسِكْ اَرْبَعًا فَعَمَدْتُّ اِلٰى اَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِيْ عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۰۳۹) روایت ہے حضرت نوفل ابن معاویہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا حالانکہ میرے قبضہ میں پانچ بیویاں تھیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا ایک کو جدا کر دو اور چار کو رکھ لو۲؎ چنانچہ میں نے ان میں سے اپنی پرانی صحبت والی جو ساٹھ سالہ بانجھ تھی۳؎ ادھر توجہ کی اور اسے جدا کر دیا (شرح سنہ)

(۳۰۳۹)۱؎ آپ دیلمی ہیں' صحابی ہیں فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے اسلام سے پہلے ساٹھ سال کفر میں گزارے بعد اسلام ساٹھ یا سو سال اور جیئے۔ یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی (اشعہ و مرقات)۲؎ یعنی اب بعد اسلام تم کو صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے لہٰذا ان میں سے ایک کو علیحدہ کر دو معلوم ہوا کہ کفار اگر چار سے زیادہ بیویاں رکھیں تو ان کو ہم منع نہ

کریں گے اور سب سے جو اولادھو گی حلال ہوگی چار کی پابندی صرف مسلمانوں پر ہے۳؎ عاقر صفت یا بدل ہے اقدام کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں ایک عورت میرے پاس ساٹھ سالہ بانجھ اور بوڑھی تھی میں نے اس کو علیحدہ کر دیا بقیہ عورتیں عمر میں بھی اس سے کم تھیں اور بانجھ بھی نہ تھیں انہیں رکھ لیا۔

وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فِيْرُوْزَ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَسْلَمْتُ وَ تَحْتِىْ اُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۴۰) روایت ہے حضرت ضحاک ابن فیروز دیلمی سے وہ اپنے والد سے راوی۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میری زوجیت میں دو بہنیں ہیں فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو۲؎ (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

(۳۰۴۰)۱؎ ضحاک تابعی ہیں اور ان کے والد فیروز صحابی انہیں حِری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آخر میں آپ حِر میں رہے۔ فارس النسل صنعائی ہیں۔ اسود عنسی تمیمی کو آپ ہی نے قتل کیا جو مدعی نبوت تھا خلافت عثمانیہ میں وفات پائی۲؎ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو سگی بہنیں ہوں یعنی بیوی بھی سالی بھی تو اسے اختیار ہوگا جسے چاہے رکھے جسے چاہے علیحدہ کر دے ہمارے امام اعظم کے ہاں اگر ان دونوں بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو تو دونوں کو علیحدہ کرنا پڑے گا اور اگر آگے پیچھے نکاح کیا ہو تو پہلی کو رکھے دوسری کو علیحدہ کردے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَسْلَمَتِ امْرَاَةٌ فَتَزَوَّجَتْ فَجَآءَ زَوْجُهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَ عَلِمَتْ بِاِسْلَامِىْ فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْاٰخِرِ وَرَدَّهَا اِلٰى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَ فِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهَا اَسْلَمَتْ مَعِىْ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ رَوٰى فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ النِّسَآءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الْاِسْلَامَيْنِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ وَ الدَّارِ مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ هَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ ابْنَ عَمِّهٖ وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ بِرِدَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيْرًا

(۳۰۴۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک عورت مسلمان ہوئی اس نے نکاح کرلیا۱؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا خاوند حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اس عورت کو میرے اسلام کا علم ہے۲؎ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسرے خاوند سے علیحدہ کردیا اور پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا۳؎ اور ایک روایت میں ہے وہ بولا کہ یہ میرے ساتھ مسلمان ہوئی تھی تب حضور نے اسے واپس کر دیا۴؎ (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں روایت کی گئی کہ عورتوں کی ایک جماعت ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کی بنا پر ان کے خاوندوں پر واپس فرمایا دونوں اسلاموں کے جمع ہونے کے وقت۵؎ دین اور ملک علیحدہ ہونے کے باوجود۶؎ ان ہی سے ولید ابن مغیرہ کی بیٹی بھی ہے جو صفوان ابن امیہ کی زوجہ تھیں وہ فتح کے دن اسلام لائیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے تو ان کے چچا زاد بھائی وہب ابن عمیر نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر بطور امان صفوان کیلئے بھیجی۷؎ پھر جب وہ آئے تو

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ حَتّٰى اَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ وَاَسْلَمَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَاَةُ عِكْرَمَةَ بْنِ اَبِىْ جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ وَ هَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ قَدِمَتْ عَلَيْهِ فَدَعَتْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسَلًا)

انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا دلیس نکالا دیا۸ تا آنکہ وہ مسلمان ہوئے۹ پھر ان کی بیوی ان کے پاس رہیں۱۰ اور اُمّ حکیم بنت حارثہ ابن ہشام یعنی عکرمہ ابن ابوجہل کی بیوی فتح مکہ کے دن ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے۱۱ حتیٰ کہ یمن پہنچ گئے۱۲ اُمّ حکیم چلیں تا آنکہ ان کے پاس یمن میں پہنچ گئیں پھر انہیں دعوت اسلام دی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے۱۳

(مالک عن ابن شہاب مرسلا)۱۴

(۳۰۴۱)۱ شاید اس بی بی نے اپنا منکوحہ ہونا بیان نہ کیا ہوگا اس لئے اس کا دوسرا نکاح کر دیا ہوگا ورنہ عورت کے اسلام لانے پر تین صورتوں میں نکاح ختم ہوتا ہے ایک تو عورت کی عدت گزر جانا کہ خاوند عدت گزرنے تک ایمان نہ لائے یا خاوند پر اسلام پیش کرنا اور اس کا انکار کر دینا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا دارالاسلام میں آ جانا دوسرے کا دارالحرب میں ہی رہ جانا یا اس کے برعکس کہ دونوں دارالاسلام میں تھے اور ان میں سے ایک دارالحرب میں چلا گیا یہ مذہب احناف ہے۲ علمت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ واحد متکلم کا ہو یعنی میں نے سوچ سمجھ کر جان پہچان کر اسلام قبول کیا تھا میرا ایمان محض تقلیدی نہ تھا دوسرے یہ کہ صیغہ واحد غائب کا ہو یعنی اس عورت کو خبر تھی کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر اس نے نہ تو اپنے نکاح کا ذکر کیا اور نہ میرے اسلام لا چکنے کا' جس کی وجہ سے اس کا نکاح اور شخص سے کر دیا گیا۳ یعنی نکاح ثانی کو کالعدم قرار دیا اس لئے اس دوسرے خاوند سے طلاق نہ دلوائی بلکہ علیٰحدگی کا حکم دے دیا اور پہلے نکاح کو قائم رکھا اس لئے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح نہ کیا بلکہ واپس کر دیا ہاں اگر دوسرا خاوند صحبت کر چکا ہو تو پہلے خاوند کو ایک حیض آنے تک صحبت سے باز رہنے کا حکم دیا ہوگا جسے استبراء کہتے ہیں اور وطی بالشبہ کیلئے یہی حکم ہے اور اگر صحبت نہ کی ہو تو اس کا بھی حکم نہ دیا۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ صرف عورت کے اسلام لانے پر نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ فسخ نکاح کیلئے ان تین چیزوں میں سے ایک ضروری ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا۔ حضرت امام شافعی کے ہاں عورت کا صرف مسلمان ہو جانا فسخ نکاح کا باعث ہے (اشعہ)۴ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مسلمان ہو کر مرد کے انکار اسلام کا دعویٰ کرے اور مرد کہے کہ میں نے انکار نہ کیا تھا ساتھ ہی مسلمان ہو گیا تھا تو مرد کی بات قبول ہے نہ کہ عورت کی۵ یعنی جب خاوند عورت کی عدت گزرنے سے پہلے ہی مسلمان ہو جائے تو نکاح اوّل قائم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۶ یہ مذہب شافعی ہے کہ اختلاف ملک کے باوجود نکاح قائم رہے گا اور یہ جملہ ان کی دلیل ہے (مرقات) یہاں چار صورتیں ہیں دو میں ہم و شافعی متفق ہیں اور دو میں مختلف ایک یہ کہ کافر زوجین ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن بن کر آئے اور دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو گئے بالاتفاق نکاح باقی کافر زوجین میں سے ایک قید کر کے دارالاسلام میں لایا گیا بالاتفاق نکاح ختم ہو گیا ہمارے ہاں ملک بدل جانے کی وجہ سے اور امام شافعی کے ہاں اسلامی قیدی ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں سے ایک ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن بن کر آیا پھر مسلمان ہو گیا ہمارے ہاں نکاح فسخ ہو گیا شوافع کے ہاں نہیں دونوں کافر زوجین قید کر کے دارالاسلام لائے گئے۔ امام شافعی کے ہاں نکاح فسخ ہو گیا قیدی ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاں نہیں جانبین کے دلائل شروع ہدایہ میں ملاحظہ کیجئے (مرقات)۷ یعنی وہب ابن عمیر نے

صفوان ابن امیہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لے لی اور اس امان کی اطلاع صفوان کے پاس بھیجی اور ثبوت کیلئے حضور کی چادر شریف قاصد کے ہمراہ کر دی تاکہ صفوان قاصد کی تصدیق کر کے اپنے کو امان میں سمجھ لیں اور مکہ معظمہ آ جائیں یا حضور نے وہب ابن عمیر کو امان اور اپنی چادر دے کر صفوان کے پاس بھیجا اس صورت میں بـردائـه کافی تھا مگر بجائے ضمیر اظہار کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ چادر حضور کی تھی نہ کہ وہب کی ۸؎ تسییر کے معنی ہیں سیر کرنے چلنے پھرنے کی اجازت یا اس کا حکم اور اربعة اشهر اس کا ظرف مضاف الیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے سارق اللیل یعنی رات میں چوری کرنے والا رات کا چور' مطلب یہ ہے کہ حضور نے انہیں اجازت دی یا حکم دیا کہ چار ماہ تک امن و امان سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں میں گشت و چکر لگائیں ۹؎ یعنی دل سے مسلمان ہو گئے اور اسلام ان کی رگ رگ میں سرایت کر گیا اسلام کی شوکت دیکھ کر اور مسلمانوں کی ملاقات سے ورنہ وہ تو مسلمان پہلے ہی ہو گئے تھے خیال رہے کہ صفوان اپنی بیوی کے دو ماہ بعد اسلام لائے (مرقات) ۱۰؎ یا تو پہلے ہی نکاح یا نئے نکاح سے جوان کے ساتھ کیا گیا لہٰذا یہ حدیث صراحۃً نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے (مرقات) نیز یہاں اختلاف دارین نہ ہوا کہ صفوان دار الکفر میں مقیم نہ ہوئے تھے صرف مکہ معظمہ سے بھاگ کر وہاں پناہ گزین ہو گئے تھے ورنہ ایسی صورت میں کہ زوجہ اسلام قبول کرے خاوند کافر رہے اختلاف دارین سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ ۱۱؎ یعنی اسلام کی شوکت مسلمانوں کی قوت دیکھ کر اپنی جان کے خوف سے بھاگ گئے۔ خیال رہے کہ جناب عکرمہ ان میں سے ہیں جن کے متعلق اعلان ہو گیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں جیسا کہ فتح مکہ کے واقعہ میں آتا ہے وحشی' ابن خطل' عکرمہ' ہندہ بھی ان ہی میں سے ہیں ۱۲؎ حق یہ ہے کہ عکرمہ یمن میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ ساحل پر رہے جو حجاز و یمن کی حد ہے لہٰذا ان میں اور ان کی بیوی میں ملک کا اختلاف نہ پایا گیا لہٰذا فسخ نکاح کی کوئی وجہ نہ تھی (فتح القدیر و مرقات) وہ جو روایات میں ہے کہ حضرت ابوالعاص ابن ربیع مکہ میں کافر ہو کر رہے اور ان کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں مومنہ مہاجرہ ہو کر رہیں پھر تین یا چھ سال بعد آپ اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں رکھا وہاں حق یہی ہے کہ حضور نے ان کا نیا نکاح کیا جیسا کہ ترمذی' ابن ماجہ اور امام احمد کی روایات میں ہے اور جن روایات میں ہے کہ عـلـى النكاح الاوّل وہاں علی سببه ہے کہ پہلے نکاح کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی نکاح کیا دوسرے خاوند سے نکاح نہ کیا تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو' یا یہ مطلب ہے کہ دوسرا نکاح مطابق نکاح اوّل کے کیا مہر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا' خیال رہے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاوند ابوالعاص میں اختلاف دین زیادہ دس سال سے رہا کیونکہ بی بی خدیجہ اور ان کی لڑکیاں جن میں زینب بھی داخل ہیں اول تبلیغ میں ایمان لائیں اور ابوالعاص فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے حضور انور نے ہجرت سے پہلے ان کا نکاح فسخ نہ کیا کیونکہ اس زمانہ میں مشرکین سے مومنہ عورتوں کا نکاح حرام نہ تھا اسی لئے جب بی بی زینب مہاجرہ ہو کر مکہ سے روانہ ہوئیں تو حاملہ تھیں راہ میں اسقاط ہو گیا بہر حال حضرت زینب کا مومنہ ہو کر ابوالعاص کے نکاح میں رہنا حالانکہ وہ کافر تھے اولاً اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ایسے نکاح درست تھے پھر بعد ہجرت اختلاف دار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا مگر بعد میں اسی نکاح کی وجہ سے تجدید نکاح کیا گیا اس کی نفیس تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھئے ۱۳؎ صاحب مشکوٰۃ کا مقصد ان احادیث سے یہ ہے کہ زوجین میں جب کفر و اسلام کا اختلاف ہو جائے تو بغیر کسی کے قید ہوئے نکاح فسخ نہیں ہوتا اگرچہ دونوں کے ملک علیحدہ ہو گئے ہوں کہ ایک دارالاسلام میں آ جائے اور دوسرا دارالحرب میں رہے یہ مذہب شافعی ہے احناف کا مذہب یہ ہے کہ دار و ملک مختلف ہوتے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ امام اعظم کی دلیل قرآنی آیات ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ (۶۰'۱۰) جب تمہارے

پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں (کنزالایمان) فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (۱۰،۶۰) تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال (کنزالایمان) سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنہ دارالاسلام میں پہنچی اور اس کا کافر خاوند والا نکاح فسخ ہوا لہٰذا ان احادیث کے ایسے معانی کرنے چاہئیں جو آیت قرآنیہ کے خلاف نہ ہوں وہ ہم نے بھی ابھی عرض کردیئے۔۱۱ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے مورخین فرماتے ہیں کہ جب عکرمہ کو اپنے امان کی خبر ملی تو خوشی سے اچھل پڑے اور بہت جلد حاضر بارگاہ ہو کر مسلمان ہوئے حضور ان کی آمد پر خوشی سے کھڑے ہو گئے خیال رہے کہ حضور حضرت عکرمہ ابن ابوجہل عدی ابن حاتم زید ابن ثابت جعفر ابن ابی طالب کی آمد پر خوشی میں کھڑے ہوئے ہیں (مرقات) حضرت فاطمہ کی آمد پر ہمیشہ کھڑے ہو جاتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَ مِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ اَلْاٰيَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيّ)

(۳۰۴۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نسب سے سات عورتیں حرام ہیں۱ اور سسرالی رشتہ سے سات پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۲ الآیہ (بخاری)

(۳۰۴۲)۱ وہ سات عورتیں یہ ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ۲ خیال رہے کہ نکاح کی وجہ سے چند عورتیں دائمی حرام ہو جاتی ہیں اپنی ساس، بیٹے کی بیوی، پوتے کی بیوی، دادا کی بیوی، مدخول بھابیوں کی بیٹی اور عارضی طور پر چند عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ بیوی کی بہن، اس کی پھوپھی اس کی خالہ جس آیت سے حضرت ابن عباس نے استدلال کیا ہے یعنی وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اس میں نہ تو بیوی کی خالہ اور پھوپھی کا ذکر ہے نہ سسر کی بیوی کا لہٰذا اس آیت سے استدلال کچھ کمزور ہے یا کہو کہ اکثر کا ذکر ہے نہ کہ کل کا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ اِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَ هُمَا يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ۔

(۳۰۴۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اسے اس کی بیٹی کا نکاح حلال نہیں۱ اور اگر اس سے صحبت نہیں کی تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۲ اور جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے اس عورت کی ماں سے نکاح حلال نہیں اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۳ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کی طرف سے صحیح نہیں۴ اسے ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح نے عمرو ابن شعیب سے روایت کیا اور وہ دونوں حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں۵

(۳۰۴۳)۱ ظاہر ہے کہ یہاں دخول سے مراد حقیقی صحبت ہے صرف خلوت کافی نہیں جس بیوی سے صحبت کر لی جائے اس کی بیٹی حرام ہو گی قرآن کریم فرماتا ہے: وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (۲۳،۴) اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری

گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو (کنز الایمان) ۲؎ اس طرح کہ اولاً اس بیوی کو طلاق دے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرے ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (۴-۲۳) تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں (کنز الایمان) ۳؎ اسی حکم کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے: وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ (۴-۲۳) اور عورتوں کی مائیں (کنز الایمان) کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام ہیں یہاں بیویوں میں صحبت کی قید نہیں ۴؎ یعنی اس حدیث کے الفاظ اسناداً صحیح نہیں معنیً حدیث بالکل صحیح ہیں کیوں نہ ہو کہ قرآن کریم کی تائید کر رہا ہے۔ ۵؎ یعنی محدثین کے نزدیک ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح ضعیف مانے جاتے ہیں، خیال رہے کہ بعض محدثین نے انہیں ضعیف مانا ہے اور بہت سے محدثین انہیں ضعیف نہیں مانتے لہٰذا یہ حدیث انہی کے نزدیک ضعیف ہے جو ان راویوں کو ضعیف مانتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ابن لہیعہ ضعیف نہیں دیکھئے طحاوی و مرقات۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ — صحبت کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

مباشرہ بشرہ سے بنا بمعنی ظاہری کھال اسی لئے انسان کو بشر کہتے ہیں یعنی ظاہری اور کھلی کھال والا کہ نہ اس پر بال ہیں نہ پر جو کھال ڈھانپ لیں مباشرت کے معنی ہیں کھال سے کھال ملانا اس سے مراد ہے صحبت کرنا، اس باب میں عورت سے صحبت کے احکام بیان ہوں گے۔ خیال رہے کہ اپنی بیوی سے عمر میں ایک بار صحبت کرنا فرض ہے کہ اس کے بغیر وہ دعویٰ کر سکتی ہے اور چار ماہ میں ایک بار ضروری ہے اس کے سوا بقدر طاقت، روزے میں اور بحالت حیض و نفاس صحبت حرام جمعہ کے دن قبل نماز صحبت مستحب جن حالات میں صحبت مضر و نقصان دہ ہو ان میں صحبت مکروہ اس کی تفصیل شامی وغیرہ کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِىْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۴۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں یہود کہتے تھے کہ جب مرد اپنی بیوی کے پیچھے کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے تو بچہ بھینگا ہوتا ہے ۱؎ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۰۴۴) ۱؎ عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے اس کا مرتکب فاسق و فاجر یہاں یہ مطلب ہے کہ مرد عورت کے پیچھے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر فرج میں صحبت کرے تو بچہ کی آنکھ میں خرابی ہوتی ہے کہ وہ بھینگا ہوتا ہے ۲؎ اس آیت میں نساؤکم سے مراد مطلقاً عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا اپنی لونڈیاں اور یہاں بمعنی این نہیں بلکہ بمعنی کیف ہے یعنی تعمیم مکان کیلئے نہیں بلکہ تعمیم کیفیت کیلئے ہے اسی لئے حرثکم ارشاد ہوا یعنی اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، آگے سے یا پیچھے سے بشرطیکہ فرج میں صحبت ہو کہ فرج ہی کھیتی ہے نہ کہ اور جگہ اس آیت کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں ملاحظہ کیجیے۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے کھیت میں تخم کسی طرح ڈال دو بفضلہ تعالٰی پیداوار ہوتی ہے یوں ہی اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس کسی طرح جاؤ مقدر میں جیسا بچہ

ہے ویسا ہوگا آگے پیچھے ہونے سے بچہ پر اثر نہیں پڑتا۔

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَنَا۔

(۳۰۴۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اتر رہا تھا (مسلم بخاری) مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو ہم کو منع نہ فرمایا[۱]

(۳۰۴۵)[۱] عزل کے معنی ہیں علیحدگی اصطلاح میں عزل کے معنی ہیں انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا اور باہر منی نکالنا تاکہ حمل قائم نہ ہو لونڈی میں تو بہرحال جائز ہے اور اپنی آزاد منکوحہ عورت میں بیوی کی اجازت سے جائز ہے بلا اجازت مکروہ یہی عام علماء عام صحابہ کا مذہب ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ جَارِيَةً هِيَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَيْهَا وَاَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَمَلَتْ فَقَالَ قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۴۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گار ہے[۱] اور میں اس کے پاس جاتا ہوں[۲] اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے[۳] تو فرمایا اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر مگر اس پر گزرے گا وہی جو اس کے مقدر میں ہے[۴] پھر وہ شخص کچھ ٹھہرا پھر حاضر خدمت ہو کر بولا کہ لونڈی تو حاملہ ہوگئی[۵] تب فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے پہنچے گا[۶] (مسلم)

(۳۰۴۶)[۱] جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں لونڈی کو بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے اسی لئے فرمایا کہ وہ خادمہ ہے آزاد لڑکی نہیں بلکہ لونڈی ہے۔[۲] یعنی میں اس سے صحبت کرتا ہوں جیسے مولیٰ اپنی لونڈی سے کیا کرتا ہے[۳] یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ اگر عزل نہ کروں تو شاید وہ حاملہ ہو جائے اور پھر نہ تو اس کی بیع جائز رہے نہ ہبہ وغیرہ بلکہ میری موت کے بعد آزاد ہو جائے کیونکہ جس لونڈی سے مالک کا بچہ ہو جائے وہ اُمّ ولد بن جاتی ہے کہ مولیٰ کی موت کے بعد آزاد ہوتی ہے اس کی بیع وصیت ہبہ وغیرہ جائز نہیں مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو عزل کرلیا کروں[۴] سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے یعنی عزل کرنا ممنوع تو نہیں مگر بے کار ضرور ہے کہ عزل سے تقدیر بدل نہیں جاتی جس قطرہ سے بچہ بننا ہے وہ بن کر رہے گا تمہاری تدبیر تقدیر کو نہیں بدل سکتی' اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی سے عزل جائز ہے اور اس میں خود مولیٰ مختار ہے لونڈی کی اجازت ضروری نہیں۔[۵] یعنی عزل کرنے کے باوجود وہ حاملہ ہوگئی[۶] یعنی تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی لہٰذا عزل کے باوجود حمل قائم ہوسکتا ہے اسی طرح کہ منی کا ایک قطرہ شرمگاہ میں گر جائے اسے خبر نہ ہو دیکھا گیا ہے کہ بعض اولاد والوں نے اولاد سے بچنے کیلئے فرنچ لیدر (French Lather) صحبت کے وقت استعمال کیا مگر حمل قائم ہوگیا آجکل خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے ولادت روکنے کی تدبیریں کی جارہی ہیں مگر تجربہ کہہ رہا ہے کہ ولادتیں پہلے سے بھی زیادہ ہو رہی ہیں حضور والا کے فرمان عالی اٹل ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والے کا بچہ صحیح النسب ہوگا۔ خاوند یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں نے تو عزل کیا تھا لہٰذا یہ بچہ میرا نہیں' حرامی ہے کہ عزل سے بھی حمل قائم ہو جاتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ عزل بے کاری چیز ہے مگر جائز ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو

عزل سے منع فرمایا اور نہ اس بچہ کے نسب کے انکار کی اجازت دی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ بَنِی الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْیًا مِّنْ سَبْیِ الْعَرَبِ فَاشْتَھَیْنَا النِّسَآءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَیْنَا الْعُزْبَۃُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْزِلَ وَ قُلْنَا نَعْزِلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَہٗ فَسَاَلْنَاہُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ مَا عَلَیْکُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَۃٍ کَآئِنَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا وَ ھِیَ کَآئِنَۃٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۰۴۷) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق میں گئے[۱] تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی پائے[۲] ہم کو عورتوں کی رغبت تھی اور ہم پر بغیر بیوی رہنا دشوار ہوا ہم نے عزل کو پسند کیا چنانچہ ہم نے عزل کرنے کی ٹھانی[۳] مگر ہم نے سوچا کہ کیا ہم عزل کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں ان سے دریافت کرنے سے پہلے[۴] تو ہم نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تم پر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں[۵] نہیں ہے کوئی روح جو قیامت تک آنے والی ہو مگر وہ آ کر رہے گی[۶] (مسلم بخاری)

(۳۰۴۷)[۱] بنی مصطلق قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک جماعت کا نام ہے جو خزیمہ ابن سعد ابن عمر کی اولاد سے ہے خزیمہ کا لقب مصطلق تھا کہ یہ بہت خوش آواز تھا بنی خزاعہ میں سب سے پہلے گانا اسی نے گایا یہ غزوہ ۵ ھ میں واقع ہوا اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی گئی اور آپ کی برأت میں سورہ نور کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں جس کا واقعہ مشہور ہے[۲] اس حدیث کی بنا پر شوافع کہتے ہیں کہ مشرکین عرب جہاد میں قید کیے جاسکتے ہیں اور انہیں لونڈی غلام بنایا جاسکتا ہے کیونکہ بنی مصطلق عرب ہیں اور انکی عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عرب کے کفار قیدی بنا کر لونڈی غلام نہیں بنائے جاسکتے کہ وہ لوگ محترم ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل وہ حدیث ہے۔ امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الہ الا اللہ الناس سے مراد مشرکین عرب ہیں یہ حدیث یا تو اس حدیث سے منسوخ ہے یا یہ گرفتار شدگان نسل کے عربی نہ تھے باہر کے تھے قبیلہ بنی مصطلق میں رہتے تھے۔ من العرب کا یہی مطلب ہے[۳] تاکہ لونڈیوں سے صحبت بھی کرسکیں اور حمل بھی قائم نہ ہو جس سے انکی بیع ہبہ وغیرہ ہوسکے[۴] یہ حضرات سمجھے کہ عزل حرام ہوگا کہ اس میں منی کا ضائع کرنا ہے جیسے جلق یعنی ہاتھ سے منی کا نکالنا حرام ہے کہ اس میں پانی ضائع کرنا ہے[۵] یہاں حرج سے مراد خطرہ ہے نہ کہ ممانعت شرعی یعنی عزل نہ کرنا خطرناک نہیں اور عزل کرنا مفید نہیں کیونکہ جو بچہ دنیا میں آنے والا ہے وہ آ کر رہے گا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس جملہ کے اور بہت سے معنی کیے گئے ہیں بعض نسخوں میں لا نہیں ہے ان تفعلوا ہے بعض نے فرمایا کہ لا ہے مگر زائدہ ہے معنی یہ ہیں کہ عزل کرنے میں تم پر حرج نہیں جائز ہے۔[۶] یعنی تمہارے عزل کرنے کی وجہ سے آنے والی روح آنے سے نہ رکے گی لہٰذا عزل کرنا اگرچہ حلال ہے مگر ہے بیکار۔

وَعَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ کُلِّ الْمَآءِ یَکُوْنُ الْوَلَدُ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ خَلْقَ شَیْءٍ لَّمْ یَمْنَعْہُ شَیْءٌ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۴۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ہر منی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا[۱] اور اللہ تعالٰی جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی[۲] (مسلم)

(۳۰۴۸)۱؎ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بارہا صحبت کی جاتی ہے حمل نہیں رہتا اور اس عورت سے کبھی صرف ایک ہی بار صحبت کی جائے حمل قائم ہو جاتا ہے حالانکہ مرد بھی وہی ہوتا ہے عورت بھی وہی۔۲؎ اسی شئی میں بڑی وسعت ہے یعنی عزل فرنچ لیدر French Lather مانع حمل دوائیں خاندانی منصوبہ بندی کی تدابیر وغیرہ کوئی شئے آنے والے بچے کو نہیں روکتی آج تقدیر کے سامنے سائنس بھی سرٹیک گئی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰی وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ ذٰلِكَ ضَآرًّا ضَرَّفَارِسَ وَ الرُّوْمَ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۴۹) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۱؎ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ کیوں کرتا ہے وہ بولا کہ اس کے بچے پر خوف کرتا ہوں۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ کام مضر ہوتا تو فارسیوں اور رومیوں کو نقصان دیتا۳؎ (مسلم)

(۳۰۴۹)۱؎ عزل کے معنی ہیں علیٰحدگی و دوری یہاں اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں میں اپنی بیوی سے علیٰحدہ رہتا ہوں کہ صحبت نہیں کرتا یا اس سے صحبت تو کرتا ہوں مگر پانی علیٰحدہ گراتا ہوں تاکہ وہ حاملہ نہ ہو جائے کیونکہ اس کا بچہ شیر خوار ہے حمل رہ جانے سے دودھ خراب ہو جائے گا۔۲؎ اس جملہ کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اب صحبت کرنے میں خطرہ ہے کہ حمل کو نقصان ہو یا حاملہ کو نقصان ہو جس سے حمل ضائع ہو جائے یا میرا بچہ شیر خوار ہے خطرہ ہے کہ صحبت کرنے سے وہ حاملہ ہو جائے جس سے دودھ کم بھی ہو جائے اور بھاری بھی کہ بچہ بھوکا بھی رہے اور بدہضمی بھی ہو اس کو غیلہ کہتے ہیں یعنی شیر خوارگی کے زمانہ میں عورت سے صحبت کرنا۔۳؎ یعنی فارسی و رومی لوگ بحالت حمل اپنی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور عورتیں حاملہ ہو جانے پر بھی بچہ کو دودھ پلاتی رہتی ہیں بچہ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا لہذا تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ غیلہ بچہ کو مضر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تجربہ معتبر ہے اور تجربہ پر احکام جاری ہو جاتے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فارسی و رومی لوگ حاملہ بیویوں سے صحبت کرتے ہیں ان کے حمل کو نقصان نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قوموں کے اندرونی حالات سے بھی خبردار ہیں۔ علماء کو چاہیئے کہ زمانہ واہل زمانہ کے حالات سے باخبر رہیں۔

وَعَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اُنَاسٍ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰی عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِی الرُّوْمِ وَ فَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِیُّ وَ هِیَ وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۵۰) روایت ہے حضرت جدامہ بنت وہب سے۱؎ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں کے ساتھ آئی۲؎ حضور فرمارہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ سے منع کردوں۳؎ مگر میں نے فارسیوں اور رومیوں میں غور کیا تو وہ لوگ اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو یہ عمل کچھ بھی نقصان نہیں دیتا۴؎ پھر لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۵؎ اور یہ زندہ درگور کرنا اس آیت میں ہے کہ جب زندہ دابی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۶؎ (مسلم)

(۳۰۵۰)۱؎ آپ جدامہ بنت وہب اسدیہ ہیں حضرت عائشہ کی بھانجی مکہ معظمہ میں ایمان لائیں پھر اپنی جماعت کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئیں (اکمال،اشعہ،مرقات)۲؎ یعنی اپنے کنبہ کے لوگوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۳؎ غ کے کسرہ سے بھی ہے اور فتح سے بھی جو عورت دودھ پلا رہی ہو یا حاملہ ہو اس سے صحبت کرنے کو غیل کہتے ہیں مشہور ہے کہ ان دونوں زمانوں میں صحبت مضر ہوتی ہے مگر یہ غلط ہے جیسا کہ تجربہ شاہد ہے۴؎ یعنی اطبا بھی کہتے ہیں اور عرب میں مشہور بھی ہے، کہ غیل نقصان دہ ہے اسی لئے حضور انور نے چاہا کہ اس کو شرعاً ممنوع قرار دیں کیونکہ چیز شرعاً بھی منع ہے زہر کھانا حرام ہے کہ یہ خودکشی ہے مگر فارس و روم کا عمل معلوم فرما کر پتا لگا لیا کہ یہ خیال غلط ہے غیل کچھ مضر نہیں اس لئے اسے منع نہ فرمایا معلوم ہوا کہ حضور مالک احکام ہیں۵؎ جیسے پیدا شدہ بچی کو زندہ دفن کر دینا ظاہری داد ہے اور عزل کر کے نطفہ سے بچہ نہ بننے دینا اپنا نطفہ ضائع کر دینا چھپا ہوا داد، بعض علماء عزل کو منع فرماتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر حق یہ ہے کہ عزل جائز ہے یہ حدیث منسوخ ہے۔(مرقات)۶؎ آیت کا مضمون یہ ہے کہ قیامت میں زندہ گاڑی ہوئی بچی سے سوال ہوگا کہ تجھے تیرے ماں باپ نے کس قصور میں زندہ گاڑا تھا وہ عرض کرے گی کہ بلاقصور تب ان ماں باپوں کو سخت سزا دی جائے گی سرکار کا مقصد یہ ہے کہ یہی سوال عزل کرنے والے سے بھی ہوسکتا ہے کہ یہ عمل بھی داد دینے یعنی زندہ درگور کردینے کے مشابہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةَ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰى امْرَاَتِهٖ وَ تُفْضِیْ اِلَیْهِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۵۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑی امانت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن ایک اور روایت میں یوں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا وہ شخص ہوگا۱؎ جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس کے پاس آئے اور پھر اس کا راز ظاہر کرے۲؎ (مسلم)

(۳۰۵۱)۱؎ اگر یہ الرجل من اشر الناس کی خبر ہو تب تو مطلب واضح ہے کہ قیامت کے دن بدترین شخص یہ ہوگا اور اگر ان اعظم الامانة کی خبر ہو تو الرجل سے پہلے خیانة پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے بہرحال دونوں معنی درست ہیں مقصد یہ ہے کہ خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے بلکہ مال میں خیانت سے بدتر رازداری میں خیانت ہے۲؎ یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو اس وقت کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آزاد نوجوانوں کا دستور ہے کہ شب اوّل کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں یہاں مرقات نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی کی اپنی بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے؟ وہ بولا کہ تم میرے اندرونی معاملات پوچھنے والے کون ہو؟ آخر اسے طلاق دے دی اس سائل نے کہا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہ رہی اب بتاؤ اس میں کیا خرابی تھی وہ بولا وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے یہ ہے پردہ پوشی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَلْاٰیَةَ اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحِیْضَةَ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۰۵۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیت نساؤکم حرث لکم وحی کی گئی[1] لہٰذا تم اپنی کھیتیوں میں آ ؤ آگے سے آ ؤ اور پیچھے سے مگر دبر اور حیض سے بچو[2] (ترمذی)

(۳۰۵۲)[1] یعنی یہود کی تردید میں یہ آیت کریمہ اتری وہ کہتے تھے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کے پاس پیچھے سے فرج میں صحبت کرے تو بچہ بھینگا ہوتا ہے اس آیت میں ان کا رد کیا گیا[2] یہ اس آیت کی تفسیر ہے یعنی خاوند کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی سے آگے سے صحبت کرے یا پیچھے سے مگر شرط یہی ہے کہ ہو فرج میں اسی لیے ربّ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی کھیتی کے پاس آ ؤ اور ظاہر ہے کہ کھیتی فرج ہے نہ کہ دبر نیز فرج میں بھی بحالت حیض صحبت حرام ہے کیونکہ اس حالت میں فرج بھی دبر کی طرح نجاست کی جگہ ہوتی ہے اور صحبت مضر حق یہ ہے کہ جو شخص حیض میں صحبت حلال جانے وہ کافر ہے کہ نص قرآنی کا منکر ہے۔

وَعَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِ مِنَ الْحَقِّ لَا تَاْتُوا النِّسَآءَ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَة وَ الدَّارِمِیُّ)

(۳۰۵۳) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے[1] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی حق سے شرم نہیں فرماتا[2] عورتوں کے پاس ان کی دبروں میں نہ جاؤ[3] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۳۰۵۳)[1] آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے انصاری اوسی ہیں لقب ذوالشہادتین ہے بدر وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے فتح مکہ کے دن انصار اوس کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب عمار بن یاسر شہید ہوئے تو تلوار سونت لی جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ (اکمال مرقات، اشعہ)[2] مرقات نے فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ ہم حق بات فرمانے سے شرم نہیں کرتے ہر مسئلہ ظاہر فرما دیتے ہیں مگر چونکہ آپ کا فرمان درپردہ حق تعالٰی کا ارشاد ہے اسی لئے اس کو ربّ تعالٰی کی طرف نسبت فرمایا اس میں علماء کو تاکید ہے کہ شرم کی وجہ سے شرعی مسائل بیان کرنے میں کوتاہی نہ کریں[3] نساء سے مراد مطلقاً عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا لونڈیاں خیال رہے کہ اجنبی عورت سے دبر میں صحبت زنا کے حکم میں ہے جس کی سزا زنا کی طرح ہے، اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے دبر میں صحبت کرنا حرام تو ہے مگر اس پر زنا کی سزا نہیں بلکہ تعزیر ہے لڑکے سے دبر میں صحبت سخت حرام ہے فاعل قتل کیا جائے مفعول اگر دیوانہ ہو یا بہت چھوٹا بچہ ہو یا مجبور کیا گیا ہو تو اس پر سزا نہیں ورنہ وہ بھی سزا کا مستحق ہے۔ دیکھئے کتب فقہ و مرقات یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو دبر میں صحبت کی حرمت کا انکار کرے وہ کافر نہیں کیونکہ اس کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے ثابت نہیں مگر فقیر احمد یار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ کافر ہے اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے اس کی قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی امْرَاَتَہٗ فِیْ

(۳۰۵۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو اپنی بیوی کے

دُبُرِهَا ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ)

پاس اس کی دبر میں جائے۱؎ (احمد،ابوداؤد)

(۳۰۵۴)۱؎ یعنی جب اپنی بیوی یا لونڈی سے دبر میں صحبت کرنے والا لعنتی ہے تو اجنبی عورت سے یہ حرکت کرنے والا کیسا مردود لعنتی جہنمی ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ يَاْتِيِ امْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۰۵۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جوشخص اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے تو اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا۱؎ (شرح سنہ)

(۳۰۵۵)۱؎ یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالٰی کل قیامت میں نظر رحمت سے نہ دیکھے گا یعنی یہ شخص انتہائی بدبخت ہے کہ قیامت میں رحمت الٰہی سے محروم ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ کفار کیلئے بطور اظہار غضب ارشاد ہوا ہے: لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۳،۷۷) نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان) جو رب تعالٰی کی رحمت سے محروم رہا وہ جہنمی ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِي الدُّبُرِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۰۵۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اسے نظر رحمت نہ دیکھے گا جو لڑکے کے پاس یا عورت کے پاس دبر میں جائے۱؎ (ترمذی)

(۳۰۵۶)۱؎ یہ فرمان یا خبر ہے یا بددعا یعنی جو لڑکے کے یا کسی عورت سے اپنی ہو یا غیر دبر میں صحبت کرے اللہ تعالٰی اسے قیامت میں نظر رحمت سے نہ دیکھے یا نہ دیکھے گا اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کی بھی قید نہ ہو دنیا و آخرت میں ایسے لوگ رب تعالٰی کی رحمت سے محروم ہوں کہ انہیں نہ دنیا میں توفیق خیر ہے نہ آخرت میں قبولیت خیال رہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں ان سے حرمت قطعیہ ثابت نہیں ہوسکتی اسی لئے فقہاء اور علماء اصول نے اس فعل کی قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت کی ہے۔انہوں نے وطی بحالت حیض پر قیاس فرمایا۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهٗ عَنْ فَرَسِهٖ ۔(اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۰۵۷) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے۱؎ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنی اولاد کو خفیہ طور پر نہ قتل کرو کیونکہ غیل سوار کو پہنچتا ہے تو اسے گھوڑے سے گرادیتا ہے۲؎ (ابوداؤد)

(۳۰۵۷)۱؎ اسماء بنت ابوبکر صدیق اور ہیں اسماء بنت عمیس اور اسماء بنت یزید اور یہ تینوں اسماء صحابیہ ہیں اسماء بنت یزید انصاریہ ہیں بڑی ہی عاقلہ اور بہادر بی بی تھیں آپ نے ہی جنگ یرموک میں خیمہ کے نیچے سے نو کافر قتل کئے۲؎ غیل کے معنی پہلے عرض کئے گئے کہ شیر پلانے والی عورت سے صحبت کرنا جس سے وہ حاملہ ہوجائے عورت کا دودھ بھاری اور گرم ہوجاتا ہے جو بچے کو نقصان دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ حاملہ عورت کے دودھ کا نقصان جوانوں میں اثر کرتا ہے کہ سوار کو سواری سے گرا کر ہلاک کردیتا ہے پچھلی احادیث میں اس سے انکار تھا بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی حدیث جذامہ بیان جواز کیلئے تھی یہ حدیث اسماء بیان کراہت کیلئے ہے یعنی بحالت شیر صحبت کرنا جائز

ہے بہتر نہیں یوں ہی حاملہ عورت کا دودھ بچہ کو پلانا جائز ہے بہتر نہیں بعض نے فرمایا کہ گزشتہ حدیث تاثیر حقیقی کے انکار کیلئے تھی یہ حدیث تاثیر مجازی کے ثبوت کیلئے ہے بعض علماء نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے پچھلی ناسخ تھی بہرحال یہ عمل جائز ہے ممنوع نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا ۔(ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۵۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آزاد عورت سے اس کی بغیر اجازت عزل کیا جائے[۱] (ابن ماجہ)

(۳۰۵۸)[۱] یعنی لونڈی سے بغیر اس کی اجازت بھی عزل کرنا جائز ہے اور حرہ بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کر سکتے ہیں کیونکہ صحبت حرہ بیوی کا حق ہے اور انزال صحبت کا تتمہ ہے جس سے عورت کی تسلی ہوتی ہے۔

بَابٌ
باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِيْ بَرِيْرَةَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَّمْ يُخَيِّرْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۵۹) روایت ہے حضرت عروہ سے[۱] وہ جناب عائشہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت بریرہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں خرید لو[۲] پھر آزاد کر دو اور ان کا خاوند غلام تھا[۳] اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا انہوں نے اپنے کو اختیار کر لیا اور اگر وہ آزاد ہوتے تو بریرہ کو اختیار نہ دیتے[۴] (مسلم بخاری)

(۳۰۵۹)[۱] عروہ ابن زبیر حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے صاحبزادے ہیں تابعین میں سے ہیں مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں ۲۲ھ میں پیدائش ہے[۲] حضرت بریرہ کے حالات کتاب البیوع میں گزر چکے کہ آپ پہلے ایک یہودی کی لونڈی تھیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ نے خرید کر لیا ان سے بہت سے احکام شرعیہ وابستہ ہیں[۳] ان کا نام مغیث تھا یہ اولاً غلام تھے پھر آزاد کر دیئے گئے تھے' بریرہ کی آزادی کے وقت یہ آزاد تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے ان کی حریت کی روایات میں بریرہ کے عتق کے وقت تک کا حال مذکور ہے عبدیت کی روایت میں پچھلا حال مذکور لہٰذا نہ تو احادیث میں تعارض ہے نہ حدیث امام اعظم کے خلاف' اسلام میں غلام تو آزاد ہو سکتا ہے مگر آزاد مسلمان غلام نہیں بن سکتا۔ خیال رہے کہ اگر لونڈی آزاد ہو تو اسے بہرحال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام' شوافع کے ہاں اگر غلام ہو تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا ورنہ نہیں اگر دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو خیار نہیں اور اگر خاوند آزاد ہو تو بھی اسے خیار عتق نہیں[۴] یہ حضرت عروہ کا قول ہے نہ کہ عائشہ صدیقہ کا اور قول بھی ان کے

اپنے اجتہاد سے ہے لہٰذا امام ابوحنیفہ کو مضر نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا اَسْوَدَ يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِىْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِىْ وَ دُمُوْعُهٗ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَ مِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهٖ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِىْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِىْ فِيْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۳۰۶۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند حبشی تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ بریرہ کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا ہے[۱] اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہ رہے ہیں[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عباس سے فرمایا اے عباس کیا تم تعجب نہیں کرتے مغیث کی محبت سے جو بریرہ سے ہے اور بریرہ کی نفرت سے مغیث سے[۳] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر تھا تم اس کی طرف رجوع کر جاتیں[۴] وہ بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے یہ حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں بولیں مجھے اس کی حاجت نہیں[۵] (بخاری)

(۳۰۶۰) [۱] یعنی بریرہ کی خوشامد کرتا تھا اس کے پیچھے پیچھے زاری کرتا پھرتا تھا کہ تو نکاح فسخ نہ کر مجھے نہ چھوڑ[۲] یعنی وہ نقشہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے مجھے بھولتا نہیں مغیث کا بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھرنا اور آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہونا[۳] معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ۹ھ یا دس میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والد عباس کے ساتھ مکہ معظمہ سے آ کر مدینہ منورہ میں بسے اور جناب عباس غزوہ طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے اور اس موقع پر حضور نے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیا کرتی تھیں اور آپکے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے(مرقات)[۴] یعنی تمہارے لئے ثواب اور دین و دنیا کی بہتری اسی میں ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اور اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو[۵] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی شفاعت اُمتی سے کر سکتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے تیسرے، یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوْكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ فَسَالَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَبْدَاَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْاَةِ۔

(اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَآئِىُّ)

(۳۰۶۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہوں نے اپنے دو زوجین مملوکوں کو آزاد کرنا چاہا[۱] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور نے انہیں حکم دیا کہ عورت سے پہلے مرد سے ابتدا کریں[۲]

(ابوداؤد،نسائی)

(۳۰۶۱) [۱] زوج مجرور ہے اس کا تعلق مملوکین سے ہے یعنی عائشہ صدیقہ کے پاس ایسے دو کنیز و غلام تھے جن میں زوجیت کا تعلق تھا کہ عورت بیوی تھی مرد [illegible] کا خاوند،بعض نسخوں میں [illegible] مملوکین کی صفت،بعض نسخوں میں عبارت یوں ہے مملوکۃ لھا زوج

مطلب ایک ہی ہے[۲] یعنی اے عائشہ نہ تو دونوں خاوند و بیوی کو ایک ساتھ آزاد کرو نہ عورت کو پہلے مرد کو پیچھے بلکہ پہلے مرد کو آزاد کرو پھر عورت کو کیونکہ مرد عورت سے افضل ہے لہذا مرد کا آزاد کرنا بھی عورت کے آزاد کرنے سے افضل ہوا اور افضل کام پہلے کرنا بہتر ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں نہ امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ان کے ہاں اگر زوجین ایک ساتھ ہی آزاد ہوں تو لونڈی کو حق فسخ نہیں ملتا پھر مرد کو پہلے آزاد کرنے کا کیا مطلب۔

وَ عَنْهَا اَنَّ بَرِيْرَةَ عَتَقَتْ وَ هِيَ عِنْدَ مُغِيْثٍ فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ لَهَا اِنْ قَرِبَكِ فَلَاخِيَارَ لَكِ. (اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۰۶۲) روایت ہے ان ہی سے کہ بریرہ آزاد ہوئیں حالانکہ وہ مغیث کے پاس تھیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا اور فرمایا کہ اگر وہ تمہارے قریب آ گیا تو تمہیں اختیار نہیں[۱] (ابوداؤد)

(۳۰۶۲)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ اگر لونڈی آزاد ہونے کے بعد اپنے خاوند سے صحبت کرائے تو اس کا خیار عتق جاتا رہتا ہے اب وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتی کیونکہ یہ صحبت علامت رضا ہے۔فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی کا نکاح اس کا مولیٰ کردے تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا اور اگر لونڈی بغیر مولیٰ سے پوچھے خود ہی اپنا نکاح کسی سے کرلے تو وہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا لیکن ابھی مولیٰ سے پوچھا نہ گیا تھا کہ لونڈی آزاد ہوگئی تو اسے خیار فسخ نہ ہوگا نکاح لازم ہوگا اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔**تکملہ** خیال رہے کہ امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک لونڈی کو آزاد ہونے پر بہر حال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اور آزاد عورت کی طلاقیں تین طلاق کی زیادتی عورت کی آزادی پر موقوف ہے چونکہ لونڈی آزاد ہوکر زیادتی طلاق کی مستحق ہے لہذا اسے اختیار ہے کہ خاوند کو اس زیادتی کا مالک ہونے دے یا نہ ہونے دے نکاح رکھے یا فسخ کردے امام شافعی و مالک و احمد کے ہاں اگر خاوند غلام ہے تو عورت کو حق فسخ ہے اگر آزاد ہے تو انہیں فریقین کی دلیل حضرت بریرہ کا واقعہ ہے ہمارے ہاں یہ ثابت ہے کہ بریرہ کی آزادی پر مغیث آزاد تھا اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مغیث کے متعلق تین راویوں کی روایات ہیں اسود عروہ ابن زبیر ابن قاسم اسود کی روایت ہے کہ وہ آزاد تھے عروہ ابن زبیر کی روایتوں میں اختلاف ہے۔ایک روایت میں ہے کہ غلام تھے دوسری میں ہے کہ آزاد تھے اور دونوں روایتیں صحیح ہیں۔عبدالرحمان ابن قاسم سے دو روایتیں ہیں صحیح ایک ہی ہے کہ وہ آزاد تھے دوسری میں شک ہے اس تعارض روایات کی وجہ سے اسود کی روایت قبول ہے ان کا آزاد ہونا متحقق ہے۔(مرقات)

بَابُ الصَّدَاقِ — مہر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

صداق صاد کے فتح سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی صدق سے بنا بمعنی سچائی معلوم کرنے کا ذریعہ مہر کو صدق اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے مرد کی سچائی محبت معلوم ہوتی ہے ہمارے ہاں مہر کم از کم ایک دینار یعنی دس درہم (پونے تین روپے ہے) امام مالک کے ہاں چہارم دینار یعنی ڈھائی درہم امام شافعی کے نزدیک جو چیز بیع میں قیمت ہوسکتی ہے وہ نکاح میں مہر بھی ہوسکتی ہے یعنی ایک پیسہ بھی مہر

ہوسکتا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ وَهَبْتُ نَفْسِىْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلاً فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّكَ فِيْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَىْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِىْ اِلَّا اِزَارِىْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَ لَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَىْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَ سُوْرَةُ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ فِىْ رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۶۳) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد[۱] سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی[۲] بولی یا رسول اللہ میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی[۳] پھر بہت دیر کھڑی رہی[۴] تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو[۵] تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے[۶] بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو[۷] اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا[۸] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے[۹] بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے[۱۰] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہٰذا اسے قرآن سکھاؤ[۱۱] (مسلم بخاری)

(۳۰۶۳)[۱] آپ کا نام حزن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا' آپ کی کنیت ابوالعباس ہے انصاری ہیں ساعدی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۹۱ھ میں آپ کی وفات ہے مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ہی رہ گئے تھے (اکمال) [۲] یہ بی بی صاحبہ یا تو میمونہ بنت حارث تھیں یا زینب بنت خزیمہ یا اُمّ شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم تھیں واللہ اعلم (مرقات) [۳] یعنی مجھے بغیر مہر اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (۵۰'۳۳) اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۵۰'۳۳) یہ خاص تمہارے لئے ہے اُمت کے لئے نہیں (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا لفظ ہبہ سے نکاح درست ہے کہ یہ کلمہ ان بی بی صاحبہ کی طرف سے نکاح کا ایجاب تھا نکاح کا تکملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول پر موقوف تھا[۴] مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ اس سے نکاح کرنا منظور نہ تھا اور انکار فرمایا نہیں تا کہ ان بی بی کو شرمندگی نہ ہو[۵] یا اس طرح مجھ سے نکاح فرمادیں کہ اسے اس نکاح پر راضی کر دیں یا حضور سلطان المسلمین ہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور کو دوسرے سے نکاح کر دینے کا وکیل نہ بنایا تھا[۶] یہاں مہر سے مراد مہر معجّل ہے جو نکاح کے وقت دیا جاتا ہے جسے آج کل چڑھاوا کہا جاتا ہے ورنہ فی الحال مطالبہ نہ ہوتا کیونکہ مہر کا مطالبہ خاص نکاح کے وقت نہیں ہوتا[۷] لوہے کی انگوٹھی سے مراد معمولی حقیر چیز ہے نہ کہ خالص لوہے کی انگوٹھی کیونکہ لوہے کی انگوٹھی مرد و عورت دونوں کیلئے حرام ہے لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں [illegible] حضرت صحابہ کرام کی مالی حالت کہ سارے

گھر میں صرف اللہ رسول کا نام ہے۔سامان کچھ بھی نہیں برتن بھانڈا بھی نہیں اس حالت میں انہوں نے دنیا میں اسلام پھیلایا۹ یعنی کیا تجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید کیلئے ہے ورنہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کی کچھ آیات و سورتیں ضرور یاد ہوتی ہیں کہ نماز میں تلاوت قرآن فرض ہے اور مسلمان ہر موقع پر بسم اللہ اعوذ' سبحان اللہ' لاحول وغیرہ پڑھا ہی کرتے ہیں ۱۰ جمہور علماء کے نزدیک **بما معك** میں ب سببیہ ہے نہ کہ عوض یا مقابلہ کی چونکہ تجھے قرآن مجید کی سورتیں یاد ہیں اس لئے میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا کیونکہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔بعض لوگوں نے کہا کہ تعلیم قرآن یا دیگر خدمات کو مہر نکاح بنا سکتے ہیں اور یہ ب عوض کی ہے وہ اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ ان آیات قرآنیہ کی تعلیم کے عوض میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ دس سال خدمت کے عوض کیا کہ فرمایا: قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (۲۸،۲۷) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔(کنزالایمان) مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے: اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ (۴،۲۴) کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ نکاح مال کے عوض ہونا چاہئے اور قرآن کریم کی تعلیم مال نہیں شریعت شعیب علیہ السلام کے احکام دوسرے تھے بلکہ حق یہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے دس سال کی خدمت کو شرط نکاح قرار دیا تھا نہ کہ مہر نکاح اسی لئے علیٰ فرمایا ب نہ فرمایا نیز فرمایا: عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ میری خدمت کرو اور مہر عورت کی ملک ہوتا ہے نہ کہ سسر کی اور موسیٰ علیہ السلام کو اتنے دن اپنی خدمت میں رکھنا کلیم اللٰہی کے لائق بنانا تھا کیونکہ آپ فرعون کے پاس اب تک رہے کسی شیخ کی صحبت کی ضرورت تھی۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

۱۱ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں مگر یہ غلط ہے یہ حدیث اس کی تائید نہیں کرتی کیونکہ کسی امام کے نزدیک قرآن مہر نہیں بن سکتا سب کے ہاں مہر مال ہونا چاہئے ہاں مال کی ادنیٰ مقدار میں اختلاف ہے اور یہاں قرآن پر نکاح کیا گیا معلوم ہوا کہ مہر نکاح کا یہاں ذکر نہیں امام اعظم کے ہاں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم کیونکہ دارقطنی نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت کا نکاح ولی کریں' کفو میں کریں' دس درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور دس درہم سے کم مہر نہیں۔دارقطنی و بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ دس درہم سے کم مہر نہیں لہذا دس درہم سے کم کی روایات میں چڑھاوا مراد ہے۔(مرقات واشعہ وغیرہ)

وَعَنۡ اَبِیۡ سَلَمَۃَ قَالَ سَاَلۡتُ عَآئِشَۃَ کَمۡ کَانَ صَدَاقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَتۡ کَانَ صَدَاقُهٗ لِاَزۡوَاجِهٖ ثِنۡتَیۡ عَشۡرَةَ اُوۡقِیَّةً وَ نُشٌّ قَالَتۡ اَتَدۡرِیۡ مَا النُّشُّ قُلۡتُ لَا قَالَتۡ نِصۡفُ اُوۡقِیَّةٍ فَتِلۡكَ خَمۡسُ مِائَةِ دِرۡهَمٍ (رَوَاهُ مُسۡلِمٌ) وَ نُشٌّ بِالرَّفۡعِ فِیۡ شَرۡحِ السُّنَّةِ وَفِیۡ جَمِیۡعِ الۡاُصُوۡلِ

(۳۰۶۴) روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے فرماتے ہیں میں نے جناب عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا ۱ فرمایا آپ کا مہر اپنی بیویوں کے متعلق بارہ اوقیہ اور نش تھا ۲ بولیں کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا آدھا اوقیہ تو یہ پانچ سو درہم ہوئے (مسلم) اور نش پیش سے ہے شرح سنہ اور تمام کتب اصول میں ۳

(۳۰۶۴) ۱ یہ سوال عام ازواج پاک کے مہر کے متعلق تھا ورنہ بی بی اُمّ حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا جو نجاشی شاہ حبشہ نے ادا کیا تھا

۲؎ یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ مہر تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کل پانچ سو درہم یعنی تقریباً ایک سو پینسٹھ روپے ہوئے درہم ساڑھے چار آنہ کا ہوتا ہے ۳؎ نش ن کے پیش اور شین کے پیش سے بمعنی نصف روٹی اور ہر نصف کو نش کہتے ہیں۔مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں نشا فتح سے ہے مگر پیش کی روایت شرح وغیرہ کتب کے موافق ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَآءِ فَاِنَّهَا لَوْ کَانَتْ مَکْرُمَةً فِی الدُّنْیَا وَ تَقْوٰی عِنْدَ اللّٰهِ لَکَانَ اَوْلَاکُمْ بِهَا نَبِیُّ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَکَحَ شَیْئًا مِّنْ نِّسَآئِهٖ وَلَا اَنْکَحَ شَیْئًا مِّنْ بَنَاتِهٖ عَلٰی اَکْثَرَ مِنِ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ اُوْقِیَّةً .(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۰۶۵) روایت ہے حضرت عمر بن خطاب سے فرمایا خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو ۱؎ کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیز گاری ہوتا تو اس کے زیادہ مستحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ۲؎ مجھے نہیں خبر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر ۳؎ (احمد،ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ،دارمی)

(۳۰۶۵) ۱؎ اس میں روئے سخن ان لوگوں سے ہے جو زیادتی مہر کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے جیسے آج بھی یو پی،سی پی میں عموماً مسلمان زیادتی مہر پر فخر کرتے ہیں لاکھ سوا لاکھ کا مہر ہوتا ہے حالانکہ دولہا کی حیثیت دو ہزار کی بھی نہیں ہوتی سوچتے ہیں کہ مہر فقط ایک رسم ہے دیتا کون ہے ۲؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بڑی عزتوں کے مالک ہیں اور اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان کی شان کا کوئی ہے ہی نہیں رب تعالٰی نے ہر عزت حضور پر ختم فرما دی اگر زیادتی مہر بھی عزت ہوتی تو رب تعالٰی یہ بھی اپنے محبوب کو عطا فرماتا ۳؎ اس فرمان میں کسر کا شمار نہیں فرمایا ورنہ حضور انور کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا لہذا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔خیال رہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا مہر چار ہزار درہم تھا مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی شاہ حبشہ کا مقرر کردہ تھا یہ بھی خیال رہے کہ رب تعالٰی کا فرمان:"وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا" بیان جواز کیلئے ہے اور جناب عمر کا فرمان عالی بیان استحباب کیلئے لہذا یہ فرمان قرآن کریم کے خلاف نہیں یا یہاں زیادہ مہر مقرر نہ کرنے کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں زیادہ مہر جو ادا کردیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہذا دونوں میں تعارض نہیں جناب فاطمہ زہرا کا مہر چار سو مثقال چاندی یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا یہ جو مشہور ہے کہ آپ کا مہر انیس مثقال سونا تھا اس سے مراد مہر معجل ہے کیونکہ جناب علی مرتضی نے اپنی زرہ آپ کو دی جو انیس مثقال سونے کی تھی(مرقات)لطیفہ:یہاں مرقات نے ایک عجیب لطیفہ بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر نے حکم دیا کہ کوئی شخص چالیس اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہ کرے اگر کرے گا تو زیادتی بیت المال میں داخل کردی جائے گی اس پر ایک عورت نے عرض کیا رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا"(۴:۲۰)اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو(کنزالایمان)تم زیادتی بیت المال میں کیسے داخل کرو گے تو حضرت عمر نے فرمایا آج ایک عورت سچ کہہ رہی ہے اور مرد غلطی پر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰی فِیْ صَدَاقِ امْرَاَتِهٖ مِلْاَ کَفَّیْهِ سَوِیْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ (اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۰۶۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوہارے دے دے اس نے اسے حلال کرلیا ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۰۶۶)۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مہر کی کم مقدار بھی مقرر نہیں جو چاہے مقرر کردے کیونکہ ایک لپ ستو یا چھوہارے عرب میں ایک درہم کے بھی نہیں ہوتے ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسناداً صحیح نہیں اگر صحیح ہو بھی تو اس سے مہر معجّل یعنی نکاح کے وقت کا چڑھاوا مراد ہے اسی لئے یہاں اعطٰی فرمایا گیا ورنہ مہر فوراً ادا کرنا لازم نہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت کوئی معمولی سی چیز بھی عورت کو ہدیۃً دے دے تو عرف و رسم عرب کے لحاظ سے بھی اس نے اپنے پر عورت کو حلال کردیا حلال سے مراد رکاوٹ دور ہونا ہے نہ کہ شرعی حلال کیونکہ بغیر کچھ دیئے بھی عورت صرف نکاح سے حلال ہو جاتی ہے۔ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ایک منکوحہ عورت کو اس کے خاوند کے پاس رخصت کرکے بھیج دوں اگرچہ خاوند کچھ نہ دے(مرقات) حضرت ابن عباس،ابن عمر،امام زہری فرماتے ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ عورت کو بغیر کچھ دیئے زفاف نہ کرے ان کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔یہ حدیث چند وجوہ سے ضعیف ہے اس کی اسناد میں مبشر ابن عبید اور حجاج ابن ارطات ہیں یہ دونوں محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں نیز اس میں اسحاق ابن جبیر بھی ہیں جو مجہول ہیں۔مسلم ابن رومان بھی ہیں جن کے حالات سے محدثین بے خبر ہیں(از مرقات)

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ بَنِیْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِكِ وَ مَالِكِ بِنَعْلَیْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۰۶۷) روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے۱؎ کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں پر نکاح کیا۲؎ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دو جوتوں کے عوض اپنے نفس و مال سے راضی ہوگئیں۳؎ وہ بولیں ہاں تو حضور نے نکاح جائز قرار دیا۴؎(ترمذی)۵؎

(۳۰۶۷)۱؎ آپ قدیم الاسلام صاحب ہیں صحابہ ہجرتین ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے(اشعہ)۲؎ اس طرح کہ خاوند نے نکاح کے وقت اسے صرف جوتوں کا جوڑا دیا۳؎ یعنی اس چڑھاوے پر تم خوش ہو یا کچھ اور بھی چاہتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورت سے اجازت نکاح لیتے وقت خاوند کے نام کے ساتھ مہر بلکہ چڑھاوے کا بھی ذکر کردینا بہتر ہے مال سے مراد یا تو جہیز کا مال ہے یا عورت کا مملوکہ مال کیونکہ اپنی جان مال جہیز سب کچھ لے کر خاوند کے پاس جاتی ہے عورت کا مال مرد کا ہی ہوتا ہے اسلیئے خاوند اپنی زکوۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا۴؎ بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ اگر عورت اپنا مہر بالکل معاف کردے یا مہر مثل سے بھی کم کر دے تو اسے حق ہے وہ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ صرف جوتوں پر راضی ہوگئی ۵؎ امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا مگر صحیح نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں عاصم ابن عبید ہیں ابن معین،ابن جوزی نے انہیں ضعیف کہا ابن حبان نے فرمایا کہ عاصم کثیر الخطاء ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو بھی جوتے مہر معجّل یعنی نکاح کا چڑھاوا تھے اور ہوسکتا ہے کہ یہ جوتے دس درہم قیمت کے ہوں۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَّجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَّلَمْ یَفْرِضْ لَهَا شَیْئًا وَّ لَمْ یَدْخُلْ بِهَا حَتّٰی مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَآئِهَا لَا وَکْسَ وَ لَا شَطَطَ وَ عَلَیْهَا الْعِدَّةُ وَ لَهَا

(۳۰۶۸) روایت ہے حضرت علقمہ سے وہ حضرت ابن مسعود سے راوی۱؎ کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے لیے کچھ مقرر نہ کیا اور نہ اس سے صحبت کی حتی کہ مرگیا۲؎ تو جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ

الْمِیْرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانِ الْاَشْجَعِیُّ فَقَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَاَۃٍ مِنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَیْتَ فَفَرِحَ بِھَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ وَ الدَّارِمِیُّ)

اس عورت کے لیے اپنی جیسی عورتوں کا مہر ہے جس میں نہ کمی ہو نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی ہے اور اس کے لیے میراث بھی[۳] تو معقل ابن سنان اشجعی اٹھے[۴] فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی ایک عورت بروع بنت واشق کے متعلق ایسا ہی فیصلہ فرمایا[۵] جیسا آپ نے فیصلہ کیا تب ابن مسعود اس سے بہت خوش ہوئے[۶] (ترمذی' ابوداؤ' نسائی' دارمی)[۷]

(۳۰۶۸)[۱] غالبًا علقمہ ابن ابی علقمہ ہیں' علقمہ کا نام بلال ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں مشہور تابعی ہیں واللہ اعلم' علقمہ ابن ابی وقاص نہیں وہ تو صحابی ہیں[۲] صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی ایک عورت سے بغیر مہر نکاح کیا یا تو مہر کا ذکر ہی نہیں کیا یا مہر کی نفی کردی کہ مہر کچھ نہ دوں گا یا ایسی چیز مہر مقرر کی جو مہر بننے کے قابل نہیں مثلًا ہوا یا پانی کے گلاس پر نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ سے پہلے مرگیا تو اس کی عورت کو مہر ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کیا؟[۳] خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اس عورت کو پورا مہر مثل ملے گا عدت وفات واجب ہوگی یعنی چار ماہ دس دن اور چوتھائی متروکہ مال میراث میں ملے گا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فتویٰ تو دیا مگر دل میں خیال کرتا تھا کہ نہ معلوم صحیح ہے یا غلط کیونکہ آپ نے اس کے متعلق حدیث نہیں سنی تھی قرآن کریم سے یہ حکم مستنبط کیا تھا کہ کیا یہ استنباط صحیح ہے یا نہیں (مرقات مع زیادت)[۴] آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن غزوہ میں شریک تھے قوم اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تا زیزید ابن معاویہ کے زمانہ میں جنگ حرہ کے دن اپنے بیٹے کے ساتھ شہید ہوئے (اشعہ)[۵] یعنی یہی صورت مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہی حکم دیا تھا آپ کا اجتہاد حدیث کے موافق ہے خیال رہے کہ یہ حکم وفات کی صورت میں ہے اگر ایسی عورت کو خلوت سے پہلے طلاق ہوجائے تو نہ اس پر عدت ہے نہ مہر بلکہ کپڑوں کا ایک جوڑا ملے گا طلاق کی عدت خلوت سے واجب ہوتی ہے اور مثل کبھی بھی آدھا ہوکر نہیں ملتا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ان کا مذہب بعینہ وہی ہے بعض اماموں کے ہاں اس صورت میں عورت کو مہر نہیں ملتا[۶] روایات میں ہے کہ حضرت ابن مسعود یہ سن کر ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد ایسی خوشی آپ کو کبھی نہ ہوئی[۷] بیہقی نے فرمایا کہ حدیث بہت سی اسناد سے مروی ہے جو سب صحیح ہیں واللہ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبَشَۃِ فَزَوَّجَھَا النَّجَاشِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْھَرَھَا عَنْہُ اَرْبَعَۃَ الٰافٍ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعَۃَ الٰافِ دِرْھَمٍ وَ بَعَثَ بِھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِیْلَ ابْنِ حَسَنَۃَ (اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۰۶۹) روایت ہے حضرت اُمّ حبیبہ سے[۱] کہ وہ عبداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں[۲] تو وہ زمین حبشہ میں ہی وفات پاگئے[۳] ان بی بی کا نکاح نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا[۴] اور حضور کی طرف سے انہیں چار ہزار مہر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم مہر دیا انہیں شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا[۵] (ابوداؤ' نسائی)

(۳۰۶۹)۱؎ اُمّ حبیبہ کا نام شریف رملہ ہے ابوسفیان کی صاحبزادی امیر معاویہ کی بہن مسلمانوں کی والدہ یعنی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی ماں کا نام صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان کی پھوپھی آپ کا انتقال مدینہ منورہ ۴۴ھ میں ہوا فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا ۲؎ یہاں صاحب مشکوٰۃ سے غلطی ہوئی عبداللہ ابن جحش تو صحابی ہیں جنگ اُحد میں شریک ہوئے۔ حضرت اُمّ حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں یہ عبیداللہ پہلے تو مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کر گئے مگر وہاں جا کر عیسائی ہو گئے اور عیسائیت پر ہی مرا۔ یہ دونوں بھائی حضرت اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں (مرقات واشعہ وغیرہ) ۳؎ عبیداللہ ابن جحش زمین حبشہ میں عیسائیت کی حالت میں فوت ہوا' حضرت اُمّ حبیبہ اسلام پر قائم رہیں ۴؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں تشریف فرما رہے اور حضرت اُمّ حبیبہ حبشہ میں' نجاشی بادشاہ نے اُمّ حبیبہ سے اجازت لے کر مجمع کے سامنے انکا نکاح حضور انور سے کر دیا اور نکاح کی اطلاع حضور کو بھیج دی حضور نے یہ نکاح مجمع صحابہ میں قبول فرمالیا اسے غائبانہ نکاح کہتے ہیں اب بھی جائز ہے نجاشی شاہ حبش کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا حضور کا زمانہ پایا زیارت نہ کر سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں انہوں نے مسلمانوں کی بڑی خدمات انجام دیں، اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو اپنا وکیل نکاح کر کے حبشہ بھیج دیا تھا اس صورت میں تو نجاشی اُمّ حبیبہ کے وکیل نکاح ہوئے اور عمرو ابن امیہ حضور کے وکیل مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے ۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس نکاح پر خالد ابن سعید ابن عاص کے ذریعہ نجاشی نے بی بی اُمّ حبیبہ کو حضور کی طرف سے پیغام نکاح دیا۔ ابرہہ لونڈی حضرت جعفر ابن ابی طالب اور دوسرے مسلمان نکاح میں شریک ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی نے اور اُمّ حبیبہ کی طرف سے خالد نے خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو دینار یعنی چار ہزار درہم اپنی جیب سے نجاشی نے مہر ادا کیا بعد میں تمام حاضرین کو کھانا کھلایا پھر حضرت شرحبیل کے ساتھ حضور کی خدمت میں اُمّ حبیبہ کو بھیج دیا' خیال رہے کہ یہ خالد بی بی اُمّ حبیبہ کے والد یعنی ابوسفیان کے چچا ہیں اور نجاشی نے یہ نکاح اس لیے کیا تاکہ ابوسفیان حضور کی طرف مائل ہوں جنگ ہلکی پڑ جائے یہ نکاح ۶ھ میں ہوا' حسنہ شرحبیل کی والدہ کا نام ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْاِسْلَامُ اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ اَبِيْ طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَاَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۰۷۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے اُمّ سلیم سے نکاح کیا ۱؎ تو ان کے درمیان مہر اسلام تھا کہ حضرت اُمّ سلیم ابوطلحہ سے پہلے اسلام لائیں پھر انہیں نے پیغام نکاح دیا تو وہ بولیں کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو تم سے نکاح کرلوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے پھر یہ ان کے آپس میں مہر ہوا ۲؎ (نسائی)

(۳۰۷۰)۱؎ حضرت ابوطلحہ کا نام زید ابن سہل ہے' انصاری نجاری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہوئے اور اُمّ سلیم کے نام میں اختلاف ہے بنت ملحان ہیں پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس پیدا ہوئے پھر مالک بحالت شرک قتل کیے گئے تب حضرت ابوطلحہ نے نکاح کا پیغام دیا تب حضرت اُمّ سلیم نے وہ جواب دیا جو آگے آ رہا ہے ۲؎ یہ حدیث ظاہری معنی سے تمام اماموں کے خلاف ہے کیونکہ تمام ائمہ کے ہاں یہ شرط ہے کہ مہر مال ہو' رب تعالٰی فرماتا ہے: اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ لہٰذا اس جملہ کے معنی یا تو یہ ہیں کہ حضرت اُمّ سلیم نے مہر معاف کر دیا ان کے اسلام کی وجہ سے یا مطلب یہ ہے کہ مہر معجّل یعنی نکاح کا جڑھاوا کچھ نہ لیا' بہر حال یہ جملہ قابل تاویل ہے۔

بَابُ الْوَلِيْمَةِ
ولیمہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

ولیمہ ولم سے بنا بمعنی ملنا جمع ہونا اسی سے التیام زخم کا بھر جانا مل جانا نکاح کے بعد جو دعوت طعام دی جاتی ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی خاوند بیوی کے ملنے کی دعوت ہے حق یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے شب عروسی کے بعد کیا جائے بہتر ہے زفاف کے سویرے کو امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ کے اندر اندر کیا جاسکتا ہے (از اشعہ)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّىْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۷۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن ابن عوف پر زردی کا اثر دیکھا[۱] تو فرمایا یہ کیا عرض کیا میں نے ایک عورت سے گٹھلی بھر سونے پر نکاح کرلیا ہے[۲] فرمایا اللہ تمہیں برکت دے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی ہو[۳] (مسلم بخاری)

(۳۰۷۱)[۱] یعنی ان کے جسم یا کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر ملاحظہ فرمایا جو زوجہ سے اختلاط کے باعث بے قصد لگ گیا تھا ورنہ حضرات صحابہ کرام شادی میں اپنے پر زعفران نہ ملتے تھے کہ مرد کیلئے یہ رنگ ممنوع ہے شادی سے پہلے دولہا و دولہن کو جو ابٹن ملا جاتا ہے جس میں خوشبو اور صفائی والی چیزیں ہوتی ہیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ یہ صابون کی طرح جسم کی صفائی نرمی کیلئے ہے بعض صابون بہت خوشبودار ہوتے ہیں جیسے لکس وغیرہ ایسے ہی یہ ابٹن ہے[۲] بعض شارحین نے فرمایا کہ نواۃ ایک خاص وزن کا نام ہے جو پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے جیسے نش بیس درہم کا اور اوقیہ چالیس درہم کا مگر یہ درست نہیں نواۃ کے معنی ہیں چھوہارے کی گٹھلی وہی یہاں مراد ہے[۳] حق یہ ہے کہ یہ امر استحبابی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) ناکح کو دعا برکت دینا سنت ہے (۲) ولیمہ کرنا سنت ہے (۳) ولیمہ رخصتی کے بعد بھی ہوسکتا ہے (۴) ولیمہ بقدر طاقت زوج ہو اس کیلئے مقدار مقرر نہیں بعض علماء کے ہاں ولیمہ واجب ہے وہ حضرات یہ امر وجوب کے لئے مانتے ہیں مگر حق وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِسَآئِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۷۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نہیں ولیمہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی پر جیسا ولیمہ حضرت زینب پر کیا[۱] ایک بکری سے ولیمہ کیا (مسلم بخاری)

(۳۰۷۲)[۱] بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نام شریف مبرد تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا آپ زینب بنت جحش ہیں آپ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی بعد عدت حضور انور نے خود ہی جناب زید کو اپنے نکاح کا پیغام دے کر جناب زینب کے پاس بھیجا حضرت زید بی بی زینب کے گھر پہنچے اور ان کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے اور حضور کا پیغام دیا آپ بولیں کہ میں اپنے ربّ سے مشورہ کرلوں یہ کہہ کر

آپ اپنے گھر کی مسجد میں عبادت میں مشغول ہوگئیں ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (۳۳،۳۷) پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی (کنزالایمان) اس آیت کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوئے بی بی زینب فخر کرتی تھیں کہ تمام بیبیوں کا نکاح ان کے عزیزوں نے فرش پر کیا میرا نکاح میرے ربّ نے عرش پر کیا۔ منافقین نے طعنہ دیا کہ حضور نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا تب یہ آیت کریمہ اتری: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (۳۳،۴۰) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں (کنزالایمان)۔

وَعَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّلَحْمًا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۰۷۳) روایت ہے ان سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے زفاف کیا تو ولیمہ کیا[۱] لوگوں کو گوشت روٹی سے سیر کردیا[۲] (بخاری)

(۳۰۷۳)[۱] اسی ولیمہ کا وہ واقعہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کھانا پکنے سے پہلے ہی دولت خانہ سرکار میں پہنچ گئے اور بعض حضرات کھانا کھا چکنے کے بعد وہاں ہی باتوں میں مشغول رہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الایۃ[۲] یعنی حاضرین مدعوین کو پیٹ بھر گوشت روٹی کھلائی یا ثرید بنا کر یا جیسے آج کل عموماً کھائی جاتی ہے اس طرح اس ولیمہ کے علاوہ باقی ولیموں میں چھوہارے پنیر وغیرہ کھلائے گئے تھے۔

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَ تَزَوَّجَهَا وَ جَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا اَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۷۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمالیا[۱] اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا[۲] ان پر حریسہ سے ولیمہ کیا[۳] (مسلم بخاری)

(۳۰۷۴)[۱] بی بی صفیہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھتیجی حیی ابن اخطب کی بیٹی تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوکر آئیں یعنی محرم ۷ھ میں پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اولاً حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض خرید لیا آپ مسلمان ہوگئیں حضور نے آپ کو آزاد فرما کر ان سے نکاح کیا تاکہ سردار یہود کی بیٹی حضرت ہارون علیہ السلام نبی کی اولاد نبی ہی کے نکاح میں رہیں ۵۰ ہجری میں وصال ہوا مدینہ پاک میں دفن ہوئیں اس گنہگار نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا[۲] یعنی بجز آزادی کے اور کوئی مہر انہیں نہ دیا یہ یا تو حضور کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر ازواج کا نہ مہر واجب ہے نہ باری مقرر کرنا لازم ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: تُؤْوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳،۵۱) اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو (کنزالایمان) یا یہ مطلب ہے کہ معجّل یعنی نکاح کا چڑھاوا کچھ نہ دیا یہ مطلب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ فرمایا بعد میں مہر مثل دیا جیسا کہ اب بھی یہی حکم ہے ورنہ عورت کا آزاد کرنا مہر نہیں بن سکتا مہر مال ہونا چاہئے رب تعالٰی فرماتا ہے: اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (۴،۲۴) اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ مذہب ائمہ کے خلاف[۳] اہل عرب کھجور و مکھن چھوہارے اور گھی ملا کر کھاتے ہیں اسے حیس کہا جاتا ہے آج کل اسے حریسہ بھی کہا جاتا ہے حریسہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے مختلف طریقوں اور مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ خَیْبَرَ وَ الْمَدِیْنَةِ ثَلٰثَ لَیَالٍ یُبْنٰی عَلَیْهِ بِصَفِیَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِهٖ وَ مَا کَانَ فِیْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَ مَا کَانَ فِیْهَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاُلْقِیَ عَلَیْهَا التَّمْرُ وَالْاَقِطُ وَالسَّمْنُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۰۷۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین شب قیام فرمایا[۱] آپ پر حضرت صفیہ کا زفاف کیا جانا تھا تو میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی اس ولیمہ میں نہ روٹیاں تھیں نہ گوشت اس میں بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دستر خوانوں کا حکم دیا وہ بچھا دیئے گئے[۲] پھر اس پر چھوہارے اور پنیر و گھی ڈال دیا گیا[۳] (بخاری)

(۳۰۷۵)[۱] یعنی بی بی صفیہ غزوہ خیبر میں مسلمان ہوئیں حضور کے نکاح میں آئیں مگر زفاف وہاں خیبر میں نہ ہوا بلکہ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے کسی منزل پر ہوا وہاں تین دن قیام رہا وہاں ہی ولیمہ ہوا[۲] انطاع جمع ہے نطع کی، نطع چمڑے کے دستر خوان کو کہتے ہیں چونکہ کھانے والے لوگ زیادہ تھے اس لیے کئی دستر خوان بچھائے گئے[۳] جنگ خیبر میں حضرت صفیہ کے بھائی باپ خاوند قتل ہو گئے تھے جب حضور انور نے انہیں آزاد فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے ہمارے پاس رہو یا اپنے گھر خیبر چلی جاؤ آپ بولیں کہ میں تو زمانہ کفر میں تمنا کرتی تھی کہ آپ کی غلامی میں رہوں اب تو اللہ نے مجھے اسلام کی نعمت دے دی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری ایک آنکھ ہری کیوں ہے؟ بولیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میری گود میں آ پڑا میں نے اپنا یہ خواب اپنے خاوند کنانہ سے بیان کیا اس نے میرے تھپڑ مارا اور بولا کہ کیا تو یثربی بادشاہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانے کی خواہش مند ہے یہ اس تھپڑ کا اثر ہے (مرقات) رب تعالٰی نے ان کا یہ خواب پورا کر دیا۔

وَعَنْ صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَآئِهٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیّ)

(۳۰۷۶) روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے[۱] فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا دو مد جو سے ولیمہ کیا[۲] (بخاری)

(۳۰۷۶)[۱] آپ حجبی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ صحابیہ ہیں یا نہیں اکمال میں فرمایا کہ آپ تابعین میں سے ہیں شیبہ ابن عثمان ابن ابی طلحہ حجبی کی بیٹی ہیں ولید کے زمانہ تک رہیں[۲] غالبًا یہ بی بی اُمّ سلمہ ہیں جن کا نام ہند یا رملہ ہے، پہلے ابوسلمہ ابن اسد کے نکاح میں تھیں مع اپنے خاوند کے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں ابوسلمہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی پیغام نکاح دیا اور حضرت عمر نے بھی مگر آپ نے ان دونوں صاحبوں کو منع فرما دیا پھر حضور کے نکاح میں آئیں ان کے نکاح کا بڑا واقعہ ہے جو مرقات وغیرہ میں مذکورہ ہے (دو مد آدھا صاع ہوتا ہے یعنی سوا دو سیر)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَةِ فَلْیَاْتِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَلْیُجِبْ عُرْسًا کَانَ اَوْ نَحْوَهٗ .

(۳۰۷۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو وہاں جائے[۱] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ قبول کرے، ولیمہ ہو یا اس کی مثل[۲]

(۳۰۷۷)[۱] اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے بعض نے فرمایا کہ فرض کفایہ ہے وہ

حضرات وجوب کیلئے یہ امر مانتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت طعام اس کا قبول کرنا سنت ہے وہاں جانا بھی سنت رہا کھانا اس کا اختیار ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے کہ دعوت قبول کرنا یا فرض کفایہ یا سنت جب ہے جب کہ کوئی مانع موجود نہ ہو ورنہ نہیں جس کا کھانا مشکوک ہو حرام کی آمدنی سے کھانے پکانے کا قوی احتمال ہو یا ولیمہ میں صرف مالدار بلائے گئے ہوں فقرا کو چھوڑ دیا گیا ہو یا دعوت میں کوئی ایذا رساں چیز موجود ہو یا دسترخوان پر گانا باجا ہو یا وہاں شراب کے دور ہوں یا رشوت کے طور پر بلاوا ہو یا ناجنسوں کی صحبت ہو تو قبول کرنا سنت نہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ اب اس زمانہ میں جلوت سے خلوت افضل ہے بری صحبت سے تنہائی افضل (از مرقات واشعہ ولمعات)۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت کہ ولیمہ ہو یا اس کی مثل کسی راوی کا اپنا قول ہے جو بطور شرح شامل کیا گیا ہے یعنی ولیمہ، ختنہ، عقیقہ کسی کی آمد پر دعوت یوں ہی اتفاقیہ دعوت سب ہی قبول کرنی چاہئیں ختم فاتحہ کے کھانے فقراء کھائیں، مالدار احتیاط کریں بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے تبرک ہیں سب کھائیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَاِنْ شَآءَ طَعِمَ وَاِنْ شَآءَ تَرَكَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۷۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھانے کیلئے بلایا جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے کھالے اور اگر چاہے چھوڑ دے۱؎ (مسلم)۲؎

(۳۰۷۸)۱؎ یہ حکم بھی بر مذہب محققین استحبابی ہے اس میں بھی وہ تمام قیود معتبر ہیں جو ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں مطلب یہ ہے کہ ہر جائز دعوت میں جانا بہتر ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے کیونکہ نہ جانے سے لوگ متکبر کہتے ہیں اور اس سے عداوت پیدا ہونے کا خطرہ ہے جماعت میں مل جل کر رہنا چاہیئے ۲؎ یہ حدیث ابوداؤد، احمد، ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے قدرے اختلاف سے روایت کی اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے یوں روایت کی اگر وہاں کھانا نہ کھائے تو دعا برکت کر دے اگر روزہ دار ہو تو وہاں جا کر یہ عذر کر دے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ وَ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس کیلئے مالدار تو بلائے جائیں اور فقرا چھوڑ دیئے جائیں۲؎ اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ رسول کی نافرمانی کی۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۰۷۹)۱؎ کیونکہ ایسے ولیمہ میں زیادہ نام ونمود ہی ہوتا ہے للہیت نہیں ہوتی آج کل خوشی کی دعوتوں میں عموماً امرا اور موت وغیرہ غمی کی دعوتوں میں فقیر وطلبا بلائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فقیر دعائیں کرتے ہیں کہ خدا کرے امیر مریں تاکہ ہم کو کھانا وخیرات ملے اگر ولیمہ اور دیگر خوشی کی دعوتوں میں بھی فقراء بلائے جائیں تو یہ فقراء خوشی کی بھی دعائیں کرتے آج کل مشہور ہے کہ بھانڈ بھنڈ یلے مراثی، باجے والے تو خوشی کی دعائیں کرتے ہیں اور فقراء غمی کی غرض کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں صدہا حکمتیں ہیں بعض لوگ ان دعوتوں میں فقراء کو بھی بلاتے ہیں مگر انہیں سب سے پیچھے اور ذلت وخواری سے کھلاتے ہیں یہ اور زیادہ برا ہے۔فقراء بھی ہمارے بھائی ہیں۳؎ یہ جملہ ان علماء کی دلیل ہے جو قبول دعوت کو واجب یا فرض کہتے ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس سے استحباب کی تاکید مقصود ہے یا وہ شخص مراد ہے جو تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کی دعوتوں میں شرکت نہ کرے جیسا کہ آج بعض منکرین کو دیکھا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یُکْنٰی اَبَا شُعَیْبٍ کَانَ لَہٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِیْ طَعَامًا یَکْفِیْ خَمْسَۃً لَعَلِّیْ اَدْعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَۃٍ فَصَنَعَ لَہٗ طُعَیِّمًا ثُمَّ اَتَاہُ فَدَعَاہُ فَتَبِعَھُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا شُعَیْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَہٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَکْتَہٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَہٗ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۰۸۰) روایت ہے حضرت ابومسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا انصاری جس کی کنیت ابوشعیب تھی اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا وہ بولا کہ میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ کو کافی ہوتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں پانچ کے پانچویں[۱] چنانچہ غلام نے اس کیلئے کچھ کھانا تیار کیا[۲] پھر حضور کی بارگاہ میں آیا آپ کو دعوت دی ان کے ساتھ ایک شخص آ گیا[۳] اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوشعیب ایک شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے تم اگر اجازت دو تو فبہا اور اگر چاہو تو چھوڑ دو[۴] عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے اجازت دی[۵] (مسلم بخاری)

(۳۰۸۰)[۱] یعنی چار حضرات غالبًا خلفائے راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے چہرہ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب یہ انتظام کیا تھا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے[۲] مرقات نے فرمایا طعیما کی تفسیر کی کیلئے نہیں ہے کیونکہ ابوشعیب نے کھانا کافی تیار کیا تھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ پرتکلف کھانا تیار کیا جو نہایت لذیذ تھا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لذیذ کھانے بھی تناول فرمائے ہیں مرغ بھی کھایا ہے مگر بیک وقت چند کھانے نہ کھائے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ بیک وقت چند کھانے بدعت' جائز نہیں (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کیلئے پرتکلف لذیذ کھانا تیار کرنا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) نے پراٹھے شیر مال ایجاد کیے مہمانوں کیلئے (دیکھو ہماری کتب تفسیر نعیمی پہلا پارہ)[۳] غالبًا یہ چھٹا شخص راستہ سے ساتھ ہولیا تھا اور غالبًا اس سے فرما بھی دیا ہوگا کہ تمہارے لیے اگر اجازت مل گئی تو کھانا کھالینا ورنہ واپس آ جانا اس پر برا نہ ماننا[۴] سبحان اللہ یہاں تو ایک زائد شخص کیلئے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر وطلحہ کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں ساری امت حضور کی لونڈی غلام' مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے' کیونکہ غلام کا مال مالک کا مال ہے نیز وہاں ان صدہا حضرات کو حضور نے خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلانے نہ بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کنوئیں دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر ایصال ثواب کا بھی یہی حکم ہے اگر کسی خاص میت کیلئے کھانا پکایا گیا تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو[۵] اس سے دعوت کے متعلق بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ کو نہ لے جائے الا بالعرف چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا باڈی گارڈ عملہ جا سکتا ہے کہ اب اس پر عرف قائم ہے تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کیلئے اجازت لی جائے چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو' پانچویں یہ کہ مہمان کھاتے وقت کسی آنے جانے والے آدمی کو آرڈر نہ کرے کہ آؤ کھانا کھالو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں چھٹے یہ کہ دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کوئی چیز اس دسترخوان کی نہ دے ہاں ایک دسترخوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں' بعض فقہاء تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو بوٹی بھی نہیں ڈال سکتا اگر

مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے (از مرقات وشامی وغیرہ مع زیادت) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے واللہ اعلم (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰی صَفِیَّةَ بِسَوِیْقٍ وَ تَمْرٍ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗد وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۸۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ پر ستو اور چھواروں سے ولیمہ کیا ۱ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۰۸۱) ۱ یعنی اس ولیمہ میں ستو اور چھوہارے ملا کر کھائے یا ستو علیحدہ اور چھوہارے علیحدہ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے اس ولیمہ میں حیس دیا کہ ستو اور چھوہارے ملا کر بھی حیس بنایا جاتا ہے یا ستو علیحدہ دیئے اور حیس علیحدہ۔

وَعَنْ سَفِیْنَةَ اَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَ كَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَآءَ فَوَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی عِضَادَتَیِ الْبَابِ فَرَاَی الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِیْ نَاحِیَةِ الْبَیْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَدَّكَ قَالَ اِنَّهٗ لَیْسَ لِیْ اَوْ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتًا مُّزَوَّقًا. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۸۲) روایت ہے حضرت سفینہ سے ۱ کہ ایک شخص حضرت علی بن ابی طالب کا مہمان ہوا آپ نے اس کیلئے کھانا تیار کیا ۲ تو جناب فاطمہ بولیں کہ کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھاتے ۳ چنانچہ آپ کو بلایا حضور تشریف لائے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹوں پر رکھے گھر کے ایک گوشہ میں پردہ دیکھا ۴ چنانچہ آپ واپس ہو گئے ۵ جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی بولی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز نے آپ کو واپس کیا فرمایا میرے لیے یا نبی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ مزین گھر میں داخل ہوں ۶ (احمد' ابن ماجہ)

(۳۰۸۲) ۱ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے جناب اُمّ سلمہ کے غلام تھے آپ نے اس شرط پر انہیں آزاد کیا کہ تاحین حیات آپ کی خدمت کریں یہ بولے کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تب بھی میں حضور کی خدمت کرتا جسم میرا آزاد ہوا مگر دل میرا ان کا ہمیشہ غلام رہے گا۔ شعر:

نال سوکھ پر چھٹ بھیا اور ہنسا کہیں نہ جائیں
باندھے پچھلی پریت کے کنکر چن چن کھائیں

ایک سفر میں کوئی غازی تھک گیا تو اس کا سارا بوجھ آپ نے اٹھالیا اپنا بوجھ اور حضور انور کا سامان اس غازی کا سامان سب کچھ اٹھا کر چل دیئے سرکار نے فرمایا: تم تو آج سفینہ یعنی کشتی ہو گئے تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوا اصلی نام گم ہو کر رہ گیا جیسے جناب ابوہریرہ کا نام گم ہو گیا شیر سے آپ ہی نے کہا تھا کہ میں رسول اللہ کا غلام ہوں اور شیر کتے کی طرح آپ کے پیچھے ہولیا تھا ۲ ضاف ضیف سے بنا بمعنی مہمان یہ تو مدینہ منورہ ہی کا تھا یا باہر سے آیا تھا ۳ یعنی آج مہمان کی وجہ سے کھانا کچھ عمدہ پکایا گیا ہے بہتر ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے ساتھ تناول فرماتے ہے قرام باریک ونقشین پردہ کو کہتے ہیں حضرت فاطمہ نے زیبائش کے لئے گھر کی دیوار پر یہ پردہ لٹکا دیا تھا ۵ یعنی دور دروازے سے ہی لوٹ گئے گھر میں داخل نہ ہوئے کیوں؟ اظہار ناپسندگی کیلئے ۶ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ پردہ نقشین تھا اور اس پر جانداروں کی تصاویر تھیں اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف نہ لائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت میں کوئی ممنوع کام ہو تو نہ جائے مگر یہ غلط ہے اگر ناجائز پردہ ہوتا تو سرکار عالی منع فرماتے بلکہ دست اقدس سے پھاڑ دیتے پردہ سادہ تھا جائز تھا مگر دنیاوی تکلیف اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اہل نبوت کے لائق نہ تھی اس لیے منع فرمایا عملاً ناپسندگی کا اظہار فرما دیا تاکہ آئندہ جناب زہرا اپنا گھر نیک اعمال سے ہی آراستہ رکھیں زینت دنیا نقصان آخرت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَ خَرَجَ مُغِيْرًا . (اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۰۸۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی ۱ اور جو بغیر دعوت پہنچ جائے تو وہ چور ہو کر گھر گیا ۲ اور لٹیرا ہو کر نکلا ۳ (ابوداؤد)

(۳۰۸۳) ۱ یعنی جو بلاوجہ صرف تکبر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرے وہ نافرمان ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے ۲ کیونکہ جیسے چور بغیر اجازت مالک گھر میں گھس بھی جاتا ہے مال بھی لے لیتا ہے ایسے ہی یہ ہے ۳ سبحان اللہ کیسے پاکیزہ اخلاق کی تعلیم ہے کہ بلاوجہ دعوت قبول نہ کرنا تکبر شیخی ہے اور بغیر دعوت پہنچ جانا کمینہ پن ہے دونوں سے بچنا چاہیے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَهُمَا بَابًا وَّاِنْ سَبَقَ اَحَدُهُمَا فَاَجِبِ الَّذِيْ سَبَقَ . (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۰۸۴) روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب سے ۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو دعوت دینے والے جمع ہو جائیں تو ان سے قریب تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو ۲ اور اگر ان میں سے ایک پہلے آ جائے تو پہلے کی دعوت قبول کرو ۳ (احمد، ابوداؤد)

(۳۰۸۴) ۱ ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل متقی ہیں اس لیے یہ نامعلومیت مضر نہیں علاوہ صحابی کے اگر اور کسی راوی کا پتا نہ لگے تو حدیث مجہول نامقبول ہوتی ہے ۲ یعنی جب تمہارے دو پڑوسی بیک وقت دعوت دیں اور دونوں دعوتیں متعارض ہوں تو زیادہ قریبی پڑوسی کی دعوت قبول کیجئے کہ اس کا حق زیادہ ہے اس قرب میں زیادہ دروازہ کا قرب معتبر ہے نہ کہ گھر کا قرب رب تعالٰی فرماتا ہے: وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى (۴:۳۶) اور پاس کے ہمسائے (کنزالایمان) ۳ یعنی نزدیک دور کا فرق جب ہوگا جب کہ دونوں بیک وقت آپ کو دعوت دیں لیکن اگر ان میں سے ایک آپ کے پاس پہلے پہنچ جائے دوسرا بعد میں تو پہلے کی دعوت قبول کیجئے کہ پہلا مقدم ہے اور حقدار ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَ طَعَامُ يَوْمِ الثَّانِيْ سُنَّةٌ وَ طَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ وَّ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۰۸۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے دوسرے دن کا سنت ہے ۱ اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے ۲ جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا ۳ (ترمذی) ۴

(۳۰۸۵)؎ اس جملہ کے کئی معانی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ پہلے دن سے مراد شادی و برات کا دن ہے اور حق سے مراد مستحق ہے یعنی برات والے دن کا کھانا مہمانوں کا حق ہے جو شرکت بارات کیلئے آئے ہیں اور دوسرے دن یعنی زفاف کے بعد ولیمہ کا کھانا سنت ہے مؤکدہ یا مستحبہ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے دوسرے یہ کہ پہلے دن سے مراد زفاف کے بعد کا دن ہے اور دوسرے دن سے مراد اس دن کے بعد کا دن یعنی زفاف کے سویرے کھانا دینا فرض یا واجب ہے جس میں بلاوجہ شرکت نہ کرنا گناہ دوسرے دن کا بھی کھانا سنت ہے یہ تیسرے معنی ان کے مذہب پر ہیں جو ولیمہ کو واجب کہتے ہیں فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ قوی ہیں' چوتھے یہ کہ زفاف کے سویرے کھانا دینا برحق ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن نہ دے سکے تو دوسرے دن کھانا دینا سنت نہیں صرف نام ونمود ہے یہ حدیث حضرت امام مالک کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ولیمہ سات روز تک ہوسکتا ہے (از مرقات) ؎یعنی جو دنیا میں محض اپنی ریا کاری کیلئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالٰی کل قیامت میں اس کو رسوا فرمائے گا اعلان ہوگا کہ یہ ریا کار تھا یا جو دنیا میں محض ناموری کیلئے نیکی کرے گا اس کی جزا صرف یہاں کی ناموری ہوگی قیامت میں کوئی ثواب نہ ملے گا ثواب کیلئے اخلاص چاہیئے؎ یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی اس کا مضمون یہ ہے کہ شادی میں ایک دن کا کھانا سنت ہے دو دن کا کھانا افضل اور تین دن کا کھانا دکھلاوا (مرقات)

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلاً۔

(۳۰۸۶) روایت ہے حضرت عکرمہ سے؎ وہ حضرت ابن عباس سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ضدم ضدا کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا؎ ابوداؤد اور محی السنہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث بروایت عکرمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً مروی ہے؎

(۳۰۸۶)؎ یہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں بربر کے رہنے والے ہیں فقہائے مدینہ سے ہیں؎ یعنی جب دو شخص ایک دوسرے کے مقابلہ میں دعوت کریں ہر ایک یہ چاہے کہ میرا کھانا دوسرے سے بڑھ جائے کہ میری عزت ہو دوسرے کی ذلت تو ایسی دعوت قبول نہ کرے مثلاً شادی میں دلہن و دلہا والے مقابلہ میں دعوت کریں تو کسی کی دعوت قبول نہ کرو یا کسی برادری میں کسی کی شادی میں دعوت ہوئی کچھ دن کے بعد دوسرے کے ہاں شادی ہوئی اس نے بڑھ چڑھ کر کھانے پکائے اس نیت سے کہ پہلے کا نام نیچا ہو جائے اور میرا نام اونچا تو یہ دعوتیں قبول نہ کرو۔ بزرگان دین ایسی دعوتیں قبول نہ کرتے تھے آج کل مسلمان اسی مقابلہ کی رسوم میں تباہ ہو گئے اور نام کسی کا بھی نہیں ہوتا؎ یعنی صحیح یہ ہے کہ اس اسناد میں حضرت ابن عباس کا نام نہیں ہے حضرت عکرمہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کہا ہے اسی کو مرسل کہتے ہیں کہ تابعی حضور کی نسبت کردیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَبَارِيَانِ لَا يُجَابَانِ وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ يَعْنِي الْمُتَعَارِضَيْنَ

(۳۰۸۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو ضدیوں کی دعوت نہ قبول کی جائے نہ ان کا کھانا کھایا جائے؎ امام احمد نے فرمایا کہ ضدیوں

بِالضِّیَافَۃِ فَخْرًا وَّرِیَآءً ۔ سے مراد دعوت میں فخر وریا کیلئے مقابلہ کرنے والے ہیں۲؎

(۳۰۸۷)۱؎ یعنی جولوگ مقابلہ کی دعوتیں کریں تو ان کے گھر دعوت میں نہ جاؤ اور اگر وہ کھانا تمہارے لیے بھیج دیں تو نہ لو بلکہ واپس کر دو تاکہ انہیں نصیحت ہو اس میں تبلیغ بھی اصلاح بھی اور قوم کو تباہی سے بچانا بھی آج شادیوں میں باجے گانے کھانے جہیز وغیرہ سب ہی میں مقابلے ہوتے ہیں اور مسلمان تباہ ہورہے ہیں۲؎ یعنی یہاں متبارئین سے بدلہ لینے والے یا احسان کرنے والے مراد نہیں کہ یہ دونوں عمل جائز بلکہ سنت ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانات بھی کیے اور لوگوں کے ہدایا وغیرہ کا بدلہ بھی کیا ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَۃِ طَعَامِ الْفٰسِقِیْنَ ۔

(۳۰۸۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکاروں کی دعوت طعام قبول کرنے سے منع فرمایا۱؎

(۳۰۸۸)۱؎ یہاں فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کمائی خالص حرام کی ہو ان کی دعوت ہرگز قبول نہ کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمْ عَلٰی اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ فَلْیَاْکُلْ مِنْ طَعَامِہٖ وَلَا یَسْاَلْ وَیَشْرَبْ مِنْ شَرَابِہٖ وَلَا یَسْاَلْ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَ قَالَ ھٰذَا اِنْ صَحَّ فَلِاَنَّ الظَّاھِرَ اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا یُطْعِمُہٗ وَلَا یَسْقِیْہِ اِلَّا مَا ھُوَ حَلَالٌ عِنْدَہٗ ۔

(۳۰۸۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کا کھانا کھائے اور پوچھ گچھ نہ کرے اور اس کا پانی پئے اور پوچھ گچھ نہ کرے۱؎ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس لیے ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ مسلمان اسے نہ کھلائے پلائے گا مگر وہی جو اس کے نزدیک حلال ہو۔۲؎

(۳۰۸۹)۱؎ یعنی خواہ مخواہ اس سے یہ نہ پوچھو کہ یہ کھانا یا دودھ پانی کہاں سے آیا ہے تیری کمائی کیسی ہے حرام ہے یا حلال؟ کہ اس میں بلاوجہ بھائی مسلمان پر بدگمانی ہے اور صاحب خانہ کو ایذا رسانی خیال رہے کہ مخلوط آمدنی والے کے ہاں دعوت کھانا درست ہے اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ہاں کرائی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ابوطالب کے ہاں،ان حضرات نے فرعون ابوطالب کی آمدنی کی تحقیقات نہ فرمائی۲؎ یعنی صاحب خانہ مسلمان ہے اور مسلمان پر اچھا ہی گمان کرنا چاہیے۔

بَابُ الْقَسْمِ — باری کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

قسم قاف کے فتح سین کے جزم سے ہے بمعنی بانٹنا،حصہ مقرر کرنا اسی سے ہے تقسیم یہاں بیوی کے درمیان شب باشی کا حصہ مقرر کرنا،باری مقرر کرنا مراد ہے خیال رہے کہ چند بیویوں میں عدل و انصاف کرنا نہایت ہی اہم واجب ہے دل کے میلان میں تو برابری ناممکن ہے اس کا حساب نہ ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ"(۴:۱۲۹) اور تم سے ہرگز نہ

ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھواور چاہے کتنی ہی حرص کرو (کنزالایمان) رہا عطیہ، خرچہ، کپڑے، زیور ہدیہ، سوغات اور شب باشی ان تمام میں عدل و انصاف واجب ہے ہاں بچوں والی عورت کو تنہا عورت سے زیادہ خرچ دیا جائے بچوں کی وجہ سے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ چار عورتوں سے نکاح کرنا اس وقت حلال ہے جب ظلم کا خطرہ نہ ہو رب تعالٰی فرماتا ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (۴:۳) اور پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو (کنزالایمان) اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خطرہ بھی ہو تو ایک ہی نکاح کرو اس خطرہ پر تعدد نکاح سخت ممنوع ہے یہ بھی خیال رہے کہ صحبت یعنی جماع میں برابری ضروری ہے، رات اصل مقصود ہے دن اس کے تابع اگر کوئی آدمی رات میں نوکری کرتا ہو تو دن میں رہنے میں برابری کرے ایک کی باری میں دوسری کے پاس نہ رہے نہ چند بیویوں کو اکٹھا رہنے پر مجبور کرے وہ جو احادیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا یہ یا تو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر بیویوں میں عدل واجب نہ تھا یا عدل واجب ہونے سے پہلے ہے یا ان ازواج کی اجازت سے تھا (لمعات، مرقات، اشعۃ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَّ كَانَ يُقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر وفات پائی[۱] جن میں سے آٹھ کیلئے باریاں مقرر فرماتے تھے[۲] (مسلم بخاری)

(۳۰۹۰)[۱] حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ، اُم سلمہ، صفیہ، میمونہ، اُم حبیبہ، زینب، جویریہ یہ بیویاں حضور کی وفات کے وقت موجود تھیں حضرت خدیجہ پہلے ہی وفات پا چکی تھیں اسمہ بنت جون اور عائشہ خثعمیہ وغیرہ کو طلاق ہو چکی تھی[۲] اس کی وجہ آگے آ رہی ہے کہ بی بی سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی اس لیے ان کے ہاں دو دن قیام رہتا تھا باقی سات کے ہاں ایک ایک دن اور دورہ جناب عائشہ صدیقہ پر ختم ہوتا تھا یہ باریاں مقرر فرمانا آپ پر شرعاً واجب نہ تھا، رب تعالٰی فرماتا ہے: تُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳:۵۱) اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو (کنزالایمان) (مرقات)

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَآئِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَآئِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَ يَوْمَ سَوْدَةَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ بی بی سودہ جب بوڑھی ہوگئی[۱] تو بولیں یارسول اللہ میں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا چنانچہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عائشہ کیلئے دو دن دیتے تھے ایک ان کا اپنا دوسرا سودہ کا[۲] (مسلم بخاری)

(۳۰۹۱)[۱] آپ کا نام شریف سودہ بنت زمعہ ہے، مومنین اولین میں سے ہیں پہلے اپنے چچا زاد کے نکاح میں رہیں جن کا نام سکران ابن عمرو تھا ان کی وفات کے بعد حضور نے آپ سے نکاح کیا یہ نکاح بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد اور جناب عائشہ کے نکاح سے پہلے مکہ معظمہ میں ہوا وہاں ہی رخصت ہوئی آخر میں آپ نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو ہبہ کر دی، شوال ۵۴ھ میں وفات ہوئی مدینہ منورہ میں قبر انور ہے فقیر نے زیارت کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا[۲] اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے کیونکہ حقوق کا ہبہ درست ہے لیکن بعد میں اگر چاہے تو اس سے رجوع بھی کر سکتی ہے اسی طرح اپنا نفقہ مہر وغیرہ معاف کر سکتی ہے اس کی تفصیل کتب فقہ خصوصاً فتح القدیر میں ملاحظہ کیجئے بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق

دے دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی زوجیت میں اٹھوں مجھے طلاق نہ دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رضی اللہ عنہا۔

وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْاَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَآئِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَآءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَآئِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۰۹۲) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں پوچھتے تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی کہ ہم کل کہاں رہیں گے ہم کل کہاں رہیں گے؟ حضرت عائشہ کا دن ڈھونڈتے تھے پھر تمام ازواج پاک نے آپ کو اجازت دے دی کہ حضور جہاں چاہیں رہیں۲ چنانچہ آپ حضرت عائشہ کے مکان میں رہے حتی کہ انہیں کے ہاں وفات پائی۳ (بخاری)

(۳۰۹۲)۱ یعنی کل ہمارا قیام کس بی بی صاحبہ کے ہاں ہوگا اور عائشہ کی باری کب آئے گی رضی اللہ تعالٰی عنہن کیونکہ جناب عائشہ صدیقہ سے بے پناہ محبت تھی، یہ ہے حضور انور کا عدل و انصاف جب اتنا کرے تو چند بیویاں رکھے آج مسلمانوں نے چار بیویوں کی اجازت کی آیت تو پڑھ لی عدل کی آیت سے آنکھیں بند کرلیں ہیں آج جس قدر ظلم مسلمان اپنی بیویوں پر کررہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی نبی کی تعلیم کیا ہے اور امت کا عمل کیا، ع بہ بین تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا ☆ ۲ یہ ان پاک بیویوں کا انتہائی ادب ہے ورنہ وہ تمام جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جانا چاہتے ہیں۳ آپ ہی کی باری میں آپ کے ہی گھر میں آپ کے سینہ انور پر وفات پائی اور آپ ہی کے گھر میں تا قیامت آرام فرما ہوئے۔

جس کا پہلو ہے نبی کی آخری آرام گاہ جس کے حجرے میں نبی ہیں تا قیامت جاگزیں

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج پاک کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۱ پھر ان میں سے جس کا حصہ نکل آیا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۲ (مسلم بخاری)

(۳۰۹۳)۱ اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعہ ایک گولی اٹھواتے اس میں جس کا نام نکل آتا اس کو سفر میں لے جاتے، قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں مگر یہ زیادہ مروج ہے۲ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ گھر کی طرح سفر میں لے جانے میں بھی باری واجب ہے اور قرعہ کے ذریعہ لے جانا واجب ہے مگر یہ دلیل نہایت ہی ضعیف ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اگر سفر میں باری واجب ہوتی تو قرعہ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ ترتیب وار لے جانا واجب ہوتا کہ پہلے سفر میں ساتھ فلاں بی بی گئی تھی اب فلاں چلے، دوسرے یہ کہ حضور کا فعل شریف ہے اور فعل سے بغیر امر وجوب ثابت نہیں ہوتا حضور نے اس کا حکم نہ دیا۔ تیسرے یہ کہ یہ عمل شریف بھی حضور نے اپنی طرف سے کیا حکم خداوندی نہ تھا آپ پر بیویوں میں عدل گھر میں ہی واجب نہ تھا چہ جائیکہ سفر میں واجب ہوتا لہٰذا حق یہی ہے کہ سفر میں باری مقرر کرنا واجب نہیں، جسے چاہے لے جائے جسے چاہے چھوڑ دے بعض بیویاں گھر

کے انتظام کیلئے موزوں ہوتی ہیں بعض سفر کے انتظام کیلئے مناسب ہاں مستحب ہے کہ قرعہ ڈال کر لے جائے سرکار عالی کا یہ عمل شریف بیان استحباب کیلئے ہے دیکھو مرقات، لمعات، فتح القدیر وغیرہ۔

وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَ قَسَّمَ وَ اِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْقِلَابَةَ وَلَوْشِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹۴) روایت ہے حضرت ابوقلابہ سے[۱] وہ جناب انس سے راوی فرماتے ہیں کہ سنت سے ہے[۲] یہ کہ جب کوئی شخص بیوہ پر کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور باری مقرر کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے پھر باری مقرر کرے[۳] ابوقلابہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ جناب انس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی[۴] (مسلم بخاری)

(۳۰۹۴)[۱] آپ جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کا نام عبداللہ ابن زید جرمی ہے، آپ پر قضاء پیش کی گئی تو قبول نہ کی بلکہ قاضی بنائے جانے کے خوف سے غیر معروف جنگل میں رہنے سہنے لگے ۱۰۶ھ میں شام میں وفات پائی۔[۲] یہ سنت قولی بھی ہے فعلی بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل بھی کیا اور حکم بھی دیا[۳] یعنی باکرہ جدیدہ بیوی کے پاس سات دن ٹھہرے پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی قیام کرے اور بیوہ جدیدہ کے پاس تین دن ٹھہرے پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی قیام کرے غرض یہ کہ یہ سات یا تین دن باریوں میں شمار ہوں گے یہی احناف کا مذہب ہے قرآن کریم فرماتا ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (۴،۳) پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو (کنزالایمان) آئندہ احادیث بھی اسی معنی کی تائید کررہی ہیں۔ امام شافعی کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ نئی بیوی کے پاس سات یا تین دن قیام کرکے پھر باری مقرر کرے یہ قیام ان باریوں میں شمار نہ ہوگا مگر احناف کا قول بہت قوی ہے کیونکہ طریقہ شوافع عدل کے خلاف ہے عدل تمام بیویوں میں چاہئے نئی ہوں یا پرانی قرآن کریم اور دیگر احادیث میں مطلقاً عدل کا حکم ہے نئی و پرانی میں فرق نہیں کیا گیا۔ شوافع کے اس معنی کی بناء پر یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی[۴] یعنی اگرچہ حضرت انس نے مجھے یہ حدیث مرفوعاً نہیں سنائی اپنا قول سنایا مگر مجھ کو ان پر اعتماد ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہہ رہے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلْمَةَ وَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَ سَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَ دُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَ فِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَّلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۹۵) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن عبدالرحمٰن سے[۱] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُمّ سلمہ سے نکاح کیا اور وہ آپ کے پاس رہیں تو فرمایا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے قبیلہ والوں کی حقارت نہیں[۲] اگر تم چاہو تو تمہارے پاس سات دن قیام کروں اور باقی بیویوں کے پاس بھی سات دن قیام کروں[۳] اور اگر تم چاہو تو تمہارے تین دن قیام کروں پھر دورہ کروں[۴] وہ بولیں کہ تین [illegible] ہے کہ کنواری کیلئے

سات دن ہیں اور بیوہ کیلئے تین دن۶ (مسلم)

(۳۰۹۵)۱؎ آپ ابوبکر ابن عبدالرحمٰن ابن حارث ابن ہشام ہیں یعنی ابوجہل کے بھائی کے پوتے تابعی ہیں مخزومی ہیں، ولید ابن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے۲؎ اُمّ سلمہ کے اہل سے مراد یا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا حضرت اُمّ سلمہ کا قبیلہ و خاندان، مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تمہارے پاس کم قیام کریں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم کو تم سے محبت کم ہے اور تم ہم پر گراں ہوتا کہ تمہارے قبیلہ والوں کیلئے یہ بات توہین کی ہو (لمعات) ۳؎ یعنی اگر ہم اس وقت تمہارے پاس سات دن قیام کریں گے تو بقیہ بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی رہیں گے معلوم ہوا کہ باری اوّل سے ہی مقرر ہو جاتی ہے ورنہ چاہئے تھا کہ اگر حضرت اُمّ سلمہ کے پاس سات دن قیام ہوتا تو باقی ازواج کے پاس چار چار دن قیام ہوتا کیونکہ تین دن تو اُمّ سلمہ کے خصوصی حق کے ہوتے بعد میں باری مقرر ہوتی لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔۴؎ اس طرح باقی ازواج کے پاس بھی تین تین دن قیام کروں لہٰذا یہ جملہ بھی امام اعظم کے خلاف نہیں ۵؎ تاکہ حضور جلد میرے پاس تشریف لائیں ۶؎ مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ مرد اگر کنواری عورت سے شادی کرے تو سات دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس سات سات دن رہے اور اگر بیوہ عورت سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی رہے، اس کی پہلی باری میں بھی برابری و مساوات ہوگی یہ باری اس نئی کیلئے خاص علیحدہ نہ ہوگی ورنہ حضرت اُمّ سلمہ سے دریافت نہ فرمایا جاتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقْسِمُ بَیْنَ نِسَآئِهٖ فَیَعْدِلُ وَ یَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۰۹۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج پاک کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے بہت انصاف فرماتے تھے۱؎ اور فرماتے تھے الٰہی یہ میری تقسیم ہے اس میں جس کا مالک ہوں پس تو مجھے اس میں عتاب نہ فرما جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں۲؎ () ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

(۳۰۹۶)۱؎ ہر طرح عدل فرماتے تھے باری میں، خرچہ میں، ہدیہ وعطیہ میں، یہ ایک کلمہ تمام قسم کے عدل اور انصاف کو شامل ہے مگر باری کا عدل استحباباً تھا نہ کہ وجوباً کیونکہ آپ پر باری واجب نہ تھی۲؎ یعنی برتاوے میں تو ہر طرح برابری کرتا ہوں، رہا میلان قلبی اور دلی محبت وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے، دل تیرے قبضہ میں ہے اور زیادتی میلان تیری طرف سے ہے، اس میں مجھ پر عتاب نہ فرمانا، اس سے معلوم ہوا کہ خاوند پر برتاوے اور ادائے حقوق میں برابری کرنا لازم ہے میلان قلبی اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ ہو تو اس کا گناہ نہیں، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ (۱۲۹:۴) اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو (کنزالایمان)۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(۳۰۹۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ

قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ شِقُّهٗ سَاقِطٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کسی کے پاس دو بیویاں ہوں پھران میں انصاف نہ کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی[۱] (ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی)

(۳۰۹۷)[۱] اس کروٹ ٹیڑھی ہونے سے اسے چلنے پھرنے میں سخت تکلیف بھی اور تمام محشر میں بدنامی بھی کہ ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ ظالم خاوند ہے جس نے اپنی بیویوں میں انصاف نہ کیا تھا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر تمام بیویاں آزاد ہوں یا لونڈیاں تو سب میں یکسانیت کرے اور اگر ایک بیوی آزاد ہو دوسری لونڈی تو آزاد کے ہاں دو دن رہے لونڈی کے پاس ایک دن نیز عبادات میں مشغول ہو کر بیوی بچوں سے بے خبر ہو جانا سخت منع ہے عبادت بھی کرو بیوی بچوں میں بھی مشغول رہو ہفتہ میں دو بار ضرور ان کی خبر گیری کرے۔ (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَطَآءٍ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْبِهَا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَآءٌ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْسِمُ لَهَا بَلَغَنَا اَنَّهَا صَفِيَّةُ وَكَانَتْ اٰخِرَهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَ قَالَ رَزِيْنٌ قَالَ عَطَآءٍ هِيَ سَوْدَةُ وَ هُوَ اَصَحُّ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَآئِشَةَ حِيْنَ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَمْسِكْنِيْ قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِيْ لِعَآئِشَةَ لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ نِسَآئِكَ فِي الْجَنَّةِ ۔

(۳۰۹۸) روایت ہے حضرت عطاء[۱] سے فرماتے ہیں کہ ہم جناب ابن عباس کے ساتھ بی بی میمونہ کے جنازہ میں مقام سرف میں[۲] حاضر ہوئے آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک ہیں تو جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ انہیں ہلاؤ نہ جھٹکا دو[۳] ان پر بہت نرمی کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں جن میں سے آٹھ کیلئے باری مقرر فرماتے تھے اور ایک کے لئے باری مقرر نہ کرتے تھے[۴] حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ہم کو اطلاع پہنچی ہے کہ جن کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باری مقرر نہ فرماتے تھے وہ بی بی صفیہ تھیں[۵] انہیں کی وفات سب سے آخر میں ہوئی جو مدینہ پاک میں فوت ہوئیں[۶] (بخاری مسلم) اور رزین فرماتے ہیں کہ عطاء کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ وہ سودہ تھیں یہی زیادہ صحیح ہے انہوں نے اپنا دن بی بی عائشہ کو دے دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینا چاہا تو آپ بولیں مجھے رکھیے میں اپنا دن بی بی عائشہ کو دیتی ہوں تاکہ میں جنت میں آپ کی ازواج میں سے ہوں[۷]

(۳۰۹۸)[۱] عطاء چند ہیں اور سب تابعین ہیں یہ عطاء ابن ابی رباح ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس سے زیادہ تر روایات ان ہی عطاء کی آتی ہیں (اشعہ) [۲] حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبداللہ ابن عباس کی خالہ ہیں آپ کا نکاح بھی مقام سرف میں ہوا زفاف بھی وفات بھی اور اسی مقام سرف میں آپ کی قبر شریف ہے سرف مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر مقام تنعیم سے قریب

ہے آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی آپ کے نکاح کا عجیب واقعہ ہے کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ آپ کے کان میں پڑا تو بولیں کہ اونٹ اور اونٹ پر کی ساری چیزیں رسول اللہ کی ملک میں ہوگئیں پھر آپ کا نکاح ہوا (مرقات و اشعہ) ۳؎ زعزعہ اور زلزلہ قریباً ہم معنی ہیں مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہ تمہاری والدہ محترمہ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کی نعش مبارک بڑے ادب و احترام سے لے جاؤ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام بعد وفات بھی چاہئے فقہاء فرماتے ہیں کہ زیارت قبر کے وقت صاحب قبر سے اتنی ہی دور اور اسی طرح بیٹھے جیسے اس کی زندگی میں بیٹھتا تھا اور فرماتے ہیں کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کیلئے اپنے ہاتھ باندھ کر باادب کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے (عالمگیری وغیرہ) ۴؎ کیونکہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی جیسا کہ گزر چکا ۵؎ بعض نے فرمایا یہ محض غلط ہے اور غلطی ابن جریج کی طرف سے ہے مگر قاضی عیاض نے فرمایا کہ جب آیت کریمہ: تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳:۵۱) پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو (کنزالایمان) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ، جویریہ، صفیہ، اُمّ حبیبہ، میمونہ سے قدرے علیحدگی فرمائی اور حضرت عائشہ، اُمّ سلمہ، زینب، حفصہ سے قرب فرمایا پھر سب کو اپنے سے قریب فرمالیا سوائے بی بی صفیہ کے جن کیلئے باری مقرر نہ فرمائی حضرت عطاء نے یہ آخری بات سنی واللہ اعلم (مرقات) ۶؎ بی بی صفیہ کی وفات رمضان ۵۰ھ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ پاک میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۷ھ میں بی بی سودہ کی وفات ۵۴ھ میں، بی بی زینب کی وفات ۲۰ھ میں، بی بی جویریہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں دیکھو مواہب لدنیہ اور مرقات لہٰذا حضرت صفیہ کے متعلق یہ بات غلط ہے ۷؎ یہی صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دی نہیں تھی دینا چاہی بعض روایات میں ہے طلاق دیدی تھی مگر عرض کرنے پر رجوع فرمالیا تھا چنانچہ بیہقی میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دے دی، جب آپ نماز کو تشریف لے گئے تو راستہ میں بی بی سودہ نے آپ کا دامن پکڑ کر یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے تو آپ نے رجوع فرمایا مگر روایت اوّل صحیح ہے۔ خیال رہے کہ زوجہ کے قصور کے بغیر بھی طلاق دے دینا جائز ہے نکاح کا باقی رکھنا مرد کا اپنا مستقل حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں خصوصی اختیار ہے یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ بیوی نکاح کرسکتی ہیں، جو حضور کی وفات کے بعد رہیں وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں، کیوں؟ اس لئے کہ حضور زندہ ہیں ان کی ازواج بیوہ نہیں، خاوند والیاں بیویاں ہیں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا (۳۳:۵۳) اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو (کنزالایمان) اگر مطلقہ بیوی بھی کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں تو طلاق سے فائدہ کیا ہوتا۔

بَابُ عِشْرَةِ النِّسَآءِ وَ مَالِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ

بیویوں سے رفاقت کا بیان اور ہر ایک کے حقوق کیا ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اس باب میں دو باتیں مذکور ہوں گی ایک یہ کہ مرد اپنی بیویوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے اور کس اخلاق سے زندگی گزارے۔ دوسرے یہ کہ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے اور بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے یہ دونوں حق آج مسلمان بھول گئے اگر حضور کی تعلیم پر عمل ہو تو آج

ہمارے گھروں کے حالات کیوں تباہ ہوں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ وَّ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلْعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۰۹۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے متعلق نیکی کی وصیت قبول کروا کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور یقیناً پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر کا ہے۲ تو اگر اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو تو ٹیڑھا رہے گا۳ لہذا عورتوں کے متعلق وصیت قبول کرو۔(مسلم بخاری)

(۳۰۹۹)۱ اس جملہ کے چند مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میں تم کو اپنی بیویوں سے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں تم لوگ قبول کرو یا تم لوگ اپنی بیویوں کے متعلق اچھی وصیت کیا کرو کہ ان کے ساتھ تمہارے عزیز و اقارب اچھا سلوک کریں یا اپنی بیویوں کو بھلائی کا حکم کرو غرض یہ کہ یہاں باب استفعال کئی احتمال رکھتا ہے(اشعہ،مرقات،لمعات)۲ یعنی حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی کلاں پارہ اوّل میں ملاحظہ کیجئے۳ یعنی جو چیز ٹیڑھی بھی ہو،خشک بھی وہ سیدھی نہیں ہوسکتی پسلی کا اوپری حصہ ٹیڑھا اور خشک ہے اور وہ سیدھا نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت بالکل سیدھی نہیں ہوسکتی معلوم ہوا کہ اصل کا اثر شاخ میں ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَ بِهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا کَسَرْتَهَا وَ کَسْرُهَا طَلَاقُهَا ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۰۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ روش میں سیدھی ہرگز نہ ہوگی۱ تو اگر تم اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سے نفع حاصل کرو حالانکہ اس میں ٹیڑھ ہو۲ اور اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اس کا توڑنا اس کا طلاق ہے۳(مسلم)

(۳۱۰۰)۱ کیونکہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت میں داخل ہے تعلیم و تربیت سے کچھ درست ہو جاتی ہے مگر بالکل سیدھی نہیں ہوتی۲ یعنی اسے اس کی حالت پر رہنے دو اس کی بدخلقی ناشکری وغیرہ کی برداشت کرو اور اپنا کام نکالو اس کے بغیر تمہارے کام نہیں چل سکتے وہ تمہاری وزیر اور گھر کی منتظم ہے۳ اگر تم اسے ہر بات پر ملامت کرو اس کے ہر عمل کی نگرانی کرو تو تمہارا گھر میدان جنگ بن جائے گا اور آخر طلاق دینا پڑے گی لہذا بعض باتوں میں چشم پوشی کیا کرو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۰۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مومن کسی مومنہ بیوی کو دشمن نہ جانے اگر اس کی کسی عادت سے ناراض ہو تو دوسری خصلت سے راضی ہو گا۱(مسلم)

(۳۱۰۱)۱ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم،مقصد یہ ہے کہ بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے لہذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا

ہم خود ہزار ہا برائیوں کا چشمہ ہیں ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو اچھائیوں پر نظر رکھو ہاں اصلاح کی کوشش کرو بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّآءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۰۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی گوشت نہ خراب ہوتا[۱] اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی[۲] (مسلم بخاری)

(۳۱۰۲)[۱] اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام شریف ہے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل میدان تیہ میں قید کردیئے گئے وہاں چالیس سال مقید رہے اس زمانہ میں ان پر قدرتی حلوا اور بھنا ہوا گوشت نازل ہوتا یعنی من، سلویٰ مگر حکم یہ تھا کہ نیا روز اور نئی روزی آج کا کھانا کل کیلئے نہ بچاؤ، انہوں نے بچانا شروع کردیا تو گوشت بگڑنے لگا اس سے پہلے گوشت کبھی خراب نہ ہوتا تھا اگر یہ لوگ توکل سے کام لیتے تو گوشت وغیرہ کبھی خراب نہ ہوتا[۲] اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ شیطان نے پہلے بی بی حوا کو دھوکا دے کر گندم کھانے پر راضی کیا حضرت حوا نے پہلے خود کھایا پھر ضد کرکے حضرت آدم علیہ السلام کو کھلایا بعض نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوا کو بھیجا کہ گندم کا درخت اکھاڑ کر پھینک دیں آپ وہاں گئیں درخت تو اکھاڑ دیا مگر اس کی دو بالیاں محفوظ رکھ لیں جو کچھ عرصہ بعد خود بھی کھالیں اور آدم علیہ السلام کو بھی کھلائیں یہاں خیانت سے مراد ضد کرکے خاوند سے غیر مناسب کام کرالینا ہے یعنی عورتوں کی یہ ضد وہٹ اپنی دادی صاحبہ کی میراث میں ملی ہے یہ وہاں کا اثر ہے۔(ازمرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ يَعْمَدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا فِيْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۰۳) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن زمعہ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے[۲] پھر اخیر دن میں اس سے صحبت کرلے گا[۳] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں سے کوئی ارادہ کرتا ہے تو اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے کہ شاید اخیر دن اس سے صحبت کرے گا[۴] پھر انہیں گوز سے ہنسنے کے متعلق نصیحت کی تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس کام پر کیوں ہنستا ہے جو خود بھی کرتا ہے[۵] (مسلم بخاری)

(۳۱۰۳)[۱] آپ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے زمعہ آپ کے والد کا نام ہے قرشی ہیں اسدی ہیں[۲] سختی و بے دردی کے ساتھ اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کیلئے بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاضْرِبُوْهُنَّ (۴:۳۴) اور انہیں مارو (کنزالایمان) کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے استاد شاگرد کو باپ بیٹے کو مار سکتا ہے[۳] یہ کلمہ یا تو گزشتہ حکم کی علت ہے یا اظہار تعجب کیلئے ہے یعنی چونکہ آخر اس عورت سے صحبت و محبت بھی کرتا

ہے لہٰذا اسے غلاموں کی طرح نہ مارو پیٹو' یا تعجب ہے کہ اب تو تم اسے اسی طرح مارو اور پھر عنقریب گلے بھی لگاؤ گے بزرگ فرماتے ہیں ایک آنکھ لڑنے کی رکھو دوسری ملنے کی ۴؎ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے بعد میں بیویوں کو مارنے پیٹنے کی اجازت دے دی گئی مگر یہ غلط ہے سخت مار سے ممانعت ہے نرم مار کی اجازت (مرقات) ۵؎ سبحان اللہ کیسا پیارا قاعدہ بیان فرمایا کہ جو کام خود بھی کرتے ہو اس کام کی بنا پر دوسروں پر کیوں ہنستے ہو؟ شعر

اوی کل انسان یری عیب غیره

و یعمی عن الهب الذی عوفیه

حضرت حاتم اصم بہرے نہ تھے ایک بار آپ کی بیوی کی ہوا آواز سے نکل گئی تو آپ نے فرمایا زور سے بات کرو میں اونچا سنتا ہوں' تا کہ اسے خجالت نہ ہو پھر آخر تک بہرے ہی بنے رہے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آواز سے گوز (ہوا) نہ نکالے لیکن اگر کسی کی ہوا آواز سے نکل جائے تو اس پر نہ ہنسے نہ مذاق کرے کہ اس میں مسلمان کو شرمندہ کرنا ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَ لِيْ صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّ بُهُنَّ اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۰۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی ۱؎ اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے یہ چلی جاتیں ۲؎ پھر حضور انہیں میری طرف بھیج دیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۰۴) ۱؎ بنات جمع ہے بنت کی بمعنی بچی ولڑکی یہاں یا تو ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں مراد ہے تو ب بمعنی مع ہے اور یا مراد گڑیاں ہیں کہ وہ بھی بچیوں کی شکل کپڑے سے بنائی جاتی ہیں اس لیے انہیں بنات کہتے ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ سہیلیوں کا ذکر تو آگے آ رہا ہے یہ گڑیاں یا تو آپ اپنے میکے سے لائی تھیں یا حضور کے ہاں آ کر خود بنائی تھیں یا خود سرکار عالی نے بنوائی تھیں بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچیوں کیلئے گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا جائز ہے کہ یہ دراصل ان کو سینے پرونے اور کھانا تیار کرنے کی تعلیم کا ذریعہ ہے اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے بچوں کے کھلونے جائز فرمائے اگر چہ وہ شکل والے ہوں لہٰذا تصاویر کے حکم سے وہ علیحدہ ہیں۔ ینقمعن قمع سے بنا بمعنی چھپ جانا یہاں چلا جانا مراد ہے کہ چلے جانے سے بھی انسان چھپ جاتا ہے۔ ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ محلّہ کی بچیاں میرے ساتھ گڑیاں کھیلتی تھیں جب سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اپنے اپنے گھر چلی جاتیں اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے تو ان بچیوں کو ان کے گھروں سے میرے پاس بھیج دیتے تا کہ میرے ساتھ کھیلیں۔

وَ عَنْهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَآئِهٖ لِاَ نْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَ عَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى

(۳۱۰۵) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی (بچے) مسجد میں نیزہ بازی کرتے تھے ۱؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے پردہ کراتے تا کہ میں آپ کے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل

اَکُوْنَ اَنَا الَّتِیْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِیَةِ الْحَدِیْثَةِ السِّنِّ الْحَرِیْصَةِ عَلَی اللَّھْوِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

دیکھوں۲ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتیٰ کہ میں ہی لوٹ جاتی تو تم اندازہ لگالو نوعمر لڑکی کے کھیل کی شوقین کا۳ (مسلم بخاری)

(۳۱۰۵)۱ مسجد سے مراد یا تو خارج مسجد ہے جسے رحبہ کہا جاتا تھا چونکہ وہ جگہ مسجد سے بالکل ملی ہوئی تھی اس لیے اسے مسجد فرمایا ہو سکتا ہے کہ خود مسجد میں ہی کھیل ہوتا تھا کیونکہ یہ بظاہر تو کھیل تھا مگر درحقیقت تیراندازی کی مشق یعنی جہاد کی تیاری تھی اور یہ تیاری عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز رب تعالٰی فرماتا ہے:وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ (۸،۶۰) اوران کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (کنزالایمان) (اشعہ،لمعات،مرقات)۲ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے کا ہے ورنہ آپ کبھی اجنبی لوگوں کا کھیل نہ دیکھتیں (مرقات) فقیر کا خیال ہے کہ پردہ کا حکم آچکنے کے بعد کا ہے ورنہ سرکار عالی چادر اوراپنے جسم شریف سے آڑ کرتے لہذا یا تو وہ حبشی بچے تھے نہ کہ جوان بچوں کا کھیل دیکھنا جائز چونکہ وہاں جوانوں کے آجانے کا بھی احتمال تھا اس لیے احتیاطًا حضور نے آڑ فرمالی یا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مردوں کوحرام تھا کہ اجنبی عورتوں کو دیکھیں مگر عورتوں پر مردوں کا دیکھنا حرام نہ تھا پھر دوطرفہ پردہ فرض ہوگیا جیسا کہ اپنے مقام پر ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر چکڑالوی وغیرہ اعتراض نہیں کرسکتے نہ اپنی بیویوں کوسینما لے جانے والے استدلال کرسکتے ہیں۳ یعنی میں نوعمر بچی بھی تھی اور کھیل تماشہ دیکھنے کی شوقین بھی تم اندازہ لگالو کہ میں کتنی دیر تک کھڑی رہتی ہوں گی مگر قربان جاؤں اس اخلاق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ خود وہاں سے نہ ہٹتے تھے نہ مجھے اندر جانے کا حکم دیتے تھے بلکہ میری خاطر بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے۔

وَ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَ عْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَّاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبیٰ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ وَّاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبیٰ قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۱۰۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۱ ہم جانتے ہیں جب تم ہم سے راضی ہوتی تھیں اور جب تم ہم پر ناراض ہوتیں۲ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کہاں سے پہچانتے تھے۳ فرمایا جب تم ہم سے خوش ہوتیں تو کہتی تھیں محمد مصطفٰی کے رب کی قسم اور جب تم ہم سے ناخوش ہوتیں تو کہتی تھیں جناب ابراہیم کے ربّ کی قسم۴ میں بولی ہاں یا رسول اللہ میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی تھی۵ (مسلم بخاری)

(۳۱۰۶)۱ جب میری عمر پختہ اورعقل کامل ہوگئی تب مجھے میرے بچپن کا زمانہ یاد دلایا جبکہ میں نئی نئی بیاہ کرحضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ رضی اللہ تعالٰی عنہا۲ یہ ناراضگی ناز کی ہے نہ کہ نفرت کی ورنہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا تو کفر ہے محبوبوں کی یہ ناراضگی بھی پیاری ہوتی ہے۔شعر

ناز برداری تمہاری کیوں نہ فرمائے خدا
نازنین حق نبی ہیں تم نبی کی نازنین

بچہ باپ پر ناراض ہوکر اپنی ہرضد پوری کرالیتا ہے لہذا اس حدیث سے روافض دلیل نہیں پکڑ سکتے اور جناب اُمّ المؤمنین رضی اللہ

عنہا پر اعتراض نہیں کر سکتے ۳؎ وحی الٰہی سے یا خاص علامات سے ۴؎ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بچپن شریف کی عقل وفراست پر جان وایمان صدقے کہ اگر گھریلو معاملہ میں کسی وجہ سے دل میں رنج ہوتا تو لڑائی جھڑائی شور وغیرہ نہ فرماتیں بلکہ رب کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے لیتیں کہ دل کی حالت کا اظہار بھی ہو جائے اور گھر میں بدمزگی بھی نہ پیدا ہو کاش! ہماری مائیں بہنیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سبق لیں اور اپنے گھروں کو میدان جنگ نہ بنائیں ۵؎ یعنی میرے دل میں آپ کی محبت بدستور رہتی تھی صرف دلی رنج کے اظہار کیلئے ایسا کرتی تھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَ فِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّدْعُوْا امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَاَبٰی عَلَیْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا ۔

(۳۱۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے ۱؎ تو وہ انکار کر دے ۲؎ اور خاوند ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں ۳؎ (مسلم بخاری) انہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنی بیوی اپنے بستر پر بلائے پھر وہ انکار کر دے تو آسمان والا اس پر ناراض ہوتا ہے ۴؎ حتی کہ خاوند اس پر راضی ہو جائے ۵؎

(۳۱۰۷) ۱؎ رات کے وقت صحبت کیلئے یا کسی اور خدمت کیلئے پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک وصاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا ۲؎ بغیر عذر آنے سے انکار کر دے فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ (مرقات) ۳؎ یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہو جاتا ہے ۴؎ اللہ تعالٰی جس کی حکومت، ملکیت آسمان میں بھی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ (۴۳، ۸۴) اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا (کنزالایمان) اگرچہ زمین وآسمان ولامکان سب ہی اللہ تعالٰی کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لئے صرف آسمان کا ذکر ہوا یا آسمان میں رہنے والے فرشتے تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر وپوشیدہ حالات سے باخبر ہیں ۵؎ معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالٰی اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے لہٰذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ

کرنے دے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ ضَرَّۃً فَھَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِیْ غَیْرَ الَّذِیْ یُعْطِیْنِیْ فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۱۰۸) روایت ہے حضرت اسماء سے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے[۱] تو کیا مجھ پر اس میں گناہ ہے کہ اپنے خاوند کا کوئی عطیہ ظاہر کروں جو اس کے علاوہ ہو[۲] تو فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا ظاہر کرنے والا جھوٹے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے[۳] (مسلم بخاری)

(۳۱۰۸)[۱] عربی میں سوکن کو ضرۃ کہتے ہیں ضـــرہ ضـــرہ سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرور نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لیے اسے ضرہ کہتے ہیں اس کا دوسرا نام فطینہ بھی ہے بمعنی بہت سمجھدار ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطینہ ہوتی ہے اسی لیے اسے فطینہ کہتے ہیں (مرقات) [۲] یعنی میں اپنی سوکن کو جلانے طیش دلانے کے لیے یہ ظاہر کروں کہ خاوند بمقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاؤں کہ خاوند نے دیا ہے[۳] یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں پھر بعد میں حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِہٖ شَھْرًا وَّکَانَتْ انْفَکَّتْ رِجْلُہٗ فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَۃٍ تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اٰلَیْتَ شَھْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّھْرَ یَکُوْنُ تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۱۰۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کا ایلاء کیا[۱] اور آپ کا پاؤں موچ گیا تھا[۲] تو آپ نے بالاخانے میں انتیس رات قیام کیا[۳] پھر نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔[۴] (بخاری)

(۳۱۰۹)[۱] ایلاء بنا ہے ولی سے بمعنی قرب ہمزہ سلب کی ہے یعنی قریب نہ جانا شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالے اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو خاوند اپنی قسم توڑ لے کہ اس مدت میں ایلاء سے قولاً یا عملاً رجوع کرکے کفارہ قسم ادا کردے یا ایلاء پورا کرے اور چار ماہ گزرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایلاء شرعی نہ تھا لغوی تھا کیونکہ ایک ماہ کا تھا اس ایلاء کا واقعہ بہت مشہور ہے کتب احادیث میں مذکور ہے[۲] گھوڑے سے گرجانے کی وجہ سے پاؤں شریف میں موچ آ گئی تھی یا پاؤں اتر گیا تھا (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ غالباً نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آ گیا تھا اور تکلیف ہوگئی تھی جسے راوی نے انفکت سے بیان فرمایا (مرقات) [۳] مشربہ میم کے فتح ر کے پیش سے شرمد کی طرح بمعنی بالاخانہ غرفہ جسے پنجابی میں چھتی کہا جاتا ہے وہ بالاخانہ ایسا پرتکلف نہ تھا جیسا آج کل امیروں کا ہوتا ہے یعنی ایلاء کے زمانہ میں سرکار کسی زوجہ پاک کے پاس نہ رہے بلکہ علیحدہ چھتی پر قیام فرمایا[۴] یعنی یہ مہینہ انتیس کا ہے آج ہمارے ایلاء کی مدت پوری ہوگئی اور ہم نے اسی مہینہ کا ایلاء کیا تھا علماء فرماتے ہیں جو کسی خاص مہینہ کی ... انتیس روز ... گے مگر جو غیر معین

مہینہ کے روزوں کی نذر مانے اس پر تیس دن کے روزے ہی لازم ہوں گے اگرچہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہو جس میں روزے رکھے۔(مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِىْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَا قُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِى النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِىْ كَمَا تَرٰى يَسْئَلْنَنِى النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى عَآئِشَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰى حَفْصَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْئَلِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْئَالُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَآئِشَةَ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنِّىْ اُرِيْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَيْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِىْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِىْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْاٰيَةَ قَالَتْ اَفِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِيْرُ اَبَوَىَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْاَلُكَ اَلَّا تُخْبِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِكَ بِالَّذِىْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسْئَالُنِىْ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِىْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِىْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا

(۳۱۱۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق آئے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت لیں لوگوں کو آپ کے دروازہ پر بیٹھے پایا جن میں سے کسی کو اجازت نہ ملی تھی۱ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کو اجازت مل گئی آپ داخل ہو گئے پھر جناب عمر آئے اجازت مانگی انہیں بھی مل گئی۲ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو غمگین خاموش بیٹھا پایا کہ آپ کی ازواج اردگرد تھیں۳ آپ نے سوچا کہ میں ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی ﷺ کو ہنسا دوں۴ تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضور خارجہ کی بیٹی کو ملاحظہ فرماتے۵ کہ اس نے مجھ سے خرچہ مانگا تو میں اس کی طرف بڑھا اس کی گردن مروڑی۶ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۷ اور فرمایا یہ جو میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مجھ سے خرچہ کا مطالبہ کرتی ہیں۸ تو ابوبکر عائشہ کی طرف اٹھے ان کی گردن مروڑنے لگے اور حضرت عمر حفصہ کی طرف بڑھے وہ ان کی گردن مروڑنے لگے۹ یہ دونوں کہتے تھے کیا تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہیں۱۰ وہ بولیں اللہ کی قسم ہم رسول اللہ ﷺ سے کبھی وہ چیز نہ مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۱۱ پھر حضور ازواج سے ایک ماہ یا انتیس دن علیحدہ رہے۱۲ پھر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دو الی قولہ تم میں سے نیک کار بیویوں کیلئے بڑا ثواب ہے۱۳ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نے عائشہ سے ابتدا کی۱۴ اے عائشہ تم پر ایک چیز پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس میں جلدی نہ کرنا حتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۱۵ آپ بولیں یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے؟ تب حضور نے ان پر یہ آیت تلاوت کی۱۶ آپ بولیں کیا آپ کے بارے میں یا رسول اللہ میں ماں باپ سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں۱۷ اور حضور سے عرض ہے کہ اپنی ازواج میں سے کسی بی بی کو نہ بتائیں۱۸ جو میں نے عرض کیا

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی بی بی مجھ سے نہ پوچھے گی مگر میں خبر دے دوں گا ۱۹ یقیناً اللہ نے مجھے نہ مشقت میں ڈالنے والا بھیجا نہ مشقت میں پڑنے والا ۲۰ لیکن مجھے بھیجا ہے علم سکھانے والا آسانی کرنے والا ۲۱ (مسلم)

(۳۱۱۰) ۱؎ واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوئے زیادہ خرچہ دینے کے متعلق عرض کیا بعض نے یہ بھی کہا کہ فلاں فلاں کی بیویاں ایسے عمدہ لباس پہنتی ہیں ایسے عیش میں ہیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ایک ماہ تک تم میں سے کسی کے پاس نہ آئیں گے اور بالا خانہ پر تشریف فرما ہو گئے اور تمام صحابہ سے بھی علیحدگی اختیار فرمائی اس پر مشہور ہو گیا کہ حضور نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی لوگ گھبرا گئے اسی گھبراہٹ میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق حاضر ہوئے کیونکہ ان کی صاحبزادیاں بی بی عائشہ صدیقہ اور بی بی حفصہ حضور کے نکاح میں تھیں ۲؎ چونکہ اس وقت تک پردہ کی آیات نہ آئی تھیں اس لیے ان دونوں بزرگوں کو ازواج پاک کی موجودگی میں اجازت دے دی گئی ۳؎ غالباً یہ اجتماع عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تھا ۴؎ یہ ہنسانا بھی عبادت تھا حضور کو خوش کرنا عبادت ہے جیسے آپ کو غمگین کرنا گناہ ایسے موقعوں پر جناب عمر ہمیشہ یہ عمل کرتے تھے ۵؎ بنت خارجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ پاک ہیں ۶؎ یعنی میری بیوی نے مجھ سے حاجت سے زیادہ جو خرچہ مانگا عیش و طرب کیلئے تو میں نے اسے یہ سزا دی کیونکہ بقدر ضرورت تو خرچہ میں دیتا ہوں ۷؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کا یہ عمل پسند فرمایا پتا لگا کہ خاوند اپنی زوجہ کو نافرمانی یا بے جا مطالبہ پر سزا دے سکتا ہے، مرد عورت کا حاکم ہے ۸؎ یعنی ہمارے ہاں بھی یہ معاملہ درپیش ہے کہ ہماری یہ ازواج ہم سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہیں ۹؎ معلوم ہوا کہ والد اپنی جوان شادی شدہ بیٹی کو سزا دے سکتا ہے ان دونوں حضرات نے حضور کی موجودگی میں اپنی صاحبزادیوں سے یہ برتاؤ کیا ۱۰؎ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

جہاں کو غنی فرمایا اپنے پاس کچھ نہ رکھا: اَغْنٰـھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (۹،۷۴) اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (کنزالایمان) ۱۱؎ یہ ماجرا دیکھ کر تمام ازواج پاک نے بیک زبان یہ وعدہ کیا ۱۲؎ کیونکہ حضور اس واقعہ سے پہلے علیحدگی کی قسم اٹھا چکے تھے اس لیے اگرچہ ان بیویوں نے یہ وعدہ کر لیا مگر حضور نے اپنی قسم پوری فرمائی (مرقات، لمعات) ۱۳؎ واقعہ کی ترتیب یہ ہوئی کہ اولاً ازواج مطہرات نے عرصہ تک زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کی قسم اٹھائی پھر حضرت صدیق و فاروق کا یہ واقعہ پیش آیا پھر ازواج پاک نے یہ وعدہ کیا جو یہاں مذکور ہے پھر حضور نے علیحدگی اختیار کی، مدت ایلاء ختم ہونے پر آیت کا نزول ہوا پھر ازواج پاک کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا ۱۴؎ کیونکہ عائشہ صدیقہ ان سب میں عالمہ عاقلہ تھیں ۱۵؎ چونکہ تم عمر میں چھوٹی ہو اور چھوٹی بچیاں کبھی دنیا کی زیب و زینت پر زیادہ مائل ہوتی ہیں اس لیے والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرو (مرقات) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سرکار عائشہ صدیقہ کے اپنے پاس رہنے پر بہت ہی خوش ہیں ۱۶؎ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے نبی کی بیویو! اگر تم کو دنیاوی ٹیپ ٹاپ کا شوق ہے تو آؤ میں تم کو طلاق دے دوں اور اگر اللہ رسول اور قیامت کی بہتری چاہتی ہو تو میرے ساتھ فقر و فاقہ پر قناعت کرو تب ام المومنین نے یہ

جواب دیا ۱۷ یہ ہے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فراست دانائی علم وعقل اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کا اجتماع نہیں ہوتا ۱۸ تاکہ ہر بی بی پاک کے علم وعقل کا امتحان ہو جائے ۱۹ تاکہ وہ پوچھنے والی بی بی تمہاری پیروی کریں جس سے تم کو بھی ثواب ملے ۲۰ معنت بنا ہے عنۃ سے بمعنی گناہ مشقت' معنت دوسروں کو گناہ یا مشقت میں ڈالنے والا متعنت خود گناہ یا مشقت میں واقع ہونے والا مطلب یہ ہے کہ دوسری بیویوں کو تمہارے جواب سے ضرور خبردار کروں گا تاکہ ان کیلئے تمہارا جواب مشعل راہ بنے اس جواب کی اشاعت مفید ہے چھپانا ان کیلئے مضر ہوگا چنانچہ ان بیویوں نے وہی جواب دیا جو اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ نے دیا تھا سب فقر و فاقہ پر راضی ہوگئیں اور سب نے حضور کے ساتھ زندگی گزارنے کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھا ۲۱ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ضرورت کے وقت حاکم عالم سلطان اپنے دروازے پر ڈیوڑھی بان کر سنبھال سکتے ہیں ورنہ عموماً حضور کے دروازے پر حاجب ڈیوڑھی بان نہ ہوتے تھے کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا چاہئے خواہ خاص دوست ہو یا اجنبی اپنی جوان اولاد کو باپ سزا دے سکتا ہے اگرچہ اولاد شادی شدہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک نے بخوشی اپنی زندگی مسکینیت میں گزاردی بالاخانہ پر رہنا درست ہے۔ خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے یہ اختیار دینا طلاق نہ ہوگا بلکہ اگر بیوی طلاق کو اختیار کرے تب طلاق ہوگی حضرت علی اور زید ابن ثابت و حسن سے جو مروی ہے کہ اختیار دینا ہی طلاق ہے شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی (مرقات)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّائِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ ذُكِرَ فِيْ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔

(۳۱۱۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں' میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیتی تھیں میں کہتی تھی کیا عورت اپنی جان بخشتی ہے ۱ پھر جب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ آپ ان عورتوں میں سے جسے چاہیں ہٹائیں جسے چاہیں بلالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ۲ تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے ربّ کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی خواہش پوری فرمانے میں جلدی کرتا ہے ۳ (مسلم بخاری) اور حضرت جابر کی حدیث کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو حجۃ الوداع کے قصہ میں ذکر کردی گئی ۴

(۳۱۱۱) ۱ یعنی بعض عورتیں بارگاہ رسالت میں عرض کرتی تھیں کہ میں اپنی جان آپ کے سپرد کرتی ہوں میں اسے بے غیرتی سمجھتی تھی کہ عورت یہ جرأت کیسے کرتی ہے کہ اپنے کو مرد پر پیش کرے؟ ۲ اس آیت کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ اے محبوب آپ کو اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہیں اپنے سے علیحدہ رکھیں کہ اس کیلئے باری کوئی مقرر نہ فرمائیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں دوسرے یہ کہ اے محبوب جس عورت سے آپ چاہیں نکاح کریں اور اسے اپنے پاس رکھیں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں آپ پر تعداد ازواج کی کوئی پابندی نہیں اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ (۳۳:۵۲) ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں (کنزالایمان) ۳ اُمّ المؤمنین نے اس آیت کی دوسری تفسیر اختیار فرمائی کہ آپ جس قدر عورتوں سے چاہیں نکاح کریں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُمّ المؤمنین کا عقیدہ یہ تھا۔ شعر

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

لہٰذا اگر حضور ہم جیسے گنہگاروں کو رب سے بخشوانا چاہیں تو رب تعالیٰ ضرور بخش دے گا کیونکہ وہ حضور کی رضا چاہتا ہے۔

تو جو چاہے ابھی میل میرے دل کے دھلیں کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

خیال رہے کہ چند عورتوں نے اپنے کو حضور پر پیش کیا ہے' میمونہ' اُمّ شریک' زینب بنت خزیمہ' خولہ بنت حکیم' رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (۵۰'۳۳) اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے (کنزالایمان) (مرقات) ۲؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث اس جگہ تھی میں نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے باب میں ذکر کر دی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِيْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۱۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں پاؤں سے دوڑنے میں آگے نکل گئی ۱؎ پھر جب میں کچھ بھاری ہوگئی تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے ۲؎ فرمایا یہ اس سبقت کا عوض ہوگیا ۳؎ (ابوداؤد)

(۳۱۱۲) ۱؎ یعنی بحالت سفر کسی منزل پر ہم نے قیام کیا میدان تھا رات کے اندھیرے یا دن میں اکیلے میں نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑ لگائی کہ یہ دیکھیں کون آگے نکل جائے یہ دوڑ سواری پر نہ تھی پاؤں پر تھی میں آگے نکل گئی حضور نے خود ہی آپ کو آگے نکل جانے دیا ہوگا انہیں خوش کرنے کیلئے ۲؎ یہ پتا نہ لگا کہ یہ دوڑ کس جگہ ہوئی بہرحال کچھ عرصہ کے بعد ہوئی ہوگی اور اس دوڑ میں آپ پیچھے رہ گئیں یہ ہے اپنی ازواج پاک سے اخلاق کا برتاؤ' ایسے اخلاق سے گھر جنت بن جاتا ہے مسلمان یہ اخلاق بھول گئے خیال رہے کہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لڑکپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جبکہ حضور کی عمر شریف پچاس سال کے قریب تھی اس قدر تفاوت عمر کے باوجود آپ کبھی نہ گھبرائیں کیوں ان اخلاق کریمانہ کی وجہ سے باقی بیویاں بیوگان اور عمر رسیدہ تھیں لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ گڑیاں کھلانا دوڑ لگانا' کھیل دکھانا صرف عائشہ صدیقہ ہی سے کیوں ہے دوسری بیویوں سے کیوں نہیں ۳؎ یعنی اب کیسے ہم جیت گئے بدلہ ہوگیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ چار چیزوں میں دوڑ جائز ہے اونٹ' گھوڑا' تیر اندازی' پیدل ان میں دوطرفہ مال کی شرط حرام ہے کہ یہ جوا ہے یک طرفہ جائز ہے کہ انعام ہوں اگر تیسرا کہہ دے کہ تم میں سے جو جیتے گا اسے یہ انعام ملے گا جائز ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰى قَوْلِهٖ لِاَهْلِيْ.

(۳۱۱۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں ۱؎ اور جب تمہارا ساتھی مر جائے تو اسے چھوڑ دو ۲؎ (ترمذی' دارمی) اور ابن ماجہ عن ابن عباس والی کے فرمان لاہلی تک

(۳۱۱۳)۱؎ یعنی بڑا خلیق وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خلیق ہو کہ ان سے ہر وقت کام رہتا ہے اجنبی لوگوں سے خلیق ہونا کمال نہیں کہ ان سے ملاقات کبھی کبھی ہوتی ہے ہم نے اس اخلاق کریمانہ کا نمونہ قائم فرما دیا ہے سبحان اللہ۔ ۲؎ یعنی خاوند بیوی میں سے جو مر جائے تو اسے دوسرا اچھائی سے یاد کرے برائیاں بیان نہ کرے یا کوئی مسلمان بھائی مر جائے تو اس کے عیوب بیان نہ کیے جائیں کہ مردہ کی غیبت بدترین گناہ ہے کیونکہ اس سے معاف نہیں کرا سکتے خیال رہے کہ راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ یہ حدیث کی تحقیق ہے غیبت کی تحقیق اور اس کے اقسام و احکام ہمارے فتاویٰ میں ملاحظہ فرمایئے اور کچھ اس کتاب میں بھی عرض کیے جا چکے ہیں، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مردہ کی غیبت نہ کرو زندہ مسلمان کی غیبت خوب کیا کرو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ اَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَتْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ)

(۳۱۱۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے ۱؎ اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے ۲؎ اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے ۳؎ تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے ۴؎ (ابونعیم حلیہ)

(۳۱۱۴)۱؎ یہاں خصوصیت سے عورت کا ذکر اس لیے ہے کہ آگے خاوند کی اطاعت کا بھی ذکر آ رہا ہے جو صرف عورت پر فرض ہے، نمازوں سے مراد پاکی کے زمانہ کی نمازیں ہیں، روزوں سے مراد رمضان کے روزے ادا ہوں یا قضا کہ ناپاکی کی حالت میں عورت روزے ادا نہیں کر سکتی قضا کرے گی۔ ۲؎ اس طرح کہ زنا اور اسباب زنا سے بچے بے پردگی گانا ناچنا وغیرہ حرام کام کے اسباب بھی حرام ہیں جیسے فرض کے اسباب و شرائط فرض نماز کی وجہ سے وضو وغیرہ بھی فرض ہے ۳؎ کہ اس کا ہر جائز حکم مانے بشرطیکہ قادر ہو ۴؎ چونکہ اس صالحہ بی بی نے ہر قسم کی عبادات کی ہیں اس لیے اسے ہر قسم کے دروازے سے جنت میں جانے کی اجازت ہے، جنت کے بہت دروازے ہیں ہر دروازہ خاص عبادت والے کیلئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۱۱۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے ۱؎ تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۲؎ (ترمذی)

(۳۱۱۵)۱؎ یعنی ہماری شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے سجدہ عبادت کفر ہے سجدہ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدہ تعظیم جائز تھا اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا۔ ۲؎ کیونکہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لیے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کیلئے سجدہ جائز ہوتا تو میں اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے۔ شعر

[illegible]

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۱۱۶) روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت مر جائے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو۱ تو جنت میں جائے گی۲ (ترمذی)

(۳۱۱۶)۱؎ یہاں خاوند سے مراد مسلمان متقی خاوند ہے (مرقات) یہ قیود بہت ہی مناسب ہیں بعض بے دین خاوند تو عورت کی نماز سے ناراض ہوتے ہیں اس کے گانے بجانے' سینما جانے' بے پردہ پھرنے سے راضی ہوتے ہیں یہ رضا بے ایمانی ہے۲؎ مرتے ہی روحانی طور پر یا بعد قیامت جسمانی طور پر کیونکہ اس نیک بی بی نے اللہ کے حقوق بھی ادا کیے بندے کے حقوق بھی۔

وَعَنْ طَلْقِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۱۱۷) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کیلئے بلائے۲ تو وہ فوراً اس کے پاس آئے اگرچہ تنور پر ہو۳ (ترمذی)

(۳۱۱۷)۱؎ آپ صحابی ہیں' یمامہ سے ایلچیوں قاصدوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۲؎ حاجت سے مراد صحبت ہے جبکہ یہ صحبت کرانے کے لائق ہو۳؎ اور روٹیاں تنور میں لگا دی ہوں کہ اس حال میں وہاں سے ہٹنا روٹیاں جل جانے کا سبب ہے مگر یہ جب ہے کہ روٹیاں خاوند کی ہوں اگر کسی دوسرے کی ہیں تو نہ جائے اگر گئی اور روٹیاں ضائع ہو گئیں تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔

وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۱۱۸) روایت ہے حضرت معاذ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہیں ستاتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر اس کی حور عین بیوی کہتی ہے۱ کہ خدا تجھے غارت کرے اسے نہ ستا کیونکہ یہ تیرے پاس مہمان ہے بہت قریب تجھے چھوڑ کر ہماری طرف آئے گا ۲ (ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۳

(۳۱۱۸)۱؎ جو اس کے نکاح میں آ چکی ہے ملے گی بعد قیامت رب تعالٰی فرماتا ہے: وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۴۴'۵۴) اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے (کنزالایمان) ۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور حور دیکھ رہی ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مومن متقی مرے گا تیسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں' پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ حور حاضر ناظر ہے' چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرما رہے ہیں وہ ہے حور' حضور ہیں نور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو۳؎ یعنی ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں

کیونکہ اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے: یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۸۲-۱۲) جانتے ہیں جو کچھ تم کرو (کنزالایمان) تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (۷-۲۷) بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے (کنزالایمان) جب حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہو جائے تو ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ تُطْعِمُهَا اِذَا طَعِمْتَ وَ تَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۱۱۹) روایت ہے حضرت حکیم ابن معاویہ قشیری سے وہ اپنے والد سے راوی[۱] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کی بیوی کا حق اس پر کیا ہے فرمایا: جب تم کھاؤ اسے کھلاؤ اور جب تم پہنو اسے پہناؤ[۲] اور اس کے منہ پر نہ مارو[۳] اور اسے برا نہ کہو[۴] اور اسے نہ چھوڑو مگر گھر میں[۵] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۱۱۹)[۱] یہ حکیم تابعی ہیں قبیلہ بنی قشیر سے ہیں جو قشیر ابن کعب کی اولاد سے ہیں، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی حدیث مقبول ہے جامع اصول میں کہا کہ آپ اگرچہ بدوی یعنی دیہات کے رہنے والے ہیں مگر حسن الحدیث ہیں ان کے والد معاویہ قشیری صحابی ہیں مگر انہیں صاحب مشکوٰۃ نے اسماء الرجال میں ذکر نہ فرمایا کیونکہ ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے کچھ بھی سہی تمام صحابہ ثقہ عادل ہیں[۲] یعنی اپنی بیوی کو اپنی حیثیت کے لائق کھلاؤ پہناؤ اور جب خود کھاؤ پہنو تب ہی اسے کھلاؤ پہناؤ اگر اپنے لیے دو جوڑے بناؤ تو اس کیلئے بھی پہناؤ میں لباس جوتا وغیرہ سب داخل ہیں، زیور اپنی مرضی پر ہے اس کا پہنانا بھی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہار عطا فرمایا تھا اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کنگن نقرئی اور ہاتھی دانت کا ہار عطا فرمایا[۳] یعنی قصور کرنے پر اسے مار سکتے ہو مگر چہرے پر نہ مارو کیونکہ چہرہ نازک اعضاء ہیں اور انسان کا چہرہ رب کو بڑا ہی محبوب ہے خلق اللّٰه اٰدم علٰی صورتہٖ

فقہاء فرماتے ہیں کہ چار جرموں پر خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے ایک بناؤ سنگار نہ کرنے، پاک صاف نہ رہنے پر جبکہ خاوند یہ چاہتا ہو اور دوسرے بلاوجہ صحبت کیلئے پاس نہ آنے پر، تیسرے نماز روزہ وغیرہ شرعی احکام کی پابندی نہ کرنے پر، چوتھے بغیر اجازت گھر سے نکلنے پر مگر اس مار میں اصلاح مقصود ہو نہ کہ ایذا[۴] لا یقبح کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسے گالیاں نہ دو کہ اسے برے کاموں کا عیب نہ لگاؤ بے عیب کو عیب لگانے سے وہ عیب دار ہو جاتا ہے بلکہ برائی دیکھ کر اکثر چشم پوشی کرلیا کرو[۵] یعنی اگر تم اس کی اصلاح کیلئے اس سے کلام و سلام بند کرو تو گھر سے باہر نہ نکال دو کہ اس سے وہ اور بھی آزاد ہو جائے گی بلکہ گھر ہی میں رکھو، کھانا پینا جاری رکھو، صرف بول چال چھوڑ دو، یہ بائیکاٹ انشاء اللہ اس کیلئے پوری اصلاح کا ذریعہ ہوگا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (۴-۳۴) تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيَ امْرَاَةً فِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِيْ مِنْهَا وَلَدًا وَّ لَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ

(۳۱۲۰) روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے[۱] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ ہے یعنی بدزبانی یا تیز زبانی[۲] فرمایا اسے طلاق دے دو میں نے عرض کیا کہ اس میں سے میرے بچے ہیں

ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَيَّتَكَ
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور اس سے میری پرانی صحبت ہے۳ فرمایا تو اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو اگر اس میں بھلائی ہوئی تو قبول کرے گی۴ اور اپنی بیوی کو اپنی لونڈی کی سی مار نہ لگاؤ۵ (ابوداؤد)

(۳۱۲۰)۱؎ آپ لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہیں‘ صبرہ آپ کے دادا ہیں‘ مشہور صحابی ہیں طائف کے رہنے والے (مرقات واشعہ) ۲؎ فرمایئے تیز زبان بیوی کو سزا کیا دی جائے۔ حضرات صحابہ حضور کو حکیم مطلق مان کر اپنے گھریلو معاملات تک آپ پر پیش کر کے اصلاح چاہتے تھے ۳؎ یہاں طلاق کا حکم اباحت کیلئے ہے بدزبان بیوی کو طلاق دے دینا مباح ہے ان صحابی کا یہ جواب طلاق سے معذرت کرنے کیلئے ہے کہ اس سے بچے برباد ہو جائیں گے مجھے تکلیف ہوگی ۴؎ معلوم ہوا کہ نافرمان بیوی کو وعظ و نصیحت کرنا بہت محبوب ہے انسان پہلے اپنی اصلاح کرے پھر اپنے گھر والوں کی پھر عزیز و اقارب کی پھر دوسروں کی آج کل عموماً واعظین و علماء کی بیویاں ہی زیادہ نافرمان دیکھی گئی ہیں کیونکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ۵؎ ظعینہ ظعن سے بنا‘ سفر در ہودج چونکہ بی بی گھر میں ایسی رہتی ہے جیسے مسافر اونٹ پر ہودج میں اس لیے اسے ظعنیہ کہا جاتا ہے امیــــہ امۃ بمعنی لونڈی کی تصغیر ہے یعنی بیویوں کو لونڈیوں کی طرح مار نہ لگاؤ اس سے معلوم ہوا کہ معمولی مار کی اجازت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہ مارا۔

وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَآءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ .
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۱۲۱) روایت ہے حضرت انس ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۱؎ پھر جناب عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے عورتیں اپنے خاوندوں پر دلیر ہوگئیں۲؎ تب انہیں مارنے کی اجازت دی۳؎ پھر بہت سی عورتوں نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چکر لگائے۴؎ جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اہل بیت پر بہت عورتیں چکر لگا رہی ہیں اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں یہ لوگ تم میں اچھے نہیں۵؎ (ابوداؤد‘ ابن ماجہ‘ دارمی)

(۳۱۲۱)۱؎ یعنی جیسے مرد اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی ظلماً مارنے والے پر ناراض ہوگا نہ کسی مرد کو مارو نہ عورت کو ۲؎ یہاں النساء ذئرن کا فاعل نہیں ہے ورنہ فعل واحد آتا بلکہ فاعل کا بدل ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَضَلُّوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مطلب یہ تھا کہ جب عورتوں کو پتا لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعاً مار سکتے نہیں تو وہ کچھ دلیر سی ہوگئیں ۳؎ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں ۴؎ یہاں آل سے مراد بیویاں ہیں قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے بیویاں اہل بیت سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہل بیت ولادت یعنی عورتیں براہ راست بارگاہ نبوی میں حاضری کی تو ہمت نہ کر سکیں اس لیے ازواج پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر بالواسطہ اپنے خاوندوں کی شکایت کی ہوئیں ۵؎ خلاصہ یہ ہے کہ قصورمند بیوی کو اصلاح کیلئے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا

اور وعظ ونصیحت سے اصلاح کرنا بہتر ہے بلاقصور مارنا حرام' جس پر پکڑ ہوگی یونہی بہت مارنا بے دردی سے' یہ حرام ہے' بیوی کی سختی برداشت کرنا یونہی خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا بڑے اجر کا باعث ہے۶؎ یہ حدیث حاکم نے ایاس ابن عبداللہ ابن ابی ذباب سے نقل فرمائی (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰی سَیِّدِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۱۲۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے خاوند پر یا غلام کو اس کے آقا پر خراب کردے۱؎ (ابوداؤد)

(۳۱۲۲)۱؎ خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کرے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کیلئے جادو تعویذ گنڈے کرنے سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے' بہرحال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۱۲۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں بڑے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب میں اچھے اخلاق والا اپنے بال بچوں پر مہربان ہو۱؎ (ترمذی)

(۳۱۲۳)۱؎ مومن کا تعلق خالق سے بھی ہے مخلوق سے بھی خالق سے عبادات کا تعلق ہے مخلوق سے معاملات کا' عبادات درست کرنا آسان ہے مگر معاملات کا سنبھالنا بہت مشکل ہے اسی لئے یہاں خلیق شخص کو کامل ایمان والا قرار دیا پھر اجنبی لوگوں سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے مگر گھر والوں سے ہر وقت تعلق رہتا ہے ان سے اچھا برتاؤ کرنا بڑا کمال ہے اسلام مکمل انسانیت سکھاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ خِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اِلٰی قَوْلِهٖ خُلُقًا.

(۳۱۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں سے کامل تر مومن اچھے اخلاق والا ہے۱؎ اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین ہو۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے (ابوداؤد) خلقا تک

(۳۱۲۴)۱؎ خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ رسول بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہوجائے اس کے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۲؎ کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہوکر رہے' کمزور پر مہربانی سنت الہیہ بھی ہے سنت رسول بھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَوْ حُنَیْنٍ وَ فِیْ سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِیْحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِیَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ

(۳۱۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک۱؎ یا حنین سے۲؎ واپس تشریف لائے ام المؤمنین کے طاق میں پردہ تھا ہوا چلی جس نے پردہ کے کنارہ

لِعَآئِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَآئِشَةَ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَاٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَّهٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِّقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرٰى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِيْ عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا اَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتّٰى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

سے حضرت عائشہ کے کھیل کی گڑیا کھول دیں ۳؎ تو حضور نے فرمایا یہ کیا ہے؟ بولیں میری گڑیاں ہیں آپ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے دو پر تھے تو فرمایا یہ کیا ہے جسے ہم بیچ میں دیکھ رہے ہیں؟ بولیں گھوڑا ہے فرمایا یہ اس کے اوپر کیا ہے؟ میں بولی دو پر ہیں فرمایا کیا گھوڑے کے پر ہیں؟ بولیں کیا آپ نے نہ سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے ۴؎ فرماتی ہیں کہ حضور ہنسے حتی کہ میں نے آپ کی کچلیاں دیکھ لیں ۵؎ (ابوداؤد)

(۳۱۲۵) ۱؎ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق (شام) کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے یہ غزوہ ۹ھ میں ہوا آخری غزوہ یہی ہے۔اسی غزوہ کا نام غزوہ عسرت یعنی سخت تنگی کا غزوہ ہے' بخاری شریف نے اسے بعد حجۃ الوداع لکھا ہے یہ غلط ہے شاید کاتب کی غلطی ہے (مرقات) ۲؎ حنین مکہ معظمہ و طائف کے درمیان ایک جنگل کا نام ہے ذوالمجاز کے قریب ہے آج کل اسے سہل کہتے ہیں فقیر نے طائف جاتے ہوئے اس کی زیارت کی یہ غزوہ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ہوا' ۳؎ سہوہ کا ترجمہ بعض لوگوں نے المباری کیا ہے مگر طاق نہایت صحیح کیونکہ اکثر بچیاں اپنی گڑیاں کھلونے طاقوں میں ہی رکھتی ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ گڑیاں لڑکیوں کیلئے کھیل بھی ہے تعلیم بھی اس سے وہ کھانا پکانا سینا پرونا بخوبی سیکھ جاتی ہے۔اُمّ المؤمنین لڑکپن میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شادی ہوکر آئی تھیں ۴؎ حضرت اُمّ المؤمنین نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا قرار دیا اور ظاہر ہے کہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی تھی۔رب تعالٰی فرماتا ہے:تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اسے اڑنا قرار دیا اس سے اپنے گھوڑے کی سند بتائی' سبحان اللہ چھوٹی عمر اور اتنا نفیس جواب' خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح دسویں سال نبوت یعنی ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں دسویں شوال کو کیا اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی اور یہ غزوہ ۸ھ اور ۹ھ میں ہوئے اگرچہ اس وقت آپ بالغہ تھیں مگر عمر یقینًا کچی تھی اسی لیے گڑیاں بناتی اور ان سے کھیلتی تھیں ۵؎ یعنی آپ نے میرے اس جواب پر تبسم فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ عمل جائز تھا بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان گڑیوں اور اس گھوڑے کے آنکھ ناک کان نہ تھے صرف چیتھڑوں کے مجسمہ تھے اور ان اعضاء کے بغیر تصویر نہیں کہلاتی لہذا جائز تھی بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ کھیل کی حرمت آنے سے پہلے کا ہے مگر ترجیح اس کو ہے کہ بچوں کے کھلونوں کے احکام ہلکے ہیں (اشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَاَنْتَ

(۳۱۲۶) روایت ہے حضرت قیس ابن سعد سے فرماتے ہیں: میں حیرہ گیا ۱؎ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں ۲؎ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے ۳؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ میں حیرہ پہنچا تو انہیں دیکھا کہ

اَحَقُّ بِاَنْ يَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ و رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ)

اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۴ تو فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرو تو کیا تم قبر کو سجدہ کرو گے۵ میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا یہ بھی نہ کرو اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۶ کیونکہ اللہ تعالٰی نے خاوند کا ان پر حق قرار دیا ہے (ابو داؤد) ۷ احمد نے معاذ ابن جبل سے روایت کیا

(۳۱۲۶) ۱؎ آپ سعد ابن عبادہ کے فرزند ہیں انصاری خزرجی ہیں دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حیرہ کوفہ سے ملا ہوا مشہور شہر ہے۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حیرہ کے باشندے مشرکین تھے جو اپنے بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرتے تھے۳؎ کیونکہ تمام خلق سے افضل ہیں اور تمام کے محسن اعظم جب وہ ایک علاقہ کے سردار کو سجدے کرتے ہیں تو ہم جہان بھر کے سردار کو سجدہ کیوں نہ کریں۴؎ لہذا آپ ہم کو سجدے کی اجازت دیں کہ آپ کو سجدے کیا کریں۵؎ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ اسے لائق ہے جس کو نہ موت آئے نہ اس کی قبر ہو ہمیشہ زندہ رہے وہ صرف رب تعالٰی کی ذات ہے بندہ آج زندہ ہے زمین پر ہے کل بعد وفات زمین میں ہوگا جب بعد موت قبر کو سجدہ نہیں ہوسکتا تو زندگی میں بھی سجدہ بندے کو نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۶؎ یعنی اگر سوائے خدا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرتی کیونکہ خاوند کے حقوق بھی عورت پر بہت ہیں اور احسانات بھی زیادہ جب عورت خاوند کو سجدہ نہیں کرسکتی تو اور کوئی بھی کسی بندے کو سجدہ نہیں کرسکتا خیال رہے کہ سجدہ عبادت کسی دین میں بھی غیر خدا کو جائز نہ تھا مگر سجدہ تعظیمی بعض گزشتہ دینوں میں جائز تھا جیسے یعقوب علیہ السلام اور ان کے گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ہمارے اسلام میں یہ سجدہ بھی حرام ہے اس حدیث سے وہ جاہل پیر عبرت پکڑیں جو اپنے مریدین سے اپنے کو سجدہ کراتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ حرام ہوا تو کسی کو کیسے جائز ہوگا۷؎ یہ حدیث احمد نے حضرت معاذ سے اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبیوں کو سجدہ کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے اور ممانعت صرف ظنی احادیث سے جو مسلم بخاری کی بھی نہیں لہذا ان احادیث کا اعتبار نہیں۔ قرآن کے مقابل خبر واحد غیر معتبر ہے اس کا نہایت نفیس جواب ہم نے اپنے حاشیہ القرآن میں دیا ہے غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کی ممانعت کی احادیث متواتر المعنی ہیں اور اس کے جواز کی آیات قطعی الثبوت تو ہیں قطعی الدلالت نہیں یعنی دوسری شریعتوں میں سجدہ تعظیمی کا جواز بطور قطعی نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کسی شریعت کا حکم نہ تھا کہ اس وقت دنیا میں نہ شریعت آئی تھی نہ نبی کی نبوت اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کیلئے تھا جیسے فرزند کا ذبح کردینا دین ابراہیمی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کو کہا تھا اگر مان لیا جائے کہ وہ سجدہ شریعت یعقوبی کا مسئلہ تھا تو چاہئے کہ آج پیر مریدوں کو سجدہ کریں کہ نہ مرید پیر کو کیونکہ افضل نے مفضول کو سجدہ کیا تھا یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند کو۔

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْئَلُ الرَّجُلُ فِيْمَا ضَرَبَ امْرَاَتَهٗ عَلَيْهِ

(۳۱۲۷) روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مرد سے اس کے متعلق پوچھ نہ ہوگی جو وہ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ابْنُ مَاجَةَ)

اپنی بیوی کو مارے [۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۱۲۷)[۱] بشرطیکہ خاوند مار کے شرائط و حدود کا لحاظ رکھے کہ بلاقصور نہ مارے ضرورت سے زیادہ نہ مارے عداوت سے نہ مارے اصلاح کیلئے مارے تو خاوند پر اس مار کی پکڑ نہ ہوگی کیونکہ اس کی اجازت قرآن کریم نے دی رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاضْرِبُوْهُنَّ مگر ساتھ میں قید لگاتا ہے فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (۴،۳۴) پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو (کنزالایمان) خیال رہے کہ باپ اولاد کو، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو، نبی امتی کو، استاد شاگرد کو، پیر مرید کو اصلاح کیلئے مار سکتا ہے اگر غلطی سے بھی سزا دے دے تب بھی بڑے پر قصاص نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے غلطی سے حضرت ہارون علیہ السلام کے بال نوچ کر اپنی طرف کھینچ لیا بعد میں پتا لگا کہ وہ بے قصور ہیں تو رب تعالٰی نے انہیں قصاص دینے کا حکم نہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقع پر اپنے کو قصاص کیلئے پیش فرمایا وہ ہماری تعلیم کیلئے تھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قصاص کیسا اگر بادشاہ یا قاضی غلطی سے کسی ملزم کو سزا دے دے تو ان پر قصاص نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو کہیں اعلیٰ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ عِنْدَهٗ فَقَالَتْ زَوْجِيْ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ وَ يُفَطِّرُنِيْ اِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهٗ قَالَ فَسَاَلَهٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ فَاِنَّهَا تَقْرَاُ بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ سُوْرَةً وَّاحِدَةً لَّكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَ اَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِيْ اِذَا صُمْتُ فَاِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا اَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَاَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا وَ اَمَّا قَوْلُهَا اِنِّيْ لَا اُصَلِّيْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۱۲۸) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور ہم حضور کے پاس تھے بولی میرا خاوند صفوان ابن معطل [۱] جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور جب روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے اور فجر کی نماز نہیں پڑھتا حتیٰ کہ سورج نکل آتا ہے [۲] فرماتے ہیں صفوان حضور کے پاس تھے فرماتے ہیں حضور نے اس بیان کے متعلق ان سے پوچھا [۳] وہ بولے یا رسول اللہ لیکن اس کا یہ کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے تو یہ ایسی دو سورتیں پڑھتی ہیں جن سے میں نے اسے منع کیا ہے [۴] راوی فرماتے ہیں تب اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک سورہ ہوتی تو لوگوں کو کافی ہوتی [۵] بولے کہ رہا اس کا یہ کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے تو یہ شروع ہو جاتی ہے تو روزہ ہی رکھتی رہتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا [۶] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت روزہ نہ رکھے بغیر خاوند کی اجازت کے [۷] رہا اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے تک نماز نہیں پڑھتا تو ہم لوگ ایسے گھرانے والے ہیں کہ یہ بات ہماری مشہور ہے جانی پہچانی سورج نکلنے تک نہیں جاگ سکتے [۸] فرمایا اے صفوان جب تم لوگ جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو [۹] (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۱۲۸)۱؎ آپ کی کنیت ابوعمرو ہے سلمی ہیں، خندق اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بہت بڑے بہادر متقی تھے۔ آپ ہی کی طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا بات منسوب کی گئی تھی جس کی تردید قرآن کریم نے کی، غزوہ آرمینیہ میں ۱۹ھ میں شہید ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی، بڑے باخبر بزرگ ہیں (اکمال، اشعہ)۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنے خاوند کی شکایت حاکم کے سامنے کرسکتی ہے یوں ہی خاوند کے والدین سے بھی اس کی شکایت جائز ہے۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ محض مدعی کے بیان پر حاکم فیصلہ نہ کرے بلکہ مدعیٰ علیہ کے بیان ضرور لے۴؎ یعنی میری یہ بیوی ایک یا دو رکعت نماز میں بہت دراز سورتیں پڑھتی ہے مثلًا رکعت اوّل میں سورہ بقرہ پوری اور دوسری رکعت میں پوری سورہ آل عمران جس سے گھر کے کام کاج اور میری خدمت میں سخت حرج واقع ہوتا ہے میں نے اسے چھوٹی سورتیں پڑھنے کو کہا ہے۵؎ کانت کا اسم ھی ضمیر ہے جو قراۃ کی طرف لوٹ رہی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ان بی بی صاحبہ کی قرأت ایک چھوٹی سورۃ ہی ہوتی تو کافی ہوتی قرآن مجید کی ایک سورۃ تمام جہان کو کافی ہے یا یہ مطلب ہے کہ چھوٹی سورۃ تمہارے گھر کے سارے لوگوں کو کافی ہوتی کہ اس بی بی کی نماز ہو جاتی گھر کے کام کاج میں حرج نہ ہوتا سب گھر والوں کے تمام کام بخوبی انجام پا جاتے۶؎ یعنی یہ بی بی لگاتار نفلی روزے رکھتی رہتی ہے کبھی افطار ہی نہیں کرتی ہیں اکثر رات میں اپنی کھیتی باڑی کا کام کرتا ہوں مجھے دوپہر وغیرہ میں اس کی حاجت ہوتی ہے۷؎ یعنی بیوی بغیر خاوند کی اجازت کے نفلی روزے نہ رکھے کہ اس میں خاوند کو تکلیف ہوتی ہے اس کا حق مارا جاتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ تو فرماتی ہیں کہ میں رمضان کی قضا شعبان کے مہینہ سے پہلے نہ کرسکتی تھی شعبان میں اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے ہوتے تھے تب میں قضا کیا کرتی تھی حالانکہ وہ روزے تو فرض تھے۸؎ یعنی ہم لوگ کھیتی و باغ والے ہیں رات بھر پانی دیتے ہیں آخر رات میں سوتے ہیں اس لیے دن چڑھے آنکھ کھلتی ہے ہم معذور ہیں۹؎ یہاں شارحین حدیث نے بہت غوطے کھائے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت صفوان رات بھر کھیت و باغ کو پانی دے کر آخر شب میں کھیت پر ہی سو جاتے تھے نہ ان کی آنکھ کھلتی تھی نہ وہاں کوئی جگانے والا ہوتا تھا اس لیے مجبور تھے مگر اس توجیہ پر آج تو ترک نماز کے دروازے کھل جائیں گے لوگ کہیں گے کہ ہم رات کو سفر میں جاگتے ہیں یا رات بھر پہرہ دیتے ہیں ہم خواہ مخواہ نماز فجر قضا کر دیا کریں بہانے بنانے والے نماز، روزہ، حج وغیرہ چھوڑنے کیلئے بہانہ بنائیں گے اور منکرین حدیث کو اعتراض کا موقع ملے گا فقیر گنہگار کہتا ہے کہ یہ اجازت حضرت صفوان کیلئے خاص ہے کرم کریمانہ سے ان کے لیے قضا کو ادا بنا دیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک صاحب پر تین نمازیں معاف فرما دیں ان پر دو ہی نمازیں فرض رہیں حضرت علی نے حضور کی نیند پر نماز عصر قربان فرما دی حضور چاہیں قضا کو ادا کر دیں ادا کو قضا کر دیں قانون اور ہے خصوصیت کچھ اور یہ نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے لہذا ہم میں سے کوئی حضرت صفوان کی طرح نہیں ہوسکتا دنیاوی کاموں کی وجہ سے عبادات قضا نہیں کر سکتے دین کیلئے دنیا چھوڑ دو دنیا کیلئے دین نہ چھوڑو ان خصوصیات کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُلَكَ الْبَهَآئِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَ لَوْ

(۳۱۲۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تھے کہ ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو سجدہ کیا۱؎ تو حضور کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں۲؎ تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۳؎ تو فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو۴؎ اور اپنے

كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

بھائی کی تعظیم کرو۵ اور اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدے کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۶ اور اگر خاوند حکم کرے کہ پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف کو منتقل کرے تو بیوی کو چاہیے کہ ایسا ہی کرے۷ (احمد)

(۳۱۲۹)۱؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں درختوں نے اس لیے سجدے کیے کہ وہ رب تعالٰی کی طرف سے اس کے مامور تھے جیسے فرشتے سجدہ آدم کیلئے مامور تھے اس سے معلوم ہوا کہ جانور اور درخت بھی حضور کی عظمت جانتے پہچانتے ہیں جو انسان ذی عقل ہوکر انہیں اپنے جیسا کہے اپنے میں اور نبی میں فرق نہ کرے وہ جانوروں سے بدتر ہے صوفیاء فرماتے ہیں ہر چیز کو عقل سے پہچانو مگر جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق سے مانو' عقل والا ابوجہل نہ پہچان سکا بے عقل اونٹ پہنچان گئے۔ شعر

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل　　لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

۲؎ معلوم ہوا کہ یہ سجدہ صرف ایک بار ہی نہ ہوا بلکہ جانوروں' لکڑیوں کے سجدے بارہا ہوتے رہتے تھے جسے حضرات صحابہ دیکھتے تھے اسی لیے نسجد مضارع استمراری ارشاد ہوئی ۳؎ کیونکہ اونٹ بے عقل ہے ہم انسان ہیں عقل رکھتے ہیں اپنے محسن کو جانتے پہچانتے ہیں نیز بمقابلہ جانوروں اور دوسری مخلوق کے آپ کے احسانات انسان پر خصوصاً ہم پر بہت زیادہ ہیں تو ہم اگر آپ کو سجدہ نہ کریں تو بہت ناشکرے ہیں ۴؎ یعنی عبادات میں نماز اعلٰی ارکان نماز میں سجدہ افضل لہٰذا سجدہ صرف رب تعالٰی کو ہی کرنا چاہیے غیر خدا کو ہرگز سجدہ نہ کرو (مرقات) ۵؎ بھائی سے مراد اپنی ذات ہے یعنی میری تعظیم وتوقیر کرو حضور کا اپنے کو بھائی فرمانا تواضع وانکسار کیلئے ہے ورنہ آپ کی نعلین پر تمام جہان کے ماں باپ قربان (از مرقات) حضور بہت سے احکام میں امت کے والدین ہیں اسی لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں' بھابیاں نہیں مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری طرف خالص بشر اولاد آدم ہوں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا اور سجدہ صرف خدا کیلئے چاہیے تو پھر سجدہ کیسے کر سکتے ہو خیال رہے کہ یہاں اکرموا' امر ہے وہ بھی مطلق جس میں کوئی قید نہیں جس سے معلوم ہوا کہ سوا سجدہ وغیرہ عبادات کے باقی ہر طرح کی تعظیم وتکریم کرو رب تعالٰی فرماتا ہے و تعزروہ وتوقروہ لہٰذا ہر تعظیم حضور کی کی جائے امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں شعر

دع ما ادعتہ النصاری فی بینھم　　واحکم بما شئت من شرف ومن عظم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ　　فیعرب بہ ناطق بغم

یعنی جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے متعلق کہا وہ تو نہ کہو باقی جو چاہو کہو تعظیم وتوقیر کے الفاظ کہو کیونکہ حضور کے فضائل کی حد ہی نہیں جسے کوئی بولنے والا بول سکے ۶؎ یعنی خاوند کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ اگر کسی بندے کو سجدہ ہوتا تو بیوی خاوند کو سجدہ کرتی لامرت کے متکلم فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور مالک احکام ہیں واجب وفرض آپ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے اس کیلئے ہماری کتاب سلطنت مصطفٰی دیکھئے ۷؎ یہ فرمان مبارک مبالغہ کے طور پر ہے سیاہ وسفید پہاڑ قریب قریب نہیں ہوتے جبکہ دور دور ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر مشکل سے مشکل کام کا بھی حکم دے تب بھی بیوی اسے کرے کالے پہاڑ کا پتھر سفید پہاڑ پر پہنچانا سخت مشکل ہے کہ بھاری بوجھ لے کر سفر کرنا ہے۔ یہاں

مرقات نے بحوالہ احمد ونسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ دیوانہ ہوگیا جو کتے کی طرح ہر ایک کو کاٹنے دوڑتا تھا اور انصاری نے حضور سے شکایت کی آپ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اس اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا سرکار نے اسے کام میں لگادیا وہ لگ گیا تب صحابہ کرام نے یہ عرض کیا اور یہ جواب ملا اس کا واقعہ بہت دراز ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا تُصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعُ يَدَهٗ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسُّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۳۱۳۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نہ نماز قبول ہو نہ کوئی نیکی اوپر چڑھے[1] بھگوڑا غلام یہاں تک کہ اپنے مولاؤں کی طرف لوٹ آئے[2] اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے، اور وہ عورت جس پر اس کا خاوند ناراض ہو اور نشہ والا یہاں تک کہ ہوش میں آجائے (بیہقی شعب الایمان)[3]

(۳۱۳۰)[1] یعنی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کیلئے نہیں چڑھتی رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (۳۵٬۱۰) اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام (کنزالایمان) [2] جب کہ اس غلام کے مولیٰ بہت سے ہوں اور اگر ایک ہی مولیٰ ہو تو اس ایک ہی کے پاس حاضر ہو جائے ہاتھ میں دینے سے مراد ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرنا اپنے کو اس کے حوالے کردینا [3] یا اس طرح کہ نشہ پینے سے توبہ کرے یا اس طرح کہ نشہ اتر جائے، پہلی صورت بہت ہی اعلیٰ ہے مقصد یہ ہے کہ گناہ کی حالت میں غضب الٰہی متوجہ ہوتا ہے توبہ کرنے سے رحمت الٰہی بندے کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَ تُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَا لِهَا بِمَا يَكْرَهُ ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۳۱۳۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سی عورت اچھی ہے فرمایا کہ اسے خاوند جب دیکھے تو اچھی لگے[1] اور جب اسے حکم دے تو اطاعت کرے اس کی مخالفت نہ کرے نہ اپنی جان میں نہ اپنے مال میں جو خاوند کو ناپسند ہو[2] (نسائی، بیہقی، شعب الایمان)

(۳۱۳۱)[1] یا اس لیے کہ خوبصورت ہو یا اس لیے کہ خاوند کے سامنے بناؤ سنگار سے پاک وصاف ہو کر آئے یا اس لیے کہ خاوند کو دیکھ کر خوش ہوجائے کھل جائے ایسی خندہ پیشانی سے ملے کہ خاوند خوش ہوجائے یہاں مرقات میں ہے اگر عورت میں صورت و سیرت دونوں جمع ہوجائیں تو مرد کیلئے سرور پر سرور ہے نور پر نور[2] مطلب یہ ہے کہ بیوی کے پاس جو مال ہو خواہ میکے سے ملا ہوا ہو خواہ خاوند کا دیا ہوا اسے ایسی جگہ خرچ نہ کرے جس سے خاوند ناراض ہو خود ایسا کوئی کام نہ کرے ایسی جگہ نہ جائے جس سے خاوند ناخوش ہو ایسی عورت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَّنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَ بَدَنٌ عَلٰى

(۳۱۳۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں وہ ہیں جسے وہ دی گئیں اسے دین و دنیا کی بھلائی دے دی گئی[1] شکر والا دل، ذکر والی زبان اور جسم

الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَ زَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهِ ۔ (الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

مصیبتوں[۲] پر صبر والا[۳] اور ایسی بیوی جو اپنے نفس اور اس کے مال میں بغاوت نہ کرے[۴] (بیہقی، شعب الایمان)

(۳۱۳۲) [۱] اعطی مجہول فرما کر ادھر اشارہ فرمایا کہ یہ چاروں نعمتیں صرف اپنی کوشش سے نہیں ملتیں بلکہ خاص عطاء ربّ ذوالجلال ہیں لہٰذا جسے یہ نعمتیں ملیں وہ انہیں اپنا کمال نہ سمجھے ربّ کی عطا سمجھ کر شکریہ ادا کرے چونکہ ان چاروں چیزوں کا تعلق دنیا سے بھی ہے، اور آخرت سے بھی اس لیے ارشاد ہوا کہ اسے دین و دنیا کی بھلائی مل گئی[۲] اگرچہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور ذکر اللہ دل سے بھی کیا جاتا ہے مگر چونکہ دل کا شکر زبان کے شکر سے اعلیٰ ہے اور زبانی ذکر کاتبین فرشتوں کی تحریر میں آتا ہے اور زبانی ذکر ہی نماز کا رکن ہے اسی زبان سے تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے خصوصیت سے دلی شکر اور زبانی ذکر کا تذکرہ فرمایا دلی شکر کی حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت کو ربّ تعالٰی کی طرف سے جانے اور اس نعمت کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے ربّ تعالٰی نے شکر کی جگہ جگہ بہت تعریف فرمائی ہے: اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (۱۷:۳) بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا (کنز الایمان)[۳] اگرچہ صبر بھی دل سے ہی ہوتا ہے مگر اس کا تعلق سارے جسم سے ہے اس لیے صبر کو پورے جسم کی طرف نسبت فرمایا مصیبتوں میں زبان سے بکواس نہ کرنا آنکھوں سے بے صبری کے آنسو نہ بہانا ہاتھ پاؤں سے بے صبری کا اظہار نہ کرنا جسم کا صبر ہے[۴] بیوی اکثر اپنے خاوند کے مال کی امینہ و محافظہ ہوتی ہے اور اکثر مال اس کے پاس رہتا ہے تیز خود بیوی خاوند کی امانت ہے اسی لیے نفسہا فرمایا اور بعد میں مالہ یعنی بغیر خاوند کی اجازت نہ کہیں جائے نہ کسی سے تعلق رکھے اس کا مال اس کی ہی اجازت سے خرچ کرے ایسی بیوی اللہ کی نعمت ہے پارسا عورت خاوند کو بھی پرہیزگار بنا دیتی ہے۔

بَابُ الْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ

خلع اور طلاق کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

خلع خ کے پیش لام کے فتح سے بمعنی کپڑے یا جوتے اتارنا ربّ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (طٰہٰ) شریعت میں عورت کو مال کے عوض طلاق دینا بہ لفظ خلع، اسے خلع کہتے ہیں مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھ سے ایک ہزار روپیہ پر خلع کیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کہے تو مجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کر مرد کہے کر لیا یہ ہے خلع، ہمارے ہاں خلع طلاق بائنہ ہے اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک و امام شافعی کے ایک قول میں خلع فسخ نکاح ہے چونکہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے لباس ہیں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۲:۱۸۷) وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس (کنز الایمان) اسی لیے اس طلاق کو خلع کہا گیا کہ دونوں خاوند بیوی اس کے ذریعہ اپنا لباس زوجیت اتار دیتے ہیں، طلاق کے معنی ہیں کھل جانا اسی لیے تیز زبانی کو طلاقۃ للسان کہتے ہیں اور خندہ پیشانی کو طلاقۃ وجہ چونکہ طلاق کے ذریعہ عورت مرد کی قید نکاح سے کھل جاتی ہے لہٰذا طلاق کہا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَّلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۳۱۳۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی[۱] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا یا رسول اللہ میں ثابت ابن قیس کی عادت میں دین میں اعتراض نہیں کرتی[۲] مگر میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں[۳]

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَ طَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ لوٹا دو گی؟ وہ بولیں ہاں۵ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باغ قبول کرلو اور انہیں ایک طلاق دے دو۶ (بخاری)

(۳۱۴۳)۱ ثابت ابن قیس ابن شماس پستہ قد قدرے سیاہ فام تھے ان کی بیوی حبیبہ بنت سہل یا جمیلہ یعنی عبداللہ ابن ابی کی بہن بہت ہی خوبصورت اور دراز قامت تھیں یہ اپنے خاوند کی شکل وصورت پسند نہ کرتی تھیں (از مرقات واشعہ)۲ یعنی ان کی عادت بھی اچھی ہے اور یہ دیندار بھی ہیں، سبحان اللہ یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی حق گوئی کہ جس سے ناراض ہوں اس کو بہتان نہیں لگاتے ۳ یعنی مجھے یہ پسند نہیں لہذا میں یہ نہیں کرسکتی کہ دل سے ناپسند کروں اور زبان سے انہیں اچھا کہے جاؤں کہ یہ تقیہ ہے اور اسلام کے خلاف ہے میں ان کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں اس ناراضگی کی وجہ ان حضرت ثابت کا خوبصورت نہ ہونا تھا (اشعہ)۴ کھجور کا وہ باغ جو تم کو انہوں نے مہر میں دیا ہے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ خاوند خلع میں مہر یا اور کوئی اپنی دی ہوئی چیز ہی واپس لے زیادہ نہ مانگے ۵ معلوم ہوا کہ خلع میں اگر مرد کی طرف سے ابتدا ہو تو عورت کا قبول کرنا ضروری اور اگر عورت کی طرف سے ابتدا ہو تو مرد کا قبول کرنا لازم ہے آج کل جو عورتیں دھڑا دھڑ بذریعہ کچہری سے تنسیخ نکاح کرالیتی ہیں مرد راضی نہیں ہوتا اور اسے خلع کہتی ہیں محض غلط ہے ۶ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خلع میں عورت کا کام ہے مال دینا اور مرد کا کام طلاق دینا دوسرے یہ کہ خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں تیسرے یہ کہ خلع میں بھی ایک طلاق بائنہ ہی دی جائے تین طلاقیں نہ دے تاکہ اگر پھر عورت و مرد راضی ہوں تو پھر نکاح کرسکیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَّهٗ وَ هِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَاَ لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلاً۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۴۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۱ تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بہت ناراض ہوئے۲ پھر فرمایا وہ رجوع کرلیں پھر اسے روکیں۳ حتی کہ پاک ہوجائے پھر حیض آئے پھر پاک ہوجائے۴ پھر اگر ان کی رائے اسے طلاق دینے کی ہو تو پاکی کی حالت میں انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دیں۵ پس یہی وہ عدت ہے کہ اللہ نے حکم دیا کہ عورتوں کو اس لحاظ سے طلاق دی جائے۶ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انہیں حکم دو وہ رجوع کرلیں، پھر انہیں پاکی یا حمل کی حالت میں طلاق دیں۷ (مسلم بخاری)

(۳۱۴۴)۱ یعنی اس حالت میں طلاق دی جب بیوی کو حیض آرہا تھا۲ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے اس پر تمام امت کا اجماع ہے۳ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بحالت حیض طلاق دینا اگرچہ حرام ہے مگر وہ طلاق واقع ہوجائے گی ورنہ رجوع کرنے کے کیا معنی؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک یا دو طلاق رجعی ہوتی ہیں کہ عدت کے اندر خاوند رجوع کرسکتا ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۴ یعنی طلاق والے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق نہ دیں

بلکہ اس طہر کے بعد حیض آئے پھر اس دوسرے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق دیں بعض علماء کا یہی مذہب ہے کہ حیض میں طلاق دینے والا اس طلاق سے رجوع کرے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو اس کے متصل طہر میں بھی طلاق نہ دے یہ طہر اس طلاق والے حیض کے تابع ہے اگر طہر میں طلاق دے گا تو گویا حیض ہی میں طلاق دے رہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس متصل طہر میں طلاق دے سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی اس لیے تھا کہ شاید اس طہر میں ساتھ رہنے بسنے سے دل مل جائے اور پھر طلاق کی ضرورت پیش نہ آئے یہ مشورہ مصلحت کی بناء پر ہے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ قوی ہے (از نووی شرح مسلم و مرقات و لمعات) غرض یہ کہ حکم شرعی نہیں بلکہ رائے ہے جس پر عمل مستحب ہے ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس طہر میں طلاق دینا ہو اس میں عورت سے صحبت نہ کرے یہی فقہاء فرماتے ہیں ۶؎ یعنی قرآن کریم جو فرماتا ہے: فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (۶۵:۱) تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو (کنزالایمان) اس کا مطلب یہی ہے کہ طلاق طہر میں دو اور طہر بھی وہ ہے جس میں صحبت نہ کی ہو خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لعدتھن کا لام بمعنی فی نہیں بلکہ بمعنی اجل ہے یعنی انہیں عدت کے لحاظ سے طلاق دو صحبت سے خالی طہر میں تاکہ عدت معلوم رہے کہ اس کی عدت حیض ہے یا وضع حمل، امام شافعی کے ہاں بمعنی فی ہے یعنی انہیں عدت کے زمانہ میں طلاق دو اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ عدت غیر حاملہ کی طہر ہے ہمارے ہاں حیض ۷؎ معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اس کی عدت حمل جن دینا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ رجعت میں عورت کی رضا ضروری نہیں اگر عورت رجوع سے ناراض بھی ہو خاوند رجوع کرسکتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (۲:۲۲۸) اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے (کنزالایمان) خیال رہے کہ بہتر یہی ہے کہ مرد صرف ایک ہی طلاق دے وہ بھی ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ ہوئی ہو اور اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے، عدت پہلی طلاق سے شروع ہوگی ایک دم تین طلاقیں دے دینا حرام ہے لیکن اگر دے دیں تو واقع ہو جائیں گی جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام لیکن اگر دے تو واقع ہو جائے گی اس کیلئے ہماری کتاب طلاق الاولہ فی الطلاق الثلثۃ کا مطالعہ کیجئے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ يُعَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۳۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرلیا تو اسے ہم پر کچھ بھی شمار نہ کیا گیا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۳۵) ۱؎ یعنی اگر خاوند اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دے مگر عورت خاوند کو اختیار کرے طلاق نہ دے تو اس اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج پاک کو طلاق کا اختیار دیا ان تمام نے حضور کے پاس رہنا اختیار کیا تو کسی کو طلاق واقع نہ ہوئی یہی مذہب ہے جمہور صحابہ کا اور یہی قول ہے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم کا مگر حضرت علی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں اگر عورت طلاق اختیار کرے تو طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر خاوند کو اختیار کرے تو طلاق رجعی واقع ہوگی حضرت ام المؤمنین ان ہی صاحبوں کی تردید فرما رہی ہیں حضرت علی و زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا اختیار دیا ہی نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اگر تم دنیا کی زینت چاہتی ہو تو میں تم کو طلاق دے دوں اگر طلاق کا اختیار ہوتا تو مجلس تک محدود رہتا حالانکہ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے ماں باپ سے پوچھ کر فیصلہ کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ارادہ طلاق تھا نہ کہ تفویض طلاق مگر تفویض طلاق دائمی بھی ہوتی ہے فوری بھی اور وقت معین تک کیلئے بھی یہ تفویض وقت معین کی تھی لہذا حضرت ام

المؤمنین و جمہور صحابہ کا قول ہے (فتح القدیر اور مرقات وغیرہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے آپ نے حرام کے بارے میں فرمایا کہ کفارہ دے[۱] بیشک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھی پیروی ہے[۲] (مسلم بخاری)

(۳۱۳۶) [۱] یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا کسی اور حلال چیز کو اپنے پر حرام کرے تو یہ تحریمہ قسم ہے جس میں کفارہ واجب ہوگا یہی قوی ہے حضرت ابن عباس اور امام اعظم کے ہاں اگر طلاق کی نیت سے حرام کرے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے[۲] کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر شہد یا بی بی ماریہ کو حرام کیا تھا تو رب تعالٰی نے اسے قسم قرار دیا تھا کہ فرمایا: یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (۶۶:۱) اے غیب بتانے والے (نبی) تم کیوں اپنے اوپر حرام کئے لیتے ہو جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی (کنزالایمان) پھر فرمایا: قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (۶۶:۲) بے شک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا (کنزالایمان) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حلال کو حرام کر لینا قسم ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ شَرِبَ عِنْدَهَا عَسَلاً فَتَوَا صَيْتُ اَنَا وَ حَفْصَةُ اَنَّ اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ فَدَخَلَ عَلٰى اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ لَابَاْسَ شَرِبْتُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَلَهُ وَ قَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ اَحَدًا يَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ الْاٰيَةَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس کچھ ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے[۱] تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا[۲] کہ ہم میں سے جس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ کہہ دیں کہ میں آپ سے مغافیر کی بو پاتی ہوں[۳] کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے[۴] چنانچہ ان دونوں بیویوں میں ایک کے پاس حضور تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا[۵] تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں[۶] ہم نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اب نہ پئیں گے اور ہم نے اس کی قسم کھائی ہے[۷] تب یہ آیت اتری اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی اپنی بیویوں کی مرضی تلاش کرتے ہوئے[۸] (مسلم بخاری)

(۳۱۳۷) [۱] یعنی باری کے علاوہ جب سرکار بعد نماز عصر تمام ازواج پاک کے پاس دورہ فرماتے تو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے کیونکہ حضور کو شہد پسند تھا اور حضرت زینب کے پاس شہد ہوتا تھا وہ آپ کو پلاتی تھیں اس شہد پینے میں دیر لگتی تھی[۲] یہ مشورہ اس لیے تھا کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنا پسند نہ تھا[۳] مغافیر جمع ہے مغفور کی یا مغفر کی یہ ایک درخت خاردار کا پھل ہے جسے عربی میں عضاہ کہتے ہیں جیسے عرفط یہ پھل میٹھا ہوتا ہے مگر قدرے بو ہوتی ہے (ببک) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ کی بو بہت ناپسند تھی اسی لئے حضور نے کبھی کچا لہسن و پیاز نہ کھایا کہ اس سے منہ میں بو ہوتی ہے[۴] اس تمام مشورہ کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانہ سے حضور کو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکا جائے یہ خیال رہے کہ جس گناہ کی بنیاد محبت رسول پر ہو اس سے توبہ نصیب ہو جاتی ہے دیکھو آدم علیہ

السلام کا بیٹا قابیل ایک عورت کے عشق میں گناہ کا مرتکب ہوا اسے توبہ نصیب نہ ہوئی اور یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں نے بڑے سخت گناہ کیے مگر محبت یعقوبی حاصل کرنے کیلئے انہیں توبہ نصیب ہوگئی مقبول بارگاہ بھی ہو گئے ان دونوں بیبیوں کی یہ ساری تدبیریں حضور کی محبت میں تھیں اس لیے رب تعالٰی نے انہیں قرآن کریم میں توبہ کا حکم دیا کہ فرمایا: اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا (۶۶،۴) نبی کی دونو بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں (کنزالایمان) پھر یہ بیبیاں پہلے کی طرح مقبول بارگاہ الٰہی رہیں اب ان پر زبان طعن کھولنا بدنصیبی ہے ۵؎ وہی عرض کیا جو پہلے مشورہ میں طے ہو چکا تھا خیال رہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کو متقی عادل مانتے ہیں معصوم نہیں مانتے یعنی ان بزرگوں سے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں مگر ان میں سے کوئی گناہ پر قائم نہیں رہتے ایسے ہی یہاں ہوا گناہ کر لینا اور ہے گناہ پر جم جانا کچھ اور ۶؎ یعنی اے بیوی تم پر اس عرض میں کوئی تنگی و مضائقہ نہیں ہم تمہارا مقصد سمجھ گئے (از مرقات) ۷؎ تاکہ تم کو تکلیف نہ ہو ہمارے وہاں زیادہ ٹھہرنے سے تم کو دکھ ہوتا ہے اس قسم کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منہ شریف کی خوشبو کی خبر نہ تھی ہر شخص اپنے منہ اور بغل کی خوشبو جانتا ہے یہ عیب نہیں بلکہ وہ وجہ تھی جو آگے آ رہی ہے ۸؎ اس قسم فرمالینے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ بی بی زینب کو اس قسم کھالینے پر صدمہ نہ ہو (مرقات) اس لیے کہ دوسری ازواج کو اس خوشبو کی خبر نہ ہو، خوشبو تو بغیر خبر دیئے ہی معلوم ہو جاتی ہے اس چھپانے سے مقصود حضرت زینب کی خاطر داری ہے ۹؎ یہ ہے اس قسم فرمانے کی وجہ یعنی اس قسم کی وجہ اپنی بے علمی نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ و حفصہ کو خوش کرنا مقصود تھا کہ ہم حضرت زینب کے پاس زیادہ نہ ٹھہرا کریں گے تاکہ یہ خوش رہیں قرآن کریم بھی فرماتا ہے تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ (۶۶،۱) اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو (کنزالایمان) آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں اور کیوں نہ چاہیں ان بیویوں کی رضا تو رب تعالٰی بھی چاہتا ہے رضی اللہ عنہما ۱۰؎ بعض لوگ اس واقعہ سے اس پر دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور کو علم غیب نہ تھا اگر ہوتا تو آپ کو پتا چل جاتا کہ ہمارے منہ شریف سے مغافیر کی مہک نہیں آ رہی ہے یہ محض غلط ہے کہ قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی یہ سب کچھ ان دونوں ازواج کو راضی کرنے کیلئے ہوا اپنے منہ کی مہک غیب نہیں ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِیۡ

دوسری فصل

عَنۡ ثَوۡبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امۡرَاَۃٍ سَاَلَتۡ زَوۡجَھَا طَلَاقًا فِیۡ غَیۡرِ مَا بَاۡسٍ فَحَرَامٌ عَلَیۡھَا رَائِحَۃُ الۡجَنَّۃِ۔ (رَوَاہُ اَحۡمَدُ وَالتِّرۡمِذِیُّ وَ اَبُوۡدَاوٗدَ ابۡنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۱۳۸) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت اپنے خاوند سے بلاضرورت طلاق مانگے ۱؎ تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

(۳۱۳۸) ۱؎ یہاں باس سے مراد سختی ہے، ما زائدہ ہے یعنی جو بغیر سخت تکلیف کے طلاق مانگے ۲؎ یعنی ایسی عورت کا جنت میں جانا تو کیا ہی ہوگا وہاں کی خوشبو بھی نہ پائے گی اس سے مراد ہے اولیٰ داخلہ ورنہ آخر کار سارے مومن جنت میں پہنچیں گے اگرچہ کیسے ہی گنہگار ہوں لہٰذا یہ حدیث حدیث شفاعت کے خلاف نہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ ایسی عورت جنت میں پہنچ کر بھی وہاں کی خوشبو سے محروم رہے گی جیسے یہاں نزلہ و زکام والا آدمی پھول ناک پر رکھ کر بھی خوشبو نہیں پاتا (مرقات) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبۡغَضُ الۡحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ (رَوَاہُ اَبُوۡدَاوٗدَ)

(۳۱۳۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۱۳۹)۱؎ یعنی اللہ تعالٰی نے ضرورت عباد کی بناء پر طلاق مباح تو کر دی ہے مگر رب کو پسند نہیں کہ اس میں دو محبوبوں کی جدائی گھر بگڑنا اولاد کی تباہی ہے غرض یہ کہ بلا وجہ طلاق کراہت سے خالی نہیں بہت سی چیزیں حلال ہیں مگر بہتر نہیں جیسے بلا عذر مرد کا گھر میں نماز پڑھنا یا اذان جمعہ ہو چکنے کے بعد تجارت کرنا یا غیر معتکف کا مسجد میں کھانا پینا لہٰذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حلال چیز ناپسند کیسے ہو سکتی ہے اور نہ یہ اعتراض ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا یا امام حسن نے بہت بیویوں کو طلاق کیوں دی حلال کام پر نہ گناہ ہے نہ عتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وہ کام کیے ہیں جو امت کیلئے مکروہ میں کیوں، تبلیغ کیلئے آپ کو ان پر بھی ثواب ملے گا جیسے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا اونٹ پر طواف کرنا نواسے کو کندھے پر لے کر نماز ادا کرنا حضرت حسین کیلئے خطبہ جمعہ توڑ کر آگے جا کر انہیں گود میں لے لینا وغیرہ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (۲-۲۳۶) تم پر کچھ مطالبہ نہیں تم عورتوں کو طلاق دو (کنز الایمان) وہاں طلاق میں گناہ کی نفی ہے یہاں بہتر نہ ہونے کا ثبوت۔

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَّلَا عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَّلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَّلَايُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَّلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَّلَا صَمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۱۴۰) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نکاح سے پہلے طلاق نہیں ۱؎ اور نہیں ہے آزاد کرنا مگر ملکیت کے بعد ۲؎ اور نہیں ہے وصال روزوں میں ۳؎ اور نہیں ہے یتیمی بلوغ کے بعد ۴؎ اور نہیں ہے شیر خوارگی دودھ چھوٹنے کے بعد ۵؎ اور نہیں ہے خاموشی دن بھر کی رات تک ۶؎ (شرح سنہ)

(۳۱۴۰)۱؎ لہٰذا اگر کوئی شخص اجنبیہ عورت سے کہے کہ تجھے طلاق ہے پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی یوں ہی اگر اجنبیہ عورت سے کہے کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے پھر وہ عورت گھر میں جائے تو طلاق نہیں واقع ہوگی لیکن اگر اجنبیہ عورت سے کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی غرض یہ کہ طلاق کیلئے ضروری ہے کہ یا تو نکاح کے بعد بولی جائے یا نکاح پر معلق کی جائے ۲؎ یعنی دوسرے کے غلام کو یہ شخص آزاد نہیں کر سکتا اگر اس سے آزادی کے الفاظ کہہ دے پھر اس کا مالک ہو گیا تو وہ غلام آزاد ہوگا ۳؎ یعنی روزہ پر روزہ رکھنا درمیان میں افطار نہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کوئی اور نہیں رکھ سکتا ہم کو افطار کرنا ضروری ہے ۴؎ جس کا باپ فوت ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے بشرطیکہ نابالغ ہو بالغ لڑکا یتیم نہیں کہلاتا ۵؎ لہٰذا جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے ڈھائی برس عمر کے بعد تو وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں نہ بنے گی نہ یہ بچہ اس کا دودھ کا بیٹا ہوگا اور نہ اس پر رضاعت کے احکام جاری ہوں گے ۶؎ یعنی اسلام میں چپ کا روزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوُدَ وَلَا بَيْعَ اِلَّا فِيْمَا يَمْلِكُ)

(۳۱۴۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی منت اس میں نہیں جس کا وہ مالک ہو ۱؎ اور نہ اس میں آزاد کرنا ہے جس کا وہ مالک نہ ہو اور نہیں ہے طلاق اس میں جس کا وہ مالک نہ ہو ۲؎ (ترمذی) ابوداؤد نے یہ زیادتی کی کہ نہ

فروخت ہے مگر اس میں جس کا مالک ہو۔

(۳۱۴۱)۱؎ لہذا اگر کوئی کسی خاص غلام کو آزاد کرنے کی منت مانگے مگر منت کے وقت اس غلام کا مالک نہ ہو تو منت درست نہ ہوگی اگر بعد میں اس غلام کا مالک ہو بھی گیا تب بھی وہ آزاد نہ ہوگا ۲؎ حضرت امام شافعی اس حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرتے ہیں کہ اجنبیہ عورت اور دوسرے کے غلام کو نہ طلاق و آزاد کرسکتے ہیں نہ ان کی طلاق و آزادی کو نکاح یا ملکیت پر معلق کرسکتے ہیں حضرت علی ابن عباس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں تعلیق نکاح وعتق جائز ہے مثلاً اگر اجنبیہ سے کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق یا اجنبی غلام سے کہے کہ اگر میں تجھے خریدوں تو، تو آزاد ہے پھر نکاح کرے یا خرید لے تو طلاق و آزادی واقع ہو جائے گی یہی قول ہے حضرت ربیعہ امام اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، وقوع طلاق یا وقوع عتاق بغیر نکاح یا بغیر ملک نہیں ہوسکتا کیونکہ طلاق سے نکاح ختم کیا جاتا ہے اور عتاق سے ملکیت جب نکاح یا ملکیت موجود ہی نہ ہو تو ختم کیا چیز ہوگی، رہا تعلیق طلاق وعتاق پر بہرحال جائز ہے بشرطیکہ نکاح یا ملکیت پر معلق کیا جائے یہ حدیث وقوع کی نفی کیلئے ہے وہ ہم بھی کہتے ہیں ہاں ابوثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ تم میرا فلاں کام کردو تو میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کردوں گا میں نے کہا کہ اگر میں تمہاری بیٹی سے نکاح کروں تو اسے تین طلاق، پھر میں نے اس سے نکاح کرنا چاہا حضور سے مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا نکاح کرلو طلاق واقع نہ ہوگی یہ حدیث واقعی امام اعظم کے خلاف ہے مگر اس کی اسناد میں ابوخالد واسطی ہے جو حدیثیں گھڑنے میں مشہور تھا چنانچہ امام احمد و معین نے فرمایا یہ جھوٹا ہے نیز اس میں علی ابن قرین راوی ہے جسے امام ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیثوں کا چور ہے لہذا اس قسم کی روایات بالکل موضوع ہیں اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِيْ زَمَانِ عُثْمَانَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرْ والثَّانِيَةَ وَالثَّالِثَةَ)

(۳۱۴۲) روایت ہے حضرت رکانہ ابن عبد یزید سے ۱؎ کہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق دی ۲؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور بولے اللہ کی قسم میں نے صرف ایک کی نیت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم تم نے نہ نیت کی مگر ایک کی تو رکانہ بولے اللہ کی قسم میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی ۳؎ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت رکانہ کی طرف لوٹا دی ۴؎ پھر انہوں نے زمانہ فاروقی میں دوسری طلاق دی اور زمانہ عثمانی میں تیسری ۵؎ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) مگر انہوں نے دوسری اور تیسری طلاق کا ذکر نہ کیا۔ ۶؎

(۳۱۴۲)۱؎ آپ رکانہ ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبدالمطلب ہیں قریشی ہیں صحابی ہیں ۴۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۲؎ آپ سہیمہ بنت عمرو مزینہ ہیں حضرت رکانہ نے ان سے کہا کہ تجھے طلاق بتہ ہے جو نکاح ختم کردے نہ طلاق معلقہ ہو نہ رجعیہ خیال رہے کہ طلاق بتہ میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے لیکن اگر خاوند تین طلاقوں کی نیت کرے تو تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی امام شافعی کے ہاں ایک رجعی واقع ہوگی اگر تین کی نیت کرے تو تین امام مالک کے ہاں اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم و امام شافعی کے

موافق ہے امام مالک کے خلاف رضی اللہ عنہم ۳؎ اس سوال و جواب سے وہی بات معلوم ہوئی جو ابھی عرض کی گئی کہ طلاق بتہ طلاق بائنہ ہے لیکن اگر اس میں تین طلاق کی نیت کر لی جائے تو تین ہوں گی ورنہ ایک حدیث رکانہ کی تحقیق ہماری کتاب طلاق الادلة فی حکم الطلاق الثلثه میں ملاحظہ کیجئے ۴؎ اس طرح کہ انہیں دوبارہ نکاح کر لینے کی اجازت دے دی کیونکہ اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی تھی امام شافعی کے ہاں اس کے معنی ہیں بغیر تجدید نکاح اسے رکانہ کی بیوی قرار دیا کیونکہ اس سے طلاق رجعی واقعی ہوئی تھی جس میں عدت کے اندر تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۵؎ اس سے صاف معلوم ہوا کہ طلاق بتہ ایک ہوتی ہے نہ دو نہ تین کیونکہ حضرت رکانہ نے اس کے بعد دو طلاقیں اور دیں بعض روایات میں ہے کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی قرار دیا مگر وہ حدیث منکر ہے صحیح وہ ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ طلاق بتہ دی تھی یعنی ایک بائنہ غیر مقلد حدیث رکانہ کو آڑ لے کر کہتے ہیں ایک دم تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں مگر آپ کو حدیث رکانہ کا حال معلوم ہو گیا (مرقات) ۶؎ ابن اسحاق نے بروایت عکرمہ عن ابن عباس روایت کی کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو بیک وقت تین طلاقیں دیں پھر بہت غمگین ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا یہ حدیث منکر ہے صحیح وہی ہے جو ابوداؤد ابن ماجہ نے روایت کی آپ نے طلاق بتہ دی تھی یعنی ایک طلاق بائنہ باقی دو طلاقیں عہد فاروقی و عثمانی میں دیں جو یہاں مذکور ہے (مرقات و لمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّکَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ و اَبُوْدَاوٗدَ وقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

(۳۱۴۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور مذاق بھی ارادہ ۱؎ نکاح اور طلاق اور رجوع ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور فرمایا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے ۳؎

(۳۱۴۳) ۱؎ یعنی ارادۃً بولے تو بھی واقع ہو جائیں گی اور مذاق دل لگی سے کہے یا ویسے ہی اس کے منہ سے نکل جائے یا کسی اور زبان میں بولے جس سے وہ واقف نہ ہو بہر حال یہ کلمات اس کے منہ سے نکل جائیں یہ چیزیں واقع ہو جائیں گی بشرطیکہ دیوانگی یا نیند میں نہ کہے بیداری و ہوش میں کہے ۲؎ ان تین چیزوں کا ذکر صرف اہتمام کیلئے ہے ورنہ تمام تصرفات شرعیہ جن میں دوسرے کا حق ہو جاتا ہو سب کا یہی حکم ہے لہذا بیع، ہبہ، کرایہ، طلاق، نکاح طلاق سے رجوع دانستہ طور پر کرے یا اس کے منہ سے نادانی کی حالت میں نکل جائیں یہ عقد منعقد ہو جائیں گے مذاق میں مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی یا تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے بھی مذاق دل لگی میں قبول کے الفاظ کہہ دیئے یا طلاق والی عورت سے دل لگی میں کہا کہ میں نے رجوع کر لیا یا ہنسی مذاق میں کہا میں نے یہ گھر تیرے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر دیا پس درست ہو گیا اگر یہ حکم نہ ہو تو شریعت کے احکام بیکار ہو کر رہ جائیں ہر شخص بیع یا ہبہ یا طلاق یا نکاح کر کے کہہ دیا کرے کہ میں تو دل لگی میں کہہ رہا تھا یہ حدیث معاملات کی اصل اصول ہے جس پر صدہا احکام مرتب ہیں (لمعات و مرقات) ۳؎ یعنی یہ حدیث بہت سی اسناد سے مروی ہے بعض اسناد سے حسن ہے بعض سے غریب لہذا جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا غلط کہا چند اسناد سے تو ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے اس کی کتاب اللہ سے بھی تائید ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (۹،۶۶) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر (کنز الایمان) منافقین نے حضور کی شان میں بکواس بکی تھی پوچھ گچھ پر بولے کہ ہم مذاق کرتے تھے فرمایا بہانہ نہ بناؤ تم کافر ہو چکے معلوم ہوا کہ کفر و اسلام عمداً و مذاقاً ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے اور اس پر احکام شرعیہ مرتب

ہو جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ. قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ الْاِكْرَاهُ).

(۳۱۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے طلاق نہ آزادی مجبوری میں[۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ) کہا گیا ہے کہ اغلاق کے معنی جبر ہیں[۲]

(۳۱۴۴)[۱] یعنی اگر جبراً کسی سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا دی گئی تو طلاق نہ ہوگی یہی مذہب ہے امام شافعی و احمد کا ہمارے امام اعظم کے ہاں مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام محمد نے حضرت صفوان ابن عمر طائی سے روایت کی کہ مدینہ پاک میں ایک عورت اپنے خاوند سے سخت نفرت کرتی تھی ایک دن دوپہر کو خاوند سو رہا تھا یہ چھری لے کر سر پر کھڑی ہوگئی اور بولی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ ابھی ذبح کر دوں گی وہ بہت چیخا چلایا آخر کار تین طلاقیں دے دیں پھر یہ مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا: لاقیلولة فی الطلاق امام شمنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام عقیل نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی اس سے معلوم ہوا کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے رہی وہ حدیث کہ رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ یعنی میری امت سے خطا بھول اور مجبوری کی چیزیں اٹھالی گئیں وہاں اخروی گناہ مراد ہے کہ ان چیزوں پر آخرت میں گناہ نہ ہوگا دنیاوی احکام جاری ہونا مراد نہیں اگر کوئی کسی کو جبراً قتل کر دے تو اسے قاتل مانا جائے گا یہاں اغلاق کے معنی امام صاحب کے نزدیک سخت غصہ ہے جس سے انسان کی عقل بند ہو جائے ایسے مخبوط الحواس غصہ والے کی طلاق نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں (مرقات و لمعات وغیرہ) [۲] یعنی بعض شارحین نے فرمایا کہ اغلاق کے معنی ہیں جبر بعض نے فرمایا اس کے معنی ہیں سخت غصہ جس سے عقل جاتی رہے بعض نے فرمایا دیوانگی خیال رہے کہ امام شعبی، نخعی سفیان ثوری کا یہی مذہب ہے کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ناحق جبر کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ضرورۃً مجبور کر کے طلاق لے لی جائے تو واقع ہو جائے گی جیسے ظالم خاوند جو عورت کو نہ درست طریقہ سے بسائے نہ طلاق دے یہی قول ہے حضرت علی، عبداللہ ابن عمر، شریح، عمر بن عبدالعزیز کا (مرقات) ہمارے ہاں بھی مجبور کی زبانی طلاق واقع ہوگی اگر مجبور نے صرف تحریری طلاق دی تو واقع نہ ہوگی (عالمگیری) خیال رہے کہ دس چیزیں مجبوری میں جائز ہوتی ہیں نکاح، طلاق، رجوع، ایلاء، فئی، ظہار، عتاق یعنی غلام آزاد کرنا، قصاص سے معافی، قسم، نذر۔ شعر:

یصح مع الاکراہ عتق و رجعة نکاح و ایلاء طلاق مفارق
و فی ظہار والیمین و نذرہ و عفو لقتل شاب عنہ مفارق

گیارہواں اسلام یعنی مجبور کا اسلام درست ہے (مرقات و کتب فقہ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ وَالْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّ عَطَاءُ ابْنُ

(۳۱۴۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے دیوانہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے[۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عطاء ابن عجلان راوی ضعیف

عَجْلَانَ الرَّاوِیْ ضَعِیْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِیْثِ) حدیث بھول جانے والے ہیں۲؎

(۳۱۴۵)۱؎ غالبًا مغلوب العقل معتوہ کی تفسیر ہے اور یہ عطف تفسیری ہے اور ہوسکتا ہے کہ معتوہ وہ جس کی عقل میں فتور ہو اور مغلوب العقل بالکل دیوانہ حضرت علی، امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہوجائے گی اگرچہ وہ بے عقل ہوچکا ہو جبکہ اس نے گناہ کے طور پر نشہ کیا اسی لیے اس پر نمازیں معاف نہیں ہوتیں بچے دیوانہ سوتے ہوئے بیہوش کی طلاق نہیں ہوتی ۲؎ اس حدیث کی تائید میں بہت زیادہ احادیث بخاری ابن ابی شیبہ وغیرہ میں آئی ہیں اگر تفصیل دیکھنا ہو تو یہاں مرقات کا مطالعہ کیجئے لہٰذا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہو مگر دوسری احادیث کی تائید سے قوی ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْهُمَا)۔

(۳۱۴۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم اٹھالیا گیا ہے تین شخصوں سے۱؎ سوتا ہوا حتی کہ جاگ جائے اور بچے سے حتی کہ بالغ ہوجائے اور دیوانہ سے یہاں تک کہ عقل والا ہوجائے۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ ان دونوں سے۔

(۳۱۴۶)۱؎ یعنی ان پر سزاو جزا نہیں ہوتی ۲؎ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نابالغ بچہ سوتا ہوا دیوانہ مرفوع القلم ہیں ان پر شرعی احکام جاری نہیں لہٰذا اگر یہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو واقع نہ ہوگی اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی یوں ہی سوتے میں اگر کوئی طلاق دے دے یا دیوانگی میں تو بھی طلاق نہیں ہوتی یہ حدیث جامع صغیر، احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم نے مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ میں نقل فرمائی بخاری نے تعلیقاً موقوفاً حضرت علی سے روایت کی غرض یہ کہ حدیث صحیح ہے (مرقات)

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَ عِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۱۴۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض۱؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور ابن ماجہ دارمی۔

(۳۱۴۷)۱؎ یعنی لونڈی خواہ غلام کے نکاح میں ہو یا آزاد کے اس پر صرف دو طلاقیں پڑسکتی ہیں دو سے ہی مغلظہ ہوجائے گی کہ پھر بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکے گی، نیز لونڈی کی عدت بجائے تین حیض کے دو حیض ہیں اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلاق کی عدت حیض ہے نہ طہر یہی احناف کہتے ہیں اور قرآن کریم میں جو ثلاثة قروا فرمایا گیا وہاں قروا کے معنی طہر نہیں بلکہ حیض ہیں دوسرے یہ کہ عدت وطلاق کا اعتبار عورت سے ہے نہ کہ مرد سے لہٰذا لونڈی کی طلاقیں بھی دو ہیں اور عدت بھی دو حیض اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد یہی احناف کا قول ہے، امام شافعی و مالک اور احمد کے ہاں طلاق کا اعتبار مرد سے ہے خیال رہے کہ اگر لونڈی مہینہ سے عدت گزارے تو ڈیڑھ مہینہ عدت طلاق ہوگی کیونکہ آزاد عورت کی عدت کے مہینہ تین ہیں اور لونڈی کے نصف چونکہ تین حیض کی تنصیف نہیں ہوسکتی لہٰذا اس کی عدت دو حیض ہوئے بعض شوافع اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں ان کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں مظاہر ہے ان سے سواء اس حدیث کے کوئی حدیث منقول نہیں مگر یہ غلط ہے حضرت مظاہر اہل بصرہ کے مشائخ میں سے ہیں متقدمین محدثین میں سے کسی نے ان پر جرح نہ کی نیز اس حدیث پر عام علماء کا عمل رہا عمل علماء ضعیف حدیث کو بھی قوی کردیتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کا مدینہ منورہ میں

مشہور ہو جانا اسے صحیح کر دیتا ہے (مرقات) یہاں اس حدیث کے متعلق مرقات نے بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے بہر حال طلاق وعدت میں عورت کا لحاظ ہے نہ کہ مرد کا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ)

(۳۱۴۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو نکاح سے نکالنے والیاں۱ اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۲ (نسائی)

(۳۱۴۸)۱ یعنی خاوند کی نافرمان بیویاں جو نافرمانی کر کے خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کریں اپنے کو نکاح کی قید میں نہ رکھیں۲ یعنی جو بلاوجہ خلع کر کے خاوند سے طلاق حاصل کریں وہ بظاہر تو خاوند کی مطیع معلوم ہوتی ہیں مگر دل میں اس سے متنفر ہیں یہی نفاق ہے حتی الامکان نباہ کی سعی کی جائے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ باہر پھرنے والیاں اور خلع کرانے والیاں منافقہ ہیں۔

وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِیَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَیْدٍ اَنَّهَا اِخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَیْءٍ لَهَا فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۱۴۹) روایت ہے حضرت نافع سے وہ صفیہ بنت ابوعبید کی مولاۃ سے راوی۱ کہ انہوں نے اپنی ہر چیز کے عوض اپنے خاوند سے خلع کیا۲ تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے اس کا انکار نہ فرمایا۳ (مالک)

(۳۱۴۹)۱ نافع حضرت عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں اور صفیہ بنت ابی عبید مختار ابن ابی عبید ثقفی کی بہن ہیں تابعیہ ہیں، عبد اللہ ابن عمر کی زوجہ ہیں حضور کو دیکھا مگر آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں (مرقات و اشعہ)۲ یعنی ان مولاۃ نے اپنے خاوند سے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے مہر وغیرہ دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس اپنا مال ہے اور جو کچھ حقوق عدت کے ہوتے ہیں ان سب کے عوض مجھے طلاق دے دے غرض یہ کہ ہر قسم کا مال ہر قسم کے حقوق کے عوض طلاق لی۳ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مہر وغیرہ سے زیادہ مال بھی خلع میں خاوند کو دے دے تو جائز ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ خاوند صرف اپنا دیا ہوا مال ہی خلع میں واپس لے زیادہ نہ لے چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت ابن قیس کی بیوی سے صرف وہ باغ واپس کرایا جو ثابت نے انہیں دیا تھا ان کی بیوی کا نام حبیبہ بنت سہل انصاریہ ہے اسلام میں پہلا خلع یہی ہوا تھا۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلٰثَ تَطْلِیْقَاتٍ جَمِیْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَیُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَا بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ)

(۳۱۵۰) روایت ہے محمود ابن لبید سے۱ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی عورت کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۲ تو آپ غصہ میں کھڑے ہو گئے۳ پھر فرمایا کیا وہ اللہ عزوجل کی کتاب سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں۴ حتی کہ ایک شخص اٹھا پھر بولا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کردوں۵ (نسائی)

(۳۱۵۰)۱ آپ انصاری اشہلی ہیں بعض نے فرمایا کہ صحابی ہیں بعض نے فرمایا کہ تابعی ہیں ۹۶ھ میں وفات پائی شیخ نے فرمایا کہ

امام بخاری نے انہیں صحابی فرمایا ہے امام مسلم نے تابعی کہا صحیح قول امام بخاری کا ہے (اشعہ) ۲؎ اس طرح کہ ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دیں یا اس طرح کہہ دیا تجھے تین طلاق یا اس طرح کہا کہ تجھے طلاق' طلاق' طلاق ۳؎ کیونکہ اس طرح طلاق دینا بدعت ہے چاہیے یہ کہ اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے تین طہروں میں تین طلاقیں اور بہتر یہ ہے کہ صرف ایک ہی طلاق دے تین دے ہی نہیں ۴؎ اس میں انتہائی غضب کا اظہار ہے یعنی تین طلاقیں یک دم دینا کتاب اللہ کا مذاق اڑانا ہے کہ ربّ تعالٰی فرماتا ہے **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ** اور یہ ایک دم طلاقیں دے رہا ہے خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ شافعی احمد' مالک اور جمہور علماء کے نزدیک بیک وقت' تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں مگر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی' طاؤس کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق ہوتی ہے جمہور علماء کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: **وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا** (۶۵'۱) اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شائد اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنزالایمان) دیکھو قرآن کریم نے طلاقیں جمع کرنے کو ظلم قرار دیا اور باعث ندامت مگر طلاقیں واقع مان لیں نیز بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے یکدم تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں ابھی گزر چکا کہ ابورکانہ سے حضور نے قسم لی کہ کیا تم نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ اس کی پوری اور نفیس تحقیق ہماری کتاب طلاق الادلہ میں دیکھئے ۵؎ شاید یہ صاحب اجازت قتل مانگنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے آپ کا خیال یہ ہوا ہوگا کہ کتاب اللہ سے کھیلنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانا کفر ہے اور مسلمان کا کفر ارتداد ہوتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے مگر ان کے قتل کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ حضور کو دکھ پہنچانا اور آپ کو رنجیدہ کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا تو کفر ہے مگر کسی کے کسی کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچ جانا کفر نہیں دکھ پہنچانے اور دکھ پہنچ جانے میں بڑا فرق ہے مسلمان کے گناہ سے حضور کو صدمہ ہوتا ہے: **عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ** (۹'۱۲۸) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے (کنزالایمان) مگر گناہ کفر نہیں ہوتا اس شخص نے یہ کام نادانی سے کیا تھا نہ کہ حضور کو صدمہ پہنچانے کیلئے اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک دم دے دینا برا ہے لیکن اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے مگر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ایک دم تین طلاقیں دینا اس لیے بھی برا ہے کہ اس میں پھر دوبارہ رجوع کا موقع نہیں ملتا پھر خاوند پچھتاتا ہے۔

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَیَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ بِثَلٰثٍ وَّ سَبْعٌ وَ تِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا (رَوَاهُ فِی الْمُوَطَّا)

(۳۱۵۱) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں آپ مجھ پر کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ تین طلاقوں سے تجھ سے مطلقہ ہو چکی اور ستانویں طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑالیا ۱؎ (موطا)

(۳۱۵۱) ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور اگر کوئی شخص ہزار یا لاکھ طلاقیں دے دیں تو تین تو واقع ہو جائیں گی باقی لغو جائیں گی یہی علماء امت کا قول ہے اس پر تمام ائمہ متفق ہیں وہ جو مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نیز صدیق اکبر کے زمانہ اور شروع خلافت فاروق میں ایک دم تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں پھر فاروق اعظم نے انہیں تین طلاق قرار دیا وہاں تو یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تین طلاق اس طرح دیتا کہ تجھے طلاق ہے' طلاق' طلاق دوسری دو طلاقوں سے

پہلی طلاق کی تاکید یں کرتا تھا اور کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی جس سے صرف نکاح ہوا ہو رخصت نہ ہوئی ہو اس سے کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق تو اس سے صرف ایک طلاق پہلی ہی واقع ہوگی دوسری دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ غیر مدخولہ عورت پر عدت نہیں ہوگی وہ پہلی طلاق سے ہی نکاح سے بالکل ہی خارج ہوگی عہد فاروقی میں حالات بدل چکے تھے لوگ اپنی مدخولہ بی بی کو تین طلاقیں ہی دیا کرتے تھے لہذا حضرت فاروق اعظم کا فرمان عالی نہایت ہی درست وصحیح تھا ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قانون جاری فرماتے اور تمام صحابہ کرام خاموش رہتے لہذا حکم یہی ہے کہ جو شخص اپنی مدخولہ بیوی کو جس سے خلوت کر چکا ہو تین طلاقیں ایک دم دے تو تین ہی واقع ہوں گی اس جگہ مرقات نے اس کے متعلق قریباً پندرہ بیس حدیثیں نقل فرمائیں کہ تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی اور اس کے خلاف متعدد جوابات دیئے نیز ہم نے اپنی کتاب **تلاق الادلة فی احکام الطلاق الثلثة** میں اس کی بہت تحقیق کی ہے وہاں ملاحظہ فرمایئے غرض یہی حق ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ. (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(۳۱۵۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اللہ تعالٰی نے روئے زمین پر کوئی چیز آزاد کرنے سے زیادہ پیاری ومحبوب نہ فرمائی[۱] اور اللہ تعالٰی نے روئے زمین میں کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسند پیدا نہ فرمائی[۲] (دارقطنی)

(۳۱۵۲) [۱] یعنی غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے مگر مستحبات سے افضل واعلیٰ ہے کیونکہ اس سے ایک جان کو غلامی سے نجات دینا ہے اسے جانوروں کی حد سے نکال کر انسانی حدود میں داخل کرنا ہے [۲] یعنی بلاضرورت طلاق دینا اگرچہ جائز ہے مگر ربّ تعالٰی کو ناپسند ہے ورنہ کبھی طلاق دینا مستحب یا واجب بھی ہوتی ہے چنانچہ فاسقہ فاجرہ ربّ کی ناشکری بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے، حضرت ابوحفص بخاری فرماتے ہیں کہ کل قیامت میں اگر میں ربّ تعالٰی سے اس حال میں ملوں کہ میری مطلقہ بیوی کا مہر میرے گلے میں لٹکا ہو اس سے بہتر ہے کہ بے نمازی بیوی میرے نکاح میں رہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا دوسرے دنیاوی کاروبار بلکہ نوافل عبادات سے افضل ہے یہی احناف کا مذہب ہے (مرقات) لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر طلاق ربّ تعالٰی کو بہت ہی ناپسند ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو طلاق کیوں دلوائی تھی؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت نکاح کیوں کیے اور بہت طلاقیں کیوں دیں کیونکہ طلاق ربّ تعالٰی کو ناپسند بھی ہے اور پسند بھی۔

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلٰثًا — تین طلاق دی ہوئی عورت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی اس باب میں تین طلاق والی عورت کا ذکر ہے کہ وہ بغیر حلالہ پہلے خاوند کو حلال نہیں اور حلالہ میں دوسرے خاوند سے نکاح بھی ضروری ہے اور صحبت بھی لازم بہتر تھا کہ صاحب مشکوٰۃ ترجمہ باب میں ایلاء وظہار کا ذکر بھی فرماتے کیونکہ اس باب میں اس کے متعلق

احادیث بھی آرہی ہیں۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۵۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی[۱] کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی اور انہوں نے مجھے طلاق دی تو طلاق منقطع کر دی[۲] پھر ان کے بعد میں نے عبدالرحمان ابن زبیر سے نکاح کرلیا ان کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پلو (گوشہ) کے[۳] تو فرمایا کہ کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو بولیں ہاں[۴] فرمایا نہیں تا آنکہ تم ان کی لذت چکھ لو اور وہ تمہاری لذت چکھ لیں[۵] (مسلم بخاری)[۶]

(۳۱۵۳)[۱] آپ کا نام رفاعہ ابن سموال ہے قرظی ہیں یعنی یہود کے قبیلہ بنی قریظہ سے ہیں بی بی صفیہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں (اکمال)[۲] اس طرح کہ مجھے تین طلاقیں دے دیں جس کی وجہ سے نکاح بالکل ہی ختم ہوگیا[۳] یعنی عبدالرحمٰن کے اعضاء تناسل تو درست ہیں مگر ضعف کی وجہ سے وہ قابل صحبت نہیں کہ وہ نامرد ہیں' خیال رہے کہ خصی وہ جس کے خصیہ نہ ہوں مجبوب جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور عنین وہ جس کے یہ تینوں اعضا ہوں مگر آلہ میں سختی نہ ہو جس سے وہ صحبت کے قابل نہ ہو یہاں تیسری صورت تھی جسے اس بی بی نے اس طرح بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے یا دادخواہی کرنے کیلئے عالم یا حاکم کے سامنے صاف بات کہی جاسکتی ہے نہ اسے بے حیائی کہا جائے گا نہ غیبت اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیان پر ملامت نہ فرمائی[۴] یہ بی بی سمجھی کہ حلالہ کیلئے صرف دوسرے مرد سے نکاح کافی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (۲۳۰:۲) جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (کنزالایمان) میرا دوسرا نکاح تو ہو چکا شاید میں یہاں سے طلاق لے کر رفاعہ کیلئے حلال ہو جاؤں گی[۵] عسیلہ عسل کی تصغیر ہے عسل شہد کو کہتے ہیں پھر ہر لذت کو کہنے لگے مقصد یہ ہے کہ تمہارے بیان کے مطابق عبدالرحمان تم سے صحبت نہ کرسکے اور حلالہ میں دوسرے خاوند کا صحبت کرنا شرط ہے لہٰذا تم ابھی رفاعہ کیلئے حلال نہیں ہوئیں بعض علماء نے قرآن کی آیت سے بھی صحبت کا شرط ہونا ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تنکح کے معنی ہیں تجامع لہٰذا آیت کے معنی یہ ہیں کہ تین طلاقوں والی عورت پہلے خاوند کو حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے صحبت کرے مگر حق یہ ہے آیت میں تنکح بمعنی نکاح ہے صحبت کا شرط ہونا اس حدیث سے ثابت ہے عسیلہ تصغیر فرما کر یہ بتایا کہ پوری صحبت کرنا شرط نہیں انزال ضروری نہیں صرف حشفہ غائب ہونا کافی ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نابالغ بچہ سے صحبت حلالہ کیلئے کافی نہیں ہاں مراہق یعنی قریب بلوغ کی صحبت کافی ہے دوسرے یہ کہ بہت چھوٹی بچی کو اگر تین طلاقیں دی گئیں تو اس کا نکاح ثانی اور صحبت حلالہ کیلئے کافی نہیں کہ پہلی صورت میں خاوند لذت نہیں چکھتا دوسری صورت میں عورت' تیسرے یہ کہ لونڈی سے مولٰی کی صحبت حلالہ کیلئے کافی نہیں کہ مولٰی خاوند نہیں' چوتھے یہ کہ مجنونہ یا بیہوش یا سوتی ہوئی عورت سے صحبت حلالہ کیلئے کافی ہے کہ یہ صحبت لذت کے لائق تھی اگرچہ عورت نے ان عوارض کی وجہ سے چکھی نہیں یہی عام علماء کا مذہب ہے پانچویں یہ کہ وطی بالشبہ' زنا' ملک یمین کی صحبت سے حلالہ درست نہیں یہ صحبت وغیرہ کی قیود اس لیے ہیں کہ لوگ تین طلاقوں پر دلیری نہ کریں کیونکہ دوسرا خاوند صحبت کے بعد طلاق مشکل سے ہی دے گا (مرقات وغیرہ)[۶] بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ عبدالرحمان نے عرض کیا یارسول اللہ یہ جھوٹی ہے میں

سے چمڑے کی طرح چھیلتا ہوں تو فرمایا کہ اگر یہ سچی بھی ہو تب بھی اپنے قول سے رفاعہ کو حلال نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَلِيٍّ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ)

(۳۱۵۴) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا[۱] (دارمی) اور ابن ماجہ حضرت علی و ابن عباس اور عقبہ عامر سے[۲]

(۳۱۵۴)[۱] محلل سے مراد دوسرا خاوند ہے اور محلل لہ سے مراد پہلا خاوند جس نے تین طلاقیں دیں اگر حلالہ متعہ یا عارضی چند روزہ نکاح کے ذریعہ کیا گیا تو حلالہ درست ہی نہ ہوا کہ یہ نکاح ہی باطل ہے حلالہ میں نکاح صحیح ضروری ہے اور اگر نکاح درست کیا گیا مگر ارادہ حلالہ کا تھا تو حلالہ ہو جائے گا مگر دونوں خاوند بے حیا ہیں اس لیے لعنت فرمائی اگر حلالہ درست ہی نہ ہوتا تو ان خاوندوں کو محلل اور محلل لہ کیوں کہا جاتا بعض احادیث میں ہے کہ حلالہ کرنے والا مانگے ہوئے بکرے کی طرح ہے علماء فرماتے ہیں کہ بعض سخت ضرورتوں میں حلالہ کرنا بہتر بھی ہو جاتا ہے یہاں بغیر ضرورت حلالہ والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے یا لعنت جب ہے جبکہ اجرت پر حلال کرایا جائے فتح القدیر میں ہے کہ اگر تین طلاق والی عورت بغیر ولی کی اجازت غیر کفو میں نکاح کرے تو حلالہ درست نہ ہوگا کیونکہ ہر مذہب مفتی بہ میں یہ نکاح ہی درست نہیں غیر کفو سے نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہے (مرقات)[۲] یہ حدیث بہت سی اسناد سے بہت سی کتب میں منقول ہے اسے ترمذی نے حسن صحیح فرمایا (مرقات)

وَعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ اَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ يُوْقَفُ الْمُوْلِيْ .(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۱۵۵) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے چند اور دس صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا وہ تمام فرماتے تھے کہ ٹھہرایا جائے ایلاء کرنے والا[۲] (شرح سنہ)

(۳۱۵۵)[۱] آپ کی کنیت ابوایوب ہے عطاء ابن یسار کے بھائی ہیں اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تابعی ہیں بڑے فقیہ محدث زاہد متقی ہیں اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہیں ۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی (اکمال)[۲] خاوند کا قسم کھا لینا کہ میں اپنی بیوی سے چار ماہ تک صحبت نہ کروں گا ایلاء ہے اور قسم کھانے والا خاوند مولی ہے ایلاء کا حکم ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر خاوند اس مدت میں قسم توڑ دے اور رجوع کرے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ گزرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی حدیث کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں ایلاء کرنے والے کا معاملہ موقوف رکھا جائے چار ماہ تک طلاق کا حکم نہ دیا جائے اگر اس مدت میں رجوع کرلیا تو خیر ورنہ یہ مدت گزرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی یہی قول ہے حضرت عثمان، علی، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ عباس، عبداللہ ابن زبیر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزر جانے پر طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ اب اسے حاکم رجوع کرنے پر مجبور کرے گا اگر رجوع نہ کرے تو فسخ نکاح کا حکم دے گا ان کے ہاں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عدت گزرنے پر حاکم مولی کا معاملہ موقوف رکھے مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے آیت قرآنیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ سَلْمَانَ بْنَ صَخْرٍ وَّیُقَالُ لَہٗ سَلْمَۃُ بْنُ صَخْرٍ الْبَیَاضِیُّ جَعَلَ امْرَاَتَہٗ عَلَیْہِ کَظَھْرِ اُمِّہٖ حَتّٰی یَمْضِیَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضٰی نِصْفٌ مِّنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَیْھَا لَیْلًا فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَۃً قَالَ لَا اَجِدُھَا قَالَ فَصُمْ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَۃَ بْنِ عَمْرٍو اَعْطِہٖ ذٰلِکَ الْعَرَقَ وَ ھُوَ مِکْتَلٌ یَاْخُذُ خَمْسَۃَ عَشَرَ صَاعًا اَوْسِتَّۃَ عَشَرَ صَاعًا لِیُطْعِمَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا . (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوٰی اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ صَخْرٍ نَحْوَہٗ قَالَ کُنْتُ امْرَاً اُصِیْبُ مِنَ النِّسَآءِ مَا لَا یُصِیْبُ غَیْرِیْ وَ فِیْ رِوَایَتِھِمَا اَعْنِیْ اَبَا دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ فَاَطْعِمْ وَ سْقًامِنْ تَمْرٍبَیْنَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا)

(۳۱۵۶) روایت ہے ابوسلمہ سے کہ حضرت سلمان ابن صخر جنہیں سلمہ ابن صخر بیاضی کہا جاتا ہے[۱] انہوں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح کرلیا[۲] یہاں تک کہ رمضان گزر جائے پھر جب آدھا رمضان گزر ا تو ایک رات ان سے صحبت کرلی[۳] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کا ذکر حضور سے کیا ان سے حضور انور نے فرمایا غلام آزاد کرو[۴] عرض کیا میں غلام پاتا نہیں[۵] فرمایا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھو[۶] عرض کیا مجھ میں طاقت نہیں فرمایا[۷] ساٹھ مسکینوں کو کھانا دو[۸] عرض کیا ہے نہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروہ ابن عمرو سے فرمایا[۹] کہ انہیں یہ ٹوکری دے دو وہ بڑی زنبیل ہے جس میں پندرہ یا سولہ صاع سماتے ہیں تاکہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیں[۱۰] (ترمذی) اور ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بروایت سلیمان ابن یسار عن سلمہ ابن صخر[۱۱] اس کی مثال روایت فرماتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا کہ عورتوں سے اس قدر صحبت کرتا تھا کہ میرے سواء کوئی نہ کرتا[۱۲] اور ان دونوں یعنی ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک وسق چھوہارے ساٹھ مسکینوں کو دو[۱۳]

(۳۱۵۶)[۱] ابوسلمہ تابعین میں سے ہیں ۷۲ سال عمر پائی ۹۷ھ میں وفات ہوئی حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوہریرہ و ابن عمر وغیرہم سے ملاقات ہے ابواسخہ کا نام سلیمان، بیاضہ ابن عامر کی اولاد سے ہیں صحابی ہیں خوف خدا میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے[۲] یعنی انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا یعنی یہ کہا کہ تو مجھ پر رمضان گزرنے پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یعنی حرام ہے۔ظہار کے معنی ہیں اپنی بیوی کو اپنی ماں بہن وغیرہ دائمی محرمات کے کسی عضوء شانے سے تشبیہ دینا ظہر سے بنا بمعنی پشت، اس میں دو شرطیں ہیں ایک عورت کا اپنی بیوی ہونا لہٰذا لونڈی سے ظہار نہیں دوسرے خاوند کا اہل کفارہ ہونا لہٰذا بچہ دیوانہ کا ظہار درست نہیں ظہار کا حکم یہ ہے کہ ادائے کفارہ تک عورت حرام رہتی ہے[۳] یعنی قسم توڑ دی اگر یہ حضرت ماہ رمضان گزر جانے دیتے تو کفارہ واجب نہ ہوتا کہ وقتی ظہار کا یہی حکم ہے دائمی ظہار میں جب بھی صحبت کرے کفارہ واجب ہے[۴] معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ترتیب یہ ہے کہ مظاہر غلام آزاد کرے اگر اس پر قابو نہ ہو تو روزے رکھے اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے رقبہ مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ہر قسم کا غلام آزاد کیا جا سکتا ہے مؤمن ہو یا کافر[۵] یعنی میرے پاس نہ غلام ہے نہ اس کی قیمت کہ خرید کر آزاد کردوں[۶] اس طرح کہ لگاتار ساٹھ روزے رکھے جاؤ اور دوران روزے میں اس بیوی سے صحبت ہرگز نہ کرو رب تعالٰی فرماتا ہے: مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا (۵۸:۳) قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں (کنزالایمان)[۷] ضعف بدن کی وجہ سے اتنے روزے لگاتار نہیں رکھ سکتا یا ان دو ماہ میں عورت سے علیحدہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ بعض

قوی جوانوں کا حال ہوتا ہے (مرقاۃ) ۸؎ روزانہ ایک مسکین کو تاکہ کھانا دینا دو ماہ میں پورا ہو ۹؎ بعض نسخوں میں عروہ ابن عمرو ہے یہ کاتب کی غلطی ہے فروہ ابن عمرو بیاضی انصاری ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے ۱۰؎ خیال رہے کہ کفارہ ظہار میں یا تمیں صاع گندم ساٹھ مسکینوں کو دیا جائے فی مسکین آدھا صاع قریباً سوا دوسیر یا ساٹھ صاع جو کھجوریں وغیرہ فی مسکین ایک صاع قریباً ساڑھے چار سیر یہاں پندرہ سولہ صاع کھجوریں دے دینے کا حکم دیا یہ حضرت سلمان کی خصوصیات سے ہے جیسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی گئی تھی حالانکہ ایک سالہ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس پابندی سے پہلے کی ہو (اشعہ) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بطور امداد ان کو یہ مقدار عطا ہوئی باقی ان کے اپنے ذمہ رہی (مرقات) مگر پہلی توجیہ نہایت قوی ہے ۱۱؎ مگر سلیمان ابن یسار نے سلمہ ابن صخر بیاضی سے ملاقات نہیں کی ہے لہذا اس اسناد میں یہ حدیث مرسل کی طرح ہوگی کوئی راوی درمیان میں رہ گیا ہے (مرقات) ۱۲؎ یعنی یہ واقعہ کی نصف رمضان میں ہی صحبت کر بیٹھا یا یہ کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں ساٹھ روزے اور دو ماہ صحبت سے خالی نہیں رکھ سکتا اسی لیے ہوا کہ مجھے بمقابلہ دوسرے مردوں کے شہوت اور طاقت جماع بہت زیادہ تھی بغیر بیوی رہ نہ سکتا تھا ۱۳؎ یہ حدیث گزشتہ اجمال کی تفصیل ہے وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے فی فقیر ایک صاع چھوہارے دینا لازم ہے یہی فقہاء فرماتے ہیں پھر پندرہ سولہ صاع دلوانا ان کی خصوصیت ہے قانون اور ہے کرم خسروانہ کچھ اور

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۱۵۷) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے وہ سلمہ ابن صخر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس ظہار کرنے والے کے متعلق جو کفارہ دینے سے پہلے صحبت کرے فرمایا ایک ہی کفارہ ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

(۳۱۵۷) ۱؎ یعنی واجب تو یہ ہے کہ مظاہر پہلے کفارہ دے پھر اس عورت سے صحبت کرے لیکن اگر کوئی پہلے ہی صحبت کر بیٹھے تو کفارہ ایک ہی ہوگا دو لازم نہ ہوں گے اور اس گناہ کی رب تعالٰی سے معافی مانگے یہی احناف کا مذہب ہے مگر حضرت عمرو ابن عاص قبیصہ سعید ابن جبیر، زہری، قتادہ، خواجہ حسن بصری، امام نخعی فرماتے ہیں کہ اس پر دو کفارہ واجب ہوں گے۔ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہے جو شخص اپنی چار بیویوں سے ظہار کرے کہ کہہ دے تم سب مجھ پر میری ماں کی طرح ہو تو چار کفارہ واجب ہوں گے کہ یہ چار ظہار ہوئے مگر امام مالک و احمد کے ہاں ایک ہی کفارہ واجب ہے کہ ظہار کرنے والا مرد ایک ہی ہے ظہار اور کفارہ ظہار کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنَ امْرَاَتِهِ فَغَشِيَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ بَيَاضَ حَجَلَيْهَا فِي

(۳۱۵۸) روایت ہے حضرت عکرمہ سے ۱؎ وہ ابن عباس سے راوی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اس سے صحبت کرلی ۲؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضور سے عرض کیا۔ فرمایا: تجھے اس پر کس چیز نے انگیخت

الْقَمَرِ فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِي اَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ لَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ .(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ رَوَى اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ مُسْنَدًا وَمُرْسَلاً وَ قَالَ النَّسَائِيُّ اَلْمُرْسَلَ اَوْلٰى بِالصَّوَابِ مِنَ الْمُسْنَدِ)

کی۲ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاندنی میں اس کے جھانجنوں کی سفیدی دیکھی تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا۳ کہ اس سے صحبت کر بیٹھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۵ اور اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ کفارہ دے دے۶ ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کی مثل اور فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۷ اور ابوداؤد نسائی نے اس کی مثال روایت کی اسناداً بھی اور ارسالاً بھی نسائی نے فرمایا کہ بمقابلہ مسند کے مرسل زیادہ قریب صواب ہے۸۔

(۳۱۵۸)۱ پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعین میں سے ہیں۲ یعنی ظہار کرنے والا اپنی مظاہرہ بی بی سے کفارہ سے پہلے صحبت نہیں کرسکتا' مگر اس نے کرلی' اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پتا نہ چلا کہ یہ صحابی کون تھے۔۳ یہ سوال یا تو محض تحقیق واقعہ کے لئے ہے یا مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے کہ مظاہر ظہار کے بعد کفارہ سے پہلے اسباب جماع سے بھی احتیاط رکھے۔۴ بعض روایات میں ہے کہ پنڈلی کی سفیدی دیکھی تو میں شہوت سے بے قابو ہوگیا مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ پنڈلی کی سفیدی اور جھانجن کی چمک بیک وقت دیکھی جاسکتی ہے حجل ح کے فتحہ اور پیش سے بمعنی جھانجن عورتوں کے پاؤں کا مشہور زیور جسے خلخال بھی کہتے ہیں اس جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں نے اسباب جماع خود نہ جمع کئے تھے بوس و کنار نہ کیا تھا اتفاقاً ایسا ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیمار طبیب سے مرض نہ چھپائے۔۵ اس پر ملامت نہ فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اس کا یہ عذر قبول فرمالیا۔۶ اس سے فقہاء کا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر مظاہر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر بیٹھے تو اس پر ایک ہی کفارہ ظہار کا واجب ہوگا دو یا تین کفارے واجب نہ ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماع کے بعد بھی اس پر آئندہ صحبت کرنا ممنوع ہوگا جب تک کہ کفارہ نہ دے لے۔۷ یعنی یہ حدیث چند اسناد سے مروی ہے بعض اسناد میں حسن ہے بعض میں صحیح بعض میں غریب۔۸ یہاں اسناد وارسال سے مراد یا تو حضرت عکرمہ کا ارسال و اسناد ہے کہ کبھی انہوں نے حضرت ابن عباس کا ذکر کیا کبھی نہ کیا یا حضرت ابن عباس کا ارسال و اسناد مراد ہے کہ بعض روایات میں حضرت ابن عباس نے یہ واقعہ اور صحابی سے نقل فرمایا وہاں اسناد ہوگئی۔ بعض میں ان صحابی کا ذکر نہ فرمایا یہ ارسال ہوا۔ ارسال صحابی کا بھی ہوتا ہے اور تابعی کا بھی (مرقات) خیال رہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ظہار اوس ابن حاجب نے اپنی بیوی خولہ بنت خویلہ ابن مالک سے کیا اور خولہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (۵۸:۱) بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے (کنزالایمان)۔

بابٌ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

باب

پہلی فصل

اس باب کا منشا یہ ہے کہ ہر کفارہ میں مومن غلام ہی آزاد کیا جائے نہ کہ کافر۔ ہمارے امام اعظم کے ہاں مستحب ہے۔ امام شافعی کے ہاں واجب قتل خطا کے کفارہ میں بالاتفاق مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے لئے قرآن مجید میں ایمان کی قید موجود ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (۹۲،۴) تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا (کنزالایمان)۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدْتُ شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَنَا اُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اللّٰهُ فَقَالَتْ فِي السَّمَآءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْهَا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ فِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ) قَالَ كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ قِبَلَ اُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا وَاَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ اٰسِفُ كَمَا يَاْسِفُوْنَ لٰكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ اْئْتِنِيْ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَآءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ ۔

(۳۱۵۹) روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے [۱] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میری لونڈی میری بکریاں چراتی تھی [۲] میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم پائی میں نے اسے بکری کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا [۳] میں اس پر بہت غصے ہوا میں آدمی ہوں میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا ہے [۴] کیا اسے آزاد کردوں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کہاں ہے۔ وہ بولی: آسمان میں [۵] پھر فرمایا: میں کون ہوں؟ بولی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے آزاد کردو [۶] (مالک) اور مسلم کی روایت میں ہے۔ فرماتے ہیں میری ایک لونڈی تھی جو میری بکریاں اُحد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی [۷] ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا [۸] اور میں اولاد آدم میں سے ایک شخص ہوں جیسے سب غمگین ہوتے ہیں میں بھی غمگین ہوتا ہوں لیکن میں نے اسے صرف ایک تھپڑ مار دیا [۹] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجھ پر بڑا جرم قرار دیا [۱۰] میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا میں اسے آزاد نہ کردوں [۱۱] فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ تو میں اسے لایا تو آپ نے فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ وہ بولی: آسمان میں۔ فرمایا: میں کون ہوں؟ بولی: آپ رسول اللہ ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے [۱۲]

(۳۱۵۹)۱؎ آپ سلمی ہیں صحابی ہیں مدینہ منورہ میں رہنے سہنے لگے تھے ۱۱۷ھ میں وصال ہوا (کمال و مرقات) ۲؎ یعنی ونڈی بھی میری تھی بکریاں بھی میری ہی چراتی تھی کسی اور کی مزدوری نہ کرتی تھی لونڈی پر پردہ لازم نہیں کیونکہ وہ پردے میں رہ کر مولٰی کی خدمت نہیں کرسکتی ۳؎ یعنی اس نے بڑا قصور یہ کیا کہ مجھے اس واقعہ کی خبر نہ دی بکری بھیڑیا لے گیا میرے پوچھنے پر بتایا ورنہ مجھے اتنا غصہ نہ آتا ۴؎ اس مارنے کی وجہ سے نہیں کسی اور وجہ سے کفارہ واجب ہو چکا ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر لازم ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے غلام کو مار دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے یہ حکم استحبابی ہے یہاں یہ کفارہ مراد نہیں جیسا کہ علمی سے معلوم ہو رہا ہے احادیث میں ہے کہ یہ لونڈی گونگی تھی یہ تمام گفتگو اس نے اشارے سے کی اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارہ میں گونگے غلام کا آزاد کرنا جائز ہے۔خیال رہے کہ عربی میں اشارۃً کلام کرنے کو بھی کہنا کہہ دیتے ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے: فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (۱۹،۲۶) تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی (کنزالایمان) یعنی اے مریم اشارہ سے کہہ دینا کہ میرا چپ کا روزہ ہے میں کسی سے کلام نہ کروں گی۔۵؎ یہ سوال و جواب اللہ تعالٰی کی جگہ کے متعلق نہیں وہ تو جگہ میں رہنے سے پاک ہے بلکہ سرکار نے اس چیز کی تحقیق فرمائی کہ یہ لونڈی مشرکہ نہیں بتوں کو خدا نہیں کہتی اگر مشرکہ ہوتی تو ان ہی بتوں کو الٰہ کہہ دیتی۔۶؎ کیونکہ یہ مومنہ ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے۔اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارات وغیرہ میں صرف مومنہ غلام لونڈی آزاد ہوسکتی ہے۔امام اعظم کے ہاں ہر غلام آزاد کیا جاسکتا ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔سرکار عالی کا یہ امتحان لے کر فرمانا کہ اسے آزاد کردو بیان استحباب کے لیئے ہے یعنی مومن غلام کا آزاد کرنا کافر غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔امام اعظم کے بقیہ دلائل پہلے عرض کیئے جاچکے کہ قرآن کریم نے کفارہ قتل کے سوا کسی کفارہ میں مومن غلام کی قید نہ لگائی اور قرآن شریف کے مطلق احکام کو ان کے اطلاق پر رکھنا ضروری ہے۔۷؎ اُحد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جو مدینہ پاک سے تین میل فاصلہ پر ہے اور جوانیہ اُحد کے قریب جنگل کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے اُحد سے متصل ۸؎ میرے سامنے نہ لے گیا بلکہ بکریاں شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بکری کم ہے۔لونڈی سے پوچھنے پر پتا لگا کہ بھیڑیا لے گیا لہذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں ۹؎ لکن سے پہلے ایک مختصر سی عبارت پوشیدہ ہے یعنی دل تو چاہا کہ لونڈی کو سخت سزا دوں کیونکہ میرا بہت نقصان ہوگیا تھا مگر میں نے ایک تھپڑ مارنے پر ہی کفایت کی ۱۰؎ یعنی آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑا گناہ کیا کیونکہ بے قصور لونڈی کو تھپڑ مار دیا۔یہ حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوسکتا مگر قصاص دینے کا حکم نہ فرمایا کیونکہ مولٰی سے لونڈی کا قصاص نہیں لیا جاتا اس سے معلوم ہوا کہ بے قصور کو سزا دینا گناہ ہے اگرچہ استاذ یا پیر یا مولٰی یا آقا ہی کیوں نہ دے اس سے موجودہ زمانہ کے حکام' آقاؤں کو عبرت پکڑنی چاہیئے ۱۱؎ تاکہ یہ آزاد کرنا میرے اس گناہ کا کفارہ بھی ہو جائے اور میرے ذمہ ایک دوسرا کفارہ ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر واجب ہے وہ بھی ادا ہو جائے لہذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں یہ مطلق گزشتہ مقید پر محمول کیا جائے گا (مرقات) خیال رہے کہ غلام کو بلاقصور مار دینے پر اس کا آزاد کرنا واجب نہیں' نہ کوئی اس کا کفارہ ہے صرف مستحب ہے لہذا اس روایت پر یہ اعتراض نہیں کہ دو کفاروں میں ایک غلام کیسے آزاد کرایا گیا (مرقات) ۱۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اجمالی معتبر ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے ایمانیات کی تفصیل نہ پوچھی صرف توحید و رسالت کے اقرار کو تمام ایمانیات کا اقرار مانا۔

بَابُ اللِّعَانِ
لعان کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مادہ لعن ہے بمعنی لعنت یعنی رحمت الٰہی سے دور ہو جانے کی بددعا لعان کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا شریعت میں لعان یہ ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو ایسی تہمت لگائے کہ اگر اجنبی عورت کو لگاتا تو حد قذف واجب ہو جاتی اس پر حاکم مجمع کے سامنے ان دونوں خاوند بیوی کو کھڑا کر کے چار چار قسمیں ایک ایک لعنت یا غضب کی بددعا کرائے پھر ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کردے کہ پھر یہ عورت اس مرد کے نکاح میں آ بھی نہ سکے مگر لعان توڑنے پر کہ مرد کہے میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی اس پر اسے تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائے جائیں پھر نکاح میں آئے ہمارے امام صاحب کے ہاں گواہیاں ہیں جن کی تاکید قسم سے کی گئی ہے۔امام شافعی کے ہاں لعان قسمیں ہیں جن کی تاکید گواہیوں سے کی گئی ہے لہذا امام صاحب کے ہاں لعان وہی کرسکتا ہے جس کی گواہی قبول ہوسکتی ہے جو گواہی کا اہل نہیں وہ لعان نہیں کرسکتا اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔خیال رہے کہ کسی گنہگار مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ کیسا ہی گنہگار ہو سوائے لعان کے۔لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ یزید یا حجاج یا فلاں زانی قاتل پر لعنت ہاں یہ کہہ سکتے ہیں حضرت حسین کے قاتل یا قتل سے راضی ہونے والے پر لعنت ہے کہ یہ لعنت بالوصف ہے دیکھو شامی باب اللعان۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اَنَّ عُوَيْمِرَ الْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلاً اَيَقْتُلُهٗ فَيَقْتُلُوْنَهٗ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا فَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاِلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرَ اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرَ اِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَآءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۱۶۰) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانی نے عرض کیا[۱] یا رسول اللہ فرمایئے تو ایک شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے[۲] کیا وہ اسے قتل کردے تو مسلمان اسے قتل کردیں گے[۳] کیا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کردی گئی ہے[۴] تم جاؤ اسے لے آؤ[۵] سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان لیا[۶] میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جب وہ زوجین فارغ ہوچکے تو عویمر بولے کہ میں نے اس پر جھوٹ ہی لگایا یا رسول اللہ[۷] اگر اس کو روک رکھوں چنانچہ اسے تین طلاقیں دے دیں[۸] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو خیال رکھنا اگر وہ عورت جنے بچہ سیاہ رنگ بڑی آنکھ والا بڑے سرین والا بڑی پنڈلیاں والا تو میں عویمر کو اس عورت پر سچا ہی گمان کرتا ہوں[۹] اور اگر وہ عورت بچہ جنے سرخ رنگ والا گویا وہ بامنی ہے[۱۰] تو میں سمجھتا ہوں کہ عویمر نے اس پر جھوٹ ہی بولا الخ پھر اس عورت نے بچہ اس صفت پر جنا جس پر رسول

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ تَصۡدِيۡقِ عُوَيۡمِرَ فَكَانَ بَعۡدُ يُنۡسَبُ اِلٰى اُمِّهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ) اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر کو سچا فرمایا تھا پھر وہ بچہ بعد میں اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۱۲(مسلم بخاری)

(۳۱۶۰)[۱]سہل ابن سعد کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں آپ مدینہ منورہ میں آخری صحابی ہیں جو تمام صحابہ سے آخر میں فوت ہوئے ان کی وفات پر مدینہ سے صحابہ کا دور ختم ہوا۔عویمر صحابی ہیں عجلان قبیلہ سے ہیں عجلان انصار کا ایک قبیلہ ہے عجلان ابن زید انصاری کی اولاد (اشعہ،مرقاۃ)[۲]یا زنا کرتے ہوئے پائے یا علامات سے معلوم ہو کہ اس نے زنا کیا ہے فارغ ہو کر بیٹھا ہے[۳]مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یقتلون ی سے ہے یعنی مقتول کے وارث اسے قتل کردیں گے بعض میں تَقۡتُلُوۡنَ ت سے ہے یعنی اے محبوب پاک آپ اور آپ کے صحابہ اسے قصاصاً قتل کردیں گے۔علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھے اور اسے قتل کردے تو اسے بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ہاں اگر اس زنا پر چار گواہ قائم ہو جائیں اور زانی محصن بھی ہو تو اس قاتل پر قصاص نہیں۔یا مقتول کے ولی اس زنا کا اقرار کرلیں تب بھی قصاص نہیں یہ شرعی حکم ہے عند اللہ اس قاتل پر کوئی گناہ نہیں۔عویمر نے صاف نہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو زنا کراتے دیکھا بلکہ اشارۃً اگر مگر سے سوال کیا تاکہ حد قذف ان پر جاری نہ ہو جائے[۴]آیت کریمہ یہ ہے:وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ (۲۴،۶)اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہو (کنزالایمان) یہ آیت شعبان ۹ھ میں نازل ہوئی یا تو عویمر کے متعلق ہی نازل ہوئی یا ہلال ابن امیہ کے متعلق اتری مگر حق یہ ہے کہ ان دونوں کے واقعات قریب قریب ہوئے ان دونوں پر آیت اتری،پہلے ہلال ابن امیہ نے لعان کیا پھر عویمر نے لہٰذا یہ درست ہے کہ اسلام میں پہلا لعان ہلال ابن امیہ نے کیا درست ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ تیرے متعلق یہ آیت آگئی یہ بھی درست ہے احادیث میں تعارض نہیں[۵]اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے وقت دونوں خاوند و بیوی کا حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ضروری ہے بلکہ مسلمانوں کے مجمع میں حاکم کے سامنے لعان چاہیے۔[۶]بعد نماز جب مسلمان جمع تھے اس زمانہ پاک میں مسجد ہی کچہری تھی۔[۷]یعنی اب میرا اس بیوی کو اپنے پاس رکھنا اپنی تکذیب ہے لہٰذا میں اسے علیحدہ کرتا ہوں[۸]اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لعان خود طلاق نہیں بلکہ اس کے بعد طلاق دینی چاہیے بعض مالکی حضرات نے فرمایا کہ لعان خود ہی طلاق ہے مگر حاکم کے فیصلہ کے بعد ابھی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ نہ فرمایا تھا اس لئے ان کی طلاق درست ہوگئی یہ حضرات اس سے ثابت کرتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دے دینا مکروہ بھی نہیں کیونکہ عویمر نے یک دم تین طلاقیں دیں۔سرکار نے منع نہ فرمایا مگر حق یہ ہے کہ بعد لعان حاکم کا فیصلہ نکاح ختم کردیتا ہے طلاق کی ضرورت ہی نہیں عویمر کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لئے انہوں نے طلاقیں دیں لعان والی عورت لعان کے بعد حاکم کے فیصلہ سے بالکل نکاح سے خارج ہو جاتی ہے طلاق کی محل نہیں رہتی اور تاقیام لعان نکاح میں نہیں آسکتی چنانچہ دارقطنی نے بروایت حضرت عمر مرفوعاً حدیث نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین جدا ہو چکنے کے بعد کبھی جمع نہیں ہو سکتے صاحب تنقیح نے فرمایا کہ اس کی اسناد جید ہے المتلاعنان لا یجتمعان بھی وارد ہے (فتح القدیر و مرقات) یہاں مرقات نے اس مسئلہ پر بہت سی احادیث پیش فرمائیں کہ لعان خود ہی تفریق ہے مگر حضرت امام اعظم و صاحبین و ابن مبارک کا قول یہ ہے کہ لعان کے بعد حاکم کی تفریق سے نکاح ختم ہوتا ہے لعان خود فسخ نہیں[۹]کیونکہ جس مرد سے الزام زنا لگایا گیا تھا وہ اسی شکل و صورت کا تھا اور اکثر بچہ باپ کے ہم شکل ہوتا ہے چونکہ یہ ہم شکلی یقینی نہیں اکثری ہے اس لئے اس طرح ارشاد فرمایا کہ ہمارا خیال ہے کہ عویمر کا الزام درست ہے[۱۰]ایامنی ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو سرخ رنگ سانپ

کی طرح ہوتا ہے اسے اردو میں سانپ کی خالہ بھی کہتے ہیں بامنی میں نے بھی بارہا دیکھا ہے۔۱۱؎ کیونکہ عویمر خود پتلے سرخ رنگ والے تھے یہ حکم بھی تخمینی ہے۱۲؎ لعان کا یہ بھی حکم ہے کہ لعان کا بچہ باپ کی میراث نہیں پاتا صرف ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ واقعہ اس عقیدے کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں کیونکہ لعان میں کسی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا معاملہ مشکوک رہتا ہے نیز حضرات صحابہ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر کوئی گناہ پر قائم نہیں رہا سب کو بعد میں توبہ کی توفیق ملی ان کی عدالت پر قرآن کریم گواہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیافہ یعنی بچہ کی ہم شکلی پر احکام مرتب نہیں ہوتے اس کی بحث آگے ہوگی انشاءاللہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَاَتِهٖ فَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ حَدِيْثِهٖ لَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَظَهٗ وَ ذَكَّرَهٗ وَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ.

(۳۱۶۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کیا تو وہ مرد الگ ہو گیا اس کے بچہ سے۱؎ پس جدائی کر دی ان کے درمیان۲؎ اور بچہ کو ماں سے منسوب کیا۳؎ (مسلم بخاری) اور مسلم بخاری کی ان کی ہی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کی اور ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۴؎ پھر عورت کو بلایا اور اسے نصیحت کی ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۵؎

(۳۱۶۱)۱؎ اس طرح کہ اپنی بیوی کے بچہ کا اپنے سے انکار کر دیا کہہ دیا کہ میرا نہیں بلکہ حرام کا ہے یہ بھی تہمت زنا کی ایک صورت ہے کہ زنا کا الزام نہ لگائے بچے کا انکار کردے۲؎ لعان کرا کر اس طرح کہ پہلے دونوں سے لعان کرایا پھر فسخ نکاح فرما دیا اس سے معلوم ہوا کہ لعان میں عورت و مرد کی علیحدگی حاکم کے فیصلہ سے ہوگی نہ کہ خاوند کی طلاق سے امام اعظم کا یہی مذہب ہے امام زفر و امام شافعی کے ہاں خود لعان ہی طلاق یا فسخ نکاح کا سبب ہے لعان کیا تو علیحدگی ہوئی مگر امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے اولاً تو اس لئے کہ اگر لعان ہی طلاق ہوتا تو حضور تفریق کیوں کراتے جیسا کہ یہاں فرق سے معلوم ہو رہا ہے کہ لعان کے بعد حضور نے علیحدگی کا حکم دیا دوسرے اس لئے کہ پہلے گزر چکا کہ عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں اگر لعان سے نکاح ختم ہو چکا تھا تو طلاق سے کیا فائدہ تھا وہ طلاقیں اور یہ تفریق بتا رہی ہے کہ لعان فسخ نکاح نہیں (مرقات)۳؎ اس طرح کہ یہ بچہ اس عورت کا کہلایا نہ کہ مرد کا نیز اس کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوا' نیز اس بچہ کو صرف عورت کی میراث ملی نہ کہ مرد کی لعان کا یہی حکم ہے۴؎ یہاں دنیا کی سزا سے مراد حد قذف تہمت کی سزا ہے یعنی اسی کوڑے یعنی اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اقرار کر لے اسی کوڑے کھا کر تیری رہائی ہو جائے گی آخرت کا عذاب رسوائی و دوزخ کی آگ بہت سخت ہے۵؎ یہاں عذاب سے مراد رجم یعنی سنگسار کرنا اور دنیا کی بدنامی ہے کہ اگر عورت زنا کا اقرار کر لے تو رجم کی جائے گی' دنیا اسے برا کہے گی مگر یہ تکلیف چند منٹ کی ہے آخرت میں رسوائی اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے عقلمند وہ ہے جو دشوار سزا کے مقابل آسان کو اختیار کرے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۱۶۲) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین سے فرمایا کہ تم دونوں کا حساب اللہ کے ہاں ہے۱؎ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اب تم کو اس عورت پر کوئی حق نہیں۲؎ عرض

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِیْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ وَاَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال۳ تو فرمایا: مال تجھے نہ ملے گا اگر تو نے اس پر سچ بولا ہے تو مال اس عوض میں رہا کہ تو نے اس کی شرمگاہ میں تصرف کرلیا۴ اور اگر تم نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو یہ تجھ سے بہت دور ہے۵ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۲)۱ کہ وہی تم میں سے جھوٹے کو سزا دے گا ہم صرف ظاہر پر عمل کرتے ہیں اگر تم میں سے کسی کا جھوٹ ظاہر نہ ہو تو کسی کو سزا نہیں دیتے ۲ اس جملہ کی وجہ سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ خود لعان ہی فسخ نکاح ہے حاکم کے فیصلہ پر موقوف نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تفریق کے بعد لاعن کا ملاعنہ پر کوئی حق نکاح باقی نہیں رہتا تاکہ یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہ ہو۳ مالی پوشیدہ فعل کا فاعل ہے یعنی میرا مال کہاں گیا مال سے مراد دیا ہوا مال ہے یعنی مہر وہ چاہتے تھے کہ مہر واپس دلایا جائے۴ یعنی تیرا مہر صحبت سے گیا اس سے معلوم ہوا کہ صحبت سے یا خلوت سے مہر موکد ہوتا ہے اگر بغیر خلوت طلاق دے دی گئی تو نصف مہر واجب ہوگا اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۵ یعنی جب تجھے سچا ہونے پر مال واپس نہ ملا تو جھوٹا ہونے پر تو مل سکتا ہی نہیں۔ خیال رہے کہ دوسرا ابعد تاکید کے لئے زائد فرمایا گیا یعنی بہت دور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملاعنہ عورت کو مہر پورا پورا ملے گا لعان سے مہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ اَوْ حَدًّا فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَفُوْهَا وَقَالُوْا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ

(۳۱۶۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ہلال ابن امیہ نے۱ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی بیوی کو شریک ابن سحماء سے تہمت لگائی۲ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ میں سزا ہے۳ وہ بولے: یارسول اللہ جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈتا پھرے۴ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی۵ ہلال بولے: اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں تو اللہ تعالٰی ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچالیں گی۶ اتنے میں جبرئیل اترے اور آپ پر یہ آیت اتاری۷ اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنی بیویوں کو، پھر پڑھی حتٰی کہ ان کان من الصدقین تک پہنچ گئے پھر ہلال آئے گواہی دی۸ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یقینًا اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرلے گا۹ پھر عورت کھڑی ہوئی پس گواہی دی جب پانچویں پر پہنچی۱۰ تو لوگوں نے اسے ٹھہرا لیا اور بولے کہ یہ واجب کرنے والی ہے۱۱ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ٹھہری اور لوٹی حتٰی کہ ہم نے گمان کرلیا کہ یہ رجوع کرلے گی۱۲ پھر بولی: میں اپنی قوم کو

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَآءَ تْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَیْنَیْنِ سَابِغَ الْاِلْیَتَیْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَیْنِ فَهُوَ لِشَرِیْكِ بْنِ سَحْمَآءَ فَجَآءَ تْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰی مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِیْ وَلَهَا شَانٌ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

کبھی رسوا نہ کروں گی پھر گزر گئی ۱۳اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دیکھنا اگر یہ سرگین آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے ۱۴پھر وہ ایسا بچہ لائی۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گزر گیا نہ ہوتا ۱۵تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا ۱۶(بخاری)

(۳۱۶۳)۱ہلال ابن امیہ وہی صحابی ہیں جو حضرت کعب ابن مالک کے ساتھ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہ تین حضرات کعب ابن مالک ہلال ابن امیہ مرارہ ابن لوی' ان تینوں صاحبوں کی توبہ کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا (۹؍۱۱۸) اوران تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے (کنزالایمان) ۲حضرت شریک انصار کے حلیف تھے سحماء ان کی والدہ کا نام ہے آپ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں جیسے عبداللہ ابن اُمّ مکتوم۔ اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہوا اور یہ لعان بھی پہلا لعان تھا۔ اسی واقعہ پر آیت لعان نازل ہوئی۔ ۳یعنی یا تو چار گواہ عینی پیش کرو جنہوں نے تمہاری بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو ورنہ تم کو حد قذف اسّی کوڑے مارے جائیں گے ۴خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر کسی کو دیکھے تو اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ چار گواہ جمع کرلے اور انہیں اس حالت کا مشاہدہ کرائے یہ تکلیف طاقت سے زیادہ ہے ۵سرکار عالی کا یہ فرمان قرآن کی اس آیت کی بنا پر ہے کہ زنا کے لئے چار گواہ پیش کئے جائیں ورنہ الزام لگانے والے کو تہمت کی سزا اسّی کوڑے لگائی جائے یہ پابندی اس لئے ہے تاکہ لوگ تہمت زنا میں دلیر نہ ہوجائیں۔ چونکہ ابھی لعان کے احکام آئے نہ تھے اس لئے فرمایا گیا۔ ۶یہ ہے مومن کی فراست کہ آئندہ آنے والے احکام کے متعلق قسم کھالی کہ ایسے احکام ضرور نازل ہوں گے لطف یہ ہے کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا یعنی مجھے اپنے ربّ کی رحمت سے یقین ہے کہ وہ سچے کو تہمت کی سزا نہ لگنے دے گا مجھے ضرور بچالے گا۔ ۷فنزل کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال مجلس شریف میں موجود تھے اور دربار عالی گرم تھا کہ آیت لعان نازل ہوگئی حضرت ہلال کا اندازہ سچا ہوگیا کیونکہ ف تعقیب بلاتراخی کے لئے آتی ہے۔ ۸ظاہر ہے کہ جاء سے مراد ہے حضور کی بارگاہ میں قسم کے لئے کھڑا ہونا کیونکہ ہلال وہاں ہی تھے ابھی غائب نہ ہوئے تھے اور ہوسکتا ہے کہ ہلال چلے گئے ہوں اور اس آیت کے نزول پر بلائے گئے ہوں مگر پہلے معنی زیدہ ظاہر ہیں گواہی سے مراد ہلال کا قسم کھانا چونکہ یہ قسم گواہی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے اس قسم کو گواہی فرمایا قرآن کریم نے بھی اسے گواہی فرمایا ۹اب بھی مستحب ہے کہ حاکم اس قسم کے الفاظ لعان کرنے والوں سے کہے خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے خفیہ حالات پر مطلع فرمایا ہے مگر ساتھ ہی پردہ پوش بنایا ہے اس لئے نہ تو رب تعالٰی نے کوئی آیت اتاری کہ فلاں سچا ہے نہ حضور نے اس کی خبر دی لہذا یہ فرمان پردہ پوشی کی بنا پر ہے نہ کہ بے علمی کی بنا پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ عبداللہ ابن حذافہ نے حضور سے پوچھا تھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ دوسرے نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: سالم مولٰی شیبہ (بخاری شریف) اور باپ بیٹا ہونا وہی جان سکتا ہے جو اندرونی حالات سے خبردار ہو لہذا ان کلمات سے حضور کی بے علمی ثابت کرنا سخت غلط ہے۔ ۱۰یعنی چار بار اشھد باللہ کہہ چکی جب پانچویں کی باری آئی صحابہ کرام نے اسے روک کر یہ تبلیغ کی ۱۱یا سزا کو یا دوزخ کی آگ کو اگر یہ پانچویں قسم تو نہ کھائے تو رجم وسنگسار کی جائے گی اور اگر جھوٹی قسم کھا گئی تو عذاب نار کی مستحق ہوگی لہذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کو خبر تھی کہ مرد سچا ہے عورت سے خطا ہوئی ہے دیکھو صحابہ کرام نے ہلال کو تبلیغ نہ کی صرف عورت کو کی۔ ۱۲معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی علامات سے

معلوم ہو چکا تھا کہ ہلال سچے ہیں عورت خطا کار ہے مگر چونکہ اسلام میں ان جیسی علامات کا اعتبار نہیں خصوصاً حدود میں اس لئے ان علامات پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے۔ ۱۳؎ یعنی پانچویں قسم بھی کھالی اور چھوڑ دی گئی اس رکنے لوٹنے کے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہ کی گئی کہ تو پہلے رکی کیوں تھی۔ ۱۴؎ یعنی حرامی ہے غالبًا شریک ابن سحماء اسی شکل کے ہوں گے اور بچہ اکثر باپ کی شکل پر ہوتا ہے یہ قاعدہ اکثریہ ہے مگر حضور کے فرمان عالی سے وہ یقینی ہوگیا مگر اس یقین پر شرعی سزا جاری نہیں ہوتی اس لئے عورت سے پھر بھی کچھ نہ کہا گیا۔ ۱۵؎ اس حکم سے مراد لعان کے احکام ہیں جو اس موقع پر قرآن کریم میں نازل ہو چکے تھے یعنی اگر یہ احکام لعان میں نہ آ گئے ہوتے اور صرف علامات پر حدود شرعیہ جاری ہو جاتیں تو ہم اس کو سنگسار کر دیتے ۱۶؎ کہ ہم اس عورت کو سنگسار کر دیتے۔ خیال رہے کہ حضور نے اس عورت کو ہلال سے علیحدہ کر دیا مگر عدت کا خرچہ نہ دلوایا کیونکہ یہ علیحدگی طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ یہ بچہ زندہ رہا بعد میں مصر کا حاکم ہوا مگر اپنی ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا۔ (مرقات) مگر بعض روایات میں ہے کہ دو سال کی عمر پا کر فوت ہوگیا واللہ اعلم یہ عورت اور شریک بھی برے حال میں مرے (مرقات) خیال رہے کہ لعان کی صورت میں شرعًا کوئی فاسق نہیں کہا جاتا اسی لعان کرنے والے کی گواہی قبول ہے عنداللہ جو کچھ ہو وہ ربّ جانے لہٰذا شرعًا ان دونوں بلکہ تینوں میں کوئی فاسق نہیں نہ ہلال نہ یہ عورت نہ شریک لہٰذا یہ مسئلہ بالکل حق ہے کہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں سب جنتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُّ مَعَ اَهْلِیْ رَجُلاً لَمْ اَمَسَّهُ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهُ بِالسَّیْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۶۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اسے نہ چھوؤں حتی کہ چار گواہ لاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ۱؎ بولے ہرگز نہیں قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں تو اسے اس سے پہلے تلوار سے جلد ماردوں ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو جو تمہارا یہ سردار کہتا ہے ۳؎ یہ بڑا ہی غیرت مند ہے ۴؎ اور میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔ ۵؎ (مسلم)

(۳۱۶۴) ۱؎ یعنی ہاں تم اس عورت و مرد سے کچھ تعرض نہ کرو تمہارا صرف یہ کام ہے کہ چار گواہ ان کے زنا پر بلا لو اولاً ہم پر پیش کرو ہم بعد تحقیق انہیں زنا کی سزا دیں گے اس سے معلوم ہوا کہ قصاص، رجم وغیرہ صرف حاکم جاری کرسکتا ہے کسی دوسرے کو حق نہیں کہ خود قانون ہاتھ میں لے کر یہ کام کرے۔ ۲؎ اس عرض و معروض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی تردید نہیں ہے بلکہ اپنی انتہائی غیرت کا اظہار ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر غصہ کی وجہ سے ایسی مدہوشی طاری ہوگی کہ مجھے گواہ لانے آدمیوں کو ڈھونڈنے کا دھیان ہی نہ رہے گا اس جنون میں اسے قتل ہی کردوں گا اسی لئے سرکار عالی نے ان کی عرض کی تردید نہ فرمائی بلکہ تعریف کی۔ ۳؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں سیدنا ہے یعنی ہمارے سردار کی بات سنو، ہمارے سردار سے مراد ہے ہمارے مقرر کئے ہوئے سردار جیسے بادشاہ کسی امیر کی طرف اشارہ کرکے کہے ہمارا امیر یعنی ہمارا مقرر کردہ امیر سید کم کے معنی بالکل ظاہر ہیں غالبًا انصار سے خطاب ہوگا اور اگر تمام صحابہ سے خطاب ہو تو خصوصی سرداری مراد ہوگی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت سعد جناب صدیق و فاروق سے افضل ہوں۔ ۴؎ یعنی جو کچھ سعد کہہ

رہے ہیں اپنی غیرت کے جوش میں کہہ رہے ہیں نہ کہ ہمارے کلام عالی کی تردید میں اور جوش غیرت سرداری کی بناپر ہے معلوم ہوا کہ سردار قوم غیرت مند ہی چاہیئے ۵؎ اس فرمان عالی میں حضرت سعد کی غیرت کی تعریف ہے ان کے اس عمل کی تائید نہیں کیونکہ خود قتل کردینا خلاف حکم شرع ہے اس کی تائید کیسی جب لفظ غیور اللہ رسول کی صفت ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے زجور سخت روکنے والا یعنی ہم اور رب تعالٰی ان بے حیائیوں کو نہایت سختی سے روکنے والے ہیں، اسی لئے زنا کی سزا ایسی سخت رکھی ہے کہ رب کی پناہ قصاص قتل میں تلوار سے مارا جاتا ہے مگر سزائے زنا میں سنگسار کیا جاتا ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۶۵) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھوں تو اسے مار دوں تلوار سے چوڑائی سے نہیں ۱؎ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو۔ ۲؎ اللہ کی قسم میں ان سے بڑھ کر غیرت مند ہوں۔ ۳؎ اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ کی غیرت کی وجہ سے کہ اللہ نے ظاہر باطن فحش چیزیں حرام فرمادیں ۴؎ اور اللہ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں ۵؎ اسی لئے اللہ نے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجے ۶؎ اور ایسا کوئی نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ تعریف پسند ہو ۷؎ اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ۸؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۵) ۱؎ یعنی میں اسے چوڑی تلوار نہ ماروں جس سے صرف چوٹ لگے بلکہ دھار کی طرف سے ماروں جس سے وہ قتل ہی ہو جائے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ غیر مصفح لضربتہ کے فاعل کا حال ہے یعنی میں اس زانی سے درگزر نہ کروں بلکہ مار ہی دوں مگر پہلے معنی نہایت ہی موزوں ہیں ۲؎ سارے صحابہ کرام ہی غیرت مند تھے مومن بے غیرت نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرات صحابہ مگر حضرت سعد بے حد غیور و غیرت مند تھے اس لئے یہ فرمایا گیا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۳؎ معلوم ہوا کہ حضور تمام صفات کمالیہ میں تمام خلق سے افضل ہیں غیور بادشاہ اپنے نوکروں سے بھیک نہیں منگواتے بڑھاپے میں ان کی پنشن کردیتے ہیں حضور ایسے غیور ہیں کہ اپنے نام لیواؤں دین کے خدمتگاروں اپنے نوکروں چاکروں کو ذلیل نہیں ہونے دیتے ناکاروں کو ایسا نبھاتے ہیں کہ سبحان اللہ دیکھو ہم جیسے ناکارہ جنہیں کوئی ہنر نہ آئے ان کے نام پر کیسے مزے سے پل رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر:

تیری عزت کے نثار اے مرے غیرت والے آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردہ تیرا

۴؎ رب تعالٰی کی غیرت کے یہی معنی ہیں ورنہ اللہ تعالٰی شرم غیرت کے ظاہری معنی سے پاک ہے ایسے الفاظ میں رب تعالٰی کے لئے ان کے نتائج مراد ہوتے ہیں ۵؎ یعنی رب تعالٰی کو بندے کی توبہ بہت ہی پسند ہے۔ اسی لئے بذریعہ انبیائے کرام پیغام بھیجا کہ ففروا الی اللہ گنہگارو! اللہ کی طرف بھاگ آؤ پناہ پالو گے۔ اسی صفت کے مظہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضور نے حضرت وحشی ہندہ، ابوسفیان وغیرہم کو معافی دے دی ان حضرات کو معاف کردینا طاقت انسان سے باہر ہے ان کے دروازے پر آنے والا محروم نہیں رہ

جاتا۔شعر:

لج پال پریت کو توڑت ناہیں جو بانھ پکڑیں پھر چھوڑت ناہیں گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں

۶؎ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی بعثت کا اصل منشا بھاگے ہوؤں کو بلانا ہے ۷؎ چنانچہ خود ربّ تعالٰی نے اپنی حمد وثنا کی حضرات انبیاء واولیاء حمد الٰہی کرتے رہے بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ حمد الٰہی کرتا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (۴۴،۱۷) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے (کنزالایمان) یہ سب اس پسندیدگی کا نتیجہ ہے حمد الٰہی بہترین عبادت ہے۔اس کے نبیوں ولیوں کی تعریفیں بھی بالواسطہ حمد الٰہی ہی ہے کہ جسے جو ملا اس کی عطا سے ملا نعت ومناقب حمد الٰہی کی طرح عبادت الٰہی ہے۔ ۸؎ یعنی دنیا میں حمد الٰہی کرنے والوں سے ربّ تعالٰی نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے خود جنت میں سوائے حمد الٰہی کے اور کوئی عبادت نہ ہوگی جنتی لوگ جب آپس میں کلام وگفتگو کریں گے تو آخر میں کہا کریں گے وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰،۱۰) اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو ربّ ہے سارے جہان کا (کنزالایمان)۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا یَاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۱۶۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالٰی غیرت پسند فرماتا ہے اور یقینًا مومن غیرت کرتا ہے ۱؎ اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام نہ کرے جو اللہ نے حرام کئے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۶) ۱؎ کیونکہ مومن اخلاق الٰہی سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیا وغیرت صفات الٰہیہ سے ہے۔ جسے یہ نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالٰی کی غیرت فرمانے کے کیا معنی ہیں اس کے لئے ہماری تفسیر نعیمی آیت: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا (۲،۲۰) بے شک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو (کنزالایمان) کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔ ۲؎ یعنی بندہ گناہ کرتا ہے ربّ کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولٰی کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیری نہ کرے۔ یہ حدیث باب اللعان میں اس لئے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔

وَعَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِیْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنِّیْ اَنْکَرْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِیْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰی تُرٰی ذٰلِكَ جَآءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهٗ وَلَمْ یُرَخِّصْ لَهٗ فِی الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۱۶۷) روایت ہے ان ہی سے کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولا: میری بیوی نے سیاہ لڑکا جنا ہے اور میں نے اس کا انکار کردیا ہے ۱؎ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ بولا: ہاں۔فرمایا: ان کے رنگ کیا ہیں؟ بولا: سرخ۔فرمایا: کیا ان میں کوئی چتکبرہ بھی ہے؟ بولا: اس میں چتکبرہ ہے۔ ۲؎ فرمایا: اسے تو کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا ۳؎ بولا: کسی رگ نے اسے کھینچ لیا۔ ۴؎ فرمایا: تو شاید اسے بھی رگ نے کھینچ لیا ۵؎ اور اس نے اپنے سے انکار کی اجازت نہ دی ۶؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۷)۱؎ انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں گورا ہوں میرا بچہ کالا کیسے ہوسکتا ہے اس لئے میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں میری بیوی نے کسی کالے آدمی سے زنا کرایا ہوگا اس کا یہ بچہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں انکار سے مراد دل سے انکار کرنا ہے' زبانی انکار کا ارادہ کرنا اگر زبان سے انکار کردیتا تو لعان کرنا پڑتا۔۲؎ سفید و سیاہ دھبے والے کو چتکبرہ کہتے ہیں سرخ اونٹ رفتار اور طاقت میں بہت اچھا ہوتا ہے مگر چتکبرہ اونٹ کا گوشت بہت نفیس ہوتا ہے اہل عرب سرخ اونٹ بہت پسند کرتے ہیں چتکبرے کو اچھا نہیں سمجھتے (مرقات) مطلب یہ ہے کہ ان سرخ اونٹوں سے کوئی اونٹ چتکبرہ بھی پیدا ہوا ہے وہ بولا ہاں کہ ماں باپ سرخ ہیں اور ان کا بچہ چتکبرہ۔۳؎ جاء کا فاعل سرخ اونٹ ہیں اور ھا کا مرجع چتکبرہ رنگ والا بچہ یعنی سرخ اونٹ چتکبرہ بچہ کہاں سے لے آئے وہاں بچہ کا رنگ ماں باپ کے رنگ کے خلاف کیوں ہوگیا۔۴؎ یعنی اس بچہ کے دادا پردادا' نانا میں کوئی نر یا مادہ اونٹ چتکبرہ گزرا ہوگا وہ دور والا رنگ اس بچہ میں آگیا ہوگا۔ مرقات نے فرمایا: یہ لفظ عرق درخت کی جڑ کی رگوں سے ماخوذ ہے جو دور تک زمین میں پھیلی ہوتی ہیں جیسے ان جڑ کی رگوں کا اثر درخت میں پہنچتا ہے ایسے ہی آباء واجداد کے رنگ بیماریاں اولاد میں پہنچ سکتی ہیں اس بدوی نے بہت تحقیقی بات کہی۔۵؎ یعنی یہی احتمال اس بچہ میں بھی ہے کہ تیرے باپ داداؤں میں کوئی سیاہ فام گزرا ہوگا جس کا اثر اس بچہ میں آگیا ہوگا جو تاویل تو اونٹ کے بچہ میں کرتا ہے آدمی کے بچہ میں کیوں نہیں کرتا سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے۔خیال رہے کہ بطور الزام یہ جواب دیا گیا ہے ورنہ بچہ کے رنگ روپ میں یہ ضروری نہیں کہ اس کے باپ داداؤں کا اثر ہی آئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے اصول گورے بچہ کالا اور کبھی سارے اصول کالے بچہ گورا یہ تو رب کی قدرت ہے جیسے چاہے بنادے۔۶؎ مقصد یہ ہے کہ رنگ روپ وغیرہ علامات ضعیفہ ہیں ان وجوہ سے بچہ کے نسب کا انکار نہ کرنا چاہئے کہ ثبوت زنا قوی علامات سے ہوسکتا ہے مثلًا کوئی عورت نکاح کے پانچ ماہ بعد بچہ جن دے یا جس کا خاوند پردیس ہی میں ہے اور عورت اقبالی بچے جنے یا خاوند نے عرصہ سے صحبت نہ کی ہومگر بچہ پیدا ہوجائے ان صورتوں میں انکار کی گنجائش قوی ہے شریک ابن سحماء کی حدیث میں جو گزرا کہ اگر بچہ اسی شکل کا ہے تو وہ غیر باپ کا ہوگا وہاں رنگت و حلیہ سے زنا ثابت نہ فرمایا گیا تھا نہ اس کے رنگ پر زنا کے احکام جاری کئے گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے لئے صریحی انکار اولاد ضروری ہے اس بدوی نے صاف صاف انکار نہ کیا تھا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ اِنَّهُ ابْنُ اَخِيْ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ فَتَسَاوَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَخِيْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِيْ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

(۳۱۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ عتبہ ابن وقاص نے۱؎ اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ مجھ سے ہے تو تم اس پر قبضہ کرلینا۲؎ پھر جب فتح مکہ کا سال ہوا تو اسے سعد نے لے لیا بولے کہ یہ میرا بھتیجا ہے۳؎ اور عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے۴؎ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مقدمہ لے گئے۵؎ سعد نے کہا: یارسول اللہ میرے بھائی نے اس بچہ کے بارے میں مجھ سے عہد کیا تھا اور عبد ابن زمعہ بولے کہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا۶؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد ابن زمعہ وہ بچہ تمہارا

وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبْهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْهِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہے۷ بچہ مستحق ولد کا ہوتا ہے زانی کے لئے پتھر۸ پھر سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ اس بچہ سے پردہ کرنا کیونکہ اس کی مشابہت عتبہ سے دیکھی۹ چنانچہ اس لڑکے نے سودہ کو نہ دیکھا حتی کہ اللہ سے مل گیا۱۰ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اے عبد ابن زمعہ وہ تمہارا بھائی ہے اس لئے کہ وہ ان کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۱۱ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۸) ۱ یہ عتبہ وہی ہے جس نے اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید کیا تھا یہ کافر ہی مرا، رب کی شان ہے کہ ایک بھائی اوّل نمبر کا کافر اور دوسرا بھائی حضرت سعد ابن ابی وقاص اعلیٰ درجہ کے مومن جن سے حضور نے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان پھر ان ہی سعد کا بیٹا عمرو ابن سعد ایسا منحوس جس نے کربلا کے میدان میں اہل بیت اطہار پر پہلا تیر چلایا۲ یعنی زمعہ کی لونڈی سے میں نے زنا کیا تھا اس سے بچہ پیدا ہوا تھا وہ بچہ اس ہی زنا کا ہے لہٰذا وہ بچہ میرا ہے جب تم کو موقع ملے اس بچہ کو لے لینا اور اس کی پرورش کرنا کہ تمہارا بھتیجا ہے۳ کیونکہ میرے بھائی عتبہ کے زنا سے پیدا ہوا ہے زمانہ جاہلیت میں زنا سے نسب ثابت مانا جاتا تھا اگر زانی اس نسب کا دعویٰ کرتا۴ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنی لونڈیوں سے زنا کرا کر زنا کی آمدنی وصول کرتے تھے اور اس زنا سے جو بچے پیدا ہوتے ان میں جھگڑے ہوتے تھے۔ زانی کہتا تھا کہ میرا بچہ ہے مالک کہتا کہ میرا، یہ بچہ بھی اس قسم کا تھا سعد کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بچہ میرے بھائی کے نطفے سے ہے لہٰذا میرا بھائی ہے عبد ابن زمعہ کا کہنا تھا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے لہٰذا میرا بھائی ہے (مرقات) ۵ "تساوقا" سوق سے بنا بمعنی چلانا، ہانکنا، تساوقا تثنیہ ہے کہ اس کا فاعل دونوں ہیں یہاں مراد مقدمہ بارگاہ رسالت تک لے جانا ہے۔۶ فراش کے لفظی معنی ہیں بستر پھر بستر پر لیٹنے لٹانے والے کو فراش کہنے لگے اصطلاح میں مستحق ولد کو فراش کہا جاتا ہے۔ خاوند، مولیٰ صاحب فراش ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں۔۷ یعنی تمہارا باپ شریکا بھائی ہے کہ تمہارے باپ کی مملوکہ لونڈی سے پیدا ہوا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اس کا بچہ مولیٰ کا مانا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جب بچہ مولیٰ کا ہو سکتا ہے تو اگرچہ لونڈی سے صحبت کسی دوسرے نے کی ہو مگر بچہ مولیٰ کا ہو گا جب مولیٰ اس کا دعویٰ کرے۔ چوتھے یہ کہ نسب میں وارث کا اقرار مولیٰ کے اقرار کی طرح ہے۔ خیال رہے کہ اگر خاوند یا مولیٰ مشرق میں ہو اور بیوی یا لونڈی مغرب میں اور کبھی خاوند بیوی کے پاس نہ آیا ہو بیوی خاوند کے پاس نہ گئی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے خاوند یا مولیٰ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو امام شافعی و مالک کے ہاں اس کی بات نہ مانی جائے گی کہ یہاں اس نسب کا امکان نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس کا دعویٰ قبول ہو گا اور بچہ اسی کا ہو گا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مرد یا عورت ولی اللہ ہو بطور کرامت ان کا قرب و صحبت واقع ہو گئی ہو کرامات اولیاء برحق ہیں (مرقات) علامہ شامی نے بھی مسئلہ اسی طرح بیان فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حضرات اولیاء اللہ عالم کی سیر کر سکتے ہیں دور کی جگہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں ہم نے بھی یہ مسئلہ جاء الحق بحث حاضر و ناظر میں بیان کیا۸ یعنی اسلام میں زانی سے نسب ثابت نہیں بلکہ مسلمان محصن زانی سنگسار کئے جانے کے لائق ہے لہٰذا حدیث پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ ابن ابی وقاص کو یا اس لونڈی کو سنگسار کیوں نہ کیا؟۹ اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اس فیصلہ کی بنا پر یہ بچہ حضرت سودہ کا علاتی بھائی ہوا اور بھائی سے پردہ نہیں یہ ہے فتویٰ مگر تقویٰ وہ ہے جو اس جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس بچہ کی شکل و شباہت عتبہ سے ملتی جلتی ہے احتمال یہ ہے کہ عتبہ کا بچہ ہو لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ اے سودہ تم اس بچہ سے پردہ کرو کہ شاید یہ تمہارا اجنبی ہو خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا حرامی بچہ زانی باپ کی میراث نہیں پاتا مگر حرمت زنا سے بھی آ جاتی ہے کہ زانی پر مزینہ عورت کی اولاد اس کی ماں نانی وغیرہ حرام ہو جاتی ہے مگر امام شافعی و مالک کے ہاں زنا سے حرمت بھی نہیں آتی زانی شخص مزینہ عورت کی ماں وغیرہ سے نکاح کر سکتا ہے (مرقات) بعض شوافع کے ہاں تو خود زنا کی اس بچی سے بھی نکاح درست ہے جو اس کے نطفہ سے پیدا ہوئی (مرقات) ۱۰؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ وہ بچہ پہلے فوت ہوا حضرت سودہ بعد میں اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے مرتے دم تک نہ اس نے بی بی سودہ کو دیکھا نہ بی بی سودہ نے اس کو۔لہٰذا حدیث واضح ہے۔۱۱؎ یہ کلام راوی کا ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی لئے ابیہ غائب کی ضمیر وارد ہوئی ابیک مخاطب کی ضمیر نہ آئی۔خیال رہے کہ لونڈی کا بچہ مولیٰ سے جب مانا جاتا ہے جبکہ مولیٰ اس بچہ کا دعویٰ کرے صرف وطی کے اقرار سے نسب ثابت نہ ہونا یہی امام اعظم کا مذہب ہے حضرت عمر زید ابن ثابت کا یہی قول ہے مگر امام شافعی کے ہاں صرف اقرار وطی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اگر مولیٰ عزل کا مدعی نہ ہو۔(مرقات)

وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُوْرٌ فَقَالَ اَیْ عَائِشَةَ اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَاٰی اُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۶۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خوش تشریف لائے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجزز مدلجی آیا تھا۱؎ جب اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا حالانکہ ان دونوں پر کمبل تھا کہ انہوں نے سر ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے قدم کھلے ہوئے تھے تو بولا کہ یہ قدم ان کے بعض بعض سے ہیں۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۶۹)۱؎ مدلجی میم کے پیش لام کے کسرہ سے مدلج ایک قبیلہ تھا بنی اسد کا یہ شخص اس قبیلہ سے تھا بڑا قیافہ لگانے والا تھا کہ فلاں کی شکل فلاں سے ملتی جلتی ہے اس لئے اس کا بھائی یا بیٹا ہے کفار عرب اس کے قیافہ پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے اس پر احکام نسب صادر کر دیا کرتے تھے۔۲؎ زید ابن اسامہ بہت سیاہ فام تھے اور ان کے والد اسامہ بہت گورے چٹے اس لئے کفار عرب حضرت اسامہ کے نسب پر طعن کرتے تھے کہتے تھے کہ زید اسامہ کے بیٹے نہیں اس قیاف نے باوجود رنگ کے اختلاف کے سب کفار کے روبرو یہ کہہ دیا کہ پاؤں والے باپ بیٹے ہیں تو کفار پر اس کا قول حجت ہو گیا اسی لئے اب کفار کو ان کے نسب میں طعنہ کرنے کا موقع نہ رہا اس لئے سرکار خوش ہوئے لہٰذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ شریعت میں قیافہ سے نسب ثابت ہو جاتا ہے یہی امام اعظم کا فرمان ہے کہ قیافہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ خیال رہے کہ حضرت زید کی ماں حبشی سیاہ فام عورت تھیں ان کا نام برکۃ کنیت اُمّ ایمن تھا شریعت میں نجومیوں کے قول سے رویت ہلال قیاف کے قول سے نسب ثابت نہیں ہوتے۔اس جگہ مرقات نے قیافہ پر بہت مفصل گفتگو فرمائی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۷۰) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے کو نسبت کرے اپنے غیر باپ کی طرف حالانکہ جانتا ہو تو اس پر جنت حرام ہے۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۷۰)۱؎ یعنی جو دیدہ و دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لئے یا اپنی عزت و آبرو

بڑھانے کے لئے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولًا یا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جاسکے گا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہلواتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسناد سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابوداؤد ابن ماجہ احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر مولی کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تا قیامت اللہ کی لعنت ہے پے در پے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِیْهِ فَقَدْ كَفَرَ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَ قَدْ ذُكِرَ حَدِیْثُ عَآئِشَةَ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ فِیْ بَابِ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ)

(۳۱۷۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے باپ داداؤں سے منہ نہ پھیرو[۱] جو اپنے باپ سے اعراض کرے اس نے کفران کیا[۲] (مسلم بخاری) اور حضرت عائشہ کی حدیث خدا سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نہیں نماز خسوف کے باب میں ذکر ہوا[۳]

(۳۱۷۱)[۱] اگر وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو اپنے کو ان کی اولاد کہنے سے شرم و غیرت نہ کرو[۲] جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ کافر کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالٰی کا ناشکرا بہرحال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام (مرقات) [۳] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی میں نے تکرار سے بچنے کیلئے یہاں سے حذف کردی (مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الْمُلَاعَنَةِ اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ وَّ لَنْ یُّدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَهُوَ یَنْظُرُ اِلَیْهِ احْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَ فَضَحَهٗ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۱۷۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب لعان کی آیت اتری جو عورت کسی قوم پر اسے داخل کرے جو ان میں سے نہیں[۱] تو وہ اللہ کی رحمت میں سے کسی حصہ میں نہیں[۲] اور اسے اللہ اپنی جنت میں ہرگز داخل نہ کرے گا[۳] اور جو شخص اپنے بچہ کا انکار کرے وہ اسے دیکھتا ہو[۴] تو اللہ اس سے حجاب فرمائے گا[۵] اور اس کو مخلوق کے سامنے اگلے پچھلوں میں رسوا کرے گا[۶] (ابوداؤد نسائی دارمی)

(۳۱۷۲)[۱] یعنی کسی سے زنا کرے کیونکہ زنا کا بچہ اپنی قوم میں داخل کرے گی حالانکہ وہ اس قوم سے نہ ہوگا[۲] اس طرح کہ دنیا میں اللہ کی رحمت پائے نہ آخرت میں دنیا میں اسے رزق وغیرہ مل جانا اللہ کی رحمت کی علامت نہیں یہ تو کفار کو بھی مل جاتا ہے کیونکہ فسق و فجور کے باوجود دنیاوی عیش ملنا عذاب ہے[۳] اگر حلال جان کر زنا کرے تو کافرہ ہے اور کافر پر جنت حرام ہے اور اگر حرام جان کر کرے تو فاسقہ ہے فاسق آدمی دخول کے مستحق نہیں[۴] یعنی وہ بچہ اسے میٹھی نگاہوں سے تکتا ہو مگر یہ شقی القلب سخت دل اس کی بھولی صورت امیدوار نگاہوں کی پرواہ نہ کرکے اس کا انکار کرے کہ میرا بیٹا نہیں حرام کا ہے یہ مطلب ہے کہ وہ شخص جانتا ہو کہ یہ بچہ میرا ہی ہے

پھرانکار کرے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اب جاننے کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے پاس بچہ کے حرامی ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو محض بدمعاشی یا محض شبہ سے بچہ کا انکار کرتا ہو۔۵ یعنی اسے اپنا دیدار نہ دکھائے کہ جنت نہ دے گا کیونکہ دیدار الٰہی کی اصل جگہ جنت ہی ہے۔۶ یعنی قیامت میں اسے تمام مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا جب اولین و آخرین جمع ہوں گے خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہوں کی پردہ پوشی ہوگی اعلانیہ گناہوں کی رسوائی ہوگی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مسلمان کی پردہ دری کیوں ہوئی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ اِمْرَأَةً لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا فَقَالَ فَاَمْسِكْهَا اِذًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ قَالَ النَّسَائِيُّ رَفَعَهُ اَحَدُ الرُّوَاةِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَحَدُهُمْ لَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِثَابِتٍ .

(۳۱۷۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ بولا: میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ رد نہیں کرتی۱ تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے طلاق دے دے۲ وہ بولا: میں اس سے محبت کرتا ہوں۳ تو فرمایا: تو اسے روک رکھ۴ (ابوداؤد، نسائی) اور نسائی نے فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت ابن عباس تک مرفوع کیا اور بعض نے اسے مرفوع نہ کیا اور کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۵

(۳۱۷۳)۱ یعنی فاجرہ زانیہ ہے کہ جو بدمعاش اس سے زنا کرنا چاہے اسے منع نہیں کرتی کرالیتی ہے یا جو کوئی میرے مال کو ہاتھ لگائے اسے روکتی نہیں مال لے جانے دیتی ہے گھر کی حفاظت نہیں کرتی عام شارحین نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے غالبًا صاحب مشکوٰۃ نے بھی حدیث کے یہی معنی سمجھے ہیں اسی لئے یہ حدیث باب اللعان میں لائے لیکن دوسرے معنی کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس کو لعان کا حکم دیا نہ اسے حد قذف یعنی تہمت کی سزا دی اگر وہ زنا کا الزام دیتا تو ان دونوں چیزوں میں اسے کچھ کرنا پڑتا (مرقات و لمعات و اشعہ)۲ معلوم ہوا کہ فاسقہ بدکار بی بی کو طلاق دے دینا بہتر ہے اسی طرح جو عورت گھر کو نہ سنبھال سکے اسے طلاق دے دینا بہتر ہے جیسے کہ پہلے جملہ کی دو شرحوں سے معلوم ہوا۳ یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس لئے کہ اس سے میرے بچے ہیں اسے علیحدہ کردینے سے بچے برباد ہوں گے مجھے اپنے متعلق خطرہ ہے کہ گناہ میں پھنس جاؤں۴ یعنی اسے بدکاری یا لاپروائی سے گھر برباد کرنے سے روک اور طلاق نہ دے معلوم ہوا کہ فاسقہ عورت کو طلاق دے دینا واجب نہیں خصوصًا جبکہ خاوند اس کے بغیر صبر نہ کرسکے اس کو طلاق دے دینے پر اپنے فسق و فجور میں گرفتار ہو جانے کا قوی خطرہ ہو۔ لہٰذا حدیث بالکل بے غبار ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاسقہ بیوی اسی طرح فاسق اولاد کو ہر ممکن تدبیر کے ذریعہ گناہوں سے روکنا ضروری ہے۔۵ یعنی حدیث کا اتصال حضرت ابن عباس تک ثابت نہیں حدیث منقطع ہے یہ مطلب نہیں کہ اصل حدیث ہی ثابت نہیں یہ حدیث امام شافعی نے اپنی سند میں سفیان ابن عینیہ عن ہارون ابن زیات عن عبداللہ ابن عبیداللہ ابن عمیر کچھ مختلف الفاظ سے نقل فرمائی (مرقاۃ و اشعہ)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اُسْتُلْحِقَ بَعْدَ اَبِيْهِ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ اِدَّعَاهُ وَرَثَتُهٗ فَقَضٰى اَنَّ مَنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ يَّمْلِكُهَا يَوْمَ

(۳۱۷۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر ملایا ہوا شخص جو ملایا گیا ہو اس باپ کے بعد جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا دعویٰ کیا اس کے وارثوں نے۲ اس فیصلہ فرمایا۳ کہ جو

اَصَابَهَا فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهٗ وَ لَيْسَ لَهٗ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْءٌ وَمَا اَدْرَكَ مِنْ مِيْرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهٗ نَصِيْبُهٗ وَلَا يُلْحَقُ اِذَا كَانَ اَبُوْهُ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ اَنْكَرَهٗ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا اَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا فَاِنَّهٗ لَا يُلْحَقُ وَلَا يَرِثُ وَاِنْ كَانَ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ هُوَ ادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِيْنَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ اَوْ اَمَةٍ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

اس لونڈی سے ہو جس کا مالک تھا اس دن جب اس سے صحبت کی تو وہ مل گیا اس سے جس سے اسے ملایا[۳] اور اسے اس میراث سے کچھ نہ ملے گا جو اس سے پہلے تقسیم کی جا چکی[۴] اور جو میراث پالی کہ اب تک تقسیم نہ کی گئی تھی تو اس کے لئے اس کا حصہ ہے[۵] اور نہ ملایا جاسکے گا جبکہ اس کے اس باپ نے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا انکار کردیا ہو[۶] پھر اگر اس لونڈی سے ہو جس کا وہ مالک نہ تھا یا لونڈی سے ہو جس سے زنا کیا ہو تو وہ اس سے نہ ملے گا اور نہ وارث ہوگا اگرچہ اس کا دعویٰ وہی کرے جس کی طرف منسوب کیا جارہا ہے کیونکہ وہ زنا کا بچہ ہے آزاد سے ہو یا لونڈی سے[۷] (ابوداؤد)

(۳۱۷۴)[۱] شریعت میں اسے مقرلہ یا نسب علی الغیر کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا نسب مجہول ہے پتا نہیں کہ کس کا لڑکا ہے کس خاندان کا ہے اس کے متعلق ایک یا چند آدمی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا بھائی یا بھتیجا ہے یعنی ہمارے باپ یا بھائی کا بیٹا ہے ان مدعی حضرات کا باپ یا بھائی جس سے وہ لوگ اس موجودہ شخص کا نسب مان رہے ہیں وہ فوت ہوچکا ہے اس کا حکم آگے آرہا ہے[۲] یعنی ایسے شخص کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا جو آرہا ہے یہ جملہ یا تو اَنَّ کی خبر ہے تو ف جزائیہ ہے یا اَنَّ کی خبر پوشیدہ ہے اور یہ جملہ اس پوشیدہ خبر کی تفصیل تب ف تفصیلیہ ہے[۳] یعنی وہ مرحوم شخص جس سے اس شخص کا نسب یہ لوگ ثابت کررہے ہیں اگر کسی لونڈی کا مالک تھا اس طرح کہ صحبت کے وقت وہ لونڈی اس مرحوم کی ملکیت میں تھی یہ اسی کا بچہ ہے تب تو اس کا نسب اس مرحوم سے ثابت ہوگیا اور یہ بھی دوسرے وارثوں کی طرح میراث پائے گا کیونکہ اس صورت میں ان مدعیوں کا دعوی دلیل سے ثابت ہے[۴] یعنی اگر زمانہ جاہلیت میں اس مرحوم کی میراث تقسیم کی جا چکی ہے اور اس تقسیم میں اس مقرلہ کو محروم رکھا جا چکا ہے تو اسلام میں وہ تقسیم قائم رکھی جائے گی اسے بدلا نہ جائے گا اور اب اسے وارث نہ بنایا جائے گا کیونکہ اسلام میں زمانہ جاہلیت کے اس قسم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں۔[۵] یعنی اس دعویٰ کے بعد تقسیم میراث کی جائے تو اس شخص کو میراث سے حصہ دیا جائے گا[۶] یعنی اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں کہہ دیا تھا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے بعد میں اس کے وارثوں نے کہا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اب ان وارثوں کی بات نہ مانی جائے گی اور یہ شخص اس مرحوم کا بیٹا نہ ہوگا کیونکہ مرحوم کا انکار کرتے ہوئے ان لوگوں کا اقرار معتبر نہیں[۷] یعنی جس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ یہ شخص مرحوم کا زنا کا بچہ ہے خواہ اس طرح کہ پہلے اس نے کسی کی لونڈی سے زنا کیا پھر اسے خرید لیا اس طرح کہ اس مرحوم نے کسی آزاد عورت سے زنا کیا اس صورت میں اگر خود مرحوم بھی کہہ جاتا کہ یہ میرا بیٹا ہے جب بھی اس سے نسب ثابت نہ ہوتا کہ یہ بچہ زنا کا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوا کرتا چہ جائیکہ اب اس کے مرنے کے بعد اس کے عزیز و اقارب کہہ رہے ہیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے، بہر حال ایسے بچہ کا نسب مرحوم سے ثابت نہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَاِنَّ مِنَ

(۳۱۷۵) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے[۱] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے[۲] لیکن وہ شرم جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ مشکوک چیز و میں شرم ہے اور لیکن وہ شرم جسے اللہ

الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللّٰهُ فَاَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَاَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْفَخْرِ وَفِي رِوَايَةٍ فِي الْبَغْيِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ناپسند کرتا ہے وہ غیر مشکوک چیز میں شرم ہے۴ اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے۵ اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے لیکن وہ ناز جسے اللہ پسند کرتا ہے٦ وہ کسی کا ناز کرنا ہے جہاد کے وقت ۷ اور اس کا ناز ہے خیرات کے وقت ۸ اور لیکن وہ ناز جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ فخریہ ناز ہے۹ اور ایک روایت میں ہے وہ سرکشی میں ناز ہے۔۱۰ (ابوداؤد نسائی)

(۳۱۷۵)۱؎ عتیک بروزن عتیق آپ جلیل الشان صحابی ہیں بدر اور تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہے بعض مؤرخین نے فرمایا کہ بدر کے سوا باقی تمام غزوات میں شامل ہوئے مگر حق یہ ہے کہ بدر میں بھی شامل ہوئے کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں اکیانوے سال عمر ہوئی ٦۱ ھ میں وفات پائی ۲؎ یعنی مومن کی بعض شرم و حیا رب کو پیاری ہیں اس پر اسے ثواب ملے گا اور بعض غیرتیں رب تعالٰی کو ناپسند ہیں جن سے بندہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ حیا ایمان کا رکن ہے یعنی رب تعالٰی کو پیاری حیا رکن ایمانی ہے ۳؎ یعنی تہمت و شک کی جگہ جانے سے غیرت کرنا اس کا انجام اعلٰی درجہ کا تقویٰ ہے مثلاً غیر مرد کا گھر میں آنا اپنی بیوی کو اس سے کلام کرتے دیکھنا اس پر غیرت کھا جانا قوت ایمانی کی دلیل ہے اسی طرح خود اجنبی عورت سے خلوت کرنے پر غیرت کرنا کہ اس سے دوسروں کو ہم پر شبہ ہوسکتا ہے یہ غیرت خدا کی پیاری ہے ۴؎ یعنی بلاوجہ کسی پر بدگمانی کرنا غیرت نہیں بلکہ فتنہ و فساد کی جڑ ہے بعض خاوندوں کو اپنی بیویوں پر بلاوجہ بدگمانی رہتی ہے جس سے ان کے گھروں میں دن رات جھگڑے رہتے ہیں یہ غیرت رب تعالٰی کو ناپسند ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (۱۲،۴۹) بے شک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے (کنزالایمان) ۵؎ غیرت کے ذکر میں پہلے محبوب غیرت کا بیان فرمایا کیونکہ اکثر غیرتیں محبوب ہیں کم غیرتیں مردود مگر فخر میں پہلے مردود فخر کا ذکر فرمایا بعد میں محبوب فخر کا کیونکہ فخر اکثر مردود ہوتے ہیں بہت تھوڑے محبوب ٦؎ لف ونشر غیر مرتب ہے کہ اجمال میں مردود فخر کا ذکر پہلے تھا مگر تفصیل میں محبوب فخر کا ذکر پہلے ہے کیونکہ درجہ اور قبولیت اس محبوب فخر کو ہے ۷؎ اس طرح کہ کفار کے مقابل جہاد میں اپنے کو بہت بہادر سمجھے اور اپنے مقابل کافر کو حقیر و ذلیل و کمزور جانے اور اس کے سامنے اپنی بہادری قول و عمل سے ظاہر کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد میں کفار سے فرماتے تھے انا الذی سمتنی امی حیدرا ہیں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدر کرار رکھا ہے حیدر معنی شیر کرار معنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں کفار کو للکار کر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب میں جھوٹا نبی نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں یہ ناز و فخر رب تعالٰی کو پیارا ہے ۸؎ یعنی خیرات خصوصاً چندہ دیتے وقت اپنے کو بہت امیر سمجھنا اور جو کچھ دے رہا ہے اسے کم سمجھنا اور خوش ہوکر شکر کرتے ہوئے دینا یہ صدقہ کے وقت کا فخر ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (۵۸،۱۰) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں (کنزالایمان) اللہ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ گھمنڈ کی، گھمنڈ کے لئے فرماتا ہے: لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (۷٦،۲۸) اترا نہیں بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا (کنزالایمان) شیخی نہ مارو اللہ تعالٰی شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا ۱۰؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے فی الفخر کے فی الفقر ہے یعنی فقیری میں تکبر کرنا مردود ہے کہ ... تو ... پاس کچھ بھی نہیں مگر شیخی کے مارے ... ہوئے جاتے ہیں لیکن امیروں کے

مقابل فخر کرنا کہ اپنے کو ان سے غنی جاننا، اپنے کو محض اللہ رسول کا محتاج سمجھنا یہ بہت ہی بہتر ہے کہ یہ قناعت کی قسم ہے (مرقات) شعر:

اے قناعت تو نگرم گرداں کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

۸بغی کے معنی ظلم، بغاوت، سرکشی، حسد وغیرہ ہیں سارے معنی بن سکتے ہیں۔ اس فخر کی بہت سی قسمیں ہیں ہر قسم بری رب تعالیٰ ان سے بچائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا ابْنِيْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دَعْوَةَ فِي الْاِسْلَامِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۱۷۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں ایک شخص کھڑا ہوا بولا: یا رسول اللہ کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے میں نے اس کی ماں سے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا۱ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں ایسا دعویٰ جائز نہیں۲ جاہلیت کے دور کی باتیں گئیں بچہ فراش کا ہے زانی کے لئے پتھر ہیں۳ (ابوداؤد)

(۳۱۷۶)۱ اسلام سے پہلے عرب میں عموماً زنا کو عیب نہیں سمجھتے تھے اس لئے اعلانیہ اس کا اقرار واظہار کر دیتے تھے بلکہ زیادہ زنا پر فخر کرتے تھے فخریہ قصیدے لکھتے تھے دیکھو سبعہ معلقہ وغیرہ نیز اس زمانہ میں زنا سے نسب ثابت ہو جاتا تھا، اس بنا پر یہ عرض و معروض تھی یہ تو حضور انور کی طاقت ہے کہ ایسے ملک میں تہذیب پھیلائی جانوروں کو انسان گر بنا دیا۔ شعر:

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

اب نئی تہذیب کے دلدادہ اسی وحشت و بے حیائی کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان کے ہاں بے پردگی غیر مردوں سے اپنی بیویوں کا ملنا جلنا باعث فخر ہے اسی بے حیائی کو مٹانے اسلام آیا تھا جسے اب پھیلایا جا رہا ہے۔۲ یعنی اسلام میں زنا کی بنا پر نسب کا دعویٰ کرنا درست نہیں نہ اس سے نسب ثابت ہو سکتا ہے۔۳ لہٰذا اب زنا کی سزا آ جانے کے بعد جو زنا کرے گا سنگسار کیا جائے گا لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس شخص کو اقرار زنا کی وجہ سے رجم کیوں نہ کیا اس لئے کہ یہ زنا دور جاہلیت میں ہو چکا تھا جبکہ نہ اسلام دنیا میں تشریف لایا تھا نہ اسلامی احکام حرمت زنا اور حدود شرعیہ۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَآءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ النَّصْرَانِيَةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَالْمَمْلُوْكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۱۷۷) روایت ہے ان ہی سے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتیں جن میں لعان نہیں۱ عیسائن مسلمان کے نیچے یہودیہ مسلمان کے نیچے۲ اور آزاد عورت غلام کے نیچے اور لونڈی آزاد کے نیچے۳ (ابن ماجہ)

(۳۱۷۷)۱ یعنی اگر ان عورتوں کے خاوند انہیں زنا کا الزام دیں تو ان کے اور ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہ ہوگا یہاں بیــن ازواجھــن پوشیدہ ہے۔۲ خیال رہے کہ اگر الزام زنا لگانے والا خاوند غلام یا کافر ہو یا کبھی تہمت کی سزا پا چکا ہو جسے محدود فی القذف کہتے

ہیں تب تو لعان نہ ہوگا مگر خاوند کو تہمت کی سزا اسی کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ ان صورتوں میں خاوند گواہی کا اہل نہیں اور اگر خاوند تو گواہی کا اہل ہو مگر بیوی اہل نہ ہو مثلاً بیوی لونڈی یا کافرہ یا چھوٹی لڑکی یا مجنونہ یا زانیہ ہوا سے کبھی تہمت کی سزا لگ چکی ہو تو نہ تو لعان ہوگا نہ خاوند کو تہمت کی سزا لگے کیونکہ اس صورت میں لعان کی رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے (دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ اور مرقات) غرض کہ لعان میں شرط یہ ہے کہ دونوں خاوند بیوی گواہی کے اہل ہوں کیونکہ لعان میں دونوں کی قسمیں مثل گواہی کے ہوتی ہیں۔۳؎ معلوم ہوا کہ آزاد عورت غلام سے نکاح کرسکتی ہے مگر اپنے غلام سے نہیں دوسرے کے غلام سے یہ نہیں ہوسکتا کہ مرد یہودی یا عیسائی ہو اور عورت مسلمان کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہیں ہوسکتا۔۴؎ یہ حدیث دار قطنی نے بھی متعدد اسناد سے روایت کی اگر تمام اسنادیں ضعیف بھی ہوں تب بھی حدیث لائق عمل ہے کہ تعدد اسناد سے ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلاً حِيْنَ اَمَرَا الْمُتَلاعِنَيْنِ اَنْ يَّتَلاعَنَا اَنْ يَّضَعَ يَدَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ عَلٰى فِيْهِ وَقَالَ اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ. (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

(۳۱۷۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو لعان والوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص کو حکم دیا کہ پانچویں قسم پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لے۱؎ اور فرمایا کہ یہ قسم واجب کرنے والی ہے۲؎ (نسائی)

(۳۱۷۸)۱؎ یعنی جب لعان والا مرد چار قسمیں کھا چکا پانچویں کا ارادہ کیا تب دوسرے شخص کو یہ حکم دیا گیا تاکہ وہ پانچویں قسم سوچ سمجھ کر کھالے کہ اس قسم پر فیصلہ ہے یہ منہ پر ہاتھ رکھنا اسے خوف دلانے کے لئے ہے کہ اگر جھوٹا ہو تو اس قسم کی ہمت نہ کرے مگر صرف مرد کے منہ پر ہی ہاتھ رکھا نہ کہ عورت کے کیونکہ اجنبی عورت کے منہ پر اجنبی مرد ہاتھ نہیں رکھ سکتا کہ اس کا جسم چھونا حرام ہے،اگر اس کام کے لئے کوئی عورت مقرر کردی جائے جو لعان والی عورت کے منہ پر ہاتھ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۲؎ یعنی اس قسم سے یا گناہ و سزا یا تفریق واجب ہو جائے گی لہذا سوچ سمجھ کر یہ قسم کھاؤ۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلاً قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَآءَ فَرَاٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَآئِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ وَمَالِيْ لَا يَغَرُ مِثْلِيْ عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَآءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَعِيَ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اَعَانَنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۷۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے ایک رات تشریف لے گئے فرماتی ہیں میں نے اس پر غیرت کی۱؎ پھر آپ تشریف لائے تو دیکھا میں جو کررہی تھی۲؎ فرمایا: اے عائشہ کیا حال ہے کیا غیرت کھا گئیں۔ میں بولی: مجھے کیا ہوا کہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے پر غیرت نہ کرے۔۳؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آ گیا۔۴؎ بولیں: یارسول اللہ کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں۔۵؎ میں نے کہا اور آپ کے ساتھ یارسول اللہ۔ فرمایا: ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی حتی کہ وہ مومن ہوگیا۶؎ (مسلم)

(۳۱۷۹)۱؎ شعبان کی پندرہویں شب تھی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا حضور رات کے آخری حصہ میں قبرستان دعا وغیرہ کے لئے تشریف لے گئے اُم المؤمنین سمجھیں کہ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے گئے آپ کو اس چیز کی

غیرت آئی کہ میری باری میں دوسری زوجہ کے پاس کیوں تشریف لے گئے یہ غیرت بمعنی رشک ہے نہ بمعنی شرم کہ اس پر شرم کیسی (اشعہ) ۲ اس طرح کہ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے گئی اور آگے آگے دوڑتی ہوئی آ گئی۔ جب حضور تشریف لائے تو میری سانس پھولی ہوئی تھی۔ یہ واقعہ پندرہویں شعبان کی عبادات کے موقع پر مذکور ہو چکا وہی یہاں مراد ہے (اشعہ) ۳ سبحان اللہ کیا ایمان افروز پیارا جواب ہے یعنی مجھ جیسی محبت والی بی بی آپ جیسے سید المرسلین خاوند پر غیرت یا رشک کیوں نہ کرے، بخل برا ہے مگر آپ پر بخل اچھا ہے۔ شعر:

نیناں میں جو آن بسو تو نیناں جھانپ ہی لوں   نا میں دیکھوں اور کو نا توئے دیکھن دوں

اللہ تعالٰی اس مبارک ماں کے صدقے سے ہم گنہگاروں کو بھی عشق رسول کی رمق عطا فرمائے۔

ذرۂ عشق نبی از حق طلب   سوز صدیق و علی از حق طلب

۴ یعنی تمہاری یہ غیرت شیطانی اثر سے ہے کیونکہ ہم سید الانبیاء ہیں کسی بیوی پر ظلم نہیں فرماتے اگرچہ ہم پر بیویوں کی باریاں واجب نہیں مگر پھر بھی کسی کی باری میں دوسری بیوی کے ہاں بغیر اس کی اجازت نہیں جاتے حضور کا عدل تو اس حد تک ہے کہ مرض وفات شریف میں دوسری بیویوں کی اجازت سے آخری ایام زندگی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں گزارے اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کی شان یہ ہے کہ حضور انور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرے میں تا قیامت آرام فرمالیا۔ شعر:

ان کا سینہ ہے نبی کی آخری آرام گاہ   ان کے حجرے میں نبی ہیں تا قیامت جاگزیں

۵ اس شیطان سے مراد قرین ہے جو ہر وقت ہر ایک شخص کے ساتھ رہتا ہے ہر ایک انسان کا علیحدہ شیطان ہے آ گیا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو اس نے فریب دے دیا ۶ اس عبارت کا یہ ترجمہ نہایت ہی قوی ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ اسلم میم کے پیش سے ہے متکلم مضارع یعنی میں اس کے شر سے سلامت رہتا ہوں بعض نے فرمایا کہ اسلم ہے تو میم کے فتح سے واحد غائب ماضی مگر معنی کرتے ہیں کہ وہ میرا مطیع ہو گیا اس نے مجھے نیکی سے نہ روکا لیکن یہ معنی فقیر کے نزدیک قوی نہیں کہ یہ بات تو بہت سے اولیاء اللہ اور عام صحابہ کرام بلکہ عائشہ صدیقہ کو بھی میسر تھی کہ رب کے فضل سے شیطان انہیں بہکا نہیں سکتا۔ یہاں ایسے خصوصی معنی مراد ہیں جو حضور کی خصوصیات سے ہوں دوسرے کو میسر نہ ہوں وہ یہی ہیں کہ حضور کا قرین شیطان حضور کی صحبت کی برکت سے مومن صالح ہو گیا۔ جب شیطان جس کی سرشت میں طغیان ہے وہ حضور کے ساتھ رہنے کی برکت سے مومن صالح بن گیا تو تمام صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین خصوصاً سفر و حضر، قبر گھر، حشر کے ساتھی ابوبکر صدیق کے ایمان و تقویٰ کا کیا پوچھنا محض جس کو رب تعالٰی حضور کا ساتھی فرما رہا ہے صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

بَابُ الْعِدَّةِ — عدت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

لغت میں عدت عین کے کسرہ سے بمعنی شمار و گنتی ہے عین کے پیش سے بمعنی تیاری، شریعت میں اس انتظار کرنے کو عدت کہتے ہیں جو نکاح یا شبہ نکاح کے زائل ہونے کے بعد کیا جائے کہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنا ممنوع ہو عدت عورت پر واجب ہے نہ کہ مرد پر ہاں مقام دو ہیں جہاں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے جیسے مطلقہ بیوی کی بہن بھانجی خالہ وغیرہ سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک وہ

عدت میں ہے۔ خیال رہے کہ عورت کی عدت تین قسم کی ہے وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے طلاق وغیرہ کی عدت حاملہ کے لئے حمل جن دینا غیر حاملہ بالغہ کے لئے تین حیض غیر حاملہ نابالغہ اور بہت بوڑھی کے لئے تین ماہ طلاق کے علاوہ فسخ نکاح میں بھی عدت واجب ہے خواہ فسخ خاوند کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے عدت بہر حال ہوگی۔ (شامی، مرقات)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنِ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا وَكِيْلُهُ الشَّعِيْرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَالَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكِ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ اِعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِيْ فَقَالَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعٰوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِيْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِيْ اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا وَاغْتُبِطْتُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهَا فَاَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلٰثًا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا تَكُوْنِيْ حَامِلًا.

(۳۱۸۰) روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس ۱ سے راوی کہ ابوعمرو ابن حفص نے انہیں طلاق بتہ دے دی جبکہ وہ غائب تھے ۲ تو ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کو کچھ جو بھیجے وہ ان پر ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا: اللہ کی قسم تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں ۳ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا: تمہارے لئے خرچہ نہیں۔ ۴ پھر انہیں حکم دیا کہ اُمّ شریک کے گھر عدت گزاریں۔ ۵ پھر فرمایا کہ وہ ایسی بی بی ہیں جن کے پاس ہمارے صحابہ گھیرے رہتے ہیں ۶ تم ابن اُمّ مکتوم کے پاس عدت گزارو وہ نابینا آدمی ہیں ۷ تم اپنے یہ کپڑے اتار دو ۸ پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہوگئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابوسفیان اور ابوجہم نے پیغام دیا ۹ تو فرمایا کہ ابوجہم ۱۰ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں ۱۱ رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں ۱۲ تم اسامہ ابن زید سے نکاح کرلو میں نے انہیں ناپسند کیا ۱۳ حضور نے پھر فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کرلو میں نے ان سے نکاح کرلیا تو اللہ نے اس نکاح میں بہت خیر دی کہ مجھ پر رشک کیا گیا ۱۴ اور ان ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجہم بیویوں کو بہت مارنے والے ہیں (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں دے دیں ۱۵ تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور نے فرمایا: تمہارے لئے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں ۱۶۔

(۳۱۸۰) ۱ آپ ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف مدنی ہیں جلیل القدر تابعی مدینہ پاک کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں اور فاطمہ بنت قیس قرشیہ ہیں۔ حضرت ضحاک کی بہن ہیں بہت جمال عقل و کمال والی بی بی ہیں۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ پہلے ابوعمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اسامہ ابن زید سے کیا رضی اللہ عنہم اجمعین ۲ طلاق بتہ وہ طلاق ہے جو نکاح کو بالکل ہی ختم کر دے جس کے بعد بغیر حلالہ نکاح نہ ہو سکے یعنی تین طلاقیں یا تیسری طلاق، یہاں پہلے معنی مراد ہیں

یعنی تین طلاقیں (لمعات اور مرقات) ۳؎ یعنی ابوعمرو کے وکیل نے عدت کے خرچہ کے لئے تھوڑے سے جَو بھیج دیئے جو حضرت فاطمہ نے ناپسند کئے کہ جو تھے وہ بھی تھوڑے وکیل نے کہا کہ یہ بھی ہماری مہربانی ہے ورنہ تم اس کی بھی حقدار نہیں ہو کیونکہ تم حاملہ نہیں اور عدت کا خرچہ مطلقہ حاملہ کو ہے۔ ۴؎ یعنی تم کو وہ خرچہ نہیں ملے گا جو تم چاہتی ہو معمولی خرچہ مل چکا اس حدیث کی بنا پر حضرت ابن عباس و احمد نے فرمایا کہ غیر حاملہ مطلقہ کو نہ عدت میں خرچہ ملے گا نہ گھر امام مالک و شافعی۔ نے فرمایا کہ گھر تو ملے گا مگر خرچہ نہ ملے گا ہمارے امام اعظم کا فرمان ہے کہ خرچہ و گھر دونوں ملیں گے یہی فرمان ہے حضرت عمر کا۔ جناب عمر نے فرمایا کہ ہم قرآن و حدیث کے مقابل صرف ان فاطمہ کا قول قبول نہیں کر سکتے۔ قرآن فرماتا ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (۶٬۶۵) عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو (کنزالایمان) اور میں نے سرکار کو فرماتے خود سنا کہ ہر مطلقہ کے لئے گھر بھی ہے خرچہ بھی۔ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں فاطمہ کے مطلوبہ خرچہ کی نفی ہے اور گھر سے منتقل کر دینا کسی مجبوری سے تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے امام شافعی کی دلیل یہ آیت ہے: وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ (۶٬۶۵) اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو (کنزالایمان) جس سے معلوم ہوا کہ صرف حاملہ مطلقہ کو عدت کا خرچہ ملے گا غیر مطلقہ کو نہیں۔ ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر حاملہ کو خرچہ نہ ملنا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا یہاں حاملہ کا ذکر اس لئے ہے کہ کبھی حمل کی مدت دراز ہو جاتی ہے۔ فرمایا گیا خواہ کتنا ہی لمبا زمانہ حمل ہو خرچ دیئے جاؤ (مرقات) ۵؎ اس کی وجہ آگے آ رہی ہے کہ حضور نے فاطمہ کو ان کے خاوند کے گھر سے کیوں منتقل فرمایا ۶؎ صحابہ سے مراد اُمّ شریک کے بال بچے عزیز و قرابت دار ہیں (مرقات) کیونکہ اُمّ شریک غنیّہ سخیہ مہمان نواز بی بی تھیں۔ ۷؎ تم کو دیکھ نہیں سکتے اور دوسرے صحابہ ان کے گھر آتے جاتے نہیں لہذا تمہاری وہاں بے پردگی نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ یہاں حضرت فاطمہ کو یہ اجازت نہ دی گئی کہ وہ ابن مکتوم کو دیکھیں۔ لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (۳۱٬۲۴) اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں (کنزالایمان) اور نہ اس حدیث اُمّ سلمہ کے خلاف ہے افعمیا و ان انتما عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی۔ ۸؎ یہ نیا حکم ہے یعنی زمانہ عدت میں زینت کا لباس اتار دو یا گزشتہ کا حال یعنی تم وہاں آزاد ہو گی وہاں کوئی جاتا آتا نہیں تمہیں کوئی دیکھے گا نہیں ۹؎ یعنی عدت گزر چکنے کے بعد مجھے ان دو شخصوں نے پیغام نکاح دیا ہے حضور کی رائے کیا ہے ۱۰؎ آپ کا نام عامر ابن حذیفہ ہے عدوی ہیں ثقفی ہیں قرشی ہیں انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے سادہ کپڑا خریدا تھا انبجانیہ ابوجہم ۱۱؎ یعنی ہمیشہ سفر ہی میں رہتے تھے گھر بہت ہی کم بیٹھتے ہیں یا اپنی بیوی کو مارتے بہت ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ آگے آ رہا ہے ضراب للنساء وہ روایت اس کی تفسیر ہے خیال رہے کہ یہ غیبت نہیں بلکہ حضرت فاطمہ کی خیر خواہی ہے پیغام نکاح کے موقع پر زوجین میں سے ایک دوسرے کے عیوب کی خبر دینا جائز ہے تاکہ آئندہ خانہ جنگی نہ ہو غیبت حرام میں بہت سی قیود ہیں جو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیں ۱۲؎ اور ان کے باپ ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں جو اپنے بچوں کو خرچ نہیں دیتے تم کو کیا دیں گے اللہ اکبر! یہ وہ معاویہ ہیں جو بعد میں اتنے غنی ہو گئے کہ ان کا لقب امیر معاویہ ہوا رضی اللہ عنہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ عورت کو اچھا مشورہ دیا جائے اور جو بیوی کے نفقہ دینے پر قادر نہ ہو اس سے نکاح کرنا بہتر نہیں اگرچہ جائز ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: يَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۳۳٬۲۴) چاہیے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ مقدور والا کر دے اپنے فضل سے (کنزالایمان) ایسے غریب آدمی کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جو صرف کمبل کا مالک تھا [illegible] کے ساتھ فقر و فاقہ

برداشت کرسکتی تھی نیز وہ صاحب بعد میں بہت جلد مال دار ہو گئے ۱۳؎ کیونکہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور مشہور تھا کہ وہ غلام زادے ہیں اور میں قرشیہ عالی نسب تھی مگر حضرت اسامہ حضور کے محبوب اور نہایت متقی عالم تھے۔ ۱۴؎ یعنی اللہ تعالٰی نے ہم دونوں میاں بیوی میں ایسا اتفاق وسلوک بخشا کہ دوسری عورتوں نے مجھ پر رشک کیا۔ خیال رہے کہ ایسے امور میں رشک جائز ہے حسد حرام' اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے عورت کو پیغام پر پیغام دینا جائز ہے جبکہ پہلے سے بات چیت طے نہ ہوئی ہو غیر کفو سے نکاح درست ہے جبکہ عورت کے ولی راضی ہوں کفایت میں مال کا بھی اعتبار ہے حتیٰ کہ امام شافعی کے ہاں نفقہ سے عاجز شوہر کی بیوی فسخ نکاح کراسکتی ہے (مرقات) نکاح میں بزرگوں سے مشورہ کر لینا بہتر ہے مشورہ ہمیشہ اچھا دینا چاہئے پیغام وسلام کی حالت میں فریقین کے واقعی عیوب کا بیان کر دینا اچھا ہے تاکہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں بیوی کو مارنا جائز ہے مگر اچھا نہیں۔ ۱۵؎ یہ عبارت طلاق بتہ کی شرح ہے کہ اس سے مراد تین طلاقیں تھیں نہ کہ تیسری طلاق ۱۶؎ یہاں نفقہ سے مراد بہت عرصہ تک نفقہ ہے یعنی حاملہ مطلقہ کو عرصہ دراز تک نفقہ ملتا ہے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور جننے کے بعد بھی بعض صورتوں میں بچہ کی پرورش کا نفقہ ملتا رہتا ہے غیر حاملہ کو تھوڑی مدت صرف تین حیض تک نفقہ ملتا ہے لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے' اس کی بحث ابھی ہو چکی۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِيْ مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيْفَ عَلٰى نَاحِيَتِهَا فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِيْ فِي النُّقْلَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ تَعْنِيْ فِيْ قَوْلِهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۱۸۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ ایک سنسان مکان میں تھیں ۱؎ ان کے آس پاس پر خوف کیا گیا ۲؎ اس لئے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی یعنی منتقل ہو جانے کی ۳؎ اور ایک روایت میں ہے فرماتی ہیں کیا ہوا فاطمہ کو کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مطلقہ کو نہ مکان ہے نہ خرچ ۴؎ (بخاری)

(۳۱۸۱) ۱؎ وحش کے معنی ہیں خالی' اجاڑ جہاں رہنے سے وحشت ودہشت طاری ہو' اسی سے ہے وحشی جانور یعنی لوگوں سے متنفر اور انسانوں سے الگ رہنے والا ۲؎ یعنی چونکہ وہ گھر بستی اور آبادی میں نہ تھا اس لئے چوری وغیرہ کا خطرہ تھا ۳؎ یعنی حضرت فاطمہ بنت قیس کو زمانہ عدت میں جو حضرت ابن اُمّ مکتوم کے گھر چلے جانے کی اجازت دی گئی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت گزارنے کے لئے خاوند کی طرف سے گھر نہیں ملتا گھر تو ملا تھا مگر خطرناک تھا اب بھی فقہا فرماتے ہیں کہ عدت میں عورت ان مجبوریوں میں دوسرے گھر منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے ۴؎ یعنی فاطمہ جو فتوٰی دیتی ہیں کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت کے زمانے میں نہ خرچہ ملے نہ مکان اور اس فتوٰی کی سند میں اپنا مذکورہ واقعہ بیان کرتی ہیں اور اس حکم کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتی ہیں غلط ہے ان کے منتقل ہونے کی وجہ کچھ اور تھی وہ پوری بات بیان نہیں کرتیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اُمّ المومنین کا مذہب بھی یہی ہے کہ طلاق کی عدت میں گھر اور خرچہ دونوں خاوند کے ذمہ ہے یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے لہٰذا حدیث فاطمہ امام اعظم کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَةُ لِطُوْلِ لِسَانِهَا عَلٰى اَحْمَآئِهَا. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۱۸۲) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں کہ فاطمہ منتقل کی گئی اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے ۱؎ (شرح سنہ)

(۳۱۸۲) ۱؎ یعنی فاطمہ اکیلے گھر میں تھیں اور ان کے دیور وغیرہ ان کے پاس تھے مگر تھیں سخت طبیعت سخت زبان جب انہیں طلاق ہو گئی تو دیوروں نے ان ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں

سے منتقل ہو جانے کی اجازت دی بلکہ حکم فرما دیا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہ سنسان مکان میں تھیں بہرحال جناب فاطمہ کا گھر سے منتقل ہو جانا کسی مجبوری و معذوری کی وجہ سے تھا ورنہ عدت کا خرچہ و مکان خاوند کے ذمہ ہے'اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فاطمہ کی یہ حدیث رد فرما دی اور فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر انہیں یاد رہا یا بھول گئیں عدت طلاق میں گھر اور خرچہ ملنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔حضرت اسامہ نے جناب فاطمہ سے نکاح کرلیا مگر ان کی یہ حدیث انہوں نے بھی قبول نہ کی۔حضرت ابن مسعود جابر' عائشہ صدیقہ اسامہ ابن زید حضرت عمر وغیرہم جمہور صحابہ کا یہی مذہب ہے کہ عدت طلاق میں خرچہ و مکان ملے گا حدیث فاطمہ مضطرب ہے بعض روایات میں ہے فاطمہ کے خاوند نے طلاق دی پھر سفر کو گئے بعض میں ہے کہ سفر میں جا کر طلاق بھیجی بعض روایات میں ہے کہ خود فاطمہ نے مسئلہ حضور سے پوچھا بعض میں ہے کہ ابو جعفر ابن مغیرہ نے انہیں طلاق دی اس وجہ سے یہ حدیث نا قابل عمل ہے اسے حضرت عمر زید ابن ثابت مروان ابن حکیم سعید ابن میسب شعبی حسن بصری اسود ابن یزید سفیان ثوری امام احمد ابن حنبل نے رد کردیا لہٰذا یہ حدیث نا قابل عمل ہے۔(مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِیْ ثَلاَثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰی فَجُدِّیْ نَخْلَكِ فَاِنَّهٗ عَسٰی اَنْ تَصَدَّقِیْ اَوْ تَفْعَلِیْ مَعْرُوْفًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۸۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں۱؎ تو انہوں نے اپنے کھجوروں کے پھل توڑنا چاہے تو ایک شخص نے انہیں باہر جانے سے منع کیا۲؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔حضور نے فرمایا: ہاں اپنے کھجوروں کے پھل توڑو ممکن ہے تم خیرات کرو یا بھلے کام کرو۳؎ (مسلم)

(۳۱۸۳)۱؎ ایک دم یا علیحدہ علیحدہ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۲؎ اس خیال سے کہ بحالت عدت عورت کو گھر سے نکلنا ممنوع ہے۔۳؎ یعنی تمہارے لئے دن میں گھر سے نکل کر باغ جانا وہاں پھل توڑنا جائز ہے کہ اس پھل سے تم نیک کام کرو گی' زکوۃ دینا' صدقہ وخیرات اور ہدیہ وغیرہ خیال رہے کہ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لئے گھر سے باہر نہیں جاسکتی کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں اور عدت وفات میں عورت مزدوری کے لئے دن میں باہر جاسکتی ہے رات گھر میں گزارے' کیونکہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں۔یہاں مزدوری کے واسطے نکلنا نہ تھا بلکہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے تھا اس مجبوری میں اب بھی نکلنا درست ہے بشرطیکہ رات گھر میں آکر گزارے۔

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مُخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَآءَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۱۸۴) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے کہ سبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند۱؎ کی وفات کے چند دنوں بعد نفاس والی ہوگئیں۲؎ تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے نکاح کر لینے کی اجازت مانگی حضور نے انہیں اجازت دے دی تو انہوں نے نکاح کرلیا۳؎ (بخاری)

(۳۱۸۴)۱؎ اس کے خاوند سعد ابن خولہ تھے جو حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ میں وفات پاگئے بدر میں حاضر ہوئے تھے۔مسور ابن مخرمہ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ یہ عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجا ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور ۸ھ میں مدینہ منورہ حاضر

ہوئے۔ ۲؎ یعنی حاملہ تھیں اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہوگیا تھا نفاس آنے سے یہی مراد ہے۔ ۳؎ اس پر امت کا اجماع ہے کہ حاملہ کی عدت حمل جن دینا ہے خواہ مطلقہ ہو یا وفات والی اگرچہ طلاق یا وفات کے ایک منٹ بعد ہی بچہ پیدا ہوجائے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی چار ماہ دس دن اور وضع حمل ہی سے جو بعد میں ہو وہ عدت ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثاً كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرٌ وَ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۸۵) روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے فرماتی ہیں ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں: یارسول اللہ میری اس بچی کا خاوند فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا ہم اسے سرمہ لگائیں۔ ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں دوبار یا تین بار ہر دفعہ یہی فرماتے تھے نہیں ۲؎ پھر فرمایا: اب تو چار ماہ دس دن ہی ہیں زمانہ جاہلیت میں تو تم میں سے ہر ایک پورے سال پر مینگنی پھینکتی تھی ۳؎ (مسلم)

(۳۱۸۵) ۱؎ یعنی عورت پر عدت میں سوگ واجب ہے ترک زینت اور سرمہ بھی زینت میں داخل ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اس مجبوری میں سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں ۲؎ یعنی وہ بار بار سوال دہراتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انکار فرمادیتے تھے اس حدیث کی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ سیاہ سرمہ جس میں زینت ہوتی ہے عدت وفات میں ہرگز جائز نہیں خواہ بیماری ہو یا نہ ہو امام مالک کے ہاں بیماری میں جائز ہے امام شافعی کے ہاں بیماری میں رات کو لگالے دن میں صاف کردے ہمارے ہاں بھی بیماری میں دوا لگانا درست ہے بشرطیکہ سرمہ کے سوا اور کوئی دوا مفید نہ ہو یہاں دوسری دوا مفید ہوگی اس لئے منع فرمایا ۳؎ اسلام سے پہلے عرب میں بیوہ عورت خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک برے مکان لباس میں رہتی اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی سال کے بعد اس کے قرابتدار جمع ہوتے اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے جسے وہ اپنی شرمگاہ سے لگاتی تھی اکثر وہ جانور مرجاتا تھا پھر اس کے قرابتدار اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی یہ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا۔ اس ارشاد عالی میں اس جانب اشارہ ہے یعنی اب تو تم چار ماہ دس دن کی عدت میں صبر نہیں کرسکتیں مگر زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں۔ خیال رہے کہ اسلام میں بھی پہلے وفات کی عدت ایک سال تھی۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ (۲:۲۴۰) سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے (کنزالایمان) پھر یہ حکم منسوخ ہوکر چار ماہ دس دن ہوا۔ اب بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے خواہ صحبت وخلوت ہوئی ہو یا نہ بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو حاملہ بیوہ کی عدت حمل جن دینا ہے عدت کے پورے مسائل ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۔

(۳۱۸۶) روایت ہے حضرت اُمّ حبیبہ اور زینب بنت جحش سے ۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نہیں حلال کسی ایسی عورت کو جو اللہ وقیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو ۲؎ یہ کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے اس پر چار ماہ دس

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) دن۳ (مسلم بخاری)

(۳۱۸۶)۱؎ یہ دونوں بیبیاں امہات المومنین میں سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے۲؎ لا یحل اور اللہ قیامت پر ایمان فرمانا آئندہ حکم کی تائید کے لئے ہے یعنی یہ حکم اشد ضروری ہے اس پر عمل ہر مومن عورت کو چاہئے۳؎ یعنی عورت کسی عزیز وقرابت دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فوت ہو جائے اس پر تین دن تک سوگ۔ یعنی ترک زینت کرسکتی ہے مگر خاوند کی موت پر پوری عدت کے زمانہ میں سوگ کرے کہ نہ خوشبو لگائے نہ زینت کا لباس پہنے یہ مدت غیر حاملہ کے لئے ہے حاملہ کی عدت تو حمل جن دینا ہے وہ اس وقت تک سوگ کرے اس حدیث سے ان نادان سنیوں کو عبرت لینی چاہئے جو محرم میں دس دن تک کوٹتے پیٹتے ہیں چار پائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے کالے کپڑے پہنتے ہیں یہ سب حرام ہے اور روافض کی پیروی حضرات اہل بیت اطہار نے کبھی نہ کئے۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبُ عَصْبٍ وَّلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ زَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَلَا تَخْتَضِبُ)

(۳۱۸۷) روایت ہے اُمّ عطیہ سے۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے بجز خاوند کے کہ اس پر چار ماہ دس دن کرے اور رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے سوائے بناوٹی رنگین کپڑے کے۲؎ اور نہ سرمہ لگائے۳؎ نہ خوشبو لگائے مگر جبکہ پاک ہو تو ایک ٹکڑا قسط یا اظفار کا۴؎ (مسلم بخاری) ابوداؤد نے زیادہ فرمایا کہ نہ خضاب کرے۵؎

(۳۱۸۷)۱؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے کنیت اُمّ عطیہ اکثر غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں بیماروں کی دوا زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں آخر میں بصرہ میں رہیں وہاں ہی انتقال فرمایا۔۲؎ عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے مرقات نے فرمایا کہ عصب ایک گھاس ہے جو عموماً یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنی بھکنا چونکہ یہ رنگ زینت میں داخل نہیں اس لئے اس کی اجازت دی گئی۔ اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے مگر اشعۃ اللمعات ولمعات میں فرمایا کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت رنگ لیا جائے بعد میں بنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا زینت ہے۔ امام شافعی کے ہاں ایسا کپڑا پہننا مطلقاً جائز ہے باریک ہو یا موٹا امام مالک کے ہاں موٹا جائز باریک ممنوع ہمارے امام صاحب کے ہاں بہتر یہ ہے کہ عدت میں ایسے لباس سے بھی بچے۔۳؎ زینت کے لئے سیاہ سرمہ نہ لگائے سفید سرمہ نہ لگائے جس سے زینت نہ ہو یونہی علاج کے لئے ضرورت کے موقع پر سرمہ لگا لینا جائز ہے جبکہ آنکھوں میں بیماری ہو اور سوا سرمہ کے اور کوئی علاج نہ ہو بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر سرمہ کو مطلقاً ممنوع قرار دیا۔۴؎ قسط اور اظفار مشہور خوشبودار لکڑیاں ہیں اظفار کی لکڑی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے کٹے ہوئے ناخن کے مشابہ اس لئے اسے اظفار کہتے ہیں یعنی عدت والی عورت جب حیض سے فارغ ہو تو یہ خوشبو شرمگاہ پر مل سکتی ہے کہ اس سے صرف بدبو کا دفع کرنا مقصود ہے نہ کہ جسم کا مہکانا۔ خیال رہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ ہر وفات والی معتدہ عورت پر سوگ واجب ہے۔ بعض احناف فرماتے ہیں کہ مومنہ بالغہ معتدہ پر عدت میں سوگ ہے کتابیہ یا نابالغہ پر سوگ نہیں وہ حضرات اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ

اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو وہ سوگ کرے واللہ اعلم ۵؎ یعنی نہ بالوں میں مہندی یا وسمہ لگائے نہ ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے اور زینت اس کے لئے ممنوع۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ کَعْبٍ اَنَّ الْفُرَیْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَّهِیَ اُخْتُ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَآءَ تْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهٗ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰی اَهْلِهَا فِیْ بَنِیْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِیْ طَلَبِ اَعْبُدٍ لَهٗ اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ فَسَالْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی اَهْلِیْ فَاِنَّ زَوْجِیْ لَمْ یَتْرُكْنِیْ فِیْ مَنْزِلٍ یَمْلِكُهٗ وَلَا نَفَقَةٍ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰی اِذَا كُنْتُ فِی الْحُجْرَةِ اَوْ فِی الْمَسْجِدِ دَعَانِیْ فَقَالَ امْكُثِیْ فِیْ بَیْتِكِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِیْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۱۸۸) روایت ہے حضرت زینب بنت کعب سے ۱؎ کہ فریعہ بنت مالک ابن سنان جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں انہوں نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے اپنے گھر لوٹ جانے کے متعلق پوچھتی تھیں جو بنی خدرہ میں تھا ۲؎ کیونکہ ان کے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کے پیچھے گئے غلاموں نے انہیں قتل کر دیا ۳؎ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے گھر لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے مجھے کسی ایسے گھر میں نہ چھوڑا جس کا وہ مالک ہو نہ خرچہ میں ۴؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں ۵؎ چنانچہ میں لوٹ گئی حتیٰ کہ جب میں حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو مجھے بلایا ۶؎ اور فرمایا: اپنے گھر میں رہو حتیٰ کہ قرآنی حکم اپنی میعاد کو پہنچ جائے ۷؎ فرماتی ہیں کہ میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری ۸؎

(مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) ۹؎

(۳۱۸۸) ۱؎ آپ زینب بنت کعب ابن عجرہ انصاریہ ہیں بنی سالم ابن عوف قبیلہ سے ہیں تابعیہ ہیں بڑی عالمہ زاہدہ فقیہہ تھیں ۲؎ یعنی انہیں اپنے خاوند کی وفات کی خبر اور گھر میں ملی تھی آپ چاہتی تھیں کہ اپنے میکہ جا کر عدت گزاریں، ان کے میکہ کا گھر بنی خدرہ میں تھا اسی وجہ سے ان کے بھائی کو ابوسعید خدری کہا جاتا ہے یعنی قبیلہ بنی خدرہ میں رہنے والے ۳؎ یہ قتل کا واقعہ مقام قدوم میں ہوا جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ہے، اس قتل کی خبر مدینہ میں ان بی بی صاحبہ کو پہنچی۔ ۴؎ نفقة مجرور ہے کیونکہ منزل پر معطوف ہے یعنی میرے خاوند نے نہ تو اپنا مملوکہ مکان چھوڑا ہے جس میں اپنی عدت کا زمانہ گزار لوں اور نہ خرچہ چھوڑا ہے جو وہاں بیٹھ کر کھاؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کرایہ کے مکان میں تھیں یا کسی نے اپنا مکان انہیں عاریۃً دیا ہوگا۔ ۵؎ یعنی جب ایسی مجبوری ہے تو اپنے میکے چلی جاؤ وہاں ہی عدت گزارو ۶؎ یا خود ہی مجھے آواز دے کر بلالیا یا کسی خادم کو حکم دیا جس نے مجھے واپس لوٹایا ۷؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری فرمان عالی پہلے حکم کا ناسخ ہے۔ اولاً ان بی بی کو منتقل ہونے کی اجازت دی پھر اس اجازت کو منسوخ فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل سے پہلے بھی حکم منسوخ ہوسکتا ہے۔ شب معراج میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا مگر پینتالیس نمازیں عمل سے پہلے ہی منسوخ ہوگئیں امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ پہلا حکم جواز کے لئے تھا دوسرا استحباب کے لئے کیونکہ ان کے ہاں معتدہ کو مکان نہیں ملتا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ معتدہ اپنے اسی مکان میں عدت

الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

راوی کہ فرمایا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ نہ تو زعفرانی کپڑے پہنے اور نہ سرخ رنگ کے[۱] اور نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے نہ سرمہ لگائے[۲] (ابوداؤد نسائی)

(۳۱۹۰)[۱] ممشقہ مشق سے بنا مشق سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں اور گیرو کو بھی مطلب یہ ہے کہ عدت وفات والی عورت سرخ کپڑے نہ پہنے کہ یہ زینت ہے[۲] سیاہ سرمہ لگانا اسے منع ہے جس سے آنکھ میں زینت ہوتی ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ خارش وغیرہ عذر کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہن سکتی ہے امام مالک کے ہاں اونی ریشمی سیاہ کپڑا پہننا بہرحال جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ حِيْنَ دَخَلَتِ امْرَأَتُهٗ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا فَكَتَبَ مُعٰوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْأَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَ بَرِئَ مِنْهَا لَا يَرِثُهَا وَلَا تَرِثُه‘ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۱۹۱) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے[۱] کہ حضرت احوص شام میں فوت ہو گئے[۲] جبکہ ان کی بیوی تیسرے حیض میں داخل ہوئیں وہ انہیں طلاق دے چکے تھے[۳] تو حضرت معاویہ ابن ابوسفیان نے زید ابن ثابت کو خط لکھا ان سے اس کے متعلق دریافت کرتے تھے[۴] تو حضرت زید نے انہیں لکھا کہ وہ جب تیسرے حیض میں داخل ہو گئیں تو اپنے خاوند سے علیحدہ ہو چکیں اور وہ ان سے علیحدہ ہو گئے[۵] نہ یہ ان کی وارث ہوں نہ وہ ان کے[۶] (مالک)

(۳۱۹۱)[۱] آپ اُمّ المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں عظیم الشان تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں[۲] احوص ابن جواب اجنبی اہل کوفہ سے ہیں تابعی ہیں آپ کا انتقال ۱۲۱ھ میں شام میں ہوا (مرقات) [۳] صورت مسئلہ یہ بنی کہ احوص ابن جواب نے اپنی بیوی کو طلاق دی وہ عدت طلاق حیض سے گزار رہی تھیں تیسرا حیض تھا کہ احوص کی وفات واقع ہوگئی ان کی بیوی پر دو عدتیں جمع ہو گئیں ایک طلاق کی عدت جس کا تیسرا حیض گزر رہا تھا۔دوسری وفات کی عدت چار ماہ دس دن[۴] یہ مقدمہ حضرت معاویہ کے ہاں پیش ہوا کہ احوص کی بیوی عدت کس طرح گزاریں صرف عدت طلاق گزاریں یا عدت وفات بھی اور یہ کہ ان کی بیوی صاحبہ کو احوص کی میراث ملے گی یا نہیں کیونکہ عدت کے دوران احوص کا انتقال ہو گیا ہے عدت حکمی نکاح ہے تو شاید میراث مل جائے امیر معاویہ جواب و فیصلہ میں حیران ہوئے تو حضرت زید ابن ثابت کو خط لکھا مسئلہ پوچھنے کے لئے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا عالم بھی مسئلہ پوچھنے میں شرم نہ کرے جو مسئلہ معلوم نہ ہو ضرور دریافت کر لے دیکھو حضرت معاویہ فقیہہ صحابی ہیں مگر جو مسئلہ معلوم نہ تھا وہ اپنے سے بڑے عالم سے دریافت کر لیا۔خیال رہے کہ حضرت زید ابن ثابت میراث کے بڑے عالم تھے[۵] یعنی جب احوص کی بیوی نے تیسرے حیض کا خون دیکھا تو ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی اور احوص کی وفات عدت طلاق پوری ہو چکنے کے بعد واقع ہوئی لہذا وہ اس حیض کی حالت میں اپنا نکاح دوسرے سے کر سکتی ہیں اور خاوند احوص کی میراث نہیں پائیں گی کیونکہ ان کی وفات عدت گزر چکنے پر ہوئی ہے خیال رہے کہ یہ مسئلہ حضرت زید ابن ثابت کے مذہب پر ہے کیونکہ ان کے ہاں عدت طلاق تین طہر ہیں۔تیسرے حیض پر تین طہر پورے ہو چکے تھے۔خبر نہیں کہ

جناب امیر معاویہ نے حضرت زید کا یہ فتویٰ مانا یا نہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عائشہ وابن عمرو زید ابن ثابت کا قول یہ ہے کہ طلاق کی عدت، تین طہر ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اور خلفائے راشدین' عبداللہ ابن مسعود' ابن زبیر' ابن عباس' ابن ابی ... معاذ بن جبل' ابوالدرداء عبادہ ابن صامت' ابوموسیٰ اشعری کا مذہب یہ کہ عدت طلاق تین حیض ہیں یہی امام اعظم کا فرمان ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت زید ابن ثابت سے یہ روایتیں بھی منقول ہیں کہ عدت طلاق تین حیض ہیں ان دونوں بزرگوں کے اقوال مختلف ہیں حضرت سعید ابن مسیب ابن جبیر' عطاء' طاؤس' عکرمہ مجاہد' قتادہ' ضحاک' حسان ابن حی مقاتل' شریک قاضی' سفیان ثوری' امام اوزاعی' ابن شبرمہ' ربیعہ سدی' ابوعبید واسحاق رحمہم اللہ تابعین و تبع تابعین تمام بزرگوں کا یہی مذہب ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں۔ اس قول کی بنا پر تیسرے حیض سے فراغت پر عدت پوری ہوتی ہے مگر چونکہ اسی دوران میں خاوند کی وفات ہوگئی اس لئے اب دراز عدت گزارنی ہوگی یعنی چار ماہ دس دن بھی گزارنی ہوگی۔ ۶؎ اگر عدت حیض سے ہو اور خاوند نے مرض وفات میں طلاق دی ہو تو ایسی صورت میں عورت کو خاوند کی میراث ملے گی اسے شریعت میں فار بالطلاق کہتے ہیں۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رُفِعَتْهَا حَيْضَتُهَا فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذٰلِكَ وَ اِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ التِّسْعَةِ الْاَشْهُرِ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۱۹۲) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت عمر ابن خطاب نے کہ جو عورت طلاق دی جائے پھر ایک یا دو حیض آجائیں پھر اس کے بعد حیض بند ہوجائیں ۱؎ تو وہ نو مہینے انتظار کرے ۲؎ پھر اگر اس کو حمل ظاہر ہوجائے ۳؎ تو فبہا ورنہ نو مہینے کے بعد تین ماہ عدت گزارے پھر وہ حلال ہوجائے گی ۴؎ (مالک)

(۳۱۹۲) ۱؎ رفعتھا دراصل رفعت عنہا تھا عن پوشیدہ ہوگیا اور ھا ضمیر منصوب ہوگئی جسے منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں ۲؎ صورت مسئلہ یہ ہوئی کہ طلاق کی عدت تھی تین حیض' دو حیض آچکے تھے' تیسرا حیض نہ آیا لہٰذا عدت پوری نہ ہوئی یہ عورت نو ماہ اور انتظار کرے کہ شاید اس کو زنا کا حمل رہ گیا ہو یا خاوند کا ہی حمل ہو اور دوبار استحاضہ کا خون آگیا ہو جسے یہ حیض سمجھتی ہو ۳؎ اگر حمل ظاہر ہوگیا تو مسئلہ ظاہر ہے کہ حمل جننے سے اس کی عدت پوری ہوگی۔ خیال رہے کہ اگر عدت طلاق کے دوران میں عورت کو حرام کا حمل رہ جائے تو عدت حمل جننے سے پوری ہوتی ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴؎ صورت مسئلہ یہ ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں اور حاملہ کے لئے حمل جن دینا اور چھوٹی نابالغہ بچی اور آئسیہ بوڑھی جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین مہینے' اس عورت کا حال یہ ہوا کہ طلاق کے بعد اسے دو حیض آئے پھر بند ہوگئے' شبہ ہوا کہ شاید یہ حاملہ تھی اس لئے نو ماہ کا انتظار کیا حمل بھی ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ آئسیہ ہوگئی اب فتویٰ دیا کہ آئسیہ کی عدت تین ماہ گزارے۔ اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے ایک مذہب وہ بھی ہے جو یہاں مذکور ہوا۔ خیال رہے کہ اگر عورت کو کسی بیماری یا بچہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے حیض نہ آئے ہوں تو وہ بغیر تین حیض آئے عدت سے باہر نہ ہوگی علاج کرا کر حیض جاری کرائے پھر عدت پوری کرے اور اگر دوران حیض میں عورت آئسیہ ہوجائے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ
استبراء کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

استبراء کے معنی براءت وعلیحدگی معلوم کرنا' شریعت میں استبراء کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی کی لونڈی خرید' ہبہ' میراث' وصیت وغیرہ کے ذریعہ اپنے قبضہ میں آئے تو اس سے صحبت یا بوس وکنار وغیرہ نہ کرے حتیٰ کہ معلوم کرے کہ حاملہ نہیں ہے ایک حیض اور اگر حائضہ نہ ہو تو ایک ماہ تک انتظار کر کے پھر صحبت کرے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے قریب نہ جائے یہ ہے حقیقت استبراء خیال رہے کہ کنواری لونڈی سے بھی استبراء واجب ہے اگر چہ اس کا پردہ بکارت قائم ہو کیونکہ آگے حدیث میں مطلقاً استبراء کا حکم آرہا ہے جس سے ہرلونڈی مقبوضہ سے استبراء واجب ہونا معلوم ہو رہا ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ مَرَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ مُجِحٍّ فَسَالَ عَنْهَا فَقَالُوْا اَمَةٌ لِفُلَانَ قَالَ اَیُلِمُّ بِهَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهٗ لَعْنًا یَدْخُلُ مَعَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ کَیْفَ یَسْتَخْدِمُهٗ وَهُوَ لَا یَحِلُّ لَهٗ اَمْ کَیْفَ یُوَرِّثُهٗ وَهُوَ لَا یَحِلُّ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۹۳) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حاملہ عورت پر گزرے[۱] تو اس کے متعلق دریافت کیا[۲] لوگوں نے کہا کہ فلاں کی لونڈی ہے[۳] فرمایا: کیا وہ اس سے صحبت کرتا ہے؟ لوگ بولے: ہاں۔[۴] فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں جائے[۵] اس سے خدمت کیسے لے سکتا ہے حالانکہ وہ اسے حلال نہیں بلکہ اسے وارث کیسے کرسکتا ہے اور وہ اسے حلال نہیں[۶] (مسلم)

(۳۱۹۳)[۱] مجح میم کے پیش جیم کے کسرہ ح کے شد سے' حاملہ عورت قریب الولادۃ (مرقات) [۲] کہ یہ آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے اگر لونڈی ہے تو فی الحال کس کی ملک میں آئی ہے یا پہلے سے ہی اس کی مملوکہ تھی [۳] جو قید ہوکر آئی اور چندروز سے اس کی مملوکہ بنی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔[۴] غالبًا اس شخص نے ان لوگوں پر اپنی صحبت کا اظہار کردیا ہوگا کہ میں اس سے صحبت کرتا ہوں یا لونڈی نے خبر دی ہوگی [۵] یعنی ایسی سخت لعنت کروں جس کا اثر اس پر بعد موت بھی رہے کیونکہ اس نے استبراء کے بغیر صحبت شروع کردی معلوم ہوا کہ استبراء واجب ہے اور ترک واجب پر لعنت ہوسکتی ہے مگر حضور نے اس پر لعنت کی نہیں کہ وہ اس مسئلہ سے بے خبر تھا۔[۶] اُم منقطعہ ہے بمعنی بلکہ اور ھو کا مرجع یہ عمل ہے کہ لونڈی مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دو جرم کرتا ہے ایک تو استبراء سے پہلے اس لونڈی سے صحبت کرنا دوسرے غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنانا یا اپنے بچہ کو اپنا غلام بنانا اس طرح کہ اگر اب سے چھ ماہ بعد لونڈی کے بچہ پیدا ہو تو پتا نہ لگے گا کہ یہ بچہ اس کے پہلے مالک یا خاوند کا ہے یا اس کا اپنا اب اگر یہ اس بچہ کو اپنا بیٹا سمجھے تو اسے اپنی میراث دے گا اور ممکن ہے کہ اس کا نہ ہو پہلے مالک کا ہو تو غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنا دیا یہ حرام ہے اور اگر غیر کا بچہ سمجھ کر اسے اپنا غلام بنائے تو احتمال ہوگا کہ اس کا اپنا بیٹا ہو اور اپنے بیٹے کو اپنا غلام بنانا حرام ہے بہرحال اس میں خلط نسب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَفَعَهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ سَبَایَا اَوْ طَاسٍ لَا تُوْطَأُ حَامِلٌ حَتّٰی تَضَعَ وَلَا غَیْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰی تَحِیْضَ حَیْضَةً۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۱۹۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ حضور نے اوطاس کی لونڈیوں کے متعلق فرمایا[1] کہ کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے حتیٰ کہ حمل جن دے اور نہ غیر حاملہ سے صحبت کی جائے حتیٰ کہ اسے حیض آ جائے[2] (احمد،ابوداؤد،دارمی)

(۳۱۹۴)[1] جوغزوۂ اوطاس میں گرفتار ہو کر آئی تھیں اوطاس مکہ معظمہ سے تین منزل فاصلہ پر ایک جگہ ہے یہ غزوہ فتح مکہ کے فوراً بعد ہوا[2] اس سے معلوم ہوا کہ جو لونڈی اپنی ملک میں آئے اگر حاملہ ہو تو حمل جننے تک اس کے پاس نہ جائے اگر غیر حاملہ ہو تو ایک حیض کا انتظار کرے اگر بحالت حیض مالک ہوا، تو اس حیض کا اعتبار نہیں اس کے علاوہ ایک اور حیض کا انتظار کرے اگر اسے کم عمری یا زیادتی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو جمہور علماء کے نزدیک ایک ماہ کا انتظار کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر زوجین میں سے ایک ہمارے ہاں گرفتار ہو کر آ جائے تو نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن اگر دونوں گرفتار ہو کر آ جائیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا اور ہر نئی ملکیت میں استبراء واجب ہوتا ہے مرد سے خریدے یا عورت سے لہٰذا مکاتبہ جب اپنے کو اداء کتابت سے عاجز کر دے یا فروخت کردہ لونڈی جب عیب یا فسخ بیع کی وجہ سے واپس ہو جائے تو بھی استبراء کرے۔(مرقاۃ)

وَعَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ لَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّسْقِیَ مَآءَهٗ زَرْعَ غَیْرِهٖ یَعْنِیْ اِتْیَانَ الْحُبَالٰی وَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّقَعَ عَلَی امْرَاَةٍ مِّنَ السَّبْیِ حَتّٰی یَسْتَبْرِئَهَا وَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّبِیْعَ مَغْنَمًا حَتّٰی یُقْسَمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ اِلٰی قَوْلِهٖ زَرْعَ غَیْرِهٖ)

(۳۱۹۵) روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت انصاری سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن[2] کہ کسی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کا کھیت سینچے یعنی حاملہ سے صحبت کرنا[3] اور جو شخص اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے یہ حلال نہیں کہ کسی قیدی عورت سے بغیر استبراء کئے صحبت کرے[4] اور جو شخص اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے یہ حلال نہیں کہ تقسیم سے پہلے غنیمت فروخت کرے[5]

(ابوداؤد) ترمذی نے غیرہ تک روایت کی۔

(۳۱۹۵)[1] صحابی ہیں انصاری ہیں مصریوں میں شمار کئے جاتے ہیں امیر معاویہ نے انہیں طرابلس الغرب کا حاکم بنایا ۴۶ھ میں انہوں نے ۴۷ھ میں افریقہ پر جہاد کیا ۵۶ھ میں شام میں وفات پائی۔[2] حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک جنگل کا نام ہے فقیر نے اس کی زیارت کی ہے فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا[3] یہ تفسیر یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی یا راوی نے کی غیر کی حاملہ سے صحبت کرنا حرام ہے کہ اس میں اپنا نسب مشکوک مخلوط کرنا ہے حمل اگرچہ زنا کا ہو جب بھی صحبت حرام ہے اس لئے حاملہ بالزنا سے نکاح حلال ہے مگر

صحبت حرام ہے حاملہ ہو یا نہ ہو اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ کنواری باکرہ لونڈی سے بھی بغیر استبراء صحبت درست نہیں کیونکہ سبی مطلق ارشاد ہوا۔ ۵؎ کیونکہ غنیمت تقسیم سے پہلے کسی کی ملک نہیں ہوتی اس وقت اس کی بیع ایک قسم کی خیانت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِاسْتِبْرَاءِ الْاِمَاءِ بِحَيْضَةٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ وَثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيْضُ وَيَنْهٰى عَنْ سَقْىِ مَاءِ الْغَيْرِ ۔

(۳۱۹۶) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لونڈی سے استبراء کرنے کا حکم دیتے تھے ایک حیض سے اگر وہ حائضہ میں سے ہو اور تین مہینوں سے اگر ان میں سے ہو جنہیں حیض نہیں آتا ۲؎ اور منع فرماتے تھے دوسرے کے پانی سے سیرابی سے ۳؎

(۳۱۹۶) ۱؎ امام مالک تبع تابعین سے ہیں لہٰذا اس حدیث میں تابعی وصحابی دونوں کا ذکر نہیں یا یہ حدیث مرسل ہے یا مسند مگر اسناد کا ذکر نہیں چونکہ امام مالک بڑے پایہ کے محدث ہیں اس لئے ان کی بغیر اسناد والی حدیث بھی قبول ہے جیسے تعلیقات بخاری مقبول ہیں۔ ۲؎ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ استبراء میں حیض تو ایک ہی کافی ہے اختلاف اس میں ہے کہ استبراء کے لئے مہینہ ایک کافی ہے، یا تین ضروری بعض علماء تین ماہ مانتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر جمہور علماء ایک مہینہ کافی مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مہینہ حیض کے قائم مقام ہے جب حیض ایک کافی ہوا تو مہینہ بھی ایک ہی کافی ہونا چاہئے (نووی مرقات) ۳؎ یعنی دوسرے کے پانی دیئے ہوئے کھیت میں اپنا پانی نہ دو کہ دوسرے کی حاملہ عورت سے تم صحبت نہ کرو تاکہ بچہ دو باپوں کا مخلوط نہ ہو جائے کیونکہ حاملہ عورت سے صحبت کی جائے تو بچہ کے بال وغیرہ میں اس پانی کی آمیزش ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِىْ تُوْطَأُ اَوْ بِيْعَتْ اَوْ اُعْتِقَتْ فَلْتَسْتَبْرِأْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تَسْتَبْرَاءِ الْعَذْرَاءُ رَوَاهُمَا (رَزِيْنٌ)

(۳۱۹۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے فرمایا کہ جب وہ لونڈی جس سے وطی کی جاتی تھی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کا استبراء رحم ایک حیض سے کرلیا جائے اور کنواری کا استبراء نہ کیا جائے ۱؎ (رزین)

(۳۱۹۷) ۱؎ یہ حضرت ابن عمر کی رائے شریف ہے کہ کنواری لونڈی جو پہلے کسی کے نکاح میں نہ تھی یا جس کا خاوند بہت چھوٹا بچہ تھا جو صحبت نہیں کرسکتا تھا یا ابھی اس کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ گرفتار ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی اس کے استبراء کی ضرورت نہیں کیونکہ استبراء تو یہ معلوم کرنے کو ہوتا ہے کہ لونڈی حاملہ ہے یا نہیں ان صورتوں میں حمل کا احتمال ہی نہیں تو استبراء کی کیا ضرورت ہے مگر تمام علماء فرماتے ہیں کہ استبراء کے وجوب کا سبب ملکیت حاصل ہونا ہے لہٰذا ایسی لونڈی سے استبراء کیا جائے دیکھو اگر عورت کا خاوند خلوت سے پہلے فوت ہوجائے تو بھی عدت واجب ہے حالانکہ وہاں حمل کا احتمال ہی نہیں۔ گزشتہ احادیث میں ہر لونڈی کے استبراء کا حکم دیا گیا نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس کی تمام لونڈیوں سے استبراء کا حکم دیا حالانکہ ان میں بعض کنواریاں بھی تھیں۔ غالبًا حضرت ابن عمر کو وہ احادیث پہنچی نہیں اور قیاس صحابی حدیث مرفوع کے مقابل معتبر نہیں۔

بَابُ النَّفَقَاتِ وَ حَقِّ الْمَمْلُوْكِ خرچوں اور مملوکہ کے حق کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

نفقہ یا نفوق بمعنی ہلاکت سے ہے یا نفاق بمعنی علیحدگی ورواج سے بنا۔امام محمد زمخشری فرماتے ہیں کہ عربی میں جس کا'ف کلمہ نون ہو اور عین کلمہ ف اس میں جانے و نکلنے کے معنی ضرور ہوتے ہیں جیسے نفق' نفر'نفد' نفذ'نفخ' نفس' نفی وغیرہ۔اصطلاح میں نفقہ خرچہ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ختم ہوتا رہتا ہے خیال رہے کہ کسی کا نفقہ واجب ہونے کی تین وجہیں ہیں۔زوجیت' قرابت' ملکیت چونکہ نفقے بہت سی قسم کے ہیں اولاد کا خرچہ' ماں باپ کا' بیوی کا' غلام ولونڈی کا' مملوکہ جانوروں کا اس لئے نفقات جمع فرمایا۔مملوک کے مالک پر تین حق ہیں کھانا' کپڑا اور طاقت سے زیادہ کام نہ کرانا (از مرقات واشعہ) ظاہر ہے کہ یہاں مملوک سے مراد مملوک لونڈی غلام ہیں اور ہوسکتا ہے کہ مملوک جانور بھی اس میں داخل ہوں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَ وَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا۱یا رسول اللہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اس قدر خرچہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر یہ کہ میں ان کی بے خبری میں ان سے لے لوں۲ تو فرمایا: جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو بقدر معروف لے لو۳ (مسلم بخاری)

(۳۱۹۸)۱آپ کا نام ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے یعنی عبد مناف میں حضور سے مل جاتی ہیں عتبہ کفار مکہ کا سردار تھا ہند ابوسفیان کی بیوی اور فتح مکہ کے سال ابوسفیان کے بعد ایمان لائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح قائم رکھا ان کے زمانہ کفر کے حالات سب کو معلوم ہیں ایک دن بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ پہلے مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ناپسند تھے اب مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ہی محبوب معلوم ہوتے ہیں حضور نے فرمایا: وایضاً یعنی ابھی تم کو مجھ سے محبت اور بھی زیادہ ہوگی جس قدر تمہارا ایمان کامل ہوتا جائے گا اسی قدر میری محبت بڑھتی جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم پہلے تم سے نفرت کرتے تھے اب محبت کرتے ہیں آپ کی وفات زمانہ فاروقی میں ابوقحافہ (والد ابوبکر الصدیق) کے وفات کے دن ہوئی بڑی عالمہ فصیحہ تھیں زمانہ فاروقی میں بہت جہادوں میں شریک ہوئیں اور بڑے کارنامہ کئے رضی اللہ عنہا۲یعنی ان کی جیب یا ان کے گھر سے ان کی بے خبری میں جو کچھ لے لوں وہ تو مجھے آسانی سے مل جاتا ہے وہ خود اپنی خوشی سے کافی خرچہ نہیں دیتے۔۳یعنی تم کو اجازت ہے کہ بقدر ضرورت ابوسفیان سے بغیر پوچھے ان کا مال لے سکتی ہو۔خیال رہے کہ یہ فتویٰ ہے فیصلہ یعنی قضا نہیں ورنہ ابوسفیان کو بلا کر جواب دعویٰ سنا جاتا فیصلہ بغیر دوسرے فریق کے بیان لئے نہیں ہوتا اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے بیوی کا خرچہ خاوند پر لازم ہے اگرچہ بیوی غنی ہو چھوٹی اور ضرورت مند اولاد کا خرچہ باپ پر لازم ہے اہل قرابت کا خرچہ بقدر ضرورت لازم ہے۔فتویٰ اور فیصلہ کے وقت اجنبیہ عورت سے کلام کرنا مفتی وقاضی کو جائز ہے فتویٰ یا فیصلہ لینے کے لئے حاکم وعالم کے سامنے کسی کے عیب بیان کرنا جائز ہے حق والا اپنا حق بغیر اس

کی اجازت بلکہ بغیر اس کے علم کے بھی لے سکتا ہے۔فتویٰ میں شرط کا بیان ضروری نہیں بغیر شرط فتویٰ دیا جاسکتا ہے یعنی یہ لازم نہیں کہ مفتی کہے کہ اگر تو سچا ہے اور صورت حال وہی ہے جو تو کہتا ہے تو حکم یہ ہے بلکہ اس کے بغیر بیان کئے ہوئے حکم شرعی سنا دینا جائز ہے اگرچہ تعلیق افضل ہے بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے لہذا وہ خاوند کا مال اس پر خرچ کرسکتی ہے۔ بہت سی باتیں عرف و عادت پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ خرچہ وغیرہ بیوی ضرورت کے موقع پر حاکم یا عالم کے پاس جاسکتی ہے۔ غائب خاوند کے مال سے اس کی بیوی بچوں کا خرچہ دلوایا جائے جبکہ وہ روزی نہ دے گیا ہو نہ بھیجتا ہو بعض علماء نے اس حدیث سے قضا علی الغائب جائز مانی وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کا فیصلہ تھا جو ابوسفیان کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دیا گیا مگر حق یہ ہے کہ یہ فتویٰ تھا (مرقات) ورنہ گواہی ضرور لی جاتی۔ بیوی ضرورت پر اپنے خاوند کا مال فروخت کرسکتی ہے کیونکہ ہندہ روپیہ پیسہ بھی ابوسفیان کی جیب سے نکال سکتی تھیں اور روپیہ پیسہ فروخت ہوکر ہی کام آتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۹۹) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تم میں سے کسی کو مال دے تو وہ اپنے نفس اور اپنے گھر والوں سے شروع کرے[۱] (مسلم)[۲]

(۳۱۹۹)[۱] یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر خرچ کرو پھر اپنے گھر والوں پر، اہل بیت میں بیوی اور نابالغ اولاد اور بالغ حاجت مند اولاد ماں باپ وغیرہ سب داخل ہیں۔[۲] یہ حدیث امام احمد و نسائی نے حضرت جابر سے مرفوعاً کچھ اختلاف سے بیان کی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام کے لئے اس کا کھانا کپڑا ہے[۱] اور اسے اس قدر کام کی تکلیف نہ دے جس کی وہ طاقت نہ رکھے[۲] (مسلم)

(۳۲۰۰)[۱] یعنی مولیٰ پر لونڈی غلام کا بقدر ضرورت درمیانی کھانا کپڑا واجب ہے اس کھانے کپڑے میں عرف کا لحاظ ہے شریعت نے حد مقرر نہیں فرمائی (مرقات)[۲] یعنی ہمیشہ کے لئے مشکل کام کا حکم نہ دو اگر ضرورۃً ایک دو دن مشکل کام کرالیا جائے تو جائز ہے خصوصاً جبکہ مولیٰ خود کام میں شریک ہوجائے۔(مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهٗ فَاِنْ كَلَّفَهٗ مَا يَغْلِبُهٗ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۰۱) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضہ میں دے دیا[۱] تو جسے اللہ اس کے بھائی کا مالک بنادے تو اسے اس میں کھلائے جو خود کھائے اور اس سے پہنائے جو خود پہنے[۲] اور اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس پر غالب آجائے اور اگر غالب کام کی تکلیف دے تو اس پر اس کی مدد کرے[۳] (مسلم بخاری)

(۳۲۰۱)[۱] اخوانکم یا تو پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے انسانی یا دینی بھائی ہیں یا یہ مبتدا ہے اور جعلهم الله خبر، مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم اور وہ دونوں اولاد آدم اور مسلمان ہیں۔ رب تعالیٰ

اس کے عکس پر بھی قادر تھا کہ انہیں مولیٰ اور تمہیں غلام بنا دیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اور اس کو غلام بنا دیا۔ اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔ ۲؎ یہ حکم استحبابی ہے خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعاً واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مما یا کل جنس کے بیان کے لئے ہے نہ کہ نوع کے لئے یعنی مولیٰ کو چاہئے کہ اپنی طرح غلام کو بھی پائجامہ، کرتہ، ٹوپی یا عمامہ دے اگرچہ اس کا اپنا یہ لباس اعلیٰ لٹھے ململ کا ہو غلام کا معمولی گاڑھے کا، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں ۳؎ یعنی اگر غلام سے بھاری ومشکل کام کرائے تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کر دے اگر بھاری شہتیر اٹھوانا ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جائے یا اپنے کسی ماتحت کو لگا دے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَاۤءَهٗ قَهْرَ مَانٌ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَعْطَيْتَ الرَّقِيْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفٰى بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْتُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ۱؎ کہ ان کے پاس ایک خزانچی آیا ۲؎ تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا؟ بولا: نہیں۔ فرمایا: جاؤ انہیں دے دو ۳؎ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے یہی گناہ بہت ہے کہ مملوک سے اس کا کھانا روکے ۴؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انسان کے لئے کافی گناہ یہ ہے کہ اسے ہلاک کر دے جس کو روزی دیتا ہو ۵؎ (مسلم)

(۳۲۰۲) ۱؎ عمرو کا واؤ یا تو اپنا ہے اور یہ واقعہ عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کا ہے یا عمر عین کے پیش سے ہے اور واقعہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب کا، رضی اللہ عنہم اور واؤ حالیہ ہے (مرقات) ۲؎ قہرمان فارسی لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا ہے اس کے معنی ہیں خزانچی، وکیل، گھر کا مختار و منتظم کار ۳؎ قوت سے مراد خرچہ ہے۔ اکثر کھانے پر بولا جاتا ہے، کھانے کا وقت تھا آپ نے اپنے کھانے سے پہلے اپنے لونڈی غلاموں کو کھانا دلوایا، پھر خود کھایا۔ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پہلے مہمانوں کو کھلاتے تھے پھر خود کھاتے تھے اور دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ ایسے مولیٰ وغلام دنیا کے لئے اللہ کی رحمت ہیں۔ ایسے حکام کے زمانہ میں زمین پر آسمان سے برکتیں اترتی ہیں۔ ۴؎ یا اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دبلے کمزور ہو جائیں دو چار فاقے کرا کر ایک وقت دے دے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی، غلام پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اسی لئے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے۔ شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھا لو کھلا لو۔ ۵؎ علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کس سے کہے اس کا اللہ کے سوا فریاد سننے والا کون ہے، بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایت کی اور سرکار نے ان کے اعلیٰ انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر:

خلق کے دادرس سب کے فریادرس — کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] نہیں کرتے جو سلوک

غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ یہاں صاحب مشکوٰۃ سے غلطی ہوئی کہ آخر میں رواہ مسلم فرمادیا۔ مسلم کی روایت قوتہ پر ختم ہوگئی اور کفی بالمرء سے ابوداؤد ونسائی کی روایت ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَآءَهٗ بِهٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَ دُخَانَهٗ فَلْیُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْیَاْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَیْنِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کرے' پھر وہ کھانا لائے اور اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہوا تو اسے اپنے ساتھ بٹھالے کہ وہ بھی کھائے۲ لیکن اگر کھانا تھوڑا ہو۳ تو اس میں سے خادم کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۴ (مسلم)

(۳۲۰۳)۱ یہاں خادم میں لونڈی غلام بلکہ نوکر چاکر سب شامل ہیں۔۲ یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلائے اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر وغریب' آقا وغلام یکجا ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہوں تو کیا حرج ہے۔۳ مشفوہ شفۃٌ سے بنا بمعنی ہونٹ' مشفوہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہو جائیں' بہت سے منہ کھائیں' اب تھوڑے کو بھی مشفوہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے یا مشوہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے۔۴ یہ حکم استحبابی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہوگا' نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِهٖ وَ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۰۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مولیٰ کی خیرخواہی کرے۱ اور اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے۲ تو اسے ڈبل ثواب ہے۳ (مسلم بخاری)

(۳۲۰۴)۱ خیرخواہی یہ ہے کہ مولیٰ کا ہر جائز حکم مانے' اس کی چیز برباد نہ ہونے دے۔ اس کے پس پشت اس کے مال واولاد کی نگرانی کرے۲ کہ اللہ رسول کے احکام پر پابندی سے عمل کرے' مولیٰ کی خدمت کی وجہ سے ان سے بے پرواہ نہ ہو جائے۳ کیونکہ اس کی محنت بھی ڈبل ہے خلق کی خدمت خالق کی عبادت اس سے معلوم ہوا کہ دنیادار کی عبادت تارک الدنیا کی عبادت سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ یہاں مولیٰ کی اطاعت کا ذکر ربّ کی عبادت سے پہلے فرمایا گیا کیونکہ معاملات بمقابلہ عبادات زیادہ اہم ہیں حقوق العبد کی حفاظت حقوق اللہ سے زیادہ ہے کہ بندہ محتاج ہے ربّ غنی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ یَّتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَ طَاعَةِ سَیِّدِهٖ نِعِمَّالَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۰۵) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے لئے یہ بہت اچھا ہے۱ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں موت دے کہ اپنے رب کی عبادت اور مولیٰ کی اطاعت کرتا ہو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۲ (مسلم بخاری)

(۳۲۰۵)۱ نعما اصل میں نعم ما تھا نعم کی میم ما کی میم میں مدغم ہوگئی۔۲ دوبار نعما فرمانا یا تو تاکید کے لئے ہے یا پہلے نعما سے دنیا کی

بہتری مراد تھی اور اس نعما سے آخرت کی بہتری مراد ہے یعنی اگر غلام مرتے دم تک اپنے مولیٰ کی طاعت اور رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے،تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے یا یہ دنیا میں بھی اچھا ہے اور آخرت میں بھی اچھا کسی غلام کو اس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا۔ غلام بہت رویا اور بولا کہ آپ نے میرے لئے خیر کا دروازہ بند کر دیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کامل نیکی وہ ہے جو مرتے دم تک کی جائے' نیکی پر ہی موت آئے۔

وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَوَالِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْهِمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۶) روایت ہے حضرت جریر[۱] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی[۲] اور ان سے دوسری روایت میں ہے فرماتے ہیں جو غلام بھاگ جائے تو اس کا ذمہ بری ہو گیا[۳] اور انہیں کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا جو غلام اپنے مولاؤں سے بھاگ جائے وہ کافر ہو گیا[۴] حتی کہ ان تک لوٹ آئے[۵] (مسلم)

(۳۲۰۶)[۱] آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں کنیت ابوعمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے۔ پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے۔ مقام قرقسیا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں۔ آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں (اکمال) [۲] یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعاً درست ہو جائے مگر اللہ کے ہاں مقبول نہیں' شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ اور[۳] اس جملہ کا مطلب یا یہ ہے کہ اگر غلام مرتد ہو کر کفار کے ملک میں چلا جائے تو اسلام کی امان سے نکل جائے گا اس کا قتل جائز ہو گا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر دارالسلام میں رہے تو اس سے اللہ کی امان اٹھ جاتی ہے اس کو مارا پیٹا جا سکتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ بھاگنے کے زمانہ کا خرچ مالک پر نہیں اور اس زمانہ کی قباحت و جرم کا اثر مولیٰ پر نہ ہوگا۔[۴] کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا[۵] حتیٰ کا تعلق یا تو تمام روایات سے ہے اور یہ جملہ ان تینوں جرموں کی انتہا ہے یا فقط آخری جملہ سے ہے یعنی کافر و ناشکرا رہے گا لوٹ آنے تک۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مولیٰ اپنے مملوک کو تہمت لگائے' وہ اس سے بری ہو' تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے[۱] مگر یہ واقعہ وہی ہے جو اس نے کہا[۲] (بخاری مسلم)

(۳۲۰۷)[۱] غالباً مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی کوڑے جاری ہوتے ہیں' مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی۔ سرکار فرما رہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزا یاب بھی۔ ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب وغیرہ' کسی کو تہمت لگانے پر ... نہیں [۲] ... حدیث احمد' ابوداؤد' ترمذی نے بھی

روایت کی۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعاً روایت کی کہ اگر مولیٰ یا زانیہ یا اے زانی کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ ان کی ماں کو تہمت ہے زبان قابو میں رکھنی چاہیئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلاَمًا لَهٗ حَدًّا لَمْ يَأْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے غلام کو وہ حد مارے[۱] جو جرم اس نے کیا نہیں یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے[۲] (مسلم)

(۳۲۰۸)[۱] یعنی بےقصور مارے پیٹے' حد سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ ہر سخت مار پیٹ ہے[۲] اس طمانچہ سے مراد ظلماً طمانچہ مارنا ہے۔ ادب سکھانے پڑھانے پر طمانچہ مارنا درست ہے یہی حکم شاگرد' مرید' بچے یا رعایا کو مارنے کا ہے کہ بلاقصور مار پر پکڑ ہے اس کا کفارہ غلام کے لئے تو اسے آزاد کردینا ہے اور باقی لوگوں کے لئے انہیں کچھ دے کر خوش کردینا ہے یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو ان سے معافی مانگ لینا ہے۔ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کی ہم پروا نہیں کرتے مگر ہیں بڑی خطرناک۔ میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مزدور کام کررہا تھا کسی نے اسے کہہ دیا او حرامی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اس کی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ۔ وہ حیران ہوگیا۔ آخرکار اس نے مزدور سے معافی مانگی اسے پانچ روپے دیئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے۔ انسان اپنی زبان اور اعضاء پر پورا کنٹرول رکھے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۰۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود انصاری سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو ماررہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی[۲] کہ اے ابومسعود سوچو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنے تم اس پر ہو[۳] میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے[۴] میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہے اللہ کی راہ میں۔[۵] تب حضور نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرتے تو تم کو آگ جلاتی یا آگ پہنچتی[۶] (مسلم)

(۳۲۰۹)[۱] مشہور صحابی ہیں بعض نے انہیں اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنی سے اہل بدر ہیں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے' آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ آخر عمر میں کوفہ قیام رہا ۴۱ یا ۴۲ھ میں وفات ہوئی (اکمال)[۲] یعنی یہ آواز کلام سنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔[۳] کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی' جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔[۴] جو یہ فرمارہے تھے آپ کی نظر کی اکسیر اور نصیحت کی تاثیر کا وہ اثر ہوا کہ میرا سارا غصہ ختم ہوگیا' جوش ٹھنڈا ہوگیا۔[۵] تاکہ یہ آزادی میرے اس قصور کا کفارہ ہوجائے۔[۶] کیونکہ تم نے اسے بےقصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہٰذا یہ مارنا

جرم ہوا اور تھا حق العبد' اس لئے خطرہ تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقع پر آزاد کردینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہوجانے پر کوئی نیکی کردینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (۱۱٬۱۱۴) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں (کنزالایمان)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَالًا وَّاِنَّ وَالِدِیْ یَحْتَاجُ اِلٰی مَالِیْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْیَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۱۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد میرے مال کے محتاج ہیں[۱] فرمایا: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے ہیں[۲] یقیناً تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے' اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ[۳] (ابوداؤد' ابن ماجہ)[۴]

(۳۲۱۰)[۱] تو میرا مال میرا والد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں' خصوصاً حاجت کے وقت[۲] ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور طبرانی نے حضرت سمرہ وابن مسعود سے مرفوعاً یوں روایت فرمائی انت ومالك لابيك مطلب ایک ہی ہے یعنی تم بھی اپنے باپ کے ہو تمہارا مال بھی لہذا تمہارے باپ کو حق ہے کہ تم سے جانی خدمت بھی لیں اور مالی خدمت بھی۔[۳] اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے' غنی اولاد پر فقیر ماں باپ کا خرچہ واجب ہے اور اگر ماں باپ غنی ہوں انہیں اولاد کے مال کی ضرورت نہ ہو تو ہدایا دیتے رہنا مستحب ہے۔ اگر باپ اولاد کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا' اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے تو اس پر حد زنا نہیں۔ اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہیں۔ خیال رہے کہ بچہ کو ماں خون پلا کر پالتی ہے باپ مال کھلا کر یعنی جانی خدمت ماں کرتی ہے اور مالی خدمت باپ' اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور یہاں ارشاد ہوا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے' جیسی پرورش ویسا اس کا شکریہ۔ یہ ہے اس سرکار سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف۔ خیال رہے کہ بوقت حاجت ہر ذی رحم قرابت دار کا نفقہ مالدار عزیز پر واجب ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ (۱۷٬۲۶) اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو (کنزالایمان) یہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں سوائے ماں باپ کے کسی عزیز کا خرچہ واجب نہیں۔ امام احمد کے ہاں ہر محتاج عزیز کا خرچہ واجب ہے ذی رحم ہو یا نہ ہو ان تمام مسائل کے دلائل کتب فقہ یا مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ فرمایئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کا نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے[۴] یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مختلف الفاظ سے نقل فرمائی جو مختلف محدثین نے مختلف اسناد سے بیان کئے۔ چنانچہ ترمذی وابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ بہترین روزی وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے۔ ترمذی نے اسے حسن فرمایا۔ (مرقات)

وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَیْسَ لِیْ شَیْءٌ وَّلِیْ

(۳۲۱۱) روایت ہے انہی سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ بولا:

يَتِيْمٌ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيْمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَاثِلٍ .
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

میں محتاج ہوں[۱] میرے پاس کچھ نہیں اور میرے پاس ایک یتیم ہے[۲] تو فرمایا: اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ' نہ فضول خرچی کر کے نہ جلدی کر کے اور نہ مال جمع کرتے ہوئے[۳] (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۳۲۱۱)[۱] جی ہاں فقیر بمعنی مسکین ہے یعنی میرے پاس کچھ نہیں' احناف کے ہاں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ہو مگر نصاب سے کم کہ اس پر نہ زکوۃ واجب ہو نہ فطرانہ قربانی' مگر مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ امام شافعی کے ہاں اس کے برعکس مگر ان دونوں اماموں کے ہاں ہر ایک لفظ دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتا ہے۔ یہاں فقیر بجائے مسکین استعمال ہوا[۲] جس کے پاس وراثت سے ملا ہوا مال ہے اور وہ میرا عزیز قرابتی ہے میری پرورش میں ہے میں اس کا قیم و منتظم ہوں۔[۳] یعنی چونکہ تم اس کی خدمت و پرورش کرتے ہو اور نادار ہو اس لئے اس کے مال سے اپنا حق الخدمت لے سکتے ہو مگر تین قسم کی پابندی سے' ایک یہ کہ ضرورت سے زیادہ مال نہ لو' دوسرے یہ کہ ضرورت سے پہلے مال نہ لو ضرورت کے وقت لو' یا ولا مبادر کے معنی یہ ہیں کہ اس یتیم کے بلوغ سے پہلے اس کا مال ختم کر دینے کی کوشش نہ کرو۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: ولا تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا تیسرے یہ کہ صرف وقتی طور پر استعمال کرو' آئندہ کے لئے جمع نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا ولی اگر مسکین غریب ہو تو اس کے مال سے بقدر ضرورت استعمال کرے اور بلا ضرورت ہاتھ نہ لگائے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَى اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ)

(۳۲۱۲) روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور اپنے مرض میں فرماتے تھے نماز[۱] اور غلاموں کی نگرانی کرو[۲] (بیہقی' شعب الایمان) اور احمد و ابوداؤد نے حضرت علی سے اسی طرح[۳]

(۳۲۱۲)[۱] ظاہر یہ ہے کہ الصلوۃ منصوب ہے الزموا پوشیدہ فعل کا مفعول بہ یعنی نماز کی پابندی و حفاظت کرو مرتے دم تک نہ چھوڑو۔ معلوم ہوا کہ نماز بڑا ہی اہم فریضہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کی وصیت فرمائی' سعادت مند اولاد باپ کی وصیت سختی سے پوری کرتی ہے' سعادت مند امتی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر سختی سے پابندی کرے۔ اللہ تعالٰی توفیق دے۔ مومن مرنے کے بعد قبر میں بھی نماز پڑھتا ہے[۲] یعنی اپنے لونڈی غلاموں سے اچھا برتاؤ کرو ان کے حقوق ادا کرو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے مراد مملوکہ مال ہیں یعنی اپنے مملوکہ مالوں کا حساب رکھو ان کی زکوۃ' قربانی' فطرہ وغیرہ دیتے رہو۔ نماز بدنی عبادت ہے زکوۃ مالی عبادت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں کہ اس سے لونڈی غلاموں پر مہربانی مراد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد تمام مملوکہ جاندار ہوں' لونڈی غلام' جانور وغیرہ یہ حدیث بہت جامع ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ صلوۃ سے تمام حقوق الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے تمام حقوق خلق کی جانب اشارہ ہے یعنی خالق و مخلوق کے حقوق ادا کرو حتی کہ رعایا' شاگرد' مرید' نوکر چاکر' لونڈی غلام' جانور سب پر ہی مہربانی کرو اور سب کے حقوق ادا کرو۔[۳] جامع صغیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت دو بار فرمائی یعنی الصلوۃ اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ دو بار ارشاد کئے تاکید کے لئے۔ یہ حدیث احمد' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان نے مختلف راویوں سے روایت کی۔ چنانچہ احمد و ابن ماجہ نے حضرت اُمّ سلمہ سے' طبرانی نے ابن عمر سے' ابن حبان نے حضرت انس سے رضی اللہ عنہم (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۲۱۳) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے' وہ نبی کریم صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

علیہ وسلم سے راوی' فرمایا کہ جنت میں داخل نہ کیا جائے گا بدخلق۱ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۳۲۱۳)۱یعنی بدخلق بدخواولاً جنت میں نہ جائے گا پہلے بدخلقی کی سزا پائے گا پھر جنت میں جائے گا یا جنت کے اعلیٰ مقام پر نہ جائے گا یا خوش خلق لوگوں کے ساتھ نہ جائے گا لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہر مسلمان جنتی ہے اگرچہ بڑا گنہگار ہو اور ہوسکتا ہے کہ یہاں بدخلق سے وہ شخص مراد ہو جس کے اخلاق اللہ رسول کے ساتھ بھی خراب ہوں' ظاہر ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہ جائے گا۔

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُوْمٌ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَلَمْ اَرَنِيْ غَيْرِ الْمَصَابِيْحِ مَا زَادَ عَلَيْهِ فِيْهِ مِنْ قَوْلِهٖ وَالصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ وَالْبِرُّ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ.

(۳۲۱۴) روایت ہے حضرت رافع ابن مکیث سے۱ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوش خلقی برکت ہے اور بدخلقی نحوست۲ (ابوداؤد) اور میں نے سوائے مصابیح کے وہ نہ دیکھا جو اس حدیث میں اس پر زیادہ ہے۳ آپ کا فرمان کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر بڑھاتی ہے۴

(۳۲۱۴)۱آپ صحابی ہیں صلح حدیبیہ میں شریک تھے' بنی جہینہ کے قبیلہ سے ہیں۲ اس کا تجربہ بارہا ہوا ہے کہ خوش خلق کی دنیا درست ہوتی ہے بدخلق کے سب دشمن' گھر والے بھی اور باہر والے بھی' خوش خلق کی گھر و باہر والے سب تعظیم اور خدمت کرتے ہیں' بدخلق ہر جگہ سزا ہی پاتا ہے یہاں برکت ونحوست سے یہی مراد ہے۳ یعنی تمام محدثین کی روایتیں شوم پر ختم ہوگئیں مگر مصابیح میں اگلی عبارت اور بھی ہے کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر بڑھاتی ہے کسی محدث نے نہ بیان کی' نہ معلوم مصابیح میں کہاں سے لی گئی' یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے مگر مرقات نے بحوالہ شیخ جزری بیان فرمایا کہ یہ زیادتی احمد وطبرانی میں موجود ہے لہٰذا صاحب مصابیح پر کوئی اعتراض نہیں' صاحب مشکوٰۃ کو ملی نہیں۔۴ یعنی سخی آدمی اچانک اور غفلت کی موت سے یونہی بے صبری وفسق و فجور وظلم کی موت سے محفوظ رہتا ہے ان شاء اللہ اس کی موت ذکر وفکر نیک اعمال کی حالت میں آتی ہے بعد موت لوگ اسے اچھائی سے یاد کرتے ہیں' یونہی نیکیاں عمر بڑھاتی ہیں اس طرح کہ حکم الٰہی یوں ہے کہ فلاں بندہ اگر گناہ وبدکاری کرتا رہے تو اس کی عمر پچاس سال ہے اور اگر نیکیاں کرے تو اس کی عمر سو سال' یہ زیادتی عمر ایسی ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا مرض دفع کرتی ہے' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خدا کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا اور موت آگے پیچھے نہیں ہوسکتی' تقدیر بدلنے کی بحث اور عمر گھٹنے بڑھنے کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ لٰكِنْ عِنْدَهٗ فَلْيُمْسِكْ بَدَلَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ.

(۳۲۱۵) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے تو وہ اللہ کا ذکر کردے تو اپنے ہاتھ اٹھا لو۱ (ترمذی' بیہقی شعب الایمان' لیکن ان کے نزدیک یوں ہے کہ اپنا ہاتھ روک لو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔۲

(۳۲۱۵)۱یعنی اگر تم ... کہ اللہ کو ضامن کرتا

ہوں اب یہ قصور نہ کروں گا اور اب خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو تو تم اللہ کے نام کا ادب کرتے ہو چھوڑ دو' شرعی حدود' اس حکم سے خارج ہیں وہ تو مجرم پر پوری جاری کی جائیں گی۔۲؎ ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوہریرہ اس حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ چہرہ پر نہ مارو' اس کی وجہ ظاہر ہے کہ چہرہ تمام اعضاء سے اشرف ہے اسے نہ بگاڑو۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ اَحِبَّتِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۲۱۶) روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۱؎ تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان۲؎ جدائی کردے گا۔ (ترمذی' دارمی)۳؎

(۳۲۱۶)۱؎ اس تفریق کی بہت صورتیں ہیں اور سب ممنوع لونڈی اپنے پاس رکھنا اس کا چھوٹا بچہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دینا' دوسرے کو ہبہ کر دینا' ماں کو اور جگہ رکھنا بچہ کو اور جگہ رکھنا یہ حکم ماں بیٹے' باپ بیٹے' دادا پوتے وغیرہ سب کو شامل ہے مگر یہ حکم چھوٹے بچہ کے لئے ہے جو بغیر ماں نہ رہ سکے اور اس کے بغیر ماں بے چین رہے بڑے بچہ کی تفریق جائز ہے۔ امام شافعی کے ہاں سات سال کا بچہ بڑا ہے۔ امام اوزاعی کے ہاں جب بچہ پیشاب پاخانہ سونا کھانا علیحدہ کر سکے۔ امام اعظم کے ہاں بلوغ کی عمر کو پہنچ جانا ہے۔ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ جانوروں پر بھی یہ ظلم نہ کرو کہ بہت چھوٹے بچہ کو اس کی ماں سے جدا نہ کرو۔۲؎ یعنی قیامت کے دن جامع المتفرقین ہے جس دن سارے اگلے پچھلے جمع ہوں گے اور خویش و اقارب کی شفاعت کام آئے گی مگر ایسا ظالم آدمی اس دن اپنے عزیزوں کی ملاقات اور ان کی شفاعت سے محروم ہوگا۔ خیال رہے کہ قیامت کے اوّل دن میں تو کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور آخری حالات اس کے برعکس ہوں گے وہاں ہر دوست اپنے دوست کو یاد کر کے امداد کرے گا اسی لئے قیامت کا نام یوم حشر بھی ہے اور یوم التناد بھی۔۳؎ یہ حدیث احمد و حاکم نے بھی نقل فرمائی۔ طبرانی نے حضرت معقل ابن یسار سے یوں روایت کی **من فرق فلیس منا** جو ماں بچہ میں جدائی کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ وَهَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ فَبِعْتُ اَحَدَ هُمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رُدَّهٗ رُدَّهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ و ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۱۷) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلام جو آپس میں بھائی تھے۱؎ عطا فرمائے۔ میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی تمہارا غلام کیا ہوا' میں نے آپ کو خبر دی۲؎ تو فرمایا: اسے واپس لے لو اسے واپس لے لو۳؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۳۲۱۷)۱؎ اور دونوں چھوٹے تھے یا ایک بڑا اور سمجھ دار تھا دوسرا چھوٹا ناسمجھ' جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا جب دونوں بڑے ہوں تو ان میں علیحدگی کی جا سکتی ہے۔۲؎ کہ میں نے اسے فروخت کر دیا ہے دوسرا میرے پاس ہے۔۳؎ یعنی بیع فسخ کر کے اسے واپس لے لو یہ مطلب نہیں کہ وہ بیع منعقد ہی نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی بیع مکروہ ہے کہ منعقد ہو چکنے کے بعد اس کا توڑ دینا بہتر ہے دو بار فرمانا کہ واپس لے لو واپس لے لو تاکید کے لئے ہے کہ ایسی بیع کا فسخ کر دینا بہت ضروری ہے۔ بعض روایات میں ہے ادرك ادرك اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ماں اور بچہ میں جدائی کرنا ہی ممنوع نہیں بلکہ ہر دو ذی رحم قرابت داروں میں جدائی نہ کرے۔ یہی مذہب

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے۔ (مرقات)

وَعَنْهُ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَرَدَّ الْبَيْعَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ مُنْقَطِعًا)

(۳۲۱۸) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچہ میں جدائی کردی[۱] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمادیا تو بیع لوٹالی۔ (ابوداؤد منقطعاً)[۲]

(۳۲۱۸)[۱] اس طرح کہ ان میں سے ایک کو فروخت یا ہبہ کردیا۔ خیال رہے کہ ایک کو آزاد کردینے سے جدائی کرنا ممنوع نہیں لہٰذا ایک عزیز غلام کو آزاد کر سکتے ہیں یونہی اگر ان دونوں قریبی بچے غلاموں میں سے ایک اس مالک کا ذی رحم ہو دوسرا نہ ہو تو یہ ذی رحم تو اس کی ملک میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا دوسرا نہ ہوگا[۲] یعنی اس کی اسناد کے بعض راوی چھوٹ گئے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے متصل نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَ اَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَ اِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۲۱۹) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جس میں تین خصلتیں ہوں گی اللہ اس کی موت آسان کردے گا[۱] اور اسے اپنی جنت میں داخل کردے گا[۲] کمزور پر نرمی اور ماں باپ سے شفقت اور غلام سے اچھا سلوک[۳] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۲۱۹)[۱] حتف ح کے فتح ت اور ف کے سکون سے بمعنی موت و ہلاکت وسکرات موت' اسی سے ہے حتف انف یعنی بستر پر پڑ کر مرنا اہل عرب کا خیال تھا کہ زخمی کے زخم سے جان نکلتی ہے اور غیر زخمی کی ناک سے نکلتی ہے اسی لئے وہ قتل کے مقابل موت کو حتف انف کہتے تھے یعنی جس شخص میں یہ تین صفات جمع ہوں اللہ تعالٰی اس کی جان کنی آسان فرمادے گا[۲] شروع سے ہی بغیر سزا دیئے ورنہ ہر مؤمن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو آخر جنت میں ضرور جائے گا[۳] کمزور خواہ جسمانی حیثیت سے کمزور ہو یا مالی حیثیت سے یا عقل سے کمزور جیسے بچے اور دیوانے بے وقوف ان پر مہربانی کرو' یونہی ماں باپ کی خدمت بھی کرو اور ان کی ناراضگی سے خوف بھی شفقت شفق سے بنا بمعنی خوف و ڈر' شفقت' محبت یا مہربانی کو کہتے ہیں جس میں ڈر بھی ہو' مملوک میں لونڈی غلام جانور وغیرہ سب داخل ہیں یہ الفاظ بہت ہی جامع ہیں' احسان سے مراد حقوق سے زیادہ ان پر مہربانی کرنا۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَاِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَقَدْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِي الْمُجْتَبٰى لِلدَّارِ قُطْنِيِّ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّيْنَ.

(۳۲۲۰) روایت ہے ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حضرت علی کو ایک غلام دیا تو فرمایا: اسے مت مارنا[۱] کیونکہ مجھے نمازیوں کی مار سے منع کیا گیا ہے[۲] اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے[۳] یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دار قطنی کے مجتبٰی میں ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا[۴]

(۳۲۲۰)[۱] یعنی اگر تمہارا کوئی ذاتی قصور کرے تو حتی الامکان اسے نہ مارنا معاف کردینا یا جھڑک دینا[۲] یعنی مجھے میرے رب نے اپنے ذاتی معاملات میں نمازی کو مارنے سے منع فرمایا ہے اس سے مراد شرعی حدود و تعزیرات کے سوا کی مار ہے' نمازی سے شرعی

سزائیں معاف نہ ہوں گی تہمت کے اسّی کوڑے مارے ہی جائیں گے وغیرہ وغیرہ۳؎ مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ نمازی آدمی کو نماز ہی درست کردیتی ہے اسے مار پیٹ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔رب تعالٰی فرماتا ہے:اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹٬۴۵) بےشک نماز منع کرتی ہے بےحیائی اور بری بات سے (کنزالایمان) اگر کسی وقت اتفاقًا اس سے کوئی قصور ہوجائے تو اسے مارتے کیوں ہو وہ انشاءاللہ نماز کی برکت سے ٹھیک ہوجائے گا یہ حدیث ہم گنہگاروں کے لئے بہت ہی امید افزا ہے۔اللہ تعالٰی نماز کی پابندی اور جماعت کی توفیق دے تو انشاءاللہ دنیا کی مار سے بھی بچیں گے اور رب تعالٰی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی سزا سے بھی بچائیں گے۔ جب یہاں شفاعت ہو رہی ہے تو وہاں بھی شفاعت ہوگی۔شعر:

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے ۔۔۔ کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

۴؎ امام جزری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث از روئے اسناد صحیح ہے اسے امام احمد نے اپنی مسند میں اسی طرح روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے حضور کے پاس دو غلام تھے ایک حضرت علی کو عطا فرمایا اور انہیں تاکید فرمائی کہ اسے مارنا مت یہ نمازی ہے ہم نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس کی اسناد میں ابو غالب بصری ہیں وہ صحیح الحدیث ہیں ترمذی نے ان کی روایات کی تصحیح کی ہے لہذا حدیث صحیح ہے۔(مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَمْ نَعْفُوْا عَنِ الخَادِمِ فَسَکَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِ الْکَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اَعْفُوْا عَنْهُ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو)

(۳۲۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم خادم کو کتنی بار معافی دیں؟ حضور خاموش رہے۲؎ اس نے پھر وہ سوال دہرایا۔آپ خاموش رہے۔ پھر جب تیسری بار سوال ہوا۳؎ تو فرمایا:اسے ہر دن میں ستر بار معافی دو۴؎ (ابوداؤد) ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمرو۵؎

(۳۲۲۱)۱؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عمرو واؤ کے ساتھ ہے مگر صحیح عبداللہ ابن عمر کی یہ روایت ہے۲؎ یا تو اس لئے خاموش رہے کہ اس کا یہ سوال پسند نہ آیا کیونکہ یہ بات پوچھنے کی نہیں نفسیاتی چیز ہے کہ اگر زیادہ معافی دینے سے غلام بگڑتا ہے تو کبھی کچھ سرزنش کردو یا اس لئے خاموش رہے کہ وحی الٰہی کا انتظار تھا یا اس لئے خاموشی اختیار فرمائی تاکہ حضور کا جواب سائل کے دل میں بیٹھ جائے کہ جو چیز بہت انتظار کے بعد ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے۔فقیر کے نزدیک یہ تیسری وجہ قوی ہے،اشعہ و مرقات نے پہلی دو وجہیں بتائیں۔ ۳؎ یہ تینوں بار سوال ایک ہی مجلس میں ہوئے۔بعض شارحین نے ثم سے سمجھا کہ ان سوالوں میں کئی دن کا فاصلہ تھا کہ وہ شخص دو چار دن کے وقفہ سے آتا اور یہ سوال کرتا تھا مگر یہ صحیح نہیں،ثم اس لئے کہا گیا کہ سائل نے کچھ دیر جواب کا انتظار دیکھ کر پھر سوال کیا مسلسل نہ کیا۴؎ عربی میں ستر کا لفظ بیان زیادتی کے لئے ہوتا ہے یعنی ہر دن اسے بہت دفعہ معافی دو یہ اس صورت میں ہو کہ غلام سے خطا غلطی ہوجاتی ہو خباثت نفس سے نہ ہو اور قصور بھی مالک کا ذاتی ہو شریعت کا یا قومی و ملکی قصور نہ ہو کہ یہ قصور معاف نہیں کئے جاتے۔۵؎ یہ حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن یونس نے تاریخ مصر میں بھی نقل فرمائی،بخاری نے اپنی تاریخ میں عباس ابن خلید کی اسناد سے نقل کی اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے۔(مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّا ئَمَکُمْ مِنْ مَمْلُوْکِیْکُمْ فَاَطْعِمُوْہُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ وَاکْسُوْہُ مِمَّا تَکْسُوْنَ وَمَنْ لَّا یُلَا ئِمُکُمْ مِنْھُمْ فَبِیْعُوْہُ فَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰہِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔

(۳۲۲۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے غلاموں سے جو تمہارے موافق ہوا تو اس میں سے اسے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور پہناؤ اس سے جو خود پہنتے ہو۲ اور جو موافق نہ ہو اسے بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو ۳ (احمد، ابوداؤد)

(۳۲۲۲) ۱؎ لائم یلائم باب مفاعلہ سے ہے ملائمۃ بمعنی موافقت اسی سے ہے ملائم بمعنی موافق، ملائمۃ بمعنی موافقت و مناسبت یعنی جس غلام کی طبیعت تم سے مل جائے وہ تمہارے مزاج کے موافق و مناسب ہو۔ ۲؎ یعنی ایسے غلام کی قدر کرو جو تمہاری خدمت میں کوتاہی نہیں کرتا تم اس کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرو، موافق انسان مشکل سے ملتا ہے مردم شناسی بڑا جوہر ہے جس گھر میں مردم شناسی نہ ہو وہ گھر ویران ہو جائے گا اور جس ملک میں مردم شناسی نہ ہو وہ ملک برباد ہو جائے گا۔ عہد فاروقی اور صدیقی میں مردم شناسی تھی جس سے ملک وملت میں رونق لگ گئی اپنے کھانے ولباس میں سے اسے کھلانا پہنانا حکم استحبابی ہے جس سے غلام خوش ہو کر اور زیادہ خدمت کرے گا۔ ۳؎ یعنی اسے اپنے پاس رکھو، مت مارو پیٹو کہ اس سے تم کو بھی تکلیف ہو گی اس کو بھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہی حکم موافق اور ناموافق جانور کا ہے کہ پسند آئے تو اس کی خدمت کرو نرمی سے کام لو، ناپسند ہو تو فروخت کر دو۔

وَعَنْ سُھَیْلِ بْنِ الْحَنْظَلِیَّۃِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعِیْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَھْرُہٗ بِبَطْنِہٖ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَۃِ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَاتْرُکُوْھَا صَالِحَۃً۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۲۳) روایت ہے حضرت سہیل ابن حنظلیہ سے ۱ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ پر گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی ۲ تو فرمایا: ان بے زبان جانوروں میں اللہ سے ڈرو ۳ ان پر سوار رہو، جب وہ لائق سواری ہوں ۴ اور انہیں چھوڑ دو لائق سواری کی حالت میں ۵ (ابوداؤد)

(۳۲۲۳) ۱؎ سہیل کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام، حضرت سہیل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا۔ امیر معاویہ کی شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی (اشعہ ومرقات) ۲؎ یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا ۳؎ علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے، بعض ائمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کر دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ ۴؎ یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور، چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ بوجھ لادو، یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور کی رحمت علی الخلق۔ آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں، ظالم مالکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۵؎ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑو بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھا پی لیں اس سے جانور کی تندرستی اور قوت خراب نہ ہو گی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا ناکارہ کر کے محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اس سے کام لینا موقوف کر دو۔ گائے، بھینس وغیرہ ہے تو انہیں ذبح کرا دو، گھوڑا وغیرہ ہے تو اسے کام سے آزاد کر دو کچھ کھانا جاری رکھو ان پر اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گھر

میں برکت دے گا یہ بہت آزمایا ہوا عمل ہے۔ بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کردیتے ہیں، کھانا پانی جاری رکھتے ہیں یہی غلاموں نوکروں سے برتاؤ کرو بوڑھے نوکروں کو پنشن دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔ شعر:

رسم است کہ مالکان تحریر — آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدا عالم آرا — بر سعدی پیر خود بہ بخشا

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰی ظُلْمًا الْاٰيَةِ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَ شَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ فَاِذَا فَضُلَ مِنْ طَعَامِ الْيَتِيْمِ وَ شَرَابِهٖ شَیْءٌ حَبَسَ لَهٗ حَتّٰی يَاْكُلَهٗ اَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَ شَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۲۲۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں، جب اللہ تعالٰی کا یہ فرمان نازل ہوا کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو اچھا ہوا[۱] اور یہ فرمان نازل ہوا کہ جو لوگ ظلمًا یتیموں کا مال کھاتے ہیں[۲] تو جن کے پاس یتیم تھے وہ چلے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور ان کا پانی اپنے پانی سے علیحدہ کردیا تو جب یتیم کے کھانے پینے سے کچھ بچ رہتا تو اس کے لئے رکھ لیتے حتی کہ یا تو یتیم کھالیتا یا وہ چیز بگڑ جاتی، ان لوگوں پر یہ بہت گراں گزرا[۳] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ عرض کیا[۴] تب یہ آیت اللہ نے اتاری کہ لوگ آپ سے یتیموں سے متعلق پوچھتے ہیں، فرمادو ان کی اصلاح بہتر ہے اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ تب انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور ان کا پانی اپنے پانی سے ملایا[۵] (ابوداؤد، نسائی)

(۳۲۲۴)[۱] قریب جانے سے منع فرمانا مبالغہ کے لئے ہے یعنی یتیم کا مال کھانا تو درکنار اس کے قریب بھی نہ جاؤ اسے ہاتھ بھی نہ لگاؤ جیسے رب تعالٰی نے حضرت آدم وحوا سے فرمایا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا[۲] اگرچہ آیت کریمہ میں ظلمًا کی قید تھی مگر صحابہ کرام نے خوف الٰہی کے باعث ادھر نظر ہی نہ کی وہ سمجھے کہ شاید یتیم کا مال ملانے کی صورت میں اس کا جو ٹکڑا یا قطرہ ہمارے پیٹ میں پہنچ جائے وہ بھی آگ ہی ہو یا ہم اسے ظلم نہ سمجھیں اور واقعہ میں وہ ظلم ہو لہذا یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضرات صحابہ کلام الٰہی کے منشاء سے بے خبر تھے تقوٰی کچھ اور ہی چیز ہے[۳] اس صورت میں یتیم کا خرچہ بھی زیادہ ہونے لگا اور ان کے والیوں کو تکلیف بھی زیادہ کیونکہ ایک آدمی کے لئے الگ کھانا پکانے میں بہت خرچہ پڑتا ہے اور کام بھی دوگنا ہوجاتا ہے خصوصًا جبکہ نمک مرچ لکڑی وغیرہ الگ رکھی جائے پھر بچی چیز سنبھالنا، خراب ہوجانے پر پھینکنا تکلیف دہ ہے[۴] معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو جو کچھ رب سے عرض کرنا ہوتا وہ حضور سے عرض کرتے تھے حکم قرآن کی وجہ سے ان کو دشواری ہوئی تو بارگاہ رسالت میں آ کر زاری کی اور رب تعالٰی بھی اس عرض ومعروض پر ان کی دادرسی فرماتا تھا۔[۵] مطلب یہ ہے کہ یتیم کا مال برے ارادہ سے ظلمًا کھانا ممنوع ہے تم اس حکم سے خارج ہو کہ تمہاری نیت اصلاح ہے اس آیت کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ

اگر سفر میں کوئی ساتھی بیمار یا فوت ہو جائے تو دوسرے ساتھی اس کا مال اس کے علاج یا کفن دفن پر خرچ کر سکتے ہیں حضرت امام محمد سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ حج کو جا رہے تھے کہ ایک ساتھی فوت ہو گیا ہم نے اس کا مال فروخت کر دیا اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو فقیہہ نہ ہوتے اس وقت مصلحت اسی میں تھی ورنہ اس کا وزنی مال واسباب برباد ہو جاتا۔ خود امام محمد نے اپنے ایک شاگرد کی کتابیں فروخت کر کے اس کے کفن و دفن پر خرچ کیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس نے مرتے وقت اس کی وصیت تو نہ کی تھی آپ نے یہی آیت پڑھی کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (۲۲۰،۲) اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ (کنزالایمان) (مرقات و فتح القدیر)

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهٖ وَ بَيْنَ الْاَخِ وَ بَيْنَ اَخِيْهِ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ)

(۳۲۲۵) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جو باپ کو اس کے بچہ سے اور بھائی کو اس کے بھائی سے جدا کرے۔۱ (ابن ماجہ، دارقطنی)

(۳۲۲۵)۱ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ صرف باپ بیٹے میں جدائی ڈالنا ممنوع نہیں بلکہ ہر دو ذی رحم عزیز و قرابت داروں کو جدا کرنا ممنوع ہے۔ یہ حکم بہت چھوٹے بچے کے متعلق ہے جو دوسرے عزیز کے بغیر گزارہ نہ کر سکے۔ اس کی صورتیں پہلے گزر چکیں ماں بیٹے یا بھائی بھائی ایک شخص کی ملکیت میں ہوں وہ ان میں سے کسی ایک کو ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یہ حرام ہے یا دونوں اپنے پاس رکھے یا دونوں ایک ہی کو دے تاکہ وہ ساتھ رہیں، جانور کے چھوٹے بچہ کو اس کی ماں سے جدا کر دینا حرام ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِالسَّبْیِ اَعْطَى اَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيْعًا كَرَاهِيَةَ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَهُمْ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۲۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب قیدی لائے جاتے تو آپ سارے گھر والے ایک کو اکٹھے دیتے۱ یہ ناپسند فرماتے ہوئے کہ ان میں جدائی ڈالیں۲ (ابن ماجہ)

(۳۲۲۶)۱ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اہل البیت اعطیٰ کا مفعول اوّل ہو اور مفعول دوم پوشیدہ یعنی غلاموں کا پورا کنبہ ماں بچے بھائی بہن وغیرہ ایک ہی مسلمان کو عطا فرماتے۔ یہ نہ کرتے کہ ماں کسی کو، بچہ کسی کو۔ دوسرے یہ کہ اہل البیت مفعول دوم ہو اور اعطیٰ کا پہلا مفعول وہ قیدی ہوں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی وہ قیدی ایک گھر والے مومن کو عطا فرماتے پہلے معنی اشعۃ اللمعات نے اختیار کئے، دوسرے معنی مرقات نے۔ مقصد ایک ہی ہے کہ قیدی غلاموں کو اکٹھا رکھتے۲ یہ عمل شریف اس صورت میں تھا کہ ان قیدیوں میں بعض بہت چھوٹے ناسمجھ بچے ہوتے کہ جدائی ڈالنے سے ان کی پرورش مشکل ہو جاتی اور ماں کو تکلیف ہوتی جوان لونڈی غلاموں میں علیحدگی کرنا جائز ہے اس سے تکلیف نہیں ہوتی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمُ الَّذِیْ يَاْكُلُ وَحْدَهٗ وَيَجْلِدُ عَبْدَهٗ وَيَمْنَعُ ۔

(۳۲۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم میں بدترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہے جو اکیلا کھائے۱ اور اپنے غلام کو کوڑے مارے اور وہ اپنی عطا روکے۲ (رزین)

(۳۲۲۷)۱ یا تو بخل کی [illegible] نہیں معمولی کھلائے یا تکبر

وغرور کی وجہ سے کسی کے ساتھ کھانا گوارا نہ کرے۔ اگر غربت وضرورت کی وجہ سے اکیلا کھائے تو ممنوع نہیں۔ ایک شخص گھر کا بوجھ اٹھاتا ہے محنت کرتا ہے اس لئے کچھ مقوی غذا کھاتا ہے تاکہ کام کاج کر سکے وہ چیز ہے تھوڑی سی، سب کو کافی نہیں تو مضائقہ نہیں۔ اس صورت میں علیحدگی میں کھانا چاہئے، سب کے سامنے کھانا بے مروتی ہے (از مرقات مع زیادت) ۲؎ یعنی بے قصور غلاموں ماتحتوں کو مارے، پیٹے اور گھر والوں، مہمانوں اور نوکروں کو ان کا حق نہ دے، بخیل بھی ہو بدخلق بھی اسے بدترین اس لئے فرمایا گیا کہ بندوں کے حقوق مارتا ہے۔ ربّ تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَیِّیءُ الْمَلَكَةِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَ یَتَامٰی قَالَ نَعَمْ فَاَکْرِمُوْهُمْ کَکَرَامَةِ اَوْلَادِکُمْ وَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ قَالُوْا مِمَّا تَنْفَعُنَا الدُّنْیَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهٗ تُقَاتِلُ عَلَیْهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَمْلُوْكٌ یَکْفِیْكَ فَاِذَا صَلّٰی فَهُوَ اَخُوْكَ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۲۸) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدخلق آدمی جنت میں نہ جائے گا۱؎ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ نے ہم کو یہ خبر نہ دی کہ یہ امت تمام امتوں سے زیادہ غلاموں اور یتیموں والی ہے۲؎ فرمایا: ہاں تم ان پر اپنی اولاد کی طرح مہربانی کرو اور انہیں اس سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۳؎ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو کتنی دنیا نفع دے گی۴؎ فرمایا: وہ گھوڑا جسے تم پالو جس پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ایک غلام تمہیں کافی ہے۵؎ جب وہ نماز پڑھے تو تمہارا بھائی ہے۶؎ (ابن ماجہ)

(۳۲۲۸) ۱؎ اسیء الملکۃ اسے کہتے ہیں جو اپنے مملوک غلاموں لونڈیوں سے بدخلقی کرے ان سے برا برتاؤ کرے یہ حدیث اس باب میں پہلے بھی گزر چکی ہے مگر یہاں زیادتی کے ساتھ ہے۔ ۲؎ سوال کا مقصد یہ ہے کہ حضور نے خبر دی ہے کہ اس امت کو ربّ تعالٰی ملکوں کی فتوحات بہت دے گا جن سے ان کو غلام لونڈیاں بہت ہاتھ لگیں گی اور سب غلاموں سے اچھا برتاؤ مشکل ہے تو ہم لوگ جنت میں کیسے جاسکیں گے حالانکہ حضور نے خبر دی ہے کہ میری امت زیادہ جنتی ہے حتی کہ جنتیوں کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی اسی (۸۰) میری امت کی باقی چالیس ساری امتوں کی۔ ۳؎ جواب کا خلاصہ یہ ہے بڑوں کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں خدا پاک تمہیں لونڈی غلام بہت دے گا تم ان سے برتاؤ اچھا کرو، کیا بہت بال بچوں والا آدمی بچوں کی نگرانی نہیں کرتا ضرور کرتا ہے، تم بھی ان غلاموں کے حقوق پورے کرو۔ اس سوال میں یتیموں کا ذکر تبعًا ہے۔ ۴؎ یعنی دنیا کی بہت قسمیں ہوں گی گھربار، جائیداد، دکانیں، کھیتی باڑی، جانور وغیرہ ان میں سے زیادہ نافع کون کون سی چیزیں ہیں۔ ۵؎ سُبْحٰنَ اللّٰهِ کیسا حکیمانہ جواب ہے یعنی ایک گھوڑا جو جہاد کی نیت سے پالو اور ایک غلام جو جہاد وغیرہ کے موقع پر خدمت کے لئے رکھو تمہاری بخشش کے لئے کافی ہے کہ اس صورت میں یہ دونوں چیزیں دنیا میں بھی نافع ہیں آخرت میں بھی بخشش کا ذریعہ، غلام تمہارا دنیا کا کاروبار چلائے تم فارغ ہو کر ربّ کی یاد کرو، اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے۔ ۶؎ یعنی نمازی مسلمان غلام کو اپنا غلام نہ سمجھو اپنا بھائی سمجھو اور اس سے برادرانہ برابری کا سلوک کرو۔ یہ ہے اسلامی اخلاق اب تو لوگ اپنے سگے بھائی کو بھائی نہیں سمجھتے، باپ کو ستاتے مارتے پیٹتے ہیں۔ ربّ تعالٰی اس پر عمل کی توفیق دے۔

بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ فِي الصِّغَرِ

بچہ کی جوانی اور لڑکپن میں اس کی پرورش کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یعنی اس باب میں دو چیزیں بیان ہوں گی ایک یہ کہ بچے کے بلوغ کی حد کیا ہے' دوسرے یہ کہ بچہ کی پرورش کا حق کس کو ہے۔ حضانت حضن سے بنا بمعنی گود یا مرغی کے پر حضانت بچہ کو گود میں لینے یا مرغی کے اپنے بچہ یا انڈے کو اپنے پروں میں ڈھکنے کو کہتے ہیں۔اصطلاح میں بچہ کی پرورش کو حضانت کہا جاتا ہے(لمعات واشعہ ومرقات)خیال رہے کہ بلوغ کی عمر لڑکی کے لئے نو برس سے پندرہ برس تک ہے لڑکے کے لئے بارہ برس سے پندرہ برس تک ہے اس پر فتویٰ ہے اور بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے اگرچہ طلاق یافتہ ہو' ماں نہ ہو تو نانی پڑنانی کو' یہ بھی نہ ہوں' تو دادی پڑدادی کو' یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہن کو پھر خالہ پھوپھی کو پرورش کا حق اس وقت تک ہے کہ بچہ خود کھا پی سکے استنجاء کر سکے' لڑکے کے لئے سات سال اور لڑکی کے لئے حیض آنے تک' اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُرِضْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً فَرَدَّنِيْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ عَامَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِيْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ هٰذَا فَرْقُ مَا بَيْنَ الْمُقَاتِلَةِ وَالذُّرِّيَّةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے سال پیش کیا گیا' جب کہ میں چودہ سال کا تھا تو مجھے قبول نہ فرمایا[۱] پھر خندق کے سال پیش کیا گیا جبکہ میں پندرہ برس کا تھا تو مجھے قبول فرمالیا[۲] حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہی غازیوں اور بچوں کے درمیان فرق ہے[۳] (مسلم' بخاری)

(۳۲۲۹)[۱] یعنی ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھرتی کے لئے پیش کیا گیا کہ میرا نام بھی غازیوں کی فہرست میں ہو اور مجھے سپاہیانہ حیثیت سے غزوہ میں جانے کی اجازت ملے تو حضور نے انکار فرمادیا کہ ابھی یہ نابالغ بچے ہیں۔[۲] یعنی ۴ھ میں غزوہ خندق ہوا تب میری عمر پندرہ سال ہو چکی تھی تب میں اسلامی فوج میں بھرتی کے لئے پیش ہوا تو مجھے بھرتی کرلیا گیا[۳] خیال رہے کہ لڑکی کے بلوغ کی عمر کم از کم نو سال ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال اور لڑکے کے بلوغ کی عمر کم از کم بارہ سال' زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہے مگر ایک روایت میں اس کی انتہائی عمر پندرہ سال ہے فتویٰ اسی پر ہے' یہ تو سن کے لحاظ سے بلوغ کا ذکر تھا۔ علامت بلوغ لڑکی کے لئے حیض یا حاملہ ہو جانا یا زیر ناف بال آجانا یا احتلام ہے۔لڑکے کے لئے علامات بلوغ احتلام' حاملہ کردینا' زیر ناف بال ہیں۔ یہاں بلوغ کی انتہائی عمر کا ذکر ہے لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس عمر سے پہلے لڑکا بالغ ہو سکتا ہی نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر پندرہ سال کی عمر میں بھی یہ کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا بالغ مانا جائے گا۔(مرقات واشعہ وغیرہ)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى

(۳۲۳۰) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَشْيَاءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَّدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ خَرَجَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَ زَيْدٌ وَ جَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَ قَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّيْ وَ خَالَتُهَا تَحْتِيْ وَ قَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَ قَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ خُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن۱ تین چیزوں پر صلح فرمائی' اس پر مشرکین میں سے جو آپ کے پاس آئے حضور اسے لوٹا دیں کفار کی طرف۲ اور جو مسلمان ان کے پاس چلا جائے وہ اسے واپس نہ کریں۳ اور اس پر کہ سال آئندہ مکہ میں داخل ہوں اور وہاں تین دن قیام فرمائیں۴ پھر جب حضور مکہ تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو وہاں سے روانہ ہوئے۵ تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کے پیچھے ہوئی چچا جان چچا جان کہتی ہوئی۶ تو اسے حضرت علی نے اٹھا لیا اس کا ہاتھ پکڑ لیا۷ اس بچی میں جناب علی' زید' جعفر جھگڑے۸ حضرت علی نے فرمایا کہ اسے میں نے لیا ہے وہ میری چچا زاد ہے۹ اور حضرت جعفر بولے میری چچا زاد ہے اس کی خالہ میرے پاس ہے۱۰ حضرت زید بولے میری بھتیجی ہے۱۱ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے لئے کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہے۱۲ اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۱۳ اور جناب جعفر سے فرمایا: تم میری ہم صورت ہم سیرت ہو۱۴ اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہمارے پیارے ہو۱۵ (مسلم' بخاری)

(۳۲۳۰)۱ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک کنوئیں کا نام ہے اس کنوئیں کی وجہ سے اس جنگل کا نام بھی حدیبیہ ہو گیا ہے۔ یہ حدہ منزل کے قریب ہے جسے اب بیر شمیس کہتے ہیں یہ جگہ حرم شریف کی انتہاء پر واقع ہے۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے' کچھ حصہ حرم سے خارج۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے' جب یہاں پہنچے تو کفار نے روک دیا آخر کار ان باتوں پر مسلمانوں اور کفار میں صلح ہوئی جس کا ذکر یہاں ہے' اس کا واقعہ ان شاء اللہ کتاب اظہار میں آئے گا۔۲ یعنی اگر مشرکین مکہ میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حضور کے پاس پہنچ جائے اور مشرکین اس کا مطالبہ کریں تو سرکار اسے روکیں نہیں بلکہ ان مشرکوں کے پاس بھیج دیں۔۳ یعنی جو مسلمان مرتد ہو کر کفار مکہ کے پاس پہنچ جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس بلانے کا حق نہ رکھیں' بظاہر یہ شرط بہت سخت معلوم ہوتی تھی مگر اس شرط نے کفار مکہ کی کمر توڑ دی اور آخر کار فتح مکہ ہو گئی۔ یہ ہے حضور کی بے مثال سیاست۔۴ یعنی اس سال بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں سال آئندہ عمرہ کے لئے مکہ معظمہ آئیں اور یہاں تین دن قیام کر کے واپس ہو جائیں۔۵ یعنی عمرہ کر کے تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر مدینہ منورہ واپس ہونے لگے۔۶ اس بچی کا نام عمارہ تھا اسی کی وجہ سے جناب حمزہ کی کنیت ابوعمارہ تھی اگرچہ حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے' اس رشتہ سے یہ بچی حضور کی چچا زاد بہن تھی مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ و زید ابن حارثہ تینوں نے بی بی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اس لئے جناب حمزہ کے رضاعی بھائی تھے نیز اہل عرب بزرگوں کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں

ان وجوہ سے اس بچی نے حضور کو چچا جان چچا جان کہہ کر پکارا۔مطلب یہ تھا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ چلوں گی۔ ۷؎ اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے یہ مدینہ لے آنا اس شرط کے خلاف نہ تھا کہ جو گزشتہ سال صلح کے وقت لکھی گئی تھی کیونکہ حضور نے اس بچی کو بحق اسلام نہ لیا بلکہ بحق قرابت' نیز وہ شرط مردوں کیلئے تھی کہ جو مرد مسلمان ہو کر مدینہ آجائے اسے واپس کیا جائے' یہ بچی تھی اسی لئے اہل مکہ نے نہ تو اس بچی کے لئے جانے پر اعتراض کیا اور نہ اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ۸؎ یہ بچی باپ کے سایہ سے محروم ہو چکی تھی کہ جناب حمزہ آج سے پانچ سال پہلے غزوہ اُحد میں شہید ہو چکے تھے' اس کی والدہ یا فوت ہو چکی تھیں یا مکہ معظمہ رہ گئی تھیں اس لئے اب اس کی پرورش کا سوال پیدا ہوا چنانچہ یہ مناظرہ پیش آیا کہ ان بزرگوں میں سے ہر صاحب چاہتے تھے کہ اس بچی کی پرورش کی سعادت ہم کو میسر ہو جیسے حضرت مریم کی پرورش پر بنی اسرائیل میں جھگڑا ہوا تھا۔ ۹؎ جناب علی نے اپنے استحقاق کے دو دلائل پیش فرمائے ایک یہ کہ یہ بچی گویا لقیطہ ہے اٹھائی ہوئی ہے اور لقیطہ کی پرورش پانے اٹھانے والا کرتا ہے' دوسرے جناب حمزہ میرے چچا ہیں یہ میری چچا زاد بہن ہے۔ ۱۰؎ حضرت جعفر جو جناب علی کے بڑے بھائی ہیں آپ سے دس سال عمر میں زیادہ ہیں انہوں نے اپنے استحقاق کی دو وجہیں بیان فرمائیں' ایک یہ کہ میرے چچا کی بیٹی ہے کہ حمزہ ابن عبدالمطلب میرے چچا ہیں یعنی میرے والد ابو طالب کے بھائی دوسرے یہ کہ اس بچی کی خالہ اسماء بنت عمیس میری بیوی ہے اور خالہ کو اپنی بھانجی کی پرورش کا حق ہوتا ہے میں بھی حقدار ہوں میری بیوی بھی (اشعہ) ۱۱؎ حضرت زید ابن حارثہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر آزاد کردہ غلام تھے یہ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حمزہ کو عقد مواخاۃ کے موقع پر حضرت زید کا بھائی بنایا تھا اس ڈبل بھائی ہونے کی وجہ سے یہ مدعی استحقاق پرورش تھے (مرقات و اشعہ) ۱۲؎ یعنی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو حق پرورش دیا کیونکہ بچی کی خالہ ان کی زوجہ تھیں وہ انہیں پالیں گی' اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ ماں' نانی کے بعد خالہ کو بچی کی پرورش کا حق ہے' اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے' پھر سب کی تسلی فرماتے ہوئے فرمایا۔ ۱۳؎ یعنی تم میں مجھ میں انتہائی اتحاد و یگانگت ہے' تم اس بچی کے نہ ملنے پر ملول ہو تم کو میرا قرب حقیقی تو حاصل ہے میں نے تمہارے گھر میں پرورش پائی تم نے میرے گھر اور میری گود میں تربیت پائی میں خاتم الانبیاء تم خاتم الخلفاء میں مصدر نبوت تم منبع ولایت' گویا ہم تم ایک ہی ہیں سبحان اللہ یہ کلمات حضرت علی کی انتہائی عظمت بتا رہے ہیں۔ ۱۴؎ یعنی اے جعفر تم کو اس بچی کے ملنے پر خوشی ہوئی' بڑی خوشی یہ ہے اللہ تعالٰی نے تمہیں بڑی نعمت بخشی ہے کہ تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو میری ہم شکل و مناسبت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۱۵؎ یعنی تم بھی اس بچی کے نہ ملنے پر رنجیدہ نہ ہو' تم ہمارے اسلامی بھائی ہو ہمارے پیارے ہو' خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو اپنا بھائی فرمادیں یہ ان کا کرم ہے مگر کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ اپنے کو حضور کا بھائی کہے یا بھائی کہہ کر پکارے۔اس حدیث کی بنا پر امام مالک نے فرمایا کہ بچہ کی خالہ اس کی نانی سے زیادہ پرورش کی حقدار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو ماں قرار دیا۔ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا خالہ ماں ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے خالہ کو ماں سے تشبیہ دینا حق پرورش کے لئے ہے نانی پر ترجیح اس سے ثابت نہیں ہوتی' نانی تو احکام شرعیہ میں بھی ماں کی طرح ہے اسی لئے وہ ماں کی سی میراث یعنی چھٹا حصہ پاتی ہے۔ (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ لَهٗ وِعَاءً وَ ثَدْيِيْ لَهٗ سِقَاءً وَ حَجْرِيْ لَهٗ حِوَاءً وَ اِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِيْ وَ اَرَادَ اَنْ يَّنْزِعَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِيْ . (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۳۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے' وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے کہ میرا پیٹ اس کا برتن تھا اور میرے پستان اس کے مشکیزے[۱] اور میری گود اس کی آرام گاہ[۲] اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مستحق تو ہے' جب تک اپنا نکاح نہ کرلو۔[۳] (احمد)[۴] (ابوداؤد)

(۳۲۳۱)[۱] کہ میں نے اسے نومہینہ اپنے پیٹ میں رکھا اور دوسال اسے اپنے پستان چوسائے دودھ پلایا[۲] حواء ح کے کسرہ سے بمعنی خیمہ جو جنگل میں عارضی قیام کے لئے لگایا جائے' چونکہ ماں کی گود بچہ کا عارضی مقام ہے اس لئے اسے خیمہ سے تشبیہ دی' یہ بی بی بڑی فصیحہ تھیں۔[۳] یہ بچہ بہت چھوٹا تھا جس میں عقل و ہوش وتمیز نہ تھی اس لئے اسے اختیار نہ دیا گیا بلکہ ماں کو مرحمت ہوا' اگلی آنے والی حدیث میں بچہ سمجھ دار تھا اس لئے اسے اختیار دیا گیا لہذا احادیث میں تعارض نہیں حالات کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹے بچہ کی پرورش کی مستحق ماں ہے' دوسرے یہ کہ اگر ماں بچے کے اجنبی شخص سے نکاح کرے تو اس کا یہ استحقاق جاتا رہے گا پھر بچہ باپ کو ملے گا ہاں اگر اس نے بچہ کے چچا وغیرہ ذی رحم سے نکاح کیا تو اس کا حق پرورش باقی رہے گا (دیکھو کتب فقہ)[۴] یہ حدیث حاکم نے بھی نقل فرمائی اور اسے صحیح کہا۔ خیال رہے کہ یہ عمرو' عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں اگر جد سے مراد محمد ہوں تو حدیث مرسل ہوتی ہے اور اگر جد سے مراد عبداللہ ابن عمرو ہوں تو حدیث متصل کیونکہ محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی' اسی لئے جہاں فقط جدہ ہوتا ہے وہاں ارسال واتصال دونوں کا احتمال ہوتا ہے یہاں چونکہ عبداللہ کی تصریح ہے لہذا حدیث متصل ہے' یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ چھوٹے بچہ کی پرورش ماں کا حق ہے' چنانچہ مؤطا امام مالک اور عبدالرزاق و بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی ایک انصاری بیوی کو طلاق دی جس کے بطن سے ایک بچہ عاصم تھا۔ حضرت عمر نے اسے لینا چاہا' نانی نے انکار کیا مقدمہ بارگاہ صدیقی میں پیش ہوا تو آپ نے نانی کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ بچہ سمجھدار تھا اسے کھیلتے ہوئے حضرت عمر نے اٹھالیا۔ یہ حدیث بہت طریقوں سے منقول ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۲۳۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو[۱] اس کے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا۔[۲] (ترمذی)

(۳۲۳۲)[۱] لڑکے سے مراد بالغ لڑکا ہے مجازًا اسے غلام فرمایا گیا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ یا باہوش سمجھ دار بچہ مراد ہے (مرقات)[۲] یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے ان کے ہاں سمجھ دار بچے کو اختیار دیا جاتا ہے' ہمارے ہاں سات سال کا سمجھ

دار بچہ باپ کو ملے گا کیونکہ اب اس کی تربیت و تعلیم کا زمانہ ہے، یہ کام باپ ہی کرسکتا ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ اپنے بچوں کونماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، باپ نماز کا حکم اسے جب ہی دے سکتا ہے جب بچہ اس کی پرورش میں ہو ہمارے ہاں یہ حکم خصوصی ہے یا منسوخ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ جَآءَتِ امْرَأَةٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ سَقَانِيْ وَنَفَعَنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۲۳۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں، ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، بولی کہ میرا خاوند۱ میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے، یہ بچہ مجھے پانی پلاتا ہے، مجھے نفع پہنچاتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے۔ ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے تو بچے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ اسے لے گئی۲ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)

(۳۲۳۳)۱ یہاں خاوند مجازی معنی میں ہے یعنی جو میرا خاوند تھا ورنہ اب تو یہ عورت مطلقہ ہو چکی تھی۲ اس کی تحقیق ابھی ہو چکی کہ یہ حدیث امام شافعی و احمد کی دلیل ہے کہ ہوش مند بچہ کو ان کے ہاں اختیار ملتا ہے، ماں باپ میں سے جس کے پاس چاہے رہے، ہمارے ہاں نہیں بلکہ چھوٹا بچہ جو محتاج پرورش ہو ماں کو ملے گا سمجھ دار بچہ جو حد پرورش سے نکل چکا ہو اور تعلیم و تربیت کا حاجت مند ہو باپ کو ملے گا، کیونکہ پرورش ماں اچھی کرتی ہے تربیت باپ، یہ حدیث یا منسوخ ہے اس حدیث سے جو ابھی مذکور ہوئی یا یہ خصوصی حکم ہے، بہرحال امام اعظم کا قول قوی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

وَعَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ سُلَيْمَانَ مَوْلًى لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ جَآءَتْهُ امْرَأَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَادَّعَيَاهُ فَرَطَنَتْ لَهٗ تَقُوْلُ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ وَطَنَ لَهَا بِذٰلِكَ فَجَآءَ زَوْجُهَا وَقَالَ مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِيْ ابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ قَاعِدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ نَفَعَنِيْ وَسَقَانِيْ مِنْ بِئْرِ اَبِيْ عِنَبَةَ وَ

(۳۲۳۴) روایت ہے حضرت ہلال ابن اسامہ سے وہ ابومیمونہ سلیمان سے راوی۱ جو اہل مدینہ کے مولیٰ ہیں، فرماتے ہیں کہ اس حال میں کہ میں حضرت ابوہریرہ کے پاس بیٹھتا تھا کہ ایک عورت فارسی ان کے پاس آئی، جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا اور اسے اس کے خاوند نے طلاق دے دی تھی۔ ان دونوں نے بچہ کا دعویٰ کیا، عورت نے فارسی میں کلام کیا۲ بولی: اے ابوہریرہ میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچے کو لے جائے۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا: اس پر قرعہ ڈال لو۔ آپ نے فارسی میں یہ فرمایا:۳ پھر اس کا خاوند آیا، بولا کہ میرے بچہ میں مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے۔۴ تو ابوہریرہ نے فرمایا: الٰہی میں نہیں کہتا۵ مگر اس لئے کہ میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ آپ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی، بولی: یارسول اللہ

عِنْدَ النَّسَائِیِّ مِنْ عَذْبِ الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَهِمَا عَلَیْهِ فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ یُّحَاقُّنِیْ فِیْ وَلَدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَ هٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِیَدِ اَیِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِیَدِ اُمِّهٖ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ النَّسَائِیُّ لٰكِنَّهٗ ذَكَرَ الْمُسْنَدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ)

میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچہ کو لے جائے ۶ حالانکہ یہ بچہ مجھے آرام پہنچاتا ہے' مجھے ابوعنبہ کے کنوئیں سے پانی پلاتا ہے ۷ اور نسائی کے ہاں' کہ میٹھا پانی پلاتا ہے ۸ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر تم دونوں قرعہ ڈال لو تو خاوند بولا: میرے بچہ کے متعلق مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے ۹ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے' تو ان میں سے جس کا چاہے' ہاتھ پکڑ لے۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا ۱۰ (ابوداؤد نسائی) لیکن نسائی نے مسند کا ذکر کیا اور دارمی نے ہلال ابن اسامہ سے روایت کی۔

(۳۲۳۴) ۱؎ ہلال ابن اسامہ تبع تابعی ہیں ثقہ ہیں اور ابومیمونہ تابعی ہیں' ان کے نام میں اختلاف ہے یا سلمان ہے بغیری کے یا سلیمان ہےی کے ساتھ یا سلیم ہے یا سلمہ یا اسامہ' صاحب مشکوٰۃ کے نزدیک سلیمان ہےی سے' خیال رہے کہ ہلال کے والد کا نام علی ابن اسامہ ہے تو اسامہ ہلال کے دادا ہیں' یہاں دادا کی طرف منسوب ہیں قبیلہ بنی فہر سے ہیں (مرقات وغیرہ) ۲؎ رطنت رطانة سے رطانة وہ کلام کرنا جو عام طور پر سمجھا نہ جاسکے یعنی غیرملکی زبان میں گفتگو' اسی لئے عرب لوگ عجمی بول چال کو رطانة کہتے ہیں' یہاں فارسی گفتگو مراد ہے کہ عرب کے لئے وہ غیرملکی زبان ہے' غالب یہ ہے کہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے یہ عورت مدینہ پاک میں رہتی تھی مگر گفتگو فارسی میں کرتی تھی یا عربی فارسی ملی جلی بولتی تھی۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ رطن کا فاعل جناب ابوہریرہ ہیں مدینہ منورہ میں فارسی لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے صحابہ کرام فارسی سمجھ بھی لیتے تھے اور کچھ بول بھی لیتے تھے جیسے آج وہاں کے باشندے عموماً اردو بولتے سمجھتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ درمیان میں ترجمان تھا رطن کا فاعل وہ ترجمان ہی ہے ۴؎ یعنی اس کے خاوند کے دعویٰ کا پتا چلا تو جواب دعویٰ کے لئے وہ حضرت ابوہریرہ کے پاس آیا جبکہ اس کی بیوی وہاں ہی موجود تھی اس کا کہنا یہ تھا کہ قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے بچہ باپ کا ہوتا ہے کہ اس سے نسب چلتا ہے لہذا میں ہی اس کا مستحق ہوں۔ ۵؎ آپ کا اَللّٰھُمَّ فرمانا رب تعالٰی کو گواہ بنانے کے لئے تھا گویا ایک طرح کی قسم تھی یعنی خدایا تو گواہ ہے میں تیری قسم کھاتا ہوں ۶؎ یعنی آج کا یہ واقعہ بالکل اسی واقعہ کی مثل ہے جو بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تھا وہی صورت ہے' وہی نوعیت۔ ۷؎ عنبہ عین کے کسرہ نون و ب کے زبر سے کوئی خاص کنواں تھا مدینہ منورہ میں جس کا پانی بہت اچھا تھا اب وہ کنواں نہیں' مقصد یہ ہے کہ اگر یہ بچہ میرے پاس نہ رہا تو مجھے کوئی پانی لاکر دینے والا بھی نہیں ہے' مجھے اس بچہ کی سخت ضرورت ہے۔ ۸؎ عذب الماء میں صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہے' اصل میں مـــاء عـــذب تھا ۹؎ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر ناراضگی نہیں بلکہ اپنی مطلقہ بیوی پر ناراضگی ہے لہذا اس شخص کو اس عرض معروض پر کافر یا مجرم نہیں کہہ سکتے مقدمہ میں فریقین اپنے دلائل بیان کیا ہی کرتے ہیں۔ ۱۰؎ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو اختیار دے کر بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی کہ مولیٰ بچہ اسی کو اختیار کرے جس کے پاس رہنا بچہ کو مفید ہو۔ ابوداؤد میں کتاب الطلاق میں اور نسائی نے کتاب الفرائض میں عبدالحمید ابن جعفر عن ابیہ عن جدہ رافع ابن سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوگیا اور میری بیوی کافرہ رہی' اسلام سے انکاری ہوگئی تب اسی بچہ کا واقعہ پیش ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کو علیحدہ بٹھایا ماں کو علیحدہ اور بچہ کو اختیار دیا اور دعا کی الٰہی اس بچہ کو توفیق دے کہ اپنے باپ کو اختیار کرے' پھر فرمایا کہ دونوں اس بچہ کو بلاؤ۔ چنانچہ

ان دونوں نے بلایا تو بچہ نے باپ کو اختیار کیا۔ دارقطنی نے فرمایا کہ یہ بچی تھی اور اس کا نام عمیرہ تھا مگر یہ واقعہ دوسرا ہوگا کیونکہ بالغہ لڑکی کو پردہ کی بنا پر اور چھوٹی بچی کو کنویں پر گر جانے کے خطرہ سے کنوئیں میں نہیں بھیجا جاتا' صحابہ کرام نے بچہ کو اختیار نہ دیا۔ (مرقات)

كِتَابُ الْعِتْقِ — آزادی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

ع ت ق کی ترکیب آگے ہونے اور تقدم کے لئے ہے کہ ان حرفوں میں آگے ہونے کے معنی ملحوظ رہتے ہیں' چنانچہ کندھے کے اگلے حصہ کو عاتق کہتے ہیں پرانی چیز کو عتیق کہا جاتا ہے اسی لئے بیت اللہ کو بیت العتیق کہتے ہیں ابوبکر صدیق کا لقب عتیق ہے کہ ابوبکر کے معنی اولیت والے' ابو بمعنی والے بکر معنی اولیت' عتیق کے معنی بھی پرانے یا اوّل مومن اب اس کا استعمال چند معنی میں ہوتا ہے کرم' جمال' شرافت' آزادی و حریت' مگر ان سب میں تقدم کے معنی بھی' یہاں حریت یعنی آزاد کرنے کے معنی میں ہے' غلام حکماً مردہ ہوتا ہے کہ غلامی کفر کا اثر ہوتا ہے اور کفر گویا موت ہے۔ قرآن کریم میں کافر کو مردہ فرمایا گیا ہے' اسی لئے غلام نہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے نہ اپنی اولاد کا ولی ہوسکتا ہے نہ اپنے مال میں تصرف کر سکے نہ قاضی یا گواہ بن سکے نہ اس پر نماز جمعہ عیدین حج جہاد وغیرہ واجب' گویا بالکل مردہ ہے اسے آزاد کرنا گویا مردہ زندہ کرنا ہے' اسی لئے اعتاق کے بہت فضائل ہیں' غلام آزاد کرنا عموماً مستحب ہے مگر کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے جیسے کفارات میں کبھی ممنوع بھی جبکہ خطرہ ہو وہ آزاد ہو کر مرتد یا چور ڈاکو وغیرہ بن جائے گا' اعتاق کی شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا خود آزاد ہو بالغ ہو غلام کا مالک ہو' عتق یعنی آزادی اختیاری بھی ہوتی ہے غیر اختیاری بھی' چنانچہ جو شخص ذی رحم قرابت دار کا مالک ہو جائے تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۳۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان گردن کو آزاد کرے[۱] تو اللہ تعالٰی اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد فرمائے گا[۲] حتی کہ شرمگاہ کے بدلہ شرمگاہ[۳] (مسلم' بخاری)[۴]

(۳۲۳۵) [۱] مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل' حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ' سورۂ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل فرما رہی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے' یہ حدیث ان کے خلاف ہے' غرض کہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلیٰ' اسی لئے اولاد اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں' یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔ [۲] یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائے گا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں' اسی لئے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولحمھا بلحمہ لحمھا

بلحمہ شعرھا بشعرہ بہرحال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جبکہ رضائے الٰہی کے لئے ہو۔۳؎ شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء سے خبیث عضو ہے کہ ناپاکی کا محل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جبکہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہوگیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے اس حدیث کی بناپر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد و ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسناد سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔۴؎ یہ حدیث تمام کتب صحاح میں اور جامع صغیر طبرانی وغیرہ میں مختلف صحابہ سے موقوفًا و مرفوعًا منقول ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَ جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰی نَفْسِكَ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۳۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اچھا ہے؟ فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔۲؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: کون سی گردن افضل ہے؟ فرمایا: زیادہ قیمتی اور مالک کے نزدیک نفیس۳؎ میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں۔ فرمایا: کام والے کی مدد یا بیکار کا کام کر۴؎ میں نے عرض کیا: اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو فرمایا کہ لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھ۔۵؎ کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تو اپنے نفس پر صدقہ کرتا ہے۶؎ (مسلم، بخاری)

(۳۲۳۶)۱؎ یعنی دل دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا افضل ہے اسی لئے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔۲؎ ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہوجائے ورنہ محض بیکار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۴۱:۳۰) بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹:۶۹) اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے (کنزالایمان) ۳؎ اس حدیث کی بناپر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مراد قیمتی اور مومن غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔۴؎ یعنی جو محنتی کاروباری آدمی کہ اس کی کمائی اسے کافی نہ ہو غریب رہتا ہو اس کی بھی مدد کرو اور جو کام کاج کے لائق نہ ہو اس کی بھی دستگیری کرو بعض نسخوں میں بجائے صانعا کے ضائعا ہے یعنی برباد شدہ کی مدد کرو کہ اسے آباد کردو۔۵؎ یعنی کوشش کرو کہ تم سے کسی کو نقصان نہ پہنچے مصرع مرا بہ جز تو امید نیست بدمرساں۔۶؎ کہ اس صورت میں تم اپنے کو گناہ سے بچاتے ہو یہ بھی خود اپنے پر احسان و مہربانی ہے کسی پر ظلم کرنا اس پر وقتی طور پر ہوتا ہے خود اپنے پر دائمی ظلم ہے۔ شعر:

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد | برگردن او بماند و بر ما بگذشت

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ عَمَلًا یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ کُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ قَالَ اَوَ لَیْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسَمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكُّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِیْنَ فِیْ ثَمَنِهَا وَالْمِنْحَةَ الْوَکُوْفَ وَالْفِیْئَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَکُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۳۲۳۷) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے' فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' بولا: مجھے ایسا عمل سکھایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے[۱] فرمایا: اگر چہ تو نے کلام مختصر کیا ہے مگر سوال وسیع کیا[۲] غلام آزاد کرو اور گردن چھوڑاؤ[۳] وہ بولا: کیا یہ دونوں ایک نہیں[۴] فرمایا: نہیں' غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اس کی آزادی میں اکیلا ہو اور گردن چھوڑانا یہ ہے کہ تو اس کی قیمت میں مدد کرے[۵] اور کچھ دودھ خیرات کر[۶] اور ظالم قرابت دار پر رجوع کرے پس اگر تو اس کی طاقت نہ رکھے تو بھوکے کو کھانا دے اور پیاسے کو پانی اور بھلائی کا حکم کر اور برائی سے منع کرو[۸] اگر تو اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کی حفاظت کر سوائے بھلائی کے[۹]

(بیہقی' شعب الایمان)

(۳۲۳۷)[۱] یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی مجھے اوّل سے ہی جنت میں پہنچا دے دوزخ کی سزا دے کر نہ پہنچائے یا اسناد مجازی ہے یعنی وہ عمل جنت میں اولٰی داخلہ کا سبب ہو' اس سے معلوم ہوا کہ اسناد مجازی جائز ہے لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ سے بچاتے ہیں' جنت میں پہنچاتے ہیں۔ جب ایک عمل جنت میں پہنچا سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس عمل سے کہیں افضل ہیں ضرور پہنچا سکتے ہیں۔[۲] یا تو لئن بمعنی وان ہے بمعنی اگر چہ' جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں اختیار کیا' یا لام قسم کا ہے اور ان شرطیہ' اس صورت میں لقد عرضت شرط کی جزاء پہلی صورت میں تو عبارت کے وہ معنی ہیں جو ہم نے عرض کئے' دوسری صورت میں معنی یہ ہیں کہ تو نے اگر کلام چھوٹا کیا ہے تو مسئلہ بڑا پیش کیا ہے حضور نے سائل کی تعریف فرمائی کہ تو کلام چھوٹا کرتا ہے چیز بڑی مانگتا ہے جنتی ہو جانا معمولی بات نہیں' یہ آخری معنی مرقات نے کئے[۳] یہ ہے اس کی عرض و معروض کا جواب اور لئن الخ جملہ معترضہ ہے نسمہ ن وس کے فتحہ سے بمعنی روح و جان' کبھی نفس و ذات کو بھی کہہ دیتے ہیں یعنی روح والی ذات یہاں اسی معنی میں' اس سے مراد غلام یا لونڈی ہے' یونہی رقبہ اگر چہ گردن کو کہتے ہیں مگر مراد ہے گردن والا یعنی انسان[۴] یعنی حضور نے فرمایا: وفك الرقبة واء عاطفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عتق اور چیز ہے فک اور چیز مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہیں' ممکن ہے کہ واؤ بمعنی او ہو یعنی یا غلام آزاد کر یا پھنسی گردن چھڑا[۵] سبحان اللہ یہ ہے اس سید الکونین افصح العرب کی فصاحت و بلاغت کہ عتق سے مراد ہے آزاد کرنا' آزاد وہی کرے گا جو مالک ہو گا لہٰذا اس کے معنی ہوئے اپنا غلام آزاد کرنا اور فک کے بمعنی ہیں پھنسی گردن چھوڑانا یعنی کسی اور کا غلام ہے اس نے اسے مکاتب کر دیا ہے' یہ مال ادا کرنے پر قادر نہیں' اس کی گردن پھنسی ہے تو اس کی کلی یا بعض قیمت ادا کر کے آزاد کرا دے[۶] منحہ میم کے کسرہ نون کے جزم سے بمعنی عطیہ' اب اس دودھ والے جانور کو منحہ کہتے ہیں جو کسی کو دودھ پینے کے لئے عاریۃً دیا جائے اونٹنی یا بکری گائے وغیرہ کوف وکف سے ہے بمعنی قطرے ٹپکنا' کہا جاتا ہے وکف السقف بارش میں چھت ٹپکی' اس سے مراد بہت دودھ والے جانور کا عاریۃً دے دینا بھی بہت ہی اچھا عمل ہے

جنت میں پہنچانے والا یا المنحۃ منصوب ہے فعل پوشیدہ کا مفعول ہے یعنی تیرا عزیز قرابت دار اگر تجھ پر ظلم کرے مگر تو اس پر مہربانی سے رجوع کرے یہ بھی جنتی ہونے کا عمل ہے (اشعہ) یا جو تیرا عزیز قرابت دار دوسروں پر ظلم کرے تو تو اس کی قرابت ومحبت واپس کردے اس سے تعلق توڑ دے تاکہ وہ اس حرکت سے توبہ کرے، محض قرابت داری کی وجہ سے اس کی حمایت نہ کر (مرقات) ۸؎ یعنی لوگوں پر ظاہری و باطنی احسان کر، کھانا پانی ظاہری احسان ہے جس سے جسم کی پرورش ہے اور برائی سے روکنا بھلائی کا حکم دینا باطنی احسان جس سے دل و دماغ کی پرورش ہے۔ ۹؎ اس طرح کہ زبان سے بری بات جھوٹ غیبت گالی وغیرہ نہ نکالو یہاں خیر شر کا مقابل ہے لہذا اس خیر میں جائز و مباح کلام بھی داخل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ بہترین عمل یہ ہے کہ کثرت سکوت، لزوم البیوت، قناعۃ بالقوت، الی ان یموت یعنی دراز خاموشی اکثر گھر میں رہنا، تاحیات تھوڑے پر قناعت کرنا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِیُذْکَرَ اللّٰهَ فِیْهِ بُنِیَ لَهٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً کَانَتْ فِدْیَتَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَابَ شَیْبَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۲۳۸) روایت ہے حضرت عمرو بن عبسہ سے ۱؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس لئے مسجد بنائے کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا ۲؎ اور جو مسلمان نفس کو آزاد کرے تو وہ اس کا دوزخ سے فدیہ ہوگا ۳؎ اور جو اللہ کی راہ میں بوڑھا ہو ۴؎ تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا ۵؎ (شرح السنۃ) ۶؎

(۳۲۳۸) ۱؎ آپ کی کنیت ابو نجیح ہے سلمی ہیں چوتھے مسلمان ہیں آپ کے فضائل بیان کئے جاچکے ہیں ۲؎ مسجد چھوٹی بنائے یا بڑی، اکیلا بنائے یا دوسروں کے ساتھ مل کر اگر نیت میں اخلاص ہے تو انشاء اللہ یہی ثواب ہے، اس سے وقف مسجد مراد ہے نہ کہ گھر کی مسجد جو گھر میں ایک گوشہ نماز کے لئے مخصوص کرلیا جاتا ہے۔ ۳؎ کہ اللہ اس آزاد کرنے کے سبب اسے دوزخ سے نجات دے گا یہ لازم نہیں کہ اس آزاد کردہ غلام کو ضرور دوزخ ہی میں بھیجے، فدیہ سے یہ مراد نہیں ۴؎ اس طرح کہ اپنی ساری زندگی اسلام میں جہاد میں حج میں طلب علم میں گزارے، فی سبیل اللہ بہت عام ہے۔ معلوم ہوا کہ پرانا مسلمان نومسلم سے اس لحاظ سے افضل ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ اس کا منہ قیامت کے دن نورانی ہوگا اور وہاں کی تاریکیوں سے نجات پائے گا کیونکہ دنیا میں کبھی کفر ومعصیت کی تاریکیوں میں نہیں پھنسا ۶؎ خیال رہے کہ یہ حدیث مجموعی طور پر بروایت عمرو ابن عبسہ صرف شرح سنہ میں ہی ہے مگر متفرق طور پر مختلف راویوں سے مسلم، بخاری، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، طبرانی، جامع صغیر وغیرہ میں ہے لہذا صاحب مشکوٰۃ کا صرف شرح سنہ کا حوالہ دینا مجموعی حدیث کے لحاظ سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ الْغَرِیْفِ بْنِ الدَّیْلَمِیِّ قَالَ اَتَیْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا حَدِیْثًا لَیْسَ فِیْهِ زِیَادَةٌ وَّلَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَقْرَأُ وَمُصْحَفُهٗ مُعَلَّقٌ فِیْ بَیْتِهٖ فَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ فَقُلْنَا اِنَّمَا اَرَدْنَا

(۳۲۳۹) روایت ہے حضرت غریف ابن دیلمی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم واثلہ ابن اسقع کے پاس گئے ۲؎ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو وہ حدیث سنایئے جس میں کمی بیشی نہ ہو تو وہ ناراض ہوگئے اور فرمایا: تم میں سے کوئی تلاوت کرتا ہے اور اس کا قرآن اس کے گھر میں لٹکا

حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَاحِبٍ لَنَا اَوْجَبُ يَعْنِي النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ اَعْتِقُوْا عَنْهُ يُعْتِقُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ .

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ہوتا ہے تو کیا وہ کمی بیشی کر دیتا ہے؟ ۳؎ ہم بولے کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث سنایئے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ ۴؎ تو فرمانے لگے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے معاملے میں حاضر ہوئے' جس نے قتل کر کے اپنے لئے دوزخ واجب کر لی تھی ۵؎ تو فرمایا: اس کی طرف سے غلام آزاد کرو' اللہ اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد کر دے گا ۶؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۲۳۹) ۱؎ آپ کا لقب غریف ابن عیاش ابن فیروز دیلمی ہے' نام عبداللہ ہے تابعین میں سے ہیں ثقہ و مقبول الحدیث ہیں ۲؎ آپ مشہور صحابی ہیں واثلہ ابن اسقع لیثی اس وقت ایمان لائے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ اہل صفہ میں سے ہیں۔ تین سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' بصرہ میں رہے۔ آخر عمر میں دمشق سے تین میل دور قریہ بلاط میں رہے پھر بیت المقدس میں انتقال فرمایا۔ پورے سو سال عمر پائی۔ ۳؎ مقصد یہ ہے کہ بالکل غلطی نہ ہونا طاقت انسانی سے باہر ہے۔ دیکھو باوجودیکہ تلاوت قرآن دن رات کی جاتی ہے اور لکھا ہوا قرآن گھر میں رکھا رہتا ہے' دن رات دیکھا جاتا ہے پھر بھی اس میں غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ تو حدیث شریف ہے' جس کی نہ تلاوت اس قدر اہتمام سے ہو نہ وہ کتابی شکل میں لکھی ہمارے پاس موجود ہے پھر بالکل زیادتی کمی نہ ہونا کیسے ہوسکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث بالمعنی اور حدیث میں ایسی زیادتی کمی' جس سے مقصد نہ بدلے درست ہے اس پر صحابہ کرام کا عمل ہے (مرقات) ۴؎ یعنی ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس طرح سنایئے کہ اس کے معنی میں قطعی تبدیلی نہ ہوئی ہو یہ مقصد نہیں کہ الفاظ بھی قطعاً نہ بدلیں' آپ ہمارا مقصد سمجھے نہیں۔ ۵؎ لفظ یعنی النار غریف کا ہے' واثلہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے اوجب بالقتل اس کی شرح غریف نے کی' مطلب یہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے کسی کو بغیر عمد قتل کر کے سخت جرم کر لیا تھا' ان پر قصاص تو تھا نہیں' دیت تھی' ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آخرت میں اس قاتل کی جان کیونکر دوزخ سے بچے۔ ۶؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بغیر عمد کے قتل میں قصاص نہیں دیت ہے' دوسرے یہ کہ دیت سے دنیاوی معافی ہو جاتی ہے' آخرت کے وبال سے بچنے کے لئے کوئی نیکی کرنا چاہئے۔ خیال رہے کہ قتل خطاء بھی جرم ہے کیونکہ یہ قتل بے احتیاطی کی سزا دوزخ ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خطا و نسیان پر تو پکڑ نہیں پھر کفارہ کے لئے غلام کیوں آزاد کرایا گیا کیونکہ خطا پر پکڑ نہیں مگر جس غفلت کی وجہ سے خطا ہوئی اس غفلت پر پکڑ ہے' اگر کوئی رات کو دیر سے سوئے' جس کی وجہ سے صبح کو آنکھ نہ کھلے اور نماز فجر قضا ہو جائے تو رات کو بلاوجہ زیادہ جاگنے پر پکڑ ہے کہ تم جلد کیوں نہ سو گئے تاکہ جلد آنکھ کھل جاتی۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ الشَّفَاعَةُ بِهَا الَّتِيْ تَفُكُّ الرَّقَبَةُ . (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۳۲۴۰) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ سفارش ہے' جس سے پھنسی گردن چھوٹ جائے ۱؎ (بیہقی' شعب الایمان)

(۳۲۴۰) ۱؎ یعنی سفارش کر کے کسی کو قرض' غلامی' قید سے چھڑا دینا یا مکاتب کی سفارش کر کے اس کا بدل کتابت کم کرا

دینا بہترین صدقہ ہے۔خیال رہے کہ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں التی ہے تب تو عبارت بالکل واضح ہے اور بعض نسخوں میں التی نہیں' تب یہاں تفك کا جملہ شفاعۃ کی صفت ہے یا اس کا حال' کیونکہ اس صورت میں الشفاعة نکرہ ہے اور نکرہ کی صفت جملہ ہوسکتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ولقد امر علی الیم لیبنی

خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کر کے پھنسے آدمی کو چھڑا دینا بہت افضل ہے۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے:مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا (۸۵:۴) جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے(کنزالایمان)۔

بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ وَشِرَى الْقَرِيْبِ وَالْعِتْقِ فِي الْمَرَضِ
مشترک غلام آزاد کرنے اور قرابت دار کو خریدنے اور بیماری میں آزاد کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

یعنی ایک غلام چند شخصوں کا مشترک ہو' ان مالکوں میں سے ایک آزاد کردے تو بقیہ مالک کیا کریں' اس میں اختلاف ہے عتق تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں' اس طرح کہ غلام آدھا آزاد ہوجائے اور آدھا غلام رہے۔امام ابوحنیفہ کے ہاں ہوسکتا ہے صاحبین کے ہاں نہیں رضی اللہ عنہم' اس پر بہت سے شرعی مسائل متفرع ہوتے ہیں کہ کون قریبی عزیز اپنی ملک میں آنے سے آزاد ہوتا ہے اور کون عزیز آزاد نہیں ہوتا۔یعنی بیماری موت میں آزاد کرنے اور مدبر کرنے کا حکم۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَّهٗ فِيْ عَبْدٍ وَّ كَانَ لَهٗ مَالٌ يَّبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَاءُهٗ حِصَصَهُمْ وَ عَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ مِنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۴۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے تو اگر اس کے پاس مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے[۱] تو اس پر غلام کی قیمت لگائی جائے انصاف کی پھر بقیہ شریکوں کو ان کے حصے دے دیئے جائیں اور غلام اس پر ہی آزاد ہوگا[۲] ورنہ اس غلام میں سے جتنا ہوگیا' وہ ہوگیا[۳] (مسلم' بخاری)

(۳۲۴۱)[۱] شرک شین کے کسرہ ر کے سکون سے بمعنی حصہ (نہایہ) یعنی اگر چند شخص ایک غلام کے مالک تھے اور غلام ان سب میں مشترک تھا کہ ایک مالک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو اگر اس آزاد کرنے والے کے بعد کھانے پینے اور لباس اور رہنے کے مکان وخدمت کے غلام غرض ضروریات سے بچا ہوا اتنا مال ہو جو باقی حصہ داروں کے حصوں کی قیمت کے برابر ہو لہذا اس آزاد کرنے والے کے مکان' جائیداد' کپڑے فروخت کرا کر ان شرکاء کو نہ دلوایا جائے گا یہ قیود بہت خیال میں رہیں (مرقات)[۲] یعنی آزاد کرنے والا اگر اس قدر مال کا مالک ہے جو اوپر مذکور ہوا تو باقی مالکوں کے حصوں کی انصاف والی قیمت اس سے دلوائی جائے گی اور غلام پورا آزاد ہوگا اور یہ اکیلا ہی آزاد کرنے والا مانا جائے گا اس کی ولا ساری کی ساری اسی معتق کی ہوگی' اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس ایک مالک کے آزاد کرتے

ہی سارا غلام آزاد ہو جائے گا' ان بقیہ مالکوں کو قیمت دینے پر آزادی موقوف نہ ہوگی نیز یہ حکم ہر غلام و معتق کا ہے خواہ مومن ہوں یا کافر اور اس آزادی سے راضی ہوں یا ناراض' یہی مذہب ہے صاحبین کا' اسی کو امام طحاوی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔۳؎ یعنی اگر وہ آزاد کرنے والا مالک تنگدست ہے کہ اس کے پاس مذکورہ مال نہیں ہے تو اتنا حصہ غلام کا آزاد ہو گیا' باقی حصہ غلام ہی ہے' باقی مالکوں کو حق ہے کہ یا غلام سے محنت و مشقت کرا کر اس کی بقیہ قیمت وصول کر کے آزاد کردیں یا غلام ہی رہنے دیں وہ بھی بخوشی بغیر عوض آزاد کردیں۔ یہ مذہب ہے امام شافعی کا اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے غرض کہ ان کے ہاں غلام کی آزادی کے حصے ہو سکتے ہیں کہ اس غلام کا بعض حصہ آزاد ہے بعض غلام ہمارے امام اعظم کے ہاں اگرچہ آزادی منقسم ہو سکتی ہے مگر منقسم رہ نہیں سکتی لہٰذا امام اعظم کے ہاں اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اس وقت تو غلام کا یہی حصہ آزاد ہو گا مگر باقی مالکوں کو حق ہو گا کہ یا تو وہ بھی آزاد کردیں یا غلام سے مشقت کرا کر اپنے حصوں کی قیمت وصول کرلیں اور غلام یہ قیمت دے کر آزاد ہو جائے' بہرحال تمام اماموں کا اس پر تو اتفاق ہے کہ اگر آزاد کرنے والا غنی ہے تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا آزادی منقسم نہ ہوگی' اس پر بھی متفق ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اتنا ہی حصہ آزاد ہو گا جتنا آزاد کیا گیا' اختلاف اس میں ہے کہ باقی حصہ غلام رہے گا یا نہیں۔ امام شافعی کے ہاں رہے گا' ہمارے ہاں نہیں۔ صاحبین تقسیم عتق کے قائل نہیں ان کے ہاں بہرحال پورا غلام آزاد ہوگا' معتق غنی ہو یا فقیر' ہاں فقیری کی صورت میں غلام آزاد ہو تو چکا مگر محنت کر کے اپنی بقیہ قیمت باقی مالکوں کو دے' سب کے دلائل کتب فقہ میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا فِيْ عَبْدٍ اُعْتِقَ كُلُّهُ اِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں' جس نے غلام میں ایک حصہ آزاد کیا تو وہ پورا آزاد ہو گیا' اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے محنت کرائی جائے بغیر اس پر مشقت ڈالے۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۲۴۲)۱؎ اس حدیث کے معنی صاحبین کے ہاں یہ ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو غلام پورا آزاد ہو گیا مگر کمائی کرے باقی مالکوں کو اپنے بقیہ حصے کی قیمت ادا کرے اور امام صاحب کے ہاں یہ معنی ہیں کہ ابھی اس کا ایک حصہ ہی آزاد ہوا' جب کمائی کر کے اپنی بقیہ قیمت ادا کرے گا تب باقی آزاد ہوگا امام شافعی کے ہاں یہ معنی ہیں کہ اس صورت میں غلام کا ایک حصہ آزاد ہو گیا باقی مالک بدستور اپنے اپنے حصوں میں اس سے اپنا کام لیں بلکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ استسعی العبد الخ حضور کا فرمان ہے ہی نہیں یہ قتادہ راوی کا اپنا قول ہے مگر حق یہ ہے کہ حضور ہی کا فرمان ہے جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوْكِيْنَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَدَعَابِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّاَهُمْ اَثْلَاثًا ثُمَّ اَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً وَ قَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيْدًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَ رَوَى النَّسَائِيُّ عَنْهُ وَ ذَكَرَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اُصَلِّيَ عَلَيْهِ بَدَلَ وَ قَالَ لَهٗ

(۳۲۴۳) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کردیا۱؎ اس کے پاس سوائے ان کے اور کوئی مال نہ تھا۲؎ تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو ان کے تین حصے کئے' پھر ان میں قرعہ ڈالا۔۳؎ چنانچہ دو کو آزاد کردیا اور چار کو غلام رکھا۴؎ اور میت کے لئے بہت سخت الفاظ فرمائے۵؎ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا اگر ہم دفن کئے

قَوْلًا شَدِيْدًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَ قَالَ لَوْ شَهِدْتُّهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِيْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

جانے سے پہلے ہوتے تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا ۶

(۳۲۴۳)۱اس طرح کہ ان سب سے کہہ دیا تم سب آزاد ہو جاؤ یہ نہ کہا کہ میرے بعد آزاد ہو جاؤ گے یعنی عتق تنجیزی تھا۔۲اگر اس مرنے والے کے پاس ان غلاموں کے سوا اور مال ہوتا کہ یہ غلام اس کا تہائی بن جائے تو یہ سب آزاد ہو جاتے کہ مرتے وقت اپنے تہائی مال میں تصرف جائز ہے زیادہ میں نہیں۔۳یہ چھ غلام زنجی تھے سب کی قیمت برابر تھی اگر قیمت میں کمی بیشی ہوتی تو دو غلام آزاد نہ ہوتے بلکہ تہائی مال میں جتنے آتے وہ آزاد ہوتے' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ مرتے وقت کا آزاد کرنا' یونہی صدقہ وخیرات و ہبہ وغیرہ درست ہے' دوسرے یہ کہ اس وقت یہ تمام کام اپنے تہائی مال میں کر سکتا ہے کہ باقی دو تہائی مال اس کے وارثوں کا ہے۔۴امام اعظم اور امام شعبی' امام شریح' خواجہ حسن بصری کا فتویٰ یہ ہے کہ اس صورت میں اس چھ غلاموں کا تہائی آزاد ہوگا یعنی ہر ایک غلام کا ۱/۳ حصہ اور ہر غلام اپنے ۲/۳ دو تہائی آزاد کرانے کے لئے کمائی کریں قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔۵کیونکہ اس نے ناجائز کام کیا جس مال سے وارثوں کا حق متعلق تھا انہیں آزاد کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مردے کو دینی قصور کی وجہ سے برا کہا جا سکتا ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ اپنے مردوں کو بھلائی سے یاد کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی وجہ سے اسے برا نہ کہو (اشعہ)۶اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کسی غلطی کرنے والے پر خود نماز نہ پڑھے دوسروں سے پڑھوا دے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کرا دے تاکہ لوگ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں تو درست ہے یہ تبلیغ کی ایک قسم ہے' شاید اس شخص کی وفات اور دفن کے وقت سرکار مدینہ منورہ سے باہر سفر میں ہوں گے ورنہ عموماً حضور صحابہ کرام کے کفن دفن میں شرکت فرماتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۴۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدلہ نہیں دے سکتا مگر اس طرح کہ اسے غلام پائے تو اسے خرید لے تاکہ آزاد کر دے۱ (مسلم)

(۳۲۴۴)۱ف تعقیبیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے کیونکہ ماں باپ و دیگر خاص قرابت دار خریدتے ہی آزاد ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی کتنی ہی خدمت کرے' مگر اس کا حق ادا نہیں کر سکتا' اس کا حق ادا کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اگر بیٹا آزاد اور مالدار ہو باپ غلام ہو تو بیٹا اسے خرید لے تاکہ وہ باپ اس کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے' یہ مطلب نہیں کہ پہلے باپ کو خرید کر اس کا مالک بن جائے پھر اپنے طور پر اسے آزاد کرے' لہذا یہ حدیث نہ تو اگلی آئندہ حدیث کے مخالف ہے نہ قول فقہاء اس حدیث کے خلاف۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْكًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ

(۳۲۴۵) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک انصاری آدمی نے اپنا غلام مدبر کیا۱اور اس کے پاس اس کے سوا اور مال نہ تھا۲یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے اسے کون خریدتا ہے۳چنانچہ اسے نعیم ابن نحام نے آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا۴ (مسلم' بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اسے نعیم ابن

مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَآءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِاَ هْلِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِيْ قَرَابَتِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِيْ قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَيَقُوْلُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَ شِمَالِكَ)

عبداللہ عدوی نے آٹھ سو درہم کے عوض خریدا۔۵ وہ یہ درہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے' آپ نے وہ درہم اسے دیئے۔٦ پھر فرمایا کہ اپنے نفس سے شروع کرو کہ اس پر خرچ کرو۔ ے پھر اگر کچھ بچ رہے تو اپنے گھر والوں کو دو' پھر اگر گھر والوں سے کچھ بچ رہے تو اپنے قرابت والوں کو دو ۸ پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے بھی کچھ بچ رہے تو یوں دو اور یوں دو' حضور انور اپنے آگے دائیں بائیں اشارہ فرماتے جاتے تھے ۹

(۳۲۴۵) ۱ یا اس طرح کہ کہا کہ اگر میں فلاں بیماری میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یہ تدبیر مقید ہے اور اس کو مدبر مقید کہتے ہیں یا اس طرح کہ کہا جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے اسے تدبیر مطلق کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مدبر مطلق کہا جاتا ہے' یہ فرق خیال میں رہے۔۲ یعنی ان انصاری کا کل مال یہ غلام ہی تھا اور کوئی مال نہ تھا لہٰذا یہ غلام تہائی مال سے نہیں نکل سکتا اور وصیت تہائی مال میں ہی جاری ہوتی ہے۔۳ یہ نیلام نہ تھا اور نہ دوسرے بھی بولی دیتے بلکہ ان انصاری کی تدبیر باطل فرمادینے کا اعلان تھا تاکہ لوگوں کو اطلاع ہوجائے۔۴ ان خریدار کا نام نعیم ابن عبداللہ ابن اسید ہے قبیلہ بنی عدی سے ہیں جس قبیلہ سے حضرت عمر ہیں' نحام بنا ہے نحمہ سے بمعنی کھانسی یا کھنکار' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نے جنت میں جاتے وقت اپنے آگے کسی کی کھانسی سنی۔ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یہ عبداللہ عدوی کی کھنکار ہے اس دن سے ان کا لقب نحام پڑ گیا بمعنی کھنکار والے یا کھانسی والے' حق یہی ہے کہ یہ لقب نحام عبداللہ کا ہے نہ کہ نعیم کا۔۵ اس حدیث کی بنا پر بعض اماموں نے فرمایا کہ مدبر کرنے والے مولیٰ کی زندگی میں مدبر کو فروخت کرسکتے ہیں کہ حضور نے ان انصاری کی زندگی میں ان کا مدبر فروخت کیا۔ امام شافعی کے ہاں مدبر کی بیع مطلقاً جائز ہے مولیٰ کی زندگی میں بھی بعد موت بھی۔ ہمارے ہاں مدبر کی بیع مطلقاً ممنوع ہے مولیٰ کی زندگی میں بھی اس کی موت کے بعد بھی' چنانچہ دارقطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے مرفوعاً وموقوفاً روایت کی کہ مدبر نہ فروخت کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اس حدیث کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجمل ہے جس میں اس بیع کی وجہ بیان نہ ہوئی۔ یا تو یہ انصاری مقروض تھے یہ غلام ان کے قرض میں گھرا تھا لہٰذا حضور نے یہ تدبیر جائز نہ رکھی یا انہوں نے تدبیر مقید کی تھی کہ اگر میں اتنے عرصہ یا فلاں بیماری میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور نے انہیں یہ قیمت دے کر یہ بھی فرمایا کہ اس سے اپنا قرض ادا کرو یا حضور نے اس مدبر کی خدمت فروخت کی یعنی اسے کرایہ پر دیا جیسا کہ دارقطنی بروایت عبدالغفار عن ابی جعفر روایت کی' چنانچہ ابوجعفر یعنی امام محمد باقر ابن امام علی زین العابدین نے اس حدیث جابر کی بنا پر مدبر کی خدمت کی بیع جائز قرار دی یا یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب قرض وغیرہ میں آزاد کی بیع بھی درست تھی تو یہ شخص تو مدبر تھا یعنی آزادی کا مستحق تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا' بہرحال مذہب حنفی بہت قوی ہے۔ حدیث جابر میں بہت سے احتمالات ہیں' ان احتمالات کے ہوتے ہوئے اس سے استدلال درست نہیں۔ امام شافعی بھی مانتے ہیں کہ اُمّ ولد کی بیع درست نہیں حالانکہ اُمّ ولد بھی گویا مدبرہ ہی ہوتی ہے کہ مولیٰ کے مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے تو مدبر کی بیع کیونکر جائز ہوسکتی ہے (از مرقات) ٦ یعنی نعیم سے آٹھ سو درہم وصول فرماکر ان مدبر فرمانے والے انصاری کو عطا فرمائے اور ان ے یہ وہ کلام فرمایا جو آگے آرہا ہے ے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اپنے قرض

سے شروع کرو کہ پہلے اس رقم سے قرض ادا کرو پھر اپنے نفس سے شروع کرو کہ اپنے پر خرچ کرو۔ ۸؎ اہل سے مراد بیوی بچے وغیرہ ہیں، جن کا خرچہ ان کے ذمہ فرض تھا اور اہل قرابت سے مراد باقی دوسرے عزیز رشتہ دار ہیں جن کا خرچہ دینا مستحب۔ ۹؎ اگر قرابت داروں کو خرچہ دے کر بھی بچ رہے یا ان میں کوئی غریب ہو ہی نہیں تو دوسرے کار خیر میں خرچ کرو، فقراء کو خیرات، مسجد، سبیل، طلباء پر خرچ، خیال رہے کہ مدبر مقید مولیٰ کی زندگی میں تو مدبر نہیں ہوتا لیکن اگر مولیٰ اس ہی شرط پر مرے جس پر مدبر کیا تھا تو اب وہ مدبر آزاد ہو جائے گا گویا یہ تدبیر بالشرط ہے مثلاً کہا تھا کہ اگر میں اس سال میں یا اس مرض میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے تو مولیٰ کے جیتے جی وہ مدبر نہیں لیکن اگر وہ اسی سال یا اسی مرض میں مر گیا تو اب وہ مدبر آزاد ہے کہ شرط آزادی پائی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۴۶) روایت ہے حضرت حسن بصری سے، وہ حضرت سمرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے ۱؎ تو وہ آزاد ہے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ۳؎

(۳۲۴۶) ۱؎ ذی رحم وہ قرابت دار ہے جس سے نسبی رشتہ ہو اور محرم وہ جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو لہذا دادا محرم تو ہے مگر ذی رحم نہیں اور چچا زاد بھائی ذی رحم ہیں مگر محرم نہیں اور باپ بھائی بھتیجے چچا وغیرہ ذی رحم بھی ہیں محرم بھی۔ ۲؎ یعنی اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کو خرید لے یا کسی اور طرح اس کی ملکیت میں آ جائے تو آتے ہی آزاد ہو جائے گا یہی مذہب ہے جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے امام اعظم ابوحنیفہ و احمد کا رضی اللہ عنہم امام شافعی کے ہاں اپنے اصول و فروع کا تو یہ حکم ہے باقی بھائی بہن وغیرہ ذی رحم کا یہ حکم نہیں مگر قوی قول امام اعظم کا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا۔ ۳؎ اس حدیث کو احمد و حاکم نے باسناد صحیح نقل فرمایا نیز حضرت عمر سے موقوفاً بھی مروی ہے نسائی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً نقل فرمائی، سنن اربعہ نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کی، طحاوی شریف نے حضرت عمرو ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی، مبسوط میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میرا بھائی بازار میں فروخت ہو رہا تھا میں نے اسے خرید لیا میں چاہتا ہوں کہ اسے آزاد کر دوں۔ حضور نے فرمایا: اسے تو اللہ تعالٰی نے ہی آزاد کر دیا، بہر حال یہ حدیث بے شمار اسناد سے مروی ہے عام صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ (مرقات و لمعات وغیرہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَلَدَتْ اَمَةُ الرَّجُلِ مِنْهُ فَهِيَ مُعْتَقَةٌ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ اَوْ بَعْدَهٗ . (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۲۴۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جب کسی کی لونڈی اس سے بچہ جن دے تو وہ اس کے پیچھے یا اس کے مرے بعد آزاد ہے ۱؎ (دارمی)

(۳۲۴۷) ۱؎ یعنی جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے صحبت کرے اور اس سے بچی یا بچہ پیدا ہو جائے تو یہ لونڈی مدبر غلام کے حکم میں ہے کہ اس کے مرے بعد آزاد ہوگی عن دبر او بعدہ کسی راوی کے شک کی بنا پر ہے، یعنی مجھے خیال نہیں کہ حضرت ابن عباس نے عن دبر منہ روایت فرمائی یا فرمایا بعدہ دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی بیع یا ہبہ یا وصیت جائز نہیں اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ام ولد کی بیع کے قائل تھے بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ مرقات

وغیرہ میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِىْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۴۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں اُمّ ولد لونڈی کو فروخت کیا[1] پھر جب زمانہ فاروقی ہوا تو انہوں نے ہمیں اس سے منع کر دیا' پس ہم باز رہے[2] (ابوداؤد)[3]

(۳۲۴۸)[1] یا تو نسخ سے پہلے یا بعض صحابہ کو ممانعت کی خبر نہ ہوئی اور بے خبری میں وہ فروخت کرتے رہے زمانہ صدیقی میں ایک دو حضرات نے یہ بیع کی۔ حضرت جابر سمجھے کہ اس بیع کا عام رواج تھا' یہاں یہ ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیع کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہ فرمایا جب تک یہ مذکور نہ ہو تب تک حجت نہیں۔[2] حضرت ابوبکر صدیق کا زمانہ خلافت بہت تھوڑا ہے اور بالکل جہادوں میں گھرا ہوا اس لئے یا تو آپ کو اس بیع کی نسخ کی خبر نہ پہنچی یا ان لوگوں کی فروخت کی خبر نہ ہوئی۔ زمانہ فاروقی بفضلہٖ تعالٰی دس سال ہے اور اس زمانہ شریف میں شرعی احکام کی بہت چھان بین ہوگئی اس لئے آپ کو ممانعت کی خبر نہ پہنچی اوران حضرات کی اس بیع کی بھی' اس لئے اس کی ممانعت کا اعلان فرما دیا اور کسی صحابی نے اختلاف نہ فرمایا' یہ ہوا اجماع صحابہ' اگر یہ حکم مشکوک ہوتا تو صحابہ میں ضرور اختلاف واقع ہوتا۔[3] حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح علیٰ شرط مسلم ہے' یہ حدیث نسائی وغیرہ نے مختلف الفاظ سے مختلف اسناد سے روایت کی مگر وہ تمام ضعیف ہیں' اُم ولد کی ممانعت کی روایات بہت ہیں اور صحیح ہیں جو مرقات نے جمع فرما دیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے جناب ابراہیم پیدا ہوئے تو حضور عالی نے فرمایا کہ انہیں ان کے اس بچہ نے آزاد کر دیا چنانچہ حضور کی وفات کے بعد جناب ماریہ آزاد ہوئیں دوسرے ترکات کی طرح صدقہ نہ بنیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ السَّيِّدُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۴۹) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا غلام آزاد کرے جس کے پاس مال ہو[1] تو وہ مال اس کا ہے' مگر یہ کہ مولیٰ شرط لگائے[2] (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۴۹)[1] یعنی اس کے قبضہ میں مال ہو اگرچہ وہ مال اس کے مولیٰ ہی کی ملک ہے' یہاں مال سے مراد غلام کا کمایا ہوا مال ہے مثلاً بندہ ماذون تھا اسے تجارت کی اجازت تھی اس نے تجارت کی' مال حاصل ہوا' ابھی مولیٰ کو نہ دیا تھا کہ غلام آزاد کر دیا گیا[2] یعنی آزاد کردہ غلام کا مال آزاد کرنے والے مولیٰ کا ہوگا' ہاں اگر مولیٰ مہربانی فرما کر کہہ دے کہ یہ مال تیرا ہی ہے لے جا' تو پھر ویسا ہی ہوگا' یہی قول جمہور علماء کا ہے' خواجہ حسن بصری' عطاء' نخعی بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ شِقْصًا مِنْ غُلَامٍ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ لِلّٰهِ شَرِيْكٌ فَاَجَازَ عِتْقَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۵۰) روایت ہے حضرت ابوالملیح[1] سے' وہ اپنے والد سے راوی کہ ایک شخص نے ایک غلام کا حصہ آزاد کر دیا[2] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں[3] پھر اس کی آزادی کو جائز رکھا۔[3] (ابوداؤد)

(۳۲۵۰)[1] آپ تابعی ہیں آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہذلی ہیں بصری ہیں بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے۔ آپ کے

والد اسامہ ابن عمیر صحابی ہیں ۔۲؎ ظاہر ہے کہ یہ شخص پورے غلام کا مالک تھا مگر آزاد کیا اس کا آدھا یا چوتھائی باقی اپنی ملک میں رکھا' یہ مطلب نہیں کہ اس کے چند شخص مالک تھے ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا۔۳؎ یعنی اسے حکم دیا کہ پورا غلام آزاد کردے' اس نے ایسا ہی کیا۔ یہ حکم استحبابی تھا جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں' امام اعظم غلام کی عتق کے تجزیہ وتقسیم کے قائل ہیں یعنی ان کے ہاں ہوسکتا ہے کہ ایک غلام کا بعض حصہ آزاد ہو بعض غلام' جو علماء فرماتے ہیں کہ عتق کی تقسیم نہیں ہوسکتی' بعض کی آزادی کل کی آزادی ہے وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ استدلال کمزور ہے پچھلی احادیث اس کے خلاف گزر چکیں' چنانچہ مسلم بخاری کی روایت گزر چکی عتق منه ما عتق ۔

وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِأُمِّ سَلْمَةَ فَقَالَتْ اَعْتِقُكَ وَاَشْتَرِطُ عَلَيْكَ اَنْ تَخْدَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ اِنْ لَّمْ تَشْتَرِطِيْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَاَعْتَقَتْنِيْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۵۱) روایت ہے حضرت سفینہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں اُمّ سلمہ کا غلام تھا' وہ بولیں کہ میں تمہیں آزاد کرتی ہوں اور تم پر یہ شرط لگاتی ہوں کہ جب تک جیو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرو۲؎ میں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تو بھی میں زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑتا۳؎ چنانچہ انہوں نے مجھے آزاد کردیا اور یہ شرط لگادی۴؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۵۱)۱؎ آپ کا نام رباح یا مہربان یا رومان ہے فارسی النسل ہیں مشہور ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں' اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت اُمّ سلمہ کے غلام ہیں ہوسکتا ہے کہ حضور انور کے غلام ہوں آپ نے جناب اُمّ سلمہ کو مرحمت فرمایا ہو' کسی سفر میں ایک شخص تھک گیا تو اس نے اپنی تلوار' ڈھال' نیزہ وغیرہ بہت سی چیزیں ان پر ڈال دیں۔حضور نے فرمایا: تم تو سفینہ یعنی کشتی ہو اس دن سے آپ کا لقب سفینہ ہوگیا۔آپ کے چار بیٹے ہیں عبدالرحمٰن' محمد' زیاد اور کثیر' ان سب سے روایات لیں' آپ ہی کا واقعہ ہے کہ عہد فاروقی میں ایک جنگل میں ایک شیر نے آپ پر حملہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا: اے ابوسائب میں رسول اللہ کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں تو وہ شیر کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا آپ کے آگے آگے چل دیا جیسا کہ اسی مشکوۃ باب الکرامات میں آئے گا انشاء اللہ۔۲؎ یعنی تم کو آزاد بالشرط کرتی ہوں کہ تم بعد آزادی ہمیشہ حضور کی خدمت کرنا۔معلوم ہوا کہ عتق بالشرط جائز ہے' اس میں اختلاف ہے کہ غلام کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں اور اگر نہ پوری کرے تو اس پر کچھ تاوان ہے یا نہیں' حق یہ ہے کہ ضرور پوری کرے کہ وعدہ کرچکا ہے' وعدہ پورا کرنا ضرور ہے۔۳؎ یعنی میں بغیر شرط لگائے بھی ان کا زندگی بھر غلام بے دام ہوں' چنانچہ حضرت سفینہ عمر بھر حضور کے بلکہ حضور کے صحابہ کرام کے خادم رہے۔۴؎ شارحین فرماتے ہیں کہ یہ شرط بمعنی وعدہ ہے ورنہ شرط جزا سے پہلے ہوتی ہے اور یہاں خدمت آزادی کے بعد ہوگی۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مَنْ مُّكَاتَبَتِهٖ دِرْهَمٌ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۲۵۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے' وہ اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس کی بدل کتابت سے ایک درہم بھی باقی رہے۱؎ (ابوداؤد)

(۳۲۵۲)۱؎ یعنی جس غلام سے اس کے مولیٰ نے کہہ دیا ہو کہ تو اپنے روپے ادا کردے تو تو آزاد ہے' اس نے تمام روپیہ ادا کردیا

صرف ایک درہم یعنی چار آنے باقی ہیں تو ابھی پورا غلام ہی ہے یہ نہ ہوگا کہ ادا کردہ رقم کے حساب سے آزاد ہو جائے اور باقی کے حساب سے غلام رہے، حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ کا تعلق دنیا یا اپنی ہستی سے ایک جو برابر بھی باقی ہے اسے آزادی میسر نہ ہوگی۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتَبِ اِحْدٰكُنَّ وَفَاءٌ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۵۳) روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے مکاتب کے پاس جب پورا کرنے کا مال ہو تو وہ اس سے پردہ کرے[۱] (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۵۳)[۱] یعنی اگر بی بی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا غلام کے پاس کتابت کا مال جمع ہو گیا مگر ابھی اس نے ادا نہیں کیا ہے تو اس بی بی کو چاہیئے کہ اس سے پردہ کرنے لگے کیونکہ اب وہ آزاد ہو جانے پر قادر ہو چکا ہے اس کی آزادی قریب ہے' انہی اُمّ سلمہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے غلام نبہان سے پوچھا کہ تیری کتابت کے مال سے کس قدر باقی ہے' وہ بولے: دو ہزار درہم۔ فرمایا: کیا وہ تیرے پاس ہیں؟ بولے: ہاں۔ فرمایا: ادا کر دے اور جا تجھے سلام ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے پردہ ڈال لیا وہ رونے لگے کہ میں آپ کے دیدار سے محروم ہو گیا میں تو یہ رقم کبھی ادا نہ کروں گا آپ بولیں بیٹے اب تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے' یہ حکم یا تو ازواج پاک کے لئے خصوصی تھا یا دوسری عورتوں کو بھی استحبابی ہے ورنہ جب تک کہ مکاتب پائی پائی ادا نہ کر دے تب تک وہ غلام ہے اس سے مولاۃ کا پردہ واجب نہیں یا یہ مطلب ہے کہ پردہ کرنے کی تیاری کرے۔ (اشعہ ومرقات) خیال رہے غلام اور اس مالکہ بی بی مولاۃ میں پردہ نہیں جب غلام آزاد ہو جائے تو اس سے مولاۃ کا پردہ واجب ہے اور جب آزادی کے قریب ہو جائے تو اس حدیث کی رو سے پردہ بہتر۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهٗ عَلٰى مِائَةِ اُوْقِيَّةٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشَرَةَ اَوَاقٍ اَوْ قَالَ عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ رَقِيْقٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۵۴) روایت ہے عمرو ابن شعیب سے' وہ اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس نے اپنے غلام کو سو اوقیہ چاندی پر مکاتب کیا[۱] تو اس نے سب ادا کر دیا' سوائے دس اوقیہ کے یا فرمایا سوائے دس دیناروں کے[۲] پھر وہ عاجز ہو گیا تو وہ غلام ہی ہے[۳] (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۵۴)[۱] اس طرح کہ اس سے کہہ دیا تو سو اوقیہ چاندی ادا کر دے تو تو آزاد ہے' ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے' سو اوقیہ چالیس سو یعنی چار ہزار درہم کا ہوا' ایک درہم ساڑھے چار آنہ کا[۲] یا تو یہ شک صحابی کو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ فرمایا یا دس دینار یا نیچے کے راوی کو شک ہے کہ میرے استاد حدیث نے کیا فرمایا خیال رہے کہ ایک دینار دس درہم یعنی پونے تین روپے کا ہوتا تھا اب تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کہ سونا بہت گراں ہے۔[۳] یا تو خود غلام ہی کہہ دے کہ اب میں بقیہ روپیہ ادا نہیں کر سکتا یا مکاتبت کی مدت گزر جائے' یہ دونوں صورتیں عجز کی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں ادا کیا ہوا روپیہ مولیٰ کا ہوگا اور یہ مکاتب پہلے کی طرح مکمل غلام ہو جائے گا معلوم ہوا کہ کل بدل کتابۃ کی ادا سے عاجز ہونا یا بعض سے عاجز ہونا حکم میں یکساں ہے کہ ان صورتوں میں یہ پورا غلام بن جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا اَوْ مِيرَاثًا وُرِّثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ) لَهُ قَالَ يُؤَدَّى الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا اَدّٰى دِيَةَ حُرٍّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ وَضَعَّفَهٗ .

(۳۲۵۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب مکاتب سزا یا وراثت کو پہنچے تو اس حساب سے وارث کیا جائے گا جتنا آزاد ہو چکا۱

(ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دیت دیا جائے گا مکاتب ادا کئے ہوئے حصہ کی آزاد کی دیت اور باقی کی غلام کی دیت۲ اور اسے ضعیف کہا۳

(۳۲۵۵)۱یعنی سزا اور وراثت میں مکاتب آزاد بھی مانا جائے گا اور غلام بھی، جتنا زر کتابۃ ادا کر چکا ہے اتنا آزاد ہوگا جتنا زر کتابت اس کے ذمہ ہے اتنے میں غلام مثلًا ایک شخص ایک ہزار روپیہ پر مکاتب تھا اور پانچ سو ادا کر چکا تھا اب اس مکاتب کا والد جو آزاد و مالدار تھا فوت ہو گیا اور مکاتب اس کا اکلوتا بیٹا ہے، جو سارے ترکہ کا وارث ہونا چاہئے تو اب یہ مکاتب آدھے ترکہ کا وارث ہوگا کیونکہ یہ آدھا آزاد ہے، اسی طرح اگر اس مکاتب کو کسی نے قتل کر دیا قاتل پر دیت واجب ہوئی، اس مکاتب کی قیمت مثلًا ایک سو روپیہ تھی تو قاتل اس مقتول مکاتب کی آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ اس مکاتب کے وارثوں کو دیں گے اور آدھی قیمت یعنی پچاس روپیہ مالک کو ادا کریں گے۔ ۲**یودی دیت** کا مضارع مجہول ہے ودی یدی باب ضرب سے یعنی دیت دیا جائے گا اور **ادی تادیت** کا ماضی معروف یعنی یودی کے پیش واو کے سکون د کے فتح سے ہے اور ادّی دال کے شد و فتح سے ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آزاد مقتول کی دیت سو اونٹ ہے اور غلام مقتول کی دیت پچاس اونٹ اور یہ مکاتب آدھا زر کتابت ادا کر چکا ہے تو اس کی دیت پچھتر اونٹ ہوگی مگر چونکہ مولیٰ کو مقتول غلام کی دیت نہیں ملتی بلکہ غلام کی قیمت ملتی ہے اس لئے اسے آدھی قیمت دی جائے گی۔ ۳اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب جس قدر زر کتابت ادا کر چکا اتنا آزاد ہے مگر پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک اس کے ذمہ ایک پیسہ بھی ہے وہ غلام ہے مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے پچھلی حدیث کے متعارض نہیں ہو سکتی اور سوائے امام نخعی کے کسی امام نے اس پر عمل نہیں کیا سب کے ہاں ایسا مکاتب نہ اپنے کسی عزیز کا وارث ہو اور نہ اس کی دیت وارثوں کو دی جائے بلکہ اس کی پوری قیمت مولیٰ کو دی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تَعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ اَيَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ هَلَكَتْ فَهَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ

(۳۲۵۶) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوعمرہ انصاری سے۱ کہ ان کی ماں نے آزاد کرنا چاہا پھر صبح تک دیر لگائی، وہ فوت ہو گئیں ۲عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے قاسم ابن محمد سے پوچھا کہ اگر میں ان کی طرف سے آزاد کر دوں، تو کیا انہیں نفع دے گا۳ تو قاسم بولے کہ سعد ابن عبادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، عرض کیا کہ میری ماں وفات پا چکیں، کیا انہیں نفع دے گا یہ کہ میں ان کی طرف سے آزاد کر دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(رَوَاهُ مَالِكٌ) فرمایا: ہاں[4] (مالک)

(۳۲۵۶)[1] عبدالرحمٰن تابعی ہیں ثقہ ہیں قاضی مدینہ منورہ ہیں ان کی احادیث مضطرب ہوتی ہیں ان کے والد کا نام عمرو ابن حصین ہے یا ثعلبہ ابن عمرو ابن حصین، وہ صحابی ہیں (اشعہ و مرقات) ان کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا مگر وہ صحابیہ نہیں تابعیہ ہیں[2] یعنی شام کے وقت لونڈی یا غلام آزاد کرنا چاہا مگر کہا کہ صبح آزاد کروں گی رات میں اچانک فوت ہوگئیں، اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ نیکی میں جلدی کرے دیر نہ لگائے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَسَارِعُوْۤا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۳،۱۳۳) اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف (کنزالایمان)[3] یعنی میں نے حضرت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق سے مسئلہ پوچھا کہ اگر اب ان کی طرف سے میں غلام آزاد کردوں تو کیا انہیں ثواب ملے گا[4] حضرت قاسم نے مسئلہ نہ بتایا بلکہ مسئلہ کی دلیل بتادی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے صدقہ و خیرات و نفل نماز کا ثواب کسی کو بخشا جائز ہے یونہی غلام لونڈی آزاد کرکے اس کا ثواب بخش دینا بھی جائز ہے اور یہ ثواب میت کو ضرور پہنچتا ہے۔

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَوْمٍ نَامَهٗ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَآئِشَةُ اُخْتُهٗ رِقَابًا كَثِيْرَةً ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۲۵۷) روایت ہے حضرت یحیٰی ابن سعید سے[1] فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سوتے میں وفات پاگئے[2] ان کی بہن عائشہ صدیقہ نے ان کی طرف سے بہت سے غلام آزاد کئے۔[3] (مالک)

(۳۲۵۷)[1] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں آپ سے امام مالک ہشام ابن عروہ، سفیان ثوری جیسے ائمہ حدیث نے احادیث لی ہیں بڑے عالم متقی صالح شب بیدار عبادت گزار تھے۔[2] آپ عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں صلح حدیبیہ کے سال ایمان لائے، اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالکعبہ یا عبدالعزیٰ تھا بعد اسلام عبدالرحمٰن نام رکھا گیا صدیق اکبر کی سب اولاد میں آپ ہی بڑے ہیں سوتے میں اچانک وفات پاگئے[3] جناب عائشہ صدیقہ کو آپ کی وفات پر بہت صدمہ ہوا کیونکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی تھے۔ حضرت اُمّ رومان کے شکم شریف سے، اچانک وفات پائی، کوئی وصیت وغیرہ نہ کرسکے، اس لئے آپ نے علاوہ اور صدقات کے ان کی طرف سے بہت سے غلام آزاد فرمائے۔ خیال رہے کہ اچانک موت غافل کے لئے اللہ کی پکڑ ہے کہ اسے توبہ کا وقت نہیں ملتا، عاقل و نیکوکار کے لئے اللہ کی رحمت کہ ربّ اسے بیماری کی تکالیف سے بچالیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی بحالت نماز جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَلَمْ يَشْتَرِطْ مَالَهٗ فَلَا شَيْءَ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۲۵۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو غلام خریدے اس کے مال کی شرط نہ لگائے تو اسے کچھ نہ ملے گا[1] (دارمی)

(۳۲۵۸)[1] غلام کے مال سے مراد اس کا مقبوضہ مال ہے نہ کہ مملوکہ مال کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا وہ خود اپنے مولیٰ کا مال ہے یعنی کسی نے کسی شخص کا غلام ماذون خریدا جسے خرید و فروخت کی اجازت تھی اور اس کے مقبوضہ مال کی شرط نہ لگائی تو یہ سارا مال فروخت کرنے والے مولیٰ کا ہوگا اسے صرف غلام ملے گا اگر یہ خریدار کہہ لیتا کہ میں یہ غلام اور اس کا مقبوضہ مال خریدتا ہوں تب یہ مال خریدار کا ہوتا فلا شئی لہ میں لہ کا مرجع خریدار ہے یعنی خریدار کو کچھ مال نہ ملے گا۔

بَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ قسموں اور منتوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

ایمان یمین کی جمع ہے یمین بمعنی داہنی جانب' یسار کی مقابل بمعنی بائیں جانب' چونکہ اہل عرب عموماً قسم کھاتے یا قسم لیتے وقت ایک دوسرے سے داہنا ہاتھ ملاتے تھے اس لئے قسم کو یمین کہنے لگے یا یمین بنا یمن" سے بمعنی برکت وقوت سے چونکہ قسم میں اللہ تعالٰی کا بابرکت نام بھی لیتے ہیں اور اس سے اپنے کلام کو قوت دیتے ہیں اس لئے اسے یمین کہتے ہیں بمعنی بابرکت وقوت والی گفتگو' قسم تین قسم کی ہوتی ہیں قسم لغو' قسم غموس' قسم منعقدہ' منعقدہ قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اللہ کے نام کی کھائی گئی ہو اور قسم غموس میں صرف گناہ ہے اور قسم لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ نذور جمع ہے نذر کی بمعنی ڈرانا' اسی سے ہے نذیر' کسی غیر واجب عبادت کو اپنے ذمہ واجب کر لینا نذر ہے خواہ کسی شرط پر معلق ہو یا نہ ہو' گناہ کی نذر ماننے میں کفارہ قسم کا ہوتا ہے قسموں اور نذروں کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے ہم بھی آئندہ بقدر ضرورت عرض کریں گے نذر کا ثبوت قرآن کریم سے ہے:اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹'۲۶) میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے (کنزالایمان) اور قرآن کریم میں ہے:اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ (۳'۳۵) میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے (کنزالایمان) وغیرہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَكْثَرُ مَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْلِفُ لَا وَ مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۲۵۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں زیادہ قسم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ تھی ۱؎ کہ قسم ہے دلوں کو بدلنے والے کی ۲؎ (بخاری)

(۳۲۵۹) ۱؎ اس عبارت میں اکثر مبتداء ہے ما مصدر یہ اور یہاں وقت پوشیدہ ہے کان تامہ ہے یحلف قائم مقام خبر اور لا ومقلب القلوب یحلف کا مفعول بہ جیسے نحوی لوگ کہتے ہیں:اخطب ما یکون الامیر قائما غرض کہ جملہ کی ترکیب پیچیدہ ہے۔ ۲؎ لا کسی گزشتہ کلام کی نفی ہے واو قسمیہ ہے مقلب القلوب اللہ تعالٰی کا صفاتی نام ہے' معلوم ہوا کہ اسماء صفاتیہ سے بھی قسم کھانا جائز ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِیَصْمُتْ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۶۰) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالٰی تم کو اپنے باپ داداؤں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے ۱؎ جو قسم کھانا چاہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے ۲؎ (مسلم' بخاری)

(۳۲۶۰) ۱؎ یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا چونکہ اہل عرب عموماً باپ داداؤں کی قسم کھاتے تھے اس لئے اسی کا ذکر ہوا' غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے' وہ جو حدیث شریف میں ہے افلح و ابی یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہوگیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لئے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لئے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لئے (مرقات) ۲؎ اللہ سے مراد رب تعالٰی کے ذاتی وصفاتی نام ہیں لہذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے' قرآن مجید میں زمانہ' انجیر' زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام

ہم پر جاری ہیں نہ کہ ربّ تعالیٰ پر۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَآئِكُمْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۶۱) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ بتوں کی اور نہ اپنے باپ داداؤں کی[۲] (مسلم)

(۳۲۶۱)[۱] آپ عبدشمس ابن عبدمناف کی اولاد سے ہیں آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا کنیت ابوسعید شمسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں قرشی ہیں فتح مکہ کے سال ایمان لائے[۲] طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں۔ اہل عرب بتوں اور باپ داداؤں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرمادیا گیا۔ خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ داداؤں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا کہ جو قسم کھائے اپنی قسم میں کہہ دے کہ لات و عزیٰ کی قسم، تو کہے کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا[۱] اور جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو وہ خیرات کرے[۲] (مسلم بخاری)

(۳۲۶۲)[۱] یعنی اگر بھول کر لات و عزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لئے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹادیتی ہیں اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، لات و عزیٰ مکہ والوں کے دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے، اب جو گنگا، جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔[۲] یعنی جوا کھیلنا تو درکنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہوجائے، اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہی مذہب جمہور ہے۔

وَعَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا قِلَّةً . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۶۳) روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے[۱] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو اسلام کے سوا کسی دین پر جھوٹی قسم کھائے[۲] تو وہ ایسا ہی جیسا کہے[۳] اور کسی انسان پر اپنی غیر مملوک میں نذر نہیں[۴] اور جو کسی چیز سے اپنے کو قتل کرے دنیا میں، تو اسے اسی چیز سے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا[۵] اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے، تو وہ اس کے قتل کی طرح ہے[۶] اور جو کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگائے تو وہ اس کے قتل کی طرح ہے[۷] اور جو جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اس سے مال بڑھائے تو اللہ نہ بڑھائے مگر کمی[۸] (مسلم بخاری)

(۳۲۶۳)[۱] آپ ابویزید انصاری خزرجی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے بہت کم سن تھے مدنی ہیں بصرہ میں قیام رہا، ۷۰ھ میں وفات ہوئی[۲] مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے

یہ کام کیا ہوتو یہودی ہو جاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔۳؎ یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا یہ فرمان تشدد کے۔لئے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہو گیا' ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ' احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہو جائے گی کفارہ واجب ہو گا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے یہ اختلاف جب ہے کہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے بری ہو جاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہوتو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔۵؎ مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہو جائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے' اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہو گا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام' پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں' تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۵؎ مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کر لے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہو گی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہو گا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہو گی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔۶؎ یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہوا سے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۷؎ کیونکہ کفر و ارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلاوجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنی ہیں پھینکنا' اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۸؎ یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعویٰ کرے اس کا مال انشاءاللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کے لئے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَاَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۶۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں انشاءاللہ کوئی قسم نہ کھاؤں گا۱؎ کہ اس کے سوائے کسی کو اس سے اچھا دیکھوں' مگر اپنی قسم کا کفارہ دوں گا۲؎ اور وہ کام کروں گا جو بہتر ہو۳؎ (مسلم' بخاری)

(۳۲۶۴)۱؎ یہاں یمین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حلف اور یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علیٰ یمین کے لئے ؟ ۲؎ یعنی قسم توڑ کر کفارہ دوں گا یا کفارہ دینے کا ارادہ کرلوں گا پھر قسم توڑوں گا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کبھی حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا' وقت سے پہلے نماز' رمضان سے پہلے روزہ جائز نہیں اسی طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں۔خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنث سے پہلے ہوسکتا ہے مگر روزہ سے کفارہ حنث سے پہلے نہیں ہوسکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب قسم ہے حنث تو اس کی شرط ہے رب تعالیٰ نے فرمایا: ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ (۵،۸۹) یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا (کنزالایمان) کفارہ کو قسم کی طرف منسوب فرمایا نسبت سے معلوم ہوا کہ کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز کعبہ کا حج' نسبت و اضافت سبب ہونے کی علامت اور حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہوتا شرط پر مقدم ہوسکتا ہے سال سے پہلے زکوۃ دے سکتے ہیں ہمارے امام اعظم کے ہاں کوئی کفارہ مالی ہو یا بدنی حنث سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنث ہے نہ قسم کفارہ کے معنی ہیں گناہ مٹانے یا چھپانے والی چیز قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہٰذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسے کہا

جاتا ہے اس سال کی زکوۃ، دیکھو سال زکوۃ کی شرط ہے سبب نہیں مگر اضافت ہو رہی ہے پھر شوافع جب قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں مانتے ہیں۳؎ مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کروں گا تو چاہیئے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے دے خیال رہے کہ واو جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے۔بعض روایات میں ثم وارد ہوافلیکفر عن یمینه ثم لیات بالذی هو خیر مگر یہ روایت درست نہیں مسلم بخاری میں وارد ہے یہاں مرقات نے ثم اور واو کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واو کی روایت کو ترجیح دی اگر ثم کی روایات صحیح بھی ہیں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے ہیں صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْئَالِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِّلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۶۵) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عبدالرحمٰن ابن سمرہ امیر ہونا نہ مانگو۱؎ کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کردیئے جاؤ گے۲؎ اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۳؎ اور جب تم کسی چیز پر قسم کھالو پھر اس کے سوا کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے لو اور جو بہتر ہے وہ کرلو۴؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا ہے وہ کرلو اور اپنی قسم کا کفارہ دے لو۵؎ (مسلم، بخاری)

(۳۲۶۵)۱؎ یعنی حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، آج کل تو ممبری وزارت حاصل کرنے ووٹ لینے کی جو کوشش ہوتی ہے یہ سب کو معلوم ہے کہ دونوں کے لئے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کردیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے ارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو بہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں۔۲؎ یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کرسکتا اللہ تعالٰی ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لے گا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا اللہ تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش عیش دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لئے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نا اہلوں کے پاس جاکر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لئے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے جبکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا: قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (۵۵،۱۲) یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے (کنزالایمان) مجھے خزانوں کا حاکم بنادو، اگر آپ اس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے۳؎ یعنی اس صورت میں اللہ تعالٰی بذریعہ فرشتے تمہاری مدد فرمائے گا کہ اس کا فرشتہ تمہارا مشیر رہے گا تمہیں سنبھالے رہے گا۴؎ جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کردینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا، ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے۔رب تعالٰی فرماتا

ہے: وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ (۵:۸۹) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (کنزالایمان) جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا' یہ کپڑا نہ پہنوں گا ۵مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لئے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَیٰ خَیْرًا مِنْهَا فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلْیَفْعَلْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۶۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پر قسم کھالے پر اس سے بہتر کچھ دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے ا (مسلم)

(۳۲۶۶) ا اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے' واؤ صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا' یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کیلئے ہوگا' بعض موقعوں پر استحباب کے لئے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّلِجَّ اَحَدُکُمْ بِیَمِیْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ یُّعْطِیَ کَفَّارَتَهُ الَّتِی افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۶۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ بات کہ اڑا رہے تم میں سے کوئی اپنی قسم پر اپنے گھر والوں کے متعلق ا زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اس سے کہ اس کا کفارہ ادا کر دے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ۲ (مسلم' بخاری)

(۳۲۶۷) ا یلج ی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاءٌ و لجاجة کا مضارع ضرب یضرب سے لجاجہ کے معنی ہیں اڑ جانا' مصر ہو جانا' قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھر والوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلاً یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کروں گا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کروں گا ۲ یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ (۲:۲۲۴) اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو (کنزالایمان) خیال رہے کہ یہاں آثم تفضیل مقابلہ کے لئے نہیں' یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب' کہ اگرچہ رب تعالٰی کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لئے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمِیْنُکَ عَلٰی مَا یُصَدِّقُکَ عَلَیْهِ صَاحِبُکَ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۶۸) رایت ہے انہی سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری قسم اس پر ہے جس پر تیرا ساتھی تیری تصدیق کرے ا (مسلم)

(۳۲۶۸) ا یعنی جس قسم سے کسی کا حق وابستہ ہو اس میں توریہ یعنی ظاہر معنی کے خلاف کی نیت کرنا درست نہیں لیکن اگر ظالم ظلم کرنے کے لئے ہم سے قسم لے رہا ہے تو وہاں ضرور توریہ کرکے اپنی جان و آبرو بچالے' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں یعنی دینی بہن' شاہ مصر کے ظلم سے بچنے کے لئے ہجرت کی راہ میں صدیق اکبر نے ایک کافر کو جواب دیا رجل یهدینی السبیل یہ صاحب (یعنی محمد رسول اللہ) مجھے راہ دکھانے والے ہیں یعنی راہ خدا دکھانے والے' یہ ہے توریہ حضرت سوید ابن حنظلہ

فرماتے ہیں کہ ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوا' میرے ساتھ وائل ابن حجر حضرمی تھے راہ میں دشمن مل گئے' میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم یہ شخص میرا بھائی ہے تاکہ وہ انہیں قتل نہ کردیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا ماجرا عرض کیا۔فرمایا:تم نے اچھا کیا وائل ابن حجر تمہارے دینی بھائی ہیں۔

وَعَنْـهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۶۹) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم' قسم لینے والے کی نیت پر ہے ۱؎ (مسلم)

(۳۲۶۹) ۱؎ یعنی جب مقدمہ میں مدعی' مدعیٰ علیہ سے قسم لے تو قسم کے الفاظ میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا مدعیٰ علیہ تاویل کر کے دوسرے معنی خلاف ظاہر کی نیت نہیں کرسکتا کہ اس صورت میں مدعیٰ علیہ ظلماً مدعی کا حق مارنا چاہتا ہے اس لئے تاویلیں کر کے قسم کھا رہا ہے اگر بعید تاویل کر کے قسم کھا جائے تو تاویل معتبر نہیں مدعی کی نیت کا اعتبار ہے۔

وَعَنْ عَـآئِشَةَ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِـاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰـهِ (رَوَاهُ الْبُـخَارِيُّ) وَفِـيْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَقَالَ رَفَعَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَآئِشَةَ .

(۳۲۷۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نازل ہوئی یہ آیت کہ اللہ تعالٰی تمہاری پکڑ نہیں فرماتا' تمہاری لغو قسموں پر' انسان کے اس قول کے متعلق نہیں' واللہ ہاں واللہ ۱؎ (بخاری) اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں ۲؎ اور فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت عائشہ سے مرفوع کیا ۳؎

(۳۲۷۰) ۱؎ قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ' لغو بمعنی بے کار' قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ' منہ سے واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ۔ یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے' ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آ جانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آ گیا لیکن وہ آیا نہ تھا' یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہی تفسیر فرمائی۔امام اعظم و امام احمد کا یہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو' نذر کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاءً یا بھول کر ہوں جب بھی درست' نکاح' طلاق اور قسم' امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان اٹھا لئے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطا و نسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام' روزے میں خطاءً پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں' ایسے خطاءً قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔ ۲؎ یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے وہ الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے' وہ یہ ہیں قالت لغو الیمین قول الذنسان لا واللہ وبلی واللہ (اشعہ) ۳؎ یعنی امام بغوی نے شرح سنہ میں فرمایا کہ بعض محدثین نے یہ حدیث عائشہ مرفوعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی۔ خیال رہے کہ مجبور کی قسم ہمارے ہاں معتبر ہے اس پر احکام جاری ہیں۔امام شافعی و احمد کے ہاں معتبر نہیں' ان کی دلیل دارقطنی کی وہ حدیث ہے جو واثلہ ابن اسقع و ابی امامہ سے منقول ہے لیس علی مقھور یمین مگر یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۲۷۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اپنے باپ داداؤں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں کی اور نہ بتوں کی[۱] اور اللہ کی قسم نہ کھاؤ' مگر جبکہ تم سچے ہو[۲] (ابوداؤد' نسائی)

(۳۲۷۱)[۱] یعنی نہ اپنے اصول کی قسم کھاؤ جن کی اولاد میں تم ہو اور نہ فروع کی قسم کھاؤ جو تمہاری اولاد میں ہیں بیٹے پوتے' نواسے وغیرہ نہ مال وغیرہ کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے' انداد جمع ہے ند کی بمعنی مقابل[۲] یعنی اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کی قسم کھانا جائز ہے مگر سچی قسم' جھوٹی قسم کھانا حرام ہے جس پر گناہ یا کفارہ واجب ہے' یہ شرعی قسم کے احکام ہیں' لغوی قسم بمعنی تاکید کلام' یہ ماں باپ اولاد وغیرہ کی بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا افلح و ابی قرآن کریم میں جو قسمیں ارشاد ہوئیں وہ لغوی قسم کی ہیں' بتوں کی قسم نہ لغوی جائز ہے نہ شرعی کہ اس میں ان کی تعظیم ہے اور بت کی تعظیم حرام بلکہ کفر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۲۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی غیر خدا کی قسم کھائے اس نے شرک کیا[۱] (ترمذی)

(۳۲۷۲)[۱] اگر بت کی قسم کھائی تو شرک جلی کیا اور اگر ماں باپ اور اولاد کی شرعی قسم کھالی ان کی تعظیم کی بنا پر تو شرک خفی کیا' نبی و کعبہ کی بھی قسم شرعی جائز نہیں مگر جو کہے کہ اگر میں یہ کروں تو نبی یا قرآن یا کعبہ سے بری ہوں تو قسم ہو جائے گی' جس پر کفارہ واجب ہوگا کہ نبی و قرآن سے بری ہونا کفر ہے کفر کی قسم معتبر ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۷۳) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی امانت کی قسم کھائے' وہ ہم میں سے نہیں[۱] (ابوداؤد)

(۳۲۷۳)[۱] اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں۔ قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۷۲:۳۳) یہ قسمیں کفار کھاتے تھے' نماز کی قسم وغیرہ اور اگر مراد امانت اللہ ہے تو قسم معتبر ہے اسی پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم' رب تعالٰی کا نام شریف امین بھی ہے (مرقات واشعہ) خیال رہے جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگرچہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ

(۳۲۷۴) روایت ہے انہیں سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کہے میں اسلام سے بری ہوں تو اگر وہ جھوٹا ہوا

كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱؎ تو وہ ایسا ہی ہے' جیسا اس نے کہا ۲؎ اور اگر سچا ہو تو اسلام کی طرف سلامت نہ پھرے گا ۳؎ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۳۲۷۴) ۱؎ یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری و دور ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔ ۲؎ یعنی اسلام سے بری و دور ہو ہی جائے گا' یہ فرمان انتہائی ڈرانے کے لئے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑے اس نے کفر کیا' مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا' اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار و بری ہو جاؤں' اگر حلال کو حرام کرنے کے لئے کہا ہے تو قسم ہو جائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے ۳؎ یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ تھا وہ جھوٹا تب بھی اس نے بڑا گناہ کیا' مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے بات کی ہو تو میں اسلام سے دور ہو جاؤں' خیال تھا کہ میں نے بات نہیں کی مگر کی تھی۔ تب بھی اس کلمہ میں گناہ ہے کہ اس نے اسلام کو معمولی دیکھا سمجھا' یہی حکم ہے یہ کہنے کا میں نماز روزہ حج و زکوٰۃ سے بری ہوں کیونکہ اسلامی احکام کو ہلکا جاننا بات بات پر ان سے بیزاری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ۣ الْخُدْرِىِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَهَدَ فِى الْيَمِيْنِ قَالَ لَا وَالَّذِىْ نَفْسُ اَبِى الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۷۵) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے' فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم میں مبالغہ فرماتے' تو یوں فرماتے' اس کی قسم' جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۲۷۵) ۱؎ یہاں لا یا تو زائد ہے جیسے قرآن کریم میں ہے: لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۹۰،۱) مجھے اس شہر کی قسم (کنز الایمان) یا لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (۷۵،۱) روزِ قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں (کنز الایمان) یا گزشتہ کسی کلام کی نفی ہے یعنی ایسا نہیں ہو قسم ہے اس ربّ کی الخ پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں' اسی معنی پر ہم نے ترجمہ کیا ہے' یہ قسم نہایت مبالغہ کی ہے کیونکہ ربّ تعالٰی کی انتہائی قدرت و قبضہ کا بھی ذکر ہے اور اپنی ذات کریمہ کے مقبوض و مقدور ہونے کا بھی تذکرہ یعنی ہم اس کی قسم فرماتے ہیں جس کا ہم پر پورا قبضہ ہے اور ہم جس کے قبضہ و تصرف میں ہمیشہ اور ہر طرح ہیں۔ اس عظمت پر خیال رکھتے ہوئے یہ قسم فرمارہے ہیں چونکہ حضور خود تمام مخلوق الٰہی میں اشرف و برتر ہیں اس لئے یہ قسم بھی بہت اشرف و برتر ہے۔

وَعَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۷۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قسم فرماتے تو آپ کی قسم یہ ہوتی تھی اور خدا سے معافی چاہتا ہوں ۱؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۷۶) ۱؎ یعنی واقعہ ایسا نہیں ہے میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اس سے کہ یہ واقعہ غلط ہو' یہ فرمان عالی قسم نہیں مگر تاکید کلام میں قسم کے مشابہ ہے اسے قسم کہنا مجازاً ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کلام شریف کو قسم اس لئے فرمایا کہ واستغفر اللہ میں واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ پوشیدہ ہیں یعنی میں قسم فرماتا ہوں اور ربّ سے معافی مانگتا ہوں یا یہ قسم لغو ہے جو اگرچہ گناہ نہیں مگر میری شان سے یہ بھی بعید ہے لہٰذا اس قسم سے معافی مانگتا ہوں اور بھی بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۳۲۷۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَقَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ فَلاَحِنْثَ عَلَیْہِ ۔

وسلم نے فرمایا: جو کسی چیز پر قسم کھائے ۱؎ فوراً کہہ دے انشاءاللہ تو اس پر حنث نہیں ۲؎

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَ ذَکَرَ التِّرْمِذِیُّ جَمَاعَۃً وَقَفُوْہُ عَلَی ابْنِ عُمَرَ)

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے ایک جماعت کا ذکر فرمایا جنہوں نے یہ حدیث ابن عمر پر موقوف کی ۳؎

(۳۲۷۷) ۱؎ یمین سے مراد وہ واقعہ ہے جس پر قسم کھائی جائے ورنہ قسم پر قسم نہیں ہوتی، حلف قسم ہے وہ یمین پر کیسے واقعہ ہوگا ۲؎ یعنی قسم سے متصل کہہ دے انشاءاللہ اسی لئے ف ارشاد ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ اگر وعدے یا قسم سے متصل انشاءاللہ کہہ دیا جائے تو اس کے خلاف کرنے پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا: سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا (۱۸،۶۹) عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے (کنزالایمان) مگر بعد میں آپ صبر نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہ ہوا۔ اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ انشاءاللہ متصل کہہ دینے سے قسم ختم ہو جاتی ہے، طلاق، عتاق، نکاح کا یہی حال ہے کہ اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے، انشاءاللہ یا میں نے نکاح قبول کیا انشاءاللہ، یا اے غلام تو آزاد ہے انشاءاللہ، کچھ نہ ہوا نہ طلاق نہ نکاح نہ آزادی۔ ۳؎ لیکن ایسا موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ قیاسی مسئلہ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ ابْنَ عَمٍّ لِیْ اٰتِیْہِ اَسْاَلُہٗ فَلاَ یُعْطِیْنِیْ وَلاَیَصِلُنِیْ ثُمَّ یُحْتَاجُ اِلَیَّ فَیَاْتِیْنِیْ فَیَسْاَلُنِیْ وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِیَہٗ وَلَا اَصِلَہٗ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَّاُکَفِّرَ عَنْ یَمِیْنِیْ ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاْتِیْنِی ابْنُ عَمِّیْ فَاَحْلِفُ اَنْ لَّا اُعْطِیَہٗ وَلَا اَصِلَہٗ قَالَ کَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِکَ ۔

(۳۲۷۸) روایت ہے حضرت ابوالاحوص عوف ابن مالک سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ فرمایئے کہ میں اپنے چچا زاد کے پاس کچھ مانگنے جاتا ہوں وہ مجھے نہیں دیتا، نہ صلہ رحمی کرتا ہے ۲؎ پھر اسے میری ضرورت پڑتی تو میرے پاس آتا ہے، مجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ ۳؎ میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اسے کچھ دوں گا نہ صلہ رحمی کروں گا ۴؎ تو مجھے حضور نے حکم دیا کہ جو کام اچھا ہے وہ کروں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں۔ ۵؎ (نسائی، ابن ماجہ) اور اس کی ایک روایت میں یوں فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرا چچا زاد آتا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ اسے کچھ دوں گا نہ صلہ رحمی کروں گا تو فرمایا کہ اپنی قسم کا کفارہ دو۔ ۶؎

(۳۲۷۸) ۱؎ آپ عوف ابن مالک ابن نضر یا ابن نضلہ ہیں تابعی ہیں آپ سے خواجہ حسن بصری، ابواسحاق و عطاء ابن سائب جیسے بزرگوں نے روایات لیں۔ آپ کے والد مالک ابن نضر یا نضلہ صحابی ہیں۔ ۲؎ یعنی کسی وقت مجھے اپنے اس بھائی کی مدد کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو نہ وہ مجھے مانگنے پر دیتا ہے نہ صلہ رحمی کے طور پر بغیر مانگے میری مدد کرتا ہے۔ ۳؎ یعنی وہی بھائی قاطع رحم دوسرے وقت میرا حاجت مند ہو جاتا ہے تو مجھ سے مدد مانگنے آتا ہے۔ ۴؎ یعنی اس وقت میں نے قسم کھالی تھی جبکہ اس نے میرا سوال رد کیا تھا کہ میں بھی اس کی ضرورت کے وقت اس کی مدد نہ کروں گا اس کے عمل کا بدلہ کرتے ہوئے، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے یعنی اگرچہ اس نے تمہارے ساتھ قطع رحمی کی

ہے اگر چہ تم نے بدلہ لینے کی قسم بھی کھالی ہے مگر اس کی قطع رحمی کا خیال نہ کرو اپنی قسم توڑ دو کفارہ دے لو مگر صلہ رحمی کرو۔ شعر:

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اسا

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے بدلہ نہ لیا' ایذاء کے عوض رحم و کرم فرمایا۔ اللہ تعالٰی اس تعلیم پاک پر عمل کی توفیق بخشے۔ ۶؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ پہلے اپنی قسم توڑ دو پھر کفارہ دو جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

بَابٌ فِی النُّذُوْرِ نذروں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

پہلے قسموں اور نذروں کا مشترک باب باندھا تھا اب نذر کے متعلق خصوصی مسائل بیان کر رہے ہیں اسی لئے فی النذور فرمایا باب النذور نہ کہا چونکہ نذر کی بہت قسمیں ہیں اس لئے جمع فرمایا' نذر کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ غیر واجب عبادت کو اپنے پر واجب کر لینا نذر ہے' نذر شرعی میں یہ شرط ہے کہ ایسی چیز کی نذر مانی جائے جو کہیں واجب ہو' جو چیز کہیں نہ کہیں واجب نہ ہو اس کی نذر شرعی درست نہ ہو گی' دوسرے یہ کہ وہ کام عبادت ہو' تیسرے یہ کہ خالص اللہ تعالٰی کے لئے ہو کسی بندے کے لئے نہ ہو کیونکہ نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت صرف رب تعالٰی کی ہی ہو سکتی ہے' ہاں نذر لغوی بمعنی نذرانہ بندوں کی ہو سکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں فاتحہ بزرگان' گیارہویں شریف کی نذر ماننا شرعی نذر نہیں لغوی نذر ہے بمعنی نذرانہ وہدیہ ثواب کا' ایک لونڈی نے نذر مانی تھی کہ جب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ اُحد سے بخیریت واپس آئے ہوئے دیکھ لوں تو آپ کے سامنے دف بجاؤں چنانچہ اس نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ یہ نذر لغوی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر خوشی منانا۔ خیال رہے کہ حرام کام کی نذر تو درست نہیں اور وہ حرام کام ہرگز نہ کرے مگر اس پر کفارہ واجب ہے مثلاً کوئی شخص شراب یا جوئے کی نذر مانتا ہے یہ نذر درست نہیں۔ اس پر ضروری ہے کہ یہ جرم ہرگز نہ کرے مگر کفارہ دینا ہو گا جیسا کہ آئندہ اسی باب میں اس کے متعلق احادیث آ رہی ہیں' یہی احناف کا مذہب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ ابْنِ عُمَرَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذُرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدْرِ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۲۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر نہ مانا کرو ۱؎ کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ دفع نہیں کرتی بلکہ اس کے ذریعہ کنجوس سے کچھ دلوایا جاتا ہے ۲؎ (مسلم' بخاری)

(۳۲۷۹) ۱؎ یعنی بات بات پر نذر مان لینے کے عادی نہ بنو کہ پھر نذر پورا کرنا مشکل و بھاری معلوم ہوتا ہے یا نذر میں یہ اعتقاد نہ رکھو کہ نذر سے ارادہ الٰہی و حکم ربانی بدل جاتا ہے کہ یہ عقیدہ غلط ہے یا صدقہ و خیرات صرف نذر کی صورت میں ہی نہ کیا کرو کہ جب کوئی اٹکا تو نذر مانی اور کام نکل جانے پر خیرات کی بلکہ یونہی صدقہ کرنے کی بھی عادت ڈالو' لہٰذا یہ نذر سے ممانعت نہیں بلکہ ان چیزوں سے ممانعت ہے لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں جن میں نذر پوری کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (۷۶:۷) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں (کنزالایمان) اور حضرت حنہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ (۳:۳۵) میں تیرے

لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے (کنزالایمان) اور حضرت مریم کو نذر کا حکم دینا بیان فرماتا ہے: اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹، ۲۶) میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے (کنزالایمان) صحابہ نے نذریں مانی ہیں۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لا تنذروا نہی ہے اور نہی حرمت پیدا کرتی ہے تو چاہئے کہ نذر ماننا حرام ہو اور حرام کا پورا کرنا واجب تو کیا مباح بھی نہیں ہوتا، غرض کہ حدیث صاف ہے۔ ۲؎ یعنی کنجوس لوگ ویسے خیرات نہیں کرتے بلکہ مصیبت پڑ جانے پر معاوضہ کی شکل میں خیرات کرتے ہیں، سخی لوگ ہر حال میں خیرات کرتے رہتے ہیں۔ وہ رب تعالٰی کی رضا کے لئے خیرات کرتے ہیں نہ کہ کسی معاوضہ اور بدلہ میں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۲۸۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اس کی اطاعت کرے ۱؎ اور جو اس کی نافرمانی کی نذر مانے وہ نافرمانی نہ کرے ۲؎ (بخاری)

(۳۲۸۰) ۱؎ کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہئے اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہئے۔ ۲؎ خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام مگر ان پر کفارہ واجب ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرے اور کفارہ ادا کرے۔ اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت کہ یہ منت درست ہے۔ یہی مذہب احناف ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ)

(۳۲۸۱) روایت ہے حضرت عمران بن حصین سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو نافرمانی کی منت پوری کرنی چاہئے نہ اس کی جس کا بندہ مالک نہ ہو ۱؎ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر نہیں۔

(۳۲۸۱) ۱؎ مثلاً کہے کہ خدایا اگر میرا یہ کام ہوگیا تو فلاں کے غلام کو آزاد کردوں گا یا فلاں کی بکری کی قربانی دے دوں گا۔ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی نذر درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (مرقات) جس سے معلوم ہوا کہ معصیت وغیرہ کی نذر معتبر ہے مگر پوری نہ کرے کفارہ ادا کرے، یونہی غیر کی مملوکہ چیز کی نذر درست نہیں مگر اس کا کفارہ واجب ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲۸۲) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے ۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ نذر کا کفارہ قسم کا ہی کفارہ ہے ۲؎ (مسلم)

(۳۲۸۲) ۱؎ آپ صحابی ہیں جہنی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر رہے جبکہ امیر معاویہ کے بھائی عقبہ ابن ابی سفیان فوت ہوگئے پہلے وہ گورنر تھے۔ آپ سے بہت صحابہ و تابعین نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات و اشعہ) ۲؎ یعنی جو شخص نذر پوری نہ کرے یا

شرعاً وعقلاً پوری نہ کر سکے تو اس کا کفارہ دے' نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کا کھانا یا کپڑا' اگر طاقت نہ ہو تو تین روزے' نذر خواہ معلق ہو یا مطلق سب کا حکم یہی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا اَبُوْاِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَ يَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۲۸۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا دیکھا ۱؎ حضور نے اس کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے ۲؎ اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے' نہ بیٹھے گا نہ سایہ لے گا نہ کلام کرے گا ۳؎ اور روزے رکھے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے حکم دو کہ کلام کرے' سایہ لے اور بیٹھ جائے ۴؎ اور اپنا روزہ پورا کرلے۔ (بخاری)

(۳۲۸۳) ۱؎ اس طرح کہ سب لوگ بیٹھ کر خطبہ سن رہے تھے مگر یہ صاحب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر سن رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھنا کھڑے ہو کر سننا بیٹھ کر سنت' اسی لئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھڑے ہونے پر تعجب فرمایا ۲؎ یہ حضرت' بنی عامر ابن لوی کی اولاد سے تھے قریش کے ایک خاندان سے' ان کا نام ابواسرائیل ہی تھا ۳؎ یعنی نماز کے علاوہ کسی وقت نہ بیٹھے گا اور کسی انسان سے کلام نہ کرے گا' یہ مطلب نہیں کہ التحیات میں بھی نہ بیٹھے گا اور نماز میں تلاوت وغیرہ بھی نہ کرے گا' عادات کی نفی ہے عبادات کی نفی نہیں۔ ۴؎ یعنی خاموش رہنا' سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأت فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی' اس طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لئے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابواسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سوا تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے۔ نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں ان دونوں کی نذر درست ہی نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ارْكَبْ اَيُّهَا الشَّيْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ۔

(۳۲۸۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان چلا جا رہا تھا ۱؎ تو فرمایا اس کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ انہوں نے پیدل چلنے کی منت مانی ہے ۲؎ فرمایا: اللہ تعالٰی اس کے اپنے نفس کو عذاب دینے سے غنی ہے اور اسے سوار ہو جانے کا حکم دیا ۳؎ (مسلم بخاری)

اور مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے فرمایا: اے بوڑھے سوار ہو جا کہ اللہ تعالٰی تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے ۴؎

(۳۲۸۴) ۱؎ یعنی چلنے پر قادر نہ تھا [illegible] ۲؎ یعنی پیدل حج کرنے کی کہ

میقات سے یا حرم شریف سے عرفات تک پھر وہاں سے حرم شریف تک پیدل چلوں گا۔ خیال رہے کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اس پر واجب ہے کہ اپنے گھر سے پیدل جائے اور حج کرے۔ بعض نے فرمایا کہ میقات سے پیدل چلے۔ بعض کے نزدیک مقام احرام سے' اگر پیدل نہ چلا سوار ہو گیا تو اس پر قربانی یعنی دم واجب ہے کہ اس نے حج کا ایک واجب چھوڑ دیا جو اس نے خود واجب کر لیا تھا۔ ۳؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور سوار ہو کر حج کرے اس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں کہ یہ نذر درست ہی نہیں مگر امام اعظم اور خود امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص دم یعنی قربانی دے کہ اس نے اپنے حج کا واجب ترک کیا اور ترک واجب سے قربانی واجب ہوتی ہے ۴؎ یہاں یہ تو فرمایا گیا کہ مجبور شخص پیدل چلنے کی نذر پوری نہ کرے اس سے خاموشی ہے کہ اس پر کچھ کفارہ وغیرہ ہے یا نہیں' اس کے لئے دوسری روایات ہیں کہ حج کا واجب چھوٹ جانے سے قربانی واجب ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اِسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهٗ فَاَفْتَاهُ اَنْ يَّقْضِيَهٗ عَنْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۲۸۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ سعد ابن عبادہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق پوچھا جو ان کی ماں پر تھی ۱؎ پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے وفات پا گئیں تو انہیں فتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے ادا کریں۔ (مسلم' بخاری)

(۳۲۸۵) ۱؎ غالب یہ ہے کہ نذر غیر مشروط تھی اور مالی تھی چنانچہ دارقطنی میں یوں ہے کہ حضرت سعد سے حضور نے فرمایا کہ اپنی ماں کی نذر پوری کرو ان کی طرف سے لوگوں کو پانی پلا دو' معلوم ہوا کہ کنواں کھدوانے کی نذر تھی۔ خیال رہے کہ میت کی بدنی نذر جیسے روزہ نماز وارث ادا نہیں کر سکتا' مالی نذر اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور اس نذر کے پورا کرنے کی وصیت کی ہے تو وارث پر پورا کرنا واجب ہے' اگر وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا ہے تو وارث پر یہ نذر بھی پوری کرنا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ پوری کر دے یہاں دونوں احتمال ہیں اگر اُم سعد نے مال چھوڑا تھا اور وصیت بھی کی تھی تو یہ امر وجوب کے لئے ہے اگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہ تھی تو یہ امر استحبابی ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هٰذَا طَرَفٌ مِنْ حَدِيْثٍ مُطَوَّلٍ)

(۳۲۸۶) روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کہ میری قبول توبہ کے شکریہ سے یہ ہے کہ اپنے مال سے الگ ہو جاؤں ۲؎ صدقہ کرتے ہوئے اللہ و رسول کی طرف ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال روک لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے ۴؎ میں نے عرض کیا کہ میں اپنا وہ حصہ روکتا ہوں جو خیبر میں ہے ۵؎ (مسلم' بخاری) یہ بڑی حدیث کا ایک حصہ ہے ۶؎

(۳۲۸۶) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں بڑے شاعر تھے آپ ان تین صحابہ سے ہیں جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے جن کا بائیکاٹ کرایا گیا اور پھر ان کی توبہ قرآن پاک میں نازل ہوئی جس کا نام ہے سورہ توبہ' یہ تین حضرات مرارہ ابن لوی' کعب ابن مالک' ہلال ابن امیہ ہیں۔ ان تینوں کے ناموں کا پہلا حرف لفظ مکہ میں جمع ہے' میم سے مرارہ' کاف سے کعب' ہ سے ہلال کی طرف اشارہ ہے' یہ حضرات بڑے درجہ والے ہیں۔ ۲؎ یعنی چونکہ رب تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی اس کے شکریہ میں میں اپنے پر لازم کرتا ہوں کہ سارے مال سے علیحدہ ہو جاؤں سب مال خیرات کر دوں۔ خیال رہے کہ نذر نہیں بلکہ شکریہ ہے مگر مشابہ نذر ہے' اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ ۳؎ یعنی

اللہ و رسول کو راضی کرنے کے لئے اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں پس معلوم ہوا کہ عبادات میں اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ دیکھو حضرت کعب حضور کی بارگاہ میں عرض کررہے ہیں اور حضور اس پر فتویٰ کفر نہیں دیتے بلکہ اس کو جائز رکھتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (۹،۶۲) اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے (کنزالایمان) ۴؎ یعنی سارا مال خیرات نہ کرو کچھ اپنی ضروریات کے لئے رکھو کچھ خیرات کرو تا کہ تم آج خیرات دے کر کل خیرات لینے کے لائق نہ بن جاؤ چونکہ انہوں نے ارادہ صدقہ کیا تھا اس کی نذر مانی تھی اس لئے سرکار نے ان کے ارادہ میں تبدیلی فرمادی۔ جو شخص سارے مال کی خیرات کی نذر مان لے وہ چند دن کا خرچ رکھ کر سب کچھ خیرات کردے، پھر مال کما کر اس خرچہ کی بقدر بھی خیرات کردے جو اس نے رکھا تھا ۵؎ یعنی میری جو زمین وغیرہ خیبر میں ہے وہ اپنی ضروریات کے لئے رکھتا ہوں باقی مال صدقہ کرتا ہوں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی قلبی کیفیت سے خبردار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سارا مال خیرات فرمایا تو انہیں منع نہ کیا کہ صدیق اکبر مع اپنے بال بچوں کے زہد و قناعت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔ حضرت کعب اور آپ کے بال بچے اس درجہ پر ابھی نہ پہنچے تھے۔ مصرع: چشم تو بینندہ مافی الصدور ۶؎ جو مسلم بخاری وغیرہم نے بہت تفصیل سے بیان کیا قصۂ توبہ کعب ابن مالک خود صاحب مصابیح نے اپنی کتاب تفسیر معالم التنزیل میں بہت مفصل نقل فرمایا۔ یہاں مصابیح میں بقدر ضرورت لائے اور اسے مسلم بخاری کی طرف مسند فرما کر کفایت کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَ کَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ الْیَمِیْنِ. (اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۲۸۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں نذر نہیں ۱؎ اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ۳؎

(۳۲۸۷) ۱؎ یعنی گناہ کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں کہ وہ نذر درست ہی نہیں ورنہ کفارہ واجب ہونے کے کیا معنی خلاصہ یہ ہے کہ وجوب نذر معصیت میں نہیں ہوتا کفارہ واجب ہو جاتا ہے ۲؎ یہ حدیث امام اعظم کی بڑی قوی دلیل ہے حضرت امام شافعی کے خلاف۔ ہے ان کے ہاں حرام چیز کی نذر میں کفارہ بھی نہیں ہوتا۔ امام اعظم کے ہاں ایسی نذر کا پورا کرنا حرام ہے اس کا کفارہ واجب ہے ۳؎ یہ حدیث امام سیوطی نے جامع صغیر میں احمد اور ائمہ اربعہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، نسائی نے عمران ابن حصین سے نقل کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ لَمْ یُسَمِّهٖ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِیَةٍ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ وَّمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَّا یُطِیْقُهٗ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهٗ فَلْیَفِ بِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ وَقَفَا بَعْضُهُمْ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ)

(۳۲۸۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نذر مانے اور اسے مقرر نہ کرے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے ۱؎ اور جو گناہ میں منت مانے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جو ایسی نذر مانے جس کی طاقت نہ ہو تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے ۲؎ اور جو ایسی نذر مانے جس کی طاقت رکھتا ہو تو اسے پورا کرے ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) بعض نے یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف کی۔

(۳۲۸۸) ۱؎ یعنی جو مطلق نذر [illegible] نذر ہے روزہ [illegible]

صدقہ وغیرہ تو اس پر کفارہ دینا واجب ہے کیونکہ وہ اس نذر کے پورا کرنے پر قادر نہیں۔امام احمد و شافعی وغیرہم نے حدیث کی اور توجیہیں کی ہیں مگر وہ تمام تکلفات ہیں توجیہ یہی ہے جو ہم نے عرض کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔فتح القدیر میں فرمایا کہ نذر مطلق صیغۂ نذر ہوتی ہے کلماً قسم،ہاں اگر یہ الفاظ کہتے وقت کسی خاص عبادت کی نیت کرے درست ہے اور اس پر وہی عبادت لازم ہوگی۲ مثلاً کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ کے لئے پہاڑ اٹھالوں گا یا آسمان پر چڑھ جاؤں گا وغیرہ چونکہ یہ کام طاقت سے باہر ہے یا کہے کہ میں حج کروں گا حالانکہ خرچ پاس نہ ہو یا کہے کہ پیدل حج کروں گا حالانکہ راستہ دراز ہو بیچ میں سمندر حائل ہو،ان سب میں کفارہ واجب ہوگا۳ نذر پوری کرنے کے واجب ہونے کی شرائط ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ایسے کام کی نذر مانے جس کی جنس کا کوئی واجب بعینہٖ ہو اور اس کے پورا کرنے پر طاقت بھی رکھتا ہو،لہذا وضو کرنے،بیمار پرسی کرنے،نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی نذر پوری کرنا واجب نہیں کہ وضو وغیرہ واجب بعینہٖ نہیں اور ایسی نذر میں کفارہ کا اختیار ہوتا ہے مگر پوری کرنا مقدم۔

وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلاً بِبُوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۸۹) روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے،فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نذر مانی کہ مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا۱ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ کو یہ خبر دی۲ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی تھی۔لوگوں نے کہا:نہیں۔فرمایا:کیا وہاں ان کے میلوں سے کوئی میلہ لگتا تھا۔لوگ بولے:نہیں۔۳ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اپنی نذر پوری کرو۴ کیونکہ نہ تو اللہ کے گناہ میں نذر درست ہے اور نہ اس میں جس کا انسان مالک نہ ہو۵(ابوداؤد)

(۳۴۸۹)۱ بوانہ دو ہیں ایک تو مکہ معظمہ کے قریب پہاڑ سے متصل،دوسرا ملک فارس میں،مگر فارس والی جگہ کا نام بوان ہے بغیر"ہ" کے،واو کے شد سے یہاں پہلی جگہ مراد ہے(مرقات)۲ اور حضور سے مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر پوری کروں یا نہیں۳ ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ کفار کی مشابہت سے بچے،ان کی مذہبی شعار اور قومی علامات اختیار نہ کرے،کفار کی مذہبی علامات اختیار کرنا کفر ہے اور ان کی قومی علامت اختیار کرنا حرام،زنار باندھنا،سر پر چوٹی رکھنا کفر ہے۔ہندوؤں کی دھوتی،عیسائیوں کا ہیٹ استعمال کرنا حرام،اگر بوانہ میں بت ہوتا جہاں مشرکین اس کی بھینٹ کے لئے جانور ذبح کرتے ہوتے تو وہاں ان صحابی کو جانور ذبح کرنا کفر ہوتا،اگر وہاں ان کا میلہ لگتا ہوتا جہاں وہ جانور ذبح کرتے ہوتے اور یہ ذبح ان کا قومی نشان ہوتا تو وہاں ذبح کرنا ان صحابی کو حرام ہوتا۔خیال رہے کہ عرس بزرگان کفار کے میلے نہیں،یہاں کفار کے میلوں کا ذکر ہے لہذا وہابیوں کا اسے عرس وغیرہ پر چسپاں کرنا حماقت ہے ورنہ پھر جلسوں کے مجمعوں میں جانور ذبح کرنا حرام ہونا چاہیئے۔۴ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی خاص جگہ قربانی کرنے یا خاص جگہ کے فقراء پر صدقہ کرنے کی نذر مانے تو اسے پورا کرے(مرقات)تو جو مسلمان حرمین شریفین کے فقراء پر صدقہ،کسی بزرگ کے مزار کے پاس رہنے والے مسکینوں پر خیرات کرنے کی منت مانے وہ اسے پورا کرے وہاں ہی کے فقراء کو دے،کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کی نذر مانے تو وہاں ہی

ذبح کرے۔۵؎ مگر فرق یہ ہوگا کہ گناہ کی نذر میں کفارہ واجب ہوگا اور غیر مملوکہ چیز کی نذر میں نہ پورا کرنا واجب نہ کفارہ لازم (مرقات) لہٰذا اگر کوئی نذر مانے کہ میں فلاں کی بکری قربانی کردوں گا نذر درست نہیں' اگر وہ اس بکری کو خرید بھی لے تب بھی اس کی قربانی واجب نہ ہوگی نہ کفارہ ہوگا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَاسِكَ بِالدَّفِّ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِكِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ زَادَ رَزِيْنٌ) قَالَتْ وَ نَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٌ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ هَلْ كَانَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ وَ ثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِكِ .

(۳۲۹۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ حضور کے سامنے دف بجاؤں۱؎ فرمایا: اپنی نذر پوری کرلو۲؎ (ابوداؤد) اور رزین نے یہ اور زیادہ کیا کہ بولی اور میں نے یہ نذر مانی تھی کہ فلاں فلاں جگہ جانور ذبح کروں جہاں جاہلیت والے ذبح کرتے تھے۳؎ تو فرمایا: کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی ہو؟ بولی: نہیں۔ فرمایا: کیا وہاں ان کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟ بولیں: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔۴؎

(۳۲۹۰)۱؎ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کسی خطرناک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے جہاں کفار کی یلغار زیادہ تھی تب ان بی بی صاحبہ نے نذر مانی تھی کہ جب حضور بخیریت مدینہ منورہ میں تشریف لائیں تو آپ کے سامنے دف بجاؤں' دف بجانا کوئی عبادت نہیں۔ اس لئے مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر درست ہے یا نہیں۔ دف دال کے فتح سے بھی ہے اور دال کے پیش سے بھی' پیش زیادہ استعمال ہوتا ہے۔۲؎ اس لئے کہ اگرچہ دف بجانا عبادت نہیں مگر حضور کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار بھی عبادت ہے اور کفار کو جلانا بھی عبادت ہے' دف بجانے میں یہ دونوں باتیں ہیں (مرقات واشعہ) لہٰذا جو شخص میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی نذر مانے وہ ضرور پوری کرے کہ یہ حضور کی ولادت کی خوشی منانے کی نذر ہے' مرقات نے فرمایا کہ نکاح میں اعلان کے لئے دف بجانا اس لئے ثواب ہے کہ اس میں نکاح کی خوشی' نکاح کا اعلان' زنا و نکاح کے درمیان فرق ہے۔ چنانچہ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجائی' جنگ اُحد کا واقعہ دوسرا ہے وہاں ایک لونڈی نے دف بجانے کی نذر مانی تھی۔۳؎ مگر وہاں کوئی بت یا میلہ نہ تھا' اتفاقاً ذبح کرتے تھے یا کسی اور مقصد کے لئے۔۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ فقط کفار کا کسی جگہ جانور ذبح کرنا مومن کی نذر کے لئے مانع نہیں جو مانع ہے وہ کچھ اور ہے یعنی بت کی موجودگی یا کفار کا میلہ کہ ان دونوں صورتوں میں ان سے تشبیہ ہے اور اس تیسری صورت میں جو یہاں پیش ہے محض کفار کے ساتھ اشتراک عمل ہے' تشبیہ بالکفار حرام یا کفر ہے اشتراک درست۔

وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِی الَّتِیْ اَصَبْتُ فِيْهَا الذَّنْبَ وَاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ كُلِّهٖ صَدَقَةً قَالَ يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ

(۳۲۹۱) روایت ہے حضرت ابولبابہ سے۱؎ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری توبہ سے یہ ہے کہ میں اپنی قوم کی جگہ چھوڑ دوں' جہاں میں نے یہ گناہ کیا۲؎ اور یہ ہے کہ اپنے سارے مال سے علیحدہ ہوجاؤں' صدقہ کرتے ہوئے فرمایا: تمہیں تہائی کافی

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ) ہے۔۳؎ (رزین)

(۳۲۹۱)۱؎ آپ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے مگر کنیت میں مشہور ہیں انصاری اوسی ہیں مدینہ پاک کے نقیبوں میں سے تھے۔غزوہ بدر میں حاضر نہ ہوئے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں رہنے' وہاں انتظام کرنے کا حکم دیا اور غنیمت بدر میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا۔علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی (مرقات' اشعہ' اکمال) ۲؎ حضرت ابولبابہ کے بال بچے بنی قریظہ یہود کے محلہ میں رہتے تھے' اسی وجہ سے ابولبابہ کے تعلقات یہود بنی قریظہ سے تھے' غزوۂ خندق کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا جو پچیس دن رہا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے مشورہ کرلیں چنانچہ حضور نے ابولبابہ کو وہاں بھیج دیا۔وہ لوگ ابولبابہ کو دیکھ کر مرد وعورتیں رونے آہ و فغاں کرنے لگے جس سے ابولبابہ کا دل بھر آیا۔ان یہود نے پوچھا کہ اگر ہم اپنے قلعوں سے اتر آئیں تو ہم سے کیا برتاؤ کیا جائے گا تو ابولبابہ نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارۃً بتایا کہ تم سب قتل کئے جاؤ گے اشارہ کرتے ہی نادم ہوئے سوچنے لگے کہ میں نے اللہ و رسول کی خیانت کی۔تب انہوں نے اپنے کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوالیا اور بولے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں بندھا رہوں گا۔حضور نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے دعائے مغفرت کردیتا وہ براہ راست رب تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اب جب تک وہ حکم نہ دے گا میں نہ کھولوں گا۔چنانچہ آپ سات دن بندھے رہے ہر نماز کے وقت آپ کی بیٹی آتی کھول دیتی اور نماز باجماعت پڑھ لیتے' پھر بندھ جاتے' کھانا پینا چھوٹ گیا تب ان کی توبہ قبول ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کھولیں تو کھلوں گا۔چنانچہ حضور نے اپنے ہاتھ سے کھولا اس ستون کا نام استوانہ توبہ بھی ہے استوانہ ابولبابہ بھی' اب بھی حجاج وہاں کھڑے ہوکر توبہ کرتے ہیں۔کھلنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ میں محلہ چھوڑ دوں گا جہاں رہنے کی وجہ سے یہ گناہ ہوا اور اپنا سارا مال خیرات کردوں گا توبہ کی خوشی میں ۳؎ یہ منت و نذر نہ تھی بلکہ قبول توبہ کے شکریہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تہائی خیرات کرنے کی اجازت دی۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے صدقہ دینا کہ اس صدقہ کی برکت سے گناہ کا اثر دل سے جاتا رہے بہتر ہے' ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔(مرقات) اب بھی مفتی صاحبان بعض موقع پر صدقہ کا حکم دے دیتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے' خیال رہے کہ بابا فریدالدین گنج شکر جو بارہ سال کنوئیں میں لٹک کر عبادت کرتے رہے کہ سوا نماز کے اوقات کے کسی وقت کنوئیں سے باہر نہ آتے اور نماز پڑھتے ہی پھر وہاں لٹک جاتے۔اس کا ماخذ یہ حدیث بن سکتی ہے۔مرقات نے یہاں فرمایا کہ ابولبابہ نے سات دن رات کچھ نہ کھایا حتی کہ غشی طاری ہوگئی بینائی بہت کم ہوگئی۔صوفیاء کے فقر فاقہ' ترک غذا وغیرہ اسی سے ثابت ہوتے ہیں۔خیال رہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک سکونت کی اجازت دی' ترمیم صرف صدقے میں فرمائی۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَجُلاً قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ شَاْنُكَ اِذًا۔

(۳۲۹۲) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ فتح مکہ کے سال ایک شخص کھڑا ہوا' عرض کیا: یارسول اللہ میں نے اللہ کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالٰی آپ کو فتح مکہ عطا کرے تو میں بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھوں گا۱؎ فرمایا: یہاں ہی پڑھ لو۲؎ تو انہوں نے پھر سوال دہرایا۔فرمایا: یہاں ہی پڑھ لو۔پھر سوال دہرایا۔فرمایا:

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ) اچھا تو تم جانو۳(ابوداؤد٬دارمی)

(۳۲۹۲)۱؎ مقدس میم کے فتح دال کے کسرہ سے بمعنی بزرگی والا گھر مگر عوام مقدس باب تفعیل کا اسم مفعول بولتے ہیں۔شاید ان صاحب کا خیال یہ ہوگا کہ بیت المقدس کی نماز حرمین شریفین کی مسجد بیت اللہ اور مسجد نبوی شریف کی نماز سے افضل ہے حالانکہ مسجد حرام شریف میں ثواب زیادہ ہے۔۲؎ اگر یہ سوال مکہ معظمہ میں تھا تو یہاں سے مراد مسجد حرام شریف ہے اور اگر مدینہ منورہ میں سوال ہوا ہے تو یہاں سے مراد مسجد نبوی شریف ہے۔خیال رہے کہ مکہ معظمہ کی مسجد کا ثواب بیت المقدس سے دوگنا ہے کہ وہاں ایک کا ثواب پچاس ہزار ہے اور حرم شریف میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی کا ثواب بیت المقدس کے برابر٬مگر مسجد نبوی میں نماز کا درجہ زیادہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اور اگر کوئی شخص نذر سے اعلیٰ عبادت ادا کردے تو نذر ادا ہوجاتی ہے چونکہ نذر تھی بیت المقدس کی اور یہ صاحب ادا کرتے ہیں مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو وہاں سے اعلیٰ ہے لہذا بہرحال نذر پوری ہوجاتی٬مساجد میں اعلیٰ مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی پھر مسجد قدسی پھر اپنے شہر کی جامع مسجد پھر محلہ کی مسجد پھر گھر کی مسجد (جائےنماز) امام زفر و ابو یوسف کا مذہب ہے کہ مسجد قدسی کی نماز کی نذر حرم شریف اور مسجد نبوی کی نماز سے ادا ہوجاتی ہے مگر اس کے برعکس درست نہیں یعنی مسجد حرام کی نماز کی نذر مسجد قدسی کی نماز سے ادا نہیں ہوتی مگر امام اعظم و محمد کے نزدیک نماز میں جگہ کی تخصیص معتبر نہیں لہذا اگر مسجد حرام کی نماز کی نذر مانی ہو تو جہاں پڑھ لے درست ہے(مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک بھی یہ درست نہیں٬نذر یا مساوی میں ادا ہوگی یا اعلیٰ میں۔۳؎ یعنی ہم نے تم کو وہ بات بتائی تھی جو اعلیٰ بھی تھی اور آسان بھی لیکن تم کو اپنی بات پر اصرار ہے تو جاؤ وہاں ہی یعنی بیت المقدس میں ہی پڑھ کر آؤ۔معلوم ہوا کہ وہ حضور کا مشورہ تھا حکم نہ تھا اور اگر حکم تھا تو استحبابی اسی لئے اس کے نہ ماننے کا اختیار تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَّاِنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ اُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَآءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَالْتَحُجَّ وَتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا۔

(۳۲۹۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ عقبہ ابن عامر کی بہن نے نذر مانی کہ پیدل حج کریں۱؎ اور وہ اس کی طاقت نہ رکھتی تھیں تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے٬وہ سوار ہوجائیں اور ایک ہدی لے جائیں۲؎(ابوداؤد٬دارمی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہوجائیں اور ہدی لے جائیں۳؎ اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کی اس مشقت سے کچھ نہ کرے گا۴؎ وہ سوار ہوجائیں٬حج کرلیں اور اپنی قسم کا کفارہ دیں۵؎

(۳۲۹۳)۱؎ اس طرح کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پیدل جاکر حج کریں۔۲؎ امام شافعی کے ہاں بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں٬امام اعظم کے ہاں بدنہ میں اونٹ و گائے بکری سب شامل ہیں یعنی ڈیل دار جانور۔۳؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ہدی کا حکم استحبابی ہے اس صورت میں اس پر کفارہ قسم یا کفارہ نذر واجب ہے مگر حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ہدی واجب ہے۔۴؎ شقاء بمعنی مشقت ہے سعادت کا مقابل نہیں یعنی اس کے معنی بدبختی٬کم نصیبی نہیں٬مطلب یہ ہے کہ تمہاری بہن کی اس مشقت سے رب تعالٰی خوش نہیں۔۵؎ کفارہ سے مراد

کفارہ قباحتِ حج ہے ہدی یا اس کے قائم مقام دس روزے لہٰذا یہ عبارت گزشتہ عبارت کے خلاف نہیں مگر چونکہ یہ کفارہ اس نذر کی بنا پر واجب ہوا لہٰذا اسے نذر کی طرف منسوب فرمادیا گیا۔(مرقات)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۲۹۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک سے کہ عقبہ ابن عامر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا[۱] جنہوں نے نذر مانی تھی کہ ننگے پاؤں بغیر دوپٹہ حج کریں گی[۲] فرمایا: انہیں حکم دے دو کہ دوپٹہ اوڑھیں اور سوار ہو جائیں اور تین دن روزہ رکھیں[۳](ابوداؤد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،دارمی)

(۳۲۹۴)[۱] عبداللہ ابن مالک کی کنیت ابوتمیم ہے جیشانی ہیں تابعی ہیں حضرت عمر وابوذر غفاری وغیرہما رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے اورعقبہ ابن عامر جہنی صحابی ہیں[۲] یعنی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک حج کرنے پیدل ننگے پاؤں ننگے سر جائیں گی،خیال رہے کہ عورت کے لئے ننگے سر نکلنا گناہ ہے کہ بے پردگی بلکہ ستر کھولنا ہے گناہ کی نذر منعقد تو ہو جاتی ہے مگر اس کا پورا کرنا حرام ہوتا ہے کفارہ واجب ننگے پاؤں پیدل چلنا جائز ہے جس کی نذر منعقد ہو جاتی ہے۔یہ مذہب ہے امام اعظم کا دوسرے ائمہ کے ہاں ان کاموں کی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔[۳] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوپٹہ اوڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ عورت کا ننگے سر نکلنا گناہ ہے۔عورت کا سر ستر ہے،سوار ہونے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ پیدل چلنے سے عاجز تھیں تین روزے یا تو اس نذر کا کفارہ ہے یا ہدی کے عوض ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تین روزے حج کے زمانہ میں رکھیں،ساتویں،آٹھویں،نویں بقرعید کے اور سات روزے گھر آکر،تلك عشرة كاملة یہ حکم قرآن ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَاَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَّ تَسْاَلُنِي الْقِسْمَةَ فَكُلُّ مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اَنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۲۹۵) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ دو انصاری بھائی جن کے درمیان کچھ میراث تھی،ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا[۱] دوسرا بولا کہ اگر تم نے دوبارہ مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو میرا سال مال خانہ کعبہ میں صرف ہو۔[۲] تو ان سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کعبہ تمہارے مال سے غنی ہے۔[۳] اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے کلام کرو۔[۴] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تم پر قسم ہے اور نہ نذر ہے اللہ کی نافرمانی میں اور نہ قطع رحمی میں اور نہ اس میں جس کا مالک نہ ہو[۵](ابوداؤد)

(۳۲۹۵)[۱] یعنی اس بھائی نے اپنے دوسرے بھائی سے کہا کہ باپ کا متروکہ مال ہم تم تقسیم کرلیں آدھا تم لے لو آدھا مجھے دے دو۔اگر دوسرے اور وارث بھی ہوں تو ہر ایک کو اس کا حصہ دے دو،دراہم،دینار،زمین،باغ وغیرہ[۲] رتاج راء کے کسرہ سے بمعنی زینت،مصلحت،بڑا دروازہ مگر اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ لفظ زائد ہوتا ہے اظہار عظمت کے لئے جیسے لفظ جناب لہٰذا معنی یہ ہوئے کہ محترم کعبہ کے خرچ میں میرا مال صرف ہو،یہ ایک قسم کی نذر مانی،وہ چاہتے تھے کہ ہم سب بھائی ملے جلے رہیں تقسیم کرکے علیحدہ نہ ہو جائیں میراث دینے سے

انکار نہ تھا۳؎ یعنی کعبہ معظمہ کے خرچ کے لئے رب تعالٰی بہت روپیہ بھیجتا ہے اس کا کوئی خرچ رکا ہوا نہیں ہے۔۴؎ یعنی اب اگر تمہارا بھائی تقسیم میراث کا تم سے مطالبہ کرے تو تم اس سے بے تکلف کلام کرو اور اپنا سارا مال کعبہ معظمہ نہ بھیجو بلکہ اسی نذر کا کفارہ دے دو جو کفارہ قسم کی طرح ہے یا تمہارا یہ کلام قسم ہے نذر نہیں، قسم توڑ کر بھائی سے کلام کرلو پھر کفارہ ادا کرو۔۵؎ یعنی تم نے یہ قسم قطعیت رحم کی کھائی ہے بھائی سے کلام نہ کرنا قطع رحم ہے اور اس کی قسم منعقد تو ہو جاتی ہے مگر پورا کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہوتا ہے لایمین کے یہ معنی نہیں کہ قسم منعقد ہی نہ ہوئی ورنہ پھر کفارہ کیسا؟ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس قسم کا پورا کرنا ممنوع ہے'لا یملك یا معروف ہے یا مجہول یعنی جو چیز قسم کھانے والے کی مملوک نہ ہو یا جس کا قسم کھانے والا مالک نہ ہو اس کا کفارہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ طَاعَةٍ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ فِيْهِ الْوَفَاءُ وَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۲۹۶) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: نذریں دو ہیں۱؎ تو جو کوئی فرمانبرداری کی نذر مانے تو یہ نذر اللہ کے لیے ہے اس میں وفا لازم ہے۲؎ اور جو گناہ کی نذر مانے تو یہ نذر شیطان کے لئے اور اس کی وفا نہیں۳؎ اس کا کفارہ وہی بنے گا جو قسم کا کفارہ بنتا ہے۳؎ (نسائی)

(۳۲۹۶)۱؎ یعنی دو قسم کی ہیں اور ہر قسم کے تحت بہت سی قسمیں ہیں۲؎ یعنی عبادت کی نذر سے رب تعالٰی راضی ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے جیسے حج یا صدقہ یا روزہ یا نوافل کی نذر۳؎ یعنی ایسی نذر سے شیطان خوش ہوتا ہے' اسے ہرگز پورا نہ کرے جیسے ظلماً قتل، ماں باپ کی نافرمانی یا نماز روزہ چھوڑ دینے کی نذر کہ شیطان تو ایسی حرکتیں کرانا ہی چاہتا ہے جب بندہ اس کی نذر مان لیتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ میرا منشا پورا ہوا۴؎ یعنی گناہ کی نذر کی ادا نہیں مگر ادا نہ کرنے پر کفارہ واجب ہے۔خیال رہے کہ احناف اور امام مالک کے ہاں کافر کی نذر لازم نہیں' نہ زمانہ کفر میں نہ مسلمان ہوکر' کافر خواہ گناہ کی نذر مانے خواہ نیکی کی جیسے بت پرستی کی نذر یا صدقہ وخیرات کی نذر۔رب تعالٰی فرماتا ہے:اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ امام شافعی واحمد کے ہاں اگر کافر نے نیکی کی نذر مانی بعد میں مسلمان ہوگیا تو پوری کرے۔ان کی دلیل رب تعالٰی کا فرمان ہے:وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (۹،۱۲) اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں (کنزالایمان) اور وہ حدیث ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ میں نے اسلام لانے سے پہلے مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کی نذر مانی تھی۔فرمایا: پوری کرو۔امام اعظم کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے اور اس آیت سے مراد صورت قسم ہے۔امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ امام شافعی بھی کافر کی اس نذر توڑنے پر کفارہ واجب نہیں مانتے اور نذر کا واجب ہونا بغیر کفارہ درست نہیں (ازمرقات وغیرہ) خیال رہے کہ کفار کے مقدمات میں ان سے قسم لی جائے گی کہ وہ اپنے اعتقاد میں جھوٹی قسم بری جانتے ہیں' اس بنا پر ان کی قسم لینے کا مقصد درست ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ اِنَّ رَجُلًا نَذَرَ اَنْ يَنْحَرَ نَفْسَهُ اِنْ نَجَاهُ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهٖ فَسَئَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ سَلْ مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهُ فَقَالَ لَهُ لَا

(۳۲۹۷) روایت ہے حضرت محمد ابن منتشر سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالٰی اسے دشمن سے نجات دے تو وہ اپنے آپ کو ذبح کردے گا۲؎ پھر اس نے حضرت ابن عباس سے

تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَاِنَّكَ اِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُؤْمِنَةً وَاِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ اِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ لِلْمَسَاكِيْنَ فَاِنَّ اِسْحَاقَ خَيْرٌ مِنْكَ وَفُدِيَ بِكَبْشٍ فَاَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ هٰكَذَا كُنْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اُفْتِيَكَ ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

پوچھا[۳] تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مسروق سے پوچھو تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے کو ذبح نہ کر کیونکہ اگر تو مومن ہے تو تو نے مومن جان کو قتل کرلیا[۴] اور اگر تو کافر ہے تو تو نے دوزخ کی طرف جلدی کی[۵] اور تو ایک دنبہ خرید' اسے ذبح کردے فقراء کے لئے کیونکہ حضرت اسحاق تجھ سے بہتر تھے اور ان کا فدیہ دنبہ سے دیا گیا[۶] اس نے حضرت ابن عباس کو خبر دی' آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی تجھے یہی فتویٰ دینا چاہا تھا[۷] (رزین)

(۳۲۹۷)[۱] آپ تابعی ہیں ہمدانی ہیں حضرت مسروق کے بھتیجے' بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے' جیسے حضرت عمر و عائشہ رضی اللہ عنہم[۲] یہ عجیب نذر ہے کہ دشمن سے چھٹکارے کی لذت کو اپنے نفس کی ہلاکت کی تکلیف سے زیادہ سمجھا' ایک بدوی کا اونٹ کھوگیا اس نے اعلان کیا کہ جو میرا اونٹ لادے تو وہ اونٹ اسی کو دے دوں گا۔ لوگوں نے پوچھا: پھر تجھے کیا ملے گا؟ بولا: اونٹ پالینے کی لذت' اس لذت کی تمہیں خبر نہیں۔[۳] یہ ہے فتویٰ میں انتہائی احتیاط' آپ نے خیال فرمایا کہ حضرت مسروق ان مسائل میں مجھ سے بڑے عالم ہیں تو ان کے پاس بھیجنے میں شرم نہ فرمائی' مسروق ابن اجدع ہمدانی ہیں حضور کی وفات سے کچھ پہلے ایمان لائے انہیں بچپن میں کسی نے چرالیا تھا بڑی مشکل سے ملے' تب سے آپ کا نام مسروق ہوا۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاندان جنت کے لئے پیدا ہوا ہوتو وہ اسود' علقمہ' مسروق ہیں۔ آپ کی وفات کوفہ میں ہوئی ۶۲ھ کو[۴] اور مومن کو قتل کرنا ظلماً از روئے قرآن مجید حرام ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (۴:۹۳) اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (۴:۲۹) اور اپنی جانیں قتل نہ کرو (کنزالایمان)[۵] اور خود دوزخ کی طرف دوڑنا بھی ممنوع ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔[۶] علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں کہ حضرت اسحاق علیہم الصلوٰۃ والتسلیم' زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ غالبًا حضرت مسروق جناب اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتے تھے۔[۷] مگر میں نے فتویٰ خود نہ دیا کیونکہ جناب مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صحبت یافتہ اور ان کے شاگرد خاص ہیں وہ بڑے عالم ہیں۔ (مرقات)

كِتَابُ الْقِصَاصِ
قصاص کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

قصاص قص سے بنا بمعنی کاٹنا' برابر کرنا کسی کے پیچھے چلنا۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸:۶۴) تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے (کنزالایمان) یہاں بمعنی پیچھے چلنا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: قصوا الشوارب مونچھیں کاٹو برابر کرو اصطلاح میں قتل یا زخم میں برابری کو قصاص کہتے ہیں' نیز مقتول کا ولی یا مجروح قاتل اور جارح کے پیچھے پڑتا ہے بدلہ لینے کے لئے' لہٰذا پچھلے معنی سے بھی یہ درست ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالْمَارِقُ لِدِیْنِہٖ اَلتَّارِکُ لِلْجَمَاعَۃِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۲۹۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اس مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں[۱] مگر تین حرفوں میں سے ایک سے' جان' جان کے بدلے[۲] شادی شدہ زانی[۳] اور اپنے دین سے نکل جانے والا' جماعت کو چھوڑنے والا[۴] (مسلم و بخاری)

(۳۲۹۸)[۱] یہاں امری سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت' صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے' مراد کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔[۲] یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمداً قتل کر دے تو مقتول کا ولی اسے قصاصاً قتل کرا سکتا ہے۔[۳] آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرلے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا[۴] دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی' عیسائی' ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہو جائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی' خارجی' رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا (از مرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض' عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا یہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے' مارق مروق سے بنا بمعنی نکلنا' اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے' تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے۔ قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے' سب کا اجماع ہے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں صلٰوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلٰوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنی کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَۃٍ مِّنْ دِیْنِہٖ مَالَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۲۹۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان اپنے دین کی وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ کرے[۱] (بخاری)

(۳۲۹۹)[۱] یعنی مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا' کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ائیس من رحمۃ اللہ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مومن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ

(۳۳۰۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن سب سے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَآءِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا[۱] (مسلم و بخاری)

(۳۳۰۰)[۱] یعنی قیامت کے دن معاملات میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ ہوگا بعد میں دوسرے فیصلے اور عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا بعد میں دوسرے حسابات ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا کہ یہ حدیث معاملات کے متعلق ہے اور وہ حدیث عبادات کے بارے میں، خیال رہے کہ نماز کے حساب کی اولیت حقیقی ہے اور خون کے حساب کی اولیت اضافی یعنی سب سے پہلے نماز کا حساب ہے معاملات میں پہلے خون کا حساب۔ (از مرقات)

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتُ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا اَهْوَيْتُ لِاَقْتُلَهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَقْتُلُهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۰۱) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے[۱] کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ فرمایئے تو اگر میں کسی کافر آدمی سے ملوں، پھر ہم جنگ کریں تو وہ میرے ایک ہاتھ پر تلوار مار کر اسے کاٹ دے[۲] پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی پناہ لے لے، پھر کہے کہ میں اللہ کے لئے اسلام لے آیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب میں نے اسے قتل کرنا چاہا تو وہ بولا: لا الہ الا اللہ[۳] تو اس کے کہنے کے بعد میں اسے قتل کردوں؟ فرمایا: قتل نہ کرو[۴] وہ بولے: یارسول اللہ اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے۔[۵] تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت قتل کرو۔[۶] اگر تم نے اسے قتل کردیا تو وہ تمہارے درجہ میں ہوگا جو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تم اس کے درجہ میں ہو جو اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا[۷] (مسلم و بخاری)

(۳۳۰۱)[۱] آپ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں اور چھٹے مومن ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ کندی یا حضرمی ہے چونکہ اسود ابن یغوث زہری کے حلیف تھے اسی لئے انہیں ابن اسود کہا جاتا ہے۔[۲] یعنی بحالت جہاد میرا کسی کافر سے مقابلہ ہوجائے وہ موقع پاکر میرا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر واقعہ پیش آئے جو آگے مذکور ہے۔[۳] یعنی وہ مسلمان ہوگیا اور مجھے اس کے اسلام کی خبر ہوگئی اس کا کلمہ سن کر[۴] یعنی نہ اسے قتل کرو کہ اب وہ مسلمان ہوگیا اور نہ اپنے ہاتھ کے عوض اس کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اگر کافر حربی بحالت قتال مسلمان کو قتل یا زخمی کردے پھر مسلمان ہوجائے تو اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے جرم کا قصاص نہیں ہوتا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (۱۹،۶۰) مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے (کنزالایمان) بہرحال یہ قاعدہ کلیہ ہے۔[۵] یعنی کفر کی وجہ سے نہ سہی اس کے ظلم کی وجہ سے مجھے اجازت دیجئے کہ اس سے بدلہ لے لوں، کلمہ پڑھنے سے کفر ختم ہوگیا ظلم تو اس کے سر پر سوار ہے[۶] کیونکہ اس کے کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے اس کے سارے گناہ معاف ہوچکے جو کفر کے زمانہ میں کئے بحالت جنگ جو قتل وزخم کیا وہ بھی معاف ہوگیا۔ خیال رہے کہ کافر کے مومن ہوجانے پر زمانہ کفر کے گناہ تو معاف ہوگئے مگر حقوق اور سزائیں معاف نہ ہوئیں لہذا اسے زمانہ کفر کا قرض ادا کرنا ہوگا اور اس زمانہ کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا بحالت قتال قتل وزخم کا بدلہ نہ لیا جائے گا، یہ فرق خیال میں رہے۔[۷] یعنی جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے مباح الدم مستحق قتل تھا ویسے ہی اب تم اس قتل کی وجہ سے مستحق قتل ہوجاؤ گے حکم یکساں

ہے وجہ حکم میں فرق ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدم ہو گیا اور جو ایسے شخص کو قتل کر دے اسے قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدم تھے ایسے ہی اب وہ محفوظ الدم ہو گیا یا یہ مطلب ہے کہ اب اس قتل کی وجہ سے تم مستحق عذاب ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق رحمت ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَذَهَبْتُ اَطْعَنُهٗ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهٗ فَقَتَلْتُهٗ فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَقَتَلْتَهٗ وَقَدْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَهٗ مِرَارًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۰۲) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے، فرماتے ہیں، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کے کچھ لوگوں کی طرف بھیجا ا تو میں ان میں سے ایک شخص کے سر پر پہنچا، اسے نیزہ مارنے لگا تو اس نے کہہ دیا لا الہ الا اللہ مگر میں نے اس کے نیزہ مار کر قتل کر دیا ۲ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو اس واقعہ کی خبر دی ۳ فرمایا کہ تم نے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ گواہی دے چکا تھا لا الہ الا اللہ کی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ اس نے بچنے کے لئے کہا ۴ فرمایا: تم نے اس کا دل کیوں نہ چیر لیا ۵ (مسلم و بخاری) اور جندب ابن عبداللہ بجلی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لا الہ الا اللہ کا کیا انتظام کرو گے، جب وہ قیامت کے دن آئے گا ۶ یہ کئی بار فرمایا ۷ (مسلم)

(۳۳۰۲) ۱ یعنی قبیلہ جہنیہ کے کفار سے جہاد کرنے کو لشکر اسلام بھیجا جس میں میں بھی تھا۔ حضرت اسامہ حضور علیہ السلام کے بہت محبوب صحابی ہیں۔ ۲ کیونکہ میں اپنے اجتہاد سے سمجھا یہ کہ یہ شخص فقط جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے دل سے نہیں پڑھتا، یہ بھی سمجھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں اسلام لانا قتل سے نہیں بچاتا کیونکہ سورہ سجدہ کی آخری آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۲۹،۳۲) تم فرماؤ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے (کنزالایمان) اس آیت کی بنا پر میں نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا۔ یہ ہے خطاء اجتہادی ۳ یہ خبر اس لئے دی کہ مجھے پتا لگ جائے کہ میں نے اس اجتہاد میں غلطی تو نہیں کی ۴ کیونکہ اس نے دل سے مسلمان ہونا تھا تو پہلے ہوا ہوتا یہ کیا کہ جب تلوار سر پر پہنچی تب کلمہ پڑھا، یہ جان بچانے کے لئے تھا، یہ ہوئی وجہ اجتہاد ۵ یعنی تم کو کیا خبر کہ اس کے دل میں کیا ہے اخلاص یا بچانے کا بہانہ ایسی صورت میں ظاہری کلمہ کا اعتبار کرنا چاہئے تھا، یہاں دل چیرنے سے مراد دل کا حال معلوم کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں ورنہ دنیا سے امان اٹھ جائے، کسی کافر کے ایمان لانے کی کوئی سبیل نہ رہے کہ اس پر بہانہ بازی کا الزام لگا دیا جائے ۶ یعنی کل قیامت میں اس کا کلمہ تمہارے خلاف بارگاہ الٰہی میں دعویٰ کرے گا کہ مولیٰ میں نے اسے امان دی تھی مگر اسامہ نے میری امان توڑی اسے قتل کر دیا، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد میں ایک کافر کو پچھاڑا اور اسے قتل کے ارادے سے اس کے سینہ پر بیٹھے، اس نے آپ پر تھوک دیا تاکہ غصہ میں مجھے جلد قتل کریں، آپ نے اسے چھوڑ دیا سینے سے اٹھ گئے اس نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری اس

حرکت سے مجھے غصہ آ گیا اب تیرا قتل نفسانی وجہ سے ہوتا نہ کہ ایمانی وجہ سے اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ وہ آپ کا یہ اخلاص دیکھ کر مسلمان ہوگیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی سے جو قتل واقع ہو نہ اس پر قصاص ہے نہ دیت۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ پر ناراضگی و ناپسندیدگی کا اظہار تو فرمایا مگر قصاص یا دیت کا حکم نہ دیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر خطاء اجتہادی سے بہت سختی کی، مارنا، داڑھی کے بال پکڑنا، اپنی طرف کھینچنا، مگر رب نے قصاص کا حکم نہ دیا، پتا لگا کہ خطاء اجتہادی معاف ہے، اگر باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو مجرم سمجھ کر سزا دے دے مگر وہ ہو بے قصور تو استاد و باپ پر نہ گناہ ہے نہ قصاص لہٰذا حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگیں کسی صحابی کے فسق کا باعث نہیں یہ کئی بار فرمانا اظہار ناراضگی اور مسئلہ کی اہمیت کے لئے ہے تاکہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کافر بار بار ایسی حرکت کرے کہ مسلمانوں کو شہید کرتا رہے اور جب خود گھر جایا کرے تو کلمہ پڑھ لیا کرے اس کے کلمہ پڑھنے کا اعتبار نہیں اسے قتل کر دیا جائے (شامی) یہاں یہ واقعہ بار بار ہوا لہٰذا یہ حدیث اس فقہی حکم کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۳۰۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی عہد و پیمان والے کو قتل کر دے[۱] وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا[۲] حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے محسوس کی جاتی ہے[۳] (بخاری)

(۳۳۰۳)[۱] عہد و پیمان والے کافر سے مراد یا ذمی کفار ہیں مسلمانوں کی رعایا اور مستامن جو کچھ مدت کے لئے امان لے کر ہمارے ملک میں آئیں اور معاہد جن سے ہماری صلح ہو ان میں سے کسی کو بلاوجہ قتل کرنا درست نہیں، ہاں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کا قتل درست ہو جائے تو قتل کئے جائیں[۲] یعنی اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت پہنچ تو جائے گا مگر وہاں کی مہک و خوشبو کماحقہ نہ سونگھ سکے گا اس کو اس جرم میں گویا زکام کرا دیا جائے گا (مرقات) یا اولاً جنت میں نہ جائے گا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے[۳] چونکہ اہل عرب موسم خریف سے سال شروع کرتے تھے اسی لئے سال کو خریف کہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ انشاءاللہ جنت کی خوشبو میدان قیامت میں پہنچے گی مسلمان اس خوشبو سے لطف اندوز ہوں گے۔ (اشعہ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسَمُّهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لے[۱] تو وہ دوزخ کی آگ میں چھلانگ لگاتا رہے گا، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا[۲] اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا[۳] اور جو اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا، جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا[۴] (مسلم، بخاری)

(۳۳۰۴)۱؎ تردی کے لغوی معنی ہیں اپنے کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا' اب اصطلاح میں مرنے کے لئے کودنے چھلانگ لگانے کو تردی کہا جاتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہیں۲؎ یا تو خلود کے معنی ہیں بہت دراز ٹھہرنا' ابدًا اس درازی کی تاکید کے لئے ہے یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو یہ کام حلال سمجھ کر کرے کہ اب وہ کافر ہوگیا یا یہ مطلب ہے کہ اس طرح خودکشی کرنے والا اس ہیشگی عذاب کا مستحق ہے اگرچہ اللہ تعالٰی اسے ایمان کی برکت سے رحم فرما کر دوزخ سے نکال دے گا لہذا یہ حدیث ان آیات واحادیث کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کتنا ہی گنہگار ہو آخرکار جنت میں پہنچے گا۳؎ معلوم ہوا کہ جیسے دوزخ میں کھولتا پانی' سانپ بچھو کے زہر عذاب کے لئے مہیا کئے گئے ہیں یونہی علیحدہ زہر بھی وہاں موجود ہے' زہر سے خودکشی کرنے والا ہمیشہ زہر کھاتا پیتا رہے گا اور اسے زہر چڑھنے کی تکلیف ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی۔۴؎ اس جملہ کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ وہ شخص چھری گھونپتا رہے گا اور اس سے جو تکلیف اسے دنیا میں ہوئی تھی برابر ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی' خلود کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے۔ خیال رہے کہ ڈاکو' باغی پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے' خودکشی کرنے والے پر امام ابوحنیفہ ومحمد کے نزدیک نماز جنازہ نہیں' امام ابویوسف کے ہاں پڑھی جائے۔ شہید پر نماز جنازہ ہمارے ہاں ہے' امام شافعی کے ہاں نہیں۔ وہ کہتے ہیں اس کے سارے گناہ شہادت سے معاف ہوگئے پھر نماز جنازہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نماز جنازہ معافی گناہ کے لئے نہیں ہوتی ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوتی بلکہ یہ اظہار شرافت کے لئے ہوتی ہے' شہید اس کا زیادہ مستحق ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهٗ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعَنُهَا يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۳۰۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا گلا گھونٹ لے۱؎ تو وہ آگ میں گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے کو نیزہ مارے تو وہ آگ میں نیزہ مارتا رہے گا۲؎ (بخاری)

(۳۳۰۵)۱؎ خواہ ہاتھ سے گلا گھونٹے یا پھانسی لگا کر مر جائے یا کسی سے اپنا گلا گھنٹوا لے یا اپنے کو دوسرے سے پھانسی لگوا لے' سب کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ پھانسی کے مجرم کا اپنے کو حاکم کے سامنے پھانسی کے لئے پیش کر دینا اور اقرار قتل کر کے پھانسی پر چڑھ جانا اس میں داخل نہیں۔ بعض صحابہ کرام نے بارگاہ اقدس میں زنا کا اقرار کر کے اپنے کو رجم کے لئے پیش فرما دیا اور ان کا یہ عمل بہترین توبہ میں شمار ہوا' بعض مردان خدا نے پھانسی کے وقت پھانسی کے پھندے کو چوما ہے کہ یہ پھندا توبہ کی قبولیت کا ذریعہ ہے' عشق کے کام نیارے۲؎ خیال رہے کہ جو شخص شرعًا قتل کا مستحق ہو مگر مروجہ قانون اسے قتل نہیں کرتا تو وہ شخص خود اپنے کو قتل ہرگز نہ کرے اگر کرے گا تو اس سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ سزائے قتل میں حاکم کا فیصلہ ضروری ہے' جیسے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے مگر موجودہ قانون یہ سزا جاری نہیں کرتا تو کوئی زانی اپنے کو قتل نہ کرے' زبانی توبہ صدقہ وغیرہ کرے' اگر قتل کرلے گا تو خودکشی کی حرام موت مرے گا کہ یہ سزا نہیں خودکشی ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جَرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔

(۳۳۰۶) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' تم سے پہلے والی امتوں میں ایک شخص تھا جسے زخم تھا' وہ گھبرا گیا' اس نے چھری لی' اس نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا۱؎ پھر اس کا خون نہ تھما حتی کہ مرگیا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میرے بندے نے مجھ پر۲؎ جلدی کی' میں نے اس پر جنت حرام

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) کردی۔۳؎ (مسلم و بخاری)

(۳۳۰۶)۱؎ حز ح مہملہ ز سے بھی ہے اور جیم معجمہ ز سے بھی ہے دونوں کے معنی ہیں کاٹ لینا' اس نے اپنی نبض پر شگاف دے لیا جس سے سارا خون نچڑ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔۲؎ اس طرح کہ اپنی موت کے لئے ہمارے بلاوے کا انتظار نہ کیا' خود بغیر بلائے آنے کی کوشش کی لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ اس کی موت لکھی ہی یوں تھی' جیسے قاتل دوسرے کو قتل کرکے گنہگار ہوتا ہے ایسے ہی اپنے کو قتل کرکے بھی مجرم ہوتا ہے۔۳؎ یعنی اس وقت اس کا جنت میں داخلہ حرام فرمادیا' سزا پاکر دوزخ کی جیل بھگت کر پھر جنت میں جائے گا اور اگر وہ شخص کافر تھا تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ روش کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حرام ہونا خودکشی کی وجہ سے تھا نہ کہ کفر کی وجہ سے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدُّوْسِيَّ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ اِلَيْهِ وَ هَاجَرَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهٖ وَهَيْئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ اِلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِيْ اَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا اَفْسَدْتَّ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۰۷) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرمائی تو طفیل ابن عمرو دوسی نے۱؎ حضور کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے ہجرت کی۲؎ پھر وہ بیمار ہوگئے تو گھبرا گئے تو انہوں نے اپنے تیر لئے ان سے اپنے پورے کاٹ لئے تو ان کے ہاتھ خون بہانے لگے۳؎ یہاں تک کہ وہ مر گئے تو اسے طفیل ابن عمرو نے خواب میں دیکھا کہ ان کی حالت بہت اچھی ہے۴؎ اور انہیں اپنے ہاتھ ڈھکے ہوئے دیکھا' تو ان سے پوچھا کہ رب نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ تو بولے کہ مجھے بخش دیا' اپنے نبی کی طرف ہجرت کرنے کی برکت سے۵؎ پھر پوچھا کہ کیا وجہ ہے میں تمہیں ہاتھ ڈھانپے دیکھ رہا ہوں۶؎ بولے کہ مجھ سے فرمایا کہ جو تم نے خود بگاڑ لیا ہم اسے درست نہ کریں گے۷؎ یہ خواب طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: الٰہی اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۸؎ (مسلم)

(۳۳۰۷)۱؎ آپ دوس ابن عبداللہ کے قبیلہ سے ہیں اس لئے دوسی کہلاتے ہیں' حضور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ آکر مسلمان ہوئے پھر حضور نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم میں تبلیغ کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے حقانیت اسلام کی کوئی دلیل عطا فرمائی جائے۔ حضور نے دعا کی تو ان کی آنکھوں کے درمیان نور نمودار ہوگیا پھر وہ نور پیشانی سے منتقل ہوکر آپ کی لاٹھی میں آگیا۔ اس لئے آپ کا لقب ذوالنور ہوا۔ پھر آپ مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں حاضر رہے۔ آخر حیات شریف تک ساتھ رہے۔ جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے۔ بعض نے فرمایا کہ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں آپ کی شہادت ہے (اشعہ) ۲؎ یعنی وہ شخص ان کی تبلیغ پر ایمان لایا ان کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ گیا۔۳؎ لغت میں شخب کے معنی ہیں دوھنے کے وقت دودھ جاری ہو' اب اصطلاح میں خون بہنے کو شخب کہا جاتا ہے' یہی اصطلاحی معنی یہاں مراد ہیں۔۴؎ لباس چٹا ہے چہرہ پرنور ہے بخشش کے آثار نمودار ہیں۔ خیال رہے کہ میت کا سفید لباس چہرہ کی سفیدی

دیکھنا بخشش کی علامت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور حضور کو دیکھنا ساری عبادات سے افضل ہے اور بخشش کا وسیلہ عظمیٰ دیکھو ان صحابی کے پاس نمازیں روزے تمام عبادات تھیں مگر بخشش ہجرت کی برکت سے ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت میں حضور کی بارگاہ میں حاضری کی نیت کرنا ضروری ہے حالانکہ ہجرت عبادت ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۱۰۰،۴) اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا (کنزالایمان) جب ہجرت میں حضور کی رضا کی نیت اعلیٰ ہے تو دیگر عبادات میں بھی رضائے مصطفوی کی نیت شرک نہیں ۶؎ یعنی باقی جسم کی طرح تمہارے ہاتھ کھلے ہوئے کیوں نہیں ۷؎ ظاہر یہ ہے کہ خود ربّ تعالیٰ نے بلا واسطہ ان سے یہ فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ بواسطہ فرشتہ یہ کلام ہوا ہو۔ ۸؎ خیال رہے کہ مومن کا خواب وحی الٰہی کا ایک حصہ ہے خصوصاً جبکہ نبوت کی طرف سے اس کی تائید ہو جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خودکشی کرنے سے دوزخ میں خلود نہیں بلکہ یہ گناہ بھی دوسرے گناہوں کی طرح قابل بخشش ہے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے اور یقیناً اس دعاء سے ان کا یہ قصور بھی معاف ہوگیا۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ جو فوائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں آپ کی زیارت سے میسر تھے وہی فوائد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے ہیں لہٰذا مومن کو ان فوائد کی امید رکھنی چاہئے اللہ تعالیٰ ہر مومن کو اور سب کے صدقہ سے مجھ گنہگار کو روضہ اطہر کی زیارت مسجد نبوی شریف میں اعتکاف نصیب کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ نِالْكَعْبِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ يَا خُزَاعَةُ قَدْ قَتَلْتُمْ هٰذَا الْقَتِيْلَ مِنْ هُذَيْلٍ وَاَنَا وَاللّٰهِ عَاقِلُهٗ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهٗ قَتِيْلًا فَاَهْلُهٗ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوْا الْعَقْلَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِاِسْنَادِهٖ وَصَرَّحَ بِاَنَّهٗ لَيْسَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ وَقَالَ وَاَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَعْنِيْ بِمَعْنَاهُ)

(۳۳۰۸) روایت ہے حضرت ابوشریح کعبی سے ۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا پھر تم ہوائے خزاعہ کہ تم نے ہذیل کے اس مقتول کو یقیناً قتل کیا ہے ۲؎ اور اللہ کی قسم اس کی دیت میں دوں گا ۳؎ اس کے بعد جو کوئی کسی مقتول کو قتل کرے تو اس کے ورثاء کو دو اختیار ہوں گے ۴؎ اگر چاہیں تو قاتل کو قتل کردیں اور چاہیں تو دیت لے لیں ۵؎ (ترمذی، شافعی) اور شرح سنہ میں ان کی اسناد سے ہے ۶؎ اور تصریح فرمائی کہ مسلم بخاری میں ابوشریح سے روایت نہیں ۷؎ اور فرمایا کہ مسلم بخاری نے بروایت ابوہریرہ اس کی یعنی اس کے معنی کی روایت کی ۸؎

(۳۳۰۸) ۱؎ آپ کا نام خویلا ابن عمرو کعبی ہے عدوی ہیں خزاعی ہیں فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اپنی کنیت میں مشہور ہیں (اکمال و مرقات) ۲؎ یہ کلام مبارک اس خطبہ شریف کا حصہ ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں ارشاد فرمایا جو کتاب الحج باب حرم مکہ کی فصل اوّل میں مذکور ہو چکا قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں بنی ہذیل کے ایک شخص کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو خزاعہ نے فتح مکہ سے کچھ دن پہلے اس خون کا بدلہ لیتے ہوئے ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کردیا تھا، یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ۳؎ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے دی تاکہ ان دو قبیلوں میں فتنہ نہ ہو۔ خیال رہے کہ دیت یعنی خون بہا کو عربی میں عقل کہتے ہیں۔ عقل کے معنی ہیں روکنا، چونکہ یہ قتل کو روکنے والی چیز ہے لہٰذا عقل کہلاتی ہے، اسی لئے رسی کو عقال کہتے ہیں کہ وہ جانور کو بھاگنے سے روکتی ہے اور دانش و سمجھ کو عقل کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے۔ ۴؎ یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار ملیں گے، خیال رہے کہ یہ اختیار عمداً قتل میں ہیں خطاءً یا شبہ عمد قتل میں ان وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں صرف

دیت ہی لے سکتے ہیں۔۵؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و احمد و اسحاق نے فرمایا کہ قصاص کی طرح دیت کا اختیار بھی مقتول کے ورثاء کو ہے قاتل کو انکار کرنے کا حق نہیں مگر امام ابوحنیفہ و امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت میں قاتل کی رضا ضروری ہے اگر وہ قبول کرے تو دیت دے، قبول نہ کرے تو قصاص دے، یہی قول امام حسن و نخعی کا ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے ایک بھی دیت لینے پر راضی ہو جائے تو باقی وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں رہتا' اسی لئے فقہا فرماتے ہیں کہ اگر ان وارثوں میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قصاص واجب نہیں جب تک کہ غائب آ نہ جائے اور بچہ بالغ نہ ہو جائے' ان وارثوں میں مرد عورت سب یکساں برابر کے مستحق ہیں۔۶؎ یعنی صاحب مصابیح نے اپنی کتاب شرح سنہ میں بروایت شافعی یہ حدیث نقل فرمائی۔۷؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ باوجود یکہ خود انہوں نے اپنی کتاب شرح سنہ میں صاف بیان فرمایا کہ یہ حدیث مسلم و بخاری کی نہیں مگر پھر بھی اسے مصابیح نے فصل اوّل میں بیان کر دیا حالانکہ پہلی فصل میں مسلم یا بخاری کی روایت آنی چاہیے۔۸؎ یہ عبارت اس اعتراض کی تکمیل ہے کہ یہ حدیث یہاں فصل اوّل میں نہ آنی چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَتْ بِرَاْسِهَا فَجِيْءَ بِالْيَهُوْدِيِّ فَاعْتَرَفَ وَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۰۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا۱؎ تو اس سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی' کیا فلاں نے کی یا فلاں نے حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر سے اشارہ کر دیا۲؎ پھر یہودی کو لایا گیا' اس نے اقرار کر لیا۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۳۰۹)۱؎ رض کے معنی ہیں دلنا یا کچلنا' اسی لئے دال کو رضاض اور دلیہ کو رضیض کہا جاتا ہے کہ دال تو دلی جاتی ہے دلیہ کچلا جاتا ہے۔۲؎ اشارۃً ہاں کا اقرار کیا' معلوم ہوا کہ لڑکی کے ہوش قائم تھے زبان بند ہو چکی تھی' اب بھی قریب الموت زخمی سے پولیس آخری بیان لیتی ہے' اس کا ماخذ یہ ہے۔۳؎ اس اقرار کرانے سے معلوم ہوا کہ صرف مریض کے الزام سے قصاص نہ ہوگا اس کیلئے یا دو گواہ ہوں یا ملزم کا اقرار' اگر یہودی اس وقت انکار کرتا تو اس سے قسم لی جاتی۔۴؎ اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ بھاری چیز سے مار ڈالنے پر قصاص ہے' قصاص کے لئے صرف دھار دار آلہ سے مارنا شرط نہیں' یہی قول ہے امام مالک و شافعی کا اور ہمارے ائمہ میں سے صاحبین کا مگر امام اعظم کے ہاں اس میں قصاص نہیں' قصاص تلوار' چاقو' نیزہ وغیرہ سے قتل کرنے میں ہے۔ امام صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ عمل شریف سیاست یعنی ملکی انتظام کے لئے بطور تعزیر تھا قصاص نہ تھا' اب بھی حاکم تعزیراً یہ کر سکتا ہے' دوسرے یہ کہ قصاص میں نوعیت قتل کا لحاظ رکھا جائے کہ جس طرح قاتل قتل کرے اسی طرح حاکم اس کو قتل کر کے قصاص لے' یہ بھی قول امام شافعی ہے۔ امام اعظم کے ہاں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اس نے کسی طرح قتل کیا ہو' ورنہ جو شخص چھوٹی بچی کو زنا کر کے قتل کر دے وہاں مساوات قتل کیونکر ہو گی' یہ قتل قصاصاً نہ تھا بلکہ سیاسۃً تھا اس لئے نوعیت قتل میں برابری کی گئی۔ خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں صرف مقتول کے قول پر ہی قصاص لینا جائز ہے جمہور علماء کے ہاں نہیں۔ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے' تیسرے یہ کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ

(۳۳۱۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ربیع نے جو انس ابن

مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاِرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مالک کی پھوپھی ہیں۱ ایک انصاری عورت کا دانت توڑ دیا۲ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی' حضور نے قصاص کا حکم دیا تو انس ابن نضر جو انس بن مالک کے چچا ہیں عرض کیا: یارسول اللہ اس کا دانت واللہ نہ توڑا جائے گا۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس اللہ کی تحریر قصاص ہے۴ پھر قوم راضی ہوگئی اور دیت قبول کر لی۵ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں وہ ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم پوری کرے۶ (مسلم' بخاری)

(۳۳۱۰)۱ آپ ربیع' ر کے پیش ب کے کسرہ ی کے شد و کسرہ سے بنت نضر انصاریہ ہیں حارثہ بنت سراقہ کی والدہ صحابیہ ہیں' انس ابن مالک ابن نضر کی پھوپھی' مالک ابن نضر کی بہن۲ ثنیہ وہ دانت ہے جو رباعی دانتوں اور کیلوں کے درمیان ہے اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔۳ یعنی ربّ کی قسم مجھے اللہ تعالٰی کے کرم سے امید قوی ہے کہ وہ اس لڑکی اور اس کے وارثوں کو دیت لینے پر راضی کردے گا ان کے دل میں رحم ڈال دے گا اور میری بہن ربیع قصاص سے بچ جائے گی' اس میں حضور کے فرمان کا انکار نہیں ورنہ کفر لازم آتا اور ان پر سختی کی جاتی۴ یعنی حکم شرعی تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے کہ دانت کے عوض دانت توڑا جائے وہ لڑکی معاف کردے اور اس کے عزیز راضی ہو جائیں ان کی خوشی' ربّ تعالٰی فرماتا ہے والجروح قصاص اور فرماتا ہے السن بالسن ۵ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندوں کی قسم پوری کردیتا ہے ان بزرگ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائیں گے ربّ تعالٰی نے ان کی قسم پوری فرمادی اور دیت پر صلح کرادی' یہ ہے لو اقسم علی اللہ لا برہ کا ظہور۶ اس میں انس بن نضر کی تعریف ہے کہ تم اللہ تعالٰی کے ایسے مقبول بندے ہو کہ ربّ تعالٰی پر قسم کھاؤ تو ربّ تعالٰی تمہاری قسم پوری فرمادے' دیکھو تم نے قسم کھالی تھی ربّ تعالٰی نے پوری کردی اور ممکن ہے کہ دیت قبول کرلینے والوں کی تعریف ہو کہ یہ لوگ ایسے نیک ہیں اور انہوں نے اس وقت ایسا نیک کام کیا ہے کہ اگر یہ آئندہ ربّ تعالٰی پر قسم کھالیں تو ربّ تعالٰی ان کی قسم پوری فرمادے گا' اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں شفاعت اور سفارش کرنا بہتر ہے اور عورت سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اگر دانت پورا توڑ دیا جائے تو اس میں قصاص ہے' دانت کا ٹکڑا توڑ دینے میں ائمہ کا اختلاف ہے' ہڈی توڑ دینے کے قصاص میں بہت تفصیل ہے اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ کا مطالعہ کرو۔

وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهْمًا يُعْطٰى رَجُلٌ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ ۔

(۳۳۱۱) روایت ہے حضرت ابوجحیفہ سے۱ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں۲ تو فرمایا: اس کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی' ہمارے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے جو قرآن میں ہے۳ سوائے اس سمجھ کے جو کسی شخص کو دی جائے کتاب اللہ میں۴ اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے۵ میں نے پوچھا کہ صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت اور

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا تَقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا فِيْ كِتَابِ الْعِلْمِ۔

قیدی کو چھڑانا ۶ اور یہ کہ مسلمان کافر کے عوض نہ قتل کیا جائے ۷ (بخاری) اور حضرت ابن مسعود کی حدیث لاتقتل نفس ظلما الخ کتاب العلم میں ذکر کردی گئی ۸

(۳۳۱۱) ۱ آپ کا نام وھب ابن عبداللہ ہے عامری ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر بہت بچپن میں، حضور کے وصال شریف کے وقت بہت کمسن تھے، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف سے افسر مال رہے، وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے آپ سے بہت روایات ہیں ۲ زمانہ حیدری میں روافض پیدا ہو چکے تھے انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علی کے پاس قرآن کریم کے علاوہ اور صحیفے اور خصوصی اسرارِ الٰہیہ ہیں جو کسی کے پاس نہیں، اس لئے اکثر لوگ جناب علی مرتضٰی سے ایسے سوالات کرتے تھے عندکم میں خطاب تمام اہل بیت رسول اللہ سے ہے جن کے امیر حضرت علی ہیں (مرقات) یعنی آپ کے یا آپ کے خاندان والوں کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے جو عام مسلمانوں کو نہ دی گئی ہو۔ ۳ مافی القران میں حدیث شریف بھی داخل ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح اور اس کی تفسیر ہے۔ ۴ یعنی ربّ تعالٰی نے مجھے قرآن مجید کی سچی، اچھی فہم عطا فرمائی ہے جس سے میں ایسے قرآنی نکات نکال لیتا ہوں جو تم کو معلوم نہیں ہوتے، اس فرمان عالی سے اجتہاد استنباط اور فقہ کا ثبوت ہوا کہ فہم قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۵ یعنی ہاں ان اوراق میں کچھ شرعی احکام ہیں جو شاید تمہارے پاس نہ ہوں، یہ کوئی خاص اسرار نہیں جو کسی کو نہ بتائے جائیں ۶ یعنی اس صحیفہ اور اوراق میں قتل خطاء وغیرہ کی دیت وخون بہا کے کچھ احکام ہیں کہ کس جرم کی دیت کتنی ہے اور یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرو مقروضوں کی امداد کرو مکاتبین کا بدل کتابت ادا کرو کہ یہ سب قیدی چھڑانے کی صورتیں ہیں ۷ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کردے تو اس کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی دیت دلوائی جائے گی، مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد حربی کافر ہیں ان کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں، رہے ذمی کفار اور مستامن جو ہماری امان میں ہمارے ملک میں رہتے ہوں یا باہر سے آئے ہوں ان کو اگر مسلمان قتل کردے تو قصاص لیا جائے گا کیونکہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماء ھم کدمائنا واموالھم کاموالنا ان ذمیوں مستامنوں کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں اور ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں، اسی لئے اگر مسلمان چور کافر ذمی کا مال چرالے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، نیز عبدالرحمٰن بن سلمان نے روایت کی کہ حضور کے زمانہ شریف میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا تو حضور نے اسے قتل کرایا، وہ احادیث پاک کی شرح ہے۔ ۸ یعنی وہ حدیث کہ نہیں قتل کیا جاتا کوئی نفس مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کا اس میں حصہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے ظلماً قتل ایجاد کیا مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب العلم کے شروع میں رکھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔

(۳۳۱۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا مٹ جانا اللہ کے ہاں آسان ہے مسلمان آدمی کے قتل سے ۱

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَ وَقَفَهُ بَعْضُهُمْ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ) (ترمذی' نسائی) اور بعض نے اسے موقوف بیان کیا۳ وہی زیادہ صحیح ہے اور اسے ابن ماجہ نے براء ابن عازب سے روایت کی۔

(۳۳۱۲) ۱؎ یہاں مسلم سے مراد مرد مومن عارف باللہ ہے یعنی ایک عارف باللہ کا قتل ساری دنیا کی بربادی سے سخت تر ہے کیونکہ دنیا عارفین ہی کے لئے تو بنی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کر کے عرفان میں اضافہ کریں اور یہاں اعمال کر کے آخرت میں کمال حاصل کریں' دولہا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے سخت تر ہے کہ مقصود برات وہی ہے۔ ۲؎ یعنی خود سیدنا عبداللہ ابن عمر کا اپنا قول نقل فرمایا' یہی صحیح تر ہے لیکن ایسی موقوف حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے کیونکہ محض عقل و قیاس سے ایسی بات نہیں کہی جا سکتی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۳۱۳) روایت ہے حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا: اگر زمین و آسمان والے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائیں ۱؎ تو اللہ تعالٰی انہیں آگ میں اوندھا ڈال دے ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۳۱۳) ۱؎ آسمان والوں سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں جو یہاں فوت ہو چکے یا جو ابھی دنیا میں آئی نہیں' مقصد یہ ہے کہ قتل ایسا جرم ہے کہ ایک قتل کی وجہ سے بہت کو عذاب ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کریں تو سب کو قتل کیا جائے گا' ازدہام کے قتل کا اور حکم ہے جہاں جماعتیں لڑیں اور دوطرفہ آدمی مارے جائیں پتا نہ لگے کون کس کا قاتل ہے جسے عربی میں قتل عمیہ کہتے ہیں' لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اللہ کے حکم سے جان نکالتے ہیں کسی کو ظلماً قتل نہیں کرتے لہذا وہ اس حکم سے خارج ہیں' آج حاکم اسلام قانون اسلامی کے تحت بہت لوگوں کو قتل کراتا ہے' جلاد حاکم کے حکم سے مجرم کو قتل کرتا ہے۔ ۲؎ بعض روایات میں بجائے لاکبھم لکبھم ہے کیونکہ کب کے معنی ہیں اوندھا ڈالا اور اکب کے معنی ہیں اوندھا گرا' یہ ایسا لفظ ہے کہ مجرد میں متعدی ہے باب افعال میں آ کر لازم' لکبت لغت میں یوں ہی ہے لیکن اگر حضور کے فرمان میں لاکبھم ہو تو لغت جھوٹی ہے حضور سچے ہیں (اشعہ و مرقات) غرض کہ لغت قرآن و حدیث کے تابع ہیں قرآن و حدیث لغت کے تابع نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَاْسُهُ بِيَدِهِ وَاَوْدَاجُهُ تَشْخُبُ وَمَا يَقُوْلُ يَا رَبِّ قَتَلَنِيْ حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۱۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا کہ اس کی پیشانی و سر اس کے ہاتھ میں ہوگا ۱؎ اور مقتول کی رگیں خون بہاتی ہوں گی ۲؎ اور عرض کرے گا یا رب اس نے مجھے قتل کیا تھا' حتی کہ اسے عرش کے قریب کردے گا ۳؎ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۳۳۱۴) ۱؎ یہ دونوں ضمیریں قاتل کی طرف لوٹتی ہیں یعنی قاتل کا سر مقتول کے ایک ہاتھ میں ہوگا اور قاتل کی پیشانی کے بال دوسرے ہاتھ میں' جب کسی چیز کو مضبوط پکڑنا ہو تو ایسے ہی دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہیں' یہاں سختی گرفت دکھانے کے لئے یہ ارشاد ہوا۔ ۲؎ اوداج جمع ہے ودج کی یا ودجان کی یہ گردن کے آس پاس دو رگیں ہوتی ہیں جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے' ذبح میں یہی رگیں کاٹی جاتی ہیں' یہ جمع بمعنی تثنیہ ہے جیسے قد صغت قلوبکما میں قلوب جمع بمعنی تثنیہ ہے ۳؎ مطلب یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں قتل کا مقدمہ بہت

اہتمام سے پیش ہوگا اور خاص طور پر سنا جائے گا لہذا قتل مومن سے بچو۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَشْرَفَ يَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ كُفْرٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا زَنَيْتُ فِیْ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُّ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ فَبِمَ تَقْتُلُوْنَنِیْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَلِلدَّارِمِیِّ لَفْظُ الْحَدِيْثِ)

(۳۳۱۵) روایت ہے حضرت ابوامامہ ابن سہل ابن حنیف سے[۱] کہ حضرت عثمان ابن عفان نے گھر کے محاصرہ کے دن جھانکا[۲] پھر فرمایا: تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں مگر تین چیزوں میں سے ایک سے[۳] زنا کرنا بعد محصن ہونے کے، یا اسلام کے بعد کفر کرنا، یا ناحق کسی جان کو قتل کرنا، کہ اس کے عوض قتل کیا جائے، اللہ کی قسم میں نے نہ تو جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام میں[۴] اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کبھی مرتد نہ ہوا اور نہ میں نے کسی اس جان کو قتل کیا جسے اللہ نے حرام فرمایا، پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو[۵] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور حدیث کے الفاظ دارمی کے ہیں[۶]

(۳۳۱۵)[۱] ابوامامہ کا نام سعد ہے علماء تابعین سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے دو سال پہلے ولادت ہوئی خود حضور نے ان کا نام اور کنیت تجویز فرمائی، بہت لڑکپن کی وجہ سے زیارت نہ کرسکے، اپنے والد سہل اور حضرت ابوسعید خدری سے روایات لیں ۱۰۰ھ میں وفات پائی (اشعہ) آپ کے والد سہل ابن حنیف صحابی ہیں بدرو اُحد وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے اُحد میں حضور کے قریب رہے ثابت قدم رہے اور خلافت علی مرتضٰی میں حضرت علی کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے، ۸۳ھ میں وفات پائی (مرقات) [۲] یعنی جب مصری و دیگر باغیوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور آپ مجبوراً گھر میں مقید ہو گئے، تب گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف جھانک کر یہ فرمایا [۳] اس کلام میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو آپ کا گھر گھیرے ہوئے آپ کے قتل کے درپے تھے، چونکہ یہ حدیث سب میں شائع ہو چکی تھی اس لئے آپ نے فرمایا: اتعلمون [۴] یہ حضرت عثمان کا بڑا ہی کمال ہے کہ عرب جیسے ملک میں رہ کر بہت مالدار ہو کر اسلام سے پہلے بھی زنا سے محفوظ رہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں تو زنا پر فخر کیا جاتا تھا اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے اس صحابی کو زنا سے پہلے ہی سے محفوظ رکھا [۵] یعنی میرے قتل سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کتنا بڑا گناہ کر رہے ہو اور رب تعالٰی کے ہاں اس کا کیا جواب دو گے خیال رہے کہ باغی خارجی کو بھی بغاوت یا خروج کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہے مگر یہ دونوں چیزیں بہت کم واقع ہوئی ہیں، اس لئے ان کا ذکر اس حدیث میں نہیں آیا، نیز بغاوت وخراج شخصی جرم نہیں قومی جرم ہے، یہاں شخصی جرم کا ذکر ہے لہذا نہ تو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف [۶] یعنی الفاظ حدیث دارمی نے نقل فرمائے ورنہ یہ قصہ تو بہت کتب میں مروی ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۱۶) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا: مومن آدمی جلدی کرنے والا نیک رہتا ہے[۱] جب تک کہ حرام خون نہ کرے پھر جب حرام خون کر لیتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے[۲] (ابوداؤد)

(۳۳۱۶)۱؎ صالحا لفظ معنقاً کی تفسیر ہے یا تفصیل یعنی بندہ مومن کو نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے، خیال رہے، کہ توفیق خیر ملنا رب تعالٰی کی خاص مہربانی ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر:

دستگیر ورہنما توفیق دہ جرم بخش وعفو کن بکشا گرہ

۲؎ یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے،بلح بلوحا کے معنی ہیں تھک جانا، محروم رہ جانا، حیران ہوجانا یہ حیرانی دنیا میں تو اس طرح ہوگی کہ اس کے دل کو اطمینان، نیکیوں کی توفیق میسر نہ ہوگی اور خدشہ ہے کہ جوابات قبر میں حیرانی رہ جائے اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کے حساب میں حیران وسرگرداں رہے، غرض کہ خون ناحق دنیا وآخرت کا وبال ہے۔خیال رہے کہ ظلمًا قتل کرنا، قتل کرانا، قتل میں مدد دینا، بعد قتل قاتل کی حمایت کرنا سب ہی اس سزا کے مستحق ہیں۔مرقات میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قتل ناحق میں آدھی بات سے مدد دی، وہ کل قیامت میں اٹھے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا اٰئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّغْفِرَهٗ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَّقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ)

(۳۳۱۷) روایت ہے انہی سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ممکن ہے اللہ تعالٰی سارے گناہ بخش دے۱؎ سوائے اس کے کہ جو مشرک مرے یا جو دانستہ مومن کو قتل کرے۲؎ (ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت معاویہ سے ذکر کی۳؎

(۳۳۱۷)۱؎ ہر گناہ سے مراد شرک وکفر کے علاوہ گناہ ہیں کیونکہ وہ دونوں لائق بخشش نہیں، معلوم ہوا کہ حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں کہ رب تعالٰی صاحب حق سے معاف کرادے، مگر قتل ناحق لائق بخشش نہیں اس کی سزا ضرور ملے گی الا برحمۃ اللہ۲؎ قتل مومن سے مراد ظلمًا قتل ہے، عمدًا قتل کی قید اس لئے لگائی کہ خطاءً اور شبہ عمد قتل کا یہ حکم نہیں، اسی لئے ان دونوں قتلوں میں قصاص نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر مانا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ کافر تو نہیں مگر مومن بھی نہیں بلکہ فاسق ہے یعنی نہ مومن نہ کافر، بعض نے فرمایا کہ وہ ہے تو مومن مگر دوزخ میں ہمیشہ رہے گا مگر مذہب اہل سنت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مومن ہی ہے اور اس کی نجات ضروری ہے۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے، قتل کو حلال جان کر یا اس لئے قتل کرے کہ وہ مومن کیوں ہوا، وہ دوزخی دائمی ہے لائق بخشش نہیں کہ اب یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر کی بخشش نہیں، یا یہ فرمان ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے کہ یہ جرم اسی لائق تھا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا اور اس کا گناہ بخشا نہ جاتا اگر یہ توجیہیں نہ کی جائیں تو یہ حدیث بہت آیات واحادیث کے خلاف ہوگی۔حضور فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے بھی ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے: اللہ تعالٰی شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۳۱۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اللہ کی حدیں قائم نہ کی جائیں۱؎ اور بیٹے کی وجہ سے باپ سے قصاص نہ لیا جائے۲؎ (ترمذی، دارمی)

(۳۳۱۸)۱؎ یعنی مسجد میں مجرموں کے فیصلے تو کئے [illegible] مسجدوں کی [illegible] ہے کہ سزاؤں میں

خون وغیرہ بھی نکلتا ہے جس سے مسجد خراب ہوگی' مسجدیں نماز' ذکر' درس وغیرہ کے لئے ہیں' یہ کام ان کے خلاف ہے۔۲؎ یعنی اگر باپ اپنے بیٹے کو ظلماً قتل کردے تو اس کے عوض باپ کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس سے دیت لی جائے گی۔ ماں' دادا' نانا سب کا یہی حکم ہے' یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ وامام شافعی واحمد کا' امام مالک کے ہاں ان سب سے قصاص لیا جائے گا خیال رہے کہ اگر بیٹا باپ کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ مَعَكَ قَالَ ابْنِیْ اشْهَدْ بِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَا یَجْنِیْ عَلَیْكَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْهِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ) وَزَادَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِیْ اَوَّلِهٖ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰی اَبِی الَّذِیْ بِظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِیْ اُعَالِجُ الَّذِیْ بِظَهْرِكَ فَاِنِّیْ طَبِیْبٌ فَقَالَ اَنْتَ رَفِیْقٌ وَاللّٰهُ الطَّبِیْبُ ۔

(۳۳۱۹) روایت ہے حضرت ابورمثہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آیا تو فرمایا: یہ جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ عرض کیا: حضور گواہ رہیں کہ یہ میرا بیٹا ہے۲؎ فرمایا: گواہ رہو کہ نہ وہ تم پر جرم کرے گا نہ تم اس پر۳؎ (ابوداؤد' نسائی) اور شرح سنہ میں اس کے اوّل میں یہ زیادہ فرمایا انہوں نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے باپ نے وہ چیز دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ میں تھی۴؎ عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی پیٹھ والی چیز کا علاج کروں کہ میں طبیب ہوں تو فرمایا کہ تم رفیق ہو اللہ طبیب ہے۵؎

(۳۳۱۹) ۱؎ آپ کا نام رفاعہ ابن یثربی تمیمی ہے آپ امرؤالقیس کی اولاد سے ہیں۔۲؎ یا اشھد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشھد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے' ان کا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لئے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔۳؎ یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ گے' اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی' خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کرکے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔۴؎ مہر نبوت جو پشت پر دو کندھوں کے درمیان پیدائش شریف سے ہی قدرتی طور پر انڈے کے برابر تھی ابھرا ہوا گوشت تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل تھی' یہ حضرت سمجھے کہ کوئی پھوڑا وغیرہ ہے عارضی بیماری' اس لئے وہ عرض کیا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔۵؎ یعنی یہ چیز قابل علاج نہیں بلکہ تم قابل علاج ہو کہ اس قسم کی گفتگو کررہے ہو اپنے کو شافی الامراض سمجھتے اور کہتے ہو' شافی امراض اللہ تعالٰی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں طبیب بمعنی شافی مطلق ہے نہ کہ فن طب سیکھا ہوا' لہذا اللہ تعالٰی کو طبیب کہنا شرعًا درست نہیں کہ یہ لفظ طبابت کا پیشہ کرنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اللہ تعالٰی کو معلم نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ خود فرماتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (۵۵-۱،۲) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا (کنزالایمان) کیونکہ معلم عمومًا تنخواہ دار مدرسین کو کہا جاتا ہے اور جو لفظ دو معنی رکھتا ہو اچھے اور برے اس کو اللہ تعالٰی کے لئے استعمال نہیں کرسکتے اللہ تعالٰی کے نام توقیفی ہیں جو نص میں وارد ہوگئے انہیں سے اسے پکارا جائے۔(مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَبَ مِنْ ابْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْاِبْنَ مِنْ اَبِيْهِ. (رواه التِّرْمِذِيُّ وَ ضَعَّفَهٗ)

(۳۳۲۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے' وہ سراقہ ابن مالک سے راوی' فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ باپ کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور بیٹے کا قصاص باپ سے نہ لیتے تھے۲ ترمذی نے اسے ضعیف فرمایا۳

(۳۳۲۰)۱؎ آپ کا نام سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہے مدلجی کنعانی ہیں مقام قدید میں رہتے تھے بڑے شاعر تھے' ان کا واقعہ ہے کہ ہجرت کے دن آپ غار ثور تک بری نیت سے پہنچے تھے اور آپ کے گھوڑے کو زمین نے پکڑ لیا تھا' پھر اس جگہ ایمان بھی لائے امان بھی حاصل کی' آپ ہی سے حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ پرویز کے کنگن دیکھتا ہوں' آپ کی وفات ۱۲۰ ہجری میں ہوئی۔شعر:

ابن مالک کو دی بشارت تاج　　　　اے میرے غیب داں ترے صدقے

۲؎ یعنی اگر باپ کو بیٹا قتل کر دیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور اگر اس کے برعکس بیٹے کو باپ قتل کر دیتا تو باپ سے قصاص نہ لیتے تھے۳؎ وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے مگر خیال رہے کہ قریبًا تمام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے اس عمل میں علماء سے حدیث کا ضعف جاتا رہا' اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَ زَادَ النَّسَائِيُّ وَ رِوَايَةِ اُخْرٰى وَمَنْ خَصٰى عَبْدَهٗ خَصَيْنَاهُ)

(۳۳۲۱) روایت ہے حضرت حسن سے وہ سمرہ سے راوی۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے غلام کو قتل کرے ہم اس کو قتل کریں گے۲؎ اور جو اپنے غلام کے اعضا کاٹے ہم اس کے اعضا کاٹیں گے۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی) اور نسائی نے دوسری حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ جو اپنے غلام کو خصی کرے ہم اسے خصی کریں گے۳؎

(۳۳۲۱)۱؎ خواجہ حسن بصری تابعی ہیں اولیائے امت کے سردار' اور سمرہ ابن جندب صحابی' آپ بصرہ میں رہے۔اس لئے خواجہ حسن بصری نے بہت سی روایات آپ سے لیں۲؎ اس حدیث کی بنا پر حضرت ابراہیم نخعی وسفیان ثوری نے فرمایا کہ آقا سے اپنے غلام کا قصاص لیا جائے گا (مرقات) باقی تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مولیٰ سے غلام کا قصاص نہیں لیا جاتا' وہ حضرات اس حدیث کی تین توجیہیں فرماتے ہیں ایک یہ کہ یہ حکم ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے تاکہ غلام کو قتل کرنے کی ہمت نہ کرے۔جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شراب پیئے' اسے کوڑے مارو' پھر پیئے پھر مارو' پھر پیئے پھر مارو' پھر پیئے تو قتل کر دو مگر اس کے باوجود حضور کی خدمت اقدس میں چوتھی بار شراب پینے والا لایا گیا تو اسے قتل نہ فرمایا۔معلوم ہوا کہ وہ حکم ڈرانے کے لئے تھا دوسرے یہ کہ اس سے آزاد کردہ غلام مراد ہے اسے غلام فرمانا پہلے حال کے لحاظ سے ہے' تیسرے یہ کہ حدیث منسوخ ہے۔اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ سے' خیال رہے کہ احناف کے نزدیک مولیٰ سے اپنے

غلام کا قصاص نہیں لیا جاتا' مگر دوسرے کا غلام قتل کر دینے سے قصاص لیا جاتا ہے امام مالک وشافعی رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں اس کا بھی قصاص نہیں' ان کے ہاں آزاد وغلام میں غلام کا قصاص کسی آزاد سے نہیں لیا جاتا' اس کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے۔ (مرقات' اشعہ' لمعات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰى اَوْلِيَآءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَاءُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَآءُوْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ حِقَّةً وَّثَلٰثُوْنَ جَذْعَةً وَّ اَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۳۲۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے' وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دانستہ قتل کرے تو وہ مقتول کے ولیوں پر پیش کیا جائے گا[۱] اگر وہ چاہیں تو قتل کریں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں' وہ دیت تیس حقہ' تیس جزعہ اور چالیس خلفہ ہیں[۳] اور جس چیز پر وہ صلح کر لیں وہ انہیں کی ہے[۴] (ترمذی)

(۳۳۲۲)[۱] اس پر سارے علماء حتیٰ کہ ابراہیم نخعی وسفیان ثوری کا بھی اتفاق ہے کہ غلام کے اعضاء کا قصاص آزاد سے نہیں لیا جاتا لہٰذا اب حدیث سب کے نزدیک واجب التاویل ہے۔[۲] ولیوں سے مراد وارث قرابت دار ہیں جو دیت لے سکتے ہیں۔[۳] حقہ وہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے' جزعہ وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں قدم رکھ لے' خلفہ حاملہ اونٹنی جو اپنے پیچھے بچہ چھوڑنے والی ہو' یہ کل سو اونٹنیاں ہوئیں بمقابلہ اونٹ کے اونٹنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے وہی دیت میں دی جائے گی۔[۴] یعنی اگر اس دیت کے علاوہ کسی اور شئے میں دونوں فریق کی صلح ہو جائے تو وہ دی جائے' یہ دیت ہر قاتل سے لی جائے گی خواہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے یا مولیٰ اپنے غلام کو' باپ اور مولیٰ پر قصاص نہیں دیت ہے۔ امام شافعی واحمد کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے کہ دیت کے تین حصے ہوں گے تیس تیس حقہ و جزعہ اور چالیس خلفہ' مگر ہمارے اور امام مالک کے ہاں دیت کے چار حصے ہوں گے پچیس حقہ پچیس جزعہ' پچیس بنت لبون پچیس بنت مخاض' ہماری دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث موقوف اور ثابت ابن یزید کی حدیث مرفوع ہے جس میں دیت کی یہی تفصیل ہے جو ہم نے عرض کی' ہمارے ہاں یہ حدیث عمرو ابن شعیب صحیح نہیں اس لئے ناقابل عمل ہے' خیال رہے کہ قتل خطا کی دیت تمام ائمہ کے ہاں قاتل کے عصبہ وارثوں پر واجب ہے خود قاتل پر نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَآؤُهُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَّلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ)

(۳۳۲۳) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی[۱] فرمایا: مسلمانوں کے خون برابر ہیں[۲] اور ان کی ذمہ داری ادنیٰ آدمی کر سکتا ہے[۳] اور رد کر سکتا ہے' دور کا آدمی[۴] اور مسلمان اپنے مقابل پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں[۵] خبردار مسلمان کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے[۶] اور نہ معاہدہ والا اپنے ذمہ میں[۷]

(ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' بروایت ابن عباس)

(۳۳۲۳)[۱] یہ حدیث حضرت علی کے صحیفہ سے لی گئی جو آپ لوگوں کو دکھایا کرتے تھے (مرقات)[۲] یعنی ہر مسلمان کے قتل کا ایک حکم ہے کہ عمد میں قصاص خطا یا شبہ عمد میں دیت خواہ امیر ہو یا غریب' بوڑھا جوان ہو یا بچہ' مرد ہو یا عورت' عالم ہو یا جاہل' چودھری نمبردار ہو یا معمولی حیثیت کا مسلمان' امیر قاتل سے غریب مقتول کا قصاص لیا جائے گا[۳] یعنی اگر جہاد میں کوئی معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دے

دے تو سب کو اس کی امان کا احترام کرنا ہوگا' کوئی اسے قتل نہیں کرسکتا۴ اس جملہ کے بہت معنی ہو سکتے ہیں قریب تر معنی یہ ہیں کہ اگر مقام جہاد سے دور رہنے والا مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو کسی مجاہد کو اسے قتل کرنے کا حق نہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر جہاد کے موقع پر مجاہدین کی ایک جماعت دارالحرب میں بہت دور نکل گئی' دوسری جماعت بہت پیچھے رہ گئی' پھر غنیمت ملی تو اس غنیمت میں ان کا حصہ بھی ہوگا جو پیچھے رہ گئی ہے۔۵ کہ مشرقی مسلمان مغربی مسلمان کا مددگار رہے' ایک پر مصیبت سب پر مصیبت ہے افسوس کہ اب مسلمانوں کا عمل اس کے برعکس ہے۶ اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ حربی کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جائے گا یعنی اگر ہمارا ذمی کافر کسی حربی کافر کو قتل کر آئے تو ہم اس کے عوض اس ذمی کافر کو قتل نہ کریں گے' اس جملہ کے احناف کے ہاں یہی معنی ہیں' لہٰذا مسلم قاتل کو حربی کافر کے عوض بھی قتل نہ کیا جائے گا اس صورت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت ہوگی' بعض ائمہ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ مستامن و ذمی کو قتل نہ کرو' انہیں امان دو مگر اس صورت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت نہیں' نیز یہ معنی بھی مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ ذمی و مستامن کو قتل نہ کیا جائے اگر کوئی مسلمان اسے قتل کردے تو قصاص ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ ۱ الْخُزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ وَالْخَبْلُ الْجُرْحُ فَهُوَ بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلٰثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ بَیْنَ اَنْ یُّقْتَصَّ اَوْ یَعْفُو اَوْ یَاْخُذَ الْعَقْلَ فَاِنْ اَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ النَّارُ خَالِدًا فِیْهَا مُخَلَّدًا اَبَدًا۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۳۳۲۴) روایت ہے حضرت ابوشریح خزاعی سے۱ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا خون کیا گیا' یا اس کو خبل کیا گیا یعنی زخمی۲ تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے' اگر چوتھی چیز چاہے۳ تو اس کا ہاتھ پکڑو یا وہ قصاص لے لے یا معافی دے دے یا دیت لے لے۴ پھر اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کرے' پھر اس کے بعد زیادتی کرے۵ تو اس کے لئے آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۶ (دارمی)

(۳۳۲۴)۱ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے' فتح مکہ کے دن ایمان لائے' اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔(مرقات)۲ عمداً قتل و زخم مراد ہے کیونکہ خطاءً قتل و زخم میں قصاص نہیں ہوتا' قتل کی صورت میں تو ولی مقتول کو اختیار ہے اور زخم کی صورت میں خود مجروح کو اختیار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔۳ مثلاً قصاص بھی لے اور دیت بھی چاہے یا معاف بھی کرے قصاص بھی لے' یہ اجتماع چوتھی صورت ہے یا مثلاً ظالم نے اس کی انگلی کاٹی تھی' یہ مجروح اس کا پورا ہاتھ کاٹنا چاہے۔۴ کس زخم کی کتنی دیت ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔۵ کہ معاف کر چکنے کے بعد قصاص یا دیت لے لے یا دیت کے بعد قصاص یا قصاص کے بعد دیت لے لے۔۶ اگر اس نے یہ ظلم حلال سمجھ کر کیا تو اس کا دوزخ میں ہمیشہ ابدالاباد تک رہنا ظاہر ہے اور اگر حرام جان کر کیا تو یہاں خلود سے مراد بہت عرصہ تک دوزخ میں رہنا ہے کیونکہ دوزخ کی ہمیشگی صرف کفار کے لئے ہے۔

وَعَنْ طَاءُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِیْ عِمِّیَّةٍ فِیْ رِمِّیٍ یَکُوْنُ بَیْنَهُمْ بِالْحِجَارَةِ اَوْ جَلْدٍ بِالسِّیَاطِ اَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ وَ عَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَأِ وَمَنْ

(۳۳۲۵) روایت ہے حضرت طاؤس سے۱ وہ حضرت ابن عباس سے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں' جو بلوے میں قتل کیا گیا۲ آپس کے پتھراؤ' یا کوڑے بازی میں' یا لاٹھی کی مار میں۳ تو وہ خطا ہے اور اس کی دیت خطا کی دیت ہے۴ اور جو عمداً قتل

قُتِلَ عَمَدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَ مَنْ حَالَ دُوْنَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

کیا گیا تو وہ قصاص ہے۵ جو اس کے پیچھے حائل ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور ناراضگی ہے' اس کا نہ نفل قبول ہو' نہ فرض۵ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۳۲۵)۱؎ آپ کا نام ذکوان ابن کیسان ہے خولانی ہمدانی یمانی ہیں اصل باشندے فارس کے ہیں یمن میں رہنے سہنے لگے تھے بڑے عابد زاہد و مقبول الدعاء تابعی ہیں چالیس حج کئے' بہت حسین و جمیل تھے اسی لئے آپ کو طاؤس یعنی مور کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کے خاص صحبت یافتہ ہیں ۱۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔۲؎ عمیة عمی سے بنا بمعنی اندھا پن' بلوے اور اژدہام کے قتل کو اس لئے عمیہ کہتے ہیں کہ اس میں قاتل معلوم نہیں ہوتا' اندھا دھند مار پیٹ دو جماعتوں میں ہوتی ہے۔۳؎ تفصیل درحقیقت عمیہ کا بیان ہے کہ بلوے کی جنگ خواہ لاٹھیوں کی ہو خواہ تیر و گولی کی یا کوڑے ہنٹر کی سب کا حکم یہی ہے۔۴؎ یعنی اس قتل کا حکم قتل خطا کا سا ہے کہ اس میں کسی سے قصاص نہ لیا جائے گا صرف دیت لی جائے گی' یہ آخری جملہ خطا کا بیان ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر ایسی چیز سے کسی کو قتل کیا گیا جو قتل کے لئے تھی نہیں جیسے چھوٹے پتھر اور اس سے قتل واقع ہوگیا تو اس قتل کو شبہ عمد کہتے ہیں اس میں قصاص نہیں ہوتا دیت ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ قصاص کے لئے عمداً قتل ضروری ہے عمداً میں آلہ دھار دار چاہئے (اشعہ)۵؎ اس کے معنی ابھی بیان ہو چکے ہیں کہ قتل عمد میں قصاص ہے اور قصاص میں ارادہ قتل بھی چاہئے اور ہتھیار بھی قتل کا چاہئے۶؎ صرف توبہ کو بھی کہتے ہیں اور نفلی عبادت کو بھی یعنی جو عام آدمی یا حاکم یا وکیل ایسے قاتل کو چھڑا دے کہ ولی مقتول کو قصاص وغیرہ نہ لینے دے تو وہ ظالم کا مددگار ہے' اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی توبہ و عبادات غیر مقبول ہیں اور وہ لعنت کا مستحق ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُعْفِیْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۲۶) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ہم اس کو معافی نہ دیں گے جو دیت لینے کے بعد قتل کردے۱؎ (ابوداؤد)

(۳۳۲۶)۱؎ یعنی جو ولی مقتول قاتل سے دیت لے لے پھر اسے قتل بھی کردے تو اسے معاف نہ کیا جائے گا (لایعفی) یا اسے میں نہ معاف کروں گا (لا اعفی) اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے ولی کو جو دیت لے کر بھی قاتل کو قتل کردے قتل کیا جائے گا مگر مذہب جمہور یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی' اسے لا اعفی باب افعال کا ماضی مجہول بھی پڑھا گیا ہے جملہ بددعا' یعنی اللہ کرے اس کو معاف نہ کیا جائے' غرض کہ جمہور علماء کے نزدیک اس معاف نہ فرمانے سے مراد قتل کردینا نہیں۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَیْءٍ فِیْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۲۷) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی شخص کہ مصیبت پہنچائی جائے اس کے جسم میں' پھر وہ اسے معاف کردے۱؎ مگر بلند کرے گا اللہ تعالٰی اس کا درجہ اور معاف کرے گا اس کی خطا۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۳۳۲۷)۱؎ یہاں مصیبت سے مراد کسی انسان مسلمان کی طرف سے زخم یا عضو کاٹنا یا کوئی اور تکلیف پہنچانا ہے آسمانی مصیبت یا قتل

مرادنہیں ورنہ معاف کرنے کے کیا معنی' معافی سے مراد قصاص نہ لینا ہے خواہ دیت بھی نہ لے یا دیت لے لے مگر دیت بھی چھوڑ دینے کا ثواب زیادہ ہے اور دیت لے لینے کا ثواب کم' خیال رہے کہ یہ مسلمان مجرم کے متعلق ہے' کافر مجرم سے ضرور بدلہ لیا جائے اسے معافی دینا یا اپنی کمزوری ہے یا اس مجرم کے لئے دروازہ کھولنا ہے۲یعنی اس معافی کی وجہ سے ربّ تعالٰی اسے معافی دے گا کیونکہ اللہ کے بندوں پر رحم کرنا اللہ تعالٰی کو بہت پسند ہے۔شعر:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَا بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ وَاحِدٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَقَالَ عُمَرُ لَوْ تَمَالَا عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَآءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا ۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ)

(۳۳۲۸) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ایک شخص کے عوض پانچ یا سات آدمیوں کوقتل کیا' جنہوں نے اسے قریب سے قتل کر دیا تھا۱اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر سارے صنعاء والے اس پر مل جائیں تو میں ان سب کوقتل کر دیتا ۲مالک اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے اس کی مثل روایت کی۔

(۳۳۲۸)۱غیلہ غیل سے بنا ہے بمعنی خفیہ' دھوکہ' فریب یعنی ان چندلوگوں نے خفیہ طور پر سازش کر کے ایک شخص کوقتل کر دیا تھا۔۲ صنعاء یمن کی ایک بستی ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر ساری بستی والے مل کر اسی ایک شخص کوقتل کر دیتے تو اس کے عوض ان سب کوقتل کر دیتا' معلوم ہوا کہ چند قاتل ایک قتل میں قتل کئے جائیں گے کہ سزا سب کی یہی ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِهَا ۔
(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۳۲۹) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں نے خبر دی۱کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول اپنے قاتل کو قیامت کے دن لائے گا۲پھر عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں اس نے قتل کیا۳قاتل کہے گا کہ میں نے اسے فلاں کی سلطنت میں قتل کیا تھا۴جندب نے فرمایا کہ اس سے بہت ڈرو۵(نسائی)

(۳۳۲۹)۱یعنی کسی خاص صحابی کا نام لیا جو راوی کو یاد نہ رہا مگر اس نام نہ لینے سے حدیث کی صحت پر کوئی اثرنہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں (مرقات)۲بقاتله کی ب یا مصاحبت کی ہے یا تعدیہ کی یعنی اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا یا قاتل کو لائے گا' اگر قاتل چند ہوں تو سب کو لائے گا۳یعنی اس کا حساب بھی لے اور بعد حساب سزا بھی دے۴جواب کا مقصد یہ ہے کہ خدایا اگرچہ جرم قتل تو میں نے کیا مگر میرے اس جرم میں فلاں بادشاہ یا فلاں حاکم کی حکومت کا بھی دخل ہے کیونکہ انہوں نے ملک کا انتظام اچھا نہ کیا جس سے ملک میں قتل و خون عام ہوگئے' مجھے بھی اسی بدانتظامی کی وجہ سے قتل کی جرأت ہوئی تو میرے ساتھ انہیں بھی پکڑ چنانچہ وہ بادشاہ و حکام بھی اس قاتل کے ساتھ گرفتار ہوں گے' اس سے موجودہ حکومتوں کو سبق لینا چاہئے اور ہوسکتا ہے کہ ملک میم کے کسرہ سے ہو یعنی میں نے اسے قتل کیا فلاں شخص کی ملکیت اور اس کے زیراثر ہونے کی بنا پر کہ میں فلاں کا نوکر یا ماتحت تھا اس نے مجھ سے اسے قتل کرایا اسے بھی پکڑ' اس سے معلوم

ہوا کہ قتل کرنے والا کرانے والا قتل کی رغبت دینے والا سب ماخوذ ہوں گے ۵؎ حضرت جندب کسی بادشاہ یا حاکم کو سمجھا رہے ہیں یہ حدیث سنا کر اس سے کہہ رہے ہیں کہ قتل کے معاملہ میں بہت احتیاط کرو کوشش کرو کہ تمہارے زمانہ میں قتل واقع نہ ہو ورنہ اس کا انجام یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ كَلِمَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ مَكْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ اٰئِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۳۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات سے بھی مدد کرے تو وہ اللہ تعالٰی سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ کی رحمت سے ناامید ۱؎ (ابن ماجہ)

(۳۳۳۰) ۱؎ یعنی جس شخص نے کسی سے اقتـل امر کا آدھا کلمہ اق بھی کہہ دیا اور قاتل نے اس مسلمان کو قتل کردیا تو مرتے وقت یا قبر میں یا قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے' اس طرح تمام قیامت میں بدنام ہوجائے گا' اگر اس شخص نے حلال جان کر قتل کیا تھا تو یہ لفظ آئـس من رحمة الله بالکل ظاہر ہے کہ یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس' رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۲/۸۷) بےشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ (کنزالایمان) اور اگر نفسانی وجہ سے مارا تھا تو مایوس سے مراد انہیں رحمت سے مایوسی ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی امت کی قیامت میں ضرور پردہ پوشی ہوگی مگر جو بندہ دنیا میں خود ہی اعلانیہ گناہ کرتا رہا ہو اس کی پردہ پوشی نہ ہوگی کہ اس نے خود اپنی پردہ دری کی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ یُقْتَلُ الَّذِیْ قَتَلَ وَیُحْبَسُ الَّذِیْ اَمْسَكَ ۔ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ)

(۳۳۳۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کردے تو قتل کرنے والا قتل کیا جائے گا اور جس نے پکڑ رکھا وہ قید کیا جائے گا ۱؎ (دارقطنی)

(۳۳۳۱) ۱؎ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر پکڑنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص اسے مارے گا مگر قتل نہ کرے گا مگر اس نے قتل کردیا تب تو یہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہے کہ حاکم اس پکڑنے والے کو عمر بھر کی قید دے دے یا جب تک چاہے قید کردے لیکن اگر اس پکڑنے والے کو یقین تھا کہ یہ قتل کردے گا پھر پکڑا تو پکڑنے والا بھی قتل کیا جائے گا لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں' ہمارے امام صاحب کے ہاں بہرصورت پکڑنے والا تعزیرًا قید ہی کیا جائے گا اور یہ قید قاضی کی رائے کے مطابق قید کیا جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی کسی کو شیر یا سانپ کے آگے ڈال دے وہ جانور اسے ہلاک کردے تو ہمارے ہاں یہ ڈالنے والا قید کیا جائے گا لیکن تعزیرًا قاضی اسے قتل بھی کرا سکتا ہے۔

بَابُ الدِّیَاتِ — دیتوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

دیـت بنا ہے ودی سے بمعنی بہنا اسی لئے جنگل کو وادی کہتے ہیں کہ وہاں بارش میں پانی بہتا ہے' ودی کا واو گرا کر اس کے عوض کی ت آخر میں لگادی جیسے وزن سے زنة اور وعد سے عدة' اب اصطلاح شریعت میں قتل یا زخم یا اعضاء کاٹنے کے عوض جو مال دیا جائے دیت

کہلاتا ہے کیونکہ یہ مال خون بہانے کے عوض ہے'احناف کے نزدیک قتل کی دیت سو اونٹ ہیں اگر اونٹ نہ ملیں تو ایک ہزار اشرفیاں سونے کی یا دس ہزار درہم چاندی کے'ان تین چیزوں کے سوا اور کسی مال سے دیت نہیں۔صاحبین کے ہاں گائے بکریوں بلکہ کپڑے کے جوڑوں سے بھی دیت دی جاسکتی ہے۔دیت کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهٖ وَ هٰذِهٖ سَوَآءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْاِبْهَامَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۳۳۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا۔ (بخاری)

(۳۳۳۲) ا؎ یعنی ہاتھ یا پاؤں کی ہر ایک انگلی میں پوری دیت کا دسواں حصہ واجب ہے دس اونٹ مگر انگلیوں کے احکام یکساں ہیں کہ اگرچہ چھنگلیا چھوٹی ہے انگوٹھا بڑا مگر دیت دونوں کی برابر ہے' دس دس اونٹ۔اگر کوئی شخص انگلی کا پورا کاٹے تو ایک انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں' لہذا ایک پورے میں دس اونٹ کا تہائی ۳ اونٹ ہاں انگوٹھے میں دو ہی پورے ہیں لہذا اس کا ایک پورا کاٹنے پر دس اونٹ کا آدھا پانچ اونٹ واجب ہوں گے۔(اشعہ مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنِيْنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِيْ لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ مِيْرَاثَهَا لِبَنِيْهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلُ عَلٰى عَصَبَتِهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے کچے بچے کے متعلق جو کچا گر گیا تھا ا؎ ایک غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا ۲؎ پھر وہ عورت جس پر غلام کا فیصلہ کیا گیا تھا مر گئی ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے لڑکوں اور خاوند کی ہے ۴؎ اور دیت ۵؎ اس کے وارثوں کی ہے۔(مسلم' بخاری)

(۳۳۳۳) ا؎ لحیان قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے' اسی لحیان کی ایک حاملہ عورت کے پیٹ پر کسی نے لات یا گھونسا یا لکڑی ماری جس سے اس کے پیٹ کا مردہ بچہ گر گیا' اگر بچہ زندہ گرتا پھر مرتا تو مارنے والے پر پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی کہ بچے اور بڑے کی دیت برابر ہے مگر یہاں مردہ بچہ گرا تھا اور عورت نہ مری تھی۔۲؎ غرہ کے معنی ہیں چمک و روشنی' اسی لئے چاندنی راتوں کو غرہ کہا جاتا ہے' قوم کے بڑے آدمی کو غریر اور انسان کی پیشانی اور چہرے کی سفیدی کو غرہ کہتے ہیں۔یہاں غرہ زائد ہے مراد غلام ہے خون کالا ہو یا سفید (اشعہ) اگر عورت بچہ ڈال کر مرتی تو عورت کی پوری دیت اور بچہ کے عوض غلام قاتل پر لازم ہوتا اور اگر عورت مر کر بچہ ڈالتی تو صرف عورت کی دیت واجب ہوتی بچہ کا کچھ نہیں (مرقات) ۳؎ یعنی مجرمہ مارنے والی عورت ادائے غلام سے پہلے مر گئی ۴؎ کیونکہ اس عورت کے وارث صرف اس کا خاوند اور لڑکے ہی تھے۔۵؎ یعنی اس قاتلہ عورت کی میراث اس کے خاوند و بچوں کو ملے گی اور جو اس پر غلام دینا واجب تھا وہ اس کے دوسرے عصبہ وارث دیں گے' دیت کو عقل اس لئے کہتے ہیں کہ عقل کے معنی ہیں روکنا' باندھنا چونکہ قاتل دیت کے اونٹ مقتول کے دروازے پر باندھتا تھا یا دیت قاتل کو قتل سے روکتی ہے اس لئے اسے دیت کہتے ہیں۔اس جملہ کے مرقات نے اور بھی معنی کئے مگر ہم نے جو عرض کیا یہ ظاہر ہے۔واللہ اعلم ورسولہٗ ۔

وَعَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ

(۳۳۳۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہذیل کی دو

اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْھَا وَمَا فِیْ بَطْنِھَا فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ دِیَۃَ جَنِیْنِھَا غُرَّۃٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِیْدَۃٌ وَقَضٰی بِدِیَۃِ الْمَرْاَۃِ عَلٰی عَاقِلَتِھَا وَ وَرَّثَھَا وَلَدَھَا وَمَنْ مَعَھُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

عورتیں لڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مارا۱ تو اس کو اور اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے اور عورت کی دیت کا فیصلہ اس کے وارثوں پر فرمایا۲ اور دیت کا وارث اس کے بچہ کو اور ساتھیوں کو بنایا۳

(۳۳۳۴) ۱ دونوں عورتیں آپس میں سوت تھیں قبیلہ ہذیل کی تھیں سوت عورتوں کی دشمنی تو مشہور ہے پتھر بڑا تھا' جو قتل کے ارادے سے مارا گیا۔۲ چونکہ جرم دو ہوئے تھے اس لئے اس کی سزائیں بھی دو ہوئیں' بچہ کے عوض لونڈی یا غلام خود اس قاتلہ کے مال سے جیسا کہ اوپر گزرا اور خود عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر مقرر فرمائی' یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بغیر دھار والے ہتھیار سے قتل کر دینے کی صورت میں قاتل پر قصاص نہیں ہوتا' دیت واجب کی' دیکھو یہاں پتھر سے عورت کو قتل کیا مگر قصاص نہ واجب ہوا۔۳ حق یہ ہے کہ ورثھا کی ضمیر دیت کی طرف ہے اور ولدھا کی ضمیر مقتولہ عورت کی طرف یعنی قاتلہ کے عصبہ وارثوں سے جو دیت دلوائی گئی اس دیت کا وارث مقتولہ کی اولاد اور اس کے دوسرے وارثوں کو قرار دیا گیا' بعض لوگوں نے یہ دونوں ضمیریں قاتلہ عورت کی طرف راجع کیں یہ غلطی ہے کہ اس میں مضاف پوشیدہ ماننا پڑے گا' معھم سے مراد اس مقتولہ کا خاوند وغیرہ وارثین ہیں' چونکہ ولد اسم جنس ہے اسلئے اس کی طرف ضمیر جمع بھی لوٹ سکتی ہے اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے عصبہ وارثوں پر ہے اس میں اختلاف ہے کہ خود قاتل بھی اس دیت میں داخل ہوگا یا نہیں۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ داخل ہوگا بقدر حصہ وہ بھی دے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وارثین سے دیت پوری نہ ہو سکے تو قاتل سے بھی حصہ لو ورنہ نہیں۔ امام احمد کے ہاں قاتل پر مطلقاً نہیں' اگر دیت وارث پوری نہ کر سکیں تو بیت المال سے پوری کی جائے' یہ مسئلہ کہ کس وارث پر کتنی دیت ہوگی اور کتنے عرصہ میں ادا کی جائے گی اور اس کے متعلق علماء کرام کے کیا اختلافات ہیں یہ کتب فقہ میں یا اسی جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے یہاں اس کی گنجائش نہیں یہ بہت دراز گفتگو ہے۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَنَّ امْرَاَتَیْنِ کَانَتَا ضَرَّتَیْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِیْنَھَا فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنِیْنِ غُرَّۃَ عَبْدٍ اَوْ اَمَۃٍ وَجَعَلَہٗ عَلٰی عَصَبَۃِ الْمَرْاَۃِ ھٰذِہٖ ۔ (رَوَایَۃُ التِّرْمِذِیِّ) وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ قَالَ ضَرَبَتْ اِمْرَاَۃٌ ضَرَّتَھَا بِعَمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَھِیَ حُبْلٰی فَقَتَلَتْھَا قَالَ وَ اِحْدٰھُمَا لِحْیَانِیَّۃٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیَۃَ الْمَقْتُوْلَۃِ عَلٰی عَصَبَۃِ الْقَاتِلَۃِ وَ غُرَّۃً لِمَا فِیْ بَطْنِھَا ۔

(۳۳۳۵) روایت ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہ دو عورتیں سوکنیں تھیں تو ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمہ کی چوب ماری۱ تو اس نے پیٹ کا بچہ ڈال دیا۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچے بچے کے متعلق غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا اور اسے عورت کے وارثوں پر مقرر فرمایا۳ یہ ترمذی کی روایت ہے۴ مسلم کی روایت یوں ہے کہ فرمایا ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ چوب ماری وہ تھی حاملہ اسے قتل کر دیا فرمایا ان میں سے ایک بنی لحیان کی تھی۵ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عورت کے وارثوں پر لازم کی اور پیٹ کے بچہ پر غلام۶

(۳۳۳۵) ۱ فسطاط چھوٹا خیمہ جو سفر میں اکثر کام چلانے کے لئے لگایا جاتا ہے اس کی چوب کافی بھاری ہوتی ہے۔۲ اس طرح کہ

بچہ گرنے سے پہلے مر چکا تھا یا ابھی اس میں جان نہ پڑی تھی،اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ قاتلہ مقتولہ کو ایک غلام یا لونڈی دے، اگر زندہ پیدا ہو کر مرتا تو پوری دیت واجب ہوتی کہ اب وہ قتل کے حکم میں ہوتا۔۳؎ یعنی بچہ کی ماں مرگئی تو ماں کی دیت قاتلہ کے وارثوں پر مقرر فرمادی۔۴؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں غیر صحیحین کی روایت درج کی حالانکہ ان کا قاعدہ ہے کہ فصل اوّل میں مسلم بخاری کی روایت لائیں۔۵؎ پہلے کہا جا چکا ہے کہ لحیان قبیلہ ہذیل کا ایک خاندان ہے یعنی ایک عورت تو بنی لحیان کی تھی دوسری کا پتا نہ چلا۔۶؎ یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے یعنی اس کے پیٹ سے بچہ کچا گر گیا اور وہ خود بھی مرگئی تو بچہ کے عوض قاتلہ عورت پر غلام واجب فرمایا جو بچہ کا عوض تھا اور عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر لازم فرمائی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِیَةَ الْخَطَاءِ شِبْهِ الْعَمَدِ مَا کَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا . (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ)

(۳۳۳۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار کہ خطا شبہ عمد کی دیت ۱؎ جو کوڑے اور لاٹھی سے ہو ۲؎ ایک سو اونٹ ہیں جن میں چالیس وہ ہوں جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں ۳؎ (نسائی، دارمی) اور اسے ابوداؤد نے ان ہی سے اور حضرت ابن عمر سے روایت کیا اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ حضرت ابن عمر سے مروی ہیں۔

(۳۳۳۶) ۱؎ یہاں شبہ العمد یا تو خطا کی صفت کاشفہ ہے کہ الخطا بھی معرفہ ہے اور شبہ العمد بھی معرفہ یا الخطا جنس ہے اور شبہ العمد اس کی ایک قسم ونوع یا شبہ العمد لفظ الخطاء کا بدل ہے، بہرحال مطلب یہی ہے کہ یہاں خطا سے مراد شبہ عمد ہے اور قتل خطاء اس جگہ مراد ہے۔۲؎ اس عبارت میں مایا موصولہ ہے یا موصوفہ اور یہ عبارت خطا اور شبہ عمد دونوں کی تفسیر ہے اِنَّ کی خبر نہیں، خبر تو آگے آرہی ہے۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء۔ قتل عمد یہ ہے کہ دھاردار آلہ مار دینے والے اوزار سے بارادہ قتل حملہ کیا جائے اور اس سے قتل واقع ہو،اس کی سزا قصاص ہے۔ شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل بہ ارادہ قتل ایسے اوزار سے حملہ کرے جو قتل کے لئے بنا نہیں اور اس سے قتل کردے جیسے قتل کے ارادہ سے زور سے کیل یا لوہے کا قلم آنکھ میں گھونپ دے جو دماغ تک پہنچ کر مقتول کا کام تمام کردے یا بہ ارادہ قتل فوطے پر زور سے گھونسہ یا لکڑی ماردے اور موت واقع ہوجائے، ان دونوں صورتوں کے سوا اور قتل خطاء ہے جیسے بغیر ارادہ قتل کسی کے قینچی یا گھونسہ مارا، اتفاقًا نازک جگہ لگ گیا موت واقع ہوگئی یا جانور کے گولی ماری تھی کسی آدمی کے لگ گئی، امام مالک کے ہاں قتل کی صرف دو قسمیں ہیں قتل عمد اور قتل خطاء وہ شبہ عمد کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہاں شبہ عمد کو خطا کی تفسیر بتایا گیا اسے علیحدہ قسم نہ مانا گیا، امام صاحب کے ہاں یہاں لاٹھی سے ہر ہلکی لکڑی بھاری لاٹھی مراد ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قتل غیر عمد خواہ شبہ عمد ہو یا قتل خطاء بھاری لاٹھی سے ہو یا پتلی پچی سے ان میں قصاص نہیں دیت ہے۔ امام مالک کے ہاں یہاں لاٹھی سے مراد صرف ہلکی لکڑی ہے جس کو عمدًا قتل کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کہ یہاں عصا مطلق ہے۔۳؎ تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ قتل عمد میں، مقتول کے وارث دیت پر راضی ہوجائیں اور قصاص چھوڑ دیں تو اس کی دیت مغلظہ (سخت) ہے اور قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی مگر قتل شبہ عمد میں دیت مغلظہ (سخت) ہے مگر قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی ادا کریں گے اور قتل خطاء میں دیت مخففہ (ہلکی)

ہے جو قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی دیں گے‘ دیت کا ہلکا یا سخت ہونا‘ اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ امام یوسف امام احمد کے ہاں دیت غلیظہ یہ ہے کہ اونٹوں کی چار قسمیں کی جائیں پچیس ایک سالہ اونٹنیاں پچیس دو سالہ پچیس تین سالہ اور پچیس چار سالہ اور دیت خفیفہ میں ان اونٹیوں کی پانچ قسمیں کردی جائیں بیس یک سالہ بیس دو سالہ اونٹنیاں بیس ایک سالہ اونٹ نر‘ بیس تین سالہ بیس چار سالہ اونٹنیاں‘ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعارض ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت سائب ابن یزید کی حدیث سے لہٰذا یہ حدیث مشکوک ہے وہ احادیث متیقن‘ ہم نے یقینی احادیث کو لیا‘ اس کی تفصیل یہاں مرقات و اشعۃ اللمعات میں اور کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی اَھْلِ الْیَمَنِ وَکَانَ فِیْ کِتَابِہٖ اَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلاً فَاِنَّہٗ قَوَدُ یَدِہٖ اِلَّا اَنْ یَّرْضٰی اَوْلِیَآءُ الْمَقْتُوْلِ وَ فِیْہِ اَنَّ الرَّجُلَ یُقْتَلُ بِالْمَرْاَۃِ وَفِیْہِ فِی النَّفْسِ الدِّیَۃُ مِائَۃٌ مِنَ الْاِبِلِ وَعَلٰی اَھْلِ الذَّھَبِ اَلْفُ دِیْنَارٍ وَفِی الْاَنْفِ اِذَا اُوْعِبَ جَدْعُہُ الدِّیَۃُ مِائَۃٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِی الْاَسْنَانِ الدِّیَۃُ وَفِی الشَّفَتَیْنِ الدِّیَۃُ وَفِی الْبَیْضَتَیْنِ الدِّیَۃُ وَفِی الذَّکَرِ الدِّیَۃُ وَفِی الصُّلْبِ اَلدِّیَۃُ وَفِی الْعَیْنَیْنِ الدِّیَۃُ وَفِی الرِّجْلِ الْوَاحِدَۃِ نِصْفُ الدِّیَۃِ وَفِی الْمَامُوْمَۃِ ثُلُثُ الدِّیَۃِ وَفِی الْجَائِفَۃِ ثُلُثُ الدِّیَۃِ وَفِی الْمُنَقِّلَۃِ خَمْسَ عَشَرَۃَ مِنَ الْاِبِلِ وَفِیْ کُلِّ اِصْبَعٍ مِنْ اَصَابِعِ الْیَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِی السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَ فِیْ رِوَایَۃِ مَالِکٍ وَفِی الْعَیْنِ خَمْسُوْنَ وَفِی الْیَدِ خَمْسُوْنَ وَفِی الرِّجْلِ خَمْسُوْنَ وَفِی الْمُوْضِحَۃِ خَمْسٌ)

(۳۳۴۷) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم سے۱؎ وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کو فرمان عالی لکھا اور اس کتاب میں تھا کہ جس نے کسی مسلمان کو بلاقصور قتل کیا۲؎ تو وہ اپنے ہاتھ کے قصاص میں گرفتار ہوگا مگر یہ کہ مقتول کے وارثوں کو راضی کرے۳؎ اور اس میں یہ تھا کہ مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا۴؎ اور اس میں یہ تھا کہ جان میں دیت ہے سو اونٹ۵؎ اور سونے والوں پر ہزار دینار۶؎ اور ناک میں جب پوری کاٹ دی جائے پوری دیت سو اونٹ ہیں۷؎ اور دانتوں میں دیت ہے۸؎ اور ہونٹوں میں دیت ہے اور فوطوں میں دیت ہے اور آلہ تناسل میں دیت ہے۹؎ اور پیٹھ میں دیت ہے۱۰؎ اور آنکھوں میں دیت ہے۱۱؎ اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے۱۲؎ اور مغز تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے اور پیٹ میں پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے۱۳؎ اور ہڈی منتقل کردینے والے زخم میں پندرہ اونٹ ہیں۱۴؎ اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں۱۵؎ اور دانت میں پانچ اونٹ ہیں۱۶؎ (نسائی‘ دارمی) اور امام مالک کی روایت میں ہے کہ آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ہاتھ میں پچاس اونٹ اور پاؤں میں پچاس اونٹ۱۷؎ اور ہڈی کھول دینے والے زخم میں پانچ۱۸؎

(۳۳۴۷)۱؎ آپ کا نام محمد ابن ابی بکر ابن عمرو ابن حزم انصاری ہے صاحب مشکوٰۃ نے باب الفرائض میں ان کا نام یوں ہی بیان کیا ہے یہاں الٹا فرما گئے ابوبکر ابن محمد اور محمد ابن ابوبکر تابعی ہیں عمرو ابن حزم صحابی ہیں ان کا لقب ضحاک ہے انصاری ہیں غزوہ خندق میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نجران کا حاکم بنایا۔ (مرقات) اشعہ نے اس

اختلاف بیان کی اور وجہ بیان فرمائی۲؎ عبت و اعتباط کے معنی ہیں جانور کو بغیر کسی بیماری وغیرہ کے ذبح کر دینا' یہاں مراد ہے بلاقصور مسلمان کو قتل کر دینا عمداً یعنی دیدہ دانستہ۳؎ قود کے معنی ہیں اطاعت وفرمانبرداری' اسی لیے مطیع اونٹ کو منقاد کہتے ہیں اور ہر اطاعت کو انقیاد' اب قصاص کو قود اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قاتل اپنے کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ قتل عمد میں قاتل پر قصاص واجب ہے لیکن اگر مقتول کے وارث دیت قبول کر لیں تو دیت ہے اور اگر بالکل معاف کر دیں تو نہ قصاص ہے نہ دیت تو یہ بھی کر سکتے ہیں۔۴؎ اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ قصاص میں عورت و مرد کا فرق نہیں قاتل مرد ہو مقتولہ عورت یا برعکس قصاص واجب ہے۔۵؎ کہ قتل عمد میں اگر دیت دی جائے تو سو اونٹ اور قتل خطاء وشبہ عمد میں تو سو اونٹ ہی واجب ہیں کہ ان میں قصاص نہیں ان کی تفصیل ابھی گزر گئی۔۶؎ یعنی واجب تو سو اونٹ ہی ہیں لیکن اگر وہ قاتل بجائے اونٹ کے دینار دے تو ایک ہزار اشرفیاں دے اگر اونٹ دینے پر قادر ہو جب بھی سونا دے سکتا ہے یہی امام اعظم کا مذہب ہے امام مالک کے ہاں سونے والا دینار ہی دے گا اونٹ نہ دے گا' امام شافعی کے ہاں اونٹ ہی دے گا سونا نہ دے گا' ہاں اگر وارثین مقتول سونا لینے پر راضی ہو جائیں تو سونا دے' یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کر رہی ہے۔۷؎ خیال رہے کہ اگر کسی عضو کے کٹ جانے سے نفع یا جمال جاتا رہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوتی ہے جان کی دیت کی برابر یعنی سو اونٹ کیونکہ یہ ایک معنی سے جان ضائع کر دیتا ہے۔۸؎ یعنی اگر کسی کے تمام دانت توڑ دے تو اس کی پوری دیت سو اونٹ دے گا کہ اس صورت میں منفعت و جمال دونوں ختم کر دے ایک دانت میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ واجب ہیں جو دانت توڑے یا داڑھ یا کیل یہ حکم خطاء توڑنے کا ہے' عمداً توڑے گا تو قصاص واجب ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: السن بالسن اگر ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ دے تو ان کی دیت سولہ ہزار درہم ہے یعنی جان کی دیت سے زیادہ' یہ دانتوں کی خصوصیت ہے کہ ان کی دیت جان کی دیت سے بڑھ جاتی ہے' ہاں اگر کوئی بچے کے دانت توڑ دے تو چودہ ہزار واجب کہ اس میں اٹھائیس دانت ہوتے ہیں۔ امام شافعی کے ہاں بیس دانت توڑنے میں پوری دیت ہے زیادہ توڑنے میں زیادتی پر کچھ نہیں (مرقات)۹؎ یعنی اگر کسی کے دونوں ہونٹ یا دونوں فوطے یا ذکر کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں منفعت پوری ضائع کر دی۔۱۰؎ یعنی اگر کسی کی پیٹھ توڑ دی اور اس کا پانی یعنی منی خشک ہو گئی تو پوری دیت واجب ہے۔۱۱؎ یعنی اگر دونوں آنکھیں نکال دیں یا پھوڑ دیں تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں دیکھنے کی منفعت بالکل جاتی رہی' اگر ایک آنکھ پھوڑ دی آدھی دیت' زمانہ فاروقی میں ایک شخص نے کسی کو ایسی چوٹ ماری کہ اس کی نظر سننے کی طاقت' عقل' کلام سب زائل ہو گئی تو حضرت عمر نے اس پر چار دیت لازم کیں۔ (مرقات واشعہ)۱۲؎ یوں ہی ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک کان ضائع کر دینے میں آدھی دیت واجب ہے۔۱۳؎ یعنی اگر پیٹ میں ایسا زخم لگایا ہو جو آر پار ہو گیا یا دماغ میں ایسی چوٹ لگائی کہ زخم اُمّ الدماغ تک پہنچ گیا تو تہائی دیت یعنی ۳۳ ۱/۳ اونٹ واجب ہے۔۱۴؎ یعنی ایسی چوٹ ماری کہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی تو اس میں سے پندرہ اونٹ واجب ہیں۔ یہ احکام تعبدی ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں۔۱۵؎ یعنی ہاتھ یا پاؤں کی چھنگلی توڑے یا انگوٹھا سب کی دیت یکساں ہے دس اونٹ چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں۱۶؎ دانت کی دیت کی تفصیل ابھی عرض کی جا چکی ہے' ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پانچ سو درہم واجب ہیں دانت خواہ کوئی سا ہو (اشعہ)۱۷؎ یعنی جو اعضاء بدن میں دو ہیں اگر ان میں سے ایک کو بیکار کر دے تو اس پر آدھی دیت ہے' اگر دونوں کو بیکار کر دے تو پوری دیت۔۱۸؎ یعنی اگر ایسا زخم لگایا کہ اس سے کھال و گوشت کٹ گیا ہڈی کھل گئی تو اس میں پانچ اونٹ لازم ہیں۔ خیال رہے کہ زبان کاٹ دینے یا داڑھی مونڈھ دینے میں پوری دیت یعنی سو اونٹ واجب ہیں (اشعہ و مرقات) مگر افسوس کہ اب تو مسلمان خود ہی داڑھیاں منڈاتے ہیں اب جو خود ان کی اپنی داڑھیوں کی دیت کون دے

داڑھی میں مرد کا جمال ہے جس کے زائل کردینے پر پوری دیت واجب ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسًا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ خَمْسًا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ)

(۳۳۳۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کھول دینے والے زخم میں پانچ پانچ اونٹوں کا اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا۲(ابوداؤد،نسائی،دارمی)اور ترمذی وابن ماجہ نے پہلی صورت بیان فرمائی۳

(۳۳۳۸)۱مواضح جمع ہے موضحہ کی،موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کھول دے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۲یعنی اگر ایک ایک دانت علیحدہ علیحدہ توڑے تو فی دانت پانچ اونٹ واجب ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا گیا تھا کہ دانتوں میں پوری دیت یعنی سو اونٹ واجب ہیں کہ وہاں یک دم سارے دانت توڑنا مراد تھا۳یعنی ابن ماجہ وترمذی نے مواضح زخموں کی روایت فرمائی انہوں نے دانتوں کا ذکر نہ کیا،ابھی عرض کیا گیا کہ یہ تمام تفصیل خطاءً توڑ دینے میں ہے خیال رہے کہ شجاج اور جراحت میں قصاص نہیں،شجاج سر کا وہ زخم جو آر پار نہ ہو جراحت باقی جسم کا معمولی زخم جس سے ہڈی نہ کھلے نہ منتقل ہو(مرقات)چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت حسن وعمر ابن عبدالعزیز سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موضحہ سے کم زخم میں کوئی فیصلہ نہ فرمایا نیز ایسے زخم کے قصاص میں برابری غیر ممکن ہے۔(مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۳۳۳۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں پاؤں کی انگلیاں برابر قرار دیں۱(ابوداؤد،ترمذی)

(۳۳۳۹)۱یعنی ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی کی دیت وخون بہا یکساں ہے دس اونٹ،اگرچہ یہ انگلیاں جوڑ،نام بلکہ خاص کام میں کچھ مختلف ہیں مگر دیت سب کی برابر۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَصَابِعُ سَوَآءٌ وَالْاَسْنَانُ سَوَآءٌ اَلثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَآءٌ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَآءٌ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۴۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انگلیاں برابر ہیں۱اور دانت برابر ہیں چنانچہ کچلی اور داڑھ برابر ہیں۲یہ اور یہ برابر ہے۳(ابوداؤد)

(۳۳۴۰)۱کہ جیسے چھنگلی کاٹ دینے کی دیت دس اونٹ ہے ویسے ہی انگوٹھا کاٹ دینے کی دیت دس اونٹ۲عربی میں دانتوں کی چار قسمیں ہیں سامنے کے چار دانت،دو اوپر کے دو نیچے کے ثنایا کہلاتے ہیں اس کا واحد ثنیہ ہے کہ یہ آپس میں ملے ہوتے ہیں ان کے برابر کے دانت رباعیہ،ان کے برابر کے دانت انیاب کی جمع بمعنی کیل،ان کے بعد اضراس ضرس کی جمع بمعنی داڑھ،اردو میں اگلے چار دانتوں کو چوکڑی،ان سے متصل کو کچلی،ان سے متصل کو کیلیں،ان سے متصل کو داڑھ کہا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ دانت چھوٹا ہو یا بڑا دیت فی دانت پانچ اونٹ ہی ہے۔۳یہاں اشارہ انگلیوں کی طرف ہے یعنی یہ چھنگلی اور یہ انگوٹھا دیت میں برابر ہے،انگلیوں کے بھی پانچ نام ہیں کلمے کی انگلی مسبحہ یا سبابہ کہلاتی ہے بیچ کی انگلی وسطیٰ اس سے متصل بنصر،اس سے ملی ہوئی یعنی چھنگلی خنصر اور انگوٹھا ابہام

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً اَلْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَعِيْدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا يُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ .

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۴۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! اسلام میں حلیف بنانا کچھ نہیں ا اور جو حلف زمانہ جاہلیت میں ہو چکا ہو تو اسلام اس کی پختگی ہی بڑھائے گا ۲ مگر مسلمان آپس میں دوسرے کے مقابل مددگار ہیں ۳ کہ ان پر ان کا ادنیٰ آدمی امان دے سکتا ہے ۴ اور ان کا دور کا آدمی غنیمت واپس کرسکتا ہے۔ ۵ ان کے لشکر ان کے بیٹھے ہوؤں پر رد کریں گے ۶ نہ قتل کیا جائے مومن کافر کے عوض ۷ اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے ۸ نہ منگانا ہے اور نہ دور لے جانا ان کے صدقات نہ وصول کیے جائیں مگر ان کے گھروں میں ۹ اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ ذمی کی دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہے ۱۰ (ابوداؤد)

(۳۳۴۱) ا حلف ح کے کسرہ سے ہے بمعنی معاہدہ' اسی سے تحالف' زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ یا بعض قومیں دوسرے لوگوں یا قوموں سے معاہدہ کر لیتے تھے کہ آج تیرا خون میرا خون ہے تیری جان میری جان ہے تیرا مال میرا مال ہے کہ ہم میں سے جس پر حملہ ہو دوسرا مدد کرے یا ہم میں سے جو بھی کسی سے لڑے تو دوسرا امداد دے جس سے صلح کرے دوسرا صلح میں شریک ہو ہر ایک دوسرے کا بعد موت وارث ہوگا میری دیت تو دے گا تیری میں دوں گا میرا بدلہ تو لے گا تیرا میں لوں گا' ایسے لوگوں یا ایسی قوموں کو حلیف کہتے تھے شروع اسلام میں اس قسم کے معاہدے جاری رہے کہ ان کے ذریعہ لوگوں کے جان و مال محفوظ تھے ان کے بغیر کوئی شخص یا قوم محفوظ نہ رہ سکتے تھے فتح مکہ کے سال اس کو منسوخ کردیا گیا کہ ملکی حالات بدل چکے تھے لوگوں کے مال و جان محفوظ ہوگئے تھے ۲ یعنی نئے معاہدے وحلف کرو مت' پچھلے معاہدے پورے کردو کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اصل حلف اب بھی باقی ہے مگر حلف کی دو چیزیں منسوخ ہوگئیں ایک میراث کہ یہ رشتہ داروں کو ملے گی نہ کہ حلیف کو اور ایک تناصر کہ اپنے حلف کی ظلم پر مدد کرنا کہ اگرچہ وہ ظالم ہے اس کو مدد دینا' یہ ممنوع ہے (مرقات) بہرحال مظلوم کی اعانت پر معاہدہ اچھا ہے' قتل و غارت ڈکیتی ظلم پر معاہدہ سخت جرم ہے' اس جملہ آخری کا یہی مطلب ہے کہ جاہلیت کے معاہدہ کا اتنا حصہ باقی ہے کہ مظلوم کی اعانت ہو' دوسرا حصہ ممنوع۔ ۳ یعنی اسلام خود ایک حلف و معاہدہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان مظلوم کی مدد کرے' اسلام نے مشرقی مغربی جنوبی شمالی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا کر ان میں عالمگیر اخوت پیدا فرمادی۔ اس سے بہتر کون سا حلف ہے اور کون سا معاہدہ۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹:۱۰) مسلمان مسلمان بھائی ہیں (کنزالایمان)۔ ۴ یعنی اگر معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو تمام مسلمانوں پر اس کی امان کا احترام لازم ہے کہ پھر اسے نہ قتل کریں نہ لوٹیں۔ خیال رہے کہ بحالت جنگ اگر سپہ سالار اعلان کردے کہ بغیر میری اجازت کسی کافر کو امان نہ دی جائے تو پھر کسی سپاہی وغیرہ کو امان دینے کا حق نہیں ورنہ پھر تو کفار نواز مسلمان تمام کفار کو امان دے کر مسلمانوں کو تباہ کرادیں گے۔ ۵ دوران جنگ اگر لشکر اسلام بحالت جنگ غنیمت حاصل کرے [illegible] کا یہ مطلب نہیں کہ

کفار سے چھنا ہوا مالِ غنیمت معمولی مسلمان واپس کرسکتا ہے کہ غنیمت تو تمام غازیوں کی ملک ہوچکتی ہے۔۶ یعنی جنگ کرنے والا لشکر جو غنیمت حاصل کرے گا اس میں اس لشکر کا بھی حصہ دے جو ان کفار کے ملک میں بیٹھا ہوا ہے اگرچہ جنگ نہ کررہا ہے کیونکہ یہ لشکر ان مجاہدوں کی پشت و پناہ ہے بوقت ضرورت ان کی مدد کرتا' قعدہ کے معنی ہیں بیٹھے ہوئے سپاہی مورچوں میں ۷۔احناف کے نزدیک یہاں کافر سے مراد کافر حربی ہے یعنی حربی کافر کو اگر مسلمان قتل کرائے یا قتل کرڈالے تو اس پر قصاص نہیں' امام شافعی کے ہاں ذمی و مستامن کافر کو قتل کردینے پر بھی مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا' ان کے ہاں کافر سے مراد مطلقاً کافر ہے مگر امام اعظم کا فرمان قوی ہے حضور ذمی کفار کے متعلق فرماتے ہیں فدماءھم کدماءنا ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں ۸۔امام مالک واحمد کے ہاں کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے یعنی پچاس اونٹ امام شافعی کے ہاں تہائی ہے یعنی ۳۳ اونٹ مگر امام اعظم کے ہاں پوری دیت ہے سو اونٹ امام اعظم کی دلیل وہی حدیث ہے۔فدماءھم کدماءنا حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے ذمی کی دیت ہزار دینار دلوائی یعنی پوری دیت' حضرت علی نے فرمایا کہ ذمی کفار نے جزیہ اسی لئے دیا کہ ان کا خون ہمارے خون کی مثل ہوجائے دارقطنی نے ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت صدیق و فاروق یہودی عیسائیوں کی دیت مسلم مقتول کے برابر دلواتے تھے ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ربیعہ ابن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے کفار ذمیوں کی دیت مسلمان کے برابر رکھی۔حضرت معاویہ نے اپنی شروع امارت میں یونہی کیا پھر بعد میں آپ نے آدھی دیت مقتول کے وارثوں کو دلوائی اور آدھی بیت المال میں داخل فرمائی۔(مرقات و اشعہ) ابن ابی شیبہ نے علقمہ' مجاہد' عطاء' شعبی' نخعی' زہری وغیرہم سے یہی روایت کی کہ ذمی کافر کی دیت مسلم کے برابر ہے' یہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) ۹۔اس کی شرح کتاب الزکوۃ میں گزر چکی کہ عامل نہ تو یہ کرے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور مال والوں کے جانور وغیرہ وہاں ہی منگوا کر ان کی زکوۃ وصول کرے نہ مال والے عامل کی خبر سن کر اپنے مال دور بھیج دیں تاکہ عامل کو زکوۃ وصول کرنے میں دشواری ہو بلکہ مال و جانور اپنی جگہ رہیں عامل وہاں ہی پہنچ کر زکوۃ وصول کرے۔۱۰۔یعنی ذمی غلام کی دیت آزاد ذمی یا آزاد مسلمان کی دیت سے آدھی ہے لہذا یہ فرمان امام اعظم کے خلاف نہیں کہ غلام کی دیت آزاد سے آدھی ہوتی ہے اور اگر معاہد سے مراد ذمی آزاد ہے تو اس کے جواب وہی ہیں جو ابھی گزر گئے۔

وَعَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاءِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَ عِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ وَ عِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّ عِشْرِيْنَ جَذْعَةً وَ عِشْرِيْنَ حِقَّةً ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ) وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ خِشْفٌ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَ رَوٰى فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدٰى قَتِيْلَ خَيْبَرَ بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَلَيْسَ فِيْ اَسْنَانِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ ابْنُ

(۳۳۴۲) روایت حضرت خشف ابن مالک سے ۱۔وہ حضرت ابن مسعود سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاء کی دیت میں یہ فیصلہ فرمایا کہ بیس یک سالہ اونٹنیاں ۲۔اور بیس یک سالہ نر اونٹ اور بیس دو سالہ اونٹنیاں اور بیس تین سالہ اور بیس چار سالہ ۳۔(ترمذی' ابوداؤد' نسائی) صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن مسعود پر موقوف ہے ۳۔اور خشف مجہول آدمی ہیں' صرف اس حدیث سے پہچانے گئے ہیں ۴۔اور شرح سنہ میں یوں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مقتول کی دیت صدقہ سے سو اونٹ دیئے اور صدقہ کے اونٹوں کی عمروں میں کوئی ایک سالہ نر اونٹ نہیں ہوتا اس میں دو سالہ اونٹ ہی ہوتے ہیں۔۵

مَخَاضٍ اِنَّمَا فِيهَا ابْنُ لَبُوْنٍ)

(۳۳۴۲)۱؎ آپ طائی ہیں تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت عمر اور ابن مسعود سے روایات لیتے ہیں نسائی نے آپ کو ثقہ کہا (مرقات) خشف خ کے کسرہ اور ش کے سکون سے ہے۔۳؎ لفظ بنت مخاض کبھی نر و مادہ دونوں اونٹوں پر بولا جاتا ہے مگر یہاں مادہ یک سالہ اونٹنی مراد ہے کیونکہ نر کا ذکر آگے آرہا ہے۔۲؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے قتل خطاء کی دیت سو اونٹ ہیں مگر پانچ حصوں سے جو یہاں مذکور ہیں امام شافعی کے ہاں بھی پانچ ہی حصے ہیں مگر ان کے ہاں بجائے بیس ابن مخاض کے بیس ابن لبون ہیں' یہ حدیث ہماری دلیل ہے۔۳؎ الحمد للہ کہ مولف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موقوف کو صحیح مانا ہے اور اس قسم کی موقوف حدیث حکم میں مرفوع حدیث کے ہے کیونکہ تعداد و مقدار اپنی رائے سے نہیں مقرر کی جاسکتی ضرور حضرت ابن مسعود نے یہ تعداد حضور سے سن کر یہاں فرمائی ہے۔۴؎ خشف ہرگز مجہول نہیں کیونکہ یہ خشف اپنے والد مالک طائی و ابن مسعود سے روایت لیتے ہیں اور جب ان سے یہ حدیث مروی ہوئی تو اگرچہ وہ مشہور تو نہ ہوئے مگر مجہول بھی نہ رہے نیز خشف کی توثیق نسائی ابن حبان زید ابن جبیر جیمی اور ابن معین نے کی ہے (مرقات) بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ خشف ابن مالک نے حضرت عمر اور ابن مسعود سے احادیث سنی ہیں نیز جب یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے تو مرفوعاً یہ حرج مضر نہیں۵؎ مقصد یہ ہے کہ خطاء کی دیت میں ابن مخاض نہ چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر جبکہ ایک مسلمان خیبر میں شہید کیا گیا تھا اور قاتل کا پتا نہ لگا تھا تو مقتول کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا فرمائی تھی مقتول کے وارثوں کو اور مسئلہ فقہ یہ ہے کہ اونٹ کی زکوۃ میں ابن مخاض لیا جاتا ہی نہیں تو اگر دیت میں ابن مخاض یعنی یک سالہ نر اونٹ ہوتا تو آپ زکوۃ کے اونٹ سے کیسے ادا فرماتے کہ یہ تو زکوۃ اونٹ میں ابن مخاض ہوتا ہی نہیں۔مگر اس دلیل پر دو بحث ہیں ایک یہ کہ یہ دیت نہ تھی محض کرم و مہربانی تھی ورنہ دیت قاتل پر ہوتی ہے نہ کہ بیت المال پر' وہاں قاتل کا پتا لگا ہی نہ تھا پھر دیت کیسی' دوسرے یہ کہ وہاں خیبر میں قتل خطاء نہ ہوا تھا قتل عمداً تھا اور واقعی قتل عمد کی دیت میں ابن مخاض نہیں لیا جاتا' ہماری گفتگو قتل خطاء کی دیت میں ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔خیال رہے کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سو اونٹ فقراء کی تملیک کے بعد دیت میں دیئے تھے ورنہ صدقہ و زکوۃ کے اونٹ فقراء کا حق ہے یہ دیت میں نہیں دیئے جاتے۔

(از مرقات مع زیادۃ)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِيْنَارٍ وَعَلٰى اَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَىْ عَشَرَ اَلْفًا وَ عَلٰى اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَىْ بَقَرَةٍ وَعَلٰى اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَيْ شَاةٍ وَعَلٰى اَهْلِ

(۳۳۴۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیت کی قیمت آٹھ سو اشرفیاں یا آٹھ ہزار درہم تھے۱؎ اور اس زمانہ میں اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی تھی۲؎ فرماتے ہیں کہ یوں ہی رہا حتی کہ حضرت عمر خلیفہ بنے تو خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے فرمایا کہ اونٹ مہنگے ہو گئے۳؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے سونے والوں پر ایک ہزار اشرفیاں اور چاندی والوں پر بارہ ہزار۴؎ اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں اور جوڑے والوں پر دو سو جوڑے مقرر فرمائے۵؎ فرماتے

الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ قَالَ وَ تَرَكَ دِيَةَ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

ہیں کہ حضرت عمر نے ذمیوں کی دیت یونہی چھوڑی جیسے اور دیت بڑھائی تھی ان کی نہ بڑھائی۶ (ابوداؤد)

(۳۳۴۳) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی لہٰذا سو اونٹ آٹھ سو دینار کے ہوئے۔ دینار دس درہم کا ہوتا ہے درہم قریباً چار آنہ کا' تو دینار ڈھائی روپیہ کا ہوا۔ ۲؎ اس کی بحث ابھی ہو چکی کہ یہاں اہل کتاب سے مراد غلام کتابی ہے اور مسلمان سے مراد آزاد مسلمان ہے یعنی غلام کافر کی دیت آزاد مسلمان سے آدھی تھی کیونکہ غلام کی دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے لہٰذا یہ خبر اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ذمیوں کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا: فدماء هم كدمائنا ان کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت تین چیزوں سے ادا ہو سکتی ہے یا سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم امام شافعی کا پہلا قول تو یہی تھا مگر ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ دیت میں اصل تو اونٹ ہیں باقی درہم و دینار اونٹ کی قیمت کے برابر ہوں گے یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ ۳؎ بعض روایات میں صرف غلت ہے بغیر شد کے' یہ غلاء سے بنا ہے بمعنی قیمت چڑھ جانا' اسی لئے مہنگی چیز کو غالی اور سستی کو رخیص کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب اونٹوں کی قیمت زیادہ ہوگئی قال کا فاعل عمرو ابن شعیب کے دادا عمرو ابن عاص ہیں۔ دیکھو (مرقات یہی مقام) ۴؎ یعنی حضرت عمر نے دیت میں سو اونٹ کی قیمت بجائے آٹھ سو دینار کے ایک ہزار دینار لگائی اور چاند کے کے بجائے آٹھ ہزار درہم کے دس ہزار لگائی کیونکہ اب سو اونٹوں کی یہی قیمت تھی ایک اونٹ دس دینار کا یا ایک سو بیس درہم کا خیال رہے کہ دیت میں ایک ہزار اشرفیاں واجب ہیں یا دس ہزار درہم کیونکہ ایک اشرفی دس درہم کی ہوتی ہے یہاں بارہ ہزار درہم ہیں جو دس ماشہ کے ہوتے ہیں' یہ درہم ہزار دینار میں بارہ ہزار ہوتے ہیں لہٰذا حدیث میں تعارض نہیں' درہم مختلف قیمت کے ہیں۔ ۵؎ خیال رہے کہ بعض اماموں نے فرمایا کہ دیت میں سو اونٹ واجب ہیں اور اگر دینار یا درہم سے دیت دینا ہے تو جو اس وقت سو اونٹ کی قیمت ہو وہ دی جائے مگر ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ دیت' اونٹ' سونے' چاندی سے ادا کی جائے یا سو اونٹ دیئے جائیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم امام مالک کے ہاں حکم یہ ہے کہ اگر قاتل دیہاتی ہے جانوروں والا تو سو اونٹ دلوائے جائیں' اگر شہری اور اس شہر میں سونے کا سکہ چلتا ہے تو ہزار دینار دلوائے جائیں اور اگر شہر میں چاندی کے سکہ کا عام رواج ہے تو بارہ ہزار درہم دلوائے جائیں' امام احمد اور صاحبین کا قول ہے کہ دیت اونٹ' سونا' چاندی' گائے' بکری' جوڑے سب سے ادا کی جا سکتی ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل بیہقی کی روایت ہے جو یہاں مرقات نے نقل فرمائی لہٰذا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر قاتل نے مقتول کے وارثوں سے بکریوں یا جوڑوں یا گایوں میں کم و بیش پر صلح کر لی تو درست ہے صاحبین کے ہاں درست نہیں ۶؎ لہٰذا ذمیوں کی دیت وہی چار سو دینار یا چار ہزار درہم وہی اس حساب سے ذمی کی دیت چاندی سے مسلمان کی دیت سے تہائی ہوئی' یہی بعض علماء کا قول ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے تہائی ہے' ہمارے ہاں مسلمان و ذمی دونوں کی دیت برابر ہے ہماری دلیل وہ حدیث ہے فدماء هم كدمائنا الخ یعنی مسلمان اور ذمی کافروں کے خون و مال کا یکساں حکم ہے' اسی لئے اگر کوئی مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَيْ عَشَرَةَ اَلْفًا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۳۴۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے دیت بارہ ہزار فرمائی ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۳۳۴۴)؎یعنی چاندی سے بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے‘ پہلے آٹھ ہزار درہم کا ذکر ہوا وہ درہم سات مثقال والے تھے یہ چھ مثقال والے درہموں کی قیمتوں مالیتوں میں فرق ہوتا ہے‘ آج ہم نے خود دیکھا کہ عراقی دینار کی قیمت گیارہ ریال چار قرش سعودی ہے اور اردنی‘ فلسطینی دینار کی قیمت بارہ ریال بارہ قرش قیمت مدینہ منورہ کے صرافہ سے اس سال ہم نے خود دونوں دینار خریدے کیونکہ ہم نے اردن فلسطین وعراق کا سفر کرنا تھا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَاءِ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرَقِ وَيُقَوِّمُهَا عَلٰى اَثْمَانِ الْاِبِلِ فَاِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِيْ قِيْمَتِهَا وَاِذَا هَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِيْمَتِهَا وَبَلَغَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اِلٰى ثَمَانِ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرَقِ ثَمَانِيَةُ اٰلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ وَعَلٰى اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَيْ شَاةٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَقْلَ مِيْرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيْلِ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَقْلَ الْمَرْاَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۴۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاؤں والوں پر خطاء کی دیت کی قیمت چار سو اشرفیاں یا ان کے برابر چاندی لگاتے تھے؎ اور یہ قیمت اونٹ کی قیمت پر تھی پھر جب اونٹ مہنگے ہو جاتے تو ان کی قیمت میں زیادتی فرما دیتے اور جب سستے ہو جاتے؎ تو ان کی قیمت میں کمی فرما دیتے؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیمت چار سو اشرفیوں سے آٹھ سو اشرفیوں کے درمیان رہی اور اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم فرماتے ہیں؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریوں کا فیصلہ فرمایا؎ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیت مقتول کے وارثوں کے درمیان میراث ہے؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ وارثوں کے درمیان ہے؎ اور قاتل کسی چیز کا وارث نہیں؎ (ابوداؤد‘نسائی)

(۳۳۴۵)؎عدل ع کے فتح اور کسرہ سے بمعنی برابر اور ہم قیمت یعنی چار سو دینار یا اس کے برابر اور ہم قیمت درہم؎ ھاجت ھج سے بنا بمعنی ظہور‘ رخص بمعنی ارزانی یعنی جب اونٹوں میں ارزانی ظاہر ہوتی اور ان کی قیمت گر جاتی؎ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ دیت صرف اونٹ سے ہے اگر کسی اور چیز سے ادا کی جائے تو اونٹ کی ہی قیمت کا لحاظ ہو گا یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پرانا قول تھا جس سے انہوں نے رجوع فرمالیا۔؎عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص؎ یہ جملہ حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل ہے کہ دیت صرف اونٹ یا سونے چاندی سے نہیں بلکہ گایوں‘ بکریوں سے بھی ہوتی ہے یہ اختلاف ہم ابھی پچھلی حدیث کی شرح میں عرض کر چکے ہیں وہاں مطالعہ فرمایئے۔؎یعنی دیت کا مال جو قاتل کی طرف سے وصول ہو گا وہ مقتول کے ورثا کو بقدر میراث ملے گا جیسے اس کے دوسرے اموال میراث تھے۔؎اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قاتلہ عورت پر جو دیت واجب ہو گی وہ اس کے عصبہ وارث ادا کریں گے‘ جیسے قاتل مرد کی دیت کا حال ہے‘ دوسرے یہ کہ مقتولہ عورت کی دیت جو قاتل کی طرف سے وصول ہو گی وہ اس مقتولہ کے وارثوں میں بقدر میراث تقسیم ہو گی جیسے مقتول مرد کی دیت کا حال ہے غرض کہ مسئلہ دیت میں عورت بالکل مرد کی طرح ہے‘ خیال رہے

کہ یہ آزاد مرد وعورت کا ذکر ہے غلام ولونڈی کا یہ حکم نہیں' قاتل غلام ولونڈی کی دیت ان کے مال فروخت کر کے ان کی قیمت سے ادا کی جائے گی اس کے رشتہ دار ورثاء سے وصول نہ کی جائے گی' یوں ہی مقتول غلام لونڈی کی دیت ان کا مالک وصول کرے گا نہ کہ اس کے رشتہ دار ورثاء لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۶؎ یہ اسلام کا قانون کلی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے عزیز قرابت دار کو قتل کر دے تو وہ اس کی میراث سے یکسر محروم ہے' چند چیزیں محرومی کا سبب ہیں اختلاف دین' غلامیت اور قتل' کفار کے لئے اختلاف دارین یعنی ملکوں کا اختلاف بھی' اس کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب علم المیراث کا مطالعہ فرمائیے۔

وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْهِ الْعَمَدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمَدِ وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهٗ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۴۶) روایت ہے ان ہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت عمد کی دیت کی طرح سخت ہے ۱؎ اور قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۳۴۶) ۱؎ قتل شبہ عمد کی تعریف اور اس کے احکام فصل ثانی کے شروع میں بیان ہو چکے کہ ارادۃً ایسی چیز سے قتل کرنا جو قتل کے لئے نہ بنی ہو شبہ کہلاتا ہے مثلاً کسی کو پتلی یعنی چھڑی' کوڑے سے مار ڈالنا شبہ عمد ہے اور دیت کا مغلظہ یا مخففہ یعنی سخت و ہلکا ہونا' اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے قتل عمد کی دیت سخت ہے اور قاتل کے مال سے فوراً دلوائی جائے گی قتل شبہ عمد کی دیت ہے تو سخت مگر قاتل کے عصبہ وارثوں سے تین سال کی مدت میں دلوائی جائے گی' یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ ۲؎ یعنی قتل عمد کے سواء دوسرے قتل خطاء اور قتل شبہ عمد میں قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا' بلکہ دیت ہی واجب ہوگی' موجودہ حکومتیں بھی قتل خطا میں پھانسی نہیں دیتیں جرمانہ دلوا دیتی ہیں دن رات موٹروں سے آدمی ہلاک ہوتے رہتے ہیں ڈرائیوروں کو پھانسی نہیں ہوتی۔

وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۴۷) روایت ہے ان ہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ قائم رہے تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا ۱؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۳۴۷) ۱؎ یعنی اگر کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی چوٹ ماری جس سے آنکھ کی بینائی تو جاتی رہی مگر وہ آنکھ اپنی جگہ ویسے ہی قائم رہی جیسے پہلے تھی حتیٰ کہ آنکھ کی شکل نہ بگڑی جیسا کہ سادۃ سے معلوم ہوا اس صورت میں اس مارنے والے پر تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا' پہلے گزر چکا کہ دونوں آنکھیں نکال دینے میں پوری دیت واجب ہے یعنی سو اونٹ اور آنکھ میں آدھی دیت ہے یعنی پچاس اونٹ مگر یہاں تہائی دیت یعنی ۳۳ اونٹوں کا ذکر ہوا۔ اولاً تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں سواء اسحاق کے کسی نے اس پر عمل نہ کیا۔ اگر صحیح بھی ہو تو یہاں حکم شرعی کا ذکر نہیں بلکہ ایک خصوصی واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک اسی قسم کا مجروح حاضر بارگاہ ہوا تو چونکہ اس کی آنکھ اپنی جگہ قائم بھی تھی اور درست بھی تھی صرف روشنی جاتی رہی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اس طرح مصالحت کرا دی کہ اگر یہ مجروح شخص غلام ہوتا تو اس چوٹ سے اس کی تہائی قیمت کم ہو جاتی لہٰذا تو اسے تہائی دیت دے کر آپس میں مصالحت کر لے لہٰذا یہ خصوصی واقعہ ہے قاعدہ شرعیہ نہیں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ نصوص دیت والی کے مخالف نہیں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ

(۳۳۴۸) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو سے ۱؎ وہ ابو سلمہ سے ۲؎

هُرَيْرَةَ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِيْنِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ قَالَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ وَ خَالِدُ نِالْوَاسِطِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَذْكُرْ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ)

وہ ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچے بچے کے متعلق۳ غلام یا لونڈی۴ یا گھوڑے یا خچر۵ کا فیصلہ فرمایا۔ (ابوداؤد) فرمایا: یہ حدیث حماد ابن سلمہ اور خالد واسطی نے محمد ابن عمرو سے۶ روایت کی اور گھوڑے کا ذکر نہ فرمایا۔۷

(۳۳۴۸)۱محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب' آپ تابعی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے ان سے احادیث روایت کیں۔۲آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھتیجے ہیں زہری ہیں قریشی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں تابعین میں سے ہیں حضرت ابن عباس ابوہریرہ' عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے ملاقات ہے آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۳یعنی اگر کوئی کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ایسی چوٹ مار دے جس سے اس کے پیٹ کا بچہ گر جائے۴لفظ غرۃ کے لغوی معنی ہیں چمکدار چیز پھر ہر اعلیٰ چیز کو غرہ کہا جانے لگا اب غرہ سے مراد انسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵،۴) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا (کنزالایمان) یہاں غرہ مبدل منہ ہے اور عبد او امۃ بدل ۵امام نووی شارح مسلم نے اور مرقات شرح مشکوٰۃ نے اس جگہ فرمایا کہ حدیث اَمَةٍ پر ختم ہوگئی لفظ فرسٍ او بغلٍ کی زیادتی عیسیٰ ابن یونس راوی کی طرف سے ہے یہ زیادتی باطل محض ہے کیونکہ لفظ غرہ صرف انسان پر بولا جاتا ہے گھوڑے خچر وغیرہ کو غرہ نہیں کہتے۔۶حماد ابن سلمہ علماء بصرہ میں بڑے پائے کے عالم ہیں حمید طویل کے بھانجہ ہیں حضرت شعبہ امام مالک ابن مبارک اور وکیع کے استاذ حدیث ہیں ۱۶۷ھ میں وفات پائی اور خالد واسطی طحان حافظ حدیث بہت متقی پرہیزگار ہیں آپ نے تین بار اپنے وزن کی چاندی خیرات کی (اشعۃ اللمعات)۷یہ زیادتی شاذ ہے اور یہ حدیث ضعیف (مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۴۹) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علاج کرے اور اس کو علم طب معلوم نہ ہو تو وہ ضامن ہے۔۱ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۳۴۹)۱یعنی جو شخص علم طب نہ رکھتا ہو اور یوں ہی کسی کا علاج کرے جس سے مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا حکم قتل خطاء کا ہے کہ اس کے وارث عصبات پر دیت خطاء واجب ہوگی قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس نے ارادۂ قتل نہ کیا بلکہ مریض کا علاج بھی اس کے کہنے پر کیا' فی زمانہ ہر شخص بیمار کو دوا بتاتا ہے اس سے احتیاط چاہیئے' اس حدیث سے سبق لازم ہے' علاج میں انسانی جان کی ذمہ داری ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ غُلَامًا لِاُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ اُذُنَ غُلَامٍ لِاُنَاسٍ اَغْنِيَاءَ فَاَتٰى اَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا اُنَاسٌ فُقَرَاءُ فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِمْ شَيْئًا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۵۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ فقیروں کے ایک غلام۱ نے امیروں کے ایک غلام کا کان کاٹ لیا اس کے والی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۲ بولے ہم لوگ تو فقیر ہیں تو ان پر حضور نے کچھ نہ مقرر فرمایا۳ (ابوداؤد' نسائی)۴

(۳۳۵۰)۱؎ یہاں غلام سے مراد یا تو نابالغ آزاد بچہ یا نابالغ مدبر غلام جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا یعنی ایک ایسا آزاد بچہ جس کے عصبہ وارث فقیر و مساکین تھے دیت نہیں دے سکتے تھے یا ایسا غلام مدبر جس کے مولیٰ وارث فقراء تھے اس نے ایک ایسے لڑکے یا غلام کا کان کاٹ دیا جس کے عصبہ وارث یا مولیٰ امیر تھے اور یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں دائر ہوا۔۲؎ یعنی مظلوم نے یا اس کے وارثوں نے دعویٰ دائر کردیا' ظالم اور اس کے وارث جواب دعویٰ کے لئے حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم غلام کے مولیٰ یا ظالم بچہ کے عصبہ وارثوں پر دیت لازم فرمادی کیونکہ اگرچہ عمداً کان کاٹا گیا تھا مگر بچہ کا ارادہ کامل نہیں اسی لئے قاتل بچہ پر قصاص نہیں بلکہ اس کے وارث عصبہ پر دیت واجب ہوتی ہے اس عمد کا حکم خطا کا ہے۔۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ظالم نابالغ غلام نہ تھا ورنہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت سے دیت دلوائی جاتی' غلام کی دیت اس کی قیمت سے ادا کی جاتی ہے بلکہ یا تو آزاد تھا یا غلام تھا تو مدبر تھا جو نا قابل فروخت ہوتا ہے جس کی دیت مولیٰ پر ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجرم کے وارث عصبات فقراء ہوں تو دیت بھی واجب نہیں ہوتی بلکہ وہاں مظلوم سے معافی دلوادی جاتی ہے۔۴؎ امام شمنی فرماتے ہیں کہ بچہ' دیوانہ' بیہوش' مخبوط الحواس کا عمد بھی خطا ہے کہ اس کے قتل عمد پر قصاص نہیں۔بیہقی نے حضرت علی مرتضٰی سے روایت کی ان عمد المجنون و الصبی خطاء (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ دِيَةُ شِبْهِ الْعَمَدِ اَثْلَاثًا ثَلٰثٌ وَ ثَلٰثُوْنَ حِقَّةً وَ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ جَزَعَةً وَّ اَرْبَعٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ ثَنِيَّةً اِلٰى بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَاتٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الْخَطَاءِ اَرْبَاعًا خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ حِقَّةً وَّ خَمْسٌ وَ عِشْرُوْنَ جَزَعَةً وَ خَمْسٌ وَ عِشْرُوْنَ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَ خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ بَنَاتَ مَخَاضٍ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۵۱) روایت ہے حضرت علی سے انہوں نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت تہائی کے حساب سے ہے ۳۳ حقہ ۱؎ اور ۳۳ جزعہ اور ۳۴ ثنیہ ۲؎ بازل عام تک ۳؎ جو سب کی سب حاملہ ہوں ۴؎ اور ایک روایت میں ہے کہ خطاء میں ۵؎ چار حصہ فرماکر پچیس حقہ پچیس جزعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ۶؎ (ابوداؤد)

(۳۳۵۱)۱؎ قتل شبہ عمد کی صورت ابھی پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ بارادہ قتل نا قابل قتل آلہ سے ہلاک کرنا شبہ عمد ہے جیسے چھڑی وغیرہ سے قتل' اس کی دیت سخت ترین یعنی سو اونٹ مگر ان کے تین حصہ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے خفیف دیت ۴ حصہ والی دیت نہیں جو کہ قتل خطاء میں ہوتی ہے۔۲؎ اونٹ کا تین سالہ بچہ حقہ کہلاتا ہے کہ اب وہ سواری کا حقدار و لائق ہوگیا اور چار سالہ بچہ جو پانچویں سال میں داخل ہوجائے جزعہ ہے اور پانچ سالہ بچہ جو چھٹے سال میں داخل ہوجائے ثنیہ ۳؎ اونٹ کا آٹھ سالہ بچہ جو نویں سال میں داخل ہوجائے بازل کہلاتا ہے۔اس کے بعد اس کی عمر کا کوئی نام نہیں' بازل بنا ہے بزل سے بمعنی کمال اور قوت' چونکہ اس عمر میں اونٹ کی کیلیں نکل آتی ہیں اور وہ اپنی پوری قوت کو پہنچ جاتا ہے اسے لئے اسے بازل کہتے ہیں' اس کے بعد اسے بازل عام اور بازل عامین وغیرہ کہتے ہیں ۴؎ کلھا کی ضمیر مثنیہ کی طرف ہے یعنی یہ ۳۴ مثنیہ کل حاملہ اونٹنیاں ہوں جن کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حقہ حاملہ نہیں ہوتی۔۵؎ یعنی اگر کوئی شخص کسی کو خطاءً قتل کردے تو اس کی دیت قتل شبہ عمد سے ہلکی ہوگی کہ سو اونٹ تو واجب ہوں گے مگر تین کی بجائے چار حصہ ہوکر دیت کا ہلکا بھاری ہونا اونٹ کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔۶؎ اونٹ کی عمر کے لحاظ سے جو نام ہیں ایک سالہ اونٹنی بنت مخاض' دو

سالہ بنت لبون تین سالہ حقہ، چار سالہ جزعہ، پانچ سالہ ثنیہ اور آٹھ سالہ بازل عام، پھر اس کے بعد کوئی نام نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں بازل عام، بازل عامین اور بازل ثلث عوام وغیرہ یعنی قتل خطاء میں قاتل کے وارثوں پر سو اونٹ لازم ہوں گے جو مقتول کے وارثوں کو دیئے جائیں گے مگر ان کے چار حصہ ہوں گے پچیس ایک سالہ اونٹنیاں اور پچیس دو سالہ، پچیس تین سالہ، پچیس چار سالہ۔

وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَضٰى عُمَرُ فِیْ شِبْهِ الْعَمَدِ ثَلٰثِیْنَ جَذْعَةً وَّ اَرْبَعِیْنَ خَلِفَةً مَا بَیْنَ ثَنِیَّةٍ اِلٰی بَازِلِ عَامِهَا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۵۲) روایت ہے حضرت مجاہد سے فرماتے ہیں ۱؎ کہ حضرت عمر نے شبہ عمد میں تیس جزعہ اور چالیس خلفہ کا فیصلہ فرمایا جو عمر میں ثنیہ اور بازل کے درمیان ہوں ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۳۵۲) ۱؎ آپ مجاہد ابن جبر ہیں کنیت ابوحجاج عبداللہ ابن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ معظمہ کے مشہور عالم و قاری و فقیہ و محدث ہیں اپنے زمانہ میں تفسیر کے امام مانے جاتے تھے محدثین کی ایک بڑی جماعت آپ کی شاگرد ہے، اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر آپ کے گھوڑے کی رکاب تھاما کرتے تھے ۱۰۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی ۲؎ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے ان کے ہاں قتل شبہ عمد کی دیت اسی طرح واجب ہوتی ہے بہرحال شبہ عمد کی دیت میں صحابہ کرام کا عمل مختلف رہا ہے ابھی پچھلی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اس کے خلاف گزرا۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِی الْجَنِیْنِ یُقْتَلُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِیْدَةٍ فَقَالَ الَّذِیْ قُضِیَ عَلَیْهِ كَیْفَ اَغْرَمُ مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ یُطَلُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْكُهَّانِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِیُّ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مُتَّصِلًا ۔

(۳۳۵۳) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیٹ کے بچے میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں قتل کر دیا جائے ۲؎ ایک غلام یا لونڈی کی پیشانی کا فیصلہ فرمایا ۳؎ تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ اس کا تاوان کیونکر دیں جس نے نہ کھایا پیا نہ گفتگو کی اور نہ چیخ ماری ان جیسی چیزیں ضائع کی جانی چاہئیں ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کاہنوں کے بھائیوں سے ہے ۵؎ مالک نسائی ارسالاً ۶؎ اور ابوداؤد نے انہیں سعید ابن مسیب سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے متصلاً روایت کیا ۷؎

(۳۳۵۳) ۱؎ آپ کی کنیت ابومحمد ہے قرشی مخزومی مدنی ہیں خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے حدیث، فقہ، عبادت تقوٰی کے جامع تھے بہت سے صحابہ کرام سے ملاقات ہے چالیس حج کئے ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۲؎ یعنی حاملہ عورت کو مارا گیا جس سے اس کا پورا کچا بچہ گر گیا یا پختہ بچہ تھا جو پیٹ میں مر گیا پھر گر گیا کیونکہ باہر آ کر مرے تو پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی ہے (اشعہ و مرقات) ۳؎ یعنی قاتل کے وارثوں پر لازم فرمایا کہ جس عورت کا بچہ گر گیا ہے اس کو ایک غلام یا لونڈی دیں جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی یعنی پچاس دینار ہر دینار دس درہم کا یہ تفسیر اس لئے کی گئی کہ حضرت عبداللہ ابن بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے پانچ درہم واجب فرمائے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت زید اسلم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے معاملہ میں پچاس دینار کا فیصلہ فرمایا لہذا تینوں روایات درست ہیں۔ خیال رہے کہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی حکم یہی ہوگا، اگر ماں مر بھی جائے تو ماں کی دیت سو اونٹ لازم ہوگی۔ ۴؎ اس کا مقصد یہ تھا کہ دیت جان کی ہوتی ہے اور یہ گرا ہوا بچہ بالکل بے جان ہے کہ پیدا ہو کر چیخا بھی نہیں، کھایا پیا بھی نہیں پھر یہ دیت کیوں واجب ہوئی گویا اس

نے نص کا مقابلہ عقل سے کیا یہ قیاس باطل ہے کہ نص کے مقابل ہے۔ ۵؎ یعنی یہ کاہنوں کا بھائی ہے کہ اپنی عقل تیز زبانی مقفی عبارت سے نص شرعی کا مقابلہ کر رہا ہے تو جیسے کہانت بری چیز ہے ایسے ہی اس کا یہ قول برا ہے۔ ۶؎ کیونکہ حضرت سعید ابن المسیب تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا، اسی کا نام ارسال ہے۔ ۷؎ لہذا یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر آ گیا۔ خیال رہے کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ زندہ گر کر مرے تو اس کی دیت پوری ہے یعنی سو اونٹ مگر اس میں اختلاف ہے کہ بچے کی زندگی ثابت کس چیز سے ہوتی ہے ہم احناف کے ہاں رونا، دودھ چوسنا، سانس لینا، چھینکنا علامات زندگی ہیں ہاں صرف بعض اعضاء کا حرکت کرنا علامت زندگی نہیں مگر امام شافعی کے ہاں صرف رونا علامت زندگی ہے، دلائل فریقین کے اسی جگہ مرقات میں مذکور ہیں۔

بَابُ مَالَا يُضْمَنُ مِنَ الْجِنَايَاتِ — باب ان جرموں کا جن کا ضمان نہیں دیا جاتا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

جنایات جنایۃ کی جمع ہے مادہ جنیٌ ہے بمعنی حادثہ، اسی سے جنی الثمر یعنی درخت سے پھل لینا۔

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَآءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۵۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایہ کا زخم باطل ہے ۱؎ اور کان باطل ہے اور کنواں باطل ہے ۲؎ (مسلم، بخاری)

(۳۳۵۴) ۱؎ عجماء، اعجم کا مونث ہے بمعنی گونگا یعنی جو کلام و بات نہ کر سکے عرب لوگ دیگر ملکوں کو عجم کہتے ہیں کہ وہ کلام پر قادر نہیں یہاں چوپایہ مراد ہے جیسے گھوڑا گدھا بھینس گائے وغیرہ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے چوپایہ سے زخمی ہو جائے تو اس کا ضمان چوپایہ والے پر واجب نہیں، خواہ چوپایہ لات مار دے یا سینگ یا پاؤں سے روند دے نیز اگر اس کے معمولی چلانے سے سوار گر کر چوٹ کھا جائے تو بھی چلانے والے پر ضمان نہیں خواہ دن میں یہ واقعہ ہو یا رات میں، یہی احناف کا قول ہے۔ امام شافعی کے ہاں اگر رات کو کسی کا جانور کھل جائے اور کسی کو نقصان پہنچائے تو اس پر ضمان ہے نیز اگر کھلا جانور کسی کا کھیت خراب کر دے تب بھی یہی اختلاف ہے۔ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔ ۲؎ یعنی اگر کسی کی کان یا کسی کے کنوئیں میں کوئی شخص یا جانور گر کر ہلاک ہو جائے تو کان اور کنوئیں والے پر تاوان نہیں بشرطیکہ کنواں اس نے اپنی زمین میں کھدوایا اور بیچ راہ میں نہ ہو اگر مباح زمین میں کھودا جب بھی یہی حکم ہے۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَ كَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَا الْاٰخِرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳۳۵۵) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کیا ۲؎ اور میرا ایک مزدور تھا ۳؎ وہ ایک شخص سے لڑا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ لیا ۴؎ جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کی ثنیہ گرا دی ۵؎ وہ گر گئی تو یہ شخص نبی

فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضِمُهَا كَالْفَحْلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا٦ آپ نے اس کی ثنیہ باطل فرمادی اور فرمایا کہ کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اونٹ کی طرح چباتا ے(مسلم، بخاری)

(۳۳۵۵)۱آپ تمیمی حنظلی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے، غزوۂ حنین، طائف اور تبوک میں شریک ہوئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں رہے اسی میں شہید ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا۔۲غزوہ تبوک کا نام جیش عسرۃ ہے یعنی تنگی والا لشکر کیونکہ اس غزوہ میں گرمی سخت تھی اور لشکر کے پاس کھانا پانی بہت ہی کم، تبوک خیبر سے پانچ سو کلومیٹر ہے یہ گنہگار خیبر کی زیارات سے مشرف ہوا مگر تبوک پر سے ہوائی جہاز میں سوار گزر گیا۔خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو ساٹھ کلومیٹر ہے، چھ کلومیٹر کے ہمارے چار میل ہوتے ہیں۔اس غزوہ کے موقع پر حضرت عثمان نے اس لشکر کو بہت سامان دیا اور مجہز جیش عسرۃ کا لقب پایا جنت خرید کی، اسی غزوہ میں مسلمانوں نے درختوں کے پتے کھائے اور اونٹ سے پانی حاصل کیا (اشعہ) جو مزدوری پر میرے ساتھ اس جہاد میں گیا تھا۳یا اس مزدور نے اس شخص کا یا اس شخص نے اس مزدور کا۵یعنی کاٹنے والے نے اس زور سے اس کے ہاتھ میں اپنے دانت گڑھا دیئے تھے کہ جب اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو ثنیہ گر گئی۔خیال رہے کہ انسان کے سامنے کے دانت رباعیہ کہلاتے ہیں یعنی چوکڑی اور ان کے متصل دائیں بائیں جو دانت ہیں وہ ثنیہ کہلاتے ہیں٦اور دعویٰ کیا کہ میرے دانت کی دیت دلوائی جائے کیونکہ اس نے میرا دانت گرا دیا ے مقصد یہ ہے کہ اس نے تیرا دانت توڑا نہیں بلکہ اپنی حفاظت کے لئے اور اپنے کو بچاتے ہوئے تیرے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا اس لئے وہ ظالم نہیں بلکہ ظالم تو ہے کہ تو نے اسے کاٹا لہذا اس کی کوئی دیت نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے جبراً زنا کرنا چاہے اور وہ عورت اپنے بچاؤ کے لئے اسے قتل یا زخمی کردے تو اس پر کچھ قصاص یا دیت نہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کا مال یا جان جبراً لینا چاہے اور وہ اپنے دفاع کے لئے اسے ہلاک کردے تب بھی یہی حکم ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۵٦) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی وجہ سے مار دیا جائے وہ شہید ہے۱(مسلم، بخاری)۲

(۳۳۵٦)۱یعنی چور یا ڈاکو یا کسی اور ظالم نے اس کا مال چھیننا چاہا اس نے دفاع کے طور پر اس سے جنگ کی اور مارا گیا تو یہ شخص شہید ہوگا کہ ظلماً قتل ہوا ہے۔۲اس حدیث کو ابن حبان، ترمذی، نسائی، ابوداؤد نے بھی حضرت سعید ابن زید کی روایت سے نقل فرمایا۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ قَالَ هُوَ فِي النَّارِ

(۳۳۵۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص حاضر ہوا بولا: یارسول اللہ فرمایئے اگر کوئی شخص آئے اور میرا مال لینا چاہے۱تو فرمایا: اسے اپنا مال نہ دے۲وہ بولا: حضور فرمادیں اگر وہ مجھ سے جنگ کرے۔فرمایا: اس سے جنگ کر۔۳عرض کیا: فرمایئے اگر وہ مجھے قتل کردے۔فرمایا: تو تو شہید ہے۔۴عرض کیا: فرمایئے اگر میں

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) اسے قتل کردوں۔فرمایا: وہ دوزخ میں ہوگا۵ (مسلم)

(۳۳۵۷)۱یعنی ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو ضرور دے دے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۲ یعنی اس صورت میں اسے اپنا مال نہ دے کیونکہ اپنے کو ظلم سے بچانا اچھا ہے اس طرح سود، رشوت، مالی جرمانہ میں اپنا مال نہ دے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں۔خیال رہے کہ یہ نہی حرمت کی نہیں نیز حالت مجبوری اس سے مستثنیٰ ہے یہ بھی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرانے کے لئے حرام مگر رشوت لینا بہرحال حرام ہے اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمایئے۔۳یہ حکم بھی اجازت و اباحت کا ہے وجوب کا نہیں لہذا اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں۴ کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظلماً مقتول شہید ہے۵یعنی نہ تو گنہگار ہے نہ تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو حکومتیں ایسے بہادری سے مار دینے والوں کو انعام اور تمغے دیتی ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِكَ اَحَدٌ وَلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَخَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَيْنَهٗ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۵۸) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر کوئی تیرے گھر میں جھانکے۱ اور تو نے اسے اجازت نہ دی۲ پھر تو اسے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۳ (مسلم، بخاری)

(۳۳۵۸)۱خواہ دروازے کے جھروکوں سے یا دیوار پر چڑھ کر یا اونچے مکان والا نیچے مکان والے کو تا نکے جھانکے، یہ جملہ ان سب صورتوں کو شامل ہے۔۲یعنی اگر تو نے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی بعد اجازت وہ جھانکتا ہے تو وہ مجرم نہیں کہ آنے کی اجازت دیکھنے کی بھی اجازت ہے، اسی طرح اونچے مکان والا نیچے والوں سے اجازت لے کر چڑھا ہے، اگر بغیر اجازت چڑھے تو نیچے والوں کے پردہ کا ضرور خیال رکھے نگاہ نیچی رکھے۳امام شافعی اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں اور اس صورت میں اس کی آنکھ کا ضمان مطلقاً واجب نہیں فرماتے۔بعض امام فرماتے ہیں کہ اگر منع کرنے کے باوجود وہ تکتا ہے تو اس کی آنکھ کا ضمان نہیں۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ بہرحال ضمان ہے، یہ فرمان عالی تانک جھانک سے سخت ممانعت کے لئے ہے یا اس میں گناہ کی نفی ہے دیت وغیرہ کی نفی نہیں، بہت دفعہ گناہ نہیں ہوتا مگر ضمان ہو جاتا ہے جیسے قتل خطاء، قرآن کریم فرماتا ہے: وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ (۵:۴۵) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ آنکھ کے عوض آنکھ پھوڑی جائے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلاً اِطَّلَعَ فِيْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِيْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِيْ عَيْنَيْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِيْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۵۹) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے۱ کہ ایک شخص سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے میں جھانکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سلائی تھی۲ جس سے آپ اپنا سر مبارک کھجار ہے تھے تو فرمایا: اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں یہ سلائی تیری آنکھ میں گھونپ دیتا۔۳ طلب اجازت نگاہ کی حفاظت ہی کے لئے تو مقرر کی گئی ہے۴ (مسلم، بخاری)

(۳۳۵۹)۱آپ انصاری ساعدی ہیں آپ کا نام شریف حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا آپ مدینہ کے آخری

صحابی ہیں مدینہ پاک میں انتقال ہوا۔ ۲؎ سرمہ لگانے کی یا سر کی مانگ نکالنے کی جیسا کہ صراح میں ہے۔ ۳؎ یعنی اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تو ارادۃً تاک جھانک کررہا ہے تو اس سلائی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر قصد و ارادہ اگر کسی کے گھر نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں جیسے گزرتے ہوئے اتفاقًا کسی کے کھلے دروازہ میں نظر پڑ جائے۔ (مرقات) ۴؎ یعنی بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا وہاں بلا اجازت داخل ہوجانے کی طرح ہے جیسے وہ ممنوع ہے ایسے ہی یہ ممنوع کہ اس میں گھر والوں کی بے پردگی ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ فرمان عالی ڈانٹ ڈپٹ جھڑک کے لئے ہے، آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت کے لئے نہیں کیونکہ کسی کے گھر میں بلا اجازت چلے جانے پر اس کا قتل یا آنکھ پھوڑ دینا جائز نہیں کردیتا، جیسے جان جان کے عوض ہے ایسے ہی آنکھ آنکھ کے عوض اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ (۵:۴۵) جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ (کنزالایمان) لہٰذا مذہب احناف بہت قوی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يَّخْذِفُ فَقَالَ لَا تَخْذِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا يُصَادُ بِهٖ صَيْدٌ وَّلَا يُنْكَاُ بِهٖ عَدُوٌّ وَّلٰكِنَّهَا قَدْ تُكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَاُ الْعَيْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۶۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ۱؎ کہ انہوں نے ایک شخص کو کنکر پھینکتے دیکھا ۲؎ تو فرمایا: کنکر نہ پھینک کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نہ تو اس سے شکار ہوتا ہے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے ۳؎ لیکن یہ کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔ ۴؎ (مسلم، بخاری)

(۳۳۶۰) ۱؎ آپ مزنی ہیں بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ اولًا مدینہ منورہ میں رہے پھر بصری میں خواجہ حسن بصری اور العالیہ وغیرہم نے آپ سے احادیث لیں۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ یعنی یونہی بطور شغل کنکر وغیرہ پھینکتے دیکھا جیسا کہ بعض لڑکوں کی عادت ہے۔ ۳؎ یعنی یہ کام عبث بھی اور نقصان دہ بھی اس کا فائدہ کوئی نہیں۔ ۴؎ لہٰذا مضر ہے اور مضر چیز سے بچنا ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِىْ مَسْجِدِنَا وَفِىْ سُوْقِنَا وَمَعَهٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَىْءٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۶۱) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں گزرے ۱؎ اور اس کے پاس تیر ہوں ۲؎ تو اس کے پیکان (نوک) کو تھام لے ۳؎ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کچھ لگ جائے ۴؎ (مسلم، بخاری)

(۳۳۶۱) ۱؎ یعنی مسلمانوں کے بازار یا مسجد سے گزرے، جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو، مسلمانوں کا ذکر یا تو احترام کے لئے ہے یا کفار حربی کے بازاروں کو نکالنے کے لئے کہ حربی کفار کو زخمی کردینا جائز بلکہ ثواب ہے۔ خیال رہے کہ حربی کفار کا اور حکم ہے اور ذمی مستامن کفار کا حکم کچھ اور، یہاں بازار و مسجد کا ذکر ہے مگر مراد تمام اجتماعات ہیں جیسے منیٰ، عرفات، مزدلفہ، عرس اور میلے وغیرہ۔ ۲؎ نبل بمعنی تیر، یہ جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں، سہم کے معنی بھی تیر ہیں جمع سہام ۳؎ نصال جمع ہے نصل کی نصل تیر کی نوک کو کہتے ہیں جس کے نیچے پر ہوتے ہیں، یہ نہایت تیز ہوتی ہے یہی شکار وغیرہ کے جسم میں پیوست ہوجاتی ہے، تھام لینے سے مراد ہے اس پر ہاتھ رکھ لینا، یا کوئی غلاف وغیرہ چڑھا دینا۔ ۴؎ اِن یصیب میں اَنْ کے بعد لا پوشیدہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفاہ عام کی چیزوں میں مسلمانوں کو نفع پہنچانے یا مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت کرے اگرچہ دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھالیں لہٰذا مسافر خانہ، ہسپتال، سایہ دار درخت، کنواں وغیرہ ان سب

میں یہی نیت ہونی چاہیئے گوان سے نفع سب اٹھائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِیْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِیْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے[1] کیا خبر شاید شیطان اس کے ہاتھ میں کھینچے[2] تو یہ آگ کے گڑھے میں گر جائے[3] (مسلم، بخاری)

(۳۳۶۲)[1] نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔[2] یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقاً لگ جائے اور سامنے والا مر جائے۔ ایسے واقعات بہت دیکھے گئے ہیں کہ مذاق دلی میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والے کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہوگیا خدا کی پناہ[3] اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے اور دوزخ میں جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسا قتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے قتل پر تاوان بھی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَضَعَهَا وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۳۶۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے[1] تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں[2] حتیٰ کہ اسے رکھ دے اگرچہ اس کا سگا بھائی ہو[3] (بخاری)

(۳۳۶۳)[1] خواہ ڈرانے دھمکانے کے لئے خواہ مذاق میں، لوہے سے مراد قتل کا ہر ہتھیار ہے، تلوار، چھری، آج کل پستول بندوق وغیرہ[2] یا تمام فرشتے یا حافظین فرشتے یا کاتبین یا سائرین جو ذکر الٰہی کی تلاش میں زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں۔[3] یعنی ظاہر ہے کہ کوئی اپنے سگے بھائی کو قتل نہیں کرتا تو اس پر ہتھیار اٹھانا یقیناً ڈرانے یا مذاق کے لئے ہوگا مگر یہ بھی لعنت کا باعث ہے یا مطلب یہ ہے کہ سگے بھائی پر ہتھیار اٹھانا لعنت کا باعث ہے تو اجنبی پر ہتھیار اٹھانے کا کیا پوچھنا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ۔

(۳۳۶۴) روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا[1] وہ ہم میں سے نہیں[2] (بخاری) اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ جو ہم سے ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں[3]

(۳۳۶۴)[1] ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا، علینا جمع ارشاد فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقاً اٹھانا ہے خواہ ظلماً قتل کے لئے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔[2] یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے اہل طریقہ و اہل سنت سے نہیں لہذا اس سے کفر مراد نہیں[3] ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کردینا یا اصل میں نقل ملا دینا غرض کہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے اور غَشَّنَا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں یا اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مؤدتی جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا اور اسے

میری محبت نہ پہنچے گی۔

وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۶۵) روایت ہے کہ حضرت سلمہ ابن اکوع سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہم پر تلوار سونتے وہ ہم میں سے نہیں[2] (مسلم)

(۳۳۶۵)[1] آپ مشہور صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے آپ کی کنیت ابومسلم ہے اسلمی مدنی ہیں بڑے بہادر صحابی ہیں اسّی سال عمر ہوئی ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[2] یعنی جو شخص کسی مسلمان پر تلوار سونت لے اگرچہ اس کے قتل کا ارادہ نہ بھی کرے تب بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں کا سا کام نہ کیا مسلمان پر ظلماً ہتھیار اٹھانا بھی حرام ہے، خیال رہے کہ اس جیسی تمام احادیث میں ظلماً ہتھیار اٹھانا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں مسلمان کا قتل واجب ہو جاتا ہے جیسے باغی، خارجی، ڈاکو، قاتل، زانی۔

وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ هِشَامَ ابْنِ حَكِيْمٍ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْبَاطِ وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ هِشَامٌ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۶۶) روایت ہے حضرت ہشام ابن عروہ سے[1] وہ اپنے باپ سے راوی[2] کہ ہشام ابن حکیم[3] شام میں کچھ کسان آدمیوں پر گزرے[4] جو دھوپ میں کھڑے کئے گئے تھے اور ان کو سروں پر تیل ڈالا گیا تھا[5] تو آپ نے کہا: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ لوگ ٹیکس کے بارے میں عذاب دیئے جا رہے ہیں تو ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یقیناً اللہ تعالٰی ان لوگوں کو عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں۔[6] (مسلم)[7]

(۳۳۶۶)[1] آپ مشہور تابعی ہیں حضرت حسین کی شہادت کے سال آپ کی ولادت ہے ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔[2] ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن عوام، آپ بھی تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے صائم الدہر تھے۔ ۹۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔[3] آپ ہشام ابن حکیم بن حزام قرشی، اسدی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ کے والد حکیم ابن حزام اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجا ہیں ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ برس قبل ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو غلام آزاد کئے۔ (مرقات)[4] نبط یا نبیط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لئے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔[5] یعنی حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کر دیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔[6] یعنی اب کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالٰی دے گا، کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔[7] اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، بیہقی نے بھی عیاض ابن حکم سے روایت کیا اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا لا تعذبوا بعذاب اللّٰہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰی قَوْمًا فِیْ اَیْدِیْهِمْ مِثْلُ اَذْنَابِ الْبَقَرِ یَغْدُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰهِ وَیَرُوْحُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیَرُوْحُوْنَ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۶۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے اگر تمہاری عمر دراز ہوئی[۱] تم ایسی قوم دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسی چیز ہوگی[۲] صبح کریں گے اللہ کے غضب میں اور شام کریں گے اللہ کے غضب میں[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ شام کریں گے اللہ کی پھٹکار میں[۴] (مسلم)

(۳۳۶۷) [۱] یہ خطاب یا حضرت ابوہریرہ سے ہے یا کسی اور صحابی سے ہے حضرت ابوہریرہ سن رہے تھے[۲] یعنی چمڑہ کے کوڑے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے مگر ناحق یا حکام کے دروازوں پر یہ کوڑے لئے بیٹھے ہوں گے تاکہ لوگوں کو مار مار کر وہاں سے ہٹائیں کسی کو فریاد کرنے کے لئے حکام تک نہ پہنچنے دیں گے۔ (مرقات) [۳] یعنی ہر وقت اللہ کے غضب میں رہیں گے صبح و شام وقت کے دو کنارے ہیں ان کناروں کا ذکر فرمایا مراد ہر وقت ہے جیسے آل فرعون کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا (۴۰:۴۶) آگ جس پر صبح شام پیش کئے جاتے ہیں (کنزالایمان) ایسا ہی یہاں ہے[۴] کیونکہ اس قسم کے لوگ دیوانے کتوں کی طرح ہیں جو مخلوق خدا کو ستاتے ہیں لہٰذا خدا کی لعنت کے مستحق ہوں گے مخلوق کو ستانا رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَآءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَآئِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَاِنَّ رِیْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَةِ كَذَا وَكَذَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۶۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو قسم کے دوزخی لوگ وہ ہیں جنہیں ہم نے دیکھا نہیں[۱] ایک وہ قوم جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے[۲] جن سے لوگوں کو ماریں گے اور دوسری وہ عورتیں جو پہن کر ننگی ہوں گی[۳] مائل کرنے والیاں مائل ہونے والیاں[۴] ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے[۵] وہ نہ جنت میں جائیں نہ اس کی ہوا پائیں[۶] حالانکہ اس کی ہوا اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے[۷] (مسلم)

(۳۳۶۸) [۱] یعنی ایسے ظالم فاسق لوگ ہمارے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ ہمارے بعد ہوں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں۔[۲] ظلماً ماریں گے، حق پر کوڑے مارنا درست ہے، رب تعالیٰ کنوارے زانی کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲:۲۴) تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ (کنزالایمان) اور پاک دامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً (۴:۲۴) تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ (کنزالایمان) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑے ساتھ لئے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے مارا کریں گے کسی نے انہیں سلام نہ کیا یا ان کی تعظیم کے لئے نہ اٹھا یا ان کے ظلم کی تائید نہ کی اسے بے تحاشہ پیٹ دیا خدا کی پناہ[۳] یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا یہ دونوں عیوب آج دیکھے جارہے ہیں یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے ننگی ہوگی۔[۴] یعنی لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی یا اپنی باتوں یا

گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، خود ان کی طرف مائل ہوں گی، یہ سب باتیں آج دیکھنے میں آرہی ہیں، قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں، نیچی نظریں، کل کی خبریں۔ ۵؎ اس جملہ مبارکہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر وقت دیکھتی لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے۔ یہ حدیث پڑھو اور آج کل کی عورتوں کو دیکھو، یہ اس غیب داں محبوب کی غیبی خبریں ہیں۔ شعر:

ابن مالک کو دی بشارت تاج　　　　اے مرے غیب داں ترے صدقے

۶؎ یہاں لا یجدن اور لا یدخلن میں دونوں جماعتیں مراد ہیں کوڑے والے ظالموں کی جماعت اور ان بے حیا عورتوں کی جماعت، مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولاً جنت میں نہ جائیں گی وہاں سے دور رہیں گی اپنی ان حرکتوں کی سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگرچہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، یا مطلب یہ ہے کہ جو ان کاموں کو حلال جان کر یہ کرے وہ کافر ہے پھر جنت میں کیسے جائے، یا مطلب یہ ہے کہ پاک دامن عورتوں کی طرح اولاً جنت میں نہ جائیں گی۔ ۷؎ اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلاً سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ، ان احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بے پردگی کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی حاکم چاہے تو تعزیر کے طور پر سزا دے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۶۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی کسی سے لڑے تو چہرے سے بچے۱؎ کہ اللہ تعالٰی نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۲؎ (مسلم، بخاری)

(۳۳۶۹) ۱؎ یعنی کسی کو لڑائی میں چہرے پر نہ مارو اگرچہ کافر سے ہی جہاد کرو کہ اسے قتل کردو مگر اس کا چہرہ نہ بگاڑو، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ زانی کے چہرہ پر کوڑا نہ مارو اپنی اولاد خادم کو قصور پر سزا دو تو چہرے پر نہ مارو۔ ۲؎ یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں سے اسے حسین و جمیل بنایا۔ خود فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵، ۴) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا (کنزالایمان) لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اللہ تعالٰی تو صورت سے پاک ہے پھر اس کی صورت کیسی یا یہ اضافت شرف کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا ناقۃ اللہ، بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو صورت رحمان پر پیدا فرمایا، اگر وہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب بھی یہی ہوگا، خیال رہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی بڑی کامل مخلوق ہے اسے رب نے سننے دیکھنے بولنے اور سوچنے سمجھنے کی طاقت بخشی، اگر یہ ترقی کرے تو فرشتوں سے افضل ہو جائے اگر نیچے گرے تو ابلیس سے بدترین جائے اور اس کی ساری قوتیں سر اور چہرے میں جمع ہیں اس لئے اس پر مارنے سے منع فرمایا گیا، اسی جگہ مرقات نے بہت نفیس تقریر کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ　　　دوسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَهٗ فِي الْبَيْتِ

(۳۳۷۰) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے پردہ کھولا پھر گھر میں نظر ڈالی اس

قَبْلَ اَنْ یُّؤْذَنَ لَهٗ فَرَاٰی عَوْرَةَ اَهْلِهٖ فَقَدْ اَتٰی حَدًّا لَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یَّاْتِیَهٗ وَلَوْ اَنَّهٗ حِیْنَ اَدْخَلَ بَصَرَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ رَجُلٌ فَفَقَاَ عَیْنَهٗ مَا غَیَّرْتُ عَلَیْهِ وَاِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰی بَابٍ لَا سِتْرَلَهٗ غَیْرَ مَغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِیْئَةَ عَلَیْهِ اِنَّمَا الْخَطِیْئَةُ عَلٰی اَهْلِ الْبَیْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ۔

سے پہلے کہ اسے اجازت دی جائے پھر گھر والوں کا ستر دیکھ لیا تو اس نے ایسی سزا کا کام کیا جو کرنا اسے درست نہ تھا۱ اور جب کہ اس نے نظر ڈالی تو کوئی سامنے آ گیا اور کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اسے شرم نہ دلاؤں گا۲ اور اگر کوئی شخص بے پردہ دروازے کھلے پر گزرے پھر دیکھ لے تو اس پر گناہ نہیں۳ خطاء تو صرف گھر والوں پر ہے۴ (ترمذی) اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔۵

(۳۳۷۰)۱یعنی جو شخص کسی کے گھر کے دروازے کا لٹکا ہوا پردہ یا بند کواڑ بغیر صاحب خانہ کی اجازت کے کھولے اور گھر میں جھانک لے جس سے گھر کی چھپی چیزیں یا چھپی عورتیں یا کسی مرد کا ستر دیکھ لے تو اس نے بدترین گناہ کیا کہ حق اللہ بھی تلف کیا حق العبد بھی برباد کیا۔۲یعنی اس آنکھ پھوڑ دینے والے کو نہ تو کوئی سزا دوں گا نہ ملامت کروں گا کیونکہ یہاں قصور اس جھانکنے والے کا ہے' اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کے متعلق ائمہ دین کا اختلاف پہلے بیان ہو چکا کہ احناف کے نزدیک یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے ورنہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے آنکھ کا قصاص ضرور لیا جائے گا۔ رب تعالٰی نے فرمایا: وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ (۵:۴۵) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (کنزالایمان) آنکھ تو آنکھ کے بدلے میں پھوڑی جا سکتی ہے نہ کہ تانک جھانک کے عوض۔۳یعنی اب اس دیکھنے والے پر یہ جرم نہیں جو ابھی مذکور ہوا اگرچہ نیچی نگاہ رکھنا بہتر ہے۔۴اس سے معلوم ہوا کہ گھر کا دروازہ بلا ضرورت کھلا رکھنا گناہ ہے یہ جب ہے جبکہ دروازے کے آگے یا پیچھے پردہ کی دیوار نہ ہو کہ اس صورت میں دروازہ کھلا رہنے سے گھر والوں کی بے پردگی ہوتی ہے اس کا بہت خیال چاہیئے لوگ اس سے غافل ہیں۔۵یہ حدیث احمد اور ترمذی نے بھی انہی راوی سے کچھ فرق کے ساتھ نقل فرمائی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّتَعَاطَی السَّیْفُ مَسْلُوْلًا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ و اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۷۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ننگی تلوار لی دی جائے۱ (ترمذی' ابوداؤد)

(۳۳۷۱)۱یعنی تلوار ایک دوسرے کو میان میں دینا چاہیئے' ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے' یہ نہی تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کا لین دین بلاکراہت درست ہے۔ (از مرقات)

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّقَدَّ السَّیْرُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۷۲) روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ دو انگلیوں کے درمیان تسمہ کاٹا جائے۔۱ (ابوداؤد)

(۳۳۷۲)۱یعنی جب جوتے کے لئے تسمہ کاٹو احتیاط سے کاٹو پاؤں یا ہاتھ کی دو انگلیوں میں چمڑا لے کر کاٹنا ممنوع ہے کہ اس میں ہاتھ پاؤں کی گاہی کے کٹ جانے کا اندیشہ ہے' سبحان اللہ کیسے رحیم و کریم نبی ہیں کہ اپنی امت کے بھلے کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں' یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے اور شفقت کی بنا پر (مرقات واشعہ)

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

(۳۳۷۳) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے کہ رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے دین کے لئے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے [1] اور جو اپنے خون کے لئے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے اور جو اپنے مال کے لئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کے لئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے [2] (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۳۴۷۳)[1] یعنی کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کلمہ گو بے دین سے کسی دینی مسئلہ میں اس سے لڑائی ہوگئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے [2] اس طرح کہ کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اس کا مال چھیننے آیا' یہ شخص اپنی جان' عزت' مال کی حفاظت کے لئے' ان کے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلماً مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا کیونکہ بغیر قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر اس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجود حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْقَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الرِّجْلُ جُبَارٌ ذُكِرَ فِيْ بَابِ الْغَصَبِ .

(۳۴۷۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں [1] ان میں سے ایک دروازہ اس کے لئے ہے جو میری امت پر تلوار سونتے [2] یا فرمایا محمد مصطفٰی کی امت پر (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابوہریرہ کی حدیث کہ پاؤں [3] ساقط ہے باب الغصب میں ذکر کی گئی [4]

(۳۴۷۴)[1] قرآن کریم فرماتا ہے: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (۱۵/۴۴) اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے (کنزالایمان) لہذا یہ حدیث اس قرآنی آیت سے مؤید ہے اور نہایت درست ہے [2] یعنی ظلماً قتل کرنے کے لئے کسی مسلمان پر تلوار اٹھائے اور یہ دروازہ بمقابلہ دوسرے دروازوں کے زیادہ خطرناک ہوگا کہ یہ جرم بھی سخت ہے۔ [3] کہ اگر کسی کا گدھا یا گھوڑا کسی کو لات مار کر زخمی یا ہلاک کردے تو گھوڑے گدھے کے مالک پر تاوان نہیں یوں ہی اگر کسی کی گائے بھینس سینگ مار کر زخمی کردے اس کا بھی یہی حکم ہے' اور اگر کسی کا کتا کسی کو کاٹ کر زخمی کردے تو اس کا یہ حکم نہ ہونا چاہئے کیونکہ بلاضرورت کتا پالنا ہی ممنوع ہے اور ایسے ظالم کتے کو آزاد چھوڑنا سخت ہے ضرورۃً کتا پالا جائے تو اسے باندھ کر رکھے واللہ ورسولہ اعلم [4] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے یہ حدیث باب الغصب میں بیان کردی۔

بَابُ الْقَسَامَةِ

قسم لینے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

قسامت کے لغوی معنی ہیں قسم کھانا یا قسم لینا مگر احناف کے نزدیک قسامت کے معنی شرعی یہ ہیں کہ کسی محلّہ میں کوئی مقتول پایا گیا قاتل کا پتا نہیں چلتا تو مقتول کے ورثاء اس محلّہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لیں ہر ایک یہ قسم کھائے کہ نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے نہ ہم کو

قاتل کا پتا ہے' ان پچاس آدمیوں کے چننے میں مقتول کے ورثاء کو اختیار ہوگا کہ محلّہ میں جن سے چاہیں قسم لیں مگر آزاد عاقل بالغ مردوں سے قسم لیں' خیال رہے کہ قسامت کے بعد قصاص کسی پر واجب نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی خواہ مقتول کے وارث قتل عمد کا دعویٰ کریں یا قتل خطاء کا' نیز قسم صرف ملزمین پر ہوگی مقتول کے ورثاء پر نہ ہوگی جیسا کہ تیسری فصل میں آرہا ہے یا مقتول کے ورثاء دو عینی گواہ پیش کریں ورنہ ملزمین قسمیں کھائیں' قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا جسے اسلام نے بھی باقی رکھا' قسامت کے تفصیلی احکام کتب فقہ میں اور اسی جگہ لمعات' اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَآءَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَ حُوَيِّصَةُ وَ مُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمُوْا فِيْ اَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَاَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَكَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِيْ لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْاَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحِقُّوْا قَتِيْلَكُمْ اَوْقَالَ صَاحِبَكُمْ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُوْدُ فِيْ اَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَفَدَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا وَّ تَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ فَوَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ بِمِائَةِ نَاقَةٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ)

(٣٣٧٥) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج ۱ اور سہل ابن حثمہ سے ۲ انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ ابن سہل ۳ اور محیصہ ابن مسعود دونوں خیبر پہنچے تو وہ دونوں باغات میں متفرق ہو گئے ۴ عبداللہ ابن سہل قتل کر دیئے گئے تو عبدالرحمٰن بن سہل اور حویصہ اور محیصہ یعنی مسعود کے بیٹے ۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے ساتھی کے معاملہ میں انہوں نے گفتگو کی ۶ تو عبدالرحمٰن نے ابتداء کی اور تھے یہ ساری قوم میں چھوٹے تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے کا بڑا پن رکھو ۷ یحییٰ ابن سعید فرماتے ہیں مقصد یہ تھا کہ بڑا گفتگو کرے ۸ چنانچہ انہوں نے بات چیت کی ۹ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے آپس کی پچاس قسموں سے اپنے مقتول کے یا فرمایا اپنے ساتھی کے مستحق ہو سکتے ہو ۱۰ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں ۱۱ تو فرمایا پھر یہود اپنی پچاس پچاس قسموں کے ذریعہ تم سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے ۱۲ عرض کیا یا رسول اللہ وہ کافر قوم ہے ۱۳ تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فدیہ دیا ۱۴ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھالو اپنے قاتل کے حقدار ہو جاؤ' یا ساتھی کے ۱۵ پھر اس کا فدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹنیاں دیں ۱۶ (مسلم بخاری) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(٣٣٧٥) ۱ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے حارثی انصاری ہیں بدر میں بہت چھوٹے تھے اس لئے شریک نہ ہوئے' پھر غزوہ اُحد اور باقی غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں آپ کو تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرے اس زخم کی گواہی دوں گا' اس وقت زخم اچھا ہو گیا' پھر یہی زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں جاری ہو گیا' اس سے آپ کی وفات ہوئی ٣٧ھ میں

چھیاسی سال عمر پائی مشہور صحابی ہیں (مرقاۃ)۲؎ آپ بہت کم عمر صحابی ہیں ۳ھ میں ولادت ہے۔۳؎ آپ بھی انصاری حارثی ہیں عبدالرحمٰن ابن سہل کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے ہیں آپ ہی خیبر میں قتل کیے گئے۴؎ سیر وتفریح کے لئے خیبر گئے اور وہاں باغوں میں متفرق ہوگئے ایک کسی باغ میں چلا دوسرا کسی اور باغ میں فقیر نے خیبر کی سیر اور زیارات کی ہیں' وہاں اب بھی سات قلعہ ہیں اور باغات تو بہت ہی ہیں اہل مدینہ وہاں تفریح کے لئے جاتے ہیں مدینہ طیبہ سے تبوک وعمان کے راستہ پر ایک سو ساٹھ کیلومیٹر ہے' اب وہاں تک بلکہ تبوک تک سڑک پختہ ہے۔۵؎ عبدالرحمٰن ابن سہل تو مقتول عبداللہ ابن سہل کے بھائی تھے اور حویصہ اور محیصہ مقتول کے چچازاد تھے۔۶؎ یعنی گفتگو کرنی چاہئے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔۷؎ یعنی تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا' بڑے حویصہ تھے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے' بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے رشتہ کی بڑائی' علم کی بڑائی' تقویٰ کی بڑائی' عمر کی بڑائی' یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔۸؎ اس سے معلوم ہوا کہ حدود وقصاص کے مقدمہ میں کسی کو ذکیل کرنا جائز ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤکل کی موجودگی میں بھی وکیل کام وکلام کرسکتا ہے کیونکہ عبدالرحمٰن ابن سہل تو اس مقتول کے حقیقی بھائی تھے یہی ولی مقتول تھے' یہی مدعی تھے' حویصہ اور محیصہ چچازاد تھے یہ ولی مقتول نہ تھے بلکہ اب مدعی کے وکیل ہوئے۔۹؎ اس طرح کہ بڑے نے بات چیت کی مقدمہ پیش کیا چونکہ وکیل کا کام مؤکل کا کام ہوتا ہے' اس لئے اس گفتگو کو سب کی طرف منسوب کیا گیا۔۱۰؎ یعنی تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں کہ فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو تم اس سے بدلہ لے سکتے ہو' احناف کے ہاں دیت ملے گی شوافع کے ہاں قصاص' خیال رہے کہ یہ حضور کا فتویٰ تھا فیصلہ نہ تھا کیونکہ مدعیٰ علیہ کی بغیر موجودگی فیصلہ نہیں ہوسکتا' فیصلہ کے لئے فریقین کے بیانات لینا ضروری ہیں' اسی لئے حضور انور نے یہاں خلاف ترتیب قسم کا ذکر فرمایا' ورنہ قسامت میں صرف ملزمین پر قسم پیش ہوتی ہے (مرقات) اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس مقدمہ میں پہلے قسم مدعیان سے لی جائے گی اگر یہ انکار کریں تو مدعیٰ علیہ سے' ہم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ تھا حکم نہ تھا نیز یہ حدیث قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور احادیث متواترہ کے بھی لہٰذا ناقابل عمل ہے مدعی پر گواہ لازم ہیں قسم نہیں اور گواہ صرف دو چاہئیں' ہماری دلیل آگے آرہی ہے۔۱۱؎ تو بغیر دیکھے ہم کیسے قسم کھالیں کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔۱۲؎ اس طرح کہ یہود خیبر پچاس شخص قسم کھالیں گے کہ نہ ہم قاتل ہیں نہ قاتل کی ہم کو خبر ہے اور دیت سے بچ جائیں گے' معلوم ہوا کہ قسامت میں ایک فریق کے انکار قسم پر اس کے خلاف فیصلہ نہ ہوگا بلکہ فریق' آخر پر پیش ہوگی' بخلاف دیگر مقدمات کے۔۱۳؎ یعنی یہود کی قسموں کا ہم کو اعتبار نہیں وہ جھوٹی قسمیں کھاسکتے ہیں۔اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ مسلمان کے خلاف کافر کی قسم معتبر نہیں کہ قسم گواہی کے قائم مقام ہے جب ان کی ایسی گواہی معتبر نہیں تو قسم کیسے معتبر ہوگی۔۱۴؎ تاکہ مقتول کا خون ضائع نہ جائے اور فتنہ فرو ہوجائے کیونکہ یہود پر سواء قسم کے اور کوئی شئے واجب نہ ہوسکتی تھی اور مدعیان اس قسم پر راضی نہ تھے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیت نہ عطاء فرمادیتے تو یہ مسلمان نہ معلوم کتنے یہود کو قتل کرڈالتے' ایسا بے مثال عدل کہیں دیکھنے میں نہ آیا کہ ذمی کفار کو بچانے کے لئے اپنی گرہ سے سو اونٹ دے دیئے' خیال رہے ایسے موقع پر کفار کی قسم معتبر ہے کیونکہ وہ قسم مسلمان کے مقابل نہیں بلکہ اپنے سے رفع مقدمہ کے لئے ہے۔۱۵؎ مدعیان کی یہ قسم عینی نہ ہوگی کیونکہ دو دیکھنے والوں کی گواہی سے قتل ثابت ہوجاتا ہے' پھر گواہ پر قسم نہیں ہوتی بلکہ ظن وگمان کی قسم ہوگی' کہ گمان غالب ہے کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔۱۶؎ یہ صورۃً فدیہ تھا مگر حقیقۃً عطیہ شاہانہ تھا جس کا مقصد ہم پہلے بیان کرچکے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلاً بِخَيْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِيَاءُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَلَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلٰى قَاتِلِ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَمْ يَكُنْ ثَمَّ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّمَاهُمْ يَهُوْدٌ وَقَدْ يَجْتَرِؤُنَ عَلٰى اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارُوْا مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَحْلَفَ هُمْ فَاَبَوْا فَوَدَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

دوسری فصل

(۳۳۷۶) روایت ہے حضرت نافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص خیبر میں مقتول ہو گئے[۱] تو ان کے اولیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے[۲] پھر یہ واقعہ حضور سے عرض کیا تو فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے ساتھی کے قتل پر گواہی دیں وہ بولے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں کوئی مسلمان نہ تھا[۳] اور وہ لوگ یہود ہیں جو اس سے بڑے جرم پر بھی جرأت کر لیتے ہیں تو فرمایا کہ تم ان میں سے پچاس شخص چن لو پھر ان سے قسم لو[۴] ان حضرات نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت دے دی[۵] (ابوداؤد)

(۳۳۷۶)[۱] یہ مقتول وہی عبداللہ ابن سہل تھے جن کا واقعہ ابھی پہلی فصل میں گزر چکا[۲] یعنی مقتول کے حقیقی بھائی اور چچا زاد جیسا کہ ابھی گزرا'[۳] یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے کہ احناف کے ہاں اگر کوئی مقتول کسی گلی کوچہ میں پایا جائے جس پر قتل کا اثر ہو جیسے خون یا زخم کاری یا گلا گھونٹنے کے آثار تب اولاً ولی مقتول سے گواہ طلب کئے جائیں گے اگر دو گواہ قتل عمد کے مل گئے تو قاتل پر قصاص لازم ہوگا ورنہ اہل محلّہ سے پچاس آدمیوں کی قسم لی جائے گی' لیکن اگر اثر قتل نہیں ہے کہ غالبًا وہ شخص خود ہاٹ فیل (Heart Fail) سے مرا ہے' یہاں حضور نے مدعیان سے گواہ مانگے' اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے فرماتا ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (۶۵'۲) اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو (کنزالایمان) حدیث متواتر سے بھی' حضور فرماتے ہیں البینة علی المدعی والیمین علی من انکر نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے بھی اس کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل فرمایا پہلی فصل کی حدیث اگرچہ متفق علیہ ہے مگر حکم قرآنی اور احادیث متواترہ اقوال صحابہ کے خلاف ہے اسی لئے امام ابوحنیفہ نے اس پر عمل نہ فرمایا' اس کی پوری بحث اسی جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے۔[۴] کیونکہ تمہارے پاس قتل کے گواہ عینی موجود نہیں اگر دو گواہ عینی مل جائیں تو قسامت نہیں ہوتی۔[۵] یہ دیت دینا حکم شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ کے لئے ہے آئندہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو محلّہ والوں سے قسم لی جائے گی خواہ مسلمان ہوں یا کافر ذمی۔

بَابُ قَتْلِ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَالسُّعَاةِ بِالْفَسَادِ

مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یعنی مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب شریعت میں مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے' اسی طرح اسلامی فرقوں میں سے وہ فرقہ جس کی بدعقیدگی کفر تک پہنچ گئی ہو جیسے قادیانی' بہائی' خوارج اور تبرائی روافض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگو گستاخ وہابی یہ بھی مرتد ہیں کیونکہ جب یہ بچپن میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں کہ بچہ کا اسلام معتبر ہے مگر اپنی قومی بدعقیدگیوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتے کہ بچہ کا کفر معتبر نہیں' پھر جب بالغ ہو کر وہ عقیدے اختیار کرتے ہیں تو اب اسلام کے بعد کافر ہوتے ہیں' ان فرقوں کے ارتداد کی تصریح فتاوی عالمگیری باب المرتدین میں ہے' فسادی وہ لوگ ہیں جو مملکت اسلامیہ میں شرانگیزی کریں جیسے ڈاکو اور باغی وغیرہم' مرتد کے لئے مستحب یہ ہے کہ اسے غور کرنے کی کچھ مہلت دی جائے اگر اسے اسلام کے متعلق کچھ شبہات ہوں تو دور کر دیئے جائیں' اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے اور ڈاکو وغیرہ کو سولی دی جائے یہ دونوں قتل قرآن کریم سے ثابت ہیں اور احادیث شریف سے بھی' قرآن کریم نے مرتدین بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا: فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط (۲:۵۴) تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو (کنزالایمان) جو بنی اسرائیل بچھڑا پوج کر مرتد ہو گئے انہیں قتل کیا گیا' اور فسادیوں کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا (۵:۳۳) وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیے جائیں۔ (کنزالایمان)

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۳۷۷) روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ جناب علی کے پاس کچھ بددین لائے گئے[۱] آپ نے انہیں جلا دیا[۲] تو یہ خبر حضرت ابن عباس کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ سے کہ فرمایا کسی کو اللہ کا عذاب نہ دو[۳] میں انہیں قتل کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو[۵] (بخاری)[۶]

(۳۳۷۷)[۱] زنادقہ زندیق کی جمع ہے' زندیق ملحد و بے دین کو کہتے ہیں مجوس جو کہتے تھے کہ زند کتاب آسمانی ہے ان کے لئے یہ لفظ وضع ہوا' پھر ہر بے دین کو زندیق کہنے لگے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قوم سائبہ کے لوگ عبداللہ ابن سبا کے مطیع ہو گئے جو حضرت علی کو خدا کہنے لگے دیگر صحابہ پر تبرا کرنے لگے' وہ حضرت علی کی کچہری میں پکڑ کر لائے گئے' رفض کی اصل یہاں سے قائم ہوئی' اب بھی

روافض میں ایک فرقہ نصیری ہے جو جناب علی کو خدا کہتا ہے، ہم نے مرثیوں میں یہ شعر سنا ہے۔شعر:

دکھا دو یا علی جلوہ نصیری کے خدا تم ہو یہ آنکھیں طالب دیدار ہیں حاجت روا تم ہو

دیکھو لمعات، مرقات، اشعۃ اللمعات۔۲؎ اس طرح کہ پہلے حضرت علی نے انہیں توبہ کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کیا آپ نے خندق کھودوا کر اس میں آگ جلوائی پھر جلتی آگ میں ان زندوں کو ڈال دیا جس سے وہ جل کر راکھ ہوگئے (مرقات، اشعہ، لمعات) ۳؎ یعنی اگر بجائے علی مرتضٰی کے میں خلیفہ ہوتا یا اس وقت حضرت علی کے پاس میں موجود ہوتا، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، کیونکہ فرمارہے ہیں میں نہ جلاتا یہ نہ فرمایا کہ میں نہ جلانے دیتا۔۴؎ معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا صرف قتل ہے، کسی جاندار کو زندہ نہ جلایا جائے، بعض لوگ جوں، کھٹل، بھڑ کو زندہ آگ میں ڈال دیتے ہیں، وہ اس سے عبرت پکڑیں۵؎ فی زمانہ بعض لوگ قتل مرتد کے انکاری ہیں حالانکہ قتل مرتد قران کریم سے بھی ثابت ہے فرماتا ہے: فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ نیز حکومت کا باغی لائق قتل ہے، تو حکومت الٰہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہئے۔مرتد ربانی حکومت کا باغی ہے، خیال رہے کہ یہاں دینہ سے مراد اسلام ہے کیونکہ انسان کا اصلی اور روحانی دین اسلام ہی ہے، دوسرے دین تو دنیا میں آکر بری صحبتوں سے ملتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اپنا دین یعنی اسلام ترک کر کے دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کردو، شاید حضرت علی کو یہ روایت پہنچی نہ تھی، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت علی کو حضرت ابن عباس کے اس فرمان کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا، دیکھو مرقات واشعۃ اللمعات۔۶؎ اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا، خیال رہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اسے قید کیا جائے گا حتی کہ توبہ کرے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ . (رَوَاهُ البخاری)

(۳۴۷۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی آگ سے عذاب نہ دے سواء اللہ تعالٰی کے۱؎ (بخاری)

(۳۴۷۸)۱؎ یعنی زندہ کو آگ میں جلانا صرف رب تعالٰی کے لئے سزاوار ولائق ہے کہ وہ کفار اور بعض گنہگاروں کو دوزخ میں زندہ جلادے گا، خیال رہے کہ آگ میں جلانے کی بہت صورتیں ہیں، آگ میں ڈال دینا، گرم کھائی میں ڈالنا، تپتے لوہے پر لٹا کر ہلاک کردینا وغیرہ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِّمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۷۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آخر زمانے میں قوم نکلے۱؎ گی نوعمر عقل کے ہلکے۲؎ کلام کریں گے مخلوق کے قول کے بہترین سے۳؎ ان کا ایمان ان کے گلے سے نہ اترے گا۴؎ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۵؎ تو تم انہیں جہاں کہیں پاؤ قتل کردو۶؎ کہ ان کے قتل میں قیامت کے دن ثواب ہے اسے جو انہیں قتل کرے۔۷؎ (مسلم بخاری)

(۳۴۷۹)۱؎ غالبًا آخر زمان سے مراد خلافت راشدہ کا آخری دور ہے اور اس قوم سے مراد خوارج ہیں کیونکہ خوارج حضرت علی کی خلافت میں پیدا ہوئے، اور ہوسکتا ہے کہ آخر زمانہ سے مراد قریب قیامت ہو اور اس قوم سے مراد وہابی ہوں کہ ان کا خروج بارھویں صدی

میں ہوا' علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج فرمایا ہے' یہ بھی قریباً خوارج ہیں۔ ۲؎ یعنی ان میں اکثر نوعمر لڑکے عقل کے کوتاہ ہوں گے' حدثاء جمع ہے حدیث کی بمعنی نیا اور سفہاء جمع ہے سفیہ کی بمعنی ہلکا پن یا بے عقلی جیسے صغیر کی جمع صغراء ہے۔ ۳؎ یعنی مخلوق جو بہترین کلام بولتی یا پڑھتی ہے وہ کلام کیا کریں گے یعنی قرآن مجید بہت پڑھیں گے ہر ایک کو دعوت قرآن دیں گے مشکوٰۃ شریف کے بعد نسخوں میں ہے' من قول خیر البریه اس صورت میں خیر البریه سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے قول سے مراد حدیث شریف و قرآن مجید دونوں ہیں یعنی ہر ایک کو کتاب و سنت کی طرف دعوت دیں گے اور قال اللہ قال الرسول ان کی زبان پر رہے گا (مرقات) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین خلق ہیں یہ بدنصیب کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں دیکھو بخاری باب الخوارج اور مرقات یہی مقام آج دیوبندیوں وہابیوں کی تقریریں تحریریں دیکھو کہ یہ لوگ ہمیشہ بتوں کی آیات حضرات انبیاء اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور کفار و مشرکین کی آیات مسلمانوں پر پڑھتے ہیں ۴؎ یعنی کلمہ اور اسلام ان کے صرف منہ میں ہوگا دل میں کفر اور حضرات انبیاء اولیاء اور تمام مسلمانوں سے بغض بھرا ہوگا' حناجر جمع ہے حنجرہ کی بمعنی حلقوم ۵؎ دین سے مراد اسلام ہے نہ کہ محض طاعت بادشاہ یعنی شکاری کا تیر شکار کے جسم میں داخل ہوکر ایسے نکل جاتا ہے کہ اس میں خون' گوشت' چربی کچھ بھی نہیں لگا ہوتا بالکل صاف ہوتا ہے ایسے ہی یہ لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ ان کے دلوں میں اسلام کا شائبہ بھی نہ ہوگا اللہ کی پناہ ۶؎ یا اس لئے قتل کردو کہ وہ مرتد ہیں یا اس لئے کہ وہ سلطان اسلام کے باغی ہیں مگر یہ قتل شاہ اسلام کرے گا نہ کہ عام مسلمان کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا خوارج کافر ہیں فرمایا وہ کفر ہی سے تو بھاگتے ہیں پوچھا کہ کیا یہ منافق ہیں؟ فرمایا منافق لوگ ذکر اللہ کم کرتے ہیں' پوچھا پھر ہم انہیں کیا کہیں؟ فرمایا فتنہ میں مبتلا ہوکر بہرے گونگے ہوگئے ہیں معلوم ہوا کہ خوارج' باغی' مرتد کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ کار ثواب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ اُمَّتِیْ فِرْقَتَیْنِ فَیَخْرُجَ مِنْ بَیْنِهِمَا مَارِقَةٌ یَلِیْ قَتْلَهُمْ اَوْلَا هُمْ بِالْحَقِّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۸۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت دو جماعتیں ہوجائے گی ۱؎ تو ان دونوں سے ایک خارجی فرقہ نکل جائے گا ۲؎ اس کے قتل کا اہتمام وہ فرقہ کرے گا جو حق سے قریب ہوگا ۳؎ (مسلم)

(۳۳۸۰) ۱؎ یہاں دو فرقوں سے مراد مذہبی فرقے نہیں بلکہ سیاسی جماعتیں ہیں اس سے اشارہ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کی طرف ہے کہ یہ دونوں مذہباً مسلکاً ایک تھے ان میں اختلاف سیاسی تھا ۲؎ خیال رہے کہ خارجی فرقہ حضرت علی کی جماعت سے نکلا تھا نہ کہ امیر معاویہ کی جماعت سے' پھر بینهما فرمانا تعلیقاً ہے قرآن کریم فرماتا ہے: یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵'۲۲) ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے (کنزالایمان) حالانکہ موتی صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں یا بینهما کا مطلب یہ ہے کہ وہ خارجی فرقہ ان دونوں جماعتوں سے الگ ہوگا کسی کے ساتھ نہ ہوگا ۳؎ یعنی خارجی فرقہ کو ان دونوں جماعتوں ہی سے وہ قتل کرے گی جو حق پر ہوگی یا حق تعالٰی سے قریب تر ہوگی چنانچہ خارجی فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا یہ لوگ کل دس ہزار تھے حضرت عبداللہ ابن عباس کے سمجھانے پر پانچ ہزار نے توبہ کرلی پانچ ہزار ذوالفقار حیدری سے مارے گئے' بہت سے مارے گئے کچھ بچے جو حضرموت اور بحرین میں تتر بتر ہوگئے' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی دونوں مومن صالح ہیں کہ ان دونوں کی جماعت کو حضور نے امتی فرمایا' دوسرے یہ کہ اس اختلاف میں حضرت علی امام برحق تھے امیر معاویہ کی جماعت باغی تھی' تیسرے یہ کہ خارجی ان دونوں جماعتوں سے خارج ہیں اور بدترین گمراہ ہیں واجب القتل ہیں' باغی خارجی کا فرق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھئے۔

وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۸۱) روایت ہے حضرت جریر سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے موقع پر[۲] کہ میرے بعد کافر ہو کر نہ لوٹ جانا[۳] کہ تم سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں (مسلم بخاری)

(۳۳۸۱)[۱] آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں بہت حسین و جمیل اور خوش اخلاق تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لائے پھر کوفہ میں رہے پھر قرقیسیا بستی آ گئے وہاں ہی ۵۰ھ میں وفات پائی آپ سے اکثر محدثین نے ۱۰۰ احادیث روایت کیں۔[۲] دسویں ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ شریف کے خطبہ میں یہ فرمایا (اشعہ)[۳] کافر سے مراد ناشکرا یا عمل کافر ہے جو کافروں کے سے کام کرے ورنہ مسلمان کو قتل کرنا سخت حرام ہے مگر کفر نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (۴۹،۹) اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں (کنزالایمان) دیکھو قتال کرنے والوں کو مومنین فرمایا گیا' یہاں مرقات نے کفار کی سات توجیہیں فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِيْ جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ دَخَلَاهَا جَمِيْعًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قُلْتُ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِه . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۸۲) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے[۱] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب دو مسلمان ملیں کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے[۲] تو وہ دونوں دوزخ کے کنارہ میں ہوتے ہیں[۳] پھر جب ان میں سے ایک اپنے صاحب کو قتل کر دیتا ہے تو وہ دونوں دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں[۴] انہیں سے دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مل پڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دوزخ میں جاتے ہیں میں نے عرض کیا یہ تو قاتل ہے تو مقتول کا کیا ہے فرمایا وہ اپنے صاحب کے قتل پر حریص تھا۔[۶] (مسلم بخاری)

(۳۳۸۲)[۱] آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام نقیع ابن حارث ہے' آپ غزوہ طائف میں ایمان لائے آپ اس غزوہ میں گرفتار ہو گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد فرما دیا (مرقات)[۲] قتل یا زخمی کرنے کے ارادے سے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں' ہتھیار سے مراد عام ہتھیار ہے تلوار ہو یا نیزہ یا پستول و بندوق' خیال رہے کہ احد سے مراد کل واحد ہے یعنی ہر ایک دوسرے کے مقابل ہتھیار اٹھائے[۳] یعنی دوزخ کے قریب ہوتے ہیں کہ قتل ہوں یا کریں اور دوزخ میں جائیں[۴] یہ جب ہے جبکہ دونوں باطل پر ہوں اور اگر ان میں سے کوئی حق پر ہو تو باطل والا دوزخی ہے نہ کہ حق والا جیسے ڈاکو یا چور کے مقابلہ میں[۵] یہ جب ہے جبکہ دونوں ایک دوسرے کے قتل کا ارادہ کریں اگر ان میں سے ایک مدافع ہو کر دفاعاً دوسرے کو قتل کرے تو حملہ آور دوزخی ہوگا نہ کہ یہ دفاع کرنے والا[۶] یعنی یہ بھی ارادہ قتل سے ہی آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے ہاں خیال گناہ گناہ نہیں' لہذا یہ حدیث دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ کے خلاف نہیں' چور چوری کرنے نکلا مگر اتفاقاً نہ کر سکا گنہگار ہو گیا' فقہاء فرماتے ہیں کہ ارادہ کفر بھی کفر ہے[۷] یہ حدیث ابوداؤد و نسائی نے حضرت ابوبکرہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی۔ (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ فَاَسْلَمُوْا فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ

(۳۳۸۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے[۱] مسلمان

فَاَمَرَ هُمْ اَنْ يَّاتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَفعلوْا فَصَحُّوْا فَارْتَدُّوْا وَقَتَلُوْا رُعَاتَهَا وَاسْتَاقُو الْاِبِلَ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ اَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتّٰى مَاتُوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَمَّرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَاُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَاوَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہوگئے انہوں نے مدینہ کو ناموافق محسوس کیا۲ تو انہیں حضور نے حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں جائیں ان کے پیشاب اور دودھ پیئیں۔۳ انہوں نے یوں ہی کیا تو تندرست ہوگئے پھر مرتد ہوگئے اور ان کے چرواہوں کو قتل کردیا اور اونٹ ہانک لے گئے۴ پھر حضور نے ان کے پیچھے سپاہی بھیجے۵ وہ لوگ لائے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۶ پھر ان کو نہ داغا حتی کہ وہ مر گئے۷ اور ایک روایت میں ہے پھر ان کی آنکھیں اندھی کردی گئیں۸ اور ایک روایت میں ہے کہ سلائیوں کا حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیر دیں۹ اور انہیں حرہ میں ڈال دیا پانی مانگتے تھے تو نہ پلائے جاتے تھے حتی کہ مر گئے۱۰ (مسلم بخاری)

(۳۳۸۳)۱ نفر تین سے لے کر دس تک کو کہتے ہیں' یہ لوگ آٹھ آدمی تھے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ سات آدمی تھے چار تو قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے' اسی لئے بعض احادیث میں ہے کہ عرینہ کے تھے بعض میں ہے کہ عکل کے تھے' یہ دونوں روایات درست ہیں کہ وہ دونوں قبیلوں کے تھے۲ اجتوا بنا ہے جواءٌ سے بمعنی مرض و بیماری یعنی ان کو مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہ آئی اور بیمار ہوگئے' اصل میں مدینہ منورہ کی سرزمین نے ان کو نکالنا چاہا تھا ورنہ مدینہ پاک کی سی آب وہوا روئے زمین میں کسی جگہ نہیں۳ چونکہ یہ لوگ مسافر بھی تھے غریب و مسکین بھی' اس لئے ان کو صدقہ کے اونٹ کے دودھ پینے کی اجازت دے دی گئی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرمالیا تھا کہ ان کی شفا اس دودھ و پیشاب میں ہے اس لئے انہیں پیشاب پینے کی اجازت دے دی گئی اس حدیث کی بنا پر امام مالک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ حلال جانوروں کے پیشاب پاک ہیں' مگر قوی یہ ہے کہ ناپاک ہیں' سرکار فرماتے ہیں کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کہ عموماً عذاب قبر اس سے ہوتا ہے یہ ارشاد عالی ایک اونٹ کے چرواہے کے متعلق ہوا تھا بعض علماء نے فرمایا کہ دواءً نجس یا شراب پینا جائز ہے مگر حق یہ ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ ان کی حرمت تو یقینی ہے مگر ہمارے لئے ان سے شفا یقینی نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی شفا بذریعہ وحی یقیناً معلوم فرمائی تھی ہم کو یہ یقین کیسے میسر ہو گا امام ابو یوسف کے نزدیک طبیب حاذق کے کہہ دینے پر جائز ہے' امام شافعی کے ہاں ہر نجاست سے علاج جائز ہے بشرطیکہ نشہ والی نہ ہو مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے (مرقات واشعہ)۴ یعنی یہ لوگ مرتد بھی ہوگئے ڈاکو بھی قاتل بھی لہذا سخت سزا کے مستحق ہوئے۵ یہ بیس کی ایک جماعت تھی جس میں حضرت علی بھی تھے رضی اللہ عنہم' حضور انور کا سپاہی بننا ملائکہ کے لئے فخر ہے' جنگ بدر میں فرشتے پانچ ہزار اترے یہ سب حضور کے سپاہی تھے' اللہ کے لئے مجھے تو حضور اپنے در کا جھاڑو والا بنا کر رکھ لیں۔ شعر:

پس مردن مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی میسر گر مجھے دو گز مدینہ میں زمیں ہوتی

۶ بعض شارحین نے فرمایا کہ سمر اور سمل دونوں کے معنی ہیں آنکھیں بیکار کردینا مگر سمر کے معنی ہیں آنکھ میں لوہے کی گرم سلائی پھیر کر اس کی روشنی ختم کر ... معنی ہیں یعنی گرم سلائی

پھیر کر روشنی ضائع کردینا یعنی ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کے زخموں کو گرم لوہے سے داغ نہ دیا تاکہ خون بند ہوجاتا اور وہ بچ جاتے بلکہ یوں ہی خون بہنے دیا حتیٰ کہ تمام خون نچڑ گیا اور وہ ہلاک ہوگئے ۸؎ اس روایت میں سمل لام سے ہے اور اس روایت میں سمر رے سے، ہے ہم عرض کرچکے کہ دونوں کے معنی قریبًا ایک ہیں ہیں۔ ۹؎ حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کی روشنی بالکل جاتی رہی' ۱۰؎ خیال رہے کہ اب شریعت میں مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ دینا آنکھیں پھوڑ دینا ممنوع ہے حضور کا یہ عمل یا تو مثلہ کی ممانعت سے پہلے تھا بعد میں مثلہ سے منع فرمایا' یا اس لئے تھا کہ ان لوگوں نے حضور کے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا' تو قصاصًا حضور نے بھی ان سے یہی سلوک فرمایا' یا اس لئے تھا کہ انہوں نے بہت جرم کئے تھے مرتد ہوجانا' چرواہوں کو مار ڈالنا' مال لوٹ لینا وغیرہ' لہٰذا ان کو یہ سزا دی گئی' اگر مجرم کئی قسم کے جرم کرلے تو حاکم تمام قصاصوں کو جمع کرسکتا ہے (مرقات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر مرتد پیاس سے مر رہا ہو اور کسی کے پاس بقدر وضو پانی ہو تو اسے پانی نہ دے بلکہ وضو کرے اور اگر ذمی کافر یا جانور پیاس سے مر رہا ہو تو وضو نہ کرے اسے پلائے' مرتد کسی رحم کا مستحق نہیں' خیال رہے کہ اسلام بہت رحمت والا دین ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ہیں' مگر اسلام میں سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ سخت سزا سے ہی جرم بند ہوتے ہیں اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے عرب جیسے ملک میں امن ان ہی سختیوں سے قائم ہوا اور آج ہمارے ملکوں میں امن اس لئے نہیں کہ یہاں سزائیں نرم ہیں ہم کو اپنے ہاں کی بدامنی دیکھ کر ان سزاؤں کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ آج بازار میں ایک دو چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں ایک دو زانیوں کو رجم کردیا جائے تو انشاء اللہ ہمارے ہاں بھی عرب جیسا امن ہوسکتا ہے کہ وہاں لوگ شب کو گھروں کے دروازے بند نہیں کرتے، قیمتی دکان کھلی چھوڑ کر مسجد میں نماز کے لئے آجاتے ہیں اسلام کی خوبیاں کفار بھی ماننے لگے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحُثُّنَا عَلَی الصَّدَقَةِ وَیَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ النَّسَآئِیُّ عَنْ اَنَسٍ ۔

(۳۳۸۴) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو صدقہ کی رغبت دیتے تھے اور ہم کو مثلہ سے منع فرماتے تھے ۱؎

(ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کی۔

(۳۳۸۴) ۱؎ مثلہ کے لغوی معنی ہیں سخت سزا اب اصطلاح میں میت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک ذکر وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں اب قصاصًا مثلہ جائز ہے سزاءً مثلہ ممنوع ہے (اشعۃ اللمعات) گزشتہ حدیث کا مثلہ اگر قصاصًا تھا تو وہ حدیث محکم ہے اور اگر سزاءً تھا تو اس حدیث سے منسوخ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَیْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَیْهَا فَجَآءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفَرَّشُ فَجَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ

(۳۳۸۵) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبداللہ سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے حضور قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے ۲؎ ہم نے ایک لالی دیکھی جس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے ۳؎ کہ لالی آئی تو وہ بچھی جانے لگی ۴؎ پھر نبی کریم صلی

بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اسے کس نے غمگین کیا اس کے بچوں کی وجہ سے اس کے بچے اسے لوٹا دو۵ اور ایک چیونٹیوں کا جنگل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۶ فرمایا یہ کس نے جلایا ہم نے عرض کیا ہم نے فرمایا یہ لائق نہیں کہ آگ کے رب کے سواء کوئی او رآگ سے عذاب دے ۷(ابوداؤد)

(۳۳۸۵)۱ آپ عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن مسعو ہیں (اشعہ) مرقات نے عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن بحار فرمایا' آپ تابعی ہیں' عبدالرحمٰن کی ملاقات اپنے والد سے نہیں ہوئی کیونکہ ان کے والد آپ کے لڑکپن میں فوت ہوگئے تھے' عبدالرحمٰن ۹۹ھ میں سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہوئے۔۲ استنجا کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور۔۳ لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے' ۴ اس طرح کہ زمین کے قریب آکر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی اسے پتا چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں ۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دُکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے' فقیر کہتا ہے کہ بلاضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورۃً جائز' ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا ان کا ضرر دفع کرنا ۶ کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بجھا دی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی ۷ اس سے معلوم ہوا کہ ہروقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے دیکھو کچھ دیر کے لئے حضور غائب ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہوگئیں۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِىْ شَىْءٍ مَّنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَا هُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۸۶) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میری امت میں بڑا اختلاف و افتراق و جدائی ہوگا۱ ایک قوم ہوگی جو کلام اچھا کرے گی اور کام برے کرے گی ۲ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا ۳ دین سے ایسے نکل جائیں جیسے تیر شکار سے۔ واپس نہ ہوں گے ۴ حتیٰ کہ تیر اپنے چلہ پر لوٹ آئے ۵ وہ تمام انسانوں اور تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔۶ خوشخبری ہے اسے جو ان لوگوں کو قتل کرے اور اسے جن کو وہ لوگ قتل کریں ۷ کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے ۸ وہ کسی بات میں ہمارے نہیں ۹ اور جو انہیں قتل کرے وہ بقیہ لوگوں میں سے زیادہ قریب الی اللہ ہوگا ۱۰ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا سر منڈانا ۱۱ (ابوداؤد)

(۳۳۸۶)۱ اختلاف سے مراد خیالات کا جدا ہونا ہے اور افتراق سے مراد جسمانی جدائی یعنی جنگ و جدال' کشت وخون یعنی میری امت میں رائے کا اختلاف بھی ہوگا اور جنگ وجدال بھی' رائے کے اختلاف میں عقائد کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے اسلام کے بہتر فرقوں

کا اختلاف اور صرف رائے کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے حضرت علی ومعاویہ یا حضرت عائشہ وعلی کا اختلاف رضی اللہ عنہم اجمعین' خیال رہے کہ جب حضرت علی وامیر معاویہ نے جنگ بند کرنے کے لیئے دوحکم مقرر کر لئے' حضرت ابوموسیٰ اور عمروابن عاص تو حضرت علی کی فوج میں سے دس ہزار آدمیوں نے سرکشی کر دی بولے کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے کیونکہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم مان لیا رب تعالٰی فرماتا ہے اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ حضرت علی نے ان کی فہمائش کے لیئے حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا آپ نے اس کے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ رب تعالٰی زوجین کے اختلاف کے متعلق فرماتا ہے: فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَھۡلِہٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَھۡلِھَا (۴:۳۵) تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے (کنزالایمان) جب لڑنے والے زوجین اپنے اختلاف کو مٹانے کے لیئے پنچ و حکم مقرر کر سکتے ہیں تو اگر علی ومعاویہ نے حکم مقرر کر لیئے' تو کیوں شرک ہوا اس جواب پر پانچ ہزار خارجی توبہ کر گئے پانچ ہزار ضد پر اڑے رہے جو ذوالفقار حیدری سے جہنم میں پہنچے' اس حدیث کا ظہور اس طرح ہوا' یہ شرک شرک کا سبق آج کا نہیں بڑا پرانا ہے وہی پرانا سبق آج وہابی پڑھ رہے ہیں۔۲؎ قومٌ یوجد پوشیدہ کا نائب فاعل ہے یا یکون پوشیدہ کا فاعل ہے قیل اورقول دونوں کے معنی ہیں کلام و گفتگو' قرآن کریم فرماتا ہے: وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلًا (۴:۱۲۲) اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی (کنزالایمان) یعنی باتیں بہت اچھی کریں گے ہر وقت قال اللہ وقال الرسول ان کی زبان پر ہوگا مگر عقائد و اعمال بہت گندے ہوں گے' اس میں اشارہ خارجی فرقہ کی طرف ہے' فقیر نے اس بار چوتھے حج کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں خارجی دیکھے' بڑے نمازی بڑے پرہیز گار معلوم ہوتے ہیں۔۳؎ یعنی ان کے دل نور قرآنی سے روشن نہ ہوں گے یا ان کی تلاوت بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ صرف لوگوں کو پھنسانے کے لیئے قرآن پڑھیں گے' تراقی ترقوۃ کی جمع ہے بروزن فعلوت بمعنی گھانٹی فارسی میں حنجرہ کہتے ہیں' آج بھی نجدی وہابی ہر ایک کو قرآن کی طرف بلاتے ہیں اپنی جماعتوں کتابوں کے نام تک قرآن پر رکھے ہیں اشاعۃ القرآن تعلیم القرآن ان کے اکثر علماء ومبلغین سرمنڈے ہوتے ہیں۔۴؎ یعنی پہلے وہ مسلمان ہوں گے بعد میں اسلام سے ایسے نکلیں گے' ان میں اسلام کا کوئی اثر ونشان نہ باقی رہے گا جیسے تیر شکار میں سے کہ شکار کے جسم میں داخل ہوکر نکل جاتا ہے مگر اس میں گوشت' خون' گوبر پیشاب وغیرہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔۵؎ یعنی جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر کمان پر واپس نہیں آتا آگے ہی کو جاتا ہے ایسے ہی یہ لوگ اسلام میں واپس نہیں آئیں گے اس کی آزمائش بھی ہوچکی کہ جو پختہ خارجی ہوگئے تھے وہ شمشیر حیدری سے تہ تیغ ہوئے بقیہ تتر بتر ہوگئے مگر دوبارہ اسلام میں نہ آئے جو پانچ ہزار حضرت ابن عباس کا وعظ سن کر بولے وہ خارجی پختہ نہ ہوئے تھے بلکہ خوارج کے بہکانے سے وہم وشبہات میں پڑ گئے تھے لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے۔۶؎ یا تو خلق سے مراد انسان اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں یا دونوں ہم معنی ہیں تاکید اً دو لفظ ارشاد ہوئے معلوم ہوا کہ بے دین تمام مخلوق سے بدتر ہے حتی کہ کتے سور گدھے سے بھی رب تعالٰی فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ھُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ (۹۸:۶) وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں (کنزالایمان) جیسے کہ مومن کامل تمام مخلوق حتی کہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ (۹۸:۷) وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں (کنزالایمان) ۷؎ یعنی جو مسلمان ان خوارج کو قتل کرے وہ بہترین غازی ہے اور جو جنگ میں ان کے ہاتھوں شہید ہو وہ اعلیٰ درجہ کا شہید ہے۔۸؎ یعنی یا تو حدیث کے منکر ہوں گے صرف قرآن کو ماننے کے مدعی ہوں گے یا اگرچہ دعویٰ تو کریں گے حدیث ماننے کا بھی مگر ہر وقت پڑھیں گے قرآن اور ہر ایک کو قرآن کے نام پر بلائیں گے جیسے اس زمانے کے کچھ وہابی دیوبندی جو قرآن قرآن کی رٹ لگاتے ہیں۔۹؎ یعنی ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے کوئی تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹ جائے وہ قرآن یا نماز وغیرہ کے ذریعہ مسلمان نہیں ہوسکتا

فرسٹ کلاس کا ڈبہ بغیر انجن سے تعلق رکھے سفر نہیں کرسکتا نہ اس کی کچھ قدر و قیمت ہے نہ اس میں کوئی مسافر بیٹھتا ہے قدر و قیمت تو انجن کے ساتھ مل جانے کی ہے۔۱۰؎ یعنی دوسرے مسلمانوں سے یہ زیادہ مقبول ہوگا۱۱؎ یعنی بہت زیادہ سر منڈانا اور سر منڈانے کا عادی ہونا ورنہ حج میں قریبًا سارے حاجی سر منڈاتے ہیں، بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سر منڈانے کی عادت کو برا سمجھتے ہیں ان کا مآخذ یہی حدیث ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ فَاِنَّهٗ يُرْجَمُ وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اَوْيُصْلَبُ اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ اَوْيَقْتُلُ نَفْسًا فَيُقْتَلُ بِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۸۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اس مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور حضور محمد مصطفٰی اللہ کے رسول ہیں۱؎ مگر تین جرموں میں سے ایک کی وجہ سے نکاح کے بعد زنا کہ وہ سنگسار کیا جائے گا۲؎ اور وہ شخص جو اللہ و رسول سے جنگ کرنے نکلا وہ یا قتل کیا جائے گا یا سولی دیا جائے گا یا زمین سے نکال دیا جائے گا۳؎ یا کسی جان کو قتل کردے تو اس کے عوض قتل کیا جائے۴؎ (ابوداؤد)

(۳۳۸۷)۱؎ اس کلمہ خوانی سے مراد تمام عقائد اسلامیہ کا ماننا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد للہ پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ ولا الضالین تک پڑھنا واجب ہے ورنہ صرف کلمہ تو قادیانی، چکڑالوی اور تمام باطل فرقے بھی پڑھتے ہیں۔۲؎ یہاں احصان کے معنی ہیں آزاد بالغ مسلمان کا صحیح نکاح کے ذریعہ صحبت کرلینا یہ رجم کے لئے شرط ہے لہذا کافر اور نابالغ اور غلام اور کنوارے زانی کو سنگسار نہیں کیا جا سکتا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض یہود کو زنا کی بنا پر سنگسار کرانا ان پر توریت کا حکم جاری فرمانے کے لئے تھا نہ کہ اسلامی حکم کی بنا پر۔۳؎ اس سے مراد ڈاکو ہیں یا باغی، رب تعالٰی ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا (۵:۳۳) وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں (کنزالایمان) ۳؎ اگر ڈاکو صرف قتل کرے کسی کا مال نہ لے تو قتل کیا جائے گا اور اگر قتل بھی کرے مال بھی لوٹے تو سولی دیا جائے گا اور اگر صرف مال لوٹے قتل نہ کرے تو دیس نکالے کی سزا دی جائے گی یعنی کالا پانی یا آج پاکستان میں کالا باغ، بعض نے فرمایا کہ اگر ڈاکو قتل و لوٹ نہ کرسکے، صرف لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا راستہ روکتا پکڑا جائے تو اس کو کسی شہر یا گاؤں میں ٹھہرنے نہ دیا جائے گا یوں ہی آوارہ گرد رکھا جائے گا حتی کہ مرجائے یا صحیح توبہ کرلے بعض نے فرمایا کہ امام کو ان چاروں سزاؤں کا اختیار ہے ان میں سے جو چاہے دے (مرقات واشعہ) ۴؎ یہاں قتل سے مراد قتل عمد ہے کیونکہ قصاص صرف قتل عمد میں ہے قتل خطاء یا قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں صرف دیت ہے جیسا کہ گزر چکا۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ اِلٰى حَبْلٍ مَعَهٗ فَاَخَذَهٗ فَفَزِعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۸۸) روایت ہے حضرت ابن ابی لیلٰی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خبر دی۲؎ کہ وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۳؎ ان میں سے ایک صاحب سو گئے تو ان میں سے بعض صحابی اپنی رسی کی طرف چلے اسے پکڑ لیا جس سے وہ گھبرا گئے۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے درست نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے۵؎ (ابوداؤد)

(۳۳۸۸)؎ آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن قاسم ابن ابی لیلیٰ یسار انصاری ہے تابعی ہیں ایک سوبیس صحابہ سے ملاقات ہے جب حضرت عمر کی حیات شریف کے چھ سال باقی تھے آپ پیدا ہوئے ۸۲ھ میں وفات پائی، آپ کے بیٹے محمد ابن عبدالرحمٰن کو بھی اسی نام ابن ابی لیلیٰ سے یاد کیا جاتا ہے جو کوفہ کے فقیہ قاضی تھے مگر جب ابن ابی لیلیٰ مطلقاً بولا جاتا ہے تو آپ یعنی عبدالرحمٰن ہی مراد ہوتے ہیں۔؎۲ چونکہ حضرات صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اس لئے ان کے نام معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لئے مضر نہیں یعنی ہم کو بہت صحابہ کرام نے یہ خبر دی ہے۔؎۳ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یسرون ہے سریٰ بمعنی رات میں چلنا رب تعالٰی فرماتا ہے: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (۱۷،۱) پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا (کنزالایمان) عام نسخوں میں یسیرون ہے سیر سے مشتق بمعنی چلنا اور جانا، رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (۶،۱۱) تم فرمادو زمین میں سیر کرو (کنزالایمان) غالب یہ ہے کہ یہ سفر کسی جہاد کے لئے تھا۔؎۴ یعنی اس سونے والے کے پاس رسی تھی یا اس جانے والے کے پاس تھی اس نے یہ رسی سانپ کی طرح اس پر ڈالی وہ سونے والے اسے سانپ سمجھ کر ڈر گئے اور لوگ ہنس پڑے۔؎۵ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو یہ فرمایا اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں کسی کو ڈرانا جائز نہیں کہ کبھی اس سے ڈرنے والا مر جاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے، خوش طبعی وہ چاہیئے جس سے سب کا دل خوش ہو جائے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی دل لگی ہنسی کسی سے کرنی جس سے اس کو تکلیف پہنچے مثلاً کسی کو بیوقوف بنانا اس کے چپت لگانا وغیرہ حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِجِزْیَتِھَا فَقَدِ اسْتَقَالَ ھِجْرَتَہٗ وَمَنْ نَزَعَ صِغَارَ کَافِرٍ مِنْ عُنُقِہٖ فَجَعَلَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ فَقَدْ وَلَّی الْاِسْلَامَ ظَھْرَہٗ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۳۸۹) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو کوئی زمین مع اس کے جزیہ کے لے لے؎۱ تو اس نے اپنی ہجرت ختم کردی؎۲ اور جس نے کسی کافر کی ذلت اس کی گردن سے نکال کر اپنی گردن میں ڈال لی تو اس نے اسلام سے پیٹھ پھیر لی۔؎۳ (ابوداؤد)

(۳۳۸۹)؎ یہاں جزیہ سے مراد زمین کا ٹیکس ہے جو کفار مالکوں پر لازم ہوتا ہے جسے خراج کہتے ہیں مسلمان پر عشر واجب ہوتا ہے عشر و خراج کا تفصیلی فرق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔؎۲ یعنی اس نے اپنی ہجرت کی عزت ختم کردی کہ یہ مہاجر غازی تھا یہ تو کفار سے خراج وصول کرنے والوں میں سے ہوتا چہ جائیکہ اب خود ہی خراج ادا کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ خراجی زمین مسلمان کی ملک میں آکر بھی خراجی ہی رہتی ہے عشری نہیں بن جاتی، یہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں اس مسئلہ کی بہت تفصیل ہے، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، خیال رہے کہ اگر کافر کسی مسلمان سے عشری زمین خریدے تو وہ زمین کافر کے پاس پہنچ کر بجائے عشری کے خراجی بن جاتی ہے لیکن زمین ایک بار خراجی بن جائے وہ ہمیشہ خراجی رہتی ہے خواہ کافر کے پاس رہے یا مسلمان کے پاس آجائے۔؎۳ یہ جملہ پچھلے جملہ کی تفصیل ہے اور یہاں ذلت سے مراد وہی ادائے خراج ہے جو اب اس مسلمان کو ادا کرنا پڑے گا، غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کیسی عزت چاہتے ہیں افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج اندھا دھند عیسائیوں، انگریزوں کی ہر ادا کو پسند کرتے ہیں ان کے نقال بنتے ہیں کفار ذلیل ان کی ہر ادا ذلت و خواری ہے ان کا نقال خود ان کی ذلت اپنے گلے میں ڈالتا ہے۔

وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

(۳۳۹۰) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً اِلٰی خَثْعَمَ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِّنْهُمْ بِالسُّجُوْدِ فَاُسْرِعَ فِیْهِمُ الْقَتْلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِیْمٍ بَیْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِیْنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ قَالَ لَا تَتَرَاۤءٰی نَارَاهُمَا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر خثعم کی طرف بھیجا ۱ تو ان کے بعض نے سجدہ کے ذریعہ بچنا چاہا ۲ ان حضرات نے ان میں قتل تیز کردیا ۳ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی ۴ تو حضور نے ان کے لئے آدھی دیت کا حکم دیا ۵ اور فرمایا میں ہر مسلمان سے بیزار ہوں جو کفار میں رہے ۶ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟ ۷ فرمایا چاہئے ان دونوں کی آگیں نہ دکھائی دیں ۸ (ابوداؤد)

(۳۳۹۰) ۱ خثعم یمن میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کے دامن میں جو لوگ آباد ہیں ان کو خثعمی کہا جاتا ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ خثعم یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے، ہوسکتا ہے کہ اس قبیلہ کا نام بھی خثعم اس لئے پڑا ہو کہ وہ اس پہاڑ کے پاس آباد ہے، سریہ وہ لشکر کہلاتا ہے جس میں حضور انور خود بنفس نفیس تشریف نہ لے جائیں اس کی تعداد چار سو نفری تک ہوتی ہے (اشعہ) ۲ یعنی ان خثعمی لوگوں نے چاہا کہ اپنا اسلام ظاہر کریں تو انہوں نے ان مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے نماز شروع کردی لہذا سجود سے مراد نماز ہے (اشعہ و مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی اطاعت ظاہر کرنے کے لئے ان مسلمانوں کو سجدہ کیا ہو کہ ہم تمہارے ذمی بنتے ہیں تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ۳ اس لئے کہ مسلمان سمجھے کہ یہ لوگ اپنی جان بچانے کے لئے ہم کو دھوکہ دیتے ہوئے نماز پڑھنا دکھارہے ہیں دراصل ہیں کافر ۴ اس طرح کہ ان غازیوں نے خود جا کر یہ واقعہ عرض کیا، ۵ یہ قتل خطا تھا جس میں قاتل کے عصبات پر مقتول کی پوری دیت لازم ہوتی ہے مگر چونکہ اس خطا میں ان مقتولین کی اپنی غلطی بھی ہے کہ وہ مشرکین و کفار کے ملک میں رہے جس سے نہ تو اپنا اسلام صحیح طور پر ظاہر کرسکے نہ غازی مسلمان انہیں پہچان سکے اس لئے اس قتل میں ان کی غلطی بھی ہے اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی دیت آدھی رہ گئی اگر کوئی شخص کسی کے سامنے دشمن یعنی چور وغیرہ کی شکل میں آئے اور مارا جائے تو اس کی دیت بالکل واجب نہیں ہوتی اگر مسلمان جن سانپ کی شکل میں ہو اور کوئی مسلمان آدمی اسے ماردے تو بھی کچھ نہیں ۶ یہ فرمان عالی اس دیت کے آدھے رہ جانے کی علت ہے لفظ اظہر زائد ہے اور مشرکین سے مراد حربی کفار ہیں جن سے مسلمانوں کی جنگ ہوتی رہتی ہے بیزار ہوں یعنی ان کی محبت سے بیزار ہوں یا ان کے خون سے بیزار ہوں، خیال رہے کہ اگر مسلمان کفار پر شب خون ماریں جس سے وہاں کے بعض مسلمان بھی بے خبری میں مارے جائیں تو کچھ لازم نہ ہوگا، یہاں چونکہ انہوں نے اسلام ظاہر کیا جسے مسلمان سمجھے نہیں اس لئے نصف دیت لازم فرمائی۔ ۷ یعنی حضور ایسے مسلمانوں سے کیوں بیزار ہیں یا ان لوگوں کی آدھی دیت کیوں واجب فرمائی پوری کیوں نہ واجب کی لم اصل میں لما تھا الف گرادیا گیا ۸ یہ جملہ نیا ہے جس میں اس فرمان عالی کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے یعنی ان مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ کفار سے اتنی دور رہتے کہ ایک دوسرے کی آگ روشنی یا دھواں نہ دکھائی دیتا، انہوں نے یہ نہ کیا اس لئے یہ حکم جاری ہوا، اس لئے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حتی الامکان مسلمان مشرک کے گھر مہمان ہو کر بھی نہ رہے کہ خطرہ ہے، دوسرے یہ کہ مسلمان کفار کی سی شکل یا لباس یا وضع قطع اختیار نہ کریں ورنہ لڑائی کے موقع پر ممکن ہے کہ مسلمان کے ہی ہاتھ سے مارے جائیں جیسا کہ ہندستان میں بارہا ہوا کہ قربانی گائے یا محرم کے موقع پر جب ہندو مسلم فساد ہوئے تو بہت سے ہندو نما مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے، تیسرے یہ کہ کفار کے ہاتھوں میں مسلمان قیدی جب مواقع پائے تو نکل کر بھاگ جائے وہاں ٹھہرے نہیں کہ خطرہ ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِیْمَانُ قَیَّدَ الْفَتْكِ لَا یَفْتِكُ مُؤْمِنٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۹۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ایمان، شب خونی سے آڑ ہے مومن اچانک نہیں مارتا۔ا(ابوداؤد)

(۳۳۹۱)ا یعنی مسلمان کسی کو بغیر تحقیق کئے اچانک نہیں قتل کرتا اسلام اس سے منع فرماتا ہے پہلے تحقیق کرلے کہ مومن ہے یا کافر، اور اگر کافر ہے تو ذمی یا مستامن یا حربی، جب پتا لگ جائے کہ حربی کافر ہے تب اسے قتل کرتا ہے، خیال رہے کہ اگر پہلے سے کسی کا کافر حربی ہونا معلوم ہو اور اسے قتل کی خبر دینے میں نقصان ہو تو اچانک قتل جائز ہے جیسے کعب ابن اشرف اور ابورافع وغیرہ کا قتل، یہاں نفی بمعنی نہی ہے۔

وَعَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ اِلَی الشِّرْكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۹۲) روایت ہے حضرت جریر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب غلام بھاگ جائے دارالحرب کی طرف تو اس کا خون حلال ہوگیا۔ا(ابوداؤد)

(۳۳۹۲)ا یعنی اگر مسلمان غلام مرتد نہ بھی ہو مسلمان ہی رہے مگر بھاگ کر دارالحرب پہنچ جائے پھر اسے کوئی قتل کردے تو اس قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا کہ اس قتل میں خود غلام کا قصور ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ یَهُوْدِیَّةً کَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِیْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰی مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۳۹۳) روایت ہے حضرت علی سے کہ ایک یہودی عورت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور آپ کی بدگوئی میں مشغول رہتی تھی۱ تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مرگئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل فرمادیا۲(ابوداؤد)

(۳۳۹۳)۱ اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں ذمیہ ہوکر رہتی تھی مگر پھر بھی یہ حرکت کرتی تھی۲ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ ذمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی ہوجائے گا لہذا اس کے قتل پر نہ قصاص ہوگا نہ دیت ہمارے ہاں اس حرکت سے ذمہ باطل نہ ہوگا کیونکہ حضور کی اہانت کفر ہے جب وہ پہلے سے ہی کافر ہے جبکہ خدا کو مانتا ہے مگر رہتا ہے ذمی تو اس کفر سے بھی ذمی ہی رہے گا، یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا اس کا قتل ذمہ ٹوٹنے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مسلمان کے دینی طیش کی بنا پر تھا جس بنا پر یہ حکم جاری ہوا۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّیْفِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۳۹۴) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جادوگر کی سزا تلوار سے ماردینا ہے۱ (ترمذی)

(۳۳۹۴)۱ اگر جادو مسلمان ہو اور وہ جادو کرے جس میں کلمات کفریہ ہیں تب تو بوجہ مرتد ہوجانے کے قتل کے لائق ہے، اور اگر کسی کو ہلاک کردے تو قصاصاً قتل کیا جائے گا جادو کرنے اور جادو سیکھنے کے احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے، ہم نے بھی اپنی تفسیر نعیمی پارہ اول میں بہت تفصیل سے عرض کئے ہیں، خیال رہے کہ قاتل جادوگر ڈاکو کے حکم میں ہے اور جادوگر کی توبہ قبول ہے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے

جادوگروں کی توبہ قبول ہوئی' جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ خَرَجَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اُمَّتِىْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِىُّ)

(۳۳۹۵) روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سلطان اسلام پر خروج کرے اور میری امت میں پھوٹ ڈالے تو اس کی گردن ماردو[۱] (نسائی)

(۳۳۹۵) [۱] اس سے مراد باغی ہے یعنی جو بغاوت کرے تو اولاً اس کو سمجھایا جائے پھر باز نہ آئے تو قتل کیا جائے' اگر باغیوں کی باقاعدہ جماعت ہوتو ان سے جنگ کی جائے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے جنگ کی' باغی وہ ہے جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہ اسلام کی مخالفت کرے' باغی اور خارجی کا فرق اوران کے احکام کی تفصیل ہماری کتاب یعنی امیر معاویہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ شَرِيْكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنْتُ اَتَمَنّٰى اَنْ اَلْقٰى رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِيْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِىْ يَوْمِ عِيْدٍ فِىْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَىَّ وَرَاَيْتُهٗ بِعَيْنَىَّ اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهٗ فَاَعْطٰى مَنْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهٖ وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَّرَآءَهٗ شَيْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَآءِهٖ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِى الْقِسْمَةِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِىْ رَجُلًا هُوَ اَعْدَلُ مِنِّىْ ثُمَّ قَالَ يَخْرُجُ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَاَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ

(۳۳۹۶) روایت ہے حضرت شریک ابن شہاب سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں آرزو کرتا تھا کہ کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اوران سے خارجیوں کے متعلق پوچھوں[۲] میں عید کے دن ابو برزہ سے ان کے ساتھیوں کی جماعت میں ملا[۳] میں نے ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خارجیوں کے متعلق کچھ ذکر فرماتے ہوئے سنا ہے[۴] فرمایا ہاں میں نے حضور کو اپنے کانوں سے فرماتے اوراپنی آنکھوں سے حضور کو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا[۵] آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا تو اپنے داہنے بائیں والوں کو دیا اوراپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا[۶] تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص کھڑا ہوا بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہ کیا[۷] یہ کالا شخص تھا منڈے ہوئے بال اس پر دوسفید کپڑے تھے[۸] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے[۹] اورفرمایا کہ تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے[۱۰] پھر فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی شاید یہ بھی ان میں سے ہے[۱۱] جوقرآن بہت پڑھیں گے جوان کے گلے سے نہ اترے گا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے[۱۲] ان کی علامت سر منڈانا ہے[۱۳] نکلتے رہیں گے[۱۴] حتی کہ

الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْ هُمْ هُمْ شَرُّالْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ)

ان کا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا ۱۵ تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں ۱۶ (نسائی)

(۳۳۹۶) ۱؎ ایک غیر مشہور تابعی ہیں بصری ہیں حرثی ہیں آپ سے صرف ایک یہ حدیث مروی ہے آپ سے ازرق ابن قیس نے روایت کی۔ ۲؎ کہ اس فرقہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں یہ فرقہ نمودار ہوا تھا اس کی تردید کے لئے اس قسم کی احادیث کی ضرورت تھی۔ ۳؎ ابو برزہ کا نام نصلہ ابن عبید ہے اسلم قبیلہ سے ہیں پرانے صحابہ سے ہیں فتح مکہ کے دن ابن خطل کو آپ نے ہی قتل کیا حضور کی وفات تک حضور کے ساتھ رہے' سرکار عالی کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے پھر فتح خراسان میں شرکت فرمائی۔ ۶۰ ھ میں مقام مرو میں وفات پائی' اس وقت حضرت ابو برزہ کے ساتھ ان کے ہمراہی تھے جو تابعین سے تھے صرف آپ صحابی تھے باقی حضرات صحابی نہ تھے (مرقات) ۴؎ مقصد یہ ہے کہ آپ خوارج کے متعلق وہ حدیث مجھے سنا دیں بذات خود آپ نے جو سنی ہوتا کہ مجھے اس سے پوری تسلی تشفی ہو۔ ۵؎ یا مال غنیمت یا کسی جگہ سے ٹیکس وغیرہ کا مال جو قابل تقسیم تھا۔ ۶؎ شاید پیچھے والوں کو اس تقسیم میں حصہ نہ دینا اس لئے تھا کہ اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۷؎ کیونکہ اس مال میں سب کا حصہ تھا آپ نے بعض کو دیا نعوذ باللہ ۸؎ مطموم بنا ہے طم سے بمعنی جڑ سے اکھیڑ دینا' اس سے مراد ہے منڈے ہوئے بال (اشعہ ومرقات) سفید کپڑے فرما کر اس کا ظاہر صاف باطن گندا تھا کہ کپڑے سفید تھے دل و دماغ سیاہ تھا (مرقات)۔ شعر:

تن اجلا من کالا بگلے کے سے بھیک   اس سے تو کا نگا بھلے کہ باہر بھیتر ایک

اللہ تعالٰی دل سفید نصیب کرے ۹؎ مگر اس کے باوجود بہت تحمل فرمایا کہ نہ اس کے قتل کا حکم دیا نہ اس پر کوئی اور سختی فرمائی ورنہ یہ مرتد لائق قتل تھا کیونکہ حضور اقدس کے کسی فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور آپ پر ظلم کا اتہام لگانا کفر ہے اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ آگے آ رہی ہے۔ ۱۰؎ یہاں بعد بمعنی سواء ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور سے بڑھ کر یا حضور کے برابر عادل نہ حضور کے زمانہ میں تھا نہ بعد ۱۱؎ حضور کا شاید فرمانا یقین کے لئے ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (۶۵'۱) شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے (کنزالایمان) یعنی یہ ان لوگوں کے سرداروں امیروں میں سے ہے۔ ۱۲؎ جو لوگ خوارج کو کافر نہیں کہتے صرف گمراہ کہتے ہیں وہ یہاں اسلام کے معنی کرتے ہیں سلطان کی اطاعت مگر یہ ضعیف ہے کیونکہ دوسری روایت میں بجائے اسلام کے دین ارشاد ہوا ہے یعنی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے' اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے۔ ۱۳؎ خدا کی پناہ ہر جگہ خوارج کی پہچان سر منڈانا ارشاد ہوئی جیسا کہ پہلے گزر چکا ۱۴؎ اور دنیا میں فساد پھیلاتے ہی رہیں گے یہ کبھی فنا نہ ہوں گے اور ان کی فساد انگیزی ختم نہ ہوگی (مرقات) ۱۵؎ یعنی یہ ہمیشہ مسلمانوں سے لڑتے رہیں گے اور کفار و مشرکین کے ساتھی رہیں گے حتیٰ کہ جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھی اس کے حمایتی یہی لوگ ہوں گے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی' اب تک ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہابیوں کے حملے ہمیشہ مسلمانوں پر ہوئے اور کانگریس کے حمایتی ہندوؤں کے دوست ہمیشہ یہی حضرات رہے' نجدیوں نے مسلمانوں بلکہ صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبور ڈھا دیں مگر جواہر لعل نہرو کو رسول السلامہ کا خطاب دیا' اس کی اور گاندھی کی شان میں عربی کتابیں لکھیں چھاپیں اور حرمین طیبین میں درساً پڑھائیں خبر ملی ہے کہ یوپی میں بریلی میں ایک وہابی صاحب نے ہندوؤں کے لئے مندر تعمیر کرایا ہے جس پر اپنی جیب سے قریباً اسی ہزار روپیہ خرچ کیا ہے' پاکستانی اخبارات نے یہ خبر چھاپی' ان بزرگوں کو شرک سے ظاہری نفرت مگر مشرکوں سے محبت ہے' یہ ہے اس حدیث پاک کا ظہور۔ ۱۶؎

فاذا کی خبر یا تو فاعلموا ہے یا فاقتلوا ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے‘ خیال رہے کہ یا تو خلق اور خلیقہ ایک ہی معنی میں ہیں یا خلق سے مراد انسان ہیں اور خلیقہ سے مراد دوسری مخلوق یعنی یہ لوگ تمام مخلوق سے بدترین ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (۲۹۸) وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں (کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِىْ غَالِبٍ رَّاٰى اَبُوْاُمَامَةَ رُءُوْسًا مَنْصُوْبَةً عَلٰى دَرَجِ دِمِشْقَ فَقَالَ اَبُوْاُمَامَةَ كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰى تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ خَيْرُ قَتْلٰى مَنْ قَتَلُوْهُ ثُمَّ قَرَاَيَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ اَلْاٰيَةَ قِيْلَ لِاَبِىْ اُمَامَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ اِلَّا مَرَّةً اَوْمَرَّتَيْنِ اَوْثَلٰثًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعًا مَاحَدَّثْتُكُمُوْهُ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ).

(۳۳۹۷) روایت ہے حضرت ابو غالب سے[1] کہ حضرت ابوامامہ نے[2] کچھ سر دمشق کے راستہ پر لٹکے دیکھے[3] تو ابوامامہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہیں[4] آسمان کی وسعت کے نیچے بدتر مقتولین ہیں‘ بہترین مقتول وہ ہیں جس کو یہ قتل کریں[5] پھر پڑھا کچھ منہ اس دن سفید ہوں گے اور کچھ منہ سیاہ پوری آیت[6] ابوامامہ سے پوچھا گیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔فرمایا اگر میں نے حضور کو ایک بار یا دو بار تین بار حتیٰ کہ سات بار گنا فرماتے نہ سنا ہوتا تو میں تم سے روایت نہ کرتا[7]
(ترمذی‘ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

(۳۳۹۷)[1] آپ تابعی ہیں بصری باہلی ہیں آپ کا نام حزور ہے آپ کو عبدالرحمٰن حضرمی نے آزاد کیا‘ بعض محدثین نے آپ کو ضعیف کہا بعض نے قوی کہا۔[2] آپ مشہور صحابی ہیں اولًا مصر میں پھر حمص میں رہے وہاں ہی انتقال فرمایا شام کے آخری صحابی آپ ہیں یعنی سب سے آخر‘ وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی[3] یہ سر خارجیوں کے تھے جو غالبًا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے‘ یہ حضرت علی‘ امام حسین‘ فاطمہ زہراء‘ عثمان غنی‘ امیر معاویہ کے بدترین دشمن ہیں۔[4] یعنی یہ خارجی دوزخ میں کتوں کی شکل میں جائیں گے یا وہ دوزخیوں کے نزدیک بھی وہاں کتوں کی طرح ذلیل وخوار ہوں گے‘ بہترین شہید‘ اور یہ خود بدترین مقتولین[6] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوامامہ کے نزدیک خارجی لوگ مرتد خارج از اسلام کفار ہیں بعض نے انہیں بدعتی گمراہ اہل ہواء فرمایا (مرقات)[7] یعنی ابو غالب نے حضرت ابوامامہ سے پوچھا کہ آپ کا یہ ارشاد اپنا ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے وغیرہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دوسری احادیث تو میں نے حضور انور سے دو ایک بار سنی ہوں گی مگر یہ فرمان عالی خوارج کے متعلق سات بار سنا ہے تب میں یہ روایت کرر ہا ہوں‘ معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں ان مردودوں کی برائیاں اکثر بیان ہوتی تھیں۔

كِتَابُ الْحُدُوْدِ
مقررہ سزاؤں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

حدود جمع ہے حد کی‘لغت میں حد کے معنی ہیں آڑ یا منع‘ اسی لئے دربانچی یعنی بواب کو عربی میں حداد بھی کہتے ہیں اصطلاح میں جرم کی شرعی مقررہ سزا کو حد کہتے ہیں کہ یہ بھی لوگوں کو جرم سے روکتی ہے کبھی حرام چیزوں کو بھی حدود کہا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: تِلْكَ

حُدُوْدُ اللہِ فَلاَ تَقْرَبُوْھَا (۲؍۱۸۷) یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ (کنزالایمان) کیونکہ یہ محرمات سزاؤں کا سبب ہیں، اسلام میں زنا کی سزا رجم ہے یا سو کوڑے، چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا، شراب پینے کی سزا اسی کوڑے، پاکدامن آزاد عورت کو تہمت لگانے کی سزا بھی اسی کوڑے، ڈکیتی کی سزا سولی وغیرہ ہے، قتل کی سزا قصاص حد شرعی ہیں باقی جوئے وغیرہ جرموں میں حد نہیں تعزیر ہے کہ حاکم جو چاہے سزا دے، حق یہ ہے کہ شرعی حدود اس گناہ کا کفارہ نہیں اور ان سے اخروی عذاب دفع نہ ہوگا چنانچہ قرآن کریم ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے: ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا (۵؍۳۳،۳۴) یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب مگر وہ جنہوں نے توبہ کرلی (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ ڈاکو کی سولی دنیاوی رسوائی ہے اخروی سزا اس کے علاوہ ہے جو توبہ سے دفع ہوسکتی ہے، بخاری شریف وغیرہ میں جو ہے کہ جسے ان جرموں کی سزا دنیا میں دے دی گئی فھو کفارۃ لہ وہ اس کا کفارہ بن گئی، وہاں وہ سزا مراد ہے جو توبہ کے ساتھ ہو، مجرم خود حاکم کے سامنے سزا لینے حاضر ہو جائے (از مرقات وغیرہ) جیسے صحابہ کرام جرم کے بعد خود آکر عرض کرتے تھے طھرنی یا رسول اللہ حضور مجھے پاک فرمادو، خیال رہے کہ حاکم کسی مجرم کو اپنے خصوصی علم کی بنا پر سزا نہیں دے سکتا جب تک کہ گواہی یا اقرار سے اس کا ثبوت نہ ہوجائے، ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللہِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (۲۴؍۱۳) تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (کنزالایمان) یہی احناف اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ اخْتَصَمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاْذَنْ لِیْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ كَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا فَزَنٰی بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلَی ابْنِی الرَّجْمَ فَافْتَدَیْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَ بِجَارِیَةٍ لِّیْ ثُمَّ اِنِّیْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلَی ابْنِیْ جَلْدَ مِائَةٍ وَ تَغْرِیْبَ عَامٍ وَاِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَی امْرَاَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِیَتُكَ فَرَدٌّ عَلَیْكَ وَاَمَّا ابْنُكَ فَعَلَیْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ یَا اُنَیْسُ فَاغْدُ اِلَی امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۳۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور زید ابن خالد سے۱؎ کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا تو ان میں سے ایک بولا کہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرما دیجئے۲؎ اور دوسرا بولا ہاں یا رسول اللہ پس ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجئے۳؎ فرمایا بولو عرض کیا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا۴؎ تو اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرلیا مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم (سنگساری) ہے۵؎ تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریوں اور ایک اپنی لونڈی کا فدیہ دیدیا۶؎ پھر میں نے علماء سے پوچھا۷؎ انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا ہے اور سنگساری اس کی بیوی پر ہے۸؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۹؎ رہیں تیری بکریاں اور لونڈی وہ تجھ پر واپس ہوں گی۱۰؎ لیکن تیرا بیٹا اس پر سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا ہے۱۱؎ اور اے انیس۱۲؎ کل صبح تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو تو اس [illegible] نے اقرار کرلیا چنانچہ اسے رجم کیا۱۳؎ (مسلم، بخاری)

(۳۳۹۸)۱؎ آپ جہنی ہیں مشہور صحابی ہیں پچاسی سال عمر پائی' عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۸۷ھ میں وفات پائی کوفہ میں فوت ہوئے وہاں ہی قبر شریف ہے۔(اشعہ)۲؎ شاید یہ دونوں حضرات کہیں باہر کے تھے جو آداب دربار عالیہ سے واقف نہ تھے اس لئے یہ عرض کیا ورنہ حضور کا فیصلہ کتاب اللہ پر موقوف نہیں جو زبان شریف سے نکلے وہی فیصلہ شرعیہ ہے۔۳؎ شاید یہ شخص دوسرے سے زیادہ قادرالکلام تھا یا اس کے بیٹے نے زنا کا اقرار کرلیا تھا اور دوسرے کی بیوی نے اقرار نہ کیا تھا اسلئے اس نے خیال کیا کہ بیان جرم کے لئے میں ہی موزوں ہوں ۴؎ علی ہذا کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کر چکا تھا اور اس کی مزدوری اس کے ذمہ لازم ہو چکی تھی' اگر لہذا ہوتا تو یہ مدعیٰ حاصل نہ ہوتا (مرقات)۵؎ یعنی بعض صحابہ نے میرے کنوارے بیٹے پر زنا کی وجہ سے رجم کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے دیکھو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس نے صحابہ سے مسئلہ پوچھا' یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مسئلہ میں غلطی ہو جائے تو افضل اس کی اصلاح کردے' دیکھو یہ مسئلہ غلط بتایا گیا تھا جس کی اصلاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔۶؎ یہ ان صحابی کا اپنا اجتہاد تھا یہ سمجھے کہ جیسے قتل میں قاتل سو اونٹ فدیہ دے کر قصاص سے بچ سکتا ہے میرا بیٹا بھی اس فدیہ کی بنا پر رجم سے بچ سکے گا ۷؎ یعنی بڑے علماء صحابہ سے پوچھا ۸؎ کیونکہ ان کا بیٹا کنوارا تھا اور دوسرے کی بیوی شادی شدہ' محصنہ' کنوارے زانی کی سزا کوڑے ہیں' اور شادی شدہ محصنہ کی سزا رجم ہے۔۹؎ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید میں رجم کی آیت تھی **الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم** پھر بعد میں اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوئی حکم باقی رہا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن سے فیصلہ فرمائیں گے پھر رجم کا حکم دیا' بعض نے فرمایا کہ حکم رجم اس آیت سے حضور نے نکالا **والذان یاتینھا منکم فاذوھما** جو زنا کریں انہیں ایذاء دو' ایذاء میں رجم بھی داخل ہے (مرقات) مگر فقیر کے نزدیک یہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زانی لڑکے پر سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کے دیس نکالے کی بھی سزا دے رہے ہیں یہ قرآن کریم میں نہ تھا نہ اب ہے' حق یہ ہے کہ حضور کا ہر حکم درحقیقت حکم قرآنی ہے کہ رب نے فرمایا **مااتکم الرسول فخذوہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم قرآنی حکم ہے حضور ناطق قرآن ہیں۔۱۰؎ غالبًا اس شخص نے یہ بکریاں اور لونڈی خیرات نہ کی تھیں ورنہ صدقہ وخیرات دے کر واپس نہیں ہوسکتی' بلکہ عورت کے خاوند اور اس کے عزیزوں کو دی ہوں گی کیونکہ ان کی آبروریزی ہوئی جیسے قاتل مقتول کے ورثاء کو دیت دیتا ہے۔۱۱؎ سو کوڑے تو حد کے طور پر اور ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر کہ اگر امام اس میں مصلحت دیکھے تو یہ سزا بھی دے' یہی ہمارا مذہب ہے' امام شافعی کے ہاں یہ بھی حد ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایک بار زانی کو دیس نکالا دیا وہ کفار سے جاملا تو آپ نے پھر یہ سزا نہ دی' اگر یہ بھی حد ہوتی تو آپ اسے بند نہ کرتے دیکھو طحاوی شریف' نیز کبھی دیس نکالا مضر بھی ہوتا ہے کہ زانی باہر جا کر اور آزاد ہو جاتا ہے اس لئے اگر مفید ہو تو یہ سزا دی جائے ۱۲؎ ان کا نام انس ابن ضحاک اسلمی ہے' محبت و پیار میں انیس تصغیر سے فرمایا ۱۳؎ اقرار سے مراد شرعی اقرار ہے یعنی چار بار اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اقرار نامہ زنا سلطان اسلام کے سامنے ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کے نائب کے سامنے بھی ہوسکتا ہے' دوسرے یہ کہ زانی کے رجم کے وقت سلطان کی موجودگی ضروری نہیں' نائب سلطان کی حاضری گویا سلطان ہی کی حاضری ہے' تیسرے یہ کہ فریقین میں سے ایک کے بیان پر بھی قاضی کفایت کرسکتا ہے' دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس ایک شخص کا بیان سنا' عورت کے خاوند کا بیان نہ لیا' ہاں دوسرے ملزم کو سزا اس کے اقرار پر دی' حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جب فرشتے مدعی و مدعیٰ علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کا بیان سن کر فرمادیا کہ یہ دوسرا ظالم ہے جو اپنے پاس ننانوے بکریاں ہوتے ہوئے تیری ایک

بکری مانگتا ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہندہ کا بیان سن کر حکم دیا کہ ابوسفیان کی جیب سے بقدر ضرورت خرچ لے لیا کرو بعض نے فرمایا کہ فتویٰ اور قضاء میں فرق ہے،فتویٰ ایک بیان پر ہوسکتا ہے امام شافعی نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ چوری وقتل کی طرح زنا میں بھی ایک اقرار کافی ہے کیونکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اقراروں کی شرط نہ لگائی،مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حضرت ماعز کی روایت میں چار اقراروں کی تصریح ہے اور یہاں ایک اقرار کی تصریح نہیں لہذا یہاں بھی شرعی اقرار مراد ہے یعنی چار بار،مذہب حنفی بہت قوی ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَّ تَغْرِيبَ عَامٍ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۳۹۹) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اس کے متعلق جو بغیر محصن ہوئے زنا کرے[۱] ایک سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا کا حکم دیتے تھے[۲] (بخاری)

(۳۳۹۹)[۱] شریعت میں محصن وہ ہے جو مسلمان آزاد عاقل بالغ ہو،اور بذریعہ نکاح صحیح صحبت کرچکا ہو اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو غیر محصن ہے غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔[۲] خیال رہے کہ احناف کے نزدیک ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر ہے حد صرف سو کوڑے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں:اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴؍۲) جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ (کنزالایمان) کوڑا کیسا ہو اور کس طرح مارا جائے،اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اس سزا میں زانی کو مرنے نہ دیا جائے گا اگر بہت کمزور ہو کہ کوڑوں سے مرجانے کا خطرہ ہو تو نرم مار ماری جائے گی،اور دماغ دل شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں کہ اس سے مرجانے کا خطرہ ہے اسی طرح حاملہ بالزنا کنواری کو بحالت خطرہ حمل کوڑے نہ مارے جائیں حمل جننے کے بعد قوت آجانے پر مارے جائیں گے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَمْلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۰۰) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور محمد کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اتاری تو ان آیات میں جو اللہ نے اتاریں رجم کی آیت تھی[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا[۲] اور رجم کتاب اللہ میں ہے حق ہے[۳] زنا کرنے والے مردوں عورتوں پر جب کہ محصن ہوں جب کہ گواہ قائم ہوجائیں یا حمل ہو یا اقرار[۴] (مسلم بخاری)

(۳۴۰۰)[۱] وہ آیت یہ تھی الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم شیخ اور شیخہ سے مراد محصن اور محصنہ ہیں،پھر یہ آیت حضور کے زمانہ میں ہی تلاوت میں منسوخ ہوگئی حکماً باقی رہی۔[۲] یعنی رجم کتاب اللہ،سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ اجماع امت سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے۔[۳] اس جملہ کے چند معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ آیت رجم قرآن مجید میں تھی یہ حق و صحیح ہے،دوسرے یہ کہ حکم رجم اب بھی قرآن مجید میں ہے حق ہے کیونکہ آیت رجم کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے حکم منسوخ نہیں ہوا،تیسرے یہ کہ اب بھی بعض آیات سے حکم رجم نکل سکتا ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے فاٰذوھما دونوں زانی و زانیہ کو ایذاء دو،رجم بھی ایذا ہے،چوتھے یہ

کہ حدیث شریف میں اب بھی رجم کا حکم موجود ہے اور حضور کا فرمان قرآن مجید کا ہی فرمان ہے۔ ۵؎ یعنی زانی محصن کو رجم کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا زنا شرعی طریقے سے ثابت ہو' چار مرد مسلمانوں کی گواہی جو زنا کا مشاہدہ کریں یا غیر خاوند والی عورت کو حمل قائم ہو جائے خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ خواہ خاوند والی مگر خاوند مفقود یا غائب شرعی ہو یا شرعی اقرار ہو چار بار' اس کے بغیر رجم نہیں کیا جا سکتا' خیال رہے کہ جیسے نمازوں کی رکعتیں زکوٰۃ کی مقدار قرآن مجید میں نموجود مگر حق ہے اس کا انکار کفر ہے ایسے ہی رجم اگرچہ اب قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے خیال رہے کہ خوارج کے سواء کسی فرقہ اسلامیہ نے رجم کا انکار نہ کیا ان کا انکار محض باطل ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِيْبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۰۱) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو[۱] اللہ تعالٰی نے ان عورتوں کے لئے طریقہ مقرر فرمادیا[۲] کنوارا کنواری سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا[۳] بیاہا' بیاہی سے کرے تو سو کوڑے اور رجم[۴] (مسلم)

(۳۴۰۱) ۱؎ یعنی زنا کی سزا کا حکم مجھ سے حاصل کرو۔ ۲؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (۴:۱۵) تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اُٹھا لے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے (کنزالایمان) یعنی جس راہ نکالنے کا ربّ تعالٰی نے وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرمادیا' خیال رہے کہ زنا میں اصل داعی عورت ہے اس لئے قرآن کریم نے بھی اور حدیث پاک نے بھی لھن فرمایا' زنا عورت کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا' لہٰذا یہ فرمان عالی بالکل حق ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ سو کوڑے تو اسی زنا کی سزا ہے اور دیس نکالا تعزیرًا اگر قاضی مناسب جانے تو نکالے ورنہ نہیں' جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' ۴؎ اس پر جمہور علماء ہیں کہ کوڑے اور رجم جمع نہیں ہوسکتے لہٰذا یہ جملہ منسوخ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو صرف رجم کیا کوڑے نہ لگائے خیال رہے کہ یہاں زنا کی دو صورتیں بیان ہوئیں اور دو کا ذکر نہیں ہوا' کنوارا کنواری سے زنا کرے بیاہا بیاہی سے زنا کرے' پہلی صورت میں دونوں کو کوڑے' دوسری صورت میں دونوں کو رجم' کنوارا بیاہی سے' بیاہا کنواری سے' ان کا ذکر نہ ہوا' کیونکہ ان کا حکم بالکل ظاہر ہے کہ کنوارے کو کوڑے اور بیاہے کو رجم جیسا کہ ابھی مزدور کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوارے لڑکے کو سو کوڑے لگوائے' عورت شادی شدہ کو رجم کرایا' اس حدیث کی بنا پر حضرت علی اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ محصن زانی کو کوڑے بھی لگائے جائیں اور رجم بھی کیا جائے مگر جمہور علماء' صرف رجم کے قائل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو غامدیہ کو مزدور والی عورت کو رجم کرایا' احصان میں چند شرطیں ہیں' مسلمان ہونا' آزاد ہونا' بالغ ہونا' عاقل ہونا' نکاح صحیح سے ایک بار صحبت کرچکنا' لہٰذا کافر' بچہ' دیوانہ' غلام اور کنوارا محصن نہیں' کافر میں امام شافعی کا اختلاف ہے' ہمارے ہاں دیس نکالا سزا شرعی نہیں' امام شافعی کے ہاں شرعی سزا ہے' اگر حاکم عورت زانیہ کو دیس نکالا دے تو کسی محرم کے ساتھ بھیجے گا' اس کا خرچ اس عورت پر ہوگا اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے' حضرت علی فرماتے ہیں کہ زانی وزانیہ کے لئے دیس نکالا بڑے فتنہ کا باعث ہے' عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے روایت کی کہ حضرت عمر نے کسی شرابی کو مدینہ سے نکال کر خیبر بھیج دیا تو وہ مرتد ہوکر روم چلا گیا' آپ نے فرمایا کہ آئندہ میں کسی مسلمان کو دیس نکالا نہ دوں گا (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا اِلَى

(۳۴۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ یہود رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ اَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰتِهِ فِيْ شَانِ الرَّجْمِ قَالُوْانَفْضَحُهُمْ وَ يُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَاقَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةِ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ تَلُوْحُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ فِيْهَا اٰيَةَ الرَّجْمِ وَلٰكِنَّا نَتَكَاتَمُهٗ بَيْنَنَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ذکر کرنے لگے کہ ان میں ایک مرد وعورت نے زنا کرلیا[۱] تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجم کے متعلق توریت میں کیا پاتے ہو وہ بولے ہم ان کو رسوا کریں اور ان کو سو کوڑے مارے جائیں[۲] عبداللہ بن سلام نے فرمایا[۳] تم جھوٹ بولتے ہو یقیناً اس میں رجم چنانچہ وہ توریت لائے اسے کھولا تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کے آگے پیچھے پڑھ دیا[۴] تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا' اپنا ہاتھ اٹھا' اس نے اٹھایا تو وہاں رجم کی آیت تھی بولے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت ہے[۵] تو ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ رجم کئے گئے[۶] اور ایک روایت میں ہے فرمایا' اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت چمک رہی تھی تو وہ بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک اس میں رجم کی آیت ہے لیکن ہم لوگ آپس میں اسے چھپاتے تھے[۷] چنانچہ ان کے متعلق حکم دیا وہ رجم کئے گئے[۸] (مسلم بخاری)

(۳۴۰۲)[۱] یعنی زانی مرد بھی یہودی ہے اور زانیہ عورت بھی' شاید یہ لوگ ان کا فیصلہ کرانے حضور کی بارگاہ میں آئے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے[۲] یعنی بحکم توریت رسوا کرنے کی صورت ہم مقرر کریں گے اور کوڑے ربّ کی طرف سے مقرر ہیں اسی لئے نفضح متکلم معروف کہا اور یجلدون مجہول غائب[۳] آپ مشہور صحابی ہیں پہلے پایہ کے علماء یہود سے تھے آپ کی کنیت ابو یوسف ہے' حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' اس لئے یہود میں آپ کی بڑی عزت تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لاتے ہی آپ ایمان لے آئے آپ نے ۴۳ھ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی (اکمال)[۴] یہ حرکت عبداللہ ابن صوریا یہودی نے کی غالبا توریت شریف میں رسوا کرکے رجم کرنے کا حکم ہوگا اس نے رسوا کرنے کی آیت تو سنا دی مگر رجم کی آیت اپنے ہاتھ تلے چھپالی[۵] نہایت بے غیرتی سے اقرار کرلیا بعض روایات میں ہے کہ اس نے صاف مان لیا کہ ہم لوگ غریب کو رجم کردیتے ہیں امیر کو رجم سے بچا لیتے ہیں[۶] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ احصان کے لئے اسلام شرط نہیں' دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودی زانیوں کو رجم کرایا حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو رجم کرانا بحکم اسلام نہ تھا بلکہ بحکم توریت تھا حاکم اسلام کفار ملزمین پر ان کے دین کے احکام جاری کرسکتا ہے چنانچہ کفار کی میراث انہی کے مذہب کے مطابق تقسیم کرے گا ورنہ بقاعدہ اسلام اس زنا کے ثبوت کے لئے چار شرعی گواہ چاہئے تھے یعنی مسلمان متقی پرہیزگار گواہ بھی نہ لئے گئے اور ان سے توریت لانے کا مطالبہ فرمایا گیا اگر بحکم اسلام رجم ہوتا تو توریت منگوانے کی ضرورت نہ تھی اور بھی اس قسم کی توجیہیں کی گئی مگر فقیر کے نزدیک یہ توجیہ قوی ہے اسحاق ابن راھویہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی من اشرك باللہ فلیس بمحصن کافر محصن نہیں' دار قطنی نے یہی روایت موقوفاً نقل

فرمائی (مرقات) ۷یعنی آیت رجم توریت سے نکالی نہیں بلکہ چھپالی تھی تاکہ جو مال نہ دے اسے یہ آیت دکھا کر رجم کردیں اور جو مال دیدے اسے رجم سے بچالیں ۸اس حدیث کی بناپر امام شافعی اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ ذمی کافر اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا' امام اعظم کے نزدیک اسے سوکوڑے مارے جائیں گے رجم نہ کیا جائے گا خیال رہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنا سیاسی حکم ہے اس لئے ذمی کفار اگر چوری کریں تو ان کے بھی ہاتھ کٹیں گے مگر رجم کفارہ گناہ بھی ہے اس لئے کفار زانی کو رجم نہ کیا جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَفِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا فَقَالَ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ مَنْ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ حَتّٰى اَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ حَتّٰى مَاتَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ عَنْ جَابِرٍ بَعْدَ قَوْلِهٖ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّفَاُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ ۔

(۳۴۰۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تھے تو پکارا یارسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۱ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا تو وہ آپ کے چہرہ انور کے اس رخ کی طرف آیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا عرض کیا میں نے زنا کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا جب چار گواہیاں دے چکا۲ تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا فرمایا کیا تجھے دیوانگی ہے۳ بولا نہیں فرمایا کیا تو محصن ہوچکا ہے عرض کیا ہاں یارسول اللہ۴ فرمایا اسے لے جاؤ رجم کردو۵ ابن شہاب نے فرمایا۶ کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت جابر ابن عبداللہ کو فرماتے سنا کہ پھر ہم نے اسے مدینہ میں رجم کیا جب اسے پتھر لگے تو بھاگ گیا۷ تا آنکہ ہم نے اسے حرہ میں پکڑلیا۸ پھر رجم کیا حتی کہ وہ مرگیا (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں حضرت جابر سے قال نعم کے بعد یوں ہے کہ اس کے متعلق حکم دیا وہ جنازہ گاہ میں رجم کیا گیا۹ حتی کہ مرگیا پھر اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ خیر فرمایا اور اس پر نماز پڑھی۱۰

(۳۴۰۳)۱ لہذا مجھے رجم کردیجئے تاکہ میں اس گندگی سے پاک ہوجاؤں' سبحان اللہ یہ ہے خوف خدا ہم لوگ اپنا جرم چھپانے کی کوشش کرتے ہیں وہ حضرات معافی کی کوشش کرتے تھے اس نداء سے معلوم ہوا کہ رجم صرف حاکم اسلام کرسکتا ہے دوسرے نہیں کہ ان حضرات نے کسی اور صحابی سے نہ عرض کیا سیدھے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۲ یہاں گواہی سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ اقرار گواہی کے قائمقام ہے چونکہ زنا میں چار گواہیاں درکار ہیں اس لئے اقرار بھی چار بار لازم ہے' اب بھی حاکم کو یہی چاہئے۔ اس حدیث کی بناپر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ زنا میں چار اقرار چار جگہ میں چاہئیں بعض ائمہ کے نزدیک چار اقرار ایک جگہ میں ہی کافی ہیں' یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چار جانب چار اقرار کرائے۳ مرقات نے فرمایا کہ یہاں دعا بمعنی سوال ہے یعنی ان چار اقراروں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دو سوال فرمائے' اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا دیکھو یہ نشہ میں تو نہیں ہے اس کا منہ سونگھا گیا تو نشہ میں نہ تھا کیونکہ مدہوش بیہوش کا بھی اقرار غیر معتبر ہے۔۴؎ امام نووی نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام رجم کے شرائط کی تحقیق کرے اور احصان بھی اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے اگر اقرار زنا کے بعد ملزم اپنے اقرار سے پھر جائے تو رجم نہیں کیا جائے گا' یہ بھی معلوم ہوا کہ اقرار زنا کے لئے مزنیہ عورت کا نام لینا ضروری نہیں نہ امام اسے یہ پوچھے اور اگر وہ کسی عورت کا نام لے بھی' تب بھی وہ اس ملزم کے اقرار سے رجم نہیں کی جائے گی کیونکہ ہر شخص کا اقرار اپنے متعلق ہو سکتا ہے عورت خود اقرار کرے تو سزا پائے گی ۵؎ معلوم ہوا کہ محصن زانی کو صرف رجم کیا جائے گا کوڑے نہ مارے جائیں گے' یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کی ناسخ ہے جس میں کوڑوں کا بھی حکم تھا۔۶؎ ابن شہاب کا نام امام زہری ہے آپ تابعی ہیں یعنی میں نے حضرت جابر سے خود نہ سنا کسی اور صحابی یا تابعی سے سنا ہے چونکہ امام زہری بڑے پایہ کے محدث ہیں اس لئے ان کا یہ ابہام حدیث کو ضعیف نہ کردے گا کہ اتنا بڑا محدث ثقہ سے ہی روایت کرے گا امام بخاری کی تعلیق بھی معتبر ہے۔۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ مرد زانی کو باندھ کر یا گاڑ کر رجم نہ کیا جائے گا ورنہ وہ بھاگ نہ سکتا البتہ عورت کا نصف حصہ گاڑ کر رجم کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت کو گاڑ کر رجم فرمایا تھا کیونکہ مرد کی رجم کی شہرت چاہئے اسی لئے شہر میں بلکہ بازار میں رجم کیا جائے عورت کے پردہ کا لحاظ رکھا جائے' کوڑے بھی سب کے سامنے مارے جائیں رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲'۲۴) اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو (کنزالایمان) ۸؎ حرہ کے معنی ہیں پتھریلی زمین مدینہ منورہ میں مدینہ پاک کے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین حرہ کہلاتی ہے یہ جگہ شہر سے متصل ہے ۹؎ یہ جنازگاہ جنت البقیع قبرستان میں تھا معلوم ہوا کہ جنازگاہ پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے دیکھو مسجد میں رجم حرام ہے کہ اس سے مسجد خون سے لتھڑ جائے گی مگر جنازہ گاہ میں جائز ہے اسی طرح جنازہ گاہ میں جنبی آسکتا ہے یہاں مصلی سے مراد نماز جنازہ کی جگہ ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ جنازہ گاہ مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترا تھا جو نماز جنازہ کے لئے مقرر تھا مگر مرقات کا قول قوی ہے ۱۰؎ خیال رہے کہ اقراری زانی اگر رجم کے دوران بھاگ جائے تو ہمارے امام کے نزدیک اسے چھوڑ دیا جائے گا کہ یہ بھاگنا اپنے اقرار سے پھر جانا ہے اور اقرار زنا میں پھر جانا قبول ہے امام شافعی کے ہاں اس صورت میں رجم بند کر دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اگر اپنے اقرار پر قائم رہے تو رجم کیا جائے گا اگر اقرار سے پھر جائے تو چھوڑ دیا جائے گا' ہماری دلیل وہ حدیث' ابوداؤد کی ہے کہ اس موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلا ترکتموہ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا' مگر چونکہ حد کا ثبوت صراحۃً اقرار سے ہو چکا تھا اور رجوع اقرار صراحۃً نہ تھا اس لئے وہ رجم کر دینے والے صحابہ معذور سمجھے گئے اور ان پر قصاص یا دیت لازم نہ فرمائی' امام مالک نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ ایسی حالت میں بھاگ جانے پر بھی رجم کیا جائے گا وہ اس حدیث کے ظاہر سے دلیل لیتے ہیں۔۱۱؎ یعنی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اس کی نماز جنازہ خود پڑھی یا صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا' اس جملہ کی اور بھی شرحیں ہو سکتی ہیں مگر یہ شرح ظاہر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَتَى مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنِكْتَهَا لَا يَكْنِيْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ

(۳۴۰۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماعز ابن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۱؎ تو آپ نے ان سے فرمایا شاید تو نے بوسہ لے لیا ہوگا یا اشارہ کیا ہوگا ۲؎ یا دیکھ لیا ہوگا عرض کیا نہیں یارسول اللہ فرمایا تو کیا تو نے اس سے صحبت کر

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

لی بغیر کنایہ کے فرمایا۳ عرض کیا ہاں تو اس وقت ان کے رجم کا حکم دیا۔۴

(۳۴۰۴)۱ آپ اہل مدینہ سے ہیں صحابی اسلمی ہیں آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے حق تعالٰی نے ان کو اعلیٰ درجہ کی توبہ کی توفیق بخشی' ان کے طفیل رب تعالٰی ہمیں بھی توبہ مقبول کی توفیق بخشے۲ ہاتھ سے اشارہ کیا ہوگا یا ہاتھ سے اس کا جسم دبا کر چھوڑ دیا ہوگا اور اس حرکت کو زنا سمجھ کر تم نے یہ اقرار کرلیا ہوگا۳ نکت بنا ہے نیک سے' ضرب کا ماضی ہے ناک' نیک اسم فاعل نائک ہے۔ مبالغہ نیاک عربی میں صحبت و جماع' وطی وغیرہ تو کنایہ کے لفظ ہیں مگر یہ الفاظ اسی کام کے لئے صریح ہے جیسے اردو میں چودنا اور فارسی میں گائیدن' چونکہ حد میں یقین جرم چاہئے کنایات میں شبہ ہوتا ہے اس لئے حضور انور نے بین لفظ سے اقرار کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ حاکم اقراری زانی کو اقرار سے بچ جانے کی اشارۃً تلقین کرے کیونکہ حدود حتی الامکان دفع کئے جائیں اور حقوق حتی' المقدور ادا کرائے جائیں جیسے زکوۃ کفارہ قرض وغیرہ (مرقات)۴ ابوداؤد' نسائی اور عبدالرزاق نے اس روایت میں یہ زائد فرمایا کہ حضور نے انکتہا کے ساتھ فرمایا کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہوگیا ماعز نے عرض کیا' ہاں' جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کنویں میں رسی داخل ہو جاتی ہے پھر پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے کہ زنا کہتے کسے ہیں۔ ماعز نے عرض کیا حضور جو کام خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے وہی کام میں نے اس سے حرام کیا فرمایا تو یہ باتیں کیوں کرتا ہے ماعز بولے تاکہ آپ مجھے پاک فرما دیں تب آپ نے رجم کا حکم دیا بعد رجم دو شخصوں کو کہتے سنا کہ' ماعز کتے کی موت مارا گیا' حضور نے فرمایا تم اس مقبول بارگاہ الٰہی کی غیبت کر رہے ہو اور وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے (مرقات) کریم کے کرم کے قربان۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَآءَ مَاعِزُبْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ اَوْثَلَاثَةً ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ

(۳۴۰۵) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ ماعز ابن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے بولے یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو۱ تو فرمایا افسوس ہے ارے لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ لے اور توبہ کر لے۲ فرماتے ہیں وہ تھوڑی دور لوٹے پھر آ گئے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو۳ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا حتیٰ کہ جب چوتھی بار ہوئی تب اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں۔۴ عرض کیا' زنا سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسے دیوانگی ہے۔۵ خبر دی گئی کہ اسے دیوانگی نہیں پھر فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے۔۶ تو ایک شخص اٹھا اس نے اس کے منہ کی بو سونگھی تو اس سے شراب کی بو نہ پائی ۷ تب فرمایا کیا تو نے زنا کیا ہے عرض کیا ہاں تو رجم کیا گیا لوگ دو تین دن ٹھہرے ۸ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا' ماعز ابن مالک کے لئے دعاء مغفرت کرو۹ اس نے ایسی شاندار توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت

جَآءَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ غَامِدٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِيْ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهِ تُوْبِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ تُرِيْدُ اَنْ تُرَدِّدَنِيْ كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ اِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَ اَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَافِيْ بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ اِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَّيْسَ لَهٗ مَنْ تُرْضِعُهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِلَيَّ رَضَاعُهٗ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَرَجَمَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ اذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهٗ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَحُفِرَلَهَا اِلٰى صَدْرِهَا وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَاْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْتَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَصُلِّيَ عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کے درمیان وہ بانٹ دی جائے تو ان کو شامل ہو جائے ۱؎ پھر حضور کی خدمت میں ازد کے قبیلہ غامد کی عورت آئی ۱۱؎ بولی یا رسول اللہ مجھے پاک فرمادو فرمایا افسوس تجھ پر لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر ۱۲؎ بولی کیا آپ چاہتے ہیں کہ مجھے ایسے لوٹا دیں جیسے ماعز ابن مالک کو لوٹایا تھا یہ بندی تو زنا سے حاملہ ہے ۱۳؎ تب فرمایا کہ تو بولی ہاں تب اس سے فرمایا حتیٰ کہ تو اپنے پیٹ کے بچہ کو جن دے ۱۴؎ راوی نے کہا کہ اس کا ایک انصاری مرد کفیل وضامن ہوگیا ۱۵؎ حتیٰ کہ اس نے جن دیا تب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا کہ غامد یہ نے بچہ جن دیا ۱۶؎ فرمایا تب تو ہم اس کو رجم نہ کریں گے اس کے چھوٹے بچے کو یوں ہی نہ چھوڑیں گے ۱۷؎ کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو تو ایک انصاری مرد کھڑا ہوا عرض کیا کہ اس کا دودھ میرے ذمہ ہے۔ یا نبی اللہ ۱۸؎ فرماتے ہیں تب اسے رجم کیا گیا اور ایک روایت میں یوں ہے فرمایا جا حتیٰ کہ بچہ جن دے پھر جب جن چکی تو فرمایا جا اسے دودھ پلا حتیٰ کہ اس کا دودھ چھوڑ دے پھر جب اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچہ کو لے کر آئی اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا بولی یا نبی اللہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب بچہ کھانا کھانے لگا ہے تب حضور نے بچہ ایک مسلمان کے سپرد کیا ۲۰؎ پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس کے لئے سینہ تک گڑھا کھودا گیا ۲۱؎ اور لوگوں کو حکم دیا انہوں نے اسے رجم کیا ۲۲؎ خالد ابن ولید پتھر لا رہے تھے وہ اس کے سر میں مارا ۲۳؎ تو خالد کے چہرے پر خون کی چھینٹیں پڑگئیں اسے خالد نے برا کہا ۲۴؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا اے خالد ۲۵؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے ۲۶؎ کہ اگر یہ توبہ ٹیکس لینے والا کرتا تو اس کو بھی بخش دیا جاتا ۲۷؎ تو اس پر نماز پڑھی گئی اور وہ دفن کردی گئی ۲۸؎ (مسلم)

(۳۴۰۵) ۱؎ سزا قائم فرما کر زنا کی پلیدی سے پاک فرمادو' معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پاکی مانگنا شرک نہیں' ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ تزکیہ اور طہارت کا فرق بارہا بیان ہو چکا۔ ۲؎ لفظ ویحك یا ویحالك رحم یا تعجب یا تعریف کے موقع پر بولا جاتا ہے یہاں تینوں معنی میں ہوسکتا ہے حضور نے ماعز سے گناہ نہ پوچھا تا کہ اس کی پردہ دری نہ ہو' استغفار سے مراد زبانی توبہ ہے اور مراد دلی توبہ۔ شعر:

حضور انور ہے اللہ اکبر یہ ہے ۴ لوٹے ؎ پھر لئے اس جانا افضل کو وضو سے تیمم آیا، نہ صبر پر طہارت کی توبہ کو عنہ اللہ رضی ماعز حضرت یعنی ؎۳
کی شان ستاری کہ تین بار پردہ ڈالا جب ماعز نے اصرار کیا تب حد جاری کرنے کے لئے صراحۃً اقرار زنا کرایا کہ اس صریحی اقرار کے بغیر یہ سزا دینا درست نہ ہوتا تھا وہ تھا کرم یہ ہے قانون، فیم میں فی بمعنی من ہے، یا بمعنی ب سببیہ ؎۵ یہ ارشاد عالی حاضرین بارگاہ سے ہے جو حضرت ماعز کے حالات سے خبردار تھے۔؎۶ معلوم ہوا کہ دیوانے اور نشہ والے کا اقرار زنا معتبر نہیں ؎۷ اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نشہ والے کا اقرار معتبر نہیں خواہ کوئی اقرار ہو، دوسرے یہ کہ شراب پینے کا ثبوت باقی ہو جس میں شراب نکلے یا منہ کی بو ہے یا بے ڈھنگی چال ہے کہ انسان سیدھا نہ چل سکے مگر ان سب میں منہ کی بو بڑا ثبوت ہے۔؎۸ اس دوران میں ماعز کا کوئی تذکرہ بارگاہ عالی میں نہ ہوا۔؎۹ کہ اس کے گناہ کی معافی تو رجم سے ہی ہوگئی اب اس دعا سے اس کی ترقی درجات ہوگئی، معلوم ہوا کہ کوئی شخص دعائے خیر سے خصوصاً حضور کی دعا سے مستغنی نہیں اور دعائے مغفرت صرف گناہ کی معافی کے لئے نہیں بلکہ بلندی درجات کے لئے بھی ہوتی ہے رب تعالٰی نے فرمایا: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ (۴۸،۲) تا کہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے (کنزالایمان) (مرقات) ؎۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ زانی کے رجم میں اس کی توبہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رجم کو توبہ قرار دیا اور چونکہ اس نے خود اقرار گناہ کر کے رجم قبول کیا، اس لئے اس کا یہ عمل شاندار توبہ بنا، یہاں توبہ کو مادی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کے لئے تقسیم کا ذکر فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ تقسیم توبہ سے مراد اس کے ثواب کی تقسیم ہو اس دوسری توجیہ کو مرقات نے ترجیح دی ؎۱۱ ازد بڑے قبیلہ کا نام ہے اور غامد اس کے بطن کا نام جیسے پٹھانوں میں یوسف زئی، کمال زئی وغیرہ خیال رہے کہ ازد ابن الغوث اس قبیلہ ازد کے مورث اعلیٰ کا نام ہے ان ازد کی اولاد میں تمام انصار ہیں ان کا لقب ازدشنوہ ہے (اشعۃ اللمعات) ؎۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زانی کا زنا ثابت نہ ہو اور وہ خفیہ ہی توبہ کرلے تو مغفرت کی امید ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴،۴۸) اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (کنزالایمان) کفر و شرک کے سواء جسے چاہے معاف فرمادے، دیکھو یہاں بھی حضور نے اس کا گناہ نہ پوچھا، یہ ہے شان ستاری۔؎۱۳ اس بی بی نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کیا کیونکہ اس نے اپنے کو بارگاہ عالی کی حاضری کے لائق نہ سمجھا گویا اب میں اس بارگاہ سے غائب ہو چکی ہوں (اشعہ) ؎۱۴ کیونکہ اس مقصد یہ تھا کہ میں تو اپنے اقرار سے پھر سکتی نہیں کہ میرا حمل میرے جرم کی دلیل ہے ماعز پھر سکتے تھے کہ وہاں کوئی دلیل نہ تھی حالت میں تجھے رجم کرنے سے حمل کی جان بلاوجہ ضائع ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ حاملہ کو قتل یا رجم نہیں کیا جاسکتا نہ حق اللہ میں نہ حق العباد میں لہٰذا قاتلہ حاملہ سے بچہ جننے کے بعد قصاص لیا جائے گا کیونکہ ماں کے قصور سے بچہ ہلاک نہیں کیا جاسکتا۔؎۱۵ یعنی اس بی بی کی حفاظت حمل، جننے کے خرچہ وغیرہ کا میں کفیل ہوں، یہ ملزم کو حاضر کرنے کی کفالت و ضمانت نہیں ہے کہ شرعی حد میں ضمانت جائز نہیں۔ آج بھی قتل کے ملزم کی ضمانت حکومت نہیں لیتی بلکہ اسے دوران مقدمہ حوالات میں رکھتے ہیں۔؎۱۶ یعنی اس کفیل نے عورت کے بچہ جن دینے کی خبر دے کر دریافت کیا کہ اب اس کے لئے کیا حکم ہے رجم کی جائے گی یا اسے مہلت دی جائے گی ؎۱۷ یعنی اب بھی ہم اسے رجم نہ کریں گے کیونکہ اب بھی ماں کو رجم کردینے سے بچہ ضائع ہوجائے گا ؎۱۸ لہٰذا اسے فی الفور رجم فرما کر پاک فرمادیجئے، غالبًا یہ سب کچھ اس بی بی کے کہنے سے عرض کیا ہوگا تب حضور نے رجم کا حکم دیا ؎۱۹ یہ ٹکڑا دینا علامت اس کی تھی کہ اب بچہ مجھ ماں کے بغیر بھی رہ سکتا ہے میرے دودھ کا محتاج نہیں اس سے پتا چلتا ہے اس بی بی کی استقامت اور خوف خدا کی پختگی کا کہ اتنا دراز عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس کا جوش توبہ کم نہ ہوا برابر حاضر ہوتی ہے اور رجم کی درخواست کرتی رہی۔؎۲۰ یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف ہے پہلے روایت سے معلوم تھا کہ بچہ جنتے ہی رجم کردی گئی اور بچہ کی شیرخوارگی کسی نے اپنے ذمہ لے لی، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی، شاید

یہ واقعہ دوسری عورت کا ہے اسی لئے پہلی عورت کو ازدیہ کہا گیا ہے اور یہ عورت جہنیہ تھی یا پہلی روایت سے یہ روایت زیادہ قوی ہے کہ اس پہلی روایت میں بشیر ابن مہاجر راوی ہے اور اس دوسری روایت میں مقاتل راوی ہے یا پہلی حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی وہاں علی رضاعۃ میں رضاعت سے مراد پرورش ہے واللہ اعلم (مرقات ونووی) ۲۱؎ تاکہ ملزمہ عورت پتھروں کی تکلیف پاکر بھاگ نہ سکے اور اس کی پردہ دری نہ ہو،یہ امر استحبابی تھا وجوبی نہیں عورت کو رجم کرتے وقت گڑھے میں داب دینا مستحب ہے واجب نہیں (ہدایہ،فتح القدیر،مرقات) ظاہر یہ ہے کہ گڑھا کھودنے کا حکم خود سرکار عالی نے دیا ۲۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور خود بھی وہاں تشریف فرمارہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے،فقہاء فرماتے ہیں اگر زنا کا ثبوت گواہوں سے ہو تو پہلے گواہ پتھر ماریں پھر حاکم پھر دوسرے لوگ،اور اگر ثبوت خود ملزم کے اقرار سے ہو تو پہلے حاکم پتھر مارے پھر دوسرے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے۔ ۲۳؎ یقبل حال ہے مگر ماضی کے معنی میں کبھی یقینی ماضی کو حال کے صیغہ سے بیان کر دیتے ہیں یہ ظاہر کرنے کو کہ مجھے اس واقعہ کا ایسا یقین ہے جیسے ابھی میرے سامنے ہورہا ہے اظہار تعجب کے لئے بھی ایسا کیا جاتا ہے،خواب بیان کرتے وقت کہا جاتا ہے کہ میں نے سال پہلے خواب دیکھا کہ فلاں جگہ جارہا ہوں وغیرہ ۲۴؎ یعنی برے الفاظ سے یاد کرکے فرمایا کہ اس نے میرے کپڑے خراب کردیئے نہ یہ زنا کرتی نہ رجم کی جاتی نہ اس کے خون سے میرے کپڑے نجس ہوتے ۲۵؎ اور اسے برا نہ کہو کیونکہ اس کی شاندار مغفرت ہوچکی ہے۔ ۲۶؎ معلوم ہوا کہ اپنے جرم کا اقرار کرنا اس کی سزا لے لینا بھی توبہ ہے اگرچہ منہ سے توبہ کے الفاظ نہ کہے،ندامت وشرمندگی آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا عہد بھی توبہ ہے۔ ۲۷؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا حکم کرنے کا محکمہ بدترین محکمہ ہے اور وہاں کے ملازمین بدترین قسم کے مجرم ہیں کیونکہ جتنا ظلم اس محکمہ میں ہوتا ہے اتنا دوسرے محکموں میں نہیں ہوتا کہ ناجائز طریقوں سے رعایا کا مال نہایت بے دردی سے وصول کیا جاتا ہے۔ ۲۸؎ ظاہر یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز نہ پڑھی،اس جملہ کے معنی یہ بھی کیئے گئے کہ حضور نے اس کے غسل وکفن کا حکم دیا پھر نماز پڑھی یعنی امر کا مفعول غسل وکفن ہے اور فعل بصیغہ معروف ہے اسی وجہ سے ائمہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سلطان اسلام مرجوم پر نماز نہ پڑھے بعض فرماتے ہیں کہ پڑھے،خیال رہے کہ ان لوگوں کا صرف زبانی توبہ نہ کرنا اور اصرار سے اپنے کو رجم کرالینا اسی لئے تھا کہ اس توبہ کا قبول ہونا مشکوک تھا اور اس توبہ کا قبول ہونا یقینی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَازَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۴۰۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے پھر اس کا زنا ظاہر ہوجائے تو اسے سزاء کوڑے لگائے ۱؎ صرف برا بھلا نہ کہے اگر پھر زنا کرے ۲؎ تو اسے سزاء کوڑے لگائے اور صرف سرزنش نہ کرے ۳؎ اگر تیسری بار زنا کرے ۴؎ اس کا زنا ظاہر ہوجائے تو اسے بیچ دے اگرچہ بال کی رسی کے عوض ۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۴۰۶) ۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مولیٰ اپنی لونڈی کو خود حد لگا سکتا ہے سلطان اسلام کا فیصلہ شرط نہیں،مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حد کے لئے فیصلہ حاکم شرط ہے اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حاکم کا فیصلہ کرا کر کوڑے لگائے،یہاں نسبت سببیت کی ہے یعنی حد لگانے کا سبب بن جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ اس کے لئے زنا کی سزا

پچاس کوڑے ہیں یعنی آزادعورت کی سزا آدھی اسے رجم نہیں کیا جائے گا رب تعالٰی لونڈیوں کے متعلق فرماتا ہے: فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (۴،۲۵) پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزادعورتوں پر ہے۔ (کنزالایمان) اس آیت میں عذاب سے مراد کوڑے ہیں نہ کہ رجم کیونکہ رجم آدھا نہیں ہوسکتا۔ ۲؎ اس جملہ کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ زانیہ لونڈی کو کوڑے ضرور لگائے صرف برا بھلا کہہ کر ٹال نہ دے' دوسرے یہ کہ کوڑے مارنے کے بعد برا بھلا نہ کہے کہ یہ کوڑے اس کی پوری سزا ہوگئی۔ ۳؎ خیال رہے کہ لونڈی غلاموں کے متعلق اتفاق ہے کہ انہیں دیس نکالا نہ دیا جائے کہ اس میں سخت خطرات ہیں۔ ۴؎ یعنی گزشتہ سزائیں اس کے لئے فائدہ مند نہ ہوں اور وہ زنا سے باز نہ آئے معلوم ہوا کہ جرم کے تکرار سے کوڑوں کی بھی تکرار ہوگی۔ ۵؎ یعنی اس مرد کے ہاتھ فروخت کردے جس سے وہ بار بار زنا کراتی ہے کیونکہ وہ اس پر فریضتہ ہے' اس بیع کردینے سے اس کے لئے حلال ہوجائے گی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کردے جو اسے زنا سے روک سکے تو اسے روکنے میں کامیاب نہ ہو لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جو اپنے لئے ناپسند ہو دوسرے کو کیوں دو' نہ یہ اعتراض ہے کہ عیب والی چیز فروخت کرنا ممنوع ہے کیونکہ عیب چھپا کر بیچنا ممنوع ہے کہ یہ دھوکہ ہے' خیال رہے کہ اس بار زنا کی سزا مولی نہ دلوائے بلکہ جو خریدے گا وہ دلوائے گا اس سے یہ کہہ دے کہ اس کو کوڑے لگوادینا' اسی لئے یہاں سزا کا ذکر نہ فرمایا' اس افصح الفصحاء کی فصاحت پر قربان' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیمتی چیز بہت سستی بیچ دینا درست ہے یہ مال کی بربادی نہیں' فقہاء نے بہت سستی چیز خریدنے سے وہاں منع کیا ہے جہاں بائع اپنی سخت مفلسی کی وجہ سے سستے داموں مال بیچنے پر مجبور ہوجائے کہ یہ مجبور کی بیع ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَقِیْمُوْا عَلٰی اَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ یُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَجْلِدَهَا فَاِذَا هِیَ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِیْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ اَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَقَالَ دَعْهَا حَتّٰی یَنْقَطِعَ دَمُهَا ثُمَّ اَقِمْ عَلَیْهَا الْحَدَّ وَاَقِیْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰی مَامَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ)

(۳۴۰۷) روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا اے لوگو اپنے غلاموں پر حد قائم کرو ۱؎ ان میں سے جو شادی شدہ ہوں اور جو شادی شدہ نہ ہوں ۲؎ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کرلیا تھا ۳؎ تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ اس کے کوڑے ماروں ۴؎ تو ناگاہ وہ جن چکنے کے قریب ہی ہے تو میں نے خوف کیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو اسے قتل ہی کردوں گا ۵؎ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا تم نے اچھا کیا ۶؎ (مسلم) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اسے مہلت دو حتی کہ اس کا خون بند ہوجائے پھر اس پر حد قائم کرو ۷؎ اور حدود ان پر قائم کرو جن کے تم مالک ہو ۸؎

(۳۴۰۷) ۱؎ ناس سے مراد مسلمان ہیں اور غلام سے مراد ہر غلام ہے مسلمان ہو یا کافر۔ ۲؎ یہاں احصان سے مراد شادی شدہ ہونا ہے اصطلاحی احصان مراد نہیں کہ اس میں اسلام اور حریت یعنی آزاد ہونا دونوں شرط ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: فَاِذَا اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (۴،۲۵) جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزادعورتوں پر ہے (کنزالایمان) یہاں بھی بمعنی نکاح ہے۔ ۳؎ اس لونڈی کا نام نہ معلوم ہوسکا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ لونڈی مومنہ تھی یا کافرہ۔ ۴؎ پچاس کوڑے خواہ وہ شادی شدہ تھی یا کنواری کہ ہر لونڈی کی یہی سزا ہے۔ ۵؎ یعنی وہ ابھی جن چکی ہے کمزور ہے پچاس کوڑوں

کی تاب نہ لا سکے گی مر جائے گی۔۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس زانی کی سزا کوڑے ہوں اسے کوڑوں سے مرنے نہ دیا جائے لہذا بیمار کو یوں ہی سخت سردی سخت گرمی میں کوڑے نہ لگائے جائیں جبکہ مرجانے کا خطرہ ہو اور اگر یہ زانی مدقوق یا سل کی بیماری میں مبتلا ہو جس سے شفاء کی امید ہو تو سو شاخوں والی لکڑی اس کے جسم پر اس طرح ماردی جائے کہ جان نہ نکلے اس پر ہمارا اور شوافع کا اتفاق ہے، حاملہ کو بھی کوڑے نہ لگائے جائیں کہ مرنے کا اندیشہ ہے اور جس کی سزا رجم ہو اسے بہرحال رجم کردیا جائے کہ وہاں تو موت ہی دینی ہے۔۷؎ جبکہ وہ طاقتور ہوکر کوڑے جھیل سکے۸؎ بذریعہ حاکم اسلام حد قائم کراؤ کیونکہ حد قائم کرنا حاکم اسلام کا کام ہے صرف مولیٰ قائم نہیں کرسکتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ مَاعِزٌ الْاَ سْلَمِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْزَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْزَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَمَرَبِهٖ فِی الرَّابِعَةِ فَاُخْرِجَ اِلَی الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَمَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّیَشْتَدُّ حَتّٰی مَرَّبِرَجُلٍ مَعَهٗ لَحْیُ جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ بِهٖ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰی مَاتَ فَذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ فَرَّحِیْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَکْتُمُوْهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ هَلَّا تَرَکْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ یَّتُوْبَ فَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ)

(۳۴۰۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ماعز اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا انہوں نے زنا کیا ہے۱؎ حضور نے اس سے منہ پھیرلیا تو وہ دوسری جانب آ گئے۲؎ بولے انہوں نے زنا کیا ہے حضور نے پھر ان سے منہ پھیرلیا پھر دوسری طرف سے آگئے بولے یارسول اللہ انہوں نے زنا کیا ہے تب چوتھی دفعہ میں حکم دیا تو انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا رجم کیا گیا پتھروں سے پھر جب انہیں پتھروں کی تکلیف پہنچی دوڑتے ہوئے بھاگ گئے۳؎ حتی کہ ایک شخص پر گزرے جس کے پاس اونٹ کی ہڈی تھی۴؎ اس نے یہ ہڈی ان کے ماری اور لوگوں نے بھی انہیں مارا حتی کہ مرگئے۵؎ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ماعز نے جب پتھروں اور موت کی تکلیف پائی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا۶؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کرلیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمالیتا۷؎

(۳۴۰۸)۱؎ یہ روایت بالمعنی ہے انہوں نے کہا تھا اِنِّی زَنیت میں نے زنا کرلیا ہے، راوی نے اس طرح غائب کے صیغہ سے روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ خود ماعز نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے بیان کیا ہو یعنی اس فقیر گنہگار حقیر نے زنا کرلیا ہے۔۲؎ اس طرح کہ اولاً یہاں سے چلے گئے پھر غیرت ایمانی کے جوش میں حاضر ہوئے مگر دوسری جانب سے نہ کہ یہاں رہتے ہوئے، لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں جہاں ان کا مجلس شریف سے چلا جانا مذکور ہے ہر دفعہ وہ آتے جاتے رہے۔۳؎ یہ بھاگنا غیر اختیاری تھا جیسے ذبح کے وقت جانور کا تڑپنا لہذا اس سے ماعز کا ثواب کم نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ہر مرد کے رجم کے لئے گڑھا نہ کھودا جائے بلکہ ویسے ہی کھلے میدان میں رجم کیا جائے گا۴؎ لحی لام کے فتحہ ح کے جزم سے جبڑے کی ہڈی جس پر دانت اُگے ہوتے ہیں، مرد کی اس ہڈی پر نیچے داڑھی ہوتی ہے اندر دانت۵؎ اس

سے معلوم ہوا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ہی ضروری نہیں بلکہ اینٹ' روڑے' ہڈی سے بھی مارا جا سکتا ہے' وہاں لاٹھی یا تلوار سے نہیں مارا جائے گا کہ پھر وہ قتل ہے رجم نہیں' اگر لاٹھی ڈنڈا پھینک کر مارا تو درست ہے کہ یہ قتل نہیں رجم ہی ہے۔ ۶ کیونکہ اس بھاگنے میں اقرار زنا سے رجوع کا احتمال تھا کہ شاید ماعز اپنے اقرار سے پھرنے کے لئے بھاگ رہے تھے اور زنا کا اقراری اگر حد سے پہلے رجوع کرے تو حد ختم ہو جاتی ہے اور اگر حد کے دوران رجوع کرے تو باقی حد معاف ہو جاتی ہے اور اس کا رجوع درست ہوتا ہے اگر بعد رجوع بھی اسے مار دیا گیا تو مارنے والوں پر قتل خطا کی دیت واجب ہوتی ہے جو ان کے وارث مرحوم کے وارثوں کو ادا کریں گے اس لئے حضور انور نے فرمایا کہ تم کو چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ ۷ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مارنے والوں پر نہ دیت واجب کی نہ ناراضگی فرمائی کیونکہ ماعز نے صراحۃً رجوع نہ کیا تھا احتمال تھا کہ شاید رجوع کرتے ہوئے بھاگے یا تکلیف سے بے اختیار بھاگے' اگر صراحۃً رجوع کر لیا ہوتا پھر وہی حکم ہوتا جو عرض کیا گیا اس جملہ مبارکہ اور فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زانی اگر رجم نہ ہو صرف سچی توبہ کرے جب بھی معافی کی امید ہے مگر رجم سے معافی یقینی ہے اس لئے وہ حضرات اصرار سے رجم ہوتے تھے رضی اللہ عنہم' مرقات نے یہاں فرمایا کہ اگر اقراری شرابی یا اقراری چور جس کی چوری شراب خوری صرف اس کے اقرار سے ثابت ہو اور کوئی ثبوت نہ ہو اگر حد جاری کرنے سے پہلے یا دوران حد میں اقرار سے پھر جائیں تو حد ختم ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِبْنِ مَالِکٍ اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِیْ عَنْکَ قَالَ وَمَا بَلَغَکَ عَنِّیْ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ قَدْ وَقَعْتَ عَلٰی جَارِیَۃِ اٰلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ فَشَھِدَ اَرْبَعَ شَھَادَاتٍ فَاَمَرَبِہٖ فَرُجِمَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۰۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز ابن مالک سے فرمایا کہ تمہارے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے کیا وہ سچ ہے ۱ عرض کیا میرے متعلق کیا خبر حضور کو پہنچی فرمایا یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں قبیلہ کی لونڈی سے زنا کیا ہے ۲ بولے ہاں پھر ماعز نے چار گواہیاں دیں تب حکم دیا گیا وہ رجم کئے گئے ۳ (مسلم)

(۳۴۰۹) ۱ خیال رہے کہ یہ حدیث گزشتہ اور آئندہ احادیث کے مخالف نہیں بلکہ ان میں اجمال ہے اور اس حدیث میں تفصیل' واقعہ یہ ہوا کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز سے یہ پوچھا تا کہ ماعز انکار کر کے حد سے بچ جائیں' انہوں نے بجائے انکار کے اقرار کر لیا تب حضور انور نے ان سے منہ پھیر لیا' ان احادیث میں پورا واقعہ بیان نہیں ہوا یہاں پورا بیان ہوا لہذا تعارض نہیں اور حضور انور کا یہ سوال بھی دفع حد کے لئے تھا اور منہ پھیرتے رہنا بھی اسی لئے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲ مرقات نے فرمایا یہاں جاریہ بمعنی بیٹی ولڑکی ہے آل زائدہ ہے' اشعہ نے فرمایا کہ جاریہ بمعنی لونڈی ہے' بہر حال محصن مرد خواہ محصنہ عورت سے زنا کرے یا کنواری سے یا لونڈی سے بہر حال اسے رجم کیا جائے کہ وہ خود تو محصن ہے' اشعہ کی روایت درست ہے۔ ۳ یہاں گواہیوں سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ چار اقرار چار گواہیوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اس لئے اسے گواہیاں فرمایا گیا جیسے آیت لعان میں الزام زنا اور براءت زنا کو شہادت فرمایا گیا۔

وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ نُعَیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ مَاعِزًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّعِنْدَہٗ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَاَمَرَ بِرَجْمِہٖ وَقَالَ لِھُزَّالٍ لَوْ سَتَرْتَہٗ بِثَوْبِکَ کَانَ خَیْرًا لَّکَ قَالَ ابْنُ الْمُنْکَدِرِ اِنَّ ھُزَّالًا اَمَرَ مَاعِزًا اَنْ یَّاْتِیَ

(۳۴۱۰) روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم سے وہ اپنے باپ سے راوی ۱ کہ ماعز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے پاس چار بار اقرار کیا تب آپ نے ان کے رجم کا حکم دیا اور ہزال سے فرمایا ۲ کہ اگر تم اپنے کپڑے سے ڈھک لیتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُخْبِرَہٗ . (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

ابن منکدر کہتے ہیں کہ ہزال نے ماعز کومشورہ دیا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں حضور کو یہ خبر دیں۔۳(ابوداؤد)

(۳۴۱۰)۱آپ یزید ابن نعیم ابن ہزال اسلمی ہیں تابعی ہیں اور آپ کے والد نعیم صحابی ہیں ۔۲ہزال ھ کے ضمہ اور ز کے شد سے ہے' ان کی لونڈی فاطمہ سے ماعز نے زنا کرلیا تھا' ہزال سے اس کا ذکر خود کیا تو ہزال نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر اقرار کرو تب ماعز بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے اس لئے ہزال سے یہ فرمایا۳خیال رہے کہ جناب ہزال نے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض نہ کیا بلکہ ماعز کو بھیجا کیونکہ اس موقع پر زنا کی شہادت کا نصاب یعنی چار عینی گواہ موجود نہ تھے' اگر ہزال کہتے تو گواہ طلب ہوتے' گواہ پیش نہ ہونے پر اگرچہ انہیں تہمت نہ لگتی کہ مزینہ لونڈی تھی مگر عتاب میں ضرور آجاتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا وجہ جرم ہے جس کا اظہار نہ ہونے دینا خفیہ توبہ کرادینا افضل ہے' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان نے اپنے بھائی کا عیب لوجہ اللہ چھپایا تو اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں اس کے عیب چھپائے گا' مگر جب ملزم زنا کا عادی ہوجائے تو اس کا اظہار کردینا' سزا دلوا دینا بہتر ہے کہ زمین کو فساد و گناہ سے پاک وصاف کرنا بہتر ہے خواہ توبہ کے ذریعہ یا سزا کے ذریعہ سے' اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں مطالعہ فرمایئے کہ کہاں حاکم کو گناہ کی خبر دے کر ملزم کو سزا دلوانا بہتر ہے اور کہاں چھپالینا افضل۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافُوا الْحُدُوْدَ فِیْمَا بَیْنَکُمْ فَمَا بَلَغَنِیْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ . (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

(۳۴۱۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جرموں کی آپس میں معافی کرلو۱اور نہ جو جرم ہم تک پہنچ جائے گا وہ لازم ہوجائے گا۲(ابوداؤد' نسائی)

(۳۴۱۱)۱تعافوا میں خطاب عام پبلک کو ہے نہ کہ حاکم یا بادشاہوں کو' اور حدود سے مراد وہ جرم ہیں جو سبب حد ہیں یعنی حقوق العباد کے جرم حاکم تک نہ پہنچاؤ۔ آپس میں ایک دوسرے سے معافی چاہ لو' جیسے چور چوری کرکے مالک کو مال واپس دے دے اس سے معافی چاہ لے حکومت تک اسے نہ جانے دے۲یعنی حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جانے پر معافی نہ ہوسکے گی' اس سے معلوم ہوا کہ شرعی سزا صرف حاکم دے سکتا ہے دوسرا نہیں دے سکتا' نیز حاکم کے پاس جرم پہنچنے سے پہلے لازم سزا نہیں مگر پہنچ جانے کے بعد لازم ہوجاتا ہے معاف نہیں ہوسکتا نہ حاکم کے معاف کرنے سے نہ صاحب حق کے معاف کرنے سے' خیال رہے کہ یہ امر استحبابی ہے اور چھپانا یا معاف کردینا وہاں ہی بہتر ہے جہاں اس سے فساد نہ ہو ورنہ سزا دلوادینا نہایت ضروری ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں کہ ایک حد قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْلُوْا ذَوِی الْھَیْئَاتِ عَثَرَاتِھِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ . (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مروت والوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۱سواء حد والے جرموں کے۲(ابوداؤد)

(۳۴۱۲)۱یہاں خطاب حکام و بادشاہ رعایا سب سے ہے اور غلطیوں سے مراد وہ جرم ہیں جو حد کا باعث نہ ہوں صرف تعزیر کے لائق ہوں' اور مروت والوں سے مراد متقی و پرہیزگار لوگ ہیں جن کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو یعنی اگر کوئی متقی و پرہیزگار آدمی غلطی

سے کوئی ایسا جرم کر بیٹھے جو حد کے لائق نہ ہو تعزیر لگ سکتی ہو تو پہلی بار میں معافی دے دو اس کا رسوا ہونا ہی اس کے لئے کافی سزا ہے' امام شافعی فرماتے ہیں کہ مروت والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے آج پہلی بار غلطی ہوئی ہے وہ جرم کے عادی نہیں۔ ۲؎ یعنی حدود الٰہیہ قائم کرنے میں کسی کا لحاظ نہ کرو' فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کر لیتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا' یہ فرما کر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا' خیال رہے کہ حدود سے مراد مطلق حدود ہیں خواہ حقوق الٰہیہ کی ہوں یا حقوق عباد کی' لہٰذا ہر زانی کو حد اور چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی خواہ غریب ہو یا چودھری نمبردار۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْرَءُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ قَدْرُوِيَ عَنْهَا وَلَمْ يُرْفَعْ وَهُوَ اَصَحُّ .

(۳۴۱۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک کرسکو مسلمانوں سے حدود دفع کرو۱؎ تو اگر اس کے لئے کوئی راہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دے۲؎ کیونکہ حاکم کا معافی میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۳؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ روایت اُمّ المومنین سے مرفوع نہیں وہی زیادہ صحیح ہے۔

(۳۴۱۳) ۱؎ اسی لئے شبہات سے حدود دفع ہو جاتی ہیں لہٰذا حاکم کو چاہیئے کہ مجرم کو شک وشبہ کا فائدہ دے مگر خیال رہے کہ خود رشوت کا فائدہ نہ اٹھائے اس صورت میں یہ حکام سے خطاب ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ حتی الامکان حکام تک مجرم کو نہ لے جائیے اسے سزا نہ دلوایئے' تب یہ خطاب عوام سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے آئندہ مضمون اس کی تائید کر رہا ہے۔ ۲؎ یعنی اے حکام اگر وجہ جائز سے مجرم حد سے بچ سکتا ہے تو اس پر حد جاری نہ کیجئے' یا اے مسلمانو! اگر کسی صورت سے مجرم بغیر سزا دلوائے' درست ہوسکتا ہے تو اسے عدالت میں نہ لے جاؤ' پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلی عبارت میں واضح ہے۔ ۳؎ اس جملہ کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر امام و حاکم تمہارے معاف کر دینے کے بعد طریقہ خطا اختیار کر لے کہ خطاءً اسے تعزیر بھی نہ دے یہ بہتر ہے اس سے کہ حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جائے' اور پھر وہ حد جاری کرنے میں غلطی کرے کہ غلطی سے حد چھوڑ دے' اس صورت میں یہ خطاب عوام سے ہے' دوسرے یہ کہ حاکم مقدمہ سننے کے بعد خطاءً ملزم کو سزا نہ دے اسے شک کی بنا پر چھوڑ دے حالانکہ وہ سزا کے لائق تھا یہ اس سے بہتر ہے کہ بے قصور کو سزا دے دے کیونکہ سزا نہ دینے کی صورت میں اللہ کی معافی کی امید ہے کہ مجرم توبہ کر کے نیک بن جائے مگر بے قصور کو سزا دینے میں ظلم بھی ہے اور آئندہ استغفار کی امید بھی نہیں مثلاً محصن زانی کو حاکم کہے کہ شاید تو نے بوسہ لے لیا ہوگا یا چھولیا ہوگا وغیرہ اور ملزم کہے جی ہاں میں نے یہی کیا تھا اور رجم سے بچ جائے تو اگرچہ رجم کے لائق تھا مگر حاکم گنہگار نہیں اور مجرم کے توبہ کی امید ہے لیکن اگر اسے بغیر تحقیق رجم کر دیا گیا' اور واقعہ میں وہ رجم کے لائق نہ تھا تو اب تلافی کیسے ہو سکے گی اب بھی حکومتیں قتل کی سزا میں بڑی تحقیق کرتی ہیں کبھی شک کا فائدہ دے کر بری کر دیتی ہیں' یہی توجیہ قوی ہے (مرقات واشعہ) حتیٰ کہ اگر زانی مجرم کو زنا حرام ہونے کا پتا نہ ہو تو حد نہ لگے گی۔

وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اسْتُكْرِهَتِ امْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَاَ عَنْهَا الْحَدَّ وَاَقَامَهٗ عَلَى الَّذِيْ اَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ

(۳۴۱۴) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت مجبور کر دی گئی۱؎ تو حضور نے عورت سے حد دفع فرما دی۲؎ اور زنا کرنے والے پر قائم فرما دی اور یہ ذکر نہ

جَعَلَ لَهَا مَهْرًا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کیا اس عورت کے لئے مہر مقرر فرمایا۳ (ترمذی)

(۳۴۱۴)۱اس طرح کہ کسی نے جبراً زنا کرلیا۲ معلوم ہوا کہ جبراً زنا پر حد نہیں مگر یہ حکم عورت کے متعلق ہوسکتا ہے زانی مرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے مجبوراً زنا کیا تھا فلاں شخص نے مجھے زنا کرنے پر مجبور کیا تھا۳ کیونکہ یہ صحبت محض زنا تھی، اور زنا حرام ہے تو حرام شئے کا مہر یا اجرت نہیں جن احادیث میں وارد ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر دلوایا وہاں وطی بالشبہ کی صورت تھی کہ مرد کسی اجنبی کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کرے یا نکاح فاسد سے صحبت کرے وہاں مہر دینا لازم ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهٗ مِنْهَا فَصَاحَتْ وَانْطَلَقَ وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ فَاَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يُقْبَلُ مِنْهُمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۴۱۵) روایت ہے ان ہی سے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے ارادہ سے نکلی۱ کہ ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا ۲ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی۳ وہ چیخی مرد چلا گیا مہاجرین کی ایک جماعت گزری وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا کیا ہے۴ لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ نے بخش دیا۵ اس شخص سے فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا اسے رجم کردو۶ اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان سب کی قبول ہوجاتی ہے۔۷ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۴۱۵)۱ یعنی اپنے گھر سے مسجد نبوی شریف کی طرف جارہی تھی نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے، زمانہ رسالت میں عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کا حکم تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت فرمائی حالات زمانہ کو ملاحظہ فرماکر، اب چونکہ عورتیں بازاروں سینماؤں اسکولوں کالجوں اور بے دینوں کے جلسوں سے نہیں رکتیں لہذا انہیں مسجدوں کی جماعت سے بھی نہ روکو کہ یہاں آکر کچھ شرعی احکام تو سن جائیں گی۔ ۲ تجلل بنا ہے جل سے بمعنی جھول یعنی وہ مرد جھول کی طرح اس کو لپٹ گیا جیسا گھوڑے پر جھول پڑ جاتی ہے کہ عورت اس سے چھوٹ نہ سکی ۳ یعنی اس سے زنا کرلیا، خیال رہے کہ تمام صحابہ معصوم یا محفوظ نہیں بلکہ عادل یا مستور ہیں، عادل وہ جو گناہ اگرچہ کرے مگر اس پر قائم نہ رہے، فاسق وہ جو اعلانیہ گناہ کبیرہ کرے یا گناہ صغیرہ کا عادی ہوجائے، مستور وہ جس کا گناہ ظاہر نہ ہو، مستور فاسق نہیں ہوتا لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ تم تمام صحابہ کو عادل کہتے ہو حالانکہ ان میں سے بعض سے ایسے گناہ سرزد ہوئے، صحابہ کی عدالت پر قرآنی آیات شاہد ہیں، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔ ۴ یعنی جبراً زنا کیا، کذا وکذا کنایہ یا تو اس بی بی کا قول ہے یا بی بی نے تو صراحۃً زنا کہا تھا راوی نے اسے اس طرح روایت کیا پہلے کذا سے چھا جانا مراد ہے، دوسرے کذا سے زنا مراد۔ ۵ یہاں بخشنے سے مراد پکڑ نہ فرمانا ہے یعنی اس زنا پر قیامت میں تیری پکڑ نہ ہوگی کیونکہ تو مجبور معذور تھی راضی نہ تھی اور دنیا میں تجھ پر حد قائم نہ ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بخشش تو گناہ کی ہوتی ہے جب وہ عورت گنہگار ہی نہ ہوئی تو اس کی بخشش کے کیا معنی۔ ۶ یہ شخص محصن تھا اور اس نے چار بار زنا کا اقرار کرلیا تھا تب اس کے رجم کا حکم دیا ورنہ اس زنا پر چار عینی گواہ نہ تھے صرف عورت کے کہنے سے مرد کو زنا کی سزا نہیں دی جاسکتی، یہ اقرار زنا کرکے اپنے کو رجم کرالینا اعلیٰ درجہ کی توبہ ہے۔ ۷ اس فرمان عالی سے اس کی توبہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ ورنہ توبہ کی تقسیم نہیں

ہوتی یعنی اگر یہ توبہ قابل تقسیم ہوتی اور اس کے حصے اہل مدینہ کی تعداد کے برابر کئے جاتے اور ہر ایک کو اس توبہ کا ایک حصہ نصیب ہو جاتا تو سب کی بخشش ہو جاتی اللہ اکبر۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنَا بِامْرَأَةٍ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ اَنَّهُ مُحْصِنٌ فَاَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۱۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم دیا اسے کوڑے مارے گئے۱ پھر خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے تو حکم دیا رجم کیا گیا۔۲ (ابوداؤد)

(۳۴۱۶)۱یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے غیر محصن ہونے کی غلط خبر ملی یا اس زمانہ میں مقدمہ کی زیادہ تحقیقات نہ کی جاتی تھی اس لئے گمان پر کوڑے مارے گئے (مرقات) خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ تعالٰی نے علومِ غیبیہ بخشے' مگر ان علوم کا ہر وقت حضور نہیں ہوتا کبھی وہ حضرات عالم کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا۔شعر:

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پا خود نہ بینم

نیز حاکم اپنے علم خصوصی پر کسی کو سزا نہیں دے سکتا' ثبوت شرعی پر سزا دی جاتی ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔۲اس سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے بجائے رجم کے کوڑے مار دیئے گئے تو یہ کوڑے رجم کے قائم مقام نہ ہوں گے رجم علیحدہ کیا جائے گا لیکن اگر بجائے کوڑوں کے رجم کر دیا گیا تو یہ رجم کوڑوں کا نائب ہو جائے گا اور محصن ہونے کی خبر دینے والوں پر اس کی جان کا تاوان ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيْمٍ فَوُجِدَ عَلٰى اَمَةٍ مِّنْ اِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نَحْوَهٗ)

(۳۴۱۷) روایت ہے حضرت سعید ابن سعد ابن عبادہ سے کہ سعد ابن عبادہ۱ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لائے جو قبیلہ میں تھا ناقص الحلقہ بیمار۲ وہ ان کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر بدکاری کرتے پایا گیا۳ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بڑی شاخ لو جس میں سو چھوٹی شاخیں ہوں۴ ایک بار مار دو۵ (شرح سنہ) اور ابن ماجہ کی روایت میں اسی طرح ہے۔

(۳۴۱۷)۱حق یہ ہے کہ سعید ابن سعد تابعین میں سے ہیں اگرچہ بعض محدثین نے انہیں صحابی مانا اور سعد ابن عبادہ مشہور صحابی انصاری خزرجی ہیں بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے نقیب مقرر ہوئے آپ کو غسل خانہ میں جنات نے قتل کیا بہت دیر کے بعد آپ کی موت کا پتا لگا (مرقات) آپ کی وفات مقام خوران ملک شام میں ۱۵ھ میں عہد فاروقی میں ہوئی (اکمال)۲اور بیماری نا قابل علاج جس کے بعد صحت کی امید نہیں' اگر صحت کی امید ہوتی تو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے جاتے' جیسے حاملہ زانیہ کو حمل جننے کے بعد حد لگائی جاتی ہے (لمعات)۳یا تو چار شخصوں نے اسے زنا کرتے دیکھا جن کی عینی گواہی سے حد قائم ہوئی' یا دیکھا تو تھا ایک دو نے مگر اس نے خود اقرار کر لیا پہلی بات زیادہ قوی ہے۔۴عثکال اور شمراخ دونوں کے بمعنی ہیں شاخ مگر عثکال بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی شاخیں اور رہوں اور ان چھوٹی شاخوں کو شمراخ کہا جاتا ہے جیسے اردو میں ڈال اور ٹہنی عثکال کے معنی گدّا کرنا غلط ہے کہ وہ بڑے

درخت کا ہوتا ہے اور اٹھ نہیں سکتا۵؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوڑے کی سزا میں شرط یہ ہے کہ ملزم مرنے نہ پائے، یہ ایک قسم کا حیلہ ہے کہ حکم قرآنی جاری بھی ہو جائے اور ملزم ہلاک بھی نہ ہو، اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (۳۸، ۴۴) اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ (کنزالایمان) امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ بیمار زانی کی حد فوراً لگائی جائے دیر نہ کی جائے، امام ابوحنیفہ و مالک و جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر بیمار کے اچھے ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق سل وغیرہ تو دیر نہ لگائی جائے لیکن اگر اچھے ہو جانے کی امید ہو تو ضرور دیر لگائی جائے، اچھے ہو جانے پر باقاعدہ کوڑے لگائے جائیں جیسے حاملہ بالزنا کا حکم ہے (اشعہ، مرقات)

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۱۸) روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جسے قوم لوط کا کام کرتے پاؤ۱؎ تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کردو۲؎ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۳۴۱۸)۱؎ اس جملہ میں من سے مراد ہر مجرم ہے شادی شدہ ہو یا کنوارا اور پانے سے مراد صرف دیکھنا نہیں بلکہ جاننا ہے یعنی جس شخص کا اغلام ثابت ہو جائے اغلام ثابت ہونے کے لئے دو گواہ یا ایک بار اقرار کافی ہوگا دوسرے جرموں کی طرح، کیونکہ یہ زنا نہیں، نہ اس کی سزا زنا کی سی ہے، خیال رہے کہ یہاں لڑکے سے بدکاری مراد ہے، اجنبی عورت سے دبر میں بدفعلی کرنے کا حکم یہ نہیں کیونکہ یہ عمل قوم لوط نہیں، اپنی بیوی سے دبر میں وطی حرام ہے مگر اس پر بھی یہ سزا نہیں (از مرقات مع الزیادۃ) ۲؎ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک لواطت میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی بطور تعزیر قتل کے لئے ہے صاحبین اور امام شافعی کے ہاں لواطت کا حکم زنا کا سا ہے کہ فاعل اگر محصن ہے تو رجم کیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہے تو سو کوڑے کھائے گا، امام مالک و احمد کے نزدیک بہرحال رجم کیا جائے گا محصن ہو یا غیر محصن، مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ یہاں سزا قتل تجویز فرمائی گئی، زنا کی سزا قتل نہیں، نیز یہاں قتل کو عام فرمایا گیا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار گرا کر، اسی لئے حضرات صحابہ کرام کا عمل لوطی کے قتل میں مختلف رہا، اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً سزا مقرر نہیں اور حد میں شرعی تقرر ضروری ہے، بہرحال قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے، خود یہ حدیث تائید کر رہی ہے نیز یہ فاقتلوا جانور سے بدفعلی کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے مگر تمام کا اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے تو یہاں بھی تعزیر ہی چاہیئے کہ فرمان کے الفاظ عالیہ یکساں ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَانُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَّلٰكِنْ اُرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ

(۳۴۱۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چوپائے سے صحبت کرے تو اسے قتل کر دو۲؎ اور جانور کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دو۳؎ ابن عباس سے کہا گیا کہ جانور کا کیا قصور ہے۴؎ فرمایا میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ سنا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ حضور نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے نفع اٹھایا جائے حالانکہ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) اس کے ساتھ یہ حرکت کی جاچکی ہے۔۵؎(ترمذی،ابن ماجہ،ابوداؤد)

(۳۴۱۹)؎مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوں ہے وَعَنْہُ عن ابن عباس یعنی روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی،مگران دونوں میں کوئی فرق نہیں(مرقات)۲؎تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فرمان عالی بطور تعزیر ہے قتل اس کی حد شرعی نہیں،پھر اس میں گفتگو ہے کہ قتل سے یہاں کیا مراد ہے بعض نے فرمایا سخت مار پیٹ،بعض نے فرمایا جان نکال دینا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار ڈھا کر(لمعات،مرقات واشعہ)۳؎حق یہ ہے کہ یہ حکم ہر جانور کے لئے خواہ حلال ہو جیسے بکری گائے وغیرہ یا حرام ہو جیسے کتیا گدھی وغیرہ بہرحال اس کو بھی قتل کردیا جائے قتل فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے کہ جانور کا ذبح صرف کھانے کے لئے ہوتا ہے اسے کھانا نہیں صرف مار کر جلا دینا یا دفن کردینا ہے یہ جانور کا قتل یا اس لئے ہے تاکہ اس سے مخلوط بچہ نہ پیدا ہو جائے جو آدمی اور جانور کی مخلوط شکل رکھتا ہو تاکہ اس کی بقا سے اس فعل کا چرچہ نہ ہو اور اس کی بدنامی نہ ہو۴؎یعنی اس شخص کا قتل تو عقل میں آتا ہے کہ وہ بڑا سخت مجرم ہے مگر جانور کا قتل عقل میں نہیں آتا کہ وہ بے قصور ہے،بے قصور کو سزا کیسی؟۵؎یعنی جانور کا قتل سزاءً نہیں بلکہ اس چرچہ کو بند کرنے کے لئے ہے اور جب غذا یا علاج کے لئے جانور کو ذبح کرنا درست،اس طرح اس فائدے کے لئے بھی اس کا قتل جائز ہے،یہاں اشعہ نے فرمایا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے۔وجوبی نہیں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۲۰)روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جن چیزوں میں سے اپنی امت پر خوف کرتا ہوں۱؎ ان میں سے بڑی خوفناک چیز قوم لوط کا کام ہے۲؎(ترمذی،ابن ماجہ)

(۳۴۲۰)؎یعنی میری امت بڑے بڑے گناہ کرے گی وہ سب ہی خطرناک ہیں کہ عذاب الٰہی کا باعث ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک یہ گناہ ہے جو ابھی ذکر ہورہا ہے۲؎کہ یہ جرم بدترین بدکاری ہے اور میری امت میں عام پھیل جائے گا اس مخبر صادق دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت وبصیرت پہ قربان کہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا ہو کر رہا آج کل یہ جرم جس بری طرح پھیلا ہوا ہے مخفی نہیں،اللہ تعالٰی محفوظ رکھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ بَكْرِبْنِ لَيْثٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ اَنَّهٗ زَنَا بِامْرَاَةٍ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَجَلَدَهٗ مِائَةً وَكَانَ بِكْرًا ثُمَّ سَاَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْاَةِ فَقَالَتْ كَذَبَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجُلِدَ حَدَّ الْفِرْيَةِ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۴۲۱)روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ قبیلہ بکر بن لیث کا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۱؎تو اس نے ایک عورت سے زنا کا اقرار چار بار کرلیا۲؎چنانچہ اس کو سو کوڑے لگادیئے تھا وہ کنوارا پھر اس سے عورت پر گواہ مانگے۳؎عورت بولی یارسول اللہ اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا۴؎تو اسے بہتان کی حد لگائی۵؎(ابوداؤد)

(۳۴۲۱)؎اس شخص کا نام معلوم نہ ہوسکا۲؎یعنی اس طرح اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے گزشتہ اقراروں میں کسی عورت کا نام نہ لیا گیا تھا غرض کہ اس اقرار میں اپنے جرم کا اعتراف ہے اور اس عورت پر زنا کا الزام۳؎یعنی اسے اپنے اقراروں کی وجہ سے کوڑوں کی سزا دی گئی مگر اس اقرار سے عورت پر الزام ثابت نہیں ہوتا اپنا اقرار خود اپنے لئے مضر ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کے لئے اس لئے اب اس سے اس گواہی کا مطالبہ ہوا۔۴؎جب وہ مرد گواہ پیش نہ کرسکا تو عورت سے سوال ہوا اس نے اپنے متعلق اقرار نہ کیا بلکہ مرد کو جھٹلا دیا۔

۵؎ یعنی اسی کوڑے اس بہتان کی سزا دی عجیب لطف ہے کہ ایک اقرار اپنے لئے اقرار ہے دوسرے کے لئے بہتان نسبت بدلنے سے حال بدل جاتا ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِیْ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنبَرِ فَذَکَرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنبَرِ اَمَرَ بِالرَّجُلَیْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جب میری پاکدامنی قرآن مجید میں نازل ہوئی۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا اس کا ذکر فرمایا جب منبر سے اترے تو دو مردوں ایک عورت کے متعلق حکم دیا تو انہیں ان کی سزا دی گئی۲؎ (ابوداؤد)

(۳۴۲۲)۱؎ یعنی جب مجھ کو لوگوں نے بہتان لگایا اور رب تعالٰی نے میری پاکدامنی کی گواہی دیتے ہوئے سورہ نور کی سولہ آیات اتاریں، خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی مریم کو بہتان لگے تو بچوں سے گواہی دلوائی گئی مگر جب محبوب کے گھر کا واقعہ پیش آیا تو رب تعالٰی نے شیر خوار بچوں یا پتھر درخت سے گواہی نہ دلوائی بلکہ خود براہ راست گواہی دی، یہ ہے اس محبوبہ محبوب کی عزت و عظمت۔ شعر:

دی گواہی آپ کی عفت کی سورہ نور نے مدح کرتا ہے تری عصمت کی خود قرآن

۲؎ وہ مرد حضرت حسان ابن ثابت (نعت خوان رسول اللہ) اور مسطح ابن اثاثہ ہیں اور عورت حمنہ بنت جحش یعنی اُمّ المومنین زینب بنت جحش کی بہن چونکہ ان کے منہ سے صراحۃً بہتان کے الفاظ نکل گئے تھے اس لئے انہیں بہتان کی سزا ملی، عبداللہ ابن ابی اور دوسرے منافقین اگرچہ اس جرم میں پیش پیش رہے مگر صراحۃً بہتان کے الفاظ نہ بولے اس لئے وہ سزا سے بچ گئے لہذا آیت پر یہ اعتراض نہیں کہ عبداللہ ابن ابی منافق کے متعلق تو قرآن کریم فرماتا ہے: وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۲۴،۱۱) اوران میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے (کنزالایمان) کہ اس موذی کو دردناک عذاب آخرت میں ہوگا، خیال رہے کہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت، عفت، ایمان، تقویٰ ایسا ہی یقینی ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ایک ہونا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا کیونکہ ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (۲۴،۲۶) وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ (کنزالایمان) لہذا اب جو مرتد ان سرکار کو یہ بہتان لگائے وہ بہتان کی سزا کا بھی مستحق ہے اور کافر بھی کہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِیَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَیْدٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِیْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰی وَلِیْدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَکْرَهَهَا حَتّٰی اِقْتَضَّهَا فَجَلَدَهٗ عُمَرُ وَلَمْ یَجْلِدْهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ اِسْتَکْرَهَهَا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۴۲۳) روایت ہے حضرت نافع سے کہ صفیہ بنت ابی عبید نے انہیں خبر دی۱؎ کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک غلام۲؎ خمس کی لونڈیوں میں ایک کے ساتھ الجھ گیا اسے مجبور کر دیا حتی کہ اس کی بکارت توڑ دی۳؎ تو حضرت عمر نے غلام کو کوڑے لگائے اور لونڈی کو نہ لگائے کیونکہ اس نے اسے مجبور کیا تھا۴؎

(۳۴۲۳)۱؎ حضرت نافع جناب عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں امام القراء ہیں مدینہ منورہ میں آپ کا مزار مبارک ہے اس

گنہگار نے بارہا زیارت کی ہے اور صفیہ بنت ابوعبید مختار ابن ابی عبید کی بہن ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمر کی زوجہ تابعین میں سے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ حفصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے ان کے والد ابوعبید جلیل القدر صحابی ہیں آپ کا بیٹا مختار ابن ابی عبید بڑا فاسق و فاجر ہے اسے محدثین مختار کذاب کہتے ہیں جیسے حجاج کو میبر یعنی خونخوار ظالم کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک میبر اور ایک کذاب ہوگا میبر تو حجاج ہے اور کذاب یہی مختار اللہ کی شان ہے کہ زندوں سے مردے پیدا فرماتا ہے۔۲؎ یہ واقعہ خلافت فاروقی کا ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے ایک غلام نے ۳؎ اقتض ف سے بھی آتا ہے اور قاف سے بھی اس کا مصدر اقتضاض ہے مادہ قض یا فض دونوں کے معنی ایک ہی ہوتے ہیں یعنی کنواری لڑکی سے صحبت کر کے اس کا پردہ بکارت زائل کردینا یہاں مشکوۃ شریف میں قاف سے ہے (دیکھئے مغرب لمعات) ۴؎ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مجبوراً زنا پر سزا نہیں چونکہ لونڈی مجبور کی گئی تھی اس لئے اسے سزا نہ دی گئی۔

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هُزَّالٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ اَبِيْ فَاَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ لَكَ وَاِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مَخْرَجًا فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ حَتّٰى قَالَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَاشَرْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ جَامَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ فَاُخْرِجَ بِهٖ اِلَى الْحَرَّةِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ فَلَقِيَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَعَ لَهٗ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۲۴) روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم ابن ہزال سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ جناب ماعز میرے والد کی پرورش میں یتیم تھے۱؎ انہوں نے قبیلہ کی لڑکی سے زنا کرلیا۲؎ تو ان سے میرے باپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۳؎ اور جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی خبر دو شاید حضور انور تمہارے لئے دعائے مغفرت فرمادیں اس سے میرے والد کا ارادہ صرف یہ امید تھی کہ ان کے لئے کوئی راہ نکل آئے۴؎ چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں آئے بولے یارسول اللہ میں نے زنا کرلیا تو مجھ پر اللہ کی کتاب قائم فرمائیں۵؎ تو حضور نے اس سے منہ پھیرلیا وہ پھر لوٹے۶؎ بولے یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے مجھ پر کتاب اللہ قائم فرمایئے یہاں تک کہ انہوں نے چار بار یہ کہا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ چار بار کہا ہے تو بتاؤ کس سے زنا کیا ہے۷؎ بولے فلاں عورت سے کیا تم اس کے ساتھ لیٹے عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اسے چمٹایا عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اس سے صحبت کی۸؎ عرض کیا ہاں۹؎ راوی کہتے ہیں تب ان کو رجم کئے جانے کا حکم فرمایا انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا۱۰؎ پھر جب انہیں رجم شروع ہوا انہوں نے پتھروں کی تکلیف پائی تو گھبرا گئے بھاگتے ہوئے نکل گئے۱۱؎ پھر انہیں عبداللہ ابن انیس ملے حالانکہ ان کے ساتھی عاجز آچکے تھے۱۲؎ تو انہوں نے اونٹ کی پنڈلی نکالی اس سے انہیں مارا۱۳؎ قتل کردیا۱۴؎ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۱۵؎ اور حضور سے اس کا ذکر کیا فرمایا تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کر

لیتے تو رب ان کی توبہ قبول فرمالیتا۱۶ (ابوداؤد)

(۳۴۲۴) ۱؎ عن ابیہ میں باپ سے مراد نعیم ہیں اور یہاں ابی میں باپ سے مراد ہزال ہیں یعنی حضرت ماعز لاوارث یتیم تھے تو انہیں ہزال نے خداترسی سے پال لیا۔ ۲؎ یعنی محلہ کی لڑکی سے زنا کرلیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ وہ لڑکی خود ہزال کی لونڈی تھی۔ ۵؎ اور حضور کی بارگاہ میں جا کر رب کے حضور توبہ کرو جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اس سے پتا لگا کہ حضرات صحابہ حضور کو مشکل کشا جانتے تھے' آپ کے آستانہ کو رب تعالیٰ کا دروازہ سمجھتے تھے اسی لئے رب تعالیٰ کے گناہ کرنے پر حضور کے دروازہ پر بھیجتے تھے کیوں نہ سمجھتے کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (۴:۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (کنزالایمان) اور بنی اسرائیل سے فرمایا: اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (۲:۵۸) اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں (کنزالایمان) ۴؎ یعنی انہیں یہ امید نہ تھی کہ ان پر حد شرعی جاری ہوگی وہ سمجھے کہ زنا کی سزا اسے دی جاتی ہے جس کا زنا گواہی سے ثابت ہو اقراری مجرم سے توبہ کرائی جاتی ہے اس زنا پر گواہ نہ تھے' ۵؎ کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو بندوں پر لکھا جاچکا ہے قرآن کریم مراد نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہی ہو اور اس وقت تک رجم کی سزا کی آیت قرآن کریم میں موجود تھی اس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ ماعز مجلس مبارک سے چلے گئے تھے غائب ہوگئے تھے پھر واپس آئے ۷؎ حاکم عورت کا سوال اس لئے کرے کہ کبھی بعض کم عقل لوگ اپنی بیوی سے بحالت حیض صحبت کر لینے کو زنا سمجھ جاتے ہیں یا وطی بالشبہ کو زنا کہہ دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہر حرام صحبت زنا ہے حالانکہ یہ غلط ہے لہذا اس سوال پر یہ شبہ نہیں کہ عورت کا راز کیوں فاش کرایا نیز یہاں حد قذف لگنے کا احتمال نہیں کیونکہ رجم کے بعد حد قذف کیسی۔ یہاں مباشرت سے مراد صحبت کرنا ہے نہ کہ فقط جسم چھونا کیونکہ یہ تمام سوالات تو پہلے ہو چکے ہیں ۹؎ معلوم ہوا کہ اقرار زنا کے لئے لفظ ہاں کہہ دینا بھی کافی ہے۔ ۱۰؎ اخرج بذات خود متعدی ہے اور بہ کی ب زائدہ ہے' جس سے اخرج کے متعدی ہونے کی تائید مقصود ہے جیسے قرآنی آیت تنبت بالدھن (۲۳:۲۰) کی ب (مرقات) حرہ بیرون مدینہ کی پتھریلی زمین کا نام ہے' معلوم ہوا کہ رجم شہر سے باہر ہونا اچھا ہے' حق یہ ہے کہ آپ کو مصلی یعنی عیدگاہ کی طرف لے جایا گیا وہاں سے بحالت رجم بھاگ کر حرم میں پہنچ گئے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں مصلی جانے کا ذکر ہے۔ ۱۱؎ رجم گاہ کے علاقہ سے نکل گئے ۱۲؎ عبداللہ ابن انیس کے ساتھی جو رجم کر رہے تھے یا ماعز کے ساتھی جو رجم میں شریک تھے وہ عاجز آچکے تھے پکڑ نہ سکتے تھے ۱۳؎ وظیف لغت میں گھوڑے یا اونٹ کی ہاتھ یا پاؤں کی لمبی ہڈی ہے (قاموس) اور مغرب میں ہے کہ وظیف بغیر اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی یعنی انہوں نے یہ ہڈی لاٹھی کی طرح نہ ماری بلکہ پتھر کی طرح پھینک کر ماری اسی لئے رماہ فرمایا لہذا رجم کے معنی بالکل درست ہیں۔ ۱۴؎ یہاں قتل سے مراد جان نکال دینا ہے نہ کہ عرفی قتل کہ وہ تو دھاردار آلہ سے ہوتا ہے۔ ۱۵؎ یعنی عبداللہ ابن انیس حاضر ہوئے' آپ انصاری ہیں' مدنی عقبی ہیں' غزوہ اُحد میں شریک ہوئے ۱۶؎ یعنی اگر سزا نہ بھی پاتے اور خود ہی توبہ قبول کر لیتے ممکن تھا کہ ان کی مغفرت ہو جاتی' لعل سے معلوم ہوا کہ زنا کی سزا بفضلہ تعالیٰ کفارہ ہے صرف توبہ بخشش کی امید ہے یقین نہیں' مرقات میں ہے کہ پھر غامدیہ عورت نے بھی چار بار اقرار زنا کیا اور وہ بھی رجم کر دی گئی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ

(۳۴۲۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن العاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی قوم جس میں زنا پھیل جائے مگر وہ قحط سالی سے پکڑے جاتے ہیں ۱؎ اور نہیں

الرَّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ہے کوئی قوم جس میں رشوت عام ہو جائے ۲؎ مگر وہ مرعوبیت سے پکڑے جاتے ہیں ۳؎ (احمد)

(۳۴۲۵) ۱؎ یعنی جب قوم میں زنا پھیل جائے کہ لوگ عموماً کرنے لگیں تو قحط پھیلے گا خواہ اس طرح کہ بارش بند ہو جائے اور پیداوار نہ ہو' یا اس طرح کہ پیداوار تو ہو مگر کھانا نصیب نہ ہو۔ دوسری قسم کا قحط سخت عذاب ہے جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ پیداوار بہت ہے مگر قحط وگرانی کی حد ہوگئی' یہ آج کل کی حرامکاری کا نتیجہ ہے۔ ۲؎ رشا کے لغوی معنی ہیں رسی چونکہ رسی کنوئیں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس وسیلہ کو بھی رشا کہتے ہیں جو غلط فیصلہ حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے یعنی رشوت' رشوت سے مال ہو یا کچھ اور چیز کہ رشوت دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام' انصاف حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے مگر لینا حرام ہے یعنی اگر حاکم بغیر رشوت لئے انصاف نہیں کرتا اور فریادی برحق ہے تو وہ رشوت دے کر اپنے لئے حق فیصلہ کرا سکتا ہے مگر لینے والا حاکم حرام خور اور مجرم ہے اس کا فرض تھا کہ بغیر رشوت لئے انصاف کرتا۔ ۳؎ یعنی رشوت لینے والا شخص مرعوب ہوتا ہے اور رشوت لینے والی قوم پر دوسری قوم کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ آج ہم لوگ کفار سے مرعوب ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ) وَ فِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِيًّا اَحْرَقَهُمَا وَاَبَا بَكْرٍ هَدَمَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا ۔

(۳۴۲۶) روایت ہے حضرت ابن عباس وابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنتی ہے وہ جو قوم لوط کا سا کام کرے ۱؎ (رزین) اسی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے ہے کہ حضرت علی نے ان دونوں کو جلایا اور ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرائی ۲؎

(۳۴۲۶) ۱؎ یعنی لڑکوں سے حرامکاری کرے' ملعون سے مراد ہے اللہ تعالٰی فرشتوں انسانوں کا پھٹکارا ہوا' خیال رہے کہ مرد سے بدکاری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا کافر ہے کہ قرآن کریم میں اس کی حرمت صراحۃً مذکور ہے' اسی بنا پر قوم لوط پر سخت عذاب آیا جامع صغیر میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اپنے باپ کو گالی دے' لعنتی ہے وہ جو اپنی ماں کو گالی دے' لعنتی ہے وہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے' لعنتی ہے وہ جو جانور سے بدکاری کرے' لعنتی ہے وہ جو راستے کے نشانات مٹائے (مرقات) ۲؎ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے بدکاری کے جرم میں فاعل مفعول دونوں کو زندہ جلا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرا کر ہلاک کیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لواطت پر حد نہیں ورنہ سزا میں صحابہ کا اختلاف نہ ہوتا' حد تو مقرر ہوتی ہے جیسے زانی کو سو کوڑے یا رجم' چور کے ہاتھ کاٹنا' پاک بی بی کو تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے' بہرحال یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ لوطی پر حد نہیں تعزیر ہے' ان حضرات صحابہ نے تعزیزاً جلا دیا یا دیوار گرا کر ہلاک کیا' باقی صحابہ نے اعتراض نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ لوطی پر حد نہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۳۴۲۷) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس پر نظر رحمت نہ کرے جو مرد یا عورت کے پاس دبر میں جائے ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

(۳۴۲۷) ۱؎ خیال رہے کہ لڑکے سے بدفعلی از روئے قرآن کریم حرام قطعی ہے مگر عورت سے دبر میں صحبت از روئے قیاس حرام قطعی

ہے کہ اس کی قطعی حرمت حائضہ ونفساء سے صحبت پر قیاس کی بنا پر ہے لہذا اس حرمت کا منکر بھی کافر ہے' جو کوئی عورت سے اس فعل کو حلال جانے وہ مرتد ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَتٰی بَهِیْمَةً فَلَاحَدَّ عَلَیْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِیْثِ الْاَوَّلِ وَهُوَمَنْ اَتٰی بَهِیْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ .

(۳۴۲۸) روایت ہے انہی سے کہ فرمایا جو جانور سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ا(ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے ابوسفیان ثوری سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ پہلی حدیث اس مرفوع حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ جو جانور سے حرام کرے اسے قتل کردو۲ اور عمل اس پر ہے اہل علم کے نزدیک۳

(۳۴۲۸)۱بلکہ اس جرم پر تعزیر ہے وہ یہ کہ حاکم ایسے شخص کو قتل کردے اور جانور کو ذبح کر کے دفن کردے۲یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ موقوف حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں فرمایا گیا کہ ایسے شخص کو قتل کردو۳یعنی تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِی الْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ وَلَا تَاْخُذُکُمْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۲۹) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی سزائیں قریبی اور دوری لوگوں میں قائم کرو۱ اور تم کو اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہ ہو۲ (ابن ماجہ)

(۳۴۲۹)۱یعنی شہر میں رہنے والے مجرموں پر حد قائم کرو جو حاکم سے قریب رہتے ہیں اور دیہاتی لوگوں پر بھی حد قائم کرو جو حاکم سے دور رہتے ہیں یا جو تم سے رشتہ میں دور ہوں ان پر بھی حد قائم کرو' جو دور نہ ہوں ان پر بھی قائم کردو یا مالدار چودھری مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو مالداری کی بنا پر حکام سے قریب رہتے ہیں اور غریب مسکین مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو اپنی مفلسی کی وجہ سے حکام سے دور رہتے ہیں غرضکہ ہر مجرم پر قائم کرو۲یعنی شرعی سزائیں دینے میں کسی کافر' منافق' بے دین کی لعنت ملامت کی پروانہ کرو کسی کی رعایت نہ کرو کہ سخت سزاؤں سے ہی امن وامان قائم رہتی ہے ورنہ قوم کا وہ حال ہوتا ہے جو آج ہمارا ہے کہ نہ جان محفوظ ہے نہ مال نہ عزت آبرو یہ صرف اس لئے ہے کہ ہمارے ہاں سزائیں ہلکی ہیں وہ بھی بڑے لوگوں کو نہیں ملتیں' درود ہو اس ذات کریم پر جو ہم کو سب کچھ سکھا گئے اللہ تعالٰی عمل کی توفیق دے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فِیْ بِلَادِ اللّٰهِ .
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَآئِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ)

(۳۴۳۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے ایک سزا کا قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے۱
(ابن ماجہ) اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

(۳۴۳۰)۱یہاں چالیس رات کی مسلسل موسلا دھار بارش مراد نہیں کہ وہ تو مضر ہے بلکہ چالیس دن کی مفید بارش مراد ہے۔ جو ٹھہر ٹھہر کر بقدر ضرورت ہو' ... کا قیام آسمانی ... کے نزول کا ... ہے کہ انسانوں کے

گناہ کی وجہ سے بٹیریں اپنے گھونسلوں میں بھوکی مرجاتی ہیں یعنی ان کے گناہوں سے بارش نہیں ہوتی جس سے جانور بھی مصیبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں بٹیر کا خصوصیت سے ذکر اس لئے فرمایا کہ یہ بہت دور تک چگ آتی ہیں' چنانچہ بصرہ میں بٹیر ذبح ہوتو اس کے پیٹ سے سبز گندم نکلتی ہے حالانکہ بصرہ سے بہت دور گندم کی فصل ہوتی ہے۔کئی دن کے راہ پر (مرقات)

بَابُ قَطْعِ السَّرِقَةِ چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

سرقہ سین کے فتح اور ر کے کسرہ سے مصدر ہے بمعنی چوری اور دونوں کے فتح سے سارق' بمعنی چور کی جمع ہے یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان یا چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان' خیال رہے کہ سرقہ یعنی چوری کے معنی ہیں کسی کی چیز خفیہ طور پر لے لینا' شریعت میں بھی سرقہ کے یہی معنی ہیں ہاں قطع کے لئے اس میں کچھ قیدیں ہیں جیسے چور عاقل بالغ ہو' مال دس درہم قیمت کا ہو' مال جلد خراب ہوجانے والا نہ ہو جیسے تر پھل پھول' کسی کی حفاظت سے چرائے' مال خود محفوظ ہو' لہٰذا چور کے قبضہ سے مال چرانے والا' زوجین میں سے ایک دوسرے کا مال چرانے والا' جن قرابتداروں کے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہو ان کے گھر سے مال چرانے والا ان کے ہاتھ نہ کٹیں گے (مرقات وغیرہ)

وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا بِرُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ چور کے ہاتھ[1] چہارم دینار سے کم میں نہ کاٹے جائیں پھر زیادہ میں[2] (مسلم بخاری)

(۳۴۳۱) [1] یہاں سارق سے مراد جنس ہے خواہ مرد ہو یا عورت لہٰذا چوئے اور چوٹی کی سزا ایک ہی ہے خواہ چور مومن ہو یا کافر۔[2] شوافع کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا لہٰذا چوتھائی دینار تین درہم ہوا لہٰذا جن احادیث میں تین درہم کا ذکر ہے وہ اس حدیث کی شرح ہیں' خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین درہم کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک پورے دینار کی قیمت کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا' امام اعظم قدس سرہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے کہ **لا يقطع الا فى دينار** یعنی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر ایک دینار میں' امام اعظم کے ہاں دینار دس درہم کا ہے لہٰذا دس درہم کی قیمت کے مال کی چوری پر چور کا ہاتھ کٹے گا' خواجہ حسن بصری اور داؤد اور فرقہ خارجیہ اور امام شافعی کی نواسی کا قول ہے کہ مطلقاً چوری پر ہاتھ کٹے گا خواہ ایک پیسہ کی چوری کرے' وہ کہتے ہیں کہ آیت وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۳۸:۵) اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو (کنزالایمان) مطلق ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ چوری کے لئے نصاب مقرر ہے اور آیت کریمہ السارق والسارقۃ مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے کیونکہ چور اور چوری اور ہاتھ کی تفصیل نہیں کہ کس چور کا کس چوری پر کون سا ہاتھ کٹے گا داہنا کہ بایاں [illegible] کی تفصیل فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ سَارِقٍ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہاتھ اس ڈھال میں کاٹے جس کی قیمت تین درہم تھی! (مسلم بخاری)

(۳۴۳۲) امجن میم کے کسرہ اور جیم کے فتحہ سے بمعنی ڈھال ہے جن' سے مشتق بمعنی چھپانا چونکہ ڈھال سر چھپانے کا آلہ ہے، اس لئے اسے مجن کہتے ہیں ڈھال کی قیمت میں بھی احادیث میں اختلاف ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے روایت کی کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور چونکہ یہ ہاتھ کاٹنا حد ہے اور حدود شبہات سے دفع ہو جاتے ہیں' اس لئے دینار سے کم کی روایات مشکوک ومشتبہ ہیں اور دینار کی روایت یقینی ہے لہذا حد جیسے نازک مسئلہ میں یہی روایت معتبر ہونی چاہئے' یعنی بڑی سے بڑی قیمت کونصاب بنانا لازم ہے حاکم نے مستدرک میں بروایت مجاہد عن ایمن نقل کیا کہ حضور انور کے زمانہ میں ڈھال سے کم قیمتی مال میں ہاتھ نہ کٹتے تھے وثمنه يومئذ دينار اس زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی' خیال رہے کہ یہ ایمن صحابی ہیں انہیں ابن اُمّ ایمن بھی کہا جاتا ہے ایمن تابعی دوسرے ہیں دیکھئے مرقات۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا خدا کی پھٹکار چور پر! کہ بیضہ (خود) چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور رسی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے۲ (مسلم بخاری)

(۳۴۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار فاسق مومن پر بغیر نام لئے وصف سے لعنت کرنا درست ہے نام لے کر لعنت کرنا صرف کفار کے لئے ہے (مرقات) ۲ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہر چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے اگرچہ ایک دو پیسہ کی ہی چیز چوری ہو کیونکہ بیضہ کے معنی ہیں انڈا اور حبل کے معنی ہیں رسی' اور ظاہر ہے کہ انڈا اور رسی نہ دینار کے ہوتے ہیں نہ تین درہم کے' انڈا ایک، دو پیسہ کا' رسی کا ایک دو آنہ کی مگر یہ دلیل نہایت ضعیف ہے کیونکہ بیضہ خود کو بھی کہتے ہیں یعنی لوہے کی جنگی ٹوپی اور رسی کشتی اور جہاز کی بھی ہوتی ہے جو ریشمی اور قیمتی ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ یہاں وہی خود اور کشتی کی رسی مراد ہو' اور اگر یہی مرغی کا انڈا اور عام رسی مراد ہو تب بھی حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ چور پر خدا کی پھٹکار' کہ انڈا رسی کی چوری سے چوری کرنا سیکھے' حتی کہ چوری کا عادی ہو کر بڑی چیزیں چرائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے اسی لئے یہاں لفظ بہ نہ ارشاد ہوا لہذا یہ استدلال قوی نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۳۴) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ تو سبز میوے میں ہاتھ کٹتا ہے نہ درخت کی چربی میں! (مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی' ابن ماجہ) ۲

(۳۴۳۴) امام شافعی کہتے ہیں کہ پھل جب تک درخت میں لگا رہے ثمر کہلاتا ہے' درخت سے ٹوٹنے کے بعد رطب اور جب علیحدہ

کر کے خشک کرلیا جائے تو تمر ہے لہذا یہاں ثمر سے مراد درخت میں لگا ہوا پھل جو توڑا نہ گیا ہو اور کثر کاف وث کے فتحہ سے درخت کھجور کی چربی جو درخت کے اوپر کے حصہ سے سفید رنگ کا نکلتا ہے کھایا بھی جاتا ہے یعنی ان دونوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹتا' حاکم چاہے تو تعزیراً کچھ سزا دیدے' مگر احناف کے نزدیک ثمر سے مراد وہ پھل ہے جو جلدی خراب ہو جائے' یوں ہی کثر' لہٰذا جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں خواہ درخت میں لگا ہو یا توڑلیا گیا ہو' اور خواہ باغ و درخت محفوظ ہو یا چار دیواری سے گھرا ہو یا غیر محفوظ ۲؎ اس حدیث کو احمد' ابن حبان نے بھی نقل فرمایا' اس حدیث کی بنا پر امام اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے محفوظ ہوں یا غیر محفوظ' اسی طرح دودھ' گوشت وغیرہ بگڑ جانے والی چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے' امام شافعی کے ہاں اگر درخت غیر محفوظ ہے جیسے کھلے باغ' تو ان کے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں اور اگر باغ کے اردگرد دیوار ہے دروازہ محفوظ ہے تو اس کے پھل کی چوری سے ہاتھ کٹ جائے گا' خیال رہے کہ پرندوں اور مرغی کی چوری میں بھی قطع نہیں چنانچہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی خدمت میں ایک چور لایا گیا جس نے کسی کی مرغی چوری کی تھی۔ آپ نے حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے پرندوں کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا' چنانچہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے گئے (مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَالَ مَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

(۳۴۳۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور سے درخت میں لٹکے ہوئے پھلوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جو کھلیان میں جگہ دینے کے بعد ۱؎ اسے چرائے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کٹنا ہے ۲؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۴۳۵) ۱؎ جرین باغ میں وہ جگہ ہے جہاں باغبان پھل توڑ کر جمع کرتے رہتے ہیں پھر وہاں سے بازار یا اپنے گھر لے جاتے ہیں جیسے دانہ کے لئے کھلیان ۲؎ یعنی جب تک پھل درخت پر رہے غیر محفوظ ہے لہذا اس کی چوری میں قطع نہیں اور جب توڑ کر یہاں خزانہ میں رکھ لئے گئے محفوظ ہو گئے اب ان کی چوری میں ہاتھ کٹے گا' یہ حدیث امام ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ خراب ہو جانے والے پھل اگر محفوظ ہو گئے ہوں تو ان کی چوری میں قطع ہے بشرطیکہ نصاب کے قدر کی چوری ہو یعنی امام شافعی کے ہاں تین درہم کی قیمت اور امام یوسف کے ہاں دس درہم قیمت کا مال' امام اعظم جرین میں جگہ دینے سے مراد لیتے ہیں خشک چھوہارے جو خراب نہیں ہوتے ان کی چوری میں قطع ہے اس لئے کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بروایت جریر ابن حازم عن الحسن البصری روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لا اقطع فی الطعام اور طعام سے مراد جلد بگڑ جانے والی چیزیں ہیں جیسے گوشت دودھ سبز میوے کیونکہ گندم وغیرہ کی چوری میں اجماعاً قطع ہے' غرض کہ جرین میں قطع ہونے کی وجہ امام شافعی کے ہاں حفاظت ہے اور امام اعظم کے ہاں کھجور کا خشک ہو کر پائیدار ہو جانا ہے' امام اعظم کی دلیل قوی ہے کہ ابھی حدیث میں گزر چکا لا قطع فی ثمر ولا کثر نیز اگر باغ چار دیواری سے گھرا ہو اور دروازہ باغ بند ہو یا باغ میں مالک باغ موجود ہو تو درخت محفوظ ہے اس کے پھل محفوظ تو چاہئے کہ ایسے باغ کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کی چوری سے بھی ہاتھ کٹ جائے گا حالانکہ حدیث شریف نے معلق پھل کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی مطلقاً ممانعت کردی لہٰذا امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے کہ معلق پھل کی چوری میں ہاتھ نہ کٹنے کی وجہ اس پھل کا جلد بگڑ جانا ہے نہ کہ غیر محفوظ ہونا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَيْنِ الْمَكِّيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ وَّلَا فِیْ حَرِيْسَةِ جَبَلٍ فَاِذَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ وَالْجَرِيْنُ فَالْقَطْعُ فِيْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۴۳۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عبدالرحمن ابن ابی حسین مکی سے[۱] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو درخت میں لٹکے ہوئے پھل میں ہاتھ کٹتا ہے اور نہ پہاڑ کے جانوروں میں[۲] پھر جب اسے طویلہ[۳] اور کھلیان میں جگہ دے دے تو اتنے میں ہاتھ کٹتا ہے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے[۴] (مالک)[۵]

(۳۴۳۶)[۱] آپ قرشی نوفلی ہیں یعنی نوفل ابن عبدمناف کی اولاد سے، تابعی ہیں ثقہ ہیں[۲] کیونکہ پہاڑ محفوظ جگہ نہیں لہذا یہاں سے بکری وغیرہ چرانے میں قطع نہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو کوئی اونٹوں کی قطار سے ایک دو اونٹ چرالے تو قطع نہیں کہ یہ اونٹ محفوظ جگہ میں نہیں لیکن اگر اونٹ پر لدی ہوئی بوریوں میں سے غلہ وغیرہ چرالیا تو ہاتھ کٹے گا کہ بوری دانہ کے لئے محل حفاظت ہے۔[۳] مراح میم کے پیش سے وہ جگہ جہاں اونٹ گائے وغیرہ باندھے جاتے ہیں یعنی طویلہ، بکریوں کے بندھنے کی جگہ کو حریسہ[۴] یعنی جو جانور طویلہ میں محفوظ کردیا جائے اور جو پھل درخت سے ٹوٹ کر کھلیان میں رکھ دیا جائے پھر اس جانور یا اس خشک پھل کی قیمت دس درہم ہو اس کی چوری میں چور کے ہاتھ کٹیں گے۔خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جنگل میں جو اونٹوں کی قطار جارہی ہے جس کے آگے یا پیچھے ایک محافظ ہے اس قطار میں سے اونٹ کی چوری سے ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ یہ شخص صرف اس اونٹ کا محافظ ہے جس پر سوار ہے یا جس کی نکیل پکڑے چل رہا ہے یا جس کو پیچھے سے ہانک رہا ہے باقی کا محافظ نہیں، وہ سب غیر محفوظ ہیں باقی اماموں کے ہاں جہاں تک اونٹوں کو دیکھ رہا ہے وہاں تک کے اونٹ محفوظ ہیں کہ ان کی چوری سے ہاتھ کٹے گا، نیز احناف کے نزدیک پھلوں کے جرین میں آجانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خشک ہوکر چھوہارے یا کشمش بن جائیں، چونکہ اب وہ جلد نہ بگڑیں گے لہذا ان کی چوری سے ہاتھ کٹے گا، دوسرے اماموں کے نزدیک جرین میں پہنچ جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ محفوظ ہو جائیں لہذا اگرچہ وہ تر پھل رہیں ان کی چوری سے ہاتھ کٹ جائے گا، مذہب حنفی قوی ہے کہ سرکار فرماتے ہیں لا قطع فی ثمر ولا کثر پھل جرین میں پہنچ کر بھی ثمر رہتا ہے پھر اس میں ہاتھ کٹوانا اس حدیث کے خلاف ہے۔[۵] یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ ابن عبدالرحمن تابعی ہیں انہوں نے صحابی کا ذکر نہ فرمایا اور مرسل حدیث امام ابوحنیفہ کے ہاں مقبول ہے شوافع کے ہاں ناقابل قبول لہذا شوافع اس حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَّمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۴۳۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیٹرے پر ہاتھ کٹنا نہیں[۱] اور جو ظاہر ظہور لوٹ کرے وہ ہم سے نہیں[۲] (ابوداؤد)

(۳۴۳۷)[۱] نہبہ غنیمت کو بھی کہتے ہیں اور کسی کا مال اعلانیہ زبردستی چھین لینے کو بھی کہتے ہیں، یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی اعلانیہ زبردستی مال چھین لینے والے کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ ہاتھ کٹتا ہے چوری سے اور چوری میں خفیہ لینا ضروری ہے یا جو غازی غنیمت کے مال میں تقسیم سے پہلے چوری کرے اس کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ اس غنیمت میں چور کا بھی حصہ ہے اور جس مال میں چور کا بھی حصہ ہو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا لہذا ان دوتوجیہوں پر اس سے دو مسئلے حاصل ہوں گے (اشعہ)[۲] یعنی جو ظالم کھلے بندوں لوگوں کا مال چھین لے اور لوگ منہ تکتے رہ جائیں ایسا ظالم ہمارے طریقہ ہماری جماعت سے خارج ہے اسلام سے نکل جانا مراد نہیں کہ یہ جرم فساد

عمل ہے فساد عقیدہ نہیں' خیال رہے کہ ڈاکو کے ہاتھ نہ کٹیں گے بلکہ ڈکیتی کی سزائیں مختلف ہیں بعض صورتوں میں اس کو سولی دی جائے گی۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ وَّلَا مُنْتَهِبٍ وَّلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرُوِىَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَامَ فِى الْمَسْجِدِ وَتَوَسَّدَ رِدَآءَهٗ فَجَآءَ سَارِقٌ وَاَخَذَ رِدَآءَهٗ وَاَخَذَهٗ صَفْوَانُ فَجَآءَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ يَدَهٗ فَقَالَ صَفْوَانُ اِنِّىْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِىْ بِهٖ وَرَوَى نَحْوَهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ وَالدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔

(۳۴۳۸) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا خیانت کرنے والے لٹیرے اور اچکے پر ہاتھ کٹنا نہیں[۱] (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی) اورشرح سنہ میں روایت ہے کہ صفوان ابن امیہ[۲] مدینہ منورہ آئے مسجد میں سو گئے اور تکیہ اپنی چادر کا بنالیا[۳] ایک چور آیا' اس نے آپ کی چادر لے لی اور اسے صفوان نے پکڑ لیا پھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا[۴] تو صفوان بولے کہ میں نے یہ نہ چاہا تھا یہ اس پر صدقہ ہے[۵] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا ہوتا[۶] اور اسی کی مثل ابن ماجہ نے عبداللہ ابن صفوان سے انہوں نے ان کے والد سے روایت کی اور دارمی نے ابن عباس سے۔

(۳۴۳۸)[۱] خائن وہ جو کسی کی امانت مارے خواہ اس طرح کہ کسی کی چیز عاریۃً مانگ کرلے جائے بعد میں جھوٹ کہہ دے کہ کھو گئی' یا عاریۃً کا انکار کردے یا اس طرح کہ کوئی اس کے پاس بطور ودیعت مال رکھے اور یہ ہضم کرے امین کا مقابل'منتہب وہ جو اعلانیہ جبراً کسی کا مال چھین لے اور مختلِس وہ جو کسی کے ہاتھ سے جلدی سے اچک کر چیز لے کر چلتا بنے ان تینوں کے ہاتھ نہ کٹیں گے خائن چونکہ ایسا مال لیتا ہے جو مالک کی حفاظت میں نہیں بلکہ خود اس کی اپنی حفاظت میں ہے اس لئے یہ مال اس کے حق میں غیر محفوظ ہے لہٰذا یہ کام چوری نہ بنا اور لٹیرے یا اچکے کا ہاتھ نہ کٹے گا کہ اگرچہ اس نے مال محفوظ تو لیا مگر خفیہ نہ لیا بہر حال یہ تینوں سارق یعنی چور نہیں لہٰذا ان کی سزا یہ نہ ہوگی' چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے البتہ اسحاق ابن راھویہ کا قول ہے کہ خائن کا ہاتھ کٹے گا کیونکہ مسلم و بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی' مدینہ منورہ میں ایک عورت عاریۃً چیز لے کر انکار کر دیتی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا' مگر ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا ہاتھ اس خیانت سے نہ کٹا بلکہ اس نے ایک بار چوری بھی کر لی پھر کٹا' حضرت اُمّ المومنین نے یہاں اس عورت کا وصف مشہور بیان فرمایا ہے وجہ قطع بیان نہ فرمائی اور اگر خیانت سے ہاتھ کٹوایا گیا تو یہ حدیث اس کی ناسخ ہے وہ عورت یا تو فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسود تھی یا عمیرہ بنت سفیان ابن الاسود تھی (مرقات)[۲] آپ صفوان ابن امیہ ابن خلف جمحی قرشی ہیں فتح مکہ کے دن آپ مکہ معظمہ سے بھاگ گئے تھے پھر عمیر ابن وہب نے آپ کے لئے حضور سے امان حاصل کی حضور نے عمیر کو اپنی چادر عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر امان کی علامت ہے پھر ان کو حضور کی بارگاہ میں لایا گیا' پھر غزوہ طائف میں ایمان لائے اور ان کا اسلام قبول ہوا' حضور نے ان کو بہت عطاؤں سے نوازا۔[۳] یعنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گئے اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت مال دو قسم کی ہے جگہ سے حفاظت اور

محافظ سے حفاظت لہذا مسجد جنگل یا راستہ میں اگر مال کے پاس محافظ ہے تو وہ مال محفوظ ہے اس کی چوری سے ہاتھ کٹے گا۴؎ یا اس لئے کہ اس نے چوری کا اقرار کرلیا تھا یا اس لئے کہ اس کی چوری کا یہ واقعہ گواہوں سے ثابت ہوگیا تھا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف یہ الزام قطع کے لئے کافی نہیں۔ ۵؎ یعنی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ اس معمولی سی چادر چرانے پر بھی ہاتھ کٹ جائے گا میں اس کے ہاتھ کٹوانے کے لئے اسے نہ لایا تھا صرف ڈانٹ ڈپٹ اور تعزیر کے لئے لایا تھا میں یہ چادر اس کو دیتا ہوں فی سبیل اللہ لہذا اب یہ اس کا مالک ہے پھر ہاتھ نہ کٹوایا جائے ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ چوری کا معاملہ حاکم کے پیش ہونے سے پہلے حق العبد ہوتا ہے اگر مال والا معاف کردے اور مقدمہ حاکم کے پیش نہ کرے تو ہاتھ نہ کٹے گا لیکن حاکم کے ہاں مقدمہ پیش ہوجانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا، یہی قول ہے امام زفر و امام شافعی و احمد کا۔

وَعَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِىْ فِى الْغَزْوِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَآئِىُّ اِلَّا اَنَّهُمَا قَالَا فِى السَّفَرِ بَدَلَ الْغَزْوِ .

(۳۴۳۹) روایت ہے حضرت بسر ابن ارطات سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۱؎ کہ جہاد میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۲؎ (ترمذی، دارمی، ابوداؤد، نسائی) مگر ان دونوں نے بجائے جہاد کے سفر فرمایا۳؎

(۳۴۳۹) ۱؎ بسر ابن ارطات کا نام عمر عامری ہے کنیت ابوعبدالرحمن ہے قرشی ہیں حق یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں تابعین میں سے ہیں کیونکہ آپ کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل ہے آخر میں دیوانہ ہوگئے تھے امیر معاویہ یا عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی، بعض شامی علماء نے آپ کا سماع ثابت کیا ہے شاید صاحب مشکوٰۃ کی یہ روایت شامیوں کے قول پر مبنی ہے کہ فرمارہے ہیں سمعت میں نے حضور سے سنا (اشعہ، مرقات، ابن عبدالبر اور مغنی نے بھی آپ کی سماعت کا انکار کیا ہے) ۲؎ اس فرمان عالی کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ بحالت جہاد جب لشکر اسلام کفار کے ملک میں ہو اگر کوئی چوری کرے تو وہاں اسکے ہاتھ نہ کاٹے جائیں یا تو اس لئے کہ وہاں لشکر میں حاکم اسلام موجود نہیں اور شرعی سزائیں حاکم اسلام ہی دے سکتا ہے لشکر کا کمانڈر حاکم اسلام نہیں یا اس لئے کہ وہاں خطرہ ہے کہ چور ہاتھ کٹنے کے خوف سے مرتد ہوکر کفار سے جاملے، دوسرے معنی یہ ہیں جہاد کے مال یعنی غنیمت کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں کیونکہ اس مال میں خود چور کا بھی تو حصہ ہے، ایسے مال کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتے، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، دوسرے امام نماز روزے کی طرح وہاں دارالحرب میں حد قائم کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں مگر وجہ فرق ہم بیان کرچکے۔ ۳؎ مگر سفر سے مراد بھی سفر جہاد ہے عام سفر نہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى السَّارِقِ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ . (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۴۴۰) روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے۱؎ وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو۲؎ (شرح سنہ)

(۳۴۴۰) ۱؎ ابوسلمہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بیٹے ہیں [illegible] متقی ثقہ تابعی ہیں [illegible] فقہاء میں سے ہیں

باسٹھ سال عمر پائی ۹۴ھ یا ۱۰۴ھ میں وفات پائی (اشعہ و مرقات) ۲؎ یعنی پہلی چوری میں چور کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹ دو' دوسری چوری میں بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹ دو' تیسری چوری میں دایاں پاؤں کاٹ دو' چوتھی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹ دو پہلی دو سزاؤں میں اجماع امت ہے' مگر آخری دو سزاؤں میں امام اعظم کا اختلاف ہے' امام اعظم فرماتے ہیں کہ تیسری چوری میں اسے قید کر دیا جائے حتی کہ یا مر جائے یا سچی توبہ کے آثار اس میں نمودار ہو جائیں' امام اعظم کی دلیل حضرت علی کا فرمان ہے کہ میں شرم کرتا ہوں کہ اس چور کے کھانے کے لئے ہاتھ اور چلنے کے لئے پاؤں بالکل نہ چھوڑوں' چنانچہ آپ نے تیسری چوری پر قید کیا اور آپ کا یہ عمل تمام صحابہ و تابعین کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس پر اجماع منعقد ہوگیا' اس حدیث کو ابوسلمٰی اور امام طحاوی نے ضعیف فرمایا لہذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں (لمعات' مرقات' اشعہ) نیز چور کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ایک قسم کا ہلاک کر دینا ہے اور چوری کی سزا ہلاکت نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جِیْءَ بِسَارِقٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَاُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ اُقْتُلُوْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهٖ فَقَتَلْنَا ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَاَلْقَيْنَاهُ فِيْ بِئْرٍ وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ) وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِيْ قَطْعِ السَّارِقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْطَعُوْهُ ثُمَّ احْسِمُوْهُ.

(۳۴۴۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ اسے لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ کاٹ دیا گیا پھر اسے تیسری بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اسے چوتھی بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو پھر اسے پانچویں بار لایا گیا فرمایا اسے قتل کر دو۔ا؎ چنانچہ ہم اسے لے گئے ہم نے اسے قتل کر دیا پھر ہم نے اسے گھسیٹا اسے ایک کنویں میں پھینک دیا اور اس پر پتھر مارے ۲؎ (ابوداؤد اور نسائی) اور شرح سنہ میں چور کے قطع کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر جھلسا دو ۳؎

(۳۴۴۱) ۱؎ اس حدیث پر کسی امام کا عمل نہیں کوئی فقیہ چور کے قتل کا حکم نہیں دیتا لہذا یا تو یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کہ کسی مسلمان کا خون سوائے تین وجہوں کے حلال نہیں ارتداد' زنا بعد احصان' قصاص' یا یہ چور مرتد ہوگیا تھا یا یہ فسادی یعنی ڈاکوؤں سے مل گیا تھا ان کی امداد کرتا تھا تو سیاسۃً اسے قتل کرا دیا گیا' ظاہر یہی ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ۲؎ یعنی ہم نے اس پر نہ نماز جنازہ پڑھی نہ دفن کیا' اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مرتد ہو چکا تھا چوری کو حلال سمجھتا تھا ورنہ فاسق مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے' یہاں مرقات نے بحوالہ فتح القدیر ایک عجیب حدیث نقل کی' حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا اسے قتل کر دو' پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا ہاتھ کاٹ دو' چنانچہ ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ چوری کے جرم میں لایا گیا' فرمایا قتل کر دو پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا کہ اس شخص نے پانچویں چوری عہد صدیقی میں کی' تب صدیق اکبر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے انجام سے خبردار تھے' اس لئے پہلی بار میں فرمایا تھا کہ اسے قتل کر دو' یہ حدیث طبرانی سے حاکم نے مستدرک میں نقل فرمائی اور کہا صحیح الاسناد ہے۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

مرقات نے اس جگہ چوری کے عجیب واقعات بیان فرمائے۔۳؎ احسمو احسمٌ سے بنا بمعنی داغ دینا یا جھلسانا‘ یہ جھلسانا اس لئے ہے تاکہ جسم کا تمام خون نہ نکل جائے اور چور کی موت واقع نہ ہو جائے جسم کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لوہا آگ میں سرخ کر کے زخم پر لگا دیا جائے‘ دوسرے یہ کہ زیتون یا کوئی اور تیل کھولا کر ہاتھ تل دیا جائے‘ یہ جھلسنا بعض اماموں کے ہاں مستحب ہے ہمارے ہاں واجب ہے کہ اس میں چور کی جان بچانی ہے‘ اس کا خرچ دیگر اماموں کے ہاں بیت المال کے ذمہ ہے‘ ہمارے ہاں خود چور کے ذمہ کہ تیل اور آگ کے لئے ایندھن چور سے منگوایا جائے گا کیونکہ یہ جھلسانا چور کے اپنے نفع کے لئے ہے (مرقات)

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَعُلِّقَتْ فِيْ عُنُقِهٖ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۴۲) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر حضور نے حکم دیا تو وہ اس کے ہاتھ میں لٹکا دیا گیا پھر اس کو حکم دیا گیا تو اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۲؎ (ترمذی‘ ابوداؤد‘ نسائی‘ ابن ماجہ)

(۳۴۴۲)۱؎ آپ انصاری ہیں بنی عمرو ابن عوف سے ہیں جنگ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں شامل ہوئے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے جب امیر معاویہ جنگ صفین کے لئے گئے تو ان کی جگہ دمشق کے نائب خلیفہ رہے ۵۳ھ میں دمشق میں انتقال ہوا وہاں ہی دفن ہوئے۲؎ تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی چوری کی جرأت نہ کرے دیگر اماموں کے ہاں لٹکانا سنت ہے ہر چور کا ہاتھ کاٹ کر کٹا ہوا ہاتھ ہار کی طرح گلے میں پہنایا جائے‘ ہمارے امام صاحب کے ہاں سنت نہیں بلکہ جائز ہے اگر حاکم مناسب سمجھے تو کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چور کا ہاتھ گلے میں نہ ڈالا صرف اس کا ڈالا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوْكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔

(۳۴۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو۱؎ اگرچہ بیس درہم میں ہو۲؎ (ابوداؤد‘ نسائی‘ ابن ماجہ)۳؎

(۳۴۴۳)۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے آقا کے گھر سے کچھ چرائے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ غلام کو گھر میں آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے لہذا اس کے لئے آقا کے گھر کا مال محفوظ نہ رہا جیسے خاوند بیوی ایک دوسرے کا مال چرائیں یا مہمان اپنے میزبان کی جگہ سے کچھ چرالے تو ہاتھ نہیں کٹتا کیونکہ ان کے حق میں یہ مال محفوظ نہیں۔۲؎ نش چالیس درہم کا ہوتا ہے لہذا آدھا نش بیس درہم کا ہوا یعنی کتنا ہی سستا بیچنا پڑے‘ بیچ دو‘ یہ حکم بطور مشورہ ہے اور جس کے ہاتھ فروخت کرے اسے اس عیب پر مطلع کردے ممکن ہے کہ وہ کسی تدبیر سے اس غلام کی چوری چھڑا دے۔۳؎ نیز یہ حدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقَطَعَهٗ فَقَالُوْا مَا كُنَّا نُرَاكَ

(۳۴۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک چور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا حضور نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا لوگوں

تَبْلُغَ بِهٖ هٰذَا قَالَ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُهَا ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

نے عرض کیا حضور ہم گمان نہ کرتے تھے کہ یہ یہاں تک پہنچ جائے گا۱؎ فرمایا اگر فاطمہ ہوتیں تو میں ان کے ہاتھ کاٹ دیتا۲؎ (نسائی)

(۳۴۴۴)۱؎ یعنی ہم حضور عالی کے متعلق یہ گمان نہ کرتے تھے کہ اسے اتنی سخت سزا دیں گے بلکہ ہمارا خیال تھا کہ رحم خسروانہ فرماکر اسے معمولی جھڑک فرمائیں گے وہ حضرات سمجھے تھے کہ شرعی سزائیں معاف ہوسکتی ہیں۔۲؎ کیونکہ مجرم پر رحم یہی ہے کہ اسے پوری سزا دیدی جائے کسی کی کسی طرح رعایت نہ کی جائے کہ اس سے ملک میں امان قائم رہتی ہے اور یہ سزائیں حق اللہ ہیں کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے' لوکان وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا مقدم اور تالی دونوں ناممکن ہیں اس سیدہ کا نام لے کر یہ بتانا منظور ہے کہ شرعی سزائیں کسی بڑے سے بڑے درجہ والے کی بھی رعایت نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ (۲۴،۲) اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔ (کنزالایمان)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عُمَرَ بِغُلَامٍ لَهٗ فَقَالَ اِقْطَعْ يَدَهٗ فَاِنَّهٗ سَرَقَ مِرْاٰةً لِامْرَاَتِیْ فَقَالَ عُمَرُ لَاقَطْعَ عَلَيْهِ وَهُوَ خَادِمُكُمْ اَخَذَمَتَاعَكُمْ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۴۴۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس اپنا غلام لایا عرض کیا اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے۱؎ تو حضرت عمر نے فرمایا اس پر قطع نہیں ۲؎ کہ وہ تمہارا خادم ہے جس نے تمہارا سامان لے لیا۳؎ (مالک)

(۳۴۴۵)۱؎ اور اس آئینہ کی قیمت ایک دینار یا اس سے زیادہ ہے'۲؎ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ جس کو گھر میں آنے کی دائمی یا عارضی اجازت ہو اگر وہ گھر سے چوری کرے تو اس پر قطع نہیں کہ اس گھر کا مال اس کے لئے محفوظ نہ رہا' اس پر بہت سے مسائل مبنی ہیں۳؎ خیال رہے کہ اگر غلام مولٰی کے گھر سے چوری کرے تو احناف کے نزدیک اس کا ہاتھ نہ کٹے گا' بعض ائمہ کے ہاں کٹ جائے گا لیکن اگر مولٰی غلام کے مال کی چوری کرلے تو بالا جماع مولٰی کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ غلام کا مال مولٰی ہی کا ہوتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ اگر غلام مولٰی کے سواء کسی اور کا مال چوری کرے اگرچہ وہ مولٰی کے عزیز ورشتہ دار ہی ہوں جن کے گھر جانے کی غلام کو عام اجازت نہ ہو تو اس کا ہاتھ کٹ جائے گا کیونکہ ان لوگوں کے مال غلام کے لئے غیر محفوظ نہیں بلکہ محفوظ ہیں اور محفوظ مال کی چوری میں قطع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُوْنُ الْبَيْتُ فِيْهِ بِالْوَصِيْفِ يَعْنِی الْقَبْرَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ سُلَيْمَانَ تُقْطَعُ يَدُ النَّبَّاشِ لِاَنَّهٗ دَخَلَ عَلَى الْمَيِّتِ بَيْتَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۴۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا اس وقت تم کیسے ہوگے جب لوگوں کو عام وبائی موت پہنچے گی۱؎ کہ اس میں قبر غلام کی عوض ہوگی گھر سے مراد قبر تھی۲؎ میں نے عرض کیا اللہ و رسول ہی جانیں۳؎ فرمایا تم صبر اختیار کرنا۴؎ حماد ابن سلیمان نے فرمایا۵؎ کہ کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائیں کیونکہ وہ میت پر اس کے گھر میں گھس گیا۶؎ (ابوداؤد)

(۳۴۴۶)۱؎ یعنی ایک وقت تم ایسا دیکھو گے کہ جہاں تم ہوگے وہاں کوئی وبا پھیلے گی جس سے لوگ بہت زیادہ مریں گے تم اس وقت کیا کروگے وہاں صابر ہوکر رہوگے یا وہاں سے بھاگ جاؤ گے' یہ جگہ مدینہ منورہ کے علاوہ ہوگی کیونکہ مدینہ منورہ میں وبا نہیں پھیلتی۲؎ یعنی

موت اس قدر عام ہوگی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کے عوض فروخت ہوگی یا ایک قبر کی کھدائی کی اجرت ایک غلام کی قیمت ہوگی۔۳؎ یعنی مجھے خبر نہیں کہ اس وقت میرا کیا حال ہوگا صبر یا بے صبری' یہ تو آپ اور آپ کے رب کو ہی خبر ہے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر اگلے پچھلے حالات سے خبردار ہیں' ہم کو اپنے حال کی ایسی خبر نہیں جیسی خبر حضور کو ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۴؎ یہ حکم بھی ہے خبر بھی یعنی تم اس وقت صبر کرو گے اور ایسا ہی کرنا کہ وہاں کی جگہ سے بھاگ جانا بے صبری ہے۔۵؎ حماد تابعی ہیں ثقہ ہیں کوفی ہیں فقیہ مجتہد ہیں حضرت انس اور سعید ابن میسب وابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں' حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے استاد حدیث ہیں ۱۲۰ھ میں وفات ہوئی' آپ کے والد ابوسلیمان کا نام مسلم اشعری ہے وہ ابراہیم ابن موسیٰ اشعری کے مولیٰ ہیں حضرت امام ابوحنیفہ کی احادیث حماد عن ابراہیم النخعی ہوتی ہیں (اشعہ)۔۶؎ یعنی حضرت حماد نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی قبر کو گھر فرمایا اور گھر سے چوری کرنے والا قطع کا مستحق ہے' خیال رہے کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہ کٹے گا' امام ابویوسف و امام شافعی وغیرہم کے نزدیک کٹے گا' ان ائمہ کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے استدلال بہت ضعیف ہے کیونکہ اگرچہ قبر گھر ہے' مگر غیر محفوظ ہے اور کفن غیر مملوک ہے' غیر محفوظ جگہ سے غیر مملوک مال کی چوری سے قطع نہیں جس مکان کا دروازہ بند نہ ہو اور کوئی محافظ بھی موجود نہ ہو وہاں سے چوری کرنے والے کا ہاتھ کسی کے نزدیک نہیں کٹتا' حضرت عبداللہ ابن عباس' سفیان ثوری' امام اوزاعی اور امام زہری کا یہ قول ہے کہ کفن چور پر قطع نہیں' کفن چور کے قطع کے متعلق جس قدر روایات ہیں وہ تمام ضعیف ہیں اس کی تفصیل اس جگہ مرقات میں دیکھو ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے روایت کی کہ مروان کے پاس ایک کفن چور لایا گیا تو اس نے کوڑے لگوائے تمام صحابہ نے یہ دیکھا اور کسی نے انکار نہ کیا بلکہ مروان نے صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا' تو سب نے رائے دی کہ اس کو کوڑے لگوائے جائیں اور اسے تمام شہر میں گشت کرائی جائے' ہاں امام اعظم کے ہاں اگر حاکم سیاسۃً کفن چور کا ہاتھ کٹوا دے تو جائز ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے' یہ بحث اچھی طرح خیال میں رہنی چاہئے۔

بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ — حدود میں سفارش کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اس باب میں اگرچہ چوری کی سزا میں سفارش کی ممانعت کا ذکر ہے مگر کسی حد میں سفارش جائز نہیں اسی لئے صاحب مشکوٰۃ نے حدود جمع فرمایا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَانُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ

(۳۴۴۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کی حالت نے غم میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی۱؎ انہوں نے مشورہ کیا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون عرض کرے تو بولے کہ اس پر کون جرأت کرسکتا ہے سواء اسامہ ابن زید کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۲؎ چنانچہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اُھْلِكَ الَّذِیْنَ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَاِذَا سَرَقَ فِیْھِمِ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّوَ اَیْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رَوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ) قَالَتْ کَانَتْ اِمْرَأَةٌ مَخْزُوْمِیَّةٌ تَسْتَعِیْرُالْمَتَاعَ وَ تَحْجَدُہٗ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ یَدِھَا فَاَتٰی اَھْلُھَا اُسَامَةَ فَکَلَّمُوْہُ فَکَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَا ثُمَّ ذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِمَا تَقَدَّمَ ۔

حضور سے اسامہ نے عرض کیا۳ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم اللہ تعالٰی کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۴ پھر قیام فرمایا خطبہ دیا پھر فرمایا تم سے پہلے والے صرف اس وجہ سے ہلاک کئے گئے۵ کہ ان میں جب کوئی عزت والا چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۶ اور اللہ کی قسم۷ اگر محمد مصطفٰی کی دختر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۸ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت سامان مانگ لیتی اور اس کا انکار کر دیتی تھی۹ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کے گھر والے اسامہ کے پاس آئے ان سے کچھ کہا سنا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق عرض کیا پھر گزشتہ حدیث کی مثل ذکر کیا۱۰

(۳۴۴۷)۱ مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا' اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمٰی کی بھتیجی بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔۲ یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہٰذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے' قرآن کریم فرماتا ہے: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (۱۹۱'۲) اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے (کنزالایمان) ۳ حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا (۸۵'۴) جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے (کنزالایمان) وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے غرض کہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔۴ یہ فرمان، عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا (۸۵'۴) اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے (کنزالایمان) لہٰذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر' یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے' اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا' یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا' ۵ اھلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل انھم الخ ہے' یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے ۶ یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لئے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ (۱۷۹'۲) اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔ (کنزالایمان)

یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لئے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت' اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم' کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم' بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔ ۸؎ سبحان اللہ یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے' خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں نیز ان کی والدہ ماجدہ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہٰذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لئے آپ کا نام شریف ہی لیا' ورنہ مراد ساری اولاد ازواج وعزیز واقارب ہیں صلوات اللہ وسلامہ علی ابیها و بعلها وعلیها وابنها اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم وتالی ناممکن ہیں جیسے لو کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العبدین ۹؎ اس عورت کی پہچان کرانے کے لئے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لئے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہٰذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا' بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحٰق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے' اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر واللہ اعلم مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے (اشعہ ومرقات) ۱۰؎ یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃً کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی' خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے' مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جبکہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص' کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری' حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے' اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُہٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰہَ وَمَنْ خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَّھُوَ یَعْلَمُہٗ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِیْ مُؤْمِنٍ مَّالَیْسَ فِیْہِ اَسْکَنَہُ اللّٰہُ رَدْغَۃَ الْخَبَالِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبَیْہَقِیِّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَنْ اَعَانَ عَلٰی خُصُوْمَۃٍ لَا یَدْرِیْ

(۳۴۲۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کے لئے آڑ بن جائے تو اس نے اللہ تعالٰی کا مقابلہ کیا ۱؎ اور جو باطل چیز میں جانتے ہوئے جھگڑے وہ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا حتی کہ اس سے نکل جائے گا ۲؎ اور جو کسی مسلمان میں برائی بیان کرے جو اس میں نہیں ہے تو اللہ اسے کیچ لہو میں رکھے گا ۳؎ حتی کہ اپنے کہے سے نکل جائے ۴؎ (احمد' ابوداؤد) اور بیہقی کی شعب الایمان کی روایت ہے کہ جو کسی جھگڑے میں مدد کرے نہ جانتا ہو کہ وہ حق ہے

اَحَقٌّ اَمْ بَاطِلٌ فَهُوَ فِي سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ ۔ یا باطل تو وہ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا حتیٰ کہ نکل جائے ۵

(۳۴۴۸)۱ یعنی اگر سفارشی نے ایسے حالات پیدا کردیئے جس سے شرعی حد قائم نہ ہوسکی تو یہ سفارشی اللہ کا دشمن ہے اور اگر حاکم نے سفارش قبول کر کے مجرم کو چھوڑ دیا' تو سفارشی اور حاکم دونوں اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کسی مجرم کی سفارش کر کے حاکم کو چھوڑ دینے پر مجبور کرے اور حاکم چھوڑنا تو نہ چاہتا تھا مگر ان کے دباؤ سے مجبور ہوگیا' تب یہ حکم ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے چھوڑانے والے سفارشی کا تو ذکر فرمایا چھوڑنے والے حاکم کا ذکر کیوں نہ فرمایا؟ ۲ یہ فرمان عالی بہت وسیع ہے جھوٹے مقدمہ باز' جھوٹے مناظر' جھوٹے جھگڑالو سب ہی اس میں داخل ہیں ربّ تعالیٰ ہدایت دے' اگر اس حدیث پر عمل ہو جائے تو مقدمہ بازیاں مناظرے سب ہی ختم ہو جائیں ۳ ردغۃ الخبال ر کے فتحہ' دال کے سکون اور غ اور ب کے فتحہ سے کچا پیپ جسے اردو میں کچ لہو کہتے ہیں اس سے مراد دوزخ کا وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا پیپ وخون جمع ہوتا ہے۔ ۴ یعنی دنیا میں جتنے روز تک یہ مسلمان بھائی کو عیب لگاتا رہا اتنے روز تک جہنم کے اس طبقہ میں رکھا جائے گا کہ وہاں رہے گا اور یہ کچ لہو ہی پیئے گا اللہ کی پناہ ۵ یہ فرمان عالی پہلے فرمان سے زیادہ سخت ہے کہ وہاں باطل پر جھگڑے کا ذکر تھا اور یہاں جس کے متعلق حق ہونے کا یقین نہ ہو باطل ہونے کا شبہ ہو اس میں جھگڑے والے کی مدد کرنے پر وعید ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ یا کسی چیز پر دوسرے سے جھگڑ رہا ہے تم کو یہ پتا نہ چلا کہ یہ حق پر ہے یا باطل پر تم نے اس کی اندھا دھند مدد کی تو تم بھی غضب الٰہی میں آگئے' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض قومیت پر دوسروں سے لڑتے ہیں اپنے ہم قوم کی جھوٹ وظلم پر مدد کرتے ہیں' نیز وہ بیرسٹر ووکیل عبرت پکڑیں جو کچھ روپیہ کے لئے ظلم کی حمایت' وکالت کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِي اُمَيَّةَ الْمَخْزُوْمِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اِعْتِرَافًا وَلَمْ يُوْجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُخَالُكَ سَرَقْتَ قَالَ بَلٰى فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلٰثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَعْتَرِفُ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُطِعَ وَجِيْءَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ فَقَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ثَلٰثًا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) هٰكَذَا وَجَدْتُ فِي الْاُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَشُعَبِ الْاِيْمَانِ وَمَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ اَبِيْ رِمْثَةَ بِالرَّاءِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ الْهَمْزَةِ وَالْيَاءِ ۔

(۳۴۴۹) روایت ہے حضرت ابوامیہ مخزومی ۱ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا' جس نے صریحی اقرار کرلیا تھا اور اس کے پاس سامان پایا نہ گیا ۲ تو اس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تیرے متعلق خیال نہیں کرتا کہ تو نے چوری کی ۳ ہو وہ بولا کیوں نہیں ہاں حضور نے دو یا تین بار اس سے فرمایا وہ ہر بار اقرار ہی کرتا رہا تو حکم دیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا ۴ اور اسے لایا گیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر بولا میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا الٰہی اس کی توبہ قبول فرمالے ۵ (ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی) میں نے چاروں اصول اور جامع اصول شعب الایمان اور معالم السنن میں یوں ہی پایا ۶ بروایت ابوامیہ اور مصابیح کے نسخوں میں ابورمثہ سے ہے ر اور تین نقطی ث سے بجائے ہمزہ اور ی کے ۷

(۳۴۴۹)۱ آپ صحابی ہیں آپ کا نام معلوم نہ ہوسکا صرف کنیت میں مشہور ہیں آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے آپ

سے ابوذر غفاری مولیٰ ابوالمنذر نے روایت کی رضی اللہ عنہم (مرقات واشعہ) ۲؎ لص لام کے پیش یا کسرہ سے ص کے شد سے یعنی ایک ایسا شخص آپ کی خدمت میں صحابہ کرام لائے جس کی چوری پر کوئی گواہ نہ تھا نہ چوری کی علامت یعنی مسروقہ مال اس کے پاس تھا لوگوں کے سامنے اس نے چوری کا اقرار کرلیا تھا اس بنا پر اسے بارگاہ عالی میں حاضر کیا گیا ۳؎ اخال ہمزہ کے کسرہ سے ہے اصل میں اخال ہمزہ کے فتحہ سے تھا خال یخال خیال سے بنا سمع یسمع سے یعنی ہم کو تیرے متعلق یہ خیال نہیں کہ تو نے چوری کی ہو تجھے دھوکا لگا ہے۔ ۴؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار زنا کی طرح چوری کے اقرار میں بھی بار بار اقرار کرایا جائے اور اگر یہ چور بھی اقرار کے بعد رجوع کرلے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا دیگر اماموں یعنی امام اعظم امام مالک امام محمد بلکہ خود امام شافعی کے ایک قول میں صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹے گا امام احمد و امام ابو یوسف کے نزدیک صرف اقرار سے ہاتھ نہیں کٹتا' امام اعظم وغیرہم کی دلیل وہ حدیث ہے جو طحاوی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی کہ حضور انور نے صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹوایا۔ اس حدیث میں جو تعدد کا ذکر ہے وہ چوری کے معنی تحقیق کے لئے ہے کہ کبھی چور غلطی سے خیانت وغیرہ کو چوری سمجھ رہا ہو واللہ اعلم (مرقات) ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد چور سے توبہ بھی کرائی جائے کیونکہ ہاتھ کٹ جانا تو شرعی جرم کا کفارہ ہوا اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی معافی توبہ سے ہوگی ۶؎ یعنی ان کتب میں یہ حدیث ابوامیہ سے مروی ہے نہ کہ ابورمثہ سے' خیال رہے کہ جامع اصول السنہ امام ابن اثیر کی مشہور کتاب ہے۔ ۷؎ یہ باب تیسری فصل سے خالی ہے۔ خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے جبکہ چوری کی تمام شرائط پائیں' اس میں اختلاف ہے کہ چور سے مال کا تاوان بھی لیا جائے گا یا نہیں' ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر مسروقہ مال چور کے پاس موجود ہے تو مالک کو دلوا دیا جائے گا' اور اگر مال اس کے پاس سے جاتا رہا یا اس نے خرچ یا ضائع کردیا تو ضمان واجب نہیں صرف ہاتھ کاٹنا سزا کافی ہے' دوسرے اماموں کے ہاں مال کا تاوان بھی دلوایا جائے گا' ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو نسائی نے بروایت عبدالرحمٰن ابن عوف نقل کی کہ جب چوری والے پر حد قائم کردی جائے تو اس پر تاوان نہیں' اور دار قطنی کے یہ الفاظ ہیں **لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ** اور بزار نے روایت کی **لا یضمن السارق سرقۃ بعد اقامۃ الحد** ربّ تعالٰی فرماتا ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا** (۵:۳۸) اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ (کنزالایمان) میں ما عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دینا اس کے سارے جرموں کی سزا ہے چوری کی بھی اور مال ضائع کرنے کی بھی (مرقات وہدایہ کتب اصول)

بَابُ حَدِّ الْخَمَرِ — شراب کی سزا کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

خمر کے معنی ہیں چھپانا اسی لئے دوپٹے کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر کو چھپا لیتا ہے بعض اماموں کے نزدیک ہر نشہ آور چیز ہے بعض کے نزدیک صرف انگوری شراب کو خمر کہتے ہیں' انگوری شراب کا ایک قطرہ بھی بالاجماع حرام ہے دوسری شرابیں حد نشہ تک بالاجماع حرام ہیں اس سے کم کی حرمت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ بھی مطلقاً حرام ہیں نشہ دیں یا نہ دیں' شراب کی سزا اسی کوڑے ہیں عہد صحابہ میں اولاً اختلاف رہا پھر اسی کوڑوں پر اتفاق ہوگیا' شراب کی سزا کے لئے شرط یہ ہے کہ بحالت نشہ اس کی گواہی یا اقرار حاکم کے پاس ہوجائے' نشہ

اتر جانے کے بعد اگر اقرار یا گواہی گزرے، تو امام مالک کے ہاں اس پر یہ سزا نہیں جاری ہوگی، خیال رہے کہ نشہ والے کی طلاق تو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ارتداد درست نہیں یعنی اگر اس کے منہ سے نشہ میں کلمہ کفر نکل جائے تو اسلام سے خارج نہ ہوگا ایک صحابی نے بحالت نشہ نماز مغرب میں سورہ کافرون پڑھی ہر جگہ سے لا چھوڑ گئے تو یہ کلمات کفر بن گئے مگر ان پر حکم ارتداد نہ دیا گیا بعد میں شراب حرام کر دی گئی۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِی الْخَمَرِ بِالْجَرِیْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رَوَایَةٍ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَضْرِبُ فِی الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِیْدِ اَرْبَعِیْنَ ۔

(۳۴۵۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا میں چھڑیوں اور جوتوں سے پٹوایا ہے[۱] اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے لگائے[۲] (مسلم بخاری) اور دوسری روایت میں ان ہی انس سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شراب کی سزا میں چالیس جوتے اور چھڑیاں لگواتے تھے[۳]

(۳۴۵۰)[۱] یہ روایت مجمل ہے کہ اس میں تعداد کا ذکر نہیں، دوسری روایتوں میں چالیس کا ذکر ہے، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شاخیں چالیس لگوائیں جس سے اسی ہوگئیں اور ہوسکتا ہے کہ اولاً شراب کی سزا مقرر نہ تھی بعد میں مقرر ہوئی یہ روایت اوّل زمانہ کی ہو (مرقات) [۲] اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ شراب کی سزا چالیس کوڑے ہیں مگر ہمارے ہاں اسی کوڑے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کرکے اسی کوڑے مقرر فرمائے اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا لہذا اسی کوڑوں پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا۔ [۳] یعنی شرابی کو کچھ تو جوتے اور کچھ کوڑے دونوں کی تعداد مل کر چالیس ہوئی۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانَ یُؤْتٰی بِالشَّارِبِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِمْرَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ عَلَیْهِ بِاَیْدِیْنَا وَنِعَالِنَا وَاَرْدِیَتِنَا حَتّٰی کَانَ اٰخِرُ اِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِیْنَ حَتّٰی اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِیْنَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۴۵۱) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ شرابی لایا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی امارت اور حضرت عمر کی شروع خلافت میں تو ہم نے اپنے ہاتھوں اپنے جوتوں اپنی چادروں سے اس پر کھڑے ہو جاتے تھے[۱] حتیٰ کہ حضرت عمر کی آخری خلافت آئی تو آپ نے چالیس کوڑے لگوائے[۲] یہاں تک کہ جب لوگ سرکش اور بے راہ ہوگئے تو اسی کوڑے لگوائے (بخاری)

(۳۴۵۱)[۱] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور پوری خلافت صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے شروع میں شراب کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی ہم اپنی چادر کا کوڑا بنا کر مارتے تھے کچھ جوتے لگا دیتے تھے کچھ چھڑیاں مار دیتے تھے غالبًا یہ سب مل کر بھی چالیس نہ ہوتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے[۲] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے چالیس کوڑے بھی نہ لگوائے جاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس مقرر کئے[۳] یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اتنی معمولی سزا سے شراب نوشی نہیں رکتی، تو آپ نے اسی کوڑے مقرر کئے، معلوم ہوا کہ نرم سزائیں جرم کی عادت روکنے کے لئے کافی نہیں، یہ حدیث جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ شراب کی سزا اسی کوڑے مقرر ہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سزا حضرت علی اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی رائے سے مقرر کی، تمام صحابہ نے [illegible] دیکھا اور کسی نے اعتراض نہ کیا [illegible] صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا [illegible] زمانہ رسالت میں شراب

کی سزا ضرور تھی، مگر مقررہ نہ تھی پھر چالیس کوڑے عہد صدیقی یا عہد فاروقی میں مقرر ہوئی پھر آخری عہد فاروقی میں اسی کوڑے مقرر ہوئے جن روایات میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مارے وہ درست نہیں، مرقات نے اس کی پرزور تردید فرمائی اور اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِی الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ اُتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْشَرِبَ فِی الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهٗ وَلَمْ یَقْتُلْهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ ذُؤَیْبٍ وَ فِیْ اُخْرٰی لَهُمَا وَ لِلنَّسَائِیِّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیِّ عَنْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اِبْنُ عُمَرَ وَمُعَاوِیَةَ وَاَبُوْهُرَیْرَةَ وَالشَّرِیْدُ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاقْتُلُوْهُ ۔

(۳۴۵۲) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو شراب پی لے تو اسے کوڑے مارو اگر پھر لوٹے تو چوتھی بار میں اسے قتل کر دو[۱] راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے بعد وہ شخص لایا گیا جس نے چوتھی بار شرب پی لی تھی آپ نے اسے مارا تو مگر قتل نہ کیا[۲] (ترمذی) اور ابوداؤد نے حضرت قبیصہ ابن ذویب سے روایت کی[۳] اور دونوں کی دوسری روایت میں اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی کی روایت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت ابن عمر، معاویہ، ابوہریرہ اور شرید ہیں[۴] فاقتلوہ تک ہے۔

(۳۴۵۲)[۱] یا تو قتل سے مراد سخت مار ہے یعنی گویا اسے مار ڈالو یا یہ حکم اوّل اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا کسی امام کا یہ مذہب نہیں کہ شرابی کی سزا قتل ہے بلکہ اس حدیث کا اگلا جملہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ قتل کا حکم یا منسوخ ہے یا متاؤل ہے (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ یہ قتل تعزیراً ہو نہ کہ حد کے طور پر کہ اگر قاضی عادی شرابی فسادی کے قتل میں مصلحت دیکھے تو اسے قتل کرے۔[۲] اس عمل شریف سے معلوم ہوا کہ حکم قتل یا منسوخ ہے یا وہاں قتل کے معنی سخت مار ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کا قتل سواء تین جرموں کے اور کسی وجہ سے جائز نہیں ہے ارتداد، قتل عمد، زنا بعد احصان، وہ حدیث بھی اس جملہ کی تائید کرتی ہے، مرقات نے یہاں فرمایا ایک چھوٹی جماعت نے گزشتہ حدیث کی بنا پر حکم دیا ہے کہ شرابی کو چوتھی بار قتل کیا جائے مگر ان کا یہ قول مخالف اجماع ہے یہ حدیث اس کی ناسخ ہے یا اس کا بیان ہے[۳] قبیصہ ابن ذویب ق کے فتحہ سے اور ذویب ذال کے پیش واؤ کے فتحہ سے ہے، قبیصہ کی ولادت یکم ہجری میں ہوئی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈالا گیا، حضور انور نے آپ کے لئے دعا کی چنانچہ آپ فقیہ تابعی ہیں اور آپ کی وفات ۸۶ھ میں ہے (اشعہ) [۴] حضرت شرید کا نام مالک ابن سوید ہے حضور انور نے آپ کو شرید کا لقب دیا شرید کے معنی ہیں بھاگ آنے والا، چونکہ آپ اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر کے مکہ معظمہ بھاگ آئے مسلمان ہوگئے اس لئے آپ کو یہ لقب دیا گیا، ثقفی ہیں حضر موت میں قیام رہا۔ (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَزْهَرِ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ اضْرِبُوْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ

(۳۴۵۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ازہر سے[۱] فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں[۲] جبکہ آپ کے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی لوگوں سے[۳] فرمایا اسے

بِالنِّعَالِ وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْعَصَا وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْمِيْتَخَةِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي الْجَرِيْدَةَ الرَّطْبَةَ ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِّنَ الْاَرْضِ فَرَمٰى بِهٖ فِي وَجْهِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مارو۳ تو بعض نے اسے جوتوں سے مارا اور بعض نے اسے ڈنڈے سے مارا اور بعض نے اسے چھڑی سے مارا ابن وہب نے فرمایا کہ میتخہ سے مراد تر شاخ ہے۴ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی لی وہ اس کے منہ پر ماری۵ (ابوداؤد)

(۳۴۵۳)۱ آپ صحابی ہیں قرشی ہیں عبدالرحمٰن بن عوف کے بھتیجا ہیں کیونکہ از ہرعوف کے بیٹے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کے ہمراہیوں سے ہیں مقام حرہ میں وفات پائی (مرقات،اشعہ،اکمال) ۲ یعنی یہ واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے گویا میں اسے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس میں اپنی یادداشت اور اپنی یاد پر اعتماد کا اظہار ہے۳ اس سے معلوم ہوا کہ شرابی کو سزا حاکم اسلام دے ہر شخص اپنی رائے سے نہیں دے سکتا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سزا کے لئے کوئی خاص آدمی جلاد مقرر کرنا لازم نہیں قوم کے افراد مار سکتے ہیں اگرچہ بعض کی مار ہلکی ہوگی بعض کی سخت ۴ لفظ میتخہ میں اختلاف ہے کہ یہ کیسے پڑھا جائے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اولاً میم مکسورہ ہے پھر ی ساکن پھر ت مفتوحہ پھر خ مفتوحہ ہے بعض نے میم مفتوحہ پھر ت مکسورہ پھری ساکنہ سے پڑھا بروزن سکینہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا مادہ فتح بمعنی ضرب اور مارنا ہے بعض نے میم کے بعدت مشددہ سے پڑھا، اہل لغت نے یہ لفظ نہیں لیا بہرحال اس کے معنی ہیں مارنے کی چیز خواہ تر شاخ ہو یا چھڑی یا درہ یا کوڑا۔(مرقات) ابن وہب اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہوں نے کہا عبدالرحمٰن کی مراد تر شاخ ہے یہ لفظ آتا ہے تو بہت سے معنی میں مگر یہاں مراد کھجور کی تر شاخ ہے، ابن وہب نہایت ثقہ عالم محدث ہیں ان کی ولادت ۱۲۵ھ میں ہے وفات ۱۹۹ھ میں ہے (اشعہ) ۵ یا تو یہ مٹی اس کی طرف پھینکی یا منہ پر ہی ماری، جس سے اس کا منہ گرد آلود ہوگیا، یہ عمل شریف غضب کے لئے ہے یا اس شراب خوری کی بدتری بیان فرمانے کے لئے ہے پاخانہ وغیرہ نجس چیز ادھر نہ پھینکی تاکہ اس کا جسم نجس نہ ہو جائے، مسلمان خواہ کتنا ہی مجرم ہو مگر اس کے ایمان کا احترام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْشَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ثُمَّ قَالَ بَكِّتُوْهُ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ مَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ مَا خَشِيْتَ اللّٰهَ وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۵۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی۱ فرمایا اسے مارو تو ہم میں سے بعض اپنے ہاتھ سے مارنے والے تھے بعض اپنے کپڑے سے اور بعض اپنے جوتے سے۲ پھر فرمایا اسے ملامت کرو۳ تو لوگ اس پر متوجہ ہو کر کہنے لگے تجھے اللہ سے خوف نہ ہوا تو اللہ سے نہ ڈرا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم نہ کی۴ بعض قوم نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے۵ فرمایا۶ یوں نہ کہو نہ اس پر شیطان کی مدد کرو۷ لیکن یوں کہو خدا اسے بخش دے الٰہی اس پر رحم کر۸ (ابوداؤد)

(۳۴۵۴)۱ شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے (مرقات) ۲ ظاہر یہ ہے کہ نجس جوتے سے نہ مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے [illegible] فعل بہت ذلیل ہے۳ یعنی اسے زبان

سے برا بھلا کہو' یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب سبحان اللہ خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر گناہ میں اللہ تعالٰی کے خوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہئے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں ہمارے گناہوں کو حضور دیکھ رہے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲:۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ (کنزالایمان) اعلٰی حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔ شعر:

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے　　شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس طرح ہر نیک عمل میں رب تعالٰی کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہئے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹:۶۲) اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے (کنزالایمان) حضور کو ہماری نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے۔ ۵؎ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی بجائے نصیحت کے فضیحت کی۔ ۶؎ اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لئے پھیلا ہوا ہے۔ ۷؎ کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو۔ ۸؎ یعنی یوں کہو کہ الٰہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کی توفیق دے اس پر رحم فرما' یا ارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے آمین۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ فَلَقِيَ يَمِيْلُ فِي الْفَجِّ فَانْطُلِقَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَاذٰى دَارَ الْعَبَّاسِ انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهٗ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ اَفَعَلَهَا وَلَمْ يَاْمُرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۵۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شراب پی لی نشہ میں ہوگیا تو اسے راستہ میں جھومتے ہوئے پایا گیا ۱؎ تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر چلا گیا جب وہ حضرت عباس کے گھر کے سامنے آیا ۲؎ تو وہ چھوٹ گیا تو حضرت عباس پر داخل ہوگیا انہیں لپٹ گیا ۳؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو حضور انور ہنس پڑے اور فرمایا اس نے یہ کیا اور اس کے بارے میں کچھ حکم نہ دیا ۴؎ (ابوداؤد)

(۳۴۵۵) ۱؎ راوی کا شراب فرمانا اپنے گمان کی بنا پر ہے ورنہ اسے شراب پیتے کسی نے نہ دیکھا تھا نہ اس نے شراب پی لینے کا اقرار کیا تھا صرف اس کے جھومنے سے سمجھا گیا کہ اس نے شراب پی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے فج اس وسیع راستہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو' اب ہر وسیع راستہ کو کہنے لگے لہذا فج خاص ہے اور طریق وصراط سبیل عام یعنی ہم اسے گلی کوچوں سے نہ لائے بلکہ شارع عام سے لائے ۲؎ بعض شارحین نے یہاں دھوکا کھایا ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے کیونکہ حضرت عباس کا گھر لب سڑک مکہ معظمہ میں ہی تھا مدینہ منورہ میں نہ تھا بلکہ مدینہ پاک میں ان کا گھر گلی کوچہ میں تھا مگر یہ قول درست نہیں کیوں کہ ہجرت سے پہلے شراب حرام نہ تھی نیز وہاں حکومت اسلامیہ قائم نہ ہوئی تھی کہ مجرم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے جاتے' لہذا حق یہ ہے کہ یہ واقعہ بعد ہجرت کا ہے اور شراب حرام ہو چکنے کے بعد کا ہے ورنہ اسے پکڑا نہ جاتا' اور حضرت عباس کے گھر کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس گلی کے کنارہ پر

پہنچے جہاں حضرت عباس کا گھر ہے محاذات یعنی مقابلہ اسی کو شامل ہے۔۳؎ یعنی بغیر اجازت آپ کے گھر میں گھس گیا اور آپ سے لپٹ گیا کہ مجھے ان سے چھوڑا لو اور سزا سے بچالو کیوں اس لئے مصرع: ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔مگر اسے پھر پکڑ لیا گیا۔۴؎ سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تو اس کا یہ عجیب کام سن کر اور سزا اس لئے نہ دی کہ اس کے شراب پینے پر گواہی قائم نہ تھی،اس سے حنفی مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ صرف جھومنے سے شراب کی سزا نہیں دی جاسکتی بلکہ عینی گواہی ضروری ہے یا اقرار،جو حضرات صرف جھومنے پر حد لگا دینے کے قائل ہیں، وہ یہاں یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی مگر یہ توجیہ درست نہیں ورنہ پھر صحابہ اسے گرفتار کر کے بارگاہ نبوت میں حاضر نہ کرتے گرفتاری تو سزا کے لئے ہوتی ہے اور سزا جرم پر ہوتی ہے اور شراب پینا جرم جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ شراب حرام ہو چکی ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدِ النَّخْعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ يَقُولُ مَا كُنْتُ لِاُقِيمَ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتُ فَاَجِدُ فِي نَفْسِيْ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۵۶) روایت ہے حضرت عمیر ابن سعید نخعی سے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی ابن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ میں کسی پر شرعی حد قائم کروں وہ مرجائے تو میں اپنے دل میں کچھ غم و رنج محسوس نہ کروں گا۱؎ سوائے شرابی کے۲؎ کہ اگر وہ مرجائے تو اس کا خون بہا دوں گا۳؎ یہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا مقرر نہ فرمائی۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۴۵۶)۱؎ ما كنت لا قيم کا لام لام جحود ہے جو کنت کی نفی نہیں ہونے دیتا بلکہ احد فی نفسی کی نفی کرتا ہے جیسے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ (۲:۱۴۳) اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے(کنزالایمان) کا لام یعنی اگر میں کسی کو زنا کے کوڑے لگاؤں یا تہمت کے کوڑے ماروں وہ مرجائے تو مجھے غم نہیں کہ ایسے موذیوں سے زمین خالی ہونا اچھا ہے۔۲؎ اگر دوران سزا میں یہ مرجائے تو مجھے بہت غم ہوگا۔۳؎ یعنی اس مضروب کے وارثوں کو سو اونٹ دیت خون بہا ادا کروں گا۔۴؎ اس پر ائمہ متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص شرعی حد سے مر جائے تو حاکم یا جلا دیا بیت المال پر خون بہا واجب نہیں لیکن اگر تعزیر سے مرجائے تو اس میں اختلاف ہے،امام مالک واحمد فرماتے ہیں کہ خون بہا نہیں امام شافعی کے ہاں بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی ہمارے ہاں اس کا حکم قتل خطا ہے کہ قاتل کے عصبہ دیت دیں گے اور قاتل کفارہ ادا کرے گا لہذا اگر خاوند اپنی بیوی کو یا استاد اپنے شاگرد کو یا آقا نوکر کو تادیباً مارے اتفاقاً وہ مرجائے تو اس قاتل کے وارثوں پر دیت اور قاتل پر کفارہ ہے لیکن اگر خاوند کے صحبت کرنے سے بیوی مرجائے تو نہ دیت ہے نہ کفارہ بلکہ مہر واجب ہے حضرت علی کے اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ اگر شرابی کو اسی کوڑے مارے گئے اور چالیس کے بعد وہ مرگیا تو میں ضمان دوں گا کیونکہ حضور انور نے چالیس تک مارے ہیں زیادتی تو ہم لوگوں نے کی ہے شاید یہ زیادتی حد نہ ہو بلکہ تعزیر کا حکم رکھتی ہو۔

وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اِنَّ عُمَرَ اسْتَشَارَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اَرٰى اَنْ تَجْلِدَهُ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً فَاِنَّهُ اِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَاِذَا سَكِرَ

(۳۴۵۷) روایت ہے حضرت ثور ابن زید دیلمی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے شراب کی سزا کے متعلق مشورہ کیا۲؎ تو حضرت علی نے فرمایا میری رائے ہے کہ آپ اس کو اسی کوڑے لگائیں۳؎ کیونکہ

هٰذٰی وَإِذَا هَذٰی افْتَرٰی فَجَلَدَ عُمَرُ فِیْ حَدِّ الْخَمْرِ ثَمَانِیْنَ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

جب پیئے گا تو نشہ ہوگا اور جب نشہ ہوگا تو بکواس بکے گا اور جب بکواس بکے گا تو جھوٹ گھڑے گا۴ چنانچہ حضرت عمر نے شراب کی سزا میں اسی کوڑے مارے۵ (مالک)

(۳۴۵۷)۱ مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں دیلمی ہے میم کے ساتھ' دیلم ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے مگر موطا امام مالک میں دیلی ہے بغیر میم کے' دیل ایک مشہور قبیلہ ہے صحیح دیلی ہے بغیر میم کے' یہ تابعی حمصی شامی ہے اس پر قدریہ ہونے کا شبہ کیا گیا چنانچہ مسلمانوں نے اسے حمص سے نکال کر اس کا گھر جلا دیا' ثور ابن یزید کلاعی اور شخص ہیں جو تابعی ثقہ تھے ان کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی (مرقات وغیرہ)۲ کہ کیا شرابی کی سزا چالیس کوڑے رکھی جائے یا زیادہ کی جائے تو کتنی' کیونکہ چالیس کوڑوں سے شراب نوشی پوری نہیں رکتی۔۳ یہ مشورہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا سب نے قبول کیا لہٰذا اس سزا پر صحابہ کا اجماع ہوگیا اور فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو میری اور میرے صحابہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے' اس لئے تمام ائمہ کے نزدیک شراب کی سزا اسی کوڑے مقرر ہے۔۴ یعنی اکثر نشہ والا مستی میں عورتوں کو ایسی گالیاں بھی دے دیتا ہے جو تہمت میں داخل ہیں اور قذف یعنی تہمت کی سزا از روئے قرآن اسی کوڑے ہیں تو جیسے نیند وضو توڑ دیتی ہے کہ وہ سبب ہے ریح نکلنے کی' یوں ہی شراب سبب ہے قذف کی لہٰذا شرابی کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا مانا جائے' یہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور بہت درست اجتہاد ہے۵ یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضٰی کا یہ مشورہ صرف قولاً ہی قبول نہ کیا بلکہ اس پر عمل بھی شروع فرما دیا کہ شرابی کو اسی کوڑے لگانے شروع کر دیئے' خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں شرابی کی سزا مقرر نہ تھی عہد صدیقی میں چالیس کوڑے مقرر ہوئے' پھر عہد فاروقی سے تا قیامت اسی کوڑے مقرر ہو گئے۔

بَابُ مَالَا یُدْعٰی عَلَی الْمَحْدُوْدِ — باب محدود کو بددعا نہ کی جائے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ما نہیں ہے اور باب کو تنوین ہے جن نسخوں میں ما ہے وہ مصدریہ ہے جس سے لا یدعٰی بمعنی مصدر ہو گیا یعنی سزا یافتہ مجرم کو بددعا نہ کرنے کا باب۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا اِسْمُهٗ عَبْدُاللّٰهِ یُلَقَّبُ حِمَارًا کَانَ یُضْحِكُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِی الشَّرَابِ فَاُتِیَ بِهٖ یَوْمًا فَاَمَرَبِهٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔

(۳۴۵۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ لقب حمار تھا۱ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۲ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شراب کے بارے میں کوڑے لگائے تھے۳ انہیں ایک دن لایا گیا حضور نے حکم دیا تو انہیں کوڑے لگائے گئے تو قوم سے ایک شخص بولا خدایا اس پر لعنت کر کتنا زیادہ اسے لایا جاتا ہے۴ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر لعنت نہ کرو۵ خدا کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں یہ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اللہ رسول اللہ سے محبت کرتا ہے۶ (بخاری)

(۳۴۵۸)۱؎ چونکہ یہ حضرت نہایت سیدھے سادھے سادہ لوح تھے اس لئے لوگ انہیں حمار کہتے تھے وہ اس سے برا بھی نہ مانتے تھے اس لئے یہ لقب اس آیت کے ماتحت نہ آئے گا وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (۴۹۔۱۱) اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو (کنزالایمان) اب بھی بعض لوگوں کو بلا یا شکرہ کہتے ہیں وہ خود بھی اس لقب پر ہنستے ہیں ہماری اردو زبان میں حمار ذلت کا لفظ ہے لہٰذا ہم ان کو اس لقب سے نہیں پکار سکتے چترال میں مہتر بادشاہ نواب کو کہتے ہیں لکھنو میں بھنگی کو۔ شعر:

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح

۲؎ یعنی اپنے پر لطف کلام بلکہ کام سے حضور انور کو ہنساتے رہتے تھے شاید اپنا لقب حمار بھی اسی لئے اختیار کیا ہوگا کہ حضور ہنسیں صلی اللہ علیہ وسلم تب تو یہ نام رکھنا اور وہ سارے کام عین عبادت ہوگئے جن احادیث میں ہنسانے کی ممانعت ہے وہ ناجائز باتیں کرکے یا کسی کو تکلیف پہنچا کر ہنسانا مراد ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں' اشعہ میں فرمایا کہ آپ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سبزیاں اور مٹھایاں لایا کرتے تھے رضی اللہ عنہ۔۳؎ یعنی انہیں کئی بار یہ سزا دی جا چکی تھی (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ جس گناہ کی توبہ ہوتی رہے نہ وہ کبیرہ بنتا ہے اور نہ فاعل فاسق ہوتا ہے۔۴؎ یہ قائل سمجھے کہ ان کا بار بار یہ سزا پانا ربّ تعالیٰ کے غضب کی بنا پر ہے انہیں حقیقت حال کی خبر نہ تھی' ربّ کی قسم جس گناہ سے توبہ نصیب ہوجائے شرمندگی حاصل ہوجائے وہ اس عبادت سے افضل ہے جس سے فخر وغرور پیدا ہو' حضرت آدم کا گندم کھالینا شیطان کی ساری عبادات سے افضل ہے۔۵؎ کیونکہ یہ گنہگار ہے غدار نہیں ملزم ہے باغی نہیں بغاوت غداری بدعقیدگی اللہ رسول کے مقابلہ سے ہوتی ہے۔۶؎ مرقات نے فرمایا کہ ماعلمت میں ما بمعنی الذی اور یہ موصول صلہ لفظ اللہ کی صفت ہے یعنی اللہ کی قسم جس کو میں جانتا پہچانتا ہوں' یہ ملزم اللہ رسول کا محب ہے یا ما زائدہ ہے یعنی میں یقین و جزم سے جانتا ہوں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے یا ما زائدہ ہے اور علمت مخاطب کا صیغہ ہے یعنی کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے اور اللہ رسول کی محبت قربت کا ذریعہ ہے اور قربت پر رحمت ہوتی ہے نہ کہ لعنت۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطَانَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۴۵۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی لی تو فرمایا اسے مارو تو ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھ سے مارا بعض نے اپنے جوتے سے اور بعض نے اپنے کپڑے سے پھر جب فارغ ہوئے تو بعض نے کہا کہ تجھے اللہ رسوا کرے تو فرمایا یوں نہ کہو اور اس پر شیطان کو مدد نہ دو۱؎ (بخاری)

(۳۴۵۹)۱؎ یہ حدیث گزشتہ باب کی دوسری فصل کے آخر میں گزر چکی' اس کی شرح بھی وہاں ہی ہوچکی' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حدود شرعیہ صرف حاکم اسلام ہی قائم کرسکتا ہے نہ خود مجرم اپنے کو سزا دے اور نہ کوئی اور' دوسرے یہ کہ حاکم جس سے چاہے سزا دلوادے ایک آدمی سے یا ایک جماعت سے جلاد وغیرہ کا مقرر کرنا لازم نہیں' ہاں چور کا ہاتھ اس تجربہ کار سے کٹوائے جو اس کام کو جانتا ہو ورنہ نبض کا خون بہ کر ہلاک ہوجانے کا اندیشہ ہے' تیسرے یہ کہ سزاء شرعی کے علاوہ مجرم کو برا بھلا کہنا بھی جائز ہے تاکہ شرمندہ ہو

کر باز رہے، چوتھے یہ کہ کسی مجرم فاسق گنہگار کا نام لے کر لعنت کرنا یا اخزاک اللہ کہنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں شیطان کی خوشی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو بار بار جرم کرتا رہے اور رسوا ہوتا رہے، شیطان یہی تو چاہتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ امْرَاَةً حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ فَاَقْبَلَ فِی الْخَامِسَةِ فَقَالَ اَنِكْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ حَتّٰی غَابَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِیْ ذٰلِكَ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ كَمَا يَغِيْبُ الْمِرْوَدُ فِی الْمُكْحَلَةِ وَالرِّشَآءُ فِی الْبِئْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا الزِّنَا قَالَ نَعَمْ اَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَاْتِی الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِيْدُ بِهٰذَا الْقَوْلِ قَالَ اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِیْ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ فَسَمِعَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اُنْظُرْ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰی رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰی مَرَّبِجِيْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا يَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَنْ يَّاْكُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيْكُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ مِّنْهُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيْهَا ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

دوسری فصل

(۳۴۶۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ اسلمی[۱] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا[۲] اس پر ہر دفعہ ان سے حضور منہ پھیرتے رہے[۳] پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی[۴] بولے ہاں فرمایا حتیٰ کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہوگیا[۵] بولے ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں[۶] اور رسی کنویں میں غائب ہو جاتی ہے[۷] بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے[۸] فرمایا ہاں میں نے اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے[۹] فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ مجھے پاک فرمادیں[۱۰] تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کئے گئے[۱۱] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتیٰ کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا[۱۲] حضور انور دونوں سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتیٰ کہ مردار گدھے پر گزرے جو ٹانگ اٹھائے تھا۔[۱۳] تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یارسول اللہ ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ[۱۴] انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے۔[۱۵] فرمایا کہ تم نے جو اپنے بھائی کی آبروریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھا لینے سے زیادہ بری ہے۔[۱۶] اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے[۱۷] (ابوداؤد)

(۳۴۶۰)[۱] ماعز ابن مالک اسلمی جن کا واقعہ پہلے بارہا کچھ فرق کے ساتھ بیان ہو چکا ہے[۲] گواہی سے مراد اقرار ہے کہ یہ اقرار گواہی کے قائمقام ہے نیز یہ اقرار چار دفعہ چار جگہ میں تھا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اب بھی آرہا ہے[۳] اس منہ پھیرنے میں چند حکمتیں

تھیں ایک یہ کہ ماعز آپ کے منہ مبارک کی طرف آئے تا کہ یہ اقرار پچھلے اقرار کی جگہ نہ ہو اس کی جگہ بدلی جائے' دوسرے یہ کہ شاید اب بھی ماعز اقرار سے باز آجائیں اور سزا سے بچ جائیں زنا کے اقرار میں یہ ضروری ہے مگر ماعز پر تو توفیق الٰہی کا رنگ چڑھا ہوا تھا وہ تو بہر حال پاک ہونے جان فدا کرنے آئے تھے۔۴ نکت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ یہ نیک سے بنا اجوف یائی باب ضرب یضرب کا ماضی ہے عربی میں یہ لفظ اس کام کے لئے صریح ہے صحبت جماع وطی وغیرہ کنایہ چونکہ حد میں صریح اقرار چاہئے اس لئے حضور انور نے یہ لفظ ارشاد فرمایا۔۵ یعنی تیرا آلہ عورت کی فرج میں غائب ہوگیا' مراد حشفہ کا غائب ہونا ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے کہ زنا کی سزا کے لئے یہی کافی ہے انزال یا پورا داخل ہونا شرط نہیں۔۶ مرود میم کے کسرہ را کے جزم واؤ کے فتحہ سے بمعنی سرمہ لگانے کی سلائی مکحلہ کحل بمعنی سرمہ کا اسم ظرف یعنی سرمہ دانی نکت کے بعد یہ تشریح زیادہ وضاحت کے لئے ہے۔۷ پہلی مثال کنواری عورت کے لئے ہے دوسری مثال یعنی کنویں میں رسی ثیبہ عورت کے لئے۔۸ یہ تفصیل دریافت فرمانا وطی بالشبہ سے بچنے کے لئے ہے کہ بعض آدمی وطی بالشبہ کو زنا سمجھ لیتے ہیں۔۹ اہل قرآن مجید کی اصطلاح میں بیوی کو کہتے ہیں دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن لہٰذا اس ؎ بیوی مراد ہے مگر مرقات نے یہاں اہل میں لونڈی کو بھی داخل فرمایا۔۱۰ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماعز عرض کر دیتے کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بجائے حد لگانے کے کوئی راہ نکال دیتے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔۱۱ اس رجم کا واقعہ بالتفصیل پہلے گزر گیا کہ دوران رجم میں ماعز بھاگ گئے تھے صحابہ کرام نے بمشکل رجم کیا تو فرمایا کہ تم نے چھوڑ دیا ہوتا' شاید توبہ اس کی رہائی ہو جاتی۔۱۲ اس کلام میں تعجب بھی ہے مردہ کی غیبت بھی اور ماعز کے پرخلوص فعل پر طعنہ بھی' یہ تینوں باتیں ممنوع ہیں' خیال رہے کہ زندہ کی غیبت سے مردہ کی غیبت زیادہ بری ہے کہ زندہ سے معافی مانگ سکتے ہیں مگر مردہ سے معافی کیسے مانگیں۔۱۳ شاید گفتگو کسی سفر میں ہوئی تھی شائل شول سے بنا بمعنی اٹھانا اسی لئے گھڑا اٹھانے والی عورت کو شائلہ کہتے ہیں اور دم اٹھانے والی اونٹنی کو ناقہ شائلہ کہا جاتا ہے' شائل پور کے معنی میں بھی ترمذی شریف میں آیا ہے۔۱۴ اترنے اور کھانے کے دونوں حکم اظہار غضب کے لئے ہیں نہ وجوب کے لئے نہ اباحت کے لئے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حرام گدھے کے کھانے کا حضور نے حکم کیوں دیا۔۱۵ یہ تو حرام بھی ہے مردار بھی اور طبیعت انسانی بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔۱۶ کیونکہ گدھا کھانا مجبوری کی حالت میں جائز ہو جاتا ہے جان بچانے کے لئے مگر غیبت کسی حال میں جائز نہیں نیز بحالت اختیار گدھا کھانا ہلکا گناہ ہے مگر ایسے طیب و طاہر نفس کی غیبت وہ بھی اس کی وفات کے بعد بڑا بھاری گناہ ہے ان وجوہ سے غیبت کو گدھا کھا لینے سے سخت تر فرمایا گیا۔۱۷ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ماعز اسلمی شہیدوں کی طرح قیامت سے پہلے یعنی مرتے ہی روحانی طور پر جنت میں داخل ہو گئے وہاں کی نعمتیں استعمال فرما رہے ہیں دوسرے یہ کہ برزخ کا عذاب وثواب برحق ہے' تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی نہروں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں اور وہاں غوطے لگانے والے حضرت ماعز کو بھی دیکھ رہے ہیں حضور کی نگاہ سے کوئی چیز مخفی نہیں' جب حضور پر جنت جیسی دور کی دنیا پوشیدہ نہیں تو یقیناً حضور سے ہم اور ہمارے حالات بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے حضور نے ماعز کو دیکھ کر یہ فرمایا' یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت کی نہروں میں جنتی غوطے بھی لگائیں گے مگر لذت کے لئے نہ کہ میل دھونے کو کہ وہاں میل ہے ہی نہیں۔

وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا اُقِيْمَ عَلَيْهِ حَدُّ ذٰلِكَ

(۳۴۶۱) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو گناہ کو پہنچے اس پر اس گناہ

الذَّنْبِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ . (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

کی سزا قائم کردی جائے تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے۲(شرح سنہ)

(۳۴۶۱)۱خزیمہ خ کے پیش ز کے فتحہ سے، آپ انصاری اوسی ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک رہے، جب آپ کو حضرت عمار ابن یاسر کی خبر شہادت پہنچی تو بولے عمار کے بعد زندگی بیکار ہے تلوار نکالی میدان میں گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے (اکمال، اشعہ)۲لہٰذا جب زانی کو رجم یا چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو یہ سزا اس کے اس جرم کا کفارہ بن گئی مگر قانون شرعی توڑنے کی توبہ کرنی پڑے گی لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس سے توبہ کرائی، ملکی قانون شکنی کی سزا یہی رجم ہے اور رب تعالٰی کو ناراض کرنے کی معافی کے لئے توبہ ہے لہٰذا حدیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَصَابَ حَدًّا افَعُجِلَ عُقُوْبَتُهُ فِي الدُّنْيَا فَاللّٰهُ اَعْدَلُ مِنْ اَنْ يُّثَنِّيَ عَلٰى عَبْدِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَنْ اَصَابَ حَدًّا افَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَفَاعَنْهُ فَاللّٰهُ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يَّعُوْدَ فِيْ شَيْءٍ قَدْ عَفَاعَنْهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ .

(۳۴۶۲) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو سزا کو پہنچا۱پھر دنیا میں اسے سزا دے دی گئی۲تو اللہ تعالٰی اس سے عادل تر ہے کہ اپنے بندے پر آخرت میں سزا مکرر فرمادے۳اور جو سزا کا مستحق ہوا پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی۴اور اسے معافی دے دی تو اللہ کریم تر ہے اس سے کہ اس چیز کو لوٹائے جس سے معافی دے چکا۵ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۴۶۲)۱یعنی اس نے ایسا گناہ کیا جو شرعی حد لازم کرتا ہے جیسے زنا، چوری، شراب خوری معلول بول کر علت مراد لی گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ حد سے مراد حرام کام ہو جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (۲۲۹:۲) یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو (کنزالایمان) یعنی یہ چیزیں اللہ کی محرمات ہیں (مرقات) ۲یعنی اس پر شرعی حد قائم کر دی گئی، اشعہ نے فرمایا کہ اس میں حد و تعزیر دونوں داخل ہیں۳کہ جب عادل بادشاہ کسی مجرم کو سزا دے کر دوبارہ سزا نہیں دیتے رب تعالٰی تمام عادلوں سے بڑا عادل ہے، وہ انشاء اللہ آخرت میں اسے سزا نہ دے گا خیال رہے کہ یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ رب تعالٰی ہم پر رحم کرے عدل نہ کرے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔۴اس طرح کہ اس جرم پر کسی کو خبردار نہ ہونے دیا اور مجرم کو توبہ مقبول کی توفیق بخش دی لہٰذا حدیث صاف ہے۔۵یہ امید افزا کلام اس صورت میں ہے کہ بندہ کی پردہ پوشی ڈھیل دینے کے لئے ہے تو یہ غضب ہے جس کی سزا آخرت میں سخت تر ہے اگر بندے کو اس پردہ پوشی کے بعد شرمندگی، توبہ کفارہ ادا کرنے کی توفیق مل جائے تو انشاء اللہ یہ ستر رحمت ہے اور اگر بندہ اس ستر سے غلط فائدہ اٹھائے کہ گناہ پر اور زیادہ دلیر ہو جائے تو یہ ستر غضب ہے اللہ تعالٰی توفیق خیر دے۔شعر:

دستگیر و رہنما توفیق دہ — جرم بخش و عفو کن بہ کشا گرہ

بَابُ التَّعْزِيْرِ
غیر مقرر سزا کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

تعزیر بنا ہے عزر سے، عزر کے معنی ہیں عظمت، حقارت، مدد اور منع و روک، اس کا استعمال زیادہ تر بمعنی روک اور منع ہے بلکہ مدد کو بھی عزر اور مدد دینے کو تعزیر اس لئے کہتے ہیں اس سے دشمن کو ایذاء رسانی سے روکا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (۹،۴۸) اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو (کنزالایمان) سزا کو تعزیر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے جرم رکتے ہیں، شریعت میں تعزیر اس کو کہتے ہیں جو شرعاً مقرر نہ ہو حاکم اپنی رائے سے دے خاوند کا بیوی کو باپ کا بچوں کو استاد کا شاگردوں کو سزا دینا تعزیر ہی ہے فَاضْرِبُوْهُنَّ فرمایا نبی کریم نے اپنے بچوں سے ڈنڈا اونچی نہ ہٹاؤ، نیز فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو اپنی قمچی سوٹی ٹانگے رکھے کہ بیوی بچے اسے دیکھتے رہیں اور درست رہیں (مرقات) حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے وہاں ضرور تعزیر دے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں تعزیر دینا واجب نہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ با جماعت نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا معافی ہوگئی۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (۱۱،۱۱۴) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں (کنزالایمان) اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دے شریف آدمی کو جو اتفاقاً گناہ کر بیٹھا تعزیر معمولی بھی کافی ہے۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۶۳) روایت ہے حضرت ابو بردہ ابن نیار سے[۱] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں مگر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے کسی سزا میں[۲] (مسلم بخاری)

(۳۴۶۳) [۱] آپ حضرت براء ابن عازب کے ماموں ہیں بیعت عقبہ میں حاضر تھے بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے ۴۵ھ میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) [۲] ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے امام مالک کے ہاں زمانہ نبوی سے مخصوص ہے بہتر یہ ہے کہ حاکم انتالیس کوڑے تک تعزیر لگا سکتا ہے یعنی غلام کی سزاء قذف چالیس کوڑے ہے اس سے کم رکھے امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے یعنی آزاد کی سزا تہمت اسی کوڑے ہے اس سے کم رکھے، یہ استحبابی حکم ہے ورنہ اگر ضروری سمجھے تو حد سے زیادہ بھی لگائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن ابن زائدہ کو دھوکا دہی کی سزا میں ایک سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا کچھ روز کے بعد ایک سو کوڑے اور لگائے، کچھ دن بعد ایک سو کوڑے اور لگائے غرض کہ صحابہ کرام کے یہ عمل بتا رہے ہیں کہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ قاضی جنس حد سے سزا دے اور اگر دوسری جنس سے سزا دے تو تعزیر میں قتل بھی جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ ۔ (اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۶۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے[۱] (ابوداؤد)

(۳۴۶۴)۱؎ یعنی تعزیر یا حد میں جب کوڑے لگائے تو مجرم کو منہ پر نہ لگائے تاکہ اس کا منہ بگڑ نہ جائے' انسان کی زینت منہ سے ہے حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر' مگر رجم میں یہ حکم نہیں کہ وہاں تو پتھروں سے ہلاک کردینا ہے پتھر جہاں بھی لگے خیال رہے کہ منہ میں آنکھ ناک کان بھی شامل ہیں اور اس سے قریب ہی سر بھی ہے جس میں مغز ہے اگر چہرے پر مار پڑے تو خطرہ ہے کہ مجرم اندھا بہرا یا دیوانہ ہوجائے' اس فرمان عالی میں ہزار ہا حکمتیں ہیں ہم نے بعض متقی استادوں کو دیکھا کہ وہ شاگرد کی پیٹھ پر چپت وغیرہ مارتے ہیں منہ پر تھپڑ نہیں مارتے اسی حکم عالی کی بناء پر۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ يَا يَهُوْدِيُّ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِيْنَ وَاِذَا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِيْنَ وَمَنْ وَقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْهُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۴۶۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی کسی سے کہے اے یہودی۱؎ تو اسے بیس کوڑے مارو۲؎ اور جب کہے او ہیجڑے (کھسرے) تو اسے بیس مارو۳؎ اور جو اپنی محرم سے زنا کرے اسے قتل کردو۴؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۴۶۵)۱؎ یہودی فرمانا بطور مثال ہے ورنہ او عیسائی او کافر کہنے کا بھی یہی حکم ہے چونکہ یہودی کفر و خباثت اور ذلت طبع سب میں مشہور ہیں اس لئے صرف یہودی ارشاد ہوا۲؎ یہ حکم اباحت یا استحباب کا ہے اور خطاب حکام سے ہے یعنی اس کہنے پر اگر سامنے والا حاکم کے ہاں دعویٰ کردے کہ اس نے میری توہین کی ہے تو حاکم اتنے کوڑے مارسکتا ہے معلوم ہوا کہ مسلمان کو کافر کہنا سخت جرم ہے۔۳؎ مخنث وہ ہے جس کے اعضاء میں نرمی آواز عورتوں کی سی ہو اور بدکاری کراتا ہو' عورتوں کی طرح رہتا ہو' چونکہ یہ عمل نہایت ذلت کا ہے اور مخنث نہایت ذلیل ہے اس لئے کسی کو مخنث کہنے میں اس کی اہانت ہے جس پر ہتک عزت کا دعویٰ ہوسکتا ہے اور یہ سزا جاری ہوسکتی ہے' یوں ہی اگر کسی سے کہا او شرابی او زندیق او لوطی او سودخور او دیوث او خائن او چوروں کی ماں ان سب میں یہی سزا ہوسکتی ہے (مرقات) اگر کسی کو کہا او کتے او سور او گدھے تو اگر وہ شخص ذی عزت ہو' جیسے عالم فقیہ' سید' تب تعزیر دی جائے گی عوام میں سے ہو تو تعزیر نہیں کیونکہ یقینًا وہ انسان ہے کتا گدھا نہیں ہے لہذا یہ الفاظ محض گالی ہیں' گالی کا یہی حکم ہے جو عرض کیا گیا اس کی تفصیل یہاں اشعۃ اللمعات میں ملاحظہ کیجئے۔۴؎ امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اس جرم کو حلال سمجھ کر کرلے تو مرتد ہے قتل کیا جائے ورنہ اس کا حکم زنا کا سا ہے کہ محصن ہے تو رجم کیا جائے غیر محصن ہے تو سو کوڑے مارے جائیں غرض کہ یہ فرمان عالی یا مرتد کے لئے ہے یا دھمکانے کے لئے۔

وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَجَدْتُّمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ وَاضْرِبُوْهُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۴۶۶) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو پاؤ کہ وہ اللہ کی راہ میں خیانت کرے۱؎ تو اس کا سامان جلادو اور اسے مارو۲؎ (ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۴۶۶)۱؎ اس طرح کہ جہاد میں غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے' غلول غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۲؎ امام احمد نے اس کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے ان کے ہاں اس خائن کا سارا مال جلادیا جائے سوائے قرآن مجید اور جانور اور غنیمت کے چرائے

ہوئے مال کے یہ نہ جلائے جائیں باقی علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا اب منسوخ ہو چکا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسے مارا ضرور جائے مال نہ جلایا جائے، خیال رہے کہ اس خیانت میں ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ یہ شرعی چوری نہیں جس مال میں خود اپنا بھی حق ہو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا کچھ اور بھی شرائط ہیں جن سے ہاتھ کٹتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ وَ وَعِيدِ شَارِبِهَا

شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

خمر کے لفظی معنی ہیں ڈھکنا، چھپانا، اسی لئے دوپٹہ کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر ڈھک لیتا ہے۔ شراب کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ دوسرے اماموں کے نزدیک ہر پتلی نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کا پینا حرام نشہ دے یا نہ دے خواہ انگور کی ہو یا کھجور وغیرہ کسی اور چیز کی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف شراب انگوری کو خمر کہتے ہیں، دوسری شرابیں خمر نہیں کہلاتیں۔ امام اعظم کے ہاں انگوری اور غیر انگوری میں چند طرح فرق ہے۔ ایک یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا مرتد ہے باقی شرابیں حرام ظنی ہیں جن کا منکر کافر نہیں ہے دوسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری نجس العین نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست غلیظہ، تیسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری کا ایک قطرہ پینے والے کو حد یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے، دوسری شراب حد نشہ تک پینے والے کو حد لگے گی کم والے کو نہیں۔ چوتھے یہ کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے نشہ دے یا نہ دے۔ دوسری شرابیں حد نشہ سے کم حرام نہیں بلکہ حد نشہ پر حرام ہوتی ہیں، ہاں جو کوئی لہو ولعب، عیش وطرب کے لئے حد نشہ سے کم پیئے تو سخت گنہگار ہے ہر لہو حرام ہے اور لہو والا حرام کا مرتکب امام محمد کے ہاں ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے مگر فی زمانہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے ورنہ فساق اس بہانہ سے شراب خوری کریں گے۔ کسی نے ابوحفص کبیر سے شراب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے۔ سائل نے کہا: آپ نے امام اعظم کے خلاف کہا۔ آپ نے فرمایا: فی زمانہ لہولعب کے لئے لوگ پیتے ہیں لہٰذا حرام کے مرتکب ہیں جن کے لئے غیر خمر کا قطرہ حلال تھا، اب وہ لوگ نہ رہے یہ وہ تھے جو صرف کھانا ہضم کرنے نماز پر قوت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے (اشعہ ولمعات) افیون، بھنگ، چرس، وغیرہ نشہ آور غیر پتلی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے کہ تاحد نشہ حرام ہیں اسی لئے کم دواءً حلال، لہو ولعب کے لئے حرام نیز وہ چیزیں نجس نہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۶۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں شراب ان دونوں درختوں سے ہوتی ہے کھجور اور انگور[1] (مسلم)

(۳۴۶۷)[1] یہاں خمر لغوی معنی میں ہے یعنی عقل بگاڑنے والی ... وقت عرب میں ان ہی

کی شراب عموماً ہوتی تھی ورنہ شراب اور چیزوں سے بھی بنتی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ اَشْيَآءَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۴۶۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا۱ تو فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہوچکی ہے اور شراب پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۲ انگور' چھوہارے' گیہوں' جو اور شہد سے۳ خمر وہ ہے جو عقل بگاڑے۔۴ (بخاری)

(۳۴۶۸)۱ اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی شریف میں منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خطبہ دیا' یا خطبہ جمعہ تھا یا خطبہ وعظ۲ قاموس میں ہے کہ لفظ خمر مذکر بھی ہے مونث بھی' یہاں ھـــی فرمانے سے معلوم ہوا کہ مونث ہے۔۳ یعنی آج کل ہمارے ملک میں عموماً ان پانچ چیزوں سے شراب بنتی ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں عموماً دو چیزوں سے بنتی تھی انگور اور کھجور۔لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔۴ یعنی شراب ان پانچ چیزوں میں منحصر نہیں جو پتلی چیز نشہ آور ہوجائے وہ شراب ہے اور حرام ہے،حتی کہ تربوز کا پانی اگر گرم ہوکر نشہ دینے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ حِيْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ خَمْرَ الْاَعْنَابِ اِلَّا قَلِيْلًا وَّعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۴۶۹) روایت ہے حضرت انس سے جب شراب حرام کی گئی۱ حالانکہ ہم شراب بہت تھوڑی ہی پاتے تھے ہماری عام شرابیں کچی کھجور و چھوہارے کی تھیں۲ (بخاری)

(۳۴۶۹)۱ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ شراب رب تعالٰی نے حرام فرمائی اس طرح کہ اس کی حرمت قرآن کریم میں نازل فرمائی اسی لئے حرم رسول اللہ نہ فرمایا (مرقات)۲ کیونکہ حجاز میں انگور بہت گراں تھے کھجور بہت سستی' اس لئے وہاں شراب انگوری بڑی مہنگی پڑتی تھی۔جو امیر لوگ پی سکتے تھے عام لوگ کھجور کی شراب پیتے تھے۔خیال رہے کہ کھجور جب درخت میں نمودار ہوتی ہے تو طلع کہلاتی ہے،کچھ بڑی ہونے پر خلال پھر بلح پھر کچی بسر' پختہ مگر تر رطب کہلاتی ہے' خشک ہوکر تمر یعنی چھوہارا (اشعہ)

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۷۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں پوچھا گیا اور وہ شہد کی شراب ہے۱ تو فرمایا: ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے۲ (مسلم بخاری)

(۳۴۷۰)۱ اس طرح کہ شہد کو شربت بنا کر برتن میں بھر لیتے ہیں حتی کہ گرم ہوکر جھاگ چھوڑ دیتا ہے نشہ دینے لگتا ہے اسے بتع ب کے کسرہ سے ت کے سکون یا فتحہ سے۲ اس کے معنی امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے نزدیک یہ ہیں کہ غیر انگوری شراب نشہ دے تو حرام ہے غیر منشی تھوڑی سی نشہ کی بنا پر حرام نہیں' باقی ائمہ کے ہاں اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شراب نشہ آور ہوتی ہے وہ مطلقاً حرام ہے تھوڑی ہو یا بہت' انگوری ہو یا کوئی اور مگر یہ حدیث بظاہر امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ یہاں حرمت کو نشہ پر معلق کیا گیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۴۷۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا فَمَاتَ وَهُوَ یُدْمِنُهَا لَمْ یَتُبْ یَشْرَبْهَا فِی الْاٰخِرَةِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۱؎ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو دنیا میں شراب پئے پھر اس پر دوام کرتے مرجائے تو وہ آخرت میں نہ پی سکے گا۲؎ (مسلم)

(۳۴۷۱)۱؎ یہاں لغوی معنی کا ذکر نہیں ہے بلکہ حکم شرعی کا ذکر ہے کہ جو شئے نشہ دے وہ حکماً خمر ہے کہ حرام بھی ہے اور اس پر اسی کوڑے حد بھی ہے معلوم ہوا کہ غیر مسکر شراب خمر کے حکم میں نہیں کیونکہ عربی لغت میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف نے حضرت ابن عمر کا قول نقل فرمایا حرمت الخمر وما بالمدینة منها شیءٌ جب خمر حرام کی گئی تو مدینہ میں وہ بالکل نہ تھی کون نہ تھی شراب انگوری دوسری شرابیں تو وہاں اس وقت بہت زیادہ تھیں جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اس وقت مدینہ پاک میں کھجور کی شراب بہت تھی نیز ابن عوف نے ابن شداد سے بروایت حضرت ابن عباس نقل فرمایا حرمت الخمر قلیلها و کثیرها والمسکر من کل شراب (اس کی اسناد نہایت صحیح ہے) یعنی خمر تو تھوڑی ہو یا بہت مطلقاً حرام ہے اس کے سوا دوسری شرابیں نشہ آور ہوں تو حرام ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خمر اور دوسری شرابوں کے احکام میں فرق ہے (مرقات) خمر کا ایک قطرہ پینے پر حد ہے دوسری شرابوں میں حد نشہ تک پینے میں حد ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فاذا سکر فاجلدوه وہ جب نشہ ہو تو کوڑے مارو (مرقات) دارقطنی نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے آپ کے برتنوں سے نبیذ پیا اسے نشہ ہو گیا تو انہوں نے اسے حد لگائی۔ وہ بولا کہ میں نے تو آپ کے برتن سے نبیذ پیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے سزا نشہ کی وجہ سے دی گئی اسی طرح ابن ابی شیبہ نے عبداللہ ابن نمیر عن حجاج عن ابن عوف عن عبداللہ ابن شداد عن ابن عباس روایت کی فی السکر من النبیذ ثمانین بہرحال مذہب امام ابوحنیفہ بہت قوی ہے حد شبہات سے دفع ہو جاتی ہے غیر خمر دوسری شرابیں ہیں اگر مسکر نہ ہوں تو ان کی حرمت میں شک تو ہے، پھر اس میں حد کیسی۔ ۲؎ یعنی اگر حلال جان کر پیتا رہا تو کافر ہوا کافر جنت سے محروم ہے اور اگر حرام جان کر پیتا رہا تو اگرچہ جنت میں پہنچ جائے اور وہاں کی تمام نعمتیں برتے مگر شراب کبھی نہ پائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جس مدت تک شراب پیتا رہا ہے اس مدت تک نہ پائے گا یا زیادہ مقدار میں نہ پائے گا بہت تھوڑی ملے گی۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوّل سے شراب طہور نہ ملے گی غرض کہ اس جملہ کی بہت سی توجیہیں کی گئی ہیں۔ خیال رہے کہ شراب طہور جنت کی اعلیٰ نعمت ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۷۶:۲۱) اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی (کنزالایمان)۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ یَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ یُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَمُسْکِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَی اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ یَّشْرَبُ الْمُسْکِرَ اَنْ یَّسْقِیَهٗ مِنْ طِیْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِیْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ

(۳۴۷۲) روایت ہے حضرت جابر سے ایک شخص یمن سے آئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے متعلق پوچھا جو ان کی زمین میں پی جاتی ہے جوار کی ہوتی ہے اسے مزر کہا جاتا ہے۱؎ تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا وہ نشہ آور ہے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔۲؎ بے شک اللہ کے ذمہ ایک وعدہ ہے۔۳؎ اس کے متعلق جو نشہ پئے۴؎ یہ کہ اسے طینة الخبال پلائے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ طینة الخبال کیا چیز ہے؟

اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کا کچ لہو۵؎ (مسلم)

(۳۴۷۲)۱؎ سائل سمجھا یہ تھا کہ اسلام میں خمر حرام ہے اور خمر کہتے ہیں انگوری شراب کو اور ہمارے ملک میں انگور کی شراب نہیں ہوتی جوار کی ہوتی ہے شاید وہ حلال ہوگی۔ اس لئے یہ سوال کیا۲؎ یہ ایسا قاعدہ ہے کہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ جو چیز بھی نشہ دے پتلی ہو جیسے شراب' خشک ہو جیسے افیون' بھنگ' چرس وغیرہ وہ حرام ہے حتیٰ کہ اگر زعفران زیادہ کھانے سے نشہ ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے' اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔۳؎ وعدہ بمعنی وعید ہے۴؎ چونکہ زیادہ تر پتلی چیزیں نشہ کے لئے پی جاتی ہیں نیز آگے پلانے کا ذکر ہی آرہا ہے اس لئے یشرب فرمایا ورنہ افیون و بھنگ سے نشہ کرنا بھی حرام ہے علماء فرماتے ہیں کہ جواذان کا جواب نہ دے اس وقت لاپروائی سے دنیاوی کام میں مشغول رہے اور جو شخص افیون کا عادی ہو اس کے خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے ان دو چیزوں سے بہت پرہیز کرے۔۵؎ اس پسینہ یا پیپ وخون کی بدبو' بدمزگی' خرابی بیان نہیں ہوسکتی' سزا جرم کے مطابق ہے اس نے دنیا میں گندی بدمزہ بدبودار چیز پی لی لہذا اس کے عوض ایسی چیز پلائی گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ خَلِيْطِ التَّمَرِ وَالْبُسْرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّبِيْبِ وَالتَّمَرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ وَقَالَ انْتَبِذُوْا كُلَّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَةٍ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۷۳) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے اور کچے کھجور کے ملاوئنی سے اور کشمش و چھواروں کی ملاوئنی سے اور کچے کھجور اور تر کھجور کی ملاوئنی سے منع فرمایا۱؎ اور فرمایا کہ ہر ایک کا علیحدہ نبیذ بناؤ۲؎ (مسلم)

(۳۴۷۳)۱؎ یعنی ان دو دو چیزوں کو ملا کر پانی میں بھگو کر ان کا شربت (نبیذ) نہ بناؤ کہ ان دو کے ملانے سے نشہ جلد پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی متغیر ہوگیا تو دوسرے کو بھی خراب کر دے گا۔ یہ حکم احتیاطی ہے اگر دونوں کو ملا کر بھگویا گیا اور نشہ پیدا نہ ہوا تو پینا حلال ہے۔۲؎ امام احمد و مالک نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے ان کے نزدیک اس مخلوط کا نبیذ حرام ہے نشہ دے یا نہ دے۔ امام اعظم وشافعی کے ہاں اگر نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ يُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۷۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ سرکہ بنالی جائے۱؎ تو فرمایا: نہیں ۲؎ (مسلم)

(۳۴۷۴)۱؎ اس طرح کہ شراب میں پیاز یا نمک ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ دی جائے حتیٰ کہ سرکہ بن جائے۲؎ یعنی شراب کو کسی تدبیر سے سرکہ نہ بناؤ بلکہ اسے پھینک دو۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اگر شراب سرکہ بنالی گئی تو پاک بھی ہو جائے گی اور حلال بھی۔ امام احمد کے نزدیک وہ حرام اور ناپاک ہی رہے گی۔ امام مالک کے نزدیک شراب سرکہ بنانا حرام ہے لیکن اگر بنالی جائے تو پاک ہو جائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک اگر پیاز یا نمک ڈال کر سرکہ بنائی گئی تو نجس رہے گی اور اگر دھوپ میں رکھ کر سرکہ بنائی گئی تو پاک ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ وامام اوزاعی اور لیث کے نزدیک یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب کہ شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی خطرہ تھا کہ اگر لوگوں نے سرکہ بنانا شروع کر دیا تو شراب چھوڑیں گے نہیں اس لئے شراب گرا دینے کا حکم دیا گیا جیسے اولاً شراب کے برتنوں کا استعمال بھی حرام تھا جبکہ لوگ شراب چھوڑ دینے کے عادی ہوگئے شراب کو بھول گئے تب یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ امام اعظم کی دلیل حضور کا یہ فرمان عالی نعم الادام

الخل سرکہ اچھا سالن ہے۔ اس حدیث میں سرکہ مطلق ہے خواہ اوّل سے ہی سرکہ ہو یا شراب کا بنایا گیا ہو۔ (مرقات واشعہ)

وَعَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَآءِ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَآءٍ وَلٰكِنَّهُ دَآءٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۷۵) روایت ہے حضرت وائل حضرمی[۱] سے کہ حضرت طارق ابن سوید[۲] نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا تو منع فرمایا۔ وہ بولے کہ دوا کے لئے بناتا ہوں تو فرمایا کہ شراب دوا نہیں لیکن وہ نری بیماری ہے[۳] (مسلم)

(۳۴۷۵)[۱] یہ وہی حضرت وائل ابن حجر حضرمی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ آپ یمن کے شہزادوں سے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ حضور نے آپ کا بڑا احترام فرمایا[۲] آپ بھی حضرمی ہیں آپ سے صرف ایک حدیث منقول ہے صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ[۳] اس حدیث کی بنا پر اکثر علماء نے فرمایا کہ شراب سے علاج حرام ہے اس میں شفا ہی نہیں مگر بعض نے فرمایا کہ اگر مسلمان متقی حاذق طبیب کہہ دے کہ اس بیماری کی دوا سوائے شراب کے اور کچھ نہیں تب دواءً حلال ہو جاتی ہے یعنی جب شراب حرام رہے تو اس میں شفا نہیں مگر جب بحکم شرعی صورۃ مذکورہ میں حلال ہو جائے تو اس سے علاج ہو سکتا ہے لیکن اگر گلے میں لقمہ پھنس گیا پانی موجود نہیں پی کر اتارے جان جارہی ہے شراب موجود ہے تو شراب پی کر لقمہ اتار سکتا ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس مصیبت سے چھٹکارا یقیناً ہو جائے گا۔ بہرحال یہ حدیث قابل غور ہے۔ قرآن کریم نے مخمصہ کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت دی ہے وہ آیت اس قول کی تائید کرتی ہے۔ اس حدیث کے متعلق علماء نے بہت گفتگو کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَلَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَلَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو۔)

(۳۴۷۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے شراب پی تو اللہ تعالٰی قبول نہ کرے گا اس کی چالیس دن کی نماز[۱] پھر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول فرمائے گا[۲] پھر اگر لوٹا تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا اگر پھر لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہ کرے گا[۵] اور اسے خبال کی نہر سے پلائے گا[۶] (ترمذی) اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی۔[۷]

(۳۴۷۶)[۱] صباح سے مراد دن ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم کی مٹی چالیس صبح خمیر کی گئی یعنی چالیس دن، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد صبح کی نماز یعنی نماز فجر ہی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب پی لے اور توبہ نہ کرے تو چالیس دن تک اس کی عبادت میں لذت حضور قلبی میسر نہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ عبادات اگر چہ ادا تو ہو جائیں گی مگر قبول

نہ ہوں گی، نماز فرمایا گیا اور تمام عبادات مراد لی گئی کہ نماز سب سے افضل عبادت ہے جب وہی قبول نہ ہوئی تو دوسری عبادات بدرجہ اولیٰ قبول نہ ہوں گی کیونکہ شراب اُمّ الخبائث ہے اور نماز اُمّ العبادات جو اُمّ الخبائث پیئے گا وہ اُمّ العبادات کی قبولیت سے محروم رہے گا بعض روایات میں ہے کہ جو شراب پیئے گا اس کے سینہ سے نور ایمانی نکل جائے گا (مرقات واشعہ ولمعات) ۲؎ توبہ کی حقیقت ہے گزشتہ پر ندامت، آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عہد، اسی طرح شراب سے توبہ چاہئے کہ آئندہ اس کے قریب نہ جانے کا عہد کرے۔ ۳؎ یعنی اگر توبہ کرتے وقت مکمل عہد کیا کہ اب کبھی نہ پیؤں گا پھر شیطان نے بہکا دیا اور پی لی، چالیس کا عدد اس لئے بیان ہوا کہ شراب کا اثر چالیس دن تک بدن میں رہتا ہے، مرقات نے فرمایا کہ ہر غذا اور پانی کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے جو کوئی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو اس کے دل وزبان سے حکمت کے چشمے بہنے لگتے ہیں جو حضور کی چالیس حدیثیں مسلمانوں تک پہنچائے اسے اللہ تعالٰی محدثین و فقہاء کے زمرہ میں حشر نصیب فرمائے گا، موسیٰ علیہ السلام سے چالیس کا چلہ کرایا گیا، فرماتا ہے: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (۲،۵۱) اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا (کنزالایمان) غرض چالیس کے عدد کی عبادات اور گناہوں میں عجیب تاثیر ہے (مرقات) چالیس عدد کے برکات ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھئے۔ ۴؎ یعنی طاعت کے ساتھ توبہ کرے حق تعالٰی مغفرت کے ساتھ قبول فرمائے گا ۵؎ یعنی جو تین بار شراب سے توبہ کرکے توڑ دے تو اب اسے توبہ قبول کی توفیق نہ ملے گی، اب صرف زبان سے توبہ توبہ کہے گا دل سے توبہ نہ کرسکے گا لہذا یہ توبہ قبول نہ ہوگی، یہ شراب نوشی کی نحوست ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی کہ جو شخص دن میں ستر بار گناہ کرے اور ستر بار توبہ کرے تو وہ گناہ پر مصر نہیں کہ وہاں توبہ مقبول مراد ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًاؕ (۴،۱۳۷) بیشک وہ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے نہ انہیں راہ دکھلائے (کنزالایمان) یہ حدیث اس آیت کریمہ کی اشارۃً شرح فرمارہی ہے، فقیر کی یہ تقریر خوب یاد کرلینی چاہئے۔ ۶؎ خبال دوزخیوں کا خون و پیپ اس کثرت سے بہے گا کہ اس کی نہر بہہ جائے گی، شرابی سخت پیاسے اٹھیں گے پانی مانگیں گے تو انہیں بجائے پانی کے یہ دیا جائے گا جو انہیں شدت پیاس کی وجہ سے پینا پڑے گا ۷؎ یعنی یہ حدیث ترمذی نے تو حضرت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے روایت کی اور نسائی ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْكَرَ كَثِیْرُهٗ فَقَلِیْلُهٗ حَرَامٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۷۷) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی بہت مقدار نشہ دے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۴۷۷) ۱؎ کیونکہ تھوڑی شراب بہت شراب کا عادی بنادیتی ہے اس لئے تھوڑی سے بچنا لازم ہے، یہ حدیث ظاہر معنی سے امام شافعی وغیرہم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی افیون، چرس، بھنگ، جو دواؤں میں استعمال کی جائے اور نشہ نہ دے تو حرام نہیں، یہاں پتلی اور خشک کی قید نہیں لہذا اس کا وہی مطلب ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ خمر یعنی شراب انگوری کا تو ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے اور دوسری شرابوں کا قطرہ بھی حرام ہے جب لذت یا طرب یا لہو کے لئے پیئے یا اس لئے حرام ہے کہ وہ زیادہ پینے کا ذریعہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، اس کی بحث ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمایئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرْقُ فَمَلَأُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۳۴۷۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس کا ایک فرق نشہ دے اس سے ایک چلو بھی حرام ہے [۱] (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۳۴۷۸) [۱] فرق مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ تھا جس میں سولہ رطل یعنی آٹھ سیر چیز سماتی تھی یہاں مطلقاً زیادتی مراد ہے یعنی جو سولہ رطل ہوتو نشہ دے وہ چلو بھر بھی حرام ہے اگر چہ نشہ نہ دے کہ یہ ذریعہ ہے زیادہ پینے کا یا شراب خوری کی عادت کا جیسا کہ پہلی حدیث میں گزرا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَّمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمَرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۴۷۹) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے [۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گیہوں سے شراب ہوتی ہے اور جو سے شراب ہوتی ہے اور کھجور سے شراب ہوتی ہے اور کشمش سے شراب ہوتی ہے اور شہد سے شراب ہوتی ہے [۲] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۴۷۹) [۱] آپ انصاری صحابی ہیں ہجرت کے بعد انصار میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم ہوئے وہاں ہی آپ کو ۶۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔ [۲] مرقات نے فرمایا کہ ان تمام شرابوں کو خمر فرمانا مجازاً ہے یعنی یہ شرابیں گویا خمر ہی ہیں کہ عقل بگاڑنے بے ہوش ونشہ کر دینے میں خمر کا کام کرتی ہیں اور ان کے نشہ پر بھی خمر کے نشہ کے احکام جاری ہیں ورنہ خمر صرف شراب انگوری کو کہا جاتا ہے جس کے دلائل پہلے عرض کیے گئے، خیال رہے کہ ان مذکورہ پانچ چیزوں کا ذکر حصر کے لیے نہیں کیونکہ شراب ان کے علاوہ اور چیزوں کی بھی بنتی ہے چونکہ عموماً عرب میں ان ہی پانچ چیزوں کی شراب ہوتی تھی اس لیے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا یعنی گیہوں، جو، چھوہارے، کشمش اور شہد۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَآئِدَةُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقُلْتُ اِنَّهٗ لِيَتِيْمٍ فَقَالَ اَهْرِ يْقُوْهُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۴۸۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی [۱] تو جب سورہ مائدہ اتری [۲] تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کر دیا کہ وہ شراب یتیم کی ہے [۳] فرمایا اسے گرادو [۴] (ترمذی)

(۳۴۸۰) [۱] کہ ہمارے گھر میں ایک یتیم پرورش پاتا تھا جس کا کوئی عزیز فوت ہوا اس کے مالوں کا یہ بچہ وارث ہوا ان مالوں میں شراب بھی تھی، چونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اس لیے وہ بھی اس بچہ کو میراث ملی، ابھی اس بچہ کی ملک میں ہی تھی کہ شراب حرام ہوگئی اس کے ضائع کرنے کا حکم صادر ہوگیا۔ [۲] جس میں آیت کریمہ آئی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵:۹۰) اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ (کنزالایمان) اور شراب قطعی حرام کردی گئی اور شراب کو نجس بھی فرمایا گیا اسے شیطانی کام قرار دیا گیا، اس سے بچنے کا حکم دیا گیا فَاجْتَنِبُوْهُ اس بچنے پر فلاح وکامیابی کو موقوف فرمایا گیا کہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور شراب خوری کو جوئے بت پرستی، تیروں سے فال کھولنے کے برابر قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ایسی خبیث چیز قریب جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ اسے پینا یا گھر

میں رکھنا۳؎ سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس شراب کے ضائع کرنے میں یتیم بچہ کا نقصان ہوگا اگر اجازت ہوتو اس کا سرکہ بنالیں یا کفار کے ہاتھ فروخت کردیں پینے کی اجازت مانگنا مقصود نہ تھا' لہٰذا حدیث ظاہر ہے۴؎ یعنی نہ اسے کفار کے ہاتھ فروخت کرو نہ اس کا سرکہ بناؤ بلکہ اسے بہادو کیونکہ یہ مال غیر متقوم ہے مسلمان اس کی تجارت بھی نہیں کرسکتا نہ کسی حیلہ سے اسے استعمال کرسکتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حرام چیز کو فنا کردینا چاہئے اگرچہ وہ نابالغ بچہ کی ہو کہ یہ بھی ایک قسم کی عملی تبدیلی ہے اسی لئے ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ حرام آلات کی چوری پر سزا نہیں ان کے توڑنے پر ضمان نہیں کہ یہ چوری نہیں تبلیغ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّی اشْتَرَیْتُ خَمْرًا لِاَیْتَامٍ فِیْ حَجْرِیْ قَالَ اَھْرِقِ الْخَمْرَ وَاکْسِرِ الدِّنَانَ .(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَیْتَامٍ وَرِثُوْا خَمْرًا قَالَ اَھْرِقْھَا قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُھَا خَلًّا قَالَ لَا .)

(۳۴۸۱) روایت ہے حضرت انس سے وہ حضرت ابوطلحہ سے۱؎ راوی انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے ان یتیموں کے لئے شراب خریدی جو میری پرورش میں ہیں۲؎ فرمایا شراب بہادو مٹکے توڑ دو۳؎ روایت کیا اسے ترمذی نے اور ضعیف کہا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان یتیموں کے بارے میں پوچھا جو شراب کے وارث ہوئے ہیں فرمایا اسے بہادو عرض کیا کہ کیا سرکہ نہ بنالیں فرمایا نہیں۴؎

(۳۴۸۱)۱؎ بار ہا عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت ابوطلحہ جناب انس کے سوتیلے باپ ہیں حضرت انس نے ان ہی کے ہاں پرورش پائی' دونوں باپ بیٹا بڑے مراتب کے مالک ہیں' فقیر نے ان کی قبر مبارک کی زیارت کی ہے۔۲؎ یعنی شراب کی حرمت سے پہلے میں نے بغرض تجارت ان یتیموں کے مال سے شراب خریدی تھی ابھی فروخت نہ کر چکا تھا کہ شراب حرام ہوگئی اب میں کیا کروں' اس سوال کا مقصد بھی وہی ہے جو ابھی اوپر کی حدیث میں عرض کیا گیا یعنی سرکہ بنالینے یا کفار کے ہاتھ فروخت کردینے کی اجازت حاصل کرنا۔۳؎ شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم ابتداء تحریم میں تھا جب شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی یا کہ لوگ اس کے برتن دیکھ کر پھر شراب نہ پینے لگیں۔۴؎ سرکہ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے یعنی شراب کا سرکہ بنانا مناسب نہیں (مرقات) یا یہ ممانعت شروع تحریم کے وقت کی ہے جبکہ شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم بھی تھا اس کی تحقیق گزر چکی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ مُسْکِرٍ وَّمُفْتِرٍ .
(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۸۲) روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے فرماتی ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اعضاء بکھیر دینے والی چیز سے۱؎
(ابوداؤد)

(۳۴۸۲)۱؎ یا تو مسکر سے مراد پتلی نشہ آور چیزیں ہیں اور مفتر یعنی جسم میں گرمی اور ڈھیلا پن پیدا کرنے والی چیز ہے مراد خشک نشیلی چیزیں ہیں جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ کہ اسلام میں یہ سب چیزیں حرام ہیں کچھ تفصیل سے یا مسکر سے مراد قوی نشہ آور مفتر سے مراد ہلکا نشہ ہے' نشہ بہر حال نشہ ہے اگرچہ ہلکا ہو' خیال رہے کہ تمبا کو سے نشہ لینا بھی حرام ہے۲؎ اگر حقہ یا تمبا کو والے پان سے نشہ ہوتو وہ بھی حرام

ہے ورنہ نہیں' انشاء اللہ اس کی بحث اس فصل کے آخر میں کچھ کی جائے گی' مفتر بہت وسیع فرمان ہے۔

وَعَنْ دَيْلَمِ نِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضٍ بَارِدَةٍ وَنُعَالِجُ فِيْهَا عَمَلًا شَدِيْدًا وَاِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهٖ عَلٰى اَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوْهُ قُلْتُ اِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ قَالَ اِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ قَاتِلُوْهُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۸۳) روایت ہے حضرت دیلم حمیری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ ہم ایک ٹھنڈی زمین میں ہیں اور وہاں سخت کام کرتے ہیں۲ اور ہم اس گیہوں سے شراب بناتے ہیں جس سے اپنے اعمال پر اور اپنے ملک کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں۳ فرمایا کیا وہ نشہ دیتی ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اس سے بچو۴ میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑیں گے نہیں۵ فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو۶ (ابوداؤد)

(۳۴۸۳)۱ دیلم دال کے فتحہ لام کے کسرہ سے ہے حمیر ح کے کسرہ میم کے سکون سے بروزن درہم' حمیر یمن کا ایک شہر ہے جو صنعاء سے غربی جانب واقع ہے۔۲ اس لئے ہم کو شراب اور نشہ کی سخت ضرورت ہے کہ ملک میں بغیر شراب کی گرمی اور بغیر نشہ کے بھاری کام نہیں ہوسکتے۔۳ لہذا ہم شراب پینے پر مجبور ہیں۔۴ کہ اسے مطلقاً استعمال نہ کرو' نہ بحد نشہ نہ اس سے کم جیسا کہ **فاجتنبوہ** کے اطلاق سے معلوم ہوا کیونکہ تھوڑی شراب بہت سی کا ذریعہ ہے۔۵ کیونکہ وہ پرانے عادی بھی ہیں اور اس کی انہیں ضرورت بھی ہے ملکی حالات کے لحاظ سے۶ یعنی اگر حلال سمجھ کر پئیں تو وہ مرتد ہو گئے ان پر جہاد کرو (مرقات) اور اگر حرام سمجھ کر پیئے جائیں تو ان پر سختی کرو مار پیٹ کر اس سے روکو' لفظ قاتلوا مار پیٹ پر بھی ارشاد ہوا ہے' فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو اسے روکو نہ رکے تو **قاتلہ** اسے مار کر روکو' یہاں سائل نے بہت کوشش سے سوال کیا مگر اجازت نہ ملی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۸۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے طبلہ اور جوار کی شراب سے منع فرمایا۱ اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۲ (ابوداؤد)۳

(۳۴۸۴)۱ میسر جوئے کو کہتے ہیں یسر بمعنی آسانی سے بنا چونکہ جواری جیت کر بہ آسانی مال لے لیتا ہے اور ہار کر بہ آسانی دے دیتا ہے اسی لئے اسے میسر کہتے ہیں کوبہ نرد شطرنج' طبلہ وستار سب ہی کو کہتے ہیں یہاں شارحین نے طبلہ کے معنی کئے ہیں غبیراء جوار کی شراب جو حبشہ میں مروج تھی جسے ان کی زبان میں سکر کہتے تھے (اشعہ)۲ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر نشہ کی چیز سے نشہ لینا حرام ہے خواہ شراب تاڑی وغیرہ پتلی چیزیں ہوں یا بھنگ چرس افیون وغیرہ خشک چیزیں ہوں اگرچہ ان کے احکام میں تفصیل ہے مگر نشہ مطلقاً حرام ہے۔۳ یہاں مصنف نے اپنا قاعدہ چھوڑ دیا تینوں حدیثوں کے بعد فرمادیتے کہ ان تینوں حدیثوں کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلَا وَلَدُ زِنْيَةٍ بَدَلَ قَمَّارٍ)

(۳۴۸۵) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ داخل ہوگا جنت میں۱ ماں باپ کا نافرمان۲ اور نہ جواری اور احسان جتلانے والا۳ اور نہ شراب کا عادی (دارمی) اس ... جواری کی جگہ حرام زادہ ہے۴

(۳۴۸۵)۱؎ سابقین کے ساتھ جو اولاً ہی جنت میں پہنچیں بغیر سزا اور بغیر رکاوٹ کے یا جو یہ جرم کرے انہیں حلال سمجھ کر‘ وہ قطعاً جنت میں داخل نہ ہوگا۲؎ عاق وہ شخص ہے جو ایسا مباح کام کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو بلاضرورت شرعی کرے اور انہیں دکھ پہنچانے کے لئے (مرقات) یہ قیود خیال میں رہیں لہذا اگر حاکم بیٹا مجرم ماں باپ پر شرعی سزا جاری کرے تو عاق نہیں اور اگر ماں باپ کو ستانے کے لئے شراب نوشی وغیرہ کرے تو وہ بدنصیب عاق سے بدتر ہے ظالم ہے۳؎ منان بنا ہے من سے من کے معنی احسان کرنا بھی ہیں احسان جتانا بھی اور توڑنا بند کرنا بھی‘ اس تیسرے معنی میں ہے: وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (۶۸‘۳) اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے (کنزالایمان) منان ربّ تعالٰی کی صفت بمعنی بہت ہی احسان فرمانے والا کریم‘ یہاں دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے یعنی احسان جتانے والا یا قاطع رحم قرابت داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والا‘ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲‘۲۶۴) اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر (کنزالایمان) ۴؎ کیونکہ حرامی بچہ جبلی طور پر بدکار بدمعاش ہوتا ہے کہ اس کی سرشت میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور کبھی بدکاری کرتے کرتے کفر تک پہنچ کر دائمی دوزخی ہو جاتا ہے (مرقات) اس لئے حرامی کی نسل میں ولایت نہیں ہوتی‘ مگر خیال رہے کہ حرامی کے یہ احکام اسلام میں آ جانے کے بعد ہیں‘ مشرکین و مجوسی کی اولاد حرامی نہیں اگرچہ ان کے نکاح شرعی قاعدے کے خلاف ہیں مگر چونکہ ان کے دین کے موافق ہیں لہذا صحیح ہیں‘ اگر مجوسی مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں اس کی ماں بہن یا بیٹی ہو تو اب علیحدہ کرادیں گے‘ یوں ہی اگر مشرک کے نکاح میں سات آٹھ بیویاں ہوں تو بعد اسلام چار سے زیادہ بیویاں علیحدہ کرا دیں گے مگر ان کی گزشتہ اولاد حلال ہوگی‘ اس سے ولید ابن مغیرہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا جسے قرآن کریم نے زنیم یعنی حرامی فرمایا‘ اس حدیث میں زانی وزانیہ پر عتاب ہے کہ وہ زنا کرکے اپنے بچہ بلکہ اس کی نسل کو برباد کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَحَلَفَ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِیْ لَا یَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِیْ جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنَ الصَّدِیْدِ مِثْلَهَا وَلَا یَتْرُكُهَا مِنْ مَخَافَتِیْ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنْ حِیَاضِ الْقُدُسِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۴۸۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت اور جہانوں کے لئے ہدایت بھیجا۱؎ اور مجھے میرے عزت و جلال والے ربّ نے حکم دیا باجوں‘ بانسری‘ الغوزوں۲؎ اور بتوں اور صلیبوں اور جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا۳؎ اور میرے ربّ عزوجل نے میری عزت کی قسم فرمائی کہ کوئی بندہ میرے بندوں میں ایک گھونٹ شراب نہ پیئے گا مگر میں اتنی ہی پیپ اسے پلاؤں گا۴؎ اور نہ چھوڑ دے اسے میرے خوف سے مگر اسے پاک حوضوں سے پلاؤں گا۵؎ (احمد)

(۳۴۸۶)۱؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری رحمت کفار کو بھی پہنچی کہ وہ دنیاوی عذاب سے بچ گئے اور حضور کی باطنی رحمت یعنی ہدایت سے کفار نے فائدہ نہ اٹھایا‘ حضور کی رحمت فرشتوں جنات انسان بلکہ تمام مخلوقات کو ملی‘ اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کیجئے۔۲؎ معازف جمع ہے معزف کی جس کا مادہ عزف ہے بمعنی کھیل‘ معزف بروزن منبر کھیل کا آلہ‘ اصطلاح میں ہر باجہ کو معزف کہا جاتا ہے اور مزامیر جمع ہے مزمار کی جس کا مادہ زمر ہے‘ بمعنی گانے کی آواز اصطلاح میں بانسری الغوزہ وغیرہ کو مزامیر کہا جاتا ہے یعنی مجھے ربّ تعالٰی نے حکم دیا ہے کہ ہر باجہ گانے کو مٹادوں۔ خیال رہے کہ جھانج تو مطلقاً حرام ہے دوسرے باجے اگر غرض صحیح کے لئے استعمال کئے جائیں تو حلال ہیں کھیل تماشہ کے لئے بجائے جائیں تو حرام‘ چنانچہ غازیوں کا طبل جو جنگ وغیرہ میں اعلان کے لئے بجایا

جائے یا دف تاشہ اعلان نکاح کے لئے حلال ہے۔ یوں ہی عید وشادی کے موقع پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا احادیث میں آیا ہے اس کے احکام انشاء اللہ اپنے موقع پر آئیں گے۔ ۳؎ صلب جمع ہے صلیب کی جس کا مادہ صلب ہے بمعنی سولی' صلیب سولی دینے کا آلہ' یہ عیسائیوں کی معظم چیز ہے جسے وہ پوجتے ہیں' اور جاہلیۃ سے مراد زمانہ جاہلیت کی ناجائز رسمیں ہیں جیسے نوحہ' ماتم' خاندانی فخر' ستاروں سے بارش مانگنا' خیال رہے کہ جزیرہ عرب میں سواء اسلام کے کسی ملت کی اجازت نہیں اس لئے عرب میں صلیب مٹائی جائے گی عرب کے سواء دوسرے ممالک میں ذمی کفار کو مذہبی آزادی دی جائے گی لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں اسلام میں تو ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے پھر صلیب مٹانے کے کیا معنی کہ یہ حکم جزیرہ عرب کے لئے ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں سے صلیب وغیرہ کو مٹاؤ کہ انہیں اس کی تعظیم سے دور رکھو۔ ۴؎ یعنی بعد قیامت دوزخ میں اسے دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا ۵؎ قدس کے حوض سے مراد جنت کے حوض ہیں جن میں حوض کوثر بھی داخل ہے یعنی جو شخص شراب کا عادی تھا پھر رحمت خدا نے دستگیری کی کہ محض خوف خدا کی بنا پر توبہ کرلی اسے ان حوضوں سے پلایا جائے گا ترک کے یہ معنی ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہو جو شرابیوں میں پھنس کر شراب سے بچے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِىْ يُقِرُّ فِىْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِىُّ)

(۳۴۸۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن پر اللہ نے جنت حرام فرمادی ۱؎ عادی شرابی' ماں باپ کا نافرمان اور بے حیا جو اپنے گھر میں بے حیائی کو قائم رکھے ۲؎ (احمد' نسائی)

(۳۴۸۷) ۱؎ یعنی اسے سابقین کے ساتھ جنت میں جانا حرام ہے یا جو ان کاموں کو حلال جان کر کرے وہ جنت سے دائمی محروم ہے کہ جنت تو مومنین کیلئے ہے۔ ۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں خبث سے مراد زنا اور اسباب زنا ہیں یعنی جو اپنی بیوی بچوں کے زنا بے حیائی بے پردگی اجنبی مردوں سے اختلاط بازاروں میں زینت سے پھرنا' بے حیائی کے گانے ناچ وغیرہ دیکھ کر باوجود قدرت کے نہ روکے وہ بے حیا دیوث ہے مگر مرقات نے یہاں فرمایا کہ تمام بے غیرتی کے گناہ اس میں شامل ہیں جیسے شراب نوشی' غسل جنابت نہ کرنا دیگر اس قسم کے جرم' اللہ تعالٰی دینی غیرت دے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَ مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۴۸۸) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص جنت میں نہ جائیں گے عادی شرابی قاطع الرحم ۱؎ اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۲؎ (احمد)

(۳۴۸۸) ۱؎ قاطع رحم عام ہے عاق سے کیونکہ عاق ماں باپ کا نافرمان ہے اور قاطع رحم اپنے نسبی عزیزوں پر زیادتی کرنے والا یا ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا باوجود قدرت کے' مسلمان پر ماں باپ' بھائی' بہن' خالہ' ماموں وغیرہ بلکہ بیوی اور اس کے والدین کے بھی حقوق ہیں ان حقوق کی تفصیل اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب شرح الحقوق لطرح العقوق میں ملاحظہ فرمایئے' مسلمان کو چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں سے خبردار رہے کہ میرا کون کون رشتہ دار ہے اور ان سے میرا کیا رشتہ ہے تاکہ ان کے حقوق بقدر قرابت ادا کرے ۲؎ یعنی جادو کو حق یعنی حلال جاننے والا یا اس کی تاثیر بذاتہ کا قائل' جادو کرنا حرام ہے اسے حلال جاننا بے دینی ہے ورنہ جادو میں ربّ تعالٰی نے تاثیر رکھی ہے جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے ربّ تعالٰی فرماتا ہے: يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (۲:۱۰۲) جدائی ڈالی مرد اور اس کی عورت میں (کنزالایمان) لہٰذا جادو کو برحق تاثیر ماننے والا مومن ... [illegible]

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ اِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَعَابِدِ وَثَنٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ)

(۳۴۸۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عادی شرابی اگر مر جائے تو اللہ تعالٰی سے بت پرست کی طرح ملے گا[۱] (احمد) اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں محمد ابن عبید اللہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور کہا[۲] کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں محمد ابن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد کی روایت سے[۳]

(۳۴۸۹)[۱] یعنی بغیر توبہ کئے شرابی رہتا ہوا مرے تو اللہ تعالٰی اس پر ایسا ناراض ہوگا جیسا بت پرست پر ناراض ہوگا قرآن کریم میں رب تعالٰی نے شراب کو بتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ (۵:۹۰) شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں (کنزالایمان) نیز شرابی نشہ میں بت پرستی کرے تو کوئی تعجب نہیں کہ بے عقل سب کچھ کر لیتا ہے تو شراب بت پرستی کا ذریعہ بن سکتی ہے غرض کہ یہ وعید بہت سخت ہے رب تعالٰی کی پناہ۔[۲] یعنی بیہقی نے کہا' مقصد یہ ہے کہ تاریخ بخاری میں میں نے خود یہ روایت نہیں دیکھی ہے بلکہ بیہقی کے حوالہ سے بیان کر رہا ہوں۔[۳] یہ محمد ابن عبید اللہ ابن جحش ہیں اور عبداللہ ابن جحش مشہور صحابی ہیں اور محمد بھی صحابی ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ اولاً مکہ معظمہ سے حبشہ کو ہجرت کی پھر مکہ معظمہ واپس آ گئے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی (اشعہ)

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُّ هٰذِهِ السَّارِيَةَ دُوْنَ اللّٰهِ. (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

(۳۴۹۰) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے آپ فرماتے تھے کہ میں نہیں پروا کرتا شراب پیؤں یا اللہ کے مقابل اس ستون کو پوجوں[۱] (نسائی)

(۳۴۹۰)[۱] مقصد یہ ہے کہ میرے نزدیک شراب پینا اور بت پوجنا ایک درجہ کی حماقت و بے وقوفی ہے کہ بت پرستی میں سواء نقصان کوئی فائدہ نہیں یوں ہی شراب نوشی میں صرف نقصان ہے فائدہ کوئی نہیں۔

خاتمہ' بھنگ' چرس' افیون' تمباکو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس جگہ دو باتیں بہت ضروری فرمائیں ایک یہ کہ سواء شراب انگوری کے دوسری تمام شرابیں جمہور علماء کے نزدیک تو مطلقاً حرام ہیں مگر احناف کے نزدیک تب حرام ہیں جبکہ نشہ دیں یا لہو لعب کے لئے پی جائیں' حق مذہب جمہور ہے کہ ہر شراب مطلقاً حرام ہے نشہ دے نہ دے' مفتی کو اسی پر فتوی دینا چاہئے' دوسرے یہ کہ خشک نشہ آور چیزیں جیسے بھنگ' چرس' افیون میں بھی اختلاف ہے فیصلہ یہ ہے کہ دوا میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نشہ نہ دیں' نشہ دیں تو یہ حرام ہیں نیز ان چاروں کا استعمال لذت کے لئے حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دیں کہ وہ لہو باطل ہے نیز یہ چیزیں پاک ہیں کہ اگر نمازی کے جیب میں افیون وغیرہ کی پڑیا پڑی ہو تو نماز ہو جائے گی' نیز بھنگ افیون وغیرہ کی تجارت جائز تو ہے کہ ان کا استعمال دواءً حلال ہے مگر نہ تو زیادہ کی تجارت کرے نہ نشہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے حتی کہ شراب بنانے والے کے ہاتھ بہت مقدار میں انگور بھی نہ بیچے کہ یہ حرام پر امداد ہے نیز افیون بھنگ' چرس کی کاشت جائز ہے جبکہ اس سے کاشتکار کی نیت نشہ نہ کرنے یا نشہ کرانے کی نہ ہو صرف دواءً فروخت کرنے کی ہو تمباکو

کے احکام اس سے بھی ہلکے ہیں کہ تمبا کو کو پینا یا کھانا نشہ کے لئے حرام ہے نشہ نہ دے تو حرام نہیں' جو شخص بھنگ' چرس' افیون سے نشہ کرے اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے' علامہ شامی نے جلد پنجم کتاب الاشربہ میں تمبا کو کے بہت خصوصی احکام بیان فرمائے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمبا کو حلال ہے مگر اس سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے لہٰذا طبعاً مکروہ ہے' نشہ دے تو حرام۔

كِتَابُ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ — حاکم اور قاضی بننے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

امارت الف کے کسرہ سے امیر و فرماں روا بننا یا فرماں روا بنانا' اور الف کے فتحہ سے بمعنی علامت یہاں الف کے کسرہ سے ہے قضا بمعنی فیصلہ یہاں شرعی فیصلہ مراد ہے یا قضاء کا منصب مراد ہے (مرقات واشعہ) اس باب میں وہ احادیث آئیں گی جن میں امیر (سلطان) وقاضی بنانے یا ان کی شرائط وصفات کا ذکر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَ يُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۹۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی[۱] اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی[۲] اور جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی[۳] امیر ڈھال ہے اس کی پناہ میں جہاد کیا جائے[۴] اور اس کی آڑ لی جائے پھر اگر اللہ کے ڈر کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کا اسے ثواب ہے[۵] اور اگر اس کے علاوہ کہے تو اس کا اس پر وبال ہے[۶] (مسلم بخاری)

(۳۴۹۱)[۱] یہ حدیث اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴:۸۰) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا (کنزالایمان) خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام ماں باپ استاد کی بھی کہ ہر بزرگ کا فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوسکتی ہے نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی' اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھنا وہ کرنا' قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لئے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ تین ذاتوں کا ذکر ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴:۵۹) حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں (کنزالایمان) اور عبادات کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔ اعبدوا اللہ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا نہ کسی بندے کا فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳:۳۱) تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (کنزالایمان) یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مطلقاً واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلا وجہ پوچھے بلا سوچے سمجھے اطاعت کیا جائے دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جبکہ جائز

کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لئے وہی حکم شرع ہے، دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفی اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات واحادیث پیش کی گئیں۔۲؎ اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ (۲۳،۷۲)اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لئے جہنم کی آگ ہے (کنزالایمان)۳؎ زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارات سے واقف تھے نہ قضاء سے، ان کے قبیلوں کے رئیس ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت و قضاء کی اہمیت جانیں (مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے (اشعہ) یہاں امام سے مراد یا سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو، یعنی جہاد کے لئے امیر ضروری ہے اور ملک کے لئے بھی امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر وشمشیر سے بچاتی ہے، ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے (لمعات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فسادیوں سے جنگ ہے۔۵؎ عظیم الشان ثواب جو ہمارے بیان بلکہ اندازے سے باہر ہے۔۶؎ یعنی اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو ہمارے بیان واندازے سے باہر، تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے یہاں علی نقصان کے لئے ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۹۲) روایت ہے حضرت ام الحصین سے۱؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم پر ناقص الاعضاء غلام حاکم بنادیا جائے جو تم کو اللہ کی کتاب سے چلائے اس کی سنو اور اطاعت کرو۲؎ (مسلم)

(۳۴۹۲)۱؎ آپ ام حصین بنت اسحاق قبیلہ احمس سے ہیں آپ کے بیٹے یحیی ابن حصین ہیں آپ صحابیہ ہیں حجۃ الوداع میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔۲؎ یعنی اگر سلطان اسلام کسی حبشی غلام کو تمہارا حاکم بنادے تب بھی تم اس غلام حاکم کی فرمانبرداری کرو کہ یہ سلطان کی اطاعت ہے یا اگر بالفرض حبشی غلام سلطان بن جائے جسے مسلمان چن لیں تو اگر چہ وہ خلیفہ تو نہیں کہ خلافت اسلامیہ صرف قریش سے خاص ہے مگر سلطان تو ہے تب بھی اس کی اطاعت کرو (از مرقات) خیال رہے کہ یزید پلید نہ سلطان تھا نہ حاکم بلکہ اس کو سلطان بنانے کا مسئلہ درپیش تھا حضرت امام حسین نے اسے سلطان بنانے سے انکار کیا، لہذا یہ حدیث حضرت امام حسین کے عمل کے خلاف نہیں، بادشاہ بنانا اور ہے بنے ہوئے بادشاہ کی اطاعت کرنا کچھ اور، فاسق کو نماز کا امام نہ بناؤ، لیکن اگر بن چکا ہے تو جماعت نہ چھوڑو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ کَاَنَّ رَاْسَہٗ زَبِیْبَۃٌ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۴۹۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنادیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۱؎ (بخاری)

(۳۴۹۳)۱؎ یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل وحقیر ناقص الخلقت گنجا غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہوجائے تو اس کا حکم بھی قبولیت کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی ثواب ہے خیال رہے کہ یہاں کشمش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور پلپلا ہونے میں، اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۹۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان آدمی پر لازم ہے۔ا ہر اس حکم میں جسے پسند کرے یا ناپسند جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ اطاعت۲ (بخاری)

(۳۴۹۴)۱ بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۲ یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر ایسے احکام مانے بھی نہیں اور اس بنا پر بغاوت بھی نہ کرے، بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے (مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۹۵) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں صرف بھلائی میں ہے۱ (مسلم بخاری)

(۳۴۹۵)۱ یہ فرمان عالی بادشاہ، حاکم، پیر، استاد، ماں، باپ وغیرہ سب کو شامل ہے کہ خلاف شرع حکم میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے معروف وہ کام ہے جسے شریعت منع نہ کرے، معصیت وہ کام ہے جسے شریعت منع فرمادے یہ تعریف اچھی طرح یاد رکھی جائے (مرقات) آج کل بعض بے وقوفوں نے سمجھ لیا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ معصیت ہے یہ محض غلط ہے ورنہ زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے گی، اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں بدعت کی بحث میں ملاحظہ فرمائیے وہاں اس پر بہت دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۹۶) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۱ سننے اور اطاعت کرنے پر تنگی اور آسانی میں خوشی و ناخوشی میں۲ اور ہم پر ترجیح دیئے جانے میں۳ اور اس پر کہ کسی چیز میں اس کے اہل و مستحق سے نہ جھگڑیں۴ اور اس پر کہ ہم جہاں بھی ہوں حق ہی کہیں اللہ بیعت کرتے تھے۱ تو حضور انور فرمادیتے کہ اس میں جس کی طاقت رکھو۲ (مسلم بخاری)

(۳۴۹۶)۱ چونکہ یہاں بیعت میں عہد کے معنی اور بایعنا میں عہدنا کے معنی ملحوظ ہیں لہٰذا بیعۃ کا تعدد علیٰ ہوگیا۲ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں کہ امت پر شفقت فرماتے ہوئے بوقت بیعت صحابہ سے فرماتے ہیں کہ مطلقاً اطاعت کا عہد نہ کرو بلکہ بقدر طاقت اطاعت کا عہد کرو تاکہ کبھی تم بدعہدی میں ماخوذ نہ ہو۔۳

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے حاکم سے ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے۱ کیونکہ نہیں ہے کوئی جو جماعت سے بالشت بھر الگ رہے پھر مرجائے۲ مگر وہ جاہلیت کی موت مرے گا۳ (مسلم بخاری)

(۳۴۹۷)[۱] یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔[۲] یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطان اسلام پر متفق و متحد ہوں تھوڑا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔[۳] یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ ان میں تنظیم تھی، نہ قومی اتفاق (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا' خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطان اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہٰذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی' جیسے فاسق کو امام بنانا مکروہ و ممنوع ہے مگر جس مسجد میں فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَایَةٍ عِمِّیَّةٍ یَغْضَبُ لِعَصَبِیَّةٍ اَوْیَدْعُوْا لِعَصَبِیَّةٍ اَوْیَنْصُرُ عَصَبِیَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِیَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ بِسَیْفِهٖ یَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
وَفِیْ رِوَایَةٍ وَ عَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِیْهِ بُرْهَانٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۴۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمانبرداری سے نکلا اور جماعت سے جدا ہوا[۱] پھر وہ مر گیا تو وہ جہالت کی موت مرا[۲] اور جس نے اندھا دھند جھنڈے کے نیچے جنگ کی[۳] کہ غصہ کرتا ہے تعصب کی بنا پر یا غصہ کرتا ہے تعصب کی طرف یا مدد دیتا ہے عصبیت کی بنا پر[۴] پھر وہ مارا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی ہے[۵] اور جو میری امت پر تلوار لے کر مارتا ہو نیک کار کو بھی بدکار کو بھی[۶] اور نہ بچے امت کے مومنوں سے اور نہ پورا کرے عہد والے کے لئے اس کا عہد و پیمان[۷] پس وہ نہ مجھ سے ہے نہ میں۔ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں[۵] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کسی چیز میں اس کے اہل سے نہ جھگڑیں مگر یہ کہ تم کھلا کفر دیکھو[۶] جس کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے قوی دلیل ہوے (مسلم بخاری)

(۳۴۹۸)[۱] اس بیعت سے مراد یا تو بیعت اسلام ہے یا کسی موقع پر بیعت' حضرات صحابہ نے بیعت اسلام کے سواء خاص موقعوں پر اور بھی بیعتیں کی ہیں۔[۲] یعنی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیعت میں یہ عہد کیا کہ ہم سلطان اسلام کی بہر حال اطاعت کریں گے زمانہ تنگی کا ہو یا فراخی کا وہ حکم ہم پر گراں ہو یا آسان' عسر و یسر سے مراد حالات کی تنگی و آسانی مراد ہے اور منشط و مکرہ سے مراد اپنے دل کا حال ہے لہٰذا عبارت میں تکرار نہیں[۳] اثرہ الف' رث کے فتحہ سے بمعنی اختیار کرنا یا ترجیح دینا یعنی اگر اسلامی سلاطین ہمارے دنیاوی حقوق غنیمت' فئی کا حصہ یا حکومت کے عہدے ہم کو نہ دیں حق ہمارا ہو مگر دوسرے کو دے دیں یا خود مار لیں تو ہم ان کی اطاعت سے قدم باہر نہ نکالیں گے اس حق تلفی پر صبر کریں گے اور سلاطین کے مطیع رہیں گے' اشعہ میں ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد یہ واقعات پیش آئے' انصار نے پورے صبر و تحمل سے کام لیا رضی اللہ عنہم اجمعین[۴] یہاں امر سے مراد حکومت و امارت ہے یعنی ہم اہل حکومت سے نہ جھگڑا

کریں گے تو یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو عہدہ اس کے اہل کو دیا جائے تو ہم اسے چھیننے کی کوشش نہ کریں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اسلامیہ قریش سے خاص رہی' انصار نے حکم نبوی سن کر کہ **الخلافة للقریش** بالکل سرتابی نہ کی بلاچون چرا حکم سرکاری قبول کرلیا' یہ تھا اس بیعت پر عمل ۵ یہ گزشتہ عہدوں کے علاوہ اور دوسرا عہد ہے یعنی ہم مداہنت فی الدین نہ کریں گے ہر چھوٹے بڑے کے سامنے ہر جگہ ہر وقت سچی بات کہیں گے ہر مسلمان بقدر وسعت مبلغ ہے ۶ کفر سے مراد کفار کے سے کام ہیں یعنی گناہ ومعصیت' عام نسخوں میں بوا' واؤ سے ہے بعض نسخوں میں براہ رسے ہے براہ کھلی زمین کو کہتے ہیں ۷ یعنی اگر تم اسلامی بادشاہ کا فسق وفجور کھلم کھلا دیکھو' ان کے احکام وافعال کی کوئی توجیہ نہ ہو سکے تو ان کی اطاعت نہ کرو' مگر پھر بھی ان فاسق سلاطین پر خروج نہ کرو کہ ان سے لڑنا بھڑنا باجماع مسلمین حرام ہے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بادشاہ فسق وظلم کی وجہ سے معزول نہ ہوگا' ہاں کافر سلطان اسلام نہیں بن سکتا اگر مسلمان بادشاہ کافر ہو جائے تو معزول ہوگا کیونکہ سلطان کا معزول ہونا بڑی تباہیٔ ملک وخوں ریزی کا باعث ہے' (مرقات) حضرات صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و جابر و فاسق پر خروج نہ کیا بلکہ اس سے قضاء جمعہ وعیدین کی قیام حاصل کیں' خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں فسق کی وجہ سے قاضی تو لائق معزولی ہے مگر سلطان قابل معزولی نہیں کیونکہ سلطان کی معزولی میں بہت فتنہ ہے جو قاضی کی معزولی میں کم مگر احناف کے ہاں نہ قاضی فسق کی وجہ سے لائق معزول ہے نہ سلطان کیونکہ احناف کے ہاں فاسق اہل ولایت ہے شوافع کے ہاں نہیں دیکھو فاسق باپ اپنی اولاد کا ولی ہے اس کی پوری بحث یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ كُنَّا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ.

(۳۴۹۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر بیعت کرتے تھے تو حضور انور فرما دیتے کہ اس میں جس کی طاقت رکھو۔ ۸ (مسلم)

(۳۴۹۹) ۱ اطاعت سے مراد سلطان اسلام کی فرمانبرداری ہے اور جماعت سے مراد جماعت مسلمین ہے جماعت سے جدا ہونے کے معنی ہیں کہ جس کی حکومت پر مسلمان متفق ہو چکے ہیں اسے حاکم نہ مانے اپنے کو جماعت کے فیصلہ سے الگ رکھے' اس جملہ کے اور معنی بھی ہو سکتے ہیں جو کتاب الاعتصام میں مذکور ہو چکے ۲ اس کے معنی ابھی عرض کئے گئے کہ اس سے مراد کفر کی موت نہیں ہے بلکہ کفار کی سی موت ہے' کفر کی موت اور کفار کی سی موت میں بڑا فرق ہے۔ ۳ عمیہ بروزن غنیۃ بھی آتا ہے غین کے پیش نون کے سکون سے اور عمیۃ بھی آتا ہے عین کے کسرہ میم کے شد اور کسرہ سے شد سے' یہ لفظ عمی سے بنا بمعنی اندھا پن' اس سے مراد وہ بلوہ یا جنگ ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو' کوئی شخص صرف اپنی قوم اپنے دھڑے کی حمایت میں مسلمانوں کے دوسرے دھڑے سے لڑے جیسا کہ آج کل عام دیہاتی پارٹیوں میں دیکھا جاتا ہے ۴ عصبیۃ مفعول لہ ہے یغضب اور یدعو کا یعنی حق و باطل کی تمیز کئے بغیر خود بھی اس اندھا دھند لڑائی میں شریک ہو جاتا ہے اور اپنے دھڑے کے دوسرے آدمیوں کو بھی بلا کر جنگ میں شریک کرتا ہے' عصبیت کے معنی ہیں ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا عصبہ سے بنا بمعنی وارث یا قوم ۵ یعنی ایسی موت مسلمانوں کی سی نہیں کفار کی سی ہے کافر' قوم' ملک' مال وغیرہ کے لئے لڑتے ہیں مگر مومن کی لڑائی صرف اللہ کیلئے چاہئے یہ لڑائی بھی عبادت ہے۔

جنگ شاہاں فتنہ وغارتگری است جنگ مومن سنت پیغمبری است

قومیت کی جنگ فساد ہے للہیت کی جنگ جہاد' اسلام نے ہم کو جینا مرنا سب کچھ سکھایا۔ ۶ اس جملہ کی دو شرحیں ہیں ایک یہ کہ امتی

سے مراد امت اجابت یعنی مسلمان ہیں اور نیک سے مراد صالح آدمی ہیں فاجر سے مراد گنہگار مسلمان ہیں یعنی ہر نیک و بد مسلمان کو قتل کرے دوسرے یہ کہ امتی سے مراد امت دعوت ہے یعنی ہر آدمی کافر ہو یا مومن اور بَرَّھَا سے مراد مسلمان ہوں اور فَاجِرَھَا سے مراد کافر ہو' مرقات نے یہ دونوں شرحیں کیں ہیں ۷ اگر گزشتہ جملہ کی پہلی تفسیر کی جائے تو یہ علیحدہ مستقل حکم ہے اور اگر دوسری شرح کی جائے تو یہ جملہ اس کی شرح ہے' عہد والے سے مراد یا ذمی کفار ہیں' یا مستامن کفار ۸ یعنی وہ میری امت سے نہیں یا میرے طریقہ سے نہیں اور میں اس کے معاون و مددگاروں سے نہیں یا وہ مجھ سے قریب نہیں میں اس سے قریب نہیں' یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُاَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ اَلَا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِّنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَايَاْتِيْ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِ عَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۰) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو تم انہیں دعائیں دو وہ تمہیں دعائیں دیں ۱ اور تمہارے بدترین حکام وہ ہیں کہ تم ان سے نفرت کرو وہ تم سے نفرت کریں تم ان پر پھٹکار کرو ۲ وہ تم پر لعنت کریں فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس وقت ان کو پھینک دیں ۳ فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں ۴ نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں خبردار جس پر کوئی امیر والی ہو پھر اس میں اللہ کے گناہوں میں سے کچھ دیکھے تو جو کچھ وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اسے تو ناپسند کرے ۵ اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے ۶ (مسلم)

(۳۵۰۰) ۱ یہاں ائمہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا ۲ یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں اپنے عیش و طرب میں رہیں ملک و رعایا سے لاپرواہ ہیں فساق و فجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں ۳ یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ نہ کریں ۴ یعنی جب تک سلاطین و حکام مسلمانوں میں جمعہ و عیدین قائم کریں مسجدوں کا انتظام کریں نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مومن ہونے کی علامت ہے' جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھے گا اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۹/۱۸) اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں (کنزالایمان) ۵ اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے برا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔ ۶ یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیتوں کی حمایت نہ کرے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ تُنْكِرُوْنَ

(۳۵۰۱) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم پر کچھ حکام ہوں گے جن کے کچھ کام تم پسند

فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَ تَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا اَلا مَا صَلَّوْا اَیْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کرو گے کچھ ناپسند کرو گے۱؎ تو جو انکار کرے تو وہ بری ہوگیا اور جو ناپسند کرے وہ سلامت رہا۲؎ لیکن جو راضی ہوا ان کے ساتھ مل گیا۳؎ انہوں نے عرض کیا تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں۴؎ فرمایا جب تک نمازی رہیں جب تک وہ نمازی رہیں۵؎ یعنی جو اپنے دل سے انکار کرے جو اپنے دل سے ناپسند کرے۶؎ (مسلم)

(۳۵۰۱)۱؎ اس فرمان عالی میں غیب کی خبر ہے تعرفون اور تنکرون کا مفعول بہ پوشیدہ ہے بعض اعمالھم مقصد یہ ہے کہ ان بادشاہوں اور حکام کے اعمال مخلوط ہوں گے کچھ اچھے کچھ برے کہ نماز بھی پڑھیں گے داڑھی بھی منڈائیں گے، انصاف بھی کریں گے شراب بھی پئیں گے۔۲؎ انکار سے مراد زبان سے انکار کردینا ہے اور بری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پلپلا پن ہے، کرہ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے سلامتی سے مراد گناہ اور وبال فسق سے محفوظ رہنا ہے یعنی ایسے بادشاہوں کے برے اعمال کو زبان سے برا کہہ دینے والا پختہ مسلمان ہے اور ان کے اعمال کو صرف دل سے برا سمجھنے والا زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہوگا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائے گا۔۳؎ اس جملہ کی جزا پوشیدہ ہے یعنی جو شخص ان فاسق حکام کے برے کاموں سے دل سے راضی ہو اور عمل میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا کہ وہ بھی ان کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور وبال میں ان کے ساتھ شریک ہوگیا۔۴؎ یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ روکیں جو کہ تبلیغ کی اعلیٰ قسم ہے۔۵؎ نمازی رہنے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارق ہے لہذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ و حکام کی بغاوت درست ہے دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے قرآن کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (۴۳،۷۴) ہم نماز نہ پڑھتے تھے (کنزالایمان) یعنی مسلمان نہ تھے، خیال رہے کہ سلطان کی بغاوت بڑے فتنوں، خون ریزیوں ملک کی تباہیوں کا باعث ہے اس لئے بڑے اہتمام کے ساتھ اس سے روکا گیا۔۶؎ یہ کلام راوی کی طرف سے حدیث کی اس جملہ من انکر کی تفسیر ہے، مقصد یہ ہے کہ انکار سے مراد صرف زبان کا انکار نہیں بلکہ دل کی نفرت بھی ضروری ہے کیونکہ دلی کراہت کے بغیر صرف زبانی انکار بیکار ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ جیسا انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا خود حضرات صحابہ نے فاسق بادشاہ ظالم و بدکار حکام دیکھ لئے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے۱؎ اور ایسی چیزیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے عرض کیا تو آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں یارسول اللہ فرمایا تم ان کے حق انہیں دیدو اور اپنے حق اللہ سے مانگو (مسلم بخاری)

(۳۵۰۲)۱؎ کہ تمہارے حقوق بادشاہ دوسروں کو دیں گے تم کو تمہارے حقوق سے محروم کردیا کریں گے۲؎ یعنی محض اپنا حق لینے کے لئے بغاوت نہ کرنا بلکہ ان سلاطین کی جائز اطاعت کئے جانا اور رب تعالیٰ سے دعا کیا کرنا کہ خدایا ان کو ہمارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَالَ سَلْمَةُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاُ يَسْئَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۳) روایت ہے وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں سلمہ ابن یزید[۱] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا نبی اللہ فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے حکام قائم ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق ہم سے روکیں تو حضور ہمیں کیا حکم دیتے ہیں[۲] فرمایا سنو اور اطاعت کرو[۳] کیونکہ ان پر وہی ہے جو ان پر ڈالا گیا اور تم پر وہ ہے جو تم پر ڈالا گیا[۴] (مسلم)

(۳۵۰۳)[۱] بعض شارحین نے ان کا نام یزید ابن سلمہ کہا ہے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ یہ سلمہ ابن یزید ہیں صحابی ہیں کوفہ میں قیام پذیر رہے۔[۲] یعنی ایسے بادشاہوں کی ہم بغاوت کریں یا نہیں[۳] یعنی قولاً سنو اور عملاً ان کی اطاعت کرو یا ظاہراً سنو اور باطناً ان کی اطاعت کرو (مرقات) خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کے لئے ملک کو ویران نہ کرو بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے۔قوم پر اشخاص قربان ہونے چاہئے اور دین پر تن من دھن فدا ہونے لازم ہیں۔[۴] یعنی ان بادشاہوں اور حکام پر شرعاً عدل و انصاف رعایا پروری ادائے حقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہوگا اور تم سے تمہاری ذمہ داریوں کا حساب ہوگا اگر وہ اپنے فرائض کی ادا میں کوتاہی کرتے ہیں تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا' علیہم اور علیکم کے مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا' سبحان اللہ کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ اپنے حقوق کی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمان برداری سے ہاتھ نکالے وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس طرح مرا کہ اس کے گلے میں بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا[۱] (مسلم)

(۳۵۰۴)[۱] اس حدیث میں دلیل سے مراد بندے کے ایمان و تقویٰ کی دلیل و ثبوت ہے' اور بیعت سے اگر خلیفہ و سلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعت ارادۃ' تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مر جائے اس کی موت کفار کی سی ہے صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے' یہ حدیث ان کی دلیل ہے' خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے بیعت اسلام بیعت خلافت بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَ اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ

(۳۵۰۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے[۱] جب کبھی ایک نبی انتقال فرماتے تو دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے[۲] اور میرے بعد کوئی نبی نہیں خلفاء ہوں گے اور بہت

اَلْاَوَّلِ فَـالْاَوَّلِ اَعْـطُـوْهُـمْ حَقَّهُـمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہوں گے۴؎ صحابہ نے عرض کیا تو ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں۵؎ فرمایا گلے پھر اگلے کی بیعت پوری کرو۶؎ اور انہیں ان کا حق دو کیونکہ اللہ تعالٰی ان سے خود پوچھ لے گا ان کے متعلق جن کو ان کی رعایا بنایا (مسلم بخاری)

(۳۵۰۵)۱؎ سوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی وقومی انتظام جس میں دینی انتظام بھی داخل ہیں یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی ملی دینی انتظام فرمایا کرتے تھے ان کے جانشین امراء خلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے‘ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اَخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ (۱۴۲،۷) میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا (کنزالایمان) ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی‘ اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے۔ پہلے شریعت و ملک کی حفاظت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔۳؎ یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لئے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے‘ اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو لہذا میرے خلفا میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء وعلما‘ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بشان نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہوکر اور خلیفہ امام مہدی ہی ہوں گے۔۴؎ یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنی اسلامی سلاطین و امراء خلفاء‘ خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے‘ خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لئے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے ان کی بیعت ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔۵؎ یعنی اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔۶؎ یعنی یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی‘ چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی‘ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمالی تب وہ سلطان برحق ہوئے‘ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہو سکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہوگا آج پاکستان‘ ترکی‘ کابل‘ ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں‘ امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہوں گے اس حدیث کی بناء پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہوسکتا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ اِذَا بُـوْيِـعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخِرَ مِنْهُمَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں دوسرے کو قتل کردو۱؎ (مسلم)

(۳۵۰۶)۱؎ قتل سے مراد مقاتلہ یعنی جنگ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل ہی مراد ہو کیونکہ دوسرا خلیفہ باغی ہے خلیفہ نہیں‘ اس کے متعلق قرآن کریم کا فرمان ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (۹،۴۹) تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے (کنزالایمان) یہاں مرقات نے بحوالہ نووی فرمایا کہ دار الاسلام وسیع ہو یا غیر وسیع‘ مسلمانوں کے خلیفہ بیک وقت دو نہیں

ہو سکتے' مشرق و مغرب' جنوب و شمال کا خلیفۃ المسلمین ایک ہی ہوگا' امام الحرمین نے اپنی کتاب الارشاد میں فرمایا دور دراز ممالک میں دو خلیفہ ہو سکتے ہیں (جیسے آج پاکستان و امریکہ) مگر امام نووی نے اس قول کی بہت مخالفت فرمائی اور فرمایا کہ امام الحرمین کا یہ قول اطلاق حدیث کے بھی خلاف ہے اور سلف و خلف علماء کے بھی خلاف۔

وَعَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۷) روایت ہے حضرت عرفجہ سے[1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فتنہ اور فساد ہوں گے شرارتیں بدخوئیاں ہوگی[2] تو جو اس امت کا معاملہ جدا کرنا چاہے حالانکہ امت متفق ہو تو اسے تلوار مار دو کوئی بھی ہو[3] (مسلم)

(۳۵۰۷)[1] آپ عرفجہ ابن سعد ہیں آپ سے آپ کے بیٹے طرفہ نے روایات لیں آپ وہی عرفجہ ہیں جن کی ناک کٹ گئی تھی جنگ کلاب میں تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوالی تھی مگر وہ بدبودار ہوگئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سونے کی ناک لگوا لینے کا حکم دیا' یہ واقعہ مشکوۃ شریف کتاب اللباس باب الخاتم میں آئے گا' آپ سے روایات بہت کم ہیں۔[2] ھنات' ھ کے فتحہ سے ہے جمع ھن کی بمعنی ناقابل ذکر چیز' اسی لئے شرمگاہ کو ھن کہتے ہیں کہ وہ بھی ناقابل ذکر ہوتی ہے' یہاں اس سے مراد ناقابل ذکر فتنے فساد شرارتیں ہیں' مکرر فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ مسلسل اور دراز ہوں گے اور بہت سی قسم کے ہوں گے[3] خواہ عربی ہو یا عجمی عالم ہو یا جاہل صوفی ہو یا پیر درویش' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہو یا کسی اور خاندان سے غرض کہ کوئی بھی ہو جب وہ میری امت میں تفریق کی کوشش کرے وہ مستحق قتل ہے (مرقات) اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو نئے مذاہب ایجاد کرکے مسلمانوں کے ٹکڑے کر دینا چاہیں اور جیسے ایک خلیفہ کی اطاعت چاہئے ایسے ہی ایک امام کی تقلید چاہئے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُّرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۸) روایت ہے انہی سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو تمہارے پاس آئے جبکہ تم ایک آدمی کے پیچھے اکٹھے ہو اور وہ تمہیں اپنی لاٹھی سے چیرنا چاہے یا تمہاری جماعت کو بکھیرنا چاہے تو اسے قتل کر دو[1] (مسلم)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَ ثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخِرِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۰۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی بادشاہ سے بیعت[1] کرے پھر اسے اپنے ہاتھ کا عقد[2] اور اپنے دل کا میوہ دے دے[3] تو اگر طاقت رکھے اطاعت کرے[4] پھر دوسرا اس سے جھگڑا کرتا آئے تو دوسرے کی گردن مار دو[5] (مسلم)

(۳۵۰۹)[1] امام سے مراد دنیاوی امام بھی ہو سکتا ہے یعنی سلطان اسلام اور دینی امام بھی' جیسے امام مجتہد اور شیخ طریقت' پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔[2] صفقۃ بنا ہے صفق سے بمعنی ہاتھ ملانا اسی لئے تالی بجانے کو تصفیق کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہے چونکہ مشائخ یا سلطان کی بیعت کے وقت شیخ یا سلطان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفقۃ یدہ ارشاد فرمایا' عرف میں جب کسی

سے کوئی پختہ وعدہ کرتے ہیں تو ہاتھ ملا کر کرتے ہیں آؤ ہاتھ ملاؤ یہ کام ضرور کرنا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۴۸،۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (کنزالایمان) مگر یہ بیعت مردوں کے لئے ہے عورتوں سے بیعت صرف کلام سے چاہئے۔۳؎ یعنی دل کا اخلاص اسے دے کہ دل میں اس کی بیعت کرے یا دل کے میوہ سے مراد اولاد ہے یعنی اپنے بال بچوں سے بھی اس امام کی بیعت کرائے (مرقات) ۴؎ یعنی اس کے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرے ۵؎ یعنی اس دوسرے خواہش مند امامت کو خود یہ بیعت کرنے والے لوگ قتل کردیں خلاصہ یہ ہے کہ ایک کے ہو کر رہو خیال رہے کہ آج کل جس جمہوریت کا رواج ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد ملک کا نیا صدر چنا جائے یہ عیسائیت کی جمہوریت ہے اسلام میں جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ ایک بار سلطان لوگوں کی رائے سے چن لیا جائے پھر وہ زندگی بھر سلطان رہے جب تک کہ اس سلطان میں معزولیت کا سبب نہ پیدا ہو تب تک وہ اپنے مقام پر قائم رہے چنانچہ حضرات خلفاء راشدین کا چناؤ ایک ایک بار ہوا ہر پانچ سال پر نہ ہوا موجودہ جمہوریت بڑے فسادات کا ذریعہ ہے کہ ہر پانچ سال میں ملک میں زبردست انقلاب آتا ہے پھر خرابی یہ ہوتی ہے کہ حکام تو وزراء اور صدر کے ماتحت اور صدر اور وزراء ممبران کے ماتحت اور ممبران ووٹروں کے ماتحت لہٰذا جس کے قبضہ میں کچھ ووٹ ہیں اس سے ممبران دیتے ہیں بلکہ وزراء و صدر تک دبتے ہیں کہ آگے چل کر ان سے پھر ووٹ لینے ہیں اس بنا پر یہ چودھری لوگ وہ ظلم کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ وہ سمجھتے ہیں کہ راج ہمارا ہے کہ ووٹ ہمارے قبضہ میں ہیں جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے یہ جمہوریت خدا کی لعنت ہے اور یہ انتخاب خدا کا عذاب، صحیح جمہوریت اور صحیح انتخاب اسلامی جمہوریت اور اسلامی انتخاب ہے عیسائیت والے انتخاب میں بڑی آفت یہ ہے کہ ایک صدر ابھی رعایا پر پورا قبضہ بھی نہ کرسکا اس کی معزولیت کا وقت آجاتا ہے وہ ملک کی فکر کرے یا اپنی صدارت کی۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۱۰) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکومت نہ مانگو ۲؎ کیونکہ اگر تم طلب سے حکومت دیئے گئے تو تم اس کے حوالہ کردیئے جاؤ گے ۳؎ اور اگر تم بغیر طلب دیئے گئے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی ۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۰) ۱؎ سمرہ سین کے فتحہ اور میم کے پیش سے آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بعد میں بصرہ میں رہے وہاں ہی ۵۱ھ میں انتقال ہوا (مرقات) خلافت عثمانی میں سجستان اور کابل افغانستان آپ ہی نے فتح کیا (اشعہ) ۲؎ دنیاوی امارت وحکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (۲۵،۷۴) اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا (کنزالایمان) خداوندا ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا خیال رہے کہ سلطنت، حکومت، نفسانی خواہش، دنیاوی مال عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالب جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں، مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کررہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے ہوں تو دین و ملک کی خدمت کے لئے حکومت چاہنا حاصل کرنا ضروری ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (۱۲،۵۵) یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث ان مذکورہ آیتوں کے خلاف نہیں کہ اس حدیث سے طمع دنیاوی کے لئے دنیاوی امارت چاہنے کی ممانعت ہے حضرت صدیق اکبر نے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بکوشش ملک کی

باگ ڈور سنبھال لی تھی اور پھر امیر بن کر دین و ملک کی خدمت کی جس سے دنیا خبردار ہے آج تک اسلام وقرآن کی بقا حضرت صدیق کی مرہون منت ہے۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ طلب سے مراد کوشش اور ربّ سے دعا دونوں ہیں، جو دعائیں مانگ مانگ کر طمع مال وعزت کے لئے سلطان بنا تو رب تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا وہ جانے اور حکومت جانے۴؎ یعنی اگر ربّ کی طرف سے تم کو سلطان بننا پڑ گیا تو رحمت الٰہی تمہاری دستگیری کرے گی تمہارے فیصلے درست ہوں گے ملک کا بوجھ تم سے اٹھ سکے گا سلطنت کرنا آسان کام نہیں بغیر کرم پروردگار یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا اس حدیث کی بنا پر بزرگان دین حاکم بننے سے سخت متنفر تھے امام ابوحنیفہ نے جان دے دی، مگر قضاء قبول نہ کی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ تم حکومت پر عنقریب حرص کرو گے۱؎ اور ہوگی وہ قیامت کے دن شرمندگی۲؎ دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھوڑانے والی بری۳؎ (بخاری)

(۳۵۱۱)۱؎ اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیش گوئی آج آنکھوں دیکھی جا رہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۲؎ کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق ومظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۳؎ سبحان اللہ کیسی نفیس عبارت ہے، سلطنت کو رعایا کی ماں قرار دیا گیا، سلطنت کو دودھ سے محروم کرنے والی ماں فرمایا گیا اور عادل سلطنت کو دودھ دینے والی سگی ماں قرار دیا گیا یعنی رعایا کو حقوق دینے والی سلطنت اچھی ہے اور محروم کرنے والی سلطنت بری۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِیْ عَلَيْهِ فِيْهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۱۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنادیتے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور انور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا۲؎ پھر فرمایا اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت۳؎ وہ قیامت کے دن رسوائی وندامت ہے۴؎ سوائے اس کے جو اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے۔ جو اس میں ہیں۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے فرمایا: اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں۶؎ اور میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۷؎ تم نہ تو دو شخصوں پر پنچ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۸؎ (مسلم)

(۳۵۱۲)۱؎ تاکہ مجھے عدل وانصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے آپ کی یہ گزارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لئے تھی اور اس وقت طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۲؎ ازراہ شفقت ومحبت تاکہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو۳؎ یعنی تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کے لئے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے دیکھو ربّ تعالٰی نے عابد وزاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (۳۳،۷۲) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر (کنزالایمان) ۴؎ یعنی حکومت وسلطنت ظالم کے لئے رسوائی ہے اور عادل

کے لئے ندامت وشرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے ۵؎ یعنی حکومت وسلطنت عادل حاکم کے لئے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے نااہل ہوں اور ملک وقوم و دین کو اس کی رہنمائی کی ضرورت ہو، دوسرے یہ کہ حقوق رعایا ادا کرے اس کے لئے حکومت اللہ کی رحمت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملے گا ان میں ایک عادل سلطان ہے نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان، داؤد علیہم السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سلطان نبی تھے ان کی سلطنت ان کے لئے درجات عالیہ کا ذریعہ ہے، یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہئے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالٰی حکام وسلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ ۶؎ یہ روایت بھی مسلم کی ہے، دیکھنے سے مراد ہے معلوم کرلینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلیٰ ہے اس لئے اراک فرمایا ۷؎ یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے چونکہ ہم کو اللہ تعالٰی نے قوت وطاقت دی ہے کہ نبوت وحکومت دین و دنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لئے ہم نے یہ قبول کی، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۸؎ یعنی اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لئے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے پنچ بھی نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ بنو اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو اس حدیث سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری وزارت صدارت کے لئے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلٰى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَهٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۵۱۳) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں اور میرے چچازاد بھائیوں میں سے دو شخص گئے تو ان دونوں میں سے ایک نے عرض کیا یارسول اللہ بعض ان چیزوں پر ہم کو حاکم بنائیے جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا ۱؎ اور دوسرے نے بھی اسی طرح کہا تو فرمایا واللہ ہم اس منصب پر کسی ایسے کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا طلبگار ہو اور نہ اس کو جو اس پر حریص ہو ۲؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا ہم اپنے عمل پر ایسے کو قائم نہیں کرتے جو اسے چاہے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۳) ۱؎ یعنی نبوت تو حضور کے لئے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کرسکتا ہی نہیں مگر اللہ نے آپ کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی، حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنا دیجئے۔ ۲؎ یہ سوال پورا نہ فرمانا عطاء سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر اور مخلوق خدا پر رحم وکرم ہے کیونکہ حکومت کے خواہشمند حکومت پاکر ظلم وستم کرکے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں اس کی شرح پہلے کی جاچکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی، سوال سے مراد ہے منہ سے مانگنا اور حرص سے مراد ہے منہ سے تو نہ مانگنا مگر اس کی کوشش کرنا ۳؎ دنیا طلبی نفسانی خواہش کے لئے، کیونکہ ایسے آدمی کی اللہ تعالٰی مدد نہیں کرتا جس سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِیَةً لِهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى یَقَعَ فِیْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۵۱۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں بہترین شخص اسے پاؤ گے جو اس حکومت سے سخت متنفر ہو حتی کہ اس میں مبتلا ہوجائے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۴)۱؎ اس حتیٰ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تجدون کی انتہا ہو دوسرے یہ کہ اشد کراہیۃ کی انتہا ہو لہذا اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ بہترین شخص وہ ہے جو حکومت و سلطنت اختیار کرنے سے سخت متنفر ہو اور وہ شخص اس وقت تک بہتر رہے گا جب تک کہ اس سے متنفر رہے' جب اس نے حکومت قبول کر لی تو بہتر نہ رہے گا' دوسرے یہ جو شخص اولاً حاکم بننے سے متنفر ہو بننا نہ چاہتا ہو پھر رب تعالٰی کی طرف سے اسے حاکم یا سلطان بننا پڑ جائے تو پھر متنفر نہ رہے گا کیونکہ رب تعالٰی اس کی غیب سے مدد فرمائے گا' مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں اسی پر شارحین زیادہ اعتماد کرتے ہیں (لمعات واشعہ)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۱۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنے ماتحت چرنے والوں کے متعلق سوال ہوگا۱؎ چنانچہ وہ بادشاہ جو لوگوں پر حاکم ہے وہ چرواہا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۲؎ اور مرد اپنے گھر والوں کا چرواہا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اس کی اولاد کی نگران ہے اور وہ ان کے متعلق پوچھی جائے گی۔۳؎ مرد کا غلام اپنے مولیٰ کے مال پر ذمہ دار نگران ہے وہ اس کے متعلق پوچھا جائے گا۴؎ خبردار تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۵)۱؎ یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے' نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی و دنیاوی حقوق ادا کئے یا نہیں' راعی کے لغوی معنی ہیں چرواہا' اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے' ایسے ہی رب تعالٰی اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (۶٬۶۶) اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ (کنزالایمان) مثلاً والد سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا' یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا۔۲؎ چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لئے اس کا حساب بھی وسیع ہوگا' وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا' وزر بوجھ کو کہتے ہیں' چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لئے اسے وزیر کہا جاتا ہے' اسی لئے متقی لوگ حکومت' قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۳؎ یعنی مرد سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کے شرعی حقوق ادا کئے یا نہیں جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں' اور عورت سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں' بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کو گود ہے اس لئے ماں پر لازم ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت اچھی کرے' ماں فاطمہ زہرا جیسی پرہیز گار بنے تاکہ اس کی اولاد حسین جیسی ہونہار ہو' اسی لئے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرانا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ شعر:

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں ۔۔۔ معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر ۔۔۔ کہ در آغوش شبیرے بگیری

۴؎ کہ تو نے مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیر خواہی کی یا نہیں۔ ۵؎ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات اپنے حالات اپنے خیالات آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کیے' رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۵۰/۱۸) کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اُس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو (کنزالایمان) انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے شعر:

عقل و ہوش و گوش نعمہائے عرش   خرچ کردی وچہ آوردی زفرش

غرض کہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق پرسش ہوگی اللہ تعالیٰ ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے پردے رکھے لغزشیں معاف کرے۔

وَعَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۱۶) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی والی جو مسلمان رعیت کا والی بنے ۲؎ پھر ان پر خیانت کرتا ہوا مر جائے ۳؎ مگر اللہ اس پر جنت حرام فرمادے گا ۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۶) ۱؎ معقل میم کے فتحہ اور عین کے کسرہ سے' آپ شجرہ والے صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی بصرہ میں قیام رہا خواجہ حسن بصری آپ کے شاگرد ہیں (اشعہ) امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی ۲؎ یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم' استاد ہو یا ماں باپ مسلمان رعایا کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ اپنے ماتحت کفار رعایا اور کفار نوکر چاکروں کا بھی حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں ۳؎ غاش بنا ہے غش سے بمعنی ملاوٹ و کھوٹ' یہاں غاش سے مراد ہے ان کے حقوق نہ ادا کرنے والا یا ان پر حق سے زیادہ بوجھ ڈالنے والا (مرقاۃ) اس میں بھاری ٹیکس وغیرہ سب داخل ہیں ۴؎ لہذا وہ نجات پانے والے مومنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائے گا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے' یہاں موت کا ذکر فرما کر یہ بتایا کہ مرتے دم تک توبہ کا اسے موقع ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۱۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا والی بنائے پھر رعایا کی خیر خواہی سے حفاظت نہ کرے مگر وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۱۷) ۱؎ حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہے' اس جملہ کی بھی وہی شرحیں ہیں جو ابھی اوپر کی حدیث میں جنت حرام ہونے کی کی گئیں لہذا یہ حدیث مغفرت و شفاعت کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں حضور کے سارے فرمان برحق ہیں۔

وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ شَرَّ الرُّعَاءِ الْحُطَمَةُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۱۸) روایت ہے حضرت عائذ ابن عمرو سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بدترین والی ظالم لوگ ہیں ۲؎ (مسلم)

(۳۵۱۸)۱؎ آپ مدنی ہیں بیعت الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں، اواخر عمر میں بصرہ میں قیام فرما رہے وہاں ہی وفات پائی خواجہ حسن بصری وغیرہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔۲؎ رعاء ر کے پیش اور عین کے مد سے ہے راعی کی جمع ہے جیسے تاجر کی جمع تجار اور نحوی کی جمع نحاۃ اور رامی کی جمع رمات حطمہ ح کے پیش اور ط کے فتحہ سے حاطم کی جمع، مشتق ہے حاطم سے بمعنی توڑنا، کچل دینا یعنی بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکسوں گرانیوں، سخت احکام سے رعایا کو پریشان کردیں جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جارہا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۱۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی جو میری امت کے کسی کام کا والی ہو پھر وہ ان پر مشقت بن جائے تو اس پر مشقت ڈال۱؎ اور جو میری امت کی کسی چیز کا والی ہو پھر ان پر نرمی کرے تو تو اس پر نرمی کر۲؎ (مسلم)

(۳۵۱۹)۱؎ یہ اس آقائے دو جہان کی بددعا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے، یہ بددعا دونوں مشقتوں کو شامل ہے۔شعر:

پنداشت ستم گر کہ ستم بر ما کرد　　　بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

۲؎ یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے حکام و سلاطین کو چاہئے کہ اپنے پیارے نبی کی دعا لیں۔

شعر:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر　　　خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَا بِرَمِنْ نُوْرٍعَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۲۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انصاف والے حکام۱؎ اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۲؎ رب کی داہنی طرف اور رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۳؎ وہ لوگ جو اپنے حکم میں اور اپنے بال بچوں میں اور جن کے حاکم ہوں ان میں انصاف کریں۴؎ (مسلم)

(۳۵۲۰)۱؎ مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے اس کا مادہ قسط ہے بمعنی حصہ، مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنی ظالم آتا ہے، یعنی دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنی عادل آتا ہے یعنی لوگوں کو ان کا حصہ دینے والا، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۷۲:۱۵) اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے (کنزالایمان) بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے، باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے ہے لہذا اقساط کے معنی دفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل یا قاسط بنا قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۶۰:۸) بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں (کنزالایمان) غرض کہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔۲؎ منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے نبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ اس کی جگہ، محشر میں مومنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر، ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنی میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔۳؎ داہنا فرمانا صرف سمجھانے کے لئے ہے بادشاہوں کے

ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں' قرب وعزت کے بیان کے لئے یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال میں بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت' شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے (از مرقات) ۴؎ **حکمھم** سے مراد ہے سلطنت وحکومت وقضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور **اھلیھم** سے مراد اپنے بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ماولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے غرض کہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں' بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں' مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں' ظالم' مقتصد اور سابق' سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل واحسان دونوں جمع کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِیٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۲۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بھیجا اللہ نے کوئی نبی اور نہیں خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ ۱؎ مگر اس کے دو مشیر ہوئے ایک مشیر تو انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا مشیر انہیں برائی کا مشورہ دیتا ہے اس کی رغبت دیتا ہے ۲؎ محفوظ وہ جسے اللہ بچالے ۳؎ (بخاری)

(۳۵۲۱) ۱؎ یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری' رب تعالٰی نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اس سے مراد سلطان ہے۔ ۲؎ بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (۵۵:۵۴) جن کا استر قنادیز کا (کنزالایمان) اس کا مقابل ظہار بمعنی ابرہ' اصطلاح میں اندرونی یار' دخیل کار' مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے' مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ ۳؎ یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے بچ نہیں سکتے ہیں' رب بچائے تو بچ سکتے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے اور برے مشیر سے مراد قرین شیطان' خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہوگیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے' اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں معصوم وہ جو گناہ نہ کرسکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے' یہاں معصوم لغوی معنی میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے' ہاروت و ماروت فرشتوں سے گناہ اس لئے ہوا کہ ان میں عارضی طور پر بشریت شامل کردی گئی تھی لہذا ان کے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوسکتا رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (۶۶:۶) جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں (کنزالایمان) اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی کلاں پارہ اوّل میں دیکھئے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قَیْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْاَمِیْرِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۲۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ قیس ابن سعد ۱؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تھے جیسے امیر کے پولیس والے ۲؎ (بخاری)

(۳۵۲۲) ۱؎ قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری' خزرجی بڑے مشہور صحابی ہیں صاحب کرم ذہین فطین معاملہ شناس انتظام میں یکتا دراز

قد بھاری بھرکم تھے، خلافت حیدری میں آپ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں شہید کئے گئے (اکمال) ۲؎ شرط شین کے ضمہ سے بمعنی علامت ونشان سپاہی اور حاکم کے احکام نافذ کرنے والے کو شرطی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی نشانی ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام نافذ کرتے تھے اور قیس ابن سعد احکام رسول جاری فرماتے تھے قید کرنا فیصلہ سنانا وغیرہ وغیرہ، معلوم ہوا کہ سلطان کے ماتحت ایسے لوگوں کا ہونا سنت ہے جو شاہی فرمان جاری کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَھْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَّکُوْا عَلَیْھِمْ بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۲۳) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ فارس والوں نے اپنا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنالیا ۱؎ تو فرمایا وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی (ہمیشہ ناکام نامراد رہے گی) جنہوں نے اپنے کام کا حاکم عورت کو بنایا ۲؎ (بخاری)

(۳۵۲۳) ۱؎ کسریٰ شہنشاہ فارس کا لقب تھا، قیصر شاہ روم کا، عزیز شاہ مصر کا، تبع شاہ یمن کا۔ کسریٰ معرب ہے خسرو سے بمعنی بڑے ملک والا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ شاہ فارس فوت ہوگیا تو فارسی لوگوں نے اس کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ۲؎ یعنی جس قوم کی سلطان یا حاکم عورت ہو وہ قوم ناکام نامراد رہے گی، یہاں اشعہ نے فرمایا کہ عورت ولایت اور امارت کے لائق نہیں، مرقات نے فرمایا کہ عورت امام یا قاضی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ عہدے کامل عقل اور آزادی چاہتے ہیں عورت ناقص العقل بھی ہے اور گھر میں مقید بھی، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جن چیزوں میں عورت کی گواہی درست ہے ان میں عورت کی قضاء بھی درست ہے، قضاء سے مراد پنچ ہے نہ کہ جج یعنی عورت خاص شخصوں کی پنچ بن سکتی ہے وہ ناقص کہ جہاں اس کی گواہی درست نہیں وہاں وہ پنچ نہیں بن سکتی لہذا احناف کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں ۱۳۸۴ھ یعنی ۱۹۶۵ء کے جنوری کے پاکستانی صدر کے انتخاب میں اس حدیث کا معجزہ دیکھا گیا کہ یہاں تمام وہابی روافض وغیرہ بد مذہبوں نے ایک عورت کو صدارت پاکستان کے لئے کھڑا کیا اور ان تمام جماعتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا صرف اہل سنت اس کے خلاف رہے، اہل سنت کی دلیل یہی حدیث تھی اللہ تعالٰی نے صرف اس حدیث پاک کی برکت سے اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی کہ ملک عورت کی صدارت اور مخالفین ملک کی شرارت سے محفوظ رہا اور عورت کامیاب نہ ہوسکی **الحمد للہ علٰی ذٰلک وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ صاحب اللواء المعقود وصاحب المقام المحمود والہ واصحابہ وسلم** بہر حال اسلام میں سلطان اور حاکم کے لئے مرد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی ص ۲۲۴ میں فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان آزاد عاقل بالغ اور مرد چاہیے عورتیں ناقص العقل بھی ہیں اور ناقص دین بھی، تفسیرات احمدیہ میں مولانا احمد جیون فرماتے ہیں کہ نبوت، خلافت امامت، اذان، خطبہ مردوں کے لئے خاص ہے، بلقیس کا زمانہ سلیمان میں بادشاہ ہونا ایسا ہی تھا جیسے عیسائیوں میں ملکہ وکٹوریہ یا ملکہ الزبتھ بادشاہ ہوئیں، اسلام کے یہ خلاف ہے، سرکار کے **لن یفلح قوم** فرمانے میں دو عجیب اشارے ہیں ایک یہ کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ہوگی مگر عورت کو حاکم بنانے کی سزا دنیا میں بھی ملے گی آخرت میں بھی، دوسرے یہ کہ دوسرے گناہوں کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہوتا ہے کہ احکام اسلامی ان پر ہی جاری ہوتے ہیں مگر عورت کو سرداری دینے کی شامت ایسی ہے کہ کفار بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں غرض کہ یہ جرم بہت سخت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ يُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعٰی بِدَعْوَی الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثّٰی جَهَنَّمَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۳۵۲۴) روایت ہے حضرت حارث اشعری[۱] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جماعت کا[۲] اور سننے و فرمانبرداری کرنے اور ہجرت اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا[۳] جو جماعت سے ایک بالشت برابر نکل گیا اس نے اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا[۴] مگر یہ کہ لوٹ آئے[۵] اور جو جاہلیت کے بلاوے سے بلائے[۶] تو وہ دوزخ کی جماعتوں میں سے ہے[۷] اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے[۸] (احمد، ترمذی)

(۳۵۲۴)[۱] آپ حارث ابن حارث اشعری ہیں شام میں قیام رہا اس لئے آپ کو شامی بھی کہا جاتا ہے آپ صحابی ہیں اور آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے ابوسلام حبشی کے استاد ہیں[۲] کہ عقائد و اعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہو جس چیز پر امت مسلمہ کا اجماع ہو جائے اس کا اتباع کرو اور سلف صالحین کی پیروی کرو (مرقات واشعہ)[۳] علماء اولیاء کی حق باتیں سنو ان کی اطاعت کرو اور حاکم اسلام کی اطاعت ہر جائز حکم میں کرو اور مکہ معظمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کرو یا جہاں اسلامی آزادی نہ ہو کفار سے جہاد کبھی اور کسی کو نصیب ہوتا ہے مگر نفس سے جہاد ہر وقت ہر مسلمان کو کرنا پڑتا ہے (مرقات) ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِنَ الْکُفَّارِ (۹،۱۲۳) جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں (کنزالایمان) اپنے قریبی کافروں سے جہاد کرو سب سے قریبی کافر اپنا نفس ہے۔[۴] قید قاف کے کسرہ ی کے جزم سے بمعنی قدر و برابر، شبر شین کے کسرہ ب کے سکون سے بمعنی بالشت، ربقہ ر کے فتحہ سے رسی کا وہ پھندا جو بکری کے گلے میں ہوتا ہے (اشعہ ومرقات) یعنی جو عقائد و اعمال سے تھوڑا سا بھی جماعت مسلمین کے خلاف ہو جائے تو اس نے اسلام کا ذمہ اور ربّ کا عہد توڑ دیا۔[۵] یعنی اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرے تو دروازۂ توبہ کھلا ہوا ہے[۶] جیسے اسلام سے پہلے کفار اپنی مدد کے لئے اپنے دشمن کے مقابل اپنے کنبہ یا قوم کو پکارتے تھے اور وہ قوم والے اس کی امداد کو بغیر سوچے سمجھے دوڑ پڑتے تھے خواہ وہ ظالم ہوتا یا مظلوم یعنی قومیت کی جنگ، آج کل ہم لوگوں میں صوبائی، قومی ملکی تعصب بہت ہے، یہاں اس کی برائی بیان ہو رہی ہے۔[۷] جثی جمع ہے جثوۃ کی جیم کے فتحہ یا کسرہ یا پیش سے جماعت وگروہ، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (۱۹،۶۸) اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے (کنزالایمان) لغت میں ریت کے ڈھیر کو کہتے ہیں جہاں ذروں کا اجتماع ہو، پھر بڑی جماعت کو جثوہ کہنے لگے اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔[۸] معلوم ہوا کہ پختہ مسلمان ہونے کے لئے عبادات کے ساتھ درستی معاملات بھی ضروری ہے انسان کی جانچ معاملات سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ ابْنِ كُسَيْبِ الْعَدَوِیِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ اَبِیْ بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِ ابْنِ عَامِرٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

(۳۵۲۵) روایت ہے حضرت زیاد ابن کسیب عدوی سے[۱] فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا[۲] وہ خطبہ پڑھ

وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْبَلَالٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

رہا تھا اور اس پر باریک کپڑے تھے تو ابوبلال نے کہا۳ کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے۔۴ تو ابوبکرہ بولے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے اللہ اسے ذلیل کرے۵ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۳۵۲۵)۱ آپ تابعی ہیں مصری ہیں ثقہ ہیں' کسیب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر (اکمال) ۲ عبداللہ ابن عامر ابن کریز موی حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی' حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ وخرسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔۳ غالبًا آپ ابوبردہ ابن سعد ابن ابوموسیٰ اشعری ہیں آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے آپ بصرہ کے حاکم تھے۴ یا تو کپڑے ریشمی تھے یا تھے تو سوتی مگر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مال داروں کا لباس ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ۵ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار مسلمانوں کا رعب ملک کا انتظام ہے جب اس کا وقار ہی ختم ہوگیا تو یہ سب کچھ ختم ہوگیا باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقار سلطان بگاڑنا حرام ہے۔ **حکایت**: حضرت امام جعفر صادق ایک بار نہایت اعلیٰ جبہ پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لئے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا دیکھا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لئے ہے اور یہ اندرونی لباس خالق کے لئے (مرقات) الناس باللباس آج کل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔ **حکایت**: فرقد سنجی جو ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑا پہنے تھے وہ بنظر اعتراض آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے' پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوں گے جن کے جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمِعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِىْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ . (رَوَاهُ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۵۲۶) روایت ہے نواس ابن سمعان سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۲ (شرح سنہ)

(۳۵۲۶)۱ نواس نون کے فتحہ واؤ کے شد سے' سمعان سین کے فتحہ میم کے کسرہ سے' آپ صحابی ہیں شام میں قیام رہا ۲ یعنی کوئی بندہ گناہ کا حکم دے یا نیکی سے منع کرے تو اس کی بات نہ مانو اگرچہ وہ باپ' استاذ' مرشد' حاکم یا بادشاہ ہو' لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسی چیز کا حکم دیں جو بظاہر خلاف قرآن وحدیث معلوم ہوتی ہو تو اس کا کرنا واجب ہے کہ اس حکم کے صادر ہونے سے اس شخص کے نام وہ گناہ رہا ہی نہیں نیکی بن گیا' اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں' اگر کسی کو حضور بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر نماز چھوڑنا' فورًا حاضر ہو جانا واجب' رب تعالٰی فرماتا ہے: اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (۸:۲۴) اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں (کنزالایمان) اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے' حضور کے حکم سے بائیکاٹ کے زمانہ میں حضرت کعب پر ان کی بیوی حرام رہیں' حضرت عبداللہ ابن تملیک کو ابورافع کے قتل کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی وغیرہ وغیرہ' یہاں مرقات نے عجیب بات فرمائی کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴:۵۹) حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو

تم میں حکومت والے ہیں (کنزالایمان) میں رسول کے لئے اطیعوا علیحدہ ارشاد ہوا اور اولی الامر کے لئے علیحدہ استعمال نہ ہوا کیونکہ اطاعت رسول مستقلاً واجب ہے مگر اطاعت اولی الامر اس شرط سے واجب ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف حکم نہ دیں' نیز مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ یہود نے انہیں بہتان لگائے عیسائیوں نے انہیں حد سے بڑھایا' بعض تمہیں حد سے بڑھا دیں گے' بعض بہتان لگائیں گے' فرمایا مجھے حد سے بڑھانے والے محب بھی ہلاک ہوں گے بہتان لگانے والے دشمن بھی ہلاک ہوں گے میں نبی اور صاحب وحی نہیں ہوں' اگر میں تم کو اچھی بات کا حکم دوں تو میری اطاعت کرو اگر بری بات کا حکم دوں میں یا کوئی اور تو اطاعت جائز نہیں (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَمِیْرِ عَشَرَةٍ اِلَّا یُؤْتٰی بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰی یَفُكَّ عَنْهُ الْعَدْلُ اَوْ یُوْبِقَهُ الْجَوْرُ . (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۳۵۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی کسی کنبہ کا سردار مگر وہ قیامت کے دن طوق میں لایا جائے گا حتیٰ کہ یا تو اسے انصاف چھوڑ دے یا اسے ظلم ہلاک کردے[1] (دارمی)

(۳۵۲۷)[1] یہاں سردار سے مراد وہ سردار ہیں جو خواہش نفس کے لئے بخوشی اور بکوشش سردار بنے یعنی ایسے سردار اگرچہ دس آدمیوں کے افسر ہوں مگر قیامت میں طوق بگردن آئیں گے حساب کے بعد یہ طوق اڑ جائے یا لازم ہو جائے عادل تھے رہائی پائیں گے ظالم تھے تو پکڑ میں آ جائیں گے' لہذا یہ حدیث حضرت سلیمان علیہ السلام یا خلفاء راشدین یا یوسف علیہ السلام کے لئے نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّلْاُمَرَاءِ وَیْلٌ لِّلْعُرَفَاءِ وَیْلٌ لِّلْاُمَنَاءِ لَیَتَمَنَّیَنَّ اَقْوَامٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَّ نَوَاصِیَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَیَّا یَتَجَلْجَلُوْنَ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّهُمْ لَمْ یَلُوْا عَمَلًا رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَفِیْ رِوَایَتِهٖ اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَیَّا یَتَذَبْذَبُوْنَ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلَمْ یَكُوْنُوْا عُمِلُوْا عَلٰی شَیْءٍ .

(۳۵۲۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہے حکام کے لئے خرابی ہے سرداروں کے لئے خرابی ہے' امانتداروں کی' تو میں آرزو کریں گی قیامت کے دن کہ ان کی پیشانیاں ثریا تارے میں لٹکی ہوتیں' آسمان و زمین کے درمیان ہلتے ہوتے اور انہوں نے سرداری نہ لی ہوتی[2] (شرح سنہ' احمد) اور احمد کی روایت میں ہے کہ ان کے گیسو ثریا تارے میں لٹکے ہوتے' آسمان و زمین کے درمیان قلابازیاں کھاتے اور کسی چیز پر حکومت اختیار نہ کرتے[3]

(۳۵۲۸)[1] امراء سے مراد سلطان و حکام ہیں اور عرفاء عریف کی جمع ہے اس سے مراد وہ چوہدری و نمبردار ہیں جو حاکم و رعایا کے درمیان واسطہ ہوں کہ رعایا کے معاملات حکومت کو پہنچاتے ہوں اور امین سے مراد خزانچی وغیرہ ہیں جو حکومت کی طرف سے ٹیکس' خراج وغیرہ کے نگہبان ہوں' اس میں یتیموں کے والی اور وصی بھی داخل ہیں چونکہ ان عہدوں پر پہنچ کر اپنے کو حقوق سے بچانا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے یہ ارشاد ہوا' مگر خیال رہے کہ یہاں روئے سخن ان کی طرف ہے جو نفس کے لئے بکوشش یہ عہدے حاصل کریں[2] اس جملہ نے شرح فرمادی کہ امراء' عرفا سے وہی مراد ہیں جو کوشش کرکے عیش کے لئے امیر بنیں یعنی ایسے حکام' چوہدری قیامت کا عذاب دیکھ کر آرزو کریں گے کہ ہم کو پیشانی کے بالوں سے آسمان سے لٹکا دیا جاتا ہم وہاں ہچکولے کھاتے یہ اچھا ہوتا اس امارت و وزارت سے آج ہمیں ایسی ندامت

ذلت، رسوائی اور عذاب نہ ہوتے، اقوام فرما کر اشارۃً فرما دیا کہ سارے بادشاہ سردار یہ تمنا نہ کریں گے بلکہ ان میں سے بعض قومیں یعنی ظالمین یا عیش پرست۔ ۳؎ ظالم عیش پرست حکام کا تو یہ حال ہوگا، مگر عادل سلاطین خلفاء کی یہ عزت ہوگی کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے رب سے بہت قریب ان تمام وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حکومت کے طالب نہ بنیں کیونکہ نفس انسانی حکومت وسرداری کا خواہاں ہے، خیال رہے کہ ملک قوم و دین کو سلطان کی بھی ضرورت ہے حکام کی بھی مگر یہ چیزیں ہیں بہت خطرناک الامن عصمہ اللہ۔

وَعَنْ غَالِبِ نِ الْقَطَّانِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَّلَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عُرَفَاءَ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۲۹) روایت ہے غالب قطان سے ۱؎ وہ ایک صاحب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے ۲؎ راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرداری حق ہے ۳؎ اور لوگوں کو سرداروں کی ضرورت ہے لیکن سردار ہوں گے آگ میں ۴؎ (ابوداؤد)

(۳۵۲۹) ۱؎ آپ تابعین میں سے ہیں آپ غالب ابن ابی غیلان ابن حطاف قطان بصری ہیں ثقہ ہیں خواجہ حسن بصری اور سعید ابن جبیر کے شاگرد ہیں۔ ۲؎ یہ صاحب اور ان کے والد تو مجہول ہیں خبر نہیں کون ہیں ان کے دادا اگرچہ مجہول ہیں مگر صحابی ہیں چونکہ سارے صحابہ عادل ہیں اسلئے ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں ۳؎ یہاں حق بمعنی ضروری ولازم ہے یعنی ملک، قوم، اسلام کو بادشاہ حکام کی ضرورت ہے کہ ان سے دین بھی قائم ہے دنیا بھی برقرار ۴؎ یعنی عموماً سردار ہیں دوزخی کہ اکثر لوگ حکومت پا کر ظلم و تعدی کرتے ہیں لہذا جسے سردار بننا پڑ جائے وہ بہت احتیاط سے کام کرے کہ تلوار کی دھار پر ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَآءِ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُمَرَاءُ سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ م بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَّرِدُوْا عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ وَاُولٰٓئِكَ يَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۵۳۰) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں احمقوں کی سلطنت سے تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ۲؎ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے ۳؎ فرمایا کچھ سلاطین میرے بعد ہوں گے ۴؎ جو ان کے پاس گیا ان کے جھوٹ کو سچ کہا اور ظلم پر ان کی مدد کی تو نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ ہی میں ان سے ۵؎ اور وہ حوض پر میرے پاس ہرگز نہ پہنچیں گے ۶؎ اور جو ان کے پاس نہ گیا اور نہ سچ کہا ان کے جھوٹ کو اور نہ ان کی ظلم پر مدد کی تو وہ میرے ہی ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ حوض پر میرے پاس پہنچیں گے ۷؎ (ترمذی، نسائی)

(۳۵۳۰) ۱؎ عجرہ عین اور جیم کے پیش اور ر کے فتحہ سے ہے آپ صحابی ہیں انصار کے خلیفہ ہیں بعض نے کہا انصار سے ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، آپ کے اسلام کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ کا ایک بت تھا جس کی آپ پرستش کرتے تھے، حضرت عبادہ ابن صامت سے آپ کی بڑی پرانی دوستی تھی، ایک دن حضرت عبادہ ان سے ملنے گئے جب ان کے گھر سے نکلے تو چپکے سے بت کے ٹکڑے کر ڈالے، جب آپ نے اپنے بت کی یہ حالت دیکھی تو قریب تھا کہ حضرت عبادہ سے الجھ پڑیں مگر دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت میں خدائی ہوتی تو اپنے کو بچالیتا جو اپنی مدد خود نہ کرسکا وہ تیری مدد کیا کرے گا، اسی وقت مسلمان ہوگئے، (اشعہ) آخر میں کوفہ میں قیام رہا مگر مدینہ

منورہ میں وفات پائی' پچھتر سال عمر ہوئی' ۵۱ ھ میں وصال ہوا مدینہ منورہ میں دفن ہوئے (مرقات) ۲؎ سفہاء جمع ہے سفیہ کی اور سفیہ بنا ہے سفہ سے بمعنی خفت و ہلکا پن' سفیہ کے معنے ہیں ہلکی عقل والا یعنی کم عقل یعنی تم کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں اس سے کہ تم پر احمق بادشاہوں کا داؤ چلے یا اس لئے کہ تم ان کی طرف مائل ہو' اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تم نااہل بادشاہوں کا زمانہ پاؤ گے مگر انشاء اللہ ان کے شر سے محفوظ رہو گے جسے حضور اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑے۔ شعر:

ڈھونڈھا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

۳؎ یعنی یہ سلطنت کیسے ہوگی' کیا کرے گی اور کب ہوگی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ ۴؎ ظالم' جھوٹے' بے عقل جیسے یزید ابن معاویہ' حجاج ابن یوسف وغیرہ اس میں حضرات خلفاء راشدین داخل نہیں ورنہ پھر حضرت علی بھی اسی وعید میں داخل ہوں گے جو آگے آ رہی ہے خود حضرت کعب ابن عجرہ نے بھی یہ خلافتیں پائیں اور ان کی حمایت کی' بہر حال جو ہم نے عرض کیا وہ ہی درست ہے ۵؎ یعنی وہ مجھ سے بے تعلق ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں اللہ کی پناہ' خیال رہے کہ ظلم پر مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں ان ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا' ان کے ظلمی قانون کو رائج کرنا' ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا' ان کے ظلم کی حمایت کرنا' یہ کہنا کہ یہ احکام حق ہیں' غرضکہ اس میں بہت وسعت ہے' کسی درزی نے حضرت سفیان ثوری سے پوچھا کہ ظالم حکام کے کپڑے سینا کیسا تو آپ نے فرمایا کہ جو ظالم سلطان کے کپڑے سینے کے لئے درزی کے ہاتھ سوئی فروخت کرے وہ آیۂ کریمہ میں داخل ہے: وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱۱'۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو (کنزالایمان) (مرقات) ۶؎ یعنی حوض کوثر پر جو جنت میں ہے یا اس کی نہر پر جو میدان محشر میں ہے جہاں حضور کی امت پانی پی کر حشر کی پیاس بجھائے گی' مطلب یہ ہے کہ فائزین کے ساتھ نہ پہنچیں گے ۷؎ خلاصہ یہ ہے کہ ان ظالموں سے قریب ہونا مجھ سے دور ہونا ہے اور ان سے دور ہونا مجھ سے قریب ہونا ہے' حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو ظالم کے ظالمانہ حکم سے راضی ہوا گرچہ اس ظالم سے غائب ہو مگر وہ حاضر ہے اور آپ نے یہی آیت پڑھی: وَلَا تَرْكَنُوْۤا الایہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ) وَفِي رِوَايَةِ اَبِي دَاوٗدَ مَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا۔

(۳۵۳۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو بن باسی ہوا وہ سخت دل ہو گیا ۱؎ جو شکار کے پیچھے رہا وہ غافل ہو گیا ۲؎ جو بادشاہ کے پاس پہنچا وہ فتنہ میں پڑا ۳؎ (احمد' ترمذی' نسائی) اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے' جو بادشاہ سے چمٹ گیا ۴؎ وہ فتنہ میں پڑ گیا اور نہیں بڑھاتا کوئی بندہ بادشاہ سے قرب مگر بڑھالیتا ہے اللہ سے دوری ۵؎

(۳۵۳۱) ۱؎ یعنی دیہات کے باشندے اکثر سخت دل ہوتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا (۹'۹۷) گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں (کنزالایمان) کیونکہ انہیں علم کی روشنی علماء کی صحبت نہیں نصیب ہوتی' لہٰذا خود عالم دین جو دیہات میں رہیں' اور وہ دیہات والے جو علماء سے تعلق رکھیں اور شہر میں آجاتے رہیں وہ اس حکم سے خارج ہیں ۲؎ یعنی جو شکار کا شغل اپنا وطیرہ بنالے کہ محض شوقیہ شکار کھیلتا رہے وہ اللہ کے ذکر نماز و جماعت جمعہ' رقت قلب سے محروم رہتا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا (اشعہ) بعض صحابہ نے شکار کیا ہے مگر شکار کرنا اور ہے اور شکار کا مشغلہ وہ بھی محض شوقیہ کچھ اور شکار کا ذکر تو قرآن

کریم میں بھی ہے یہاں مشغلہ شوقیہ کا ذکر ہے۔لہٰذا یہ حدیث حکم قرآن کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی جو عزت و دولت کمانے کے لئے ظالم بادشاہ کا درباری اور حاضر باش بنا وہ اپنا دین یا دنیا برباد کرلے گا کیونکہ اگر وہ اس کے ظلم کی حمایت کرے گا تو اپنا دین برباد کرلے گا اور اگر اس کی مخالفت کرے گا تو اپنی دنیا برباد کرلے گا لہٰذا جو کوئی عادل بادشاہ کا مصاحب بنے اس کے عدل میں حمایت کرنے میں دین کا رواج دینے کو اور اسے اچھے مشورے دے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مجاہد ہے، یوں ہی ظالم بادشاہ کی اصلاح کے لئے اس کے ساتھ رہے تو وہ غازی ہے،مگر ایسا بہت مشکل ہے لہٰذا حضرت علی کو خلفاء راشدین کا مصاحب بننا اور حضرت امام ابو یوسف کا سلطان ہارون رشید کا قاضی القضاۃ بننا گناہ نہ تھا ثواب تھا، امام ابو یوسف کی یہ قضاء حنفی مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بنی۔۴؎ اس طرح کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہا وہ امید نان اور خوف جان میں مبتلا ہو گیا حضرت عطار نے کیا خوب فرمایا ع قرب سلطاں آتش سوزاں بود ۵؎ اس فرمان عالی کا مقصد بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ ظالم بادشاہ سے قرب رب تعالٰی سے دوری کا ذریعہ ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا من ازداد علما ولم یزدد فی الدنیا زاھد لم یزدد من اللہ الابعدا جو علم بڑھائے دنیا سے بے رغبت نہ ہو وہ اللہ سے دوری میں ہی اضافہ کرے گا۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ اِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ اَمِيْرًا وَّلَا كَاتِبًا وَّلَا عَرِيْفًا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۳۲) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے قدیم ۲؎ تم کامیاب ہو جاؤ گے اگر ایسے مرو کہ نہ حاکم ہو نہ منشی ۳؎ اور نہ سردار ۳؎ (ابوداؤد)

(۳۵۳۲) ۱؎ آپ کے حالات بیان ہو چکے کہ آپ صحابی ہیں ۹۱ سال عمر پائی ۸۷ھ میں وفات پائی ۲؎ کندھے پر ہاتھ رکھنا قدیم تصغیر فرما کر خطاب کرنا کرم و محبت کے لئے ہے ۳؎ یعنی سلطان یا حاکم کے منشی ۳؎ عریف کے معنے یا تو وہی ہیں جو عرض کئے گئے، نمبردار چودھری جو بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطہ ہو، یا اس کے معنے مشہور آدمی جسے سب پہچانیں، فقہاء فرماتے ہیں خمول رحمت ہے شمول آفت ہے، مولانا برکات فرماتے تھے کہ شریف وہ ہے جو نہ ہمیں پہنچانے نہ ہم اسے پہچانیں حالانکہ آپ والی مکہ تھے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ يَعْنِي الَّذِيْ يَعْشُرُ النَّاسَ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۵۳۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ٹیکس وصول کرنے والا نہ جائے گا ۱؎ یعنی جو کہ لوگوں سے عشر لیتا ہے ۲؎ (ابوداؤد، دارمی)

(۳۵۳۳) ۱؎ اس قسم کے فرمانوں کی شرح گزشتہ حدیث میں کی جا چکی ہے کہ فائزین کے ساتھ اوّل ہی سے جنت میں نہ جا سکے گا کیونکہ ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم اور رشوت خور ہوتے ہیں مگر جسے خدا بچائے، مکس کا ترجمہ ٹیکس نہایت مناسب ہے، آج کل عربی میں مال کے ٹیکس کو جمرک اور آدمی کے ٹیکس کو کوشان کہتے ہیں ۲؎ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا دسواں حصہ اور خراج اور راستہ کی چونگی باہر سے آنے والے مال کا ٹیکس وغیرہ سب ہے، یہ تفسیر اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق ابن مندہ کی ہے لفظ یعنی فرما کر انہوں نے فرمایا کہ صاحب مکس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عشر لینے والا ہے (مرقات)۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۵۳۴) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَّاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَشَدَّهُمْ عَذَابًا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں میں اللہ کو زیادہ پیارا اور اللہ سے زیادہ قریب جگہ والا انصاف والا بادشاہ ہے[1] اور قیامت کے دن تمام لوگوں میں اللہ کو زیادہ ناپسند اور بہت سخت عذاب والا اور ایک روایت میں ہے کہ رب سے بہت دور مجلس والا ظالم بادشاہ ہے[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔[3]

(۳۵۳۴)[1] قریب جگہ سے مراد عزت اور مرتبہ ہے یعنی دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں عادل بادشاہ اللہ تعالٰی سے زیادہ درجہ و مرتبہ والا ہوگا یا عادل بادشاہ انصاف و عدالت کے لحاظ سے زیادہ قرب والا ہوگا لہٰذا اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ عادل بادشاہ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم یا دیگر صحابہ کرام سے زیادہ درجہ والا ہو جائے' یہاں مرقات نے فرمایا کہ آج کل کے بادشاہوں کو عادل کہنا کفر ہے۔ مرقات کا یہ فتویٰ بالکل درست ہے کہ موجودہ بادشاہوں کا حال سب کو معلوم ہے اور ظلم کو عدل کہنا تمام فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔[2] اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا ظالم بادشاہ ظلم کے اعتبار سے غیر ظالم سے کہیں بدتر ہوگا لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسلمان ظالم بادشاہ ابوجہل وغیرہ سے بدتر ہو' خیال رہے کہ ظالم حاکم اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رعایا کے حقوق مارتا ہے اس پر حقوق کا زیادہ بوجھ ہے۔[3] یہ حدیث امام احمد نے بھی اپنی موطا میں روایت فرمائی' امام احمد ابن حنبل کے بیٹے نے اپنی کتاب زوائد الدھر میں امام حسن سے مرسلاً نقل فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا پیارا بندہ وہ ہے جو بندوں کا خیر خواہ ہو (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَائِيُّ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ)

(۳۵۳۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا جہاد اس کا ہے[1] جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے[2] (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) اور احمد و نسائی نے طارق ابن شہاب سے روایت کی[3]

(۳۵۳۵)[1] یہاں عبارت میں یا تو من سے پہلے جہاد پوشیدہ ہے یا افضل کے بعد اہل پوشیدہ یعنی افضل اہل الجہاد من قال یا افضل الجہاد جہاد من قال لہٰذا نحوی اعتراض اس پر کوئی نہیں۔[2] اگرچہ ایک کلمہ ہی ہو جیسے ہاں یا نہیں مثلاً فاسق بادشاہ' اس سے پوچھے کیا داڑھی منڈانا اچھا ہے' وہ کہہ دے نہیں' یہ نہیں کہنا بڑا جہاد ہے' یہ جہاد اس لئے افضل ہوا کہ کفار پر جہاد کرنے والے کو اپنی موت کا یقین نہیں ہوتا شاید باز آئے یا مارا جائے مگر اس اللہ کے بندے کو اپنی موت یا جانی مالی نقصان کا یقین ہوتا ہے کیونکہ یہ اس ظالم کے قبضہ میں ہوتا ہے' نیز اگر بادشاہ اس کی اس تبلیغ سے ظلم سے باز آ جائے تو ایک مخلوق کو ظلم سے رہائی نصیب ہو جائے گی قتل کافر سے ایک کافر کم ہوگا مگر اس تبلیغ سے خلق خدا کو فائدہ ہوگا' نیز یہ کلمہ اپنے نفس پر بڑا جہاد ہے کہ ایسے بادشاہ کے سامنے خوشامد کرنے کو نفس چاہتا ہے' امام غزالی نے فرمایا کہ ظالم بادشاہ کو تبلیغ صرف وعظ و نصیحت سے ہو سکتی ہے قہر سے نہیں وہ بھی نرمی سے' کیونکہ اسے ظالم جابر کہہ کر پکارنا گالیاں دینا سخت فتنہ کا باعث ہے (احیاء العلوم' مرقات) شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔[3] طارق ابن شہاب صحابی ہیں مگر آپ کی روایات بہت ہی کم ہیں خلافت صدیقی میں آپ نے ۳۴ غزوہ کئے ۶۹ھ میں وفات پائی (اشعہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۵۳۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِالْاَمِیْرِ خَیْرًا جَعَلَ لَہٗ وَزِیْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِیَ ذَکَّرَہٗ وَ اِنْ ذَکَرَ اَعَانَہٗ وَاِذَا اَرَادَبِہٖ غَیْرَ ذٰلِکَ جَعَلَ لَہٗ وَزِیْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِیَ لَمْ یُذَکِّرْہُ وَاِنْ ذَکَرَ لَمْ یُعِنْہُ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے سچا وزیر دیتا ہے۱ کہ جب یہ بھول جائے تو اسے یاد دلائے، اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد کرے۲ اور جب اس کے لئے اس کے سوا کا ارادہ کرتا ہے تو اسے برا وزیر دیتا ہے' اگر بھول جائے تو اسے یاد نہ دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے۳ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۵۳۶)۱؎ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے' وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا' وزر کے معنے بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی' رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا (۴۷'۴) یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ (۶'۳۱) اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں (کنزالایمان) چونکہ وزیر پر سلطنت کا بہت بوجھ ہوتا ہے اس لئے اسے وزیر کہتے ہیں ۔۲؎ کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتا دے' یا دشدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو' سبحان اللہ اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے' ایسے ہی اچھی بیوی مرد کے لئے اللہ کی بخشش ہے ۔۳؎ کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گزشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیر بہت ہوئی' آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خلفا کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم' تواریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا' نہروانیوں نے پہلے خود زور دیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو علی مرتضیٰ اپنا حکم و پنچ بنالیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم بنالیا' قرآن کریم فرماتا ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (۶'۵۷) حکم نہیں مگر اللہ کا (کنزالایمان) اور پھر حضرت علی سے پھر کر خارجی ہو گئے دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب ہشت بہشت ۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاَمِیْرَ وَاِذَا ابْتَغَی الرِّیْبَۃَ فِی النَّاسِ اَفْسَدَ ھُمْ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۵۳۷) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ حاکم جب لوگوں میں تہمت و شک ڈھونڈنے لگے۱ تو انہیں بگاڑ دے گا۲ (ابوداؤد)

(۳۵۳۷)۱؎ حاکم میں بادشاہ وزیر حکام سب ہی داخل (مرقات) ریبہ ر کے کسرہ سے بمعنی شک و تہمت' قرآن کریم میں ہے: لَارَیْبَ فِیْہِ (۲'۲) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں (کنزالایمان) یعنی اگر سلطان یا حکام' اپنی رعایا پر بدگمانی کرنے لگیں اور ان کے معمولی کاموں کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگیں اور ان کی بلاوجہ پکڑ دھکڑ کرنے لگیں ۲؎ یعنی ان کے دین و دنیا تباہ کر دے گا اور ملک میں فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ عیوب سے بالکل خالی کوئی کوئی ہوگا' خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کی تلاش نہ کرو بلاوجہ ان پر بدگمانی نہ کرو' احادیث میں گزر چکا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقراری زانی کو فرمایا شاید تو نے بوسہ لے لیا ہوگا ۔

وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّکَ اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَّھُمْ ۔ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۳۵۳۸) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم جب لوگوں کے خفیہ عیوب کے پیچھے پڑو گے تو انہیں بگاڑ دو گے۱ (بیہقی شعب الایمان)

(۳۵۳۸)۱؎ ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے چونکہ آئندہ یہ سلطان بننے والے تھے تو اس غیوب دان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان کو طریقہ سلطنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈھا کرنا درگزر اور حتی الامکان عفووکرم سے کام لینا اور ہوسکتا ہے کہ روئے سخن سب سے ہو کہ باپ اپنی جوان اولاد کو' خاوند اپنی بیوی کو' آقا اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے' بدگمانیوں نے گھر بلکہ بستیاں بلکہ ملک اجاڑ ڈالے رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (۴۹،۱۲) بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا ہم اپنے عیب ڈھونڈیں اور لوگوں کی خوبیاں تلاش کریں' خیال رہے کہ یہاں بلاوجہ کی بدگمانیوں سے ممانعت ہے ورنہ مشکوک اور بدمعاش لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لئے ضروری ہے جاسوسی کا محکمہ ملک رانی کے لئے لازم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِیْ يَسْتَاْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَیْءِ قُلْتُ اَمَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَيْفِیْ عَلٰی عَاتِقِیْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰی اَلْقَاكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰی تَلْقَانِیْ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۳۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تم کیسے ہو گے جب میرے بعد حکام اس غنیمت سے لوگوں کو ترجیح دیں گے میں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر اس سے ماردوں گا' یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں گا۲؎ فرمایا کیا میں تمہیں اچھی چیز پر راہبری نہ کروں صبر کرنا' حتی کہ مجھ سے مل جائے۳؎ (ابوداؤد)

(۳۵۳۹)۱؎ عموماً فئی اس مال کو کہا جاتا ہے جو بغیر جنگ کفار سے حاصل کرلیا جائے جیسے خراج اور جزیہ یا وہ مال جو کفار چھوڑ کر چلے جائیں اور جو جہاد کے ذریعہ سے حاصل کیا جائے اسے غنیمت کہتے ہیں چنانچہ رب تعالٰی فیئ کے متعلق فرماتا ہے: وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ (۵۹،۶) اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے (کنزالایمان) اور غنیمت کے متعلق فرماتا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (۸،۴۱) اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کا (کنزالایمان) فیئ تمام مسلمانوں کا حق ہے اس سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں لیا جاتا نفل وہ مال ہے جو کسی خاص بہادر غازی کو کسی بہادری کی وجہ سے بطور انعام دیا جائے' یہاں فیئ سے مراد عام ہے اور مقصود ہے حکام وسلاطین کا ظلم بیان فرمانا یعنی بادشاہ ظلماً بیت المال کے اموال مستحقین کو نہ دیں گے اپنے پر خرچ کریں گے جسے چاہیں گے بغیر استحقاق دیں گے بیت المال کو اپنی ملک سمجھیں گے اس غیوب دان مخبر صادق کے علم کے قربان صلی اللہ علیہ وسلم ۲؎ یعنی ایسے ظالم بادشاہوں سے میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ شہید ہوکر آپ سے مل جاؤں یعنی عمر بھر ان سے لڑوں گا اپنی زندگی کا مشغلہ ان سے جنگ کو بنالوں گا۔ ۳؎ یعنی ایسے ظالموں سے جنگ نہ کرنا صبر کرنا اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بادشاہ اپنے فسق یا خیانت کی وجہ سے عزل کا مستحق نہیں فاسق بادشاہ کی بھی اطاعت واجب ہے دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام اور بعد موت اس کے ٹھکانے ومقام کی خبر ہے کہ فرماتے ہیں حتی تلقانی تم مجھ سے مل جاؤ آخرت میں حضور سے وہ ملے گا جو مومن متقی ہو کر مرے پھر قبر وغیرہ کی منزلیں خیر سے طے کرے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰى ظِلِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا سُئِلُوْهُ بَذَلُوْهُ وَحَكَمُوْا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ ۔

(۳۵۴۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سایہ کی طرف سبقت کرنے والے کون ہیں[۱] حاضرین نے عرض کیا اللہ ورسول خوب جانتے ہیں[۲] فرمایا وہ لوگ کہ جب حق دیئے جائیں تو اسے قبول کرلیں[۳] اور جب ان سے حق مانگا جائے تو دیں[۴] اور لوگوں کے لئے ایسے فیصلے کریں جیسے اپنی ذات کے لئے فیصلے۔[۵]

(۳۵۴۰)[۱] اللہ کے سایہ سے مراد یا تو اللہ کے عرش اعظم کا سایہ ہے یا اللہ تعالٰی کی رحمت وکرم مراد ہے ورنہ اللہ تعالٰی کی ذات سایہ سے پاک ہے کہ سایہ کثیف جسم کا ہوتا ہے وہ جسم اور کثافت دونوں سے پاک ہے یعنی قیامت کے دن پہلے عرش اعظم کے سایہ یا اللہ کی رحمت میں کون پہنچیں گے[۲] صحابہ کرام کا ادب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سوال کے جواب میں یہی عرض کرتے تھے کہ اللہ رسول جانیں حج کے دن سوال فرمایا کہ آج کیا دن ہے یہ کون سی جگہ ہے سب کے جواب میں یہی عرض کیا گیا کہ اللہ رسول جانیں معلوم ہوا کہ حضور کو رب سے ملا ہو ذکر کرنا بالکل جائز ہے اور یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علوم غیبیہ بخشے ہیں کہ حضرات صحابہ نے اس غیبی چیز کے متعلق یہ عرض نہیں کیا کہ اللہ جانے بلکہ کہا آپ اور آپ کا رب جانے[۳] ظاہر یہ ہے کہ الذین سے مراد حکام و بادشاہ ہیں، حق سے مراد وہ حقوق جو رعایا پر واجب ہیں جیسے عشر وخراج واطاعت یا حق سے مراد کلمہ حق اور سچی بات ہے یعنی وہ بادشاہ و حکام جو رعایا سے صرف اپنا حق لیں، حق سے زیادہ رشوت وغیرہ نہ لیں یا جب انہیں کوئی حق بات سنائے تو اسے قبول کرلیں اور سنانے والے کا احسان مانیں، اسے قبول کرنے میں اپنی عار محسوس نہ کریں اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں مگر یہ شرح قوی ہے۔[۴] یعنی اگر رعایا ان سے اپنا حق مانگے تو بخوشی دے دیں کسی قسم کا پس وپیش نہ کریں، یا جب ان سے حق بات پوچھی جائے تو اس کے بتانے میں دریغ نہ کریں اگرچہ وہ بات ان کے خلاف ہی ہو۔[۵] یعنی جیسا فیصلہ اپنے یا اپنے عزیزوں کے لئے چاہتے ہیں فیصلہ حق ایسا ہی فیصلہ وہ دوسروں کے لئے کریں سبحان اللہ اگر صرف حدیث پر عمل کی توفیق راعی ورعایا کو مل جائے تو ملک میں نہ ہڑتالیں ہوں نہ فتنے وفساد نہ بدامنی۔ شعر:

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو کلام ایسا | کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثَةٌ اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ وَحَيْفُ السُّلْطَانِ وَتَكْذِيْبٌ بِالْقَدْرِ ۔

(۳۵۴۱) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے[۱] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں، برجوں سے بارش مانگنا[۲] اور ظلم بادشاہ کا اور تقدیر کا انکار۔[۳]

(۳۵۴۱)[۱] آپ مشہور صحابی ہیں حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کرتے ہیں اپنے والد سے بھی اور حضرت عمر وعلی سے بھی رضی اللہ عنہم[۲] انواء جمع ہے نوء کی، نوء کے معنی ٹھہرنا بھی

ہیں اور گر پڑنا و نکل جانا بھی، اب اصطلاح میں چاند کی منزلوں کو نوء کہتے ہیں یہ کل اٹھائیس ہیں کیونکہ ہر رات چاند ایک منزل میں رہتا ہے اہل عرب سمجھتے تھے کہ بارشیں چاند کی خاص منزلوں میں رہنے سے آتی ہیں اور کہا کرتے تھے کہ بارش فلاں منزل سے ہوئی رب تعالیٰ کا نام نہ لیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر قرار دیا ہے، اگر کوئی بارش کو رب تعالیٰ کا عطیہ سمجھے اور ان چیزوں کو اسباب یا علامات مانے جانے تو حرج نہیں جیسے بادل کو بارش کی علامت مانا جاتا ہے (مرقات) مگر بہتر یہ ہے کہ ایسے الفاظ اچھی نیت سے بھی استعمال نہ کرے جو ایسے معانی کا وہم پیدا کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ (۴۲، ۲۸) اور وہی ہے کہ مینہ اُتارتا ہے۔ (کنزالایمان) رب جب چاہے بارش بھیجے، اسباب اس کے محتاج ہیں وہ اسباب کا پابند نہیں ۔۳؎ یعنی مجھے اس کا بھی خطرہ ہے کہ میرے بعد بادشاہ ظلم کریں گے اور رعایا بغاوت کیا کرے گی جس سے امن قائم نہ ہوگا اور تقدیر کا انکار کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔ قربان جاؤں اس غیوب داں صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جو کچھ فرمایا وہ ہو بہو آج تک دیکھنے میں آ رہا ہے، یہ فقیر بہت سے ممالک اسلامیہ میں گیا عراق، کویت، فلسطین، شام ایران وغیرہ ہر جگہ راعی و رعایا میں جھگڑے ہی دیکھے مسلمان کہیں بھی چین سے نہیں ہیں، یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ ہم کو پھر بھولا سبق یاد دلا دے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَيَّامٍ اِعْقَلْ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا يُقَالُ لَكَ بَعْدَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ السَّابِعُ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِيْ سِرِّ اَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِهِ وَاِذَا اَسَأْتَ فَاَحْسِنْ وَلَا تَسْاَلَنَّ اَحَدًا شَيْئًا وَاِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ وَلَا تَقْبِضْ اَمَانَةً وَلَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ۔

(۳۵۴۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے، فرماتے ہیں، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اے ابوذر چھ دنوں کا خیال رکھو ان کے بعد تم سے کچھ کہا جائے گا۱؎ پھر جب ساتواں دن ہوا، تو فرمایا تم کو وصیت کرتا ہوں، خفیہ و علانیہ میں اللہ سے ڈرنا۲؎ اور جب تم گناہ کر بیٹھو تو بھلائی کر لو۳؎ اور ہر گز کسی سے کچھ نہ مانگو، اگرچہ تمہارا کوڑا ہی گر جائے۔۴؎ اور امانت نہ رکھو اور دو کے درمیان فیصلہ نہ کرو۔۵؎

(۳۵۴۶)۱؎ ستۃ ایام مفعول ہے اعقل کا یعنی تم چھ دن گنتے رہو اور انتظار کرو ہم ساتویں دن تم سے ایک بات کہیں گے، یہ انتظار اس لئے کرایا گیا کہ جو بات انتظار کے بعد ملے وہ خوب یاد رہتی ہے اور اس کی قدر ہوتی ہے حضور حکیم ہیں جو کچھ فرماتے ہیں، پھر جو نصیحتیں فرمائی ہیں قسم رب تعالیٰ کی اگر صرف پہلی ہی بات پر عمل کی توفیق مل جائے تو دین و دنیا سنبھل جائیں۲؎ یعنی خلوت و جلوت تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے خوف خدا کرو یا اپنے اعضاء ظاہری و باطنی سے خوف خدا کرتے رہو نہ اعمال برے کرو نہ نیت بری رکھو (لمعات) ۳؎ کہ اگر بتقاضاء بشری تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ کے لئے کوئی نیکی کرو گناہ کے بعد توبہ مقبول کر لو نافرمانی کے بعد اطاعت کرو، اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے زیادہ اسے آرام پہنچا دو فرض نماز رہ گئی ہے تو قضا بھی کر لو کچھ نوافل بھی پڑھ لو، غرضکہ یہ فرمان عالی و دریائے ناپیدا کنار ہے۔۴؎ یعنی جس سے مانگنا ذلت ہو اور توکل کے خلاف اس سے کچھ نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا تو ہماری عزت ہے۔ شعر:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا، تجھے حمد ہے خدایا

حضرت امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم کما صلت وجھی عن سجود غیرک فصلنی وجھی عن مسئلة غیرک خدایا جیسے تونے میرے چہرے کو اپنے غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی اپنے غیر سے مانگنے سے بچا لے: بعض احادیث میں ہے

کہ اگر مانگنا پڑ جائے تو صالحین سے مانگو (ابوداؤد نسائی عن الفراسی مرقات ۵ کیونکہ امین کو اکثر خیانت کی تہمت لگ جاتی ہے اور پنچ پر طرفداری یا رشوت خوری کا الزام لگ جاتا ہے اس لئے تم ان بکھیڑوں میں نہ پڑ نا تم سے یہ بوجھ نہ اٹھ سکے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَلِیْ اَمْرَ عَشْرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ اِلَّا اَتَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَغْلُوْلًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَدُهٗ اِلٰی عُنُقِهٖ فَكَّهٗ بِرُّهٗ اَوْ اَوْبَقَهٗ اِثْمُهٗ اَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَّاَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَّاٰخِرُهَا خِزْیٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

(۳۵۴۳) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' آپ نے فرمایا' نہیں ہے کوئی شخص جو دس یا اس سے زیادہ شخصوں کے کام کا والی بنے' مگر اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اس طرح لائے گا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوگا ۱ پھر یا اس کی نیکی کھول دے یا اس کا گناہ اسے ہلاک کردے' اس کی ابتدا ملامت ہے۔ اس کا بیچ شرمندگی ہے' اور اس کی انتہا قیامت کے دن رسوائی ۲

(۳۵۴۳) ۱ یعنی حاکم عادل ہو یا ظالم آئے گا اسی حالت میں' یہ ان حکام کے لئے ہے جو نفسانی طور پر حکومت کے خواہش مند ہوں کہ یہ طلب جرم ہے جس کی سزا یہ ہے پھر عادل چھوٹ جائیں گے اور ظالم جوتے کھائیں گے' لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے' اسے حضرات خلفاء راشدین یا حضرت داؤد و سلیمان علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں' دیکھو یہاں یلی ارشاد ہوا ولی نہ فرمایا گیا۔ ۲ یعنی اس قسم کی حکومت کی ابتداء مخلوق کی ملامت ہے اور درمیان میں خود حاکم کا نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے اور اس کا نتیجہ قیامت کی رسوائی' بعض ناتجربہ کار لوگ حکام کی ظاہری شان و شوکت و تنخواہ دیکھ کر بکوشش حاکم بن جاتے ہیں' لوگ بلکہ خود ان کے قرابتدار انہیں ملامت کرتے ہیں دنیا گالیاں دیتی ہے' یہ تو دنیا کے انعام ہیں آخرت میں جو ہوگا وہ ناقابل برداشت ہے' یزید' حجاج' مروان' اس حدیث کی زندہ جاوید شرح ہیں۔ شعر:

نہ ماند ستم گار و بدروزگار   بماند بر ولعنت پائیدار

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّیْ مُبْتَلًی بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی ابْتُلِيْتُ ۔

(۳۵۴۴) روایت ہے حضرت معاویہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' اے معاویہ اگر تم حکومت کے والی بنائے جاؤ تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا ۱ فرماتے ہیں کہ پھر میں گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا ہوں گا' نبی کریم کے فرمان کی وجہ سے یہاں تک کہ مبتلا کیا گیا ۲

(۳۵۴۴) ۱ ان اگرچہ شک کے لئے آتا ہے مگر اللہ رسول کے ایسے فرمانوں کے لئے ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے: وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ يَعِدُكُمْ (۴۰:۲۸) اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں (کنزالایمان) یا جیسے اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ (۴۱:۵۲) اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے (کنزالایمان) چنانچہ جناب معاویہ سلطان اسلام بنے وہ اس خبر کا ظہور تھا جو کچھ مبارک منہ سے نکلتا ہے حق ہوتا ہے۔ ۲ یہاں بھی اظن بمعنی اتیقن ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (۲:۴۶) جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے (کنزالایمان) یعنی مجھے اس فرمان عالی کی بنا پر یقین ہوگیا تھا کہ مجھے حکومت یقیناً ملنی ہے یہ تقدیر الٰہی یوں ہی ہے چونکہ تقویٰ اور عدل دونوں چیزیں اور ان کا اجتماع بہت اہم ہے اس لئے آپ نے حکومت ملنے کو مبتلا ہونا یعنی آزمائش کیا جانا فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَاْسِ السَّبْعِیْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ رَوَی الْاَحَادِیْثَ السِّتَّةَ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ حَدِیْثُ مُعٰوِیَةَ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ ۔

(۳۵۴۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کی ابتداء[1] اور لونڈوں کی سلطنت سے اللہ کی پناہ مانگو[2] ان چھ حدیثوں کو احمد نے روایت کیا' اور حدیث امیر معاویہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا[3]

(۳۵۴۵)[1] ظاہر یہ ہے کہ ستر کا عدد وقت ہجرت سے ہے اور ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے ہو یا اس فرمان عالی کے وقت سے' پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اور ستر سے مراد ستر کے عشرہ کی ابتداء ہے یعنی ۶۰ ھ سے یہ زمانہ شروع ہوتا ہے چنانچہ امیر معاویہ کی وفات ۶۰ ھ میں ہے اسی سال یزید تخت نشین ہوا (از مرقات) حضرت ابو ہریرہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں ۶۰ ھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں چنانچہ آپ کی وفات ۵۹ ھ بڑا ہی خطرناک ثابت ہوا کہ ستر کے عشرہ کی ابتداء یہاں سے ہوئی (اشعہ)[2] ان لونڈوں سے مراد قریش کے نوعمر بادشاہ ہیں جیسے یزید ابن معاویہ اور حکم کی اولاد ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حکم کے لونڈوں کو اپنے منبر کے پاس بندروں کی طرح کھیلتے دیکھا تو آپ بہت مغموم ہوئے' بعض مفسرین نے اس آیۃ کریمہ: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (۱۷،۶۰) اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو (کنزالایمان) کی تفسیر اسی خواب سے کی ہے (مرقات)[3] ابن عساکر نے بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ ایک بار میں اور حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان و معاویہ حضور کی خدمت میں تھے کہ حضرت علی آ گئے رضی اللہ عنہم تو حضور نے جناب معاویہ سے فرمایا کہ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا تمہاری ان کی جنگ ہوگی' عرض کیا کہ جنگ کے بعد کیا ہوگا فرمایا رب کی طرف سے معافی و رضا تو آپ نے فرمایا: رضینا بقضاء اللہ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا (۲،۲۵۳) اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے (کنزالایمان) (مرقات)

وَعَنْ یَحْیَی ابْنِ هَاشِمٍ عَنْ یُوْنُسَ ابْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ كَذٰلِكَ یُؤَمَّرُ عَلَیْكُمْ ۔

(۳۵۴۶) روایت ہے حضرت یحیٰی ابن ہاشم سے' وہ یونس ابن ابی اسحٰق سے' وہ اپنے والد سے راوی[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جیسے تم ہو گے ویسے ہی حکام تم پر حاکم بنائے جائیں گے[2]

(۳۵۴۶)[1] یحیٰی اور یونس کے حالات معلوم نہ ہوسکے' ابواسحاق کا نام عمرو ابن عبداللہ سبعی ہمدانی کوفی ہے تابعین میں سے ہیں حضرت علی' ابن عباس' براء ابن عازب اور زید ابن ارقم صحابہ سے ملاقات کی لہٰذا آپ تابعی ہیں خلافت عثمانی میں پیدا ہوئے ۱۲۰ھ میں وفات پائی آپ کے بیٹے یونس' حفیدہ' سفیان ہیں پچانوے یا چھیانوے سال کی عمر ہوئی (مرقات واشعہ)[2] یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تم پر بادشاہ و حکام مقرر ہوں گے تم اللہ کے مطیع ہو تم پر حکام رحمدل منصف ہوں گے تم رب کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو تم پر ظالم و جابر بادشاہ و حکام مسلط ہوں گے' شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا۔ شعر:

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے ملک در پنجہ ظالمے نہد

خیال رہے کہ اس میں لوگوں کی عام حالت مراد ہے کہ اگر عوام عموماً بدعمل ہو جائیں تو حکام ظالم ہوں گے اگرچہ خاص خاص لوگ صالحین

بھی ہوں' لہٰذا اس حدیث کی بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر امام حسین نیک ہوتے تو یزید پلید کیوں مسلط ہوتا' حدیث کی فہم صحیح ضروری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یَاْوِیْ اِلَیْہِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ مِّنْ عِبَادِہٖ فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَہُ الْاَجْرُوَ عَلَی الرَّعِیَّۃِ الشُّکْرُوَ اِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْہِ الْاِصْرُوَ عَلَی الرَّعِیَّۃِ الصَّبْرُ

(۳۵۴۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔[1] جس کی طرف اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے' تو اگر انصاف کرے' تو اس کے لئے ثواب ہے اور رعایا پر شکر واجب ہے[2] اور جب ظلم کرے تو اس پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے۔[3]

(۳۵۴۷)[1] سایہ سے مراد رحم و کرم ہے کہ جیسے درخت کے سایہ میں دھوپ سے پناہ لی جاتی ہے ایسے ہی لوگوں کی شر سے سلطان کی پناہ لی جاتی ہے دنیا میں سلطان پناہ ہے آخرت میں عرش اعظم کا سایہ پناہ ہوگا۔[2] کیونکہ رحم دل منصف حاکم اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے اور ظاہر ہے کہ شکریہ بقدر نعمت چاہئے' شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔[3] یعنی ظالم سلطان سایۂ شیطان ہے مگر بہ ارادۂ رحمان ایسے ظالم بادشاہ کی بغاوت کرنے کی بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کرو کیونکہ بغاوت سے بڑا فساد ہوتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰہِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ عَادِلٌ رَفِیْقٌ وَّاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔

(۳۵۴۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں میں افضل بندہ اللہ کے نزدیک درجہ میں قیامت کے دن انصاف والا نرم دل بادشاہ ہے۔[1] اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ والا ظالم سخت دل بادشاہ ہے۔[2]

(۳۵۴۸)[1] رفیق یا تو' ف سے ہے یا' ق سے' رفیق کے معنے ہیں نرمی و ہمراہی یعنی اہل قرابت اجنبی شریف' ضعیف سب کے ساتھ رہے یا رقیق القلب ہو دل میں اس کے سختی نہ ہو' ایسے بادشاہ کے زیر سایہ رعایا آرام سے رہے گی اور ملک میں امن و امان رہے گا' اس وجہ سے یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوگا'[2] خرق خ کے فتحہ اور ر کے کسرہ سے صفت مشبہ ہے خرق سے۔ خرق رفق کا مقابل ہے بمعنی سخت دل ظالم' اسی لئے خرق پھٹنے کو بھی کہتے ہیں' چونکہ سخت دلی کا نتیجہ ظلم ہے اس لئے اسے جور کے ساتھ جمع فرمایا یعنی قیامت کے دن بدترین آدمی ظالم اور سخت دل بادشاہ ہے کہ اس سے اللہ کے بندوں کو دکھ پہنچتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَظَرَ اِلٰی اَخِیْہِ نَظْرَۃً یُخِیْفُہٗ اَخَافَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَۃَ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ فِیْ حَدِیْثِ یَحْیٰی ھٰذَا مُنْقَطِعٌ وَّرِوَایَۃُ ضَعِیْفٌ۔

(۳۵۴۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف[1] ڈرانے کے لئے گھورے' اسے اللہ تعالٰی قیامت کے دن ڈرائے گا[2] یہ چاروں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں' اور یحیٰی کی حدیث کے متعلق فرمایا کہ یہ منقطع ہے۔[3] اور اس کی روایت ضعیف ہے۔[4]

(۳۵۴۹)[1] بھائی سے مراد مسلمان بھائی ہے یعنی جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصور تیز نظر سے گھور کر ڈرائے' ورنہ قصور مند کو گھورنا ڈرانا ضروری ہے۔[2] یہ حدیث اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کو بلا قصور گھور کر ڈرانا اتنے بڑے وبال کا ذریعہ ہے تو جو ظالم حاکم

لوگوں کو ستائے وہ کتنا بڑا مجرم ہوگا اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو رحمت کی نظر سے دیکھنا ثواب ہے کہ اللہ تعالٰی اسے عنایت کی نظر سے دیکھے گا یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان حکومت و سلطنت پا کر فرعون نہ بن جائے اپنی مسلمان رعایا کو اپنا دینی بھائی سمجھے اور کافر رعایا کو اپنے دامن کرم میں چھپائے۔ ۳؎ یہاں منقطع سے مراد مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں ہے۔صحابی ابوبکرہ ہیں مگر صرف ارسال مضر نہیں کیونکہ مرسل حدیث جمہور کے نزدیک مقبول ہے(مرقات) ۴؎ مرقات میں یہاں فرمایا کہ روایات یحیٰی موضوع ہیں۔خیال رہے کہ روایت مونث ہے مگر چونکہ فعیل صفت مشبہ میں مذکر و مونث یکساں ہیں اس لئے ضعیفہ کہنا ضروری نہیں ضعیف بھی جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ وَمَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِىْ يَدِىْ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِىْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّأْفَةِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِىْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ بِالنَّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تُشْغِلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَى الْمُلُوْكِ وَلٰكِنْ اَشْغِلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَیْ اَكْفِيَكُمْ مُلُوْكَكُمْ . (رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ فِى الْحِلْيَةِ)

(۳۵۵۰) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں ۱؎ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں اور بیشک بندے جب میری فرمانبرداری کریں گے تو میں ان کے بادشاہوں کے دل ان پر رحمت و الفت سے بھر دوں گا ۲؎ اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو ان کے دل ناراضی و سزا کے ساتھ پھیر دوں گا ۳؎ کہ وہ انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔ ۴؎ تو تم اپنے کو بادشاہوں پر بددعا کرنے میں مشغول نہ کرو۔ ۵؎ لیکن اپنے کو ذکر کرو عاجزی میں مشغول کرو تا کہ میں تمہیں بادشاہوں سے کفایت کروں ۶؎ (ابونعیم حلیہ میں)

(۳۵۵۰) ۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ مالک کے بعد ملک فرمانے میں اعلٰی کی طرف ترقی ہے کیونکہ مالک سے ملک یعنی بادشاہ قوی ہے کہ بادشاہ کی حکومت ہوتی ہے مالک کی حکومت نہیں نیز مالک ہر چیز کا ہوتا ہے مگر بادشاہ انسانوں کا مگر حق یہ ہے کہ یہاں اعلٰی سے نزول ہے بادشاہ سے مالک کا قبضہ زیادہ ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱؍۳) روز جزا کا مالک (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ (۳؍۲۶) یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک (کنزالایمان) مطلب یہ ہے کہ میں بادشاہوں کے ظاہر و باطن کا بادشاہ اور مالک ہوں وہ سب مجبور و محکوم ہیں ان کے دل و زبان و قلم سب میرے قبضہ میں ہیں۔ ۲؎ یعنی اگر عام لوگ اور اکثر رعایا میری مطیع ہو جائے تو میں بادشاہوں کے دل میں رحمت و الفت پیدا کر دوں گا خیال رہے کہ رأفت رحمت سے قوی ہوتی ہے مہربانی کو رحمت کہتے ہیں اور بہت ہی زیادہ مہربانی کو رأفت رب تعالٰی فرماتا ہے: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹؍۱۲۸) مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (کنزالایمان) ۳؎ یہاں بھی سخط سے لقمۃ سخت تر ہے نقمت سے انتقام ہے بمعنی بدلہ لینا معلوم ہوا کہ بادشاہوں کی سختی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ۴؎ یہ قاعدہ اکثریہ ہے اکثر ہمارے بداعمال کی سزا حاکم کا ظلم ہوتا ہے جب اکثریت بدعمل ہو جائے تو سلطان و حکام ظالم ہوتے ہیں پھر ان کے ظلم کا شکار نیک لوگ بھی ہو جاتے ہیں کبھی رب تعالٰی کی طرف سے آزمائش کے طور پر بھی حاکم ظالم مسلط ہو جاتے ہیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب خلیل اللہ کو نمرود سے اور موسٰی علیہ السلام کو فرعون سے اور حضرت حسین کو یزید سے تکالیف کیوں پہنچیں؟ وہ حضرات تو بہت نیک تھے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (۴۲؍۳۰) اور تمہیں جو

مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جوتمہارے ہاتھوں نے کمایا (کنزالایمان) ۵؎ یعنی ظالم بادشاہوں کی معزولی یا موت کی دعائیں نہ کرو ممکن ہے اس ظالم کے بعد کوئی اور بڑا ظالم تم پر مسلط ہو جائے وجہ ظلم کو دور کرو یعنی گناہوں سے توبہ کرو۔ ۶؎ یعنی تم میری اطاعت کرنے لگو حکام تم پر نرم ہو جائیں گے۔ شعر:

سائیں تیری روٹھ سے میرا آور کرے نہ کوئے ‏ ‏ ‏ دُرد ُرکریں سہیلیاں میں مڑمڑ دیکھوں توئے

سائیں انکھیاں پھیریاں میرا ویری ملک تمام ‏ ‏ ‏ ذرا سی جھانکی مہر کی تو لاکھوں کریں سلام

بَابُ مَا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّيْسِيْرِ

باب اس کا بیان کہ والیوں پر آسانی کرنا واجب ہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ولاۃ جمع ہے والی کی جیسے رامی کی جمع رماۃ یا قاضی کی جمع قضاۃ یا ناحی کی جمع نحاۃ' یہاں والی سے مراد بادشاہ اور حکام سب ہی ہیں' آسانی سے مراد قوانین نرم بنانا' فیصلے درست کرنا ہیں (مرقات واشعہ)

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِیْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۵۱) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو اپنے بعض کاموں کے لئے بھیجتے تھے ۱؎ تو فرماتے تھے کہ خوشخبریاں دو متنفر نہ کرو ۲؎ اور آسانی کرو سختی وتنگی نہ کرو ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۵۱) ۱؎ یعنی کسی کو کہیں کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہتے تو اسے حسب ذیل ہدایات فرماتے تھے روایات میں آیا ہے کہ اس حاکم کو کچھ دور تک پہنچانے بہ نفس نفیس خود تشریف لے جاتے تھے اس طرح کہ وہ جانے والے حاکم سوار ہوتے تھے اور سرکار انور پیدل جہاں تک پہنچاتے تھے اس جگہ اب مدینہ پاک میں مسجد بنی ہوئی ہے جو سلع پہاڑ کے راستہ میں ہے اسے اب مسجد وداع کہتے ہیں فقیر نے وہاں نوافل ادا کئے ہیں۔ ۲؎ یعنی لوگوں کو گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے پر حق تعالٰی کی بخشش ورحمت کی خوشخبریاں دو ان کو گناہوں کی پکڑ پر اس طرح نہ ڈراؤ کہ انہیں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو کر اسلام سے نفرت ہو جائے بہرحال انذار اور ڈرانا کچھ اور ہے اور مایوس کر کے متنفر کر دینا کچھ اور لہذا یہ حدیث ان آیات واحادیث کے خلاف نہیں جن میں اللہ کی پکڑ سے ڈرانے کا حکم ہے جیسے وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (۹،۱۲۲) اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں (کنزالایمان) وغیرہ کہ یہاں مایوس کر دینے' نفرت پھیلا دینے کی ممانعت ہے اور وہاں ڈرا کر رب کے دروازے پر لے آنے کا حکم ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ آسانی کے ساتھ انہیں نماز وزکوۃ وغیرہ احکام شرعیہ کا پابند بناؤ' زکوۃ' عشر' خراج وغیرہ آسانی سے وصول کرو بقدر حق وصول کرو' سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے' خیال رہے کہ اس مقدس زمانہ میں حکام کے ذمہ تھا کہ لوگوں کو پابند صوم وصلوٰۃ' غازی وغیرہ بنائیں ان کی اصلاح کریں آج کی طرح

حکام صرف جرمانے کرنے کے لئے سختیاں کرنے کے لئے نہ ہوتے تھے وہ حکومت محمدیہ اسلامیہ ہوتی تھی نفسانی یا شیطانی نہ ہوتی تھی اللہ تعالٰی کبھی ہم کو بھی اسلام کا راج دکھائے، مسلمانوں کا راج تو دیکھ لیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۵۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانیاں کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو بھڑکاؤ نہیں[1] (مسلم بخاری)

(۳۵۵۲)[1] یعنی میٹھی و نرم باتیں سنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود سچے پکے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے بھڑک جائیں، مقولہ ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہو جاتا ہے، بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علی دین ملوکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں، مولویوں کے ہزار وعظ ایک طرف اور سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف، حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَامُوْسٰى وَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۵۳) روایت ہے حضرت ابو بردہ سے[1] فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا ابو موسیٰ کو[2] اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم دونوں آسانی کرنا تنگی نہ کرنا اور خوشخبری دینا نفرت نہ پھیلانا[3] ایک دوسرے کی اطاعت کرنا آپس میں جھگڑنا مت[4] (مسلم بخاری)

(۳۵۵۳)[1] مصنف سے یہاں دھوکا ہو گیا ابن ابی بردہ کی بجائے ابو بردہ فرما دیا جیسا کہ ابھی معلوم ہو گا ان کا نام عبداللہ ابن ابو بردہ ابن ابوموسیٰ اشعری ہے۔(مرقات)[2] صاحب مشکوٰۃ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ ابو بردہ کے دادا ہیں حالانکہ وہ ابو بردہ کے والد ہیں لہذا راوی عبداللہ ابن ابو بردہ ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت مسلم ابن ابراہیم ہے خیال رہے کہ ابو بردہ کے بیٹے عبداللہ اور یوسف، سعید اور بلال ہیں کل چار، بلال ابن ابو بردہ بصرہ کے حاکم رہے ان سے روایات بہت کم ہیں ابو بردہ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے عبداللہ ابن قیس کی کنیت ابوموسیٰ ہے، قاضی شریح کے بعد عامر یعنی ابو بردہ کوفہ کے حاکم رہے جن کو حجاج نے معزول کر دیا، اور ابوموسیٰ اشعری مکہ معظمہ میں ایمان لائے۔ پھر حبشہ کی طرف پھر مدینہ منورہ ہجرت کی، حضرت عمر نے ۲۰ھ میں بصرہ کا حاکم مقرر کیا، آپ نے اھواز فتح کیا، حضرت عثمان نے منتقل کر کے کوفہ کا حاکم کر دیا آپ قتل عثمانی تک کوفہ رہے پھر مکہ معظمہ چلے آئے حضرت علی کے پنچ بننے کے بعد مکہ معظمہ میں رہے۔ ۵۲ھ میں وفات پائی (مرقات وغیرہ) چونکہ ابو بردہ کے سارے بیٹے ثقہ ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک کی روایت مقبول ہے، جہالت نام مضر نہیں۔[3] ظاہر یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کو سامنے بٹھا کر یہ نصیحت فرمائی یا تو ان دونوں کو ایک جگہ کا حاکم مقرر کیا علیحدہ علیحدہ محکموں کا یا مختلف علاقوں کا حاکم مقرر کیا یمن پورے صوبہ کا نام ہے۔[4] کیونکہ تم دونوں کا آپس میں جھگڑا رعایا کے جھگڑے و اختلاف کا سبب ہو گا، خیال رہے کہ یہاں اختلاف سے مراد جھگڑا و فساد ہے نہ کہ اجتہادی اختلاف، وہ تو صحابہ میں ہوا اور وہ اختلاف رحمت ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف امتی رحمة۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ هٰذَا غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۵۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدعہد کے لئے قیامت کے دن جھنڈا گاڑھا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بدعہدی ہے[1] (مسلم بخاری)

(۳۵۵۴)۱؎ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے واقعی بدعہد کے چوتڑوں پر جھنڈا لگا ہوگا یا جہاں بدعہد لوگ کھڑے کیئے جائیں گے، وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو' خیال رہے کہ امت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کئے جائیں گے اعلانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں' لہٰذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۵۵) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر بدعہد کے لئے جھنڈا ہوگا قیامت کے دن جس سے وہ پہچانا جائے گا۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۵۵)۱؎ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں کے جرم نشانات سے معلوم ہوں گے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی پھر سزائیں بعد کو ہوں گی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَاوَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۵۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر بدعہد غدار کا جھنڈا اس کے چوتڑوں کے پاس ہوگا۱؎ قیامت کے دن اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہر غدار کا جھنڈا قیامت کے دن اس کی غداری کے مطابق اونچا کیا جائے گا۲؎ ہوشیار رہو کہ عوام کے سلطان کی غداری سے بڑھ کر کوئی غدار (بدعہد) نہیں۳؎ (مسلم)

(۳۵۵۶)۱؎ لواء بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایۃ ہر جھنڈے کو' ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چمٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پھرے گا' چوتڑوں کا ذکر اہانت کے لئے ہے است کا ترجمہ ہے دبر' عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے۔۲؎ یعنی دنیا میں بدعہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کمیت و درازی' معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی۔۳؎ اس فرمان عالی کے تین معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر ان کا امیر عام بن جائے جیسے متغلب و باغی' دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نااہلوں کو عہدے سونپے' انہیں آگے بڑھائے انہیں اہل استحقاق پر مسلط کردے' تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص کہ جو امیر عام یعنی بادشاہ اسلام سے بدعہدی کرے اس سے کئے ہوئے وعدے پورے نہ کرے' چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بدعہدی کا اثر دین' ملک' قوم پر پڑتا ہے ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لئے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اوّل درجے کے بدعہد قرار دیئے گئے' ہمارا ترجمہ اس معنے کا حامل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عُمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ

(۳۵۵۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن مرۃ سے۱؎ کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے فرمایا۲؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے اللہ مسلمین کی کسی چیز کا والی و حاکم بنائے پھر وہ مسلمان کی حاجت و

حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمِ احْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعٰوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رَوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَحْمَدَ اَغْلَقَ اللّٰهُ لَهٗ اَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ.

ضرورت ومحتاجی کے سامنے حجاب کر دے۳؎ تو اللہ اس کی حاجت و ضرورت ومحتاجی کے سامنے آڑ فرمادے گا۴؎ چنانچہ حضرت معاویہ نے لوگوں کی حاجت پر ایک آدمی مقرر فرمادیا۵؎ (ابوداؤد ترمذی) احمد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس کی ضرورت وحاجت ومحتاجی کے سامنے آسمان کے دروازے بند فرمادے گا۔۶؎

(۳۵۵۷)۱؎ مرہ میم کے پیش ر کے شد وفتحہ سے ہے، عمرو ابن مرہ کی کنیت ابومریم ہے آپ جہنی ہیں یا ازدی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں شامل رہے، شام میں قیام رکھا، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔۲؎ جبکہ امیر معاویہ سلطان بن چکے تھے تاکہ وہ اس حدیث پر عمل کریں۳؎ اس طرح کہ نہ مظلوموں حاجت مندوں کو اپنے تک پہنچنے دے، اپنے دروازے پر سخت پہرہ بٹھادے، نہ ان کی ضروریات کی پرواکرے، ان سے غافل رہے، ان کی حاجت روائی کا کوئی انتظام نہ کرے، اپنی حکومت سنبھالنے اپنے عیش وآرام میں منہمک رہے۔۴؎ یعنی اس سے اللہ تعالٰی اپنے ان مجبور بندوں کا بدلہ لے گا کہ اس کی حاجتیں ضرورتیں پوری نہ فرمائے گا اس کی دعائیں قبول نہ کرے گا اس سزا کا ظہور کچھ دنیا میں بھی ہوگا اور پورا پورا ظہور آخرت میں ہوگا، خیال رہے کہ حاجت، خلت اور فقر تینوں قریبًا ہم معنے ہیں مبالغہ اور تاکید کے لئے ارشاد ہوئے، بعض شارحین نے فرمایا کہ حاجت معمولی ضرورت ہے جو انسان کو متفکر تو کر دے مگر پریشان نہ کرے، خلت وہ ضرورت ہے جس سے انسان کے کام میں خلل واقع ہو جائے مگر حد بیقراری اضطرار تک نہ پہنچے، فقر وہ ضرورت ہے جو انسان کے فقرے یعنی کمر کو توڑ دے حالت اضطرار تک پہنچ جائے جس سے زندگی دوبھر ہو جائے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے اللہ کی پناہ مانگی ہے، فقیر ومسکین کا فرق اور اس میں احناف وشوافع کا اختلاف کتب فقہ میں دیکھئے۔ خیال رہے کہ جیسے عادل بادشاہ قیامت میں نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالٰی سے قریب ہوں گے، ایسے غافل اور ظالم بادشاہ ذلت کے گڑھے میں اور رب تعالٰی سے حجاب میں ہوں گے۔۵؎ یعنی امیر معاویہ نے یہ فرمان عالی سن کر ایک محکمہ بنایا، جس کے ماتحت ہر بستی میں ایک وہ آفس رکھا گیا جو لوگوں کی معمولی ضرورتیں خود پوری کرے اور بڑی ضرورتیں امیر معاویہ تک پہنچائے پھر ہمیشہ اس افسر سے باز پرس کی کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی تو نہیں کرتا۔۶؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا، چونکہ آسمان میں لوگوں کے رزق بھی ہیں ان کی ضروریات بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (۵۱،۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (کنزالایمان) اس لئے آسمان کے دروازے بند ہونے کا ذکر فرمایا گیا بہر حال مطلب ایک ہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِي الشَّمَّاخِ الْاَزْدِيِّ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰى مُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ

(۳۵۵۸) روایت ہے حضرت ابوشماخ ازدی سے وہ اپنے چچازاد سے راوی۱؎ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں کہ وہ جناب معاویہ کے پاس گئے۲؎ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو لوگوں کی کسی چیز کا والی بنایا گیا۔۳؎ پھر اس

شَيْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْذِى الْحَاجَةِ اَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ وَفَقْرِهٖ اَفْقَرَمَا يَكُوْنُ عَلَيْهِ ۔

نے مسلمانوں یا مظلوموں یا حاجت مندوں پر اپنا دروازہ بند کرلیا۴ تو اللہ اس کی محتاجی اس کی فقیری کے وقت اس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کرلے گا۵ جبکہ اسے ان سے سخت محتاجی ہوگی۶

(۳۵۵۸)۱ظاہر یہ ہے کہ ابوشماخ تابعی ہیں اوران کے چچازاد بھائی صحابی'ان کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر کوئی حرج نہیں تمام صحابہ عادل ثقہ ہیں۔۲ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دوران سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لئے اور یہ حدیث تذکرۃً سنادی یا یہ حدیث ہی سنانے کے لئے پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔۳کہ بادشاہ بنادیا گیا یا حاکم ولی ماضی مجہول ہے لام کے شد سے یا فقط کسرہ سے یعنی باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے۴مظلوم اورذی الحاجت کے عموم میں ذمی اور مستامن کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ و حکام پر تمام رعایا کی دادرسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر۔۵دنیا و آخرت میں' اگرلوگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالٰی کا حاجت مند ہے۔۶ یعنی جب ایسے بادشاہ کولوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوئی تو اللہ اس پر رحمت کے دروازے بند کرلے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے' اس حدیث کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا بَعَثَ عُمَّالَهٗ شَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَاتَاْكُلُوْا نَقِيًّا وَلَا تَلْبَسُوْا رَقِيْقًا وَلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوْبَةُ ثُمَّ يُشَيِّعُهُمْ

(۳۵۵۹) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ آپ جب اپنے حکام کو بھیجتے تھے۱ تو ان پر شرط لگاتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا۲ اور میدہ نہ کھانا اور باریک لباس نہ پہننا۳ اور اپنے دروازے لوگوں کی ضرورتوں سے بند نہ کرنا۴ اگر تم نے ان میں سے کچھ کیا تو تم پر سزا واقع ہوگی۵ پھر انہیں پہنچانے جاتے تھے۶

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۳۵۵۹)۱عمال ع کے پیش میم کے شد سے جمع عامل کے بمعنی حاکم اور حکومت کا کارکن' رب تعالٰی فرماتا ہے: وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (۹'۶۰) اور جو اسے تحصیل کرکے لائیں (کنزالایمان) برذون ب کے کسرہ ر کے سکون اور ذال کے فتحہ سے بمعنی ترکی گھوڑا جوعربی گھوڑے سے گھٹیا ہوتا ہے' اس کی مونث برذونہ ہے جمع براذین یعنی اے حاکمو: تم اپنے مقام حکومت میں عربی گھوڑا تو کیا ترکی گھوڑے کی سواری کے عادی نہ ہوجانا' ضرورۃً سوار ہونے کی ممانعت نہیں تھی بلکہ اظہار شان کے لئے گھوڑا پالنا اور فخریہ گھوڑے پر سوار ہوکر نکلنے کی ممانعت تھی اور اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں تھیں۔۳کیونکہ ان چیزوں سے طبیعت عیش پسند ہوجاتی ہے اور عیش پسند حاکم صحیح طور پر حکومت نہیں کرسکتا اور رعایا کے دکھ درد سے خبردار نہیں رہ سکتا' نیز جب حاکم زیادہ خرچ کرنے کا عادی ہوگا تو وہ خرچ پورا کرنے کے لئے رشوت ستانی حرام خوری کرے گا کیونکہ اس کی تنخواہ ان خرچوں کی متحمل نہیں ہوسکے گی' سادے بنو اور رعایا کو سادہ بناؤ تاکہ زندگی و موت اچھی ہو' کہاں گئے وہ خلفاء اور کہاں گئے وہ حکام۴ یعنی اپنے کو رعایا سے ایسے چھپا کر نہ رکھنا کہ لوگ تم تک پہنچ کر فریاد نہ کرسکیں بلکہ تمہارے دروازے مظلوموں کے لئے کھلے رہیں۔۵یعنی تم کو معزول بھی کردیں گے اور سزا بھی دیں گے یا رب تعالٰی تم کو دنیا و آخرت میں سزا دے گا' کس چیز کی سزا' عیش و عشرت میں غافل ہوکر رعایا کی پرواہ نہ کرنا' رشوت خوری کرنا کیونکہ مذکورہ عیش کے یہ نتیجے ہیں لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ گھوڑے کی سواری تو سنت ہے اور میدہ کھانا' باریک کپڑا پہننا جائز ہے اور سنت و جائز کام پر سزا کیسی؟ خیال رہے کہ عیش

پسند حکام حکومت سے بھاری تنخواہ کا بھی مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ان کے یہ دھڑلے کے خرچ پورے ہوسکیں پھر حکومتیں ان کی بھاری تنخواہیں ادا کرنے کے لئے رعایا پر طرح طرح کے ٹیکس لگاتی ہیں اور غریبوں کا خون چوس کر عیش پسند حکام و ملازمین کے شوق پورے کئے جاتے ہیں جس سے ملک میں بغاوتیں فساد برپا ہوجاتے ہیں' اسلام نے سادگی سکھائی نہ تم خرچ اپنے بڑھاؤ' نہ یہ مصیبتیں اٹھاؤ' رب تعالٰی نے فرمایا: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷،۳۱) کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو (کنزالایمان) اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۱۷،۲۷) بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (کنزالایمان) قربان جایئے اس تعلیم کے' لہٰذا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے۔ ۶ وہاں تک پہنچانے جاتے جہاں تک آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام کو پہنچانے تشریف لے جاتے تھے صورت بھی وہی ہوتی تھی کہ وہ حاکم سوار ہوتے تھے اور امیر المومنین پیدل' رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

بَابُ الْعَمَلِ فِي الْقَضَاءِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ
باب فیصلوں میں عمل کرنا اور اس سے ڈرنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

یعنی حاکم و قاضی کس چیز سے فیصلے دے کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع امت و قیاس مجتہد اور قضاء قبول کرنے سے ڈرے کہ یہ کانٹوں کا بستر ہے' یوں ہی سخت سردی اور سخت گرمی میں فیصلہ نہ کرے (مرقات)

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۶۰) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی حاکم دو شخصوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے[۱] (مسلم بخاری)

(۳۵۶۰)[۱] کیونکہ غصہ کی حالت میں عقل پر نفس غالب ہوتا ہے جس سے حاکم مقدمہ میں اچھی طرح غور وفکر نہیں کرسکتا' یوں ہی بھوک پیاس' دماغی پریشانی' خاص بیماری میں بھی فیصلہ نہ کرے (مرقات واشعہ)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۶۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر اور ابو ہریرہ سے دونوں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حاکم فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور درست فیصلہ کرے[۱] تو اس کو دو ثواب ہیں۔[۲] اور جب فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور غلطی کرے تو اس کے لئے ایک ثواب ہے[۳] (مسلم بخاری)[۴]

(۳۵۶۱)[۱] کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہوجائے' یہ بھی رب تعالٰی کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہوجائے۔[۲] ایک ثواب اجتہاد کی کوشش کرنے کا دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کوشش بھی عمل ہے' قاضی عالم بلکہ

درجہ اجتہاد والا چاہئے' اگر خود عالم وفقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور متبع ہو۔ ۳؎ یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی برحق ہیں کہ اگر چہ ان میں سے درست وصحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن ائمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے' نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں' حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں۔ ایک واقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (۲۱:۷۹) اور ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا (کنزالایمان) وہ حدیث کریمہ اس آیت کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لئے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی' اس کی تحقیق کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے' اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اسے سمت قبلہ کا پتا نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے' اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی تو اگر چہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہوگئیں اور اس کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا' اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔ ۴؎ یہ حدیث احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی' احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۵۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا ۱؎ تو وہ بغیر چھری ذبح کردیا گیا ۲؎ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۵۶۲) ۱؎ اس طرح کہ اس نے کوشش و جانفشانی کرکے سلطان سے منصب قضا حاصل کیا' بڑی تنخواہ' عزت و رشوت وغیرہ حاصل کرنے کے لئے یہ شرح خیال میں رہے' ۲؎ چھری سے ذبح کردینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے' بغیر چھری مارنے میں جیسے گلا گھونٹ کر' ڈبو کر' جلا کر' کھانا پانی بند کرکے' ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے' ایسا قاضی بدن میں موٹا ہو جاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کرلیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی بہت دراز' کیونکہ ایسا قاضی' ظلم' رشوت' حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے اللہ رسول ناراض ہوتے ہیں' فرعون' حجاج' یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں' اس حدیث کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں مرجانا قبول فرمالیا مگر قضا قبول نہ فرمائی رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَاَلَ وُكِّلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُّسَدِّدُهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۵۶۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حاکم بننا تلاش کرے اور مانگے ۱؎ وہ اپنے نفس کو سونپ دیا جائے گا ۲؎ اور جو اس پر مجبور کیا جائے تو اللہ اس پر فرشتہ اتارے گا جو اسے درست رکھے گا ۳؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۵۶۳) ۱؎ اس طرح کہ عملاً قاضی بننے کی کوشش کرے، زبان سے طلب کرے درخواستیں دے قضا سے مراد مطلقاً حکومت ہے سلطنت ہو یا دوسری حکومت (مرقات) مانگنے سے مراد ہے نفسانی خواہش کے لئے مانگنا جیسا کہ بارہا عرض کیا جاچکا لہٰذا یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر سے فرمانا: قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (۱۲،۵۵) یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے۔ (کنزالایمان) اس حکم سے خارج ہے۔ ۲؎ یعنی ایسے طالب جاہ حاکم کی مدد اللہ تعالیٰ نہیں کرے گا اسے اس کے نفس کے حوالہ کردے گا اور ظاہر ہے کہ ہمارا نفس ہمارا بڑا دشمن ہے جو لاحول سے بھی نہیں بھاگتا رمضان میں قید نہیں ہوتا ۳؎ یعنی ایسے بے نفس قاضی کی بذریعہ فرشتہ مدد ہوتی رہے گی جس سے وہ ظلم وغیرہ سے محفوظ رہے گا، طبرانی نے بروایت ام سلمہ مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو قضا میں مبتلا ہوا سے چاہئے مقدمہ کے دوران فریقین میں برابری کرے جگہ دینے میں بات کرنے میں دیکھنے میں اشارہ کرنے میں، اسی طرح بیہقی نے حضرت ام سلمہ سے مرفوعاً روایت کی۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَّاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۵۶۴) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی تین طرح کے ہیں ایک جنت میں اور وہ دوزخ میں تو جو جنت میں ہے۔ وہ تو وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے پھر اس کا فیصلہ دے ۱؎ اور جو شخص حق کو جان لے مگر فیصلہ میں ظلم کرے تو وہ دوزخ میں ہے ۲؎ اور وہ شخص جو جہالت پر لوگوں کے فیصلے کرے تو وہ بھی دوزخ میں ہے ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۵۶۴) ۱؎ جنتی قاضی وہ ہے جس میں تین صفات ہوں، شرعی قواعد وقوانین سے پوری طرح عالم ہو قضا کے احکام سے خوب واقف ہو، تحقیقات کے بعد فیصلہ کرے فیصلہ میں جلدی نہ کرے، حق فیصلہ کرے اس کو جو حق نظر آئے بعد تحقیق، اس کی ڈگری کرے ۲؎ چونکہ یہ حاکم ظالم ہے اس لئے یہ بدترین دوزخی ہے اسی وجہ سے اس کا ذکر پہلے فرمایا گیا اس کا درجہ دوزخ میں بدتر ہوگا وہاں ٹھہرنا زیادہ ۳؎ یا تو قضاء کے شرعی قوانین سے واقف نہ ہو جاہل ہو قاضی بن جائے یا مقدمہ کی نوعیت، حق وناحق کی تحقیق سے بے خبر ہو اور فیصلہ کردے، خیال رہے کہ فیصلہ اور فتویٰ میں فرق ہے، فیصلہ میں فریقین کا دعویٰ اور جواب دعویٰ سننا پھر گواہی وغیرہ لینا پھر قرائن وعلامات میں غور کرنا ضروری ہے مفتی کا یہ کام نہیں فتویٰ میں صورت مسئولہ کا جواب ہوتا ہے، دیکھو دوفرشتے شکل انسانی میں داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آئے ایک نے کہا اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں میرے پاس ایک مگر یہ میری ایک بھی لینا چاہتا ہے، آپ نے دوسرے کا جواب دعویٰ سنے بغیر فتویٰ دے دیا، ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے خرچہ پورا نہیں دیتے کیا میں ان کی جیب سے بقدر ضرورت نکال لیا کروں؟ فرمایا ہاں ابوسفیان کو نہ بلایا نہ ان سے جواب دعویٰ لیا، یہ ہے فتویٰ فیصلہ اور فتویٰ کا فرق خیال میں رکھئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهٗ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهٗ جَوْرَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهٗ عَدْلَهٗ فَلَهُ النَّارُ .

(۳۵۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمانوں کا قاضی بننا طلب کرے حتیٰ کہ اسے پالے ۱؎ پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب ہو تو اس کے لئے جنت ہے ۲؎ اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب ہو اس کے

(۳۵۶۵)۱؎ اس حدیث نے ان تمام حدیثوں کی شرح کردی جن میں قضا کی برائیاں ارشاد ہوئیں یعنی خود کوشش کرکے قاضی و حاکم بننے والا۲؎ عدل کے ظلم پر غالب آنے کے معنے یہ ہیں کہ حاکم کا انصاف اس کے ظلم پر اس طرح غالب آجائے اور اس کی طبیعت پر ایسا چھا جائے کہ اسے ظلم نہ کرنے دے، یہ مطلب نہیں کہ وہ عدل بھی کرتا ہو اور ظلم بھی مگر عدل زیادہ کرتا ہو اور ظلم کم' کیونکہ ایک ظلم بھی ظالم کا بیڑا غرق کرنے کے لئے کافی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں (لمعات واشعۃ اللمعات) یہ توفیق اس حاکم کو ملتی ہے جو حکومت سے متنفر ہو رب کی طرف سے اسے حاکم بنانا پڑ جائے۔۳؎ ظلم کے عدل پر غالب ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم اس کی عادت بن جائے وہ کبھی انصاف کرے ہی نہیں' دوسرے یہ کہ ظلم زیادہ کرے انصاف کم' یہ دونوں حاکم دوزخی ہیں' خیال رہے کہ ایک ظلم بھی کیفیت کے لحاظ سے ہزار انصاف پر غالب ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے کم ہے' ایک قطرہ پیشاب سارے کنویں کو ناپاک کردیتا ہے' یہاں غلبہ ظلم سے مراد کیفیت کا غلبہ ہے لہذا یہ خبر بھی واضح ہے شارحین نے اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی ہیں مگر یہ توجیہ قوی ہے' بعض نے کہا کہ عدل سے مراد اجتہاد کی صحت ہے اور ظلم سے مراد اجتہاد کی غلطی ہے جس حاکم کا اجتہاد واستنباط زیادہ تر کتاب وسنت کے خلاف ہوتا ہو بہت کم درست ہوتا ہو وہ حاکم نہ بنے گا اگر بنے گا اور اپنے غلط اجتہاد سے فیصلے کرے گا دوزخی ہوگا' مرقات نے اسے ترجیح دی ہے اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہو رہی ہے کہ جو حاکم جاہل ہو کر فیصلے کرے وہ دوزخی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِىْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَآءٌ قَالَ اَقْضِىْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ اَجْتَهِدُ رَاْيِىْ وَلَا اٰلُوْا قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِىُّ)

(۳۵۶۶) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا۱؎ تو فرمایا جب تمہیں کوئی فیصلہ درپیش ہوا تو کس طرح فیصلے کرو گے۲؎ عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۳؎ فرمایا اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ پاؤ عرض کیا اپنی رائے سے قیاس کروں گا۴؎ اور کوتاہی نہ کروں گا۵؎ فرماتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا شکر ہے اس کا جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔۶؎ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

(۳۵۶۶)۱؎ وہاں کا حاکم و قاضی بنا کر بھیجا تو بطور امتحان یہ سوال فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم و قاضی بنانے کا حق سلطان کو ہے یہ بھی معلوم ہوا حکومت و قضا سونپنے سے پہلے اس کا امتحان لینا سنت ہے آج بھی قانون پاس کرنے امتحان دینے کے بعد حاکم بنایا جاتا ہے' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۲؎ سبحان اللہ کیا مبارک سوال ہے یہ نہ فرمایا کہ اگر کتاب وسنت میں نہ ہو کیونکہ قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے ہم کو ملے یا نہ ملے' نہ ہونا اور ہے نہ پانا کچھ اور سمندر میں موتی ہیں ہر کسی کو نہیں ملتے۳؎ فیصلہ کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً قرآن کریم سے مسئلہ نکالا جائے مگر حدیث شریف کی روشنی میں اگر حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہوتی ہے تو تاویل کرکے ان دونوں میں موافقت کی جائے' ناممکن ہو تو اگر حدیث متواتر ہو اور نزول آیت کے بعد کی ہو تو آیت کو منسوخ مان کر حدیث پر عمل کیا جائے جیسے تعظیمی سجدے کی

اباحت قرآن سے ثابت ہے مگر حرمت حدیث سے ثابت، تو حدیث پر عمل ہے اور تعظیمی سجدہ حرام ہے، اگر یہ شرائط نہ ہوں تو حدیث چھوڑ دی جائے گی قرآن پر عمل ہوگا جیسے قرآن سے ثابت ہے کہ بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے خود نکاح کر سکتی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (۲،۲۳۲) تو اے عورتوں کے والیو! انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں۔ (کنزالایمان) مگر حدیث سے ثابت ہے کہ بغیر ولی نکاح نہیں کرسکتی ایما امراۃ نکحت نفسها نکاحها باطل باطل باطل احناف نے قرآن پر عمل فرما کر عورت کو اپنے نفس کا مختار مانا، اس کی مکمل بحث جاء الحق میں دیکھئے۔ ۴؎ یعنی اگر مجھے حدیث میں بھی نہ ملے اور حضور سے پوچھنے کا موقع بھی نہ ملے تو خود اپنے اجتہاد سے فیصلہ کروں گا اجماع امت کا ذکر اس لئے نہ فرمایا کہ زمانہ نبوی میں اجماع ناممکن ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسئلہ حضور سے پوچھا جاسکتا ہے قیاس کے لئے نص نہ ملنا کافی ہے مگر اجماع کے لئے نص نہ مل سکنا ضروری ہے۔ ۵؎ یعنی قیاس کرتے وقت نص سے استخراج میں کوتاہی نہ کروں گا، قیاس شرعی کے معنے ہیں علت مشترکہ کی وجہ سے منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرنا ہم سے کسی نے پوچھا کہ باجرے، جوار، چاول میں سود کیسا ہے ہم نے کہا کہ گندم وجو میں سود کی ممانعت حدیث پاک میں ہے اور چاول وغیرہ بھی گندم کی طرح وزن وجنس میں ایک ہیں لہٰذا ان میں بھی سود حرام، یہ ہے قیاس، صرف رائے مراد نہیں، اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل بحث قیاس میں مطالعہ فرمائیے۔ ۶؎ حضور انور کا آپ کے سینہ پر ہاتھ مارنا یا تو شاباش دینے کے لئے یا اپنا فیض آپ کے سینے پر پہنچانے کے لئے کہ اس کی برکت سے رب تعالٰی انہیں خطا سے بچائے، اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے اجتہادات وقیاسات بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہیں اور یہ کہ اصول اسلام صرف قرآن وحدیث نہیں بلکہ قیاس مجتہد بھی ہے، خیال رہے کہ اصول دین چار چیزیں ہیں، قرآن، سنت، اجماع امت وقیاس، اجماع اور قیاس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی ہے، دیکھئے ہماری کتاب جاء الحق۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِيْ وَاَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِيْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِيْ قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ اِذَا تَقَاضٰى اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يَّتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِيْ قَضَاءٍ بَعْدُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ اِنَّمَا اَقْضِيْ بَيْنَكُمْ بِرَائِيْ فِيْ بَابِ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)

(۳۵۶۷) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے بھیجتے ہیں میں تو نوعمر ہوں اور نہ مجھے قضا کا علم ہے ۱؎ تو فرمایا اللہ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا ۲؎ جب تم سے دو آدمی فیصلہ چاہیں تو پہلے کے لئے فیصلہ نہ کرنا حتیٰ کہ دوسرے کی بات بھی سن لو ۳؎ کہ یہ اس کے لائق ہے کہ تم کو فیصلہ ظاہر ہوجائے۔ ۴؎ فرماتے ہیں پھر اس کے بعد میں نے کسی فیصلہ میں کوئی تردد نہ کیا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور جناب ام سلمہ کی وہ حدیث اِنَّمَا اَقْضِيْ بَيْنَكُمْ بِرَائِيْ انشاء اللہ فیصلوں اور گواہیوں کے باب میں ذکر کریں گے ۶؎

(۳۵۶۷) ۱؎ یعنی مجھے قضا کا تجربہ نہیں ہے، علم سے مراد تجربہ ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق تعالٰی نے وہ علم عطا فرمایا تھا جس کی مثال نہیں اور اس عرض کا مقصد حضور سے مدد مانگنا ہے کہ حضور مجھ پر یہ بوجھ رکھ تو رہے ہیں میری مدد بھی فرمائیے، جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا خدایا ہم کو فرعون سے خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، جانے سے انکار نہیں بلکہ طلب مدد ہے۔ ۲؎ یعنی ہمارے فیض سے اللہ

تعالٰی تمہارے دل کو غلط فہمی سے اور تمہاری زبان کو غلط فیصلہ سنانے سے محفوظ رکھے گا اس ہی کرم کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی جیسا قاضی وحاکم نہ ہوا‘ معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ کرم سے علم‘ حکمت‘ قضاسب کچھ یکدم مل جاتا ہے‘ اس مدرسہ میں ایک آن میں فارغ التحصیل کردیا جاتا ہے۔ ۳؎ اولٰی سے مراد مدعی ہے اور ثانی یعنی دوسرے سے مراد مدعٰی علیہ یعنی جب مدعی و مدعٰی علیہ دونوں تمہاری عدالت میں حاضر ہوں اور مدعی بیان دعوٰی کرے تو مدعٰی علیہ کا جواب دعوٰی سنے بغیر فیصلہ نہ کرو کہ دونوں کا بیان سنے بغیر حق و باطل ظاہر نہیں ہوسکتا‘ خیال رہے کہ اگر مدعٰی علیہ کچہری میں حاضر نہ ہومگر شہر میں یا اور جگہ معلوم میں موجود ہوتو اس کو بذریعہ سمن حاضر کیا جائے اگر غائب ہو پتا نہ ہوتو بوقت ضرورت غائب کے خلاف قضا جائز ہے جیسے غائب لاپتا شخص کی بیوی خرچہ کا دعوٰی کرے تو حاکم خرچہ کا فیصلہ کرسکتا ہے اور خرچہ ناممکن ہونے کی صورت میں نکاح فسخ کرسکتا ہے‘ حضرت امام احمد ابن حنبل کے ہاں۔احناف کے ہاں بھی بعض فقہاء کے نزدیک قضا علے الغائب ضرورۃً جائز ہے (شامی باب النفقہ) ۴؎ فریقین کی حاضری دونوں کا کلام سننا قضا یعنی فیصلہ میں ضروری ہے فتوٰی میں ضروری نہیں کہ فتوٰی صورت مسؤلہ کا جواب ہوتا ہے کہ اس بیان کے مطابق شریعت کا حکم یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہندہ کا بیان سن کر ابوسفیان کے خلاف فتوٰی دے دیا‘ داؤد علیہ السلام نے صرف ایک کا بیان سن کر بغیر دوسرے کا بیان لئے فتوٰی دے دیا دیکھو قرآن کریم سورہ ص یہ ہے فتوٰی ۵؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اور اس فیضان کے بعد میں کبھی کسی فیصلہ میں رکا نہیں اور نہ میں نے غلط فیصلہ کیا‘ یہ تھا فیضان نبوت‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **علی اقضانا و ابی ابن کعب اقرؤنا** ہم سب میں بہترین قاضی علی ہیں اور بہترین قاری حضرت ابی ابن کعب ہیں (مرقات) ۶؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی‘ میں نے مناسبت کے لحاظ سے بجائے یہاں کے وہاں بیان کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَلَكٌ اٰخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ فَاِنْ قَالَ اَلْقِهِ اَلْقَاهُ فِيْ مَهْوَاةٍ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا . (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۳۵۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی حاکم ۱؎ جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرے مگر قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ فرشتہ اس کی گدی پکڑے ہوگا پھر اس کا سر آسمان تک اٹھالے گا ۲؎ تو اگر ربّ فرمادے کہ اسے پھینک دے تو وہ اسے ہلاکت کی جگہ پھینک دے گا ۳؎ چالیس سال کی راہ ۴؎ (احمد‘ ابن ماجہ‘ بیہقی‘ شعب الایمان)

(۳۵۶۸) ۱؎ حاکم سے مراد ظالم حاکم ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر حاکم مراد ہے خواہ عادل ہو یا ظالم‘ اگر حاکم سے ظالم حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر حاکم کی طرف ہے یعنی اس کی گردن پکڑ کے اس کا سر اوپر کو اٹھائے گا جیسا کہ مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے‘ اور اگر ہر حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر فرشتہ کی طرف ہے یعنی انتظار حکم میں فرشتہ اپنا سر اوپر کو اٹھائے گا کہ مجھے کیا حکم ملتا ہے۔ ۳؎ مھواۃ بنا ہے ھواء سے بمعنی خلاء و فضا مھواۃ کے معنے ہوئے فضا و ہوا کی جگہ یعنی محل ہلاکت‘ اس سے مراد جہنم کا گہرا گڑھا ہے جس کی گہرائی ربّ تعالٰی ہی جانتا ہے۔ ۴؎ خریف سال کے خاص موسم کا نام ہے جو سردی و گرمی کے درمیان ہوتا ہے ربیع کا مقابل‘ اس سے مراد سال ہے‘ جزء بول کر کل مراد ہے جیسے راس یعنی سر بول کر انسان مراد لیتے ہیں‘ خریف سال میں ایک ہی بار آتی ہے یعنی ایسے گہرے

گڑھے میں پھینکتا ہے کہ وہ حاکم ظالم کنارہ سے گر کر چالیس سال میں اس کی تہہ تک پہنچتا ہے خدا کی پناہ اور اگر حاکم عادل ہے تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اسے جنت میں پہنچا دے تو اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ گردن پکڑنا ظالم ہی کے لئے ہوگا عادل حاکم تو نور کے منبر پر ہوں گے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِي تَمْرَةٍ قَطُّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۵۶۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ عادل قاضی پر قیامت کے دن وہ وقت آئے گا۱ کہ وہ آرزو کرے گا کہ اس نے کبھی بھی دو شخصوں کے درمیان ایک چھوارے کے بارے میں فیصلہ نہ کیا ہوتا۲ (احمد)

(۳۵۶۹)۱یوم القیامۃ یا تو لیاتین کا فاعل ہے اور یوم مرفوع اور یتمنی حال یعنی عادل حاکم پر قیامت کا دن اس حال میں آئے گا کہ وہ حاکم یہ آرزو کرے گا۔ یا لیاتین کا فاعل پوشیدہ ہے وقت یا بلاء و آفۃ اور یوم القیامۃ ظرف ہے منصوب اور یتمنی اس پوشیدہ فاعل کا حال یعنی قیامت کے دن عادل حاکم پر ایسی ساعت یا ایسی آفت آجائے گی کہ وہ یہ آرزو کرے گا مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوم القیامۃ سے پہلے ساعۃ ہے۔ یہ گھڑی قیامت کا اول وقت ہوگا جبکہ حضرات انبیاء کرام نفسی نفسی فرمائیں گے جب حق تعالٰی کے عدل کا ظہور ہوگا۔ پھر شفاعت کا دروازہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کھل جائے گا تب رب تعالٰی کے فضل کے ظہور کا وقت ہوگا جب چھوٹے بچے فوت شدہ بھی ناز کر کے اپنے ماں باپ کی شفاعت کے لئے رب تعالٰی سے جھگڑیں گے عادل کا ذکر مبالغہ کے لئے ہے کہ جب عادل اور منصف حاکموں کے خوف کا یہ حال ہوگا تو ظالم حکام کا کیا پوچھنا ہو ان کا حال تو بیان میں آسکتا ہی نہیں۔۲عادل حکام کی یہ آرزو اس الجھاوے اور درازی حساب کی وجہ سے ہوگی جو انہیں عدل و حکومت کے حساب دینے میں پیش آئے گی وہ دیکھیں گے کہ دوسرے لوگ معمولی حساب دے کر جنت کو چلے گئے ہم ابھی حساب میں ہی الجھے ہوئے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ میری امت کے اولیاء پر گزشتہ انبیاء کرام رشک کریں گے یعنی ان کی بے فکری آزادی دیکھ کر جیسے غریبوں کی آزادانہ زندگی دیکھ کر بادشاہ رشک کرے قرآن کریم نے فرمایا: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰:۶۲) سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم (کنزالایمان) یہاں انبیاء اللہ نہ ارشاد ہوا کیوں اس لئے قیامت کے دن رنج و فکر و خوف سے آزادی صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہوگی رہے حضرات انبیاء کرام انہیں غم جہان ہوگا یعنی ساری امت کی فکر اور ہم جیسے گنہگاروں کو غم جان لینے یعنی اپنی فکر خیال رہے کہ یہ فرمان عالی ان عادل حکام کے لئے جن کا حساب ہو جو بغیر حساب جنتی ہوں وہ اس حکم سے خارج جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام یا حضرات خلفاء راشدین لہذا حدیث صاف ہے واضح ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِيْ مَا لَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاِذَا جَارَ وَكَلَّهُ اِلٰى نَفْسِهِ۔

(۳۵۷۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی۱ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی کے ساتھ اللہ تعالٰی ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے۲ پھر جب وہ ظلم کرتا ہے تو اسے الگ ہو جاتا ہے۳ اور اسے شیطان چمٹ جاتا ہے۴ (ترمذی ابن ماجہ) اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو

ربّ اس کو نفس کے سپرد کردیتا ہے۵؎

(۳۵۷۰)۱؎ آپ عبداللہ ابن انیس جہنی انصاری ہیں انیس کی کنیت ابواوفیٰ ہے باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں غزوہ احد، حدیبیہ اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں قیام رہا، حضرت انیس یعنی ابواوفیٰ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں ہوئی (مرقات) مگر عبداللہ ابن ابی اوفیٰ کی وفات کوفہ میں ۸۷ھ میں ہوئی، حضرت عبداللہ ابن ابواوفیٰ ان صحابہ سے ہیں جن سے حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ کی ملاقات ہے کیونکہ آپ کی وفات کے وقت امام اعظم کی عمر سات سال تھی، اور کوفہ میں ان صحابی کا قیام تھا جو امام اعظم کا وطن ہے (اشعۃ اللمعات) ۲؎ یعنی اللہ تعالٰی اپنی رحمت و مدد کے ساتھ عادل حاکم کے ساتھ ہوتا ہے۔ ۳؎ یعنی جو ظلم کرتے ہیں اس کی رحمت و مدد ان سے الگ ہو جاتی ہے ایک روایت میں ہے تبراء اللہ عنہ ربّ تعالٰی اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ ۴؎ شیطان سے مراد خاص شیطان ہے جو ظلم کرایا کرتا ہے ورنہ قرین شیطان تو ہمیشہ اس انسان کے ساتھ رہتا ہے جس کے ساتھ پیدا ہوا ہے یعنی پھر خاص ظلم و فساد کرانے والا شیطان اس ظالم حاکم کا ساتھی بن جاتا ہے پھر اس ظالم کی ڈور اس شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے سمجھ لو پھر یہ ظالم کیا کچھ حرکتیں نہ کرے گا۔ ۵؎ یعنی پھر ظالم حاکم اپنے نفس امارہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ہمارا نفس امارہ شیطان سے زیادہ خطرناک ہے کہ نفس بادشاہ ہے اور شیطان اس کا وزیر و مشیر وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُوْدِيًّا اِخْتَصَمَا اِلٰى عُمَرَ فَرَاَى الْحَقَّ لِلْيَهُوْدِيِّ فَقَضٰى لَهٗ عُمَرُ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ عُمَرُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ اِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ اِنَّهٗ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ اِلَّا كَانَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ وَّعَنْ شِمَالِهٖ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ وَيُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ مَادَامَ مَعَ الْحَقِّ فَاِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَتَرَكَاهُ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۵۷۱) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی حضرت عمر کی طرف مقدمہ لے گئے۱؎ تو آپ نے حق یہودی کا دیکھا تو اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔۲؎ اس پر آپ سے یہودی بولا اللہ کی قسم یقیناً آپ نے حق فیصلہ فرمایا۳؎ اسے حضرت عمر نے درہ سے مارا۴؎ اور فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا تو یہودی نے عرض کیا اللہ کی قسم ہم توریت میں پاتے ہیں کہ ایسا کوئی قاضی نہیں جو حق فیصلہ کرے مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہوتا ہے اور ایک فرشتہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے یہ دونوں اسے ٹھیک رکھتے ہیں اور اسے حق کی توفیق دیتے ہیں۵؎ جب تک وہ حق کے ساتھ رہے پھر جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ دونوں چڑھ جاتے اور اسے چھوڑ جاتے ہیں۶؎ (مالک)

(۳۵۷۱)۱؎ یہ مقدمہ حضرت سعید ابن مسیب نے خود دیکھا کیونکہ آپ تابعین سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ نے پایا ہے۲؎ یہ ہے عدل فاروقی کہ عدالت میں اپنے پرائے کا لحاظ نہیں، اس کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے خلافت حیدری کے دور میں ایک بار قاضی شریح کی عدالت سے حضرت علی کے مقابل ایک یہودی کو مقدمہ میں ڈگری مل گئی، حالانکہ قاضی شریح حضرت علی کے ملازم تھے، اس پر یہودی مسلمان ہوگیا اور جنگ صفین میں حضرت علی کی فوج میں وفات پا گیا (نور الانوار) ۳؎ یعنی فیصلہ حق و انصاف سے کیا یا حق تعالٰی کی مدد سے آپ نے ایسا عدل والا فیصلہ کیا، ایسا فیصلہ کوئی شخص اپنی طاقت سے نہیں کرسکتا، دوسرے معنے زیادہ موزوں ہیں۔ ۴؎ درہ مارنے سے مراد اسے درہ سے چھونا ہے کبھی کسی سے بات کرتے وقت اسے ہاتھ یا چھڑی سے چھوتے جاتے ہیں ایذاء والی مار مراد نہیں (اشعہ) ۵؎ اس جواب کا

مقصد یہ ہے کہ امیر المومنین آپ نے یہ فیصلہ ان دو فرشتوں کی مدد سے کیا ہے جو آپ کے دائیں بائیں مدد کے لئے ہیں اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو آپ مسلمان کے حق میں اور میرے خلاف فیصلہ کرتے کیونکہ مسلمان آپ کا اپنا تھا اور میں غیر تھا' آپ حاکم حق ہیں لہٰذا جواب سوال کے بالکل مطابق ہے (مرقات) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقرر شدہ فرشتے مدد کرتے ہیں' دوسرے یہ کہ یہ دونوں فرشتے حاکم کو توفیق خیر دیتے ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ہماری مدد کرتے ہیں ہم کو توفیق خیر دیتے ہیں ۶ اور اس ظالم کو اس کے نفس اور شیطان کے سپرد کر جاتے ہیں۔ معلوم ہوا اللہ کے مقبولوں کا کسی کو چھوڑ دینا خدا کا عذاب ہے' اگر ڈول کو کنویں میں رسی چھوڑ دے تو ڈول بجائے پانی لانے کے خود کیچڑ میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیشہ اپنے مقبولوں کے سایہ میں رکھے' یہ بھی معلوم ہوا کہ ہماری بدکاریاں سیاہ کاریاں اللہ کے بندوں کی مدد جاتے رہنے کا سبب ہیں ورنہ وہ حضرات بلاوجہ کسی کو نہیں چھوڑ دیتے وہ تو آخر تک نباہ کرتے ہیں۔

لج پال پریت کو توڑت ناہیں
جو بانھ پکڑیں تو چھوڑت ناہیں
گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں

ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے۔

اچھوں کا زمانہ ساتھی ہے میں بد ہوں مجھ کو نبا ہو تم
کہلا کے تمہارا جاؤں کہاں بیکس کی کہاں شنوائی ہے

وَعَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ اَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ اَوَتُعَافِيْنِىْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ وَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِىْ قَالَ لِاَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِىِّ اَنْ يَّنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَا رَاجَعَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ) وَفِىْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمٰنَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِىْ فَقَالَ اِنَّ اَبِىْ لَوْ اَشْكَلَ عَلَيْهِ شَىْءٌ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَىْءٌ سَاَلَ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنِّىْ لَا اَجِدُ مَنْ اَسْاَلُهُ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَاِنِّىْ

(۳۵۷۲) روایت ہے حضرت ابن موہب سے ۱؎ کہ حضرت عثمان ابن عفان نے جناب ابن عمر سے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرو ۲؎ آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے معاف رکھیں گے ۳؎ فرمایا تم اس سے نفرت کیوں کرتے ہو حالانکہ تمہارے والد فیصلے فرمایا کرتے تھے ۴؎ عرض کیا اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قاضی ہو پھر انصاف سے فیصلے کرے تو اس لائق ہے کہ اس سے برابر برابر ۵؎ لوٹے اس کے بعد حضرت عثمان نے دوبارہ نہ فرمایا ۶؎ (ترمذی) اور رزین کی روایت نافع سے ان کی روایت ابن عمر سے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا اے امیر المومنین میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہیں کروں گا ۷؎ فرمایا تمہارے والد تو فیصلہ کرتے تھے تو عرض کیا کہ میرے والد پر کوئی مشکل بنتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے ۸؎ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز مشکل ہوتی تو وہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھ لیتے تھے ۹؎ اور میں اسے نہیں پاتا جس سے پوچھوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی

اَعُوْذُبِاللّٰہِ اَنْ تَجْعَلَنِیْ قَاضِیًا فَاَعْفَاہُ وَقَالَ لَا تُخْبِرْ اَحَدًا۔

پناہ مانگے اس نے بڑے کی پناہ مانگی اور میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ مجھے قاضی بنائیں[۱] چنانچہ آپ نے انہیں معاف کردیا اور فرمایا کسی کو خبر نہ دینا[۲]

(۳۵۷۲)[۱] آپ کا نام عبداللہ ابن موہب ہے تابعی ہیں حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں ان کی طرف سے فلسطین کے حاکم تھے تقویٰ وطہارت میں مشہور تھے (اشعہ) [۲] یعنی حکومت عثمانیہ کی طرف سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرلو۔[۳] یہ سوال طلب مہربانی کے لئے ہے یعنی کیا میں آپ کے لطف وکرم سے یہ امید کروں کہ آپ مجھے اس عہدے سے معاف رکھیں' اللہ اکبر آج ہم عہدے ڈھونڈ ھتے ہیں اور ان حضرات کو عہدے سے ڈھونڈ ھتے تھے۔

بہ بیں تفاوت راہ زکجاست تابہ کجا

[۴] یعنی آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ رسالت اور زمانہ صدیقی میں بھی لوگوں میں فیصلے فرمایا کرتے تھے خلیفہ تو بعد میں بنے' پھر تم قضاء سے کیوں متنفر ہو[۵] حری بروزن فعیل صفت مشبہ ہے حری' بمعنی لائق ہونے کا' ب زائدہ ہے اور بالحری مبتداء ہے اور ان ینقلب اس کی خبر' بعض نسخوں میں حریٰ کے فتحہ الف مقصورہ سے ہے مصدر تب یہ خبر مقدم ہے اور بعد کی عبارت مبتداء مؤخر دونوں ترکیبوں کے معنی ایک ہی ہیں (معات) کفافاً ک فتحہ سے کف کا مصدر کفاف کے لغوی معنے ہیں برابر کہ نہ بچے نہ بڑھے' جیسے کہتے ہیں لا لـی و لا علی یہ ینقلب کے فاعل سے حال ہے' ہوسکتا ہے کہ بمعنی مکفوف ہو یعنی اس کے شر سے بچایا ہوا یعنی عادل ومنصف قاضی کے لئے یہی غنیمت ہے کہ کل قیامت میں اس کا چھٹکارا ہوجائے کہ نہ پکڑ ہو نہ ثواب ملے' جب عادل قاضی کا یہ حال ہے تو جو قاضی ایسا ہو کہ قاضی بہ رشوت راضی اس کا کیا حال ہوگا' خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی میں وہ قاضی مراد ہیں جو اپنی کوشش سے قضا حاصل کریں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں عادل قاضی کے فضائل بیان ہوئے کہ اس کی اجتہادی غلطی پر اسے ایک ثواب ہے اور درستی پر دوہرا ثواب' یہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی انتہائی احتیاط ہے کہ حضرت عثمان غنی کی پیش کردہ قضا کو بھی قبول نہیں فرماتے اور اس فرمان عالی کو اپنے جیسے بےنفس متقی ہستی پر چسپاں فرماتے ہیں فتویٰ اور ہوتا ہے تقویٰ کچھ اور[۶] یعنی حضرت عثمان غنی نے پھر جناب عبداللہ پر قبول قضا کے لئے زور نہ دیا' خیال رہے کہ قضا کی طلب اس کے لئے گناہ تھی اور انصاف کرنا ثواب تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا طالب جاہ قاضی اگر عدل وانصاف کرے اور یہ عدل وانصاف اس کے طلب قضا کے گناہ کا کفارہ ہی بن جائے تب بھی غنیمت ہے لہٰذا حدیث واضح ہے[۷] یعنی قاضی عام بننا تو بہت دور ہے میں تو پنچ بننے پر بھی تیار نہیں' آپ کا یہ فرمان حضرت عثمان غنی کے اس فرمان کے جواب میں ہے جو ابھی گزرا[۸] اس سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عمر زمانہ نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قاضی یا پنچ مقرر ہوتے تھے' یہاں وہ قضا مراد ہے۔[۹] اس طرح کہ آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرماتے اور حضرت جبریل رب تعالٰی سے پوچھ کر بتاتے تھے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل کا علم زیادہ تھا تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا علم زیادہ تھا رب تعالٰی فرماتا ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (۲/۳۱) اور اللہ تعالٰی نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے (کنزالایمان) اور جناب آدم کا علم حضور کے علم کی نسبت سے ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں اور

یہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی رائے عالی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی فرماتے تھے حضرت معاذ کو بھی اجتہاد کی اجازت تھی' آپ نے اپنے کو اجتہاد کے لائق نہ سمجھا یہ انکسار تھا' بہرحال حدیث واضح ہے۔ اور خود اجتہاد کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ الیعنی اللہ کی پناہ لیتا ہوں قضا کے عہدے سے' اللہ اکبر' یہ ہے انتہائی احتیاط اور یہ حدیث قضا کی برائی میں انتہائی وعید ہے' یہاں مرقات نے ابن عساکر سے بروایت حضرت ابی ہریرہ ایک عجیب حدیث مرفوع نقل فرمائی کہ سنگ اسود نے ایک بار بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ میں نے عرصہ دراز تک تیری عبادت کی اور تو نے مجھے گندگی میں ڈلوادیا (قوم عمالقہ نے سنگ اسود کو کئی سو سال گندگی میں ڈالے رکھا تھا) رب تعالٰی نے فرمایا شکر کر کہ میں نے تجھے کسی قاضی کی مجلس میں نہ رکھا کذا فی جامع الصغیر للسیوطی (مرقات) ۲؎ ورنہ یہ باتیں سن کر کوئی قضاء قبول نہ کرے گا اور محکمہ عدالت معطل ہوکر رہ جائے گا خیال رہے کہ قاضی اسلام بننا فرض کفایہ ہے' اور اگر کسی وقت لوگ نااہل ہوجائیں تو اہل کو قاضی بننا فرض عین ہوجاتا ہے' اس زمانہ پاک میں عام مجتہد صحابہ موجود تھے' اس لئے حضرت ابن عمر نے یہ عہدہ قبول نہ فرمایا' دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ملاحظہ فرمایا کہ فی زمانہ کوئی خزائن سنبھالنے کا اہل نہیں تو خود بادشاہ سے فرمایا: قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (۱۲،۵۵) یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے (کنزالایمان) مجھے خزانوں کا منتظم بنادے' اس وقت آپ پر یہ عہدہ سنبھالنا فرض عین ہوگیا تھا لہٰذا یہ حدیث اس آیت قرآنی کے خلاف نہیں۔

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَايَاهُمْ — باب والیوں کی روزی اوران کے تحفے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

ظاہر یہ ہے کہ یہ اضافت مصدر کی مفعول کی طرف ہے یعنی حکام کو جو روزیاں تنخواہ وغیرہ بیت المال سے دی جائے اور جو ہدیہ وتحفہ کسی اور کی طرف سے دیا جائے اس کا بیان' رزق ماہوار تنخواہ کو کہا جاتا ہے اور عطا اس سالانہ روزی کو کہتے ہیں جو فوجیوں کو بیت المال سے دی جاتی ہے۔(مرقات)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۷۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہ تم کو دیتا ہوں اور نہ تم کو منع کرتا ہوں ۱؎ میں تو تقسیم کرتا ہوں ۲؎ وہاں رکھتا ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہوں ۳؎ (بخاری) ۴؎

(۳۵۷۳) ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو غنیمت سے کچھ مال بطور انعام تقسیم فرماتے تھے اس میں مساوات و برابری نہ کرتے تھے بلکہ کسی کو کم کسی کو زیادہ حسب خدمت عطا فرماتے تھے شاید کسی کو شکایت ہوتی کہ ہم کو کم ملا' اس لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا' اور ہوسکتا ہے کہ اس فرمان میں ما سے مراد مال' ایمان' علم عرفان' وغیرہ سب ہی ہوں۔ ۲؎ یعنی اللہ کی تمام نعمتوں کا بانٹنے والا میں ہوں اللہ تعالٰی کی عطا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم بغیر قید کے ہے' ہر نعمت رب تعالٰی دینے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بانٹنے والے ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (۹،۷۴) اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا (کنزالایمان) انہیں اللہ رسول نے اپنے فضل سے غنی فرمادیا' اللہ نے دے کر حضور نے پہنچا کر غنی کردیا۔ ۳؎ یعنی ہمارا دینا یا نہ دینا نیز کم و بیش دینا اپنے نفس کے عمل سے نہیں' نفسانی نہیں بلکہ رحمانی

ہے جیسے ہمارا ہر کلام وحی الٰہی سے ہے ایسے ہی ہمارے کام وحی الٰہی سے ہیں' معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ دروازہ الٰہی ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر — جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ربّ تعالٰی کی نعمتوں کے بااختیار قاسم ہیں بے اختیار قاسم نہیں' ڈاکیہ بے اختیار قاسم ہے اور وزیر اعظم بااختیار قاسم اور بااختیار قاسم سے مانگنا جائز ہے' اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان سے فرمایا: فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۸'۳۹) تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں (کنز الایمان) اور حضرت ذوالقرنین سے فرمایا: اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (۱۷'۸۶) یا تو انہیں عذاب دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے۔ (کنز الایمان) نیز جناب سلیمان کے متعلق فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ (۳۸'۳۶) تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی (کنز الایمان) اور ہمارے حضور سے فرمایا: فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (۲۴'۶۲) تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو (کنز الایمان) معلوم ہوا کہ ربّ نے حضرت سلیمان کو دینے نہ دینے کا ذوالقرنین کو سزا اور انعام دینے کا اختیار دیا۔ حضرت سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی ہمارے حضور کو اجازت دینے نہ دینے کا اختیار دیا ہے لہٰذا اللہ کی ہر نعمت حضور سے مانگنی جائز ہے کہ حضور باذن الٰہی مختار قاسم ہیں۔[۲] حاکم نے بروایت حضرت ابوہریرہ روایت کی انا ابو القاسم اللہ یعطی و انا اقسم ہم ابوالقاسم ہیں اللہ دیتا ہے ہم تقسیم فرماتے ہیں (مرقات)

وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۵۷۴) روایت ہے حضرت خولہ انصاریہ سے[۱] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض لوگ اللہ کے مال میں ناحق گھس جاتے ہیں[۲] ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے[۳] (بخاری)

(۳۵۷۴)[۱] خولہ دو ہیں ایک خولہ بنت ثامر' دوسری خولہ بنت ثعلبہ حضرت اوس ابن صامت کی بیوی' یہاں پہلی خولہ مراد ہیں خولہ بنت ثامر' مرقات کی یہی تحقیق ہے مگر اشعۃ اللمعات نے دوسری خولہ مراد لیں واللہ اعلم۔[۲] خوض کے لغوی معنے ہیں پانی میں گھس جانا اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہو جانے کو خوض کہتے ہیں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ باب تفعیل میں آ کر مبالغہ پیدا ہو گیا اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے' زکوٰۃ' خراج' جزیہ' غنیمت وغیرہ' حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں ان کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں[۳] ناحق مال کھانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۵۷۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرا گھر والوں کے خرچ سے ناکافی نہ تھا[۱] اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کردیا گیا ہوں تو ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور اس میں مسلمانوں کی خدمت کرے گی[۲] (بخاری)[۳]

(۳۵۷۵)[۱] حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بننے سے پہلے بڑے کامیاب تاجر تھے' آپ مکہ معظمہ میں غنی ترین لوگوں میں سے تھے ربّ تعالٰی ان کے متعلق فرماتا ہے: وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ (۲۴'۲۲) اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش

والے ہیں (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ آپ بزرگی والے بھی ہیں وسعت مال والے بھی اور وسعت دل والے بھی' خیال رہے کہ حضرت ابوبکرصدیق کپڑے کے تاجر تھے جناب عمر غلے کے تاجر حضرت عثمان گندم اور کھجوروں کے تاجر اور حضرت عباس عطر کے تاجر تھے۔ بہترین تجارت کپڑے کی ہے پھر عطر کی حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم اہل جنت کا پیشہ کرنا چاہتے ہو تو کپڑے کی تجارت کرو (مرقات ولمعات واشعہ) ۲؎ یعنی اب میں بار خلافت اٹھالینے کی وجہ سے تجارتی کاروبار نہیں کرسکتا چونکہ میں نے مسلمانوں کی خدمت ملکی انتظامات اور جہاد وغیرہ کی تیاریوں کے لئے اپنے کو وقف کردیا ہے کہ اس لئے اب میں اور میرے عیال بیت المال سے خرچ کریں گے میری تنخواہ بیت المال سے ہوگی اتنی جتنی میرے گھر والوں کو کافی ہو' اس حدیث کی بنا پر علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ امام' موذن' دینی مدرس' مفتی' قاضی کی تنخواہیں اوقاف سے ادا ہوسکتی ہیں اور ان لوگوں کو ان خدمات کی تنخواہ لینا درست ہے کہ اگر یہ لوگ طلب معاش میں پھنس گئے تو دین ختم ہوجائے گا' سواء حضرت عثمان کے تمام خلفاء راشدین نے تنخواہیں لی ہیں بلکہ غریب طلباء دین اور غریب مدرسین کو زکوٰۃ دینے کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے فرماتا ہے: اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللہِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ (۲:۲۷۳) جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے (کنزالایمان) ۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب صدیق اکبر نے اپنی تنخواہ حسب ذیل مقرر فرمائی جو آپ بیت المال سے لیتے تھے۔ مسلمانو: سنو اور غور کرو' دو مدغلہ' تھوڑا تیل' کچھ سالن' گرمیوں میں ایک چادر اور ایک تہبند' سردیوں میں ایک پشمینہ کی پوستین' گویا اس زمانہ کے لحاظ سے چھ سات روپیہ ماہوار کا سامان' کیوں نہ ہوتا کہ اس سلطان کونین سیدالزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں جن کی شان یہ ہے۔ شعر:

بوریا ممنون خواب راحتش　　　تاج کسرے زیر پائے امتش

اس فقیر نے حضرت عمر و صدیق اکبر کے مکانات دیکھے تھے جو اب گرادیئے گئے وہ ایسے مکانات تھے کہ آج غریب سے غریب آدمی کا مکان بھی ان سے بڑا ہوگا۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِیۡ

دوسری فصل

عَنۡ بُرَیۡدَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسۡتَعۡمَلۡنَهُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقۡنَاهُ رِزۡقًا فَمَا اَخَذَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوۡلٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ)

(۳۵۶۷) روایت ہے حضرت بریدہ ۱؎ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جسے ہم کسی کام پر لگادیں۔ پھر ہم اسے معاوضہ دے دیں تو اس کے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہے ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۵۶۷) ۱؎ آپ بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں بدر سے پہلے ایمان لائے' مگر بدر میں حاضر نہ ہوئے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ میں قیام رہا' پھر بصرہ میں پھر خراسان میں غازی ہوکر رہے' یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں ۶۲ھ میں وفات پائی ۔ ۲؎ یعنی اپنی تنخواہ کے علاوہ جو کچھ چھپا کر لے گا وہ چوری وخیانت ہوگا۔

وَعَنۡ عُمَرَ قَالَ عَمِلۡتُ عَلٰی عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیۡ ۔ (رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ)

(۳۵۷۷) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کام کیا تو حضور نے مجھے اجرت دی ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۵۷۷)ا؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام و ملازمین کو تنخواہیں دیتے تھے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوا جو ابھی عرض کیا گیا کہ دینی خدمات پر معاوضہ لینا دینا درست ہے بشرطیکہ وہ کام ضروری ہو۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِیْ اَثَرِیْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ اَتَدْرِیْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ لَا تُصِيْبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِیْ فَاِنَّهٗ غُلُوْلٌ وَّمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِهٰذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۵۷۸) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا جب میں چل دیا تو میرے پیچھے بلانے والے کو بھیجا تو میں لوٹایا گیا ا؎ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا کوئی چیز میری اجازت کے بغیر نہ لینا کہ وہ خیانت ہے ۲؎ جو خیانت کرے گا تو قیامت کے دن خیانت کا مال لائے گا تمہیں اس لئے بلایا تھا اب اپنے کام پر جاؤ ۳؎ (ترمذی)

(۳۵۷۸)ا؎ وہ فرمان عالی سنانے کے لئے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۲؎ اگرچہ یہ فرمان عالی پہلے بھی سنایا جاسکتا تھا مگر دوبارہ واپس لوٹانے اور پھر یہ سوال فرمانے میں کہ بتاؤ ہم نے تم کو کیوں لوٹایا' اہتمام مقصود ہے جو بات اس قدر اہمیت سے سنائی جائے وہ خوب یاد رہتی ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ حکام اور والیوں کو سلطان اسلام کی طرف سے تقویٰ و طہارت کی نصیحت کرنا سنت ہے۔

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا وَفِیْ رِوَايَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۷۹) روایت ہے حضرت مستورابن شداد سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ہمارا عامل بنے چاہئے کہ بیوی کر لے پھر اگر اس کے خادم نہ ہو تو چاہئے کہ خادم رکھ لے اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان بنا لے ا؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس کے علاوہ لے گا وہ خائن ہوگا ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۵۷۹)ا؎ شارحین نے اس حدیث کے معنے یہ کئے ہیں عامل' حاکم' بیت المال سے روپیہ لے کر نکاح بھی کرسکتا ہے غلام بھی خرید سکتا ہے یا نوکر بھی رکھ سکتا ہے اپنے لئے گھر بھی بنا سکتا ہے' مگر یہ حکم اس زمانہ کا ہے جبکہ عامل کی ماہوار یا سالانہ تنخواہ مقرر نہ ہو اور بیت المال میں ان خرچیوں کے نکالنے کی گنجائش ہو' حکام کی تبدیلی نہ ہوتی ہو' ایک حاکم ایک جگہ مستقل رہتا ہو' وہ عامل صحابہ کرام کی طرح دیانتدار ہو کہ صرف بقدر ضرورت ہی خرچ کرے زیادہ ایک پیسہ بھی نہ لے' لیکن اگر حاکم کو آج کل کی طرح باقاعدہ تنخواہ ملتی ہو تو ان میں سے کوئی خرچ بیت المال سے نہ لے' اب حکومتیں بعض حکام کو کوٹھی' ملازم کی تنخواہ بلکہ سرکاری دورہ کے مصارف بھی دیتی ہیں نیز اگر حاکم کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے تو وہ ہر جگہ بیت المال (خزانہ) سے اپنی کوٹھیاں نہ بنوائے لہذا ان حالات میں اب ان چیزوں کی اجازت نہ ہوگی ۔ ۲؎ یعنی ایسا حاکم اگر خزانہ کے خرچ پر ایک سے زیادہ نکاح کرے یا ایک سے زیادہ خادم و نوکر رکھے یا قدر ضرورت سے زیادہ مکان بنوائے تو خائن ہے' نیز غیر ضروری خرچ کے لئے خزانہ سے کچھ نہ لے۔

وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عُمَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غَالٌّ

(۳۵۸۰) روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ ا؎ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو کوئی ہمارے کام پر عامل بنایا گیا ۲؎ پھر اس میں سے سوئی اور اس کے اوپر کوئی چیز ہم سے

يَأْتِي بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُ ذَالِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَاْتِ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَهٗ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَهٗ)

چھپائی تو وہ خائن ہے قیامت کے دن وہ لائے گا۳ تو ایک انصاری صاحب کھڑے ہوکر بولے یا رسول اللہ مجھ سے اپنا عمل (نوکری) لے لیجئے۴ فرمایا یہ کیا عرض کیا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا فرمایا یہ تو میں کہتا ہوں کہ ہم جسے کسی کام پر عامل بنائیں تو وہ تھوڑا اور بہت حاضر کردے۵ پھر اس میں سے اسے جو دیا جائے وہ لے لے۶ اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔

(مسلم ابوداؤد) اور لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

(۳۵۸۰)۱؎ آپ صحابی ہیں کندی حضرمی ہیں کوفہ میں رہے پھر وہاں سے جزیرہ کی طرف منتقل ہوگئے وہاں ہی وفات ہوئی۲؎ صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا گیا یا کہیں کا حاکم مقرر ہوا۳؎ اس طرح کہ خیانت کا مال اس کے سر پر ہوگا اور قیامت کے دن رسوا ہوگا جیسے زکوۃ نہ دینے والے کا مال خود مالک پر سوار ہوگا جس سے اسے تکلیف بھی ہوگی اور رسوائی بھی، یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رب تعالٰی قیامت میں اس امت کے چھپے ہوئے گناہ چھپائے گا، اعلانیہ گناہ اور بعض دوسرے گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ظاہر فرمادے گا لہذا یہ حدیث ان پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔۴؎ ان انصاری کا نام معلوم نہ ہوسکا، یہ کسی جگہ عامل مقرر ہوکر جارہے تھے یہ وعید سن کر اپنے میں اتنی احتیاط کی قوت نہ دیکھی انہوں نے استعفیٰ پیش کیا۔۵؎ اس کلام کی تکرار مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے کہ تم خواہ عمل قبول کرو یا نہ کرو حکم تو یہی رہے گا۶؎ یہ اس صورت میں ہے کہ تنخواہ مقرر نہ ہو سلطان خود اس کے عمل اور اجرت کا اندازہ لگا کردے، منع کئے جانے سے مراد نہ دینا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ) وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ ثَوْبَانَ وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا ۔

(۳۵۸۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) اسے ترمذی نے ان ہی سے اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور اسے احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبان سے روایت کیا اور یہ زیادہ کیا کہ رائش سے مراد ہے جو ان دونوں کے درمیان کوشش کرے۔۲؎

(۳۵۸۱)۱؎ راشی رشوت دینے والا اور مرتشی رشوت قبول کرنے والا، رشوۃ بنا ہے رشاء بمعنی رسی سے، رسی کنویں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہوتی ہے ایسے ہی رشوت کا مال ناجائز فیصلہ کرانے اور اپنا کام نکالنے کا ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے رشوت کہتے ہیں، رشوت کی بہت صورتیں ہیں، حکام کی خصوصی دعوتیں، حکام کو ڈالیاں دینا، انہیں نقد روپیہ یا نیوتہ وغیرہ کے بہانہ سے کچھ دینا، یہ سب رشوتیں ہیں، خیال رہے کہ حق فیصلہ پر بھی فریقین میں سے کسی فریق سے کچھ لینا بھی رشوت ہے کہ حاکم پر حق فیصلہ کرنا شرعاً واجب تھا۔ پھر رشوت لے کرنا حق فیصلہ کرنا تو خدا کے قہر کا موجب ہے، مگر ظلم سے بچنے کے لئے یا حق فیصلہ کرانے کے لئے رشوت دینا جائز ہے، حضرت ابن مسعود نے زمین حبشہ ... [illegible] ... کلام رائش کی تفسیر و

شرح ہے تو مطلب یہ ہے کہ یہاں رائش کے معنے رشوت دلوانے والا ہے یعنی حاکم کا ایجنٹ و دلال جو مقدمہ والوں سے خفیہ طور پر حاکم کو رشوت دلواتا ہے' اور ہوسکتا ہے کہ یہ رائش کی تفسیر نہ ہو بلکہ توسیع ہو یعنی رائش میں وہ دلال بھی داخل ہے جو فریقین اور حکام کے درمیان دلالی کر کے رشوت دلاتا ہے **بینهما** میں ہما ضمیر راشی اور مرتشی کی طرف راجع ہے' خیال رہے کہ حرام کام کی دلالی اس کی کوشش بھی حرام ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اجْمَعْ عَلَيْكَ سَلَاحَكَ وَثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِىْ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ يَتَوَضَّا فَقَالَ يَا عَمْرُو اِنِّىْ اَرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِاَ بْعَثَكَ فِىْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَ يُغَنِّمُكَ وَاَرْغَبُ لَكَ زَغْبَةً مِنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِىْ لِلْمَالِ وَمَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ . (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ وَفِىْ رِوَايَتِهٖ قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ .)

(۳۵۸۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ اپنے ہتھیار اور اپنے کپڑے پہن لو[۱] پھر میرے پاس آؤ[۲] فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس حاضر ہوا حالانکہ آپ وضو کررہے تھے تو فرمایا اے عمرو میں نے تمہیں اس لئے پیغام بھیجا تاکہ تمہیں ایک کام میں بھیجوں[۳] تمہیں خدا تعالٰی سلامت لوٹائے گا اور غنیمت دے گا[۴] اور ہم تم کو کچھ مال بھی عطا فرمائیں گے[۵] تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہجرت مال کے لئے نہ تھی[۶] وہ تو صرف اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی[۷] فرمایا نیک آدمی کے لئے اچھا مال بہت ہی اچھا ہے[۸] اسے شرح سنہ میں روایت کیا اور احمد نے اسی کی مثل روایت کی اور ان کی روایت میں یوں ہے کہ اچھا مال نیک آدمی کے لئے اچھا ہے۔

(۳۵۸۲) [۱] یعنی سفر کی تیاری کرلو کیونکہ اس زمانہ میں بغیر ہتھیار سفر ناممکن تھا راستے پرامن نہ تھے یہ سفر جہاد کا نہ تھا ورنہ لشکر آراستہ فرمایا جاتا نوعیت سفر کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [۲] گھر والوں سے وداع ہوکر کیونکہ تم کو یہاں سے سفر پر بھیج دیا جائے گا [۳] اس جگہ وجہ کے معنے اشعۃ اللمعات نے سمت وطرف کئے ہیں اور مرقات نے عمل وکام' ہمارا ترجمہ مرقات کے ماتحت ہے یعنی ہم تم کو کسی جگہ کچھ کام کے لئے بھیجتے ہیں' عامل زکوٰۃ بنا کر یا حاکم بنا کر' [۴] یہاں غنیمت سے مراد شرعی غنیمت نہیں جو جہاد میں کفار سے حاصل کی جاتی ہے بلکہ اللہ کی رحمت مراد ہے جو بغیر محنت و شفقت مل جائے ثواب' عزت' رحمت' [۵] یعنی ثواب عزت کے علاوہ ہم تم کو اجرت و معاوضہ بھی عطا فرمائیں گے یہ حدیث حکام کی تنخواہ کی اصل ہے' مقرر اس لئے نہ فرمائی کہ حضور مالک ہیں' غلاموں کو جو چاہیں عطا فرمادیں' یہ محض تنخواہ نہ تھی بلکہ عطیہ شاہانہ بھی تھا اور اب تنخواہ کو مقرر کرنا ضروری ہے کہ اجارہ میں کام و مال دونوں مقرر ہونے چاہئیں لہذا حدیث واضح ہے اس پر اعتراض نہیں۔ [۶] یعنی میں بغیر معاوضہ یہ خدمت انجام دوں گا کیونکہ میرا اسلام لانا ہجرت کرنا' عہدہ حاصل کرنے بڑی تنخواہ لینے کے لئے نہ تھا' سبحان اللہ یہ تھا اخلاص خیال رہے کہ حضرت عمرو ابن عاص ۵ھ میں مکہ سے مدینہ منورہ حضرت خالد ابن ولید کے ساتھ حاضر ہوئے تھے بیعت کرنے بارگاہ اقدس میں بیٹھے حضور انور نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ پکڑو اور بیعت کرو تو حضرت عمرو نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا حضور انور نے فرمایا یہ کیا' عرض کیا کہ اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ میرے پچھلے گناہ سارے معاف ہوجائیں' اے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے' اسی طرح ہجرت سارے پچھلے گناہ معاف کرادیتی ہے یعنی تم تو اسلام اور ہجرت دونوں سے مشرف ہورہے ہو'

حضور فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگ تو اسلام لائے مگر عمرو ایمان لائے دوسری روایت میں ہے کہ عمرو صالحین قریش میں سے ہیں' سنہ کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ ۵ھ میں ہوا یا ۸ھ میں (اشعہ) ۷یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کے لئے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور کا نام رب تعالٰی کے نام کے ساتھ ملانا شرک نہیں ایمان ہے دوسرے یہ کہ عبادت میں رب تعالٰی کی رضا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی نیت کرنا شرک یا ریا نہیں بلکہ اس سے عبادت کی تکمیل ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹:۶۲) اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے (کنزالایمان) تیسرے یہ کہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونا رب تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا ہے کہ مدینہ منورہ کے مہاجر آتے تھے حضور کے پاس اور عرض کرتے تھے للہ و رسولہ قرآن کریم فرماتا ہے: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۴:۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا (کنزالایمان) سبحان اللہ کیسا پیارا کلام عرض کیا ۸یعنی اس مال کے قبول سے تمہارے ثواب میں کمی نہ ہوگی' یہ تو رب تعالٰی کی نعمت ہے۔ خیال رہے کہ مرد صالح وہ ہے جو نیکی پہچانے اور کرے اور مال صالح وہ ہے جو اچھے راستہ آئے اور اچھی راہ جائے یعنی حلال کمائی بھلائی میں خرچ ہو' اللہ تعالٰی نصیب فرمائے ۹مطلب وہی ہے صرف ترتیب بیان میں فرق ہے خیال رہے کہ خراب پٹرول مشین خراب کر دیتا ہے اسی طرح خراب غذا انسان کے دل و دماغ' خیال' نیت سب کو خراب کر دیتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا . (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۳۵۸۳) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص کی کچھ سفارش کر دے ۱پھر اسے اس سفارش پر کچھ ہدیہ دیا جائے ۲وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازہ پر آ گیا ۳(ابوداؤد)

(۳۵۸۳) ۱سلطان یا حکام کے پاس مگر سفارش حق کے لئے ہو ظلم کے لئے نہ ہو' ۲یعنی مقدمہ والا یا حاجت مند اسے اس سفارش کی بنا پر کوئی چھوٹی یا بڑی چیز بطور ہدیہ دے اور یہ اسے قبول کرے' سفارش کی بنا کی قید یاد رکھنا چاہیے۔ ۳یعنی یہ بھی رشوت ہے اور رشوت کا گناہ سود کے گناہ کی طرح ہے کہ سود خور کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا اعلان فرمایا گیا ہے: فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۲:۲۷۹) تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا (کنزالایمان)

بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ — فیصلوں اور گواہیوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اقضیہ جمع ہے قضا کی' قضا کے لغوی معنے ہیں مضبوط کرنا اور فارغ ہونا' رب تعالٰی فرماتا ہے: وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ (۱۷:۴) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی۔ (کنزالایمان) یعنی ہم نے نبی اسرائیل کو مضبوط حکم دیا' اور فرماتا ہے: ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (۲۲:۲۹) پھر اپنا میل کچیل اُتاریں (کنزالایمان) اداءِ قرض کو قضائے دینی کہتے ہیں' شریعت میں قضا وہ مقدمہ ہے جو حاکم

کی کچہری میں فیصلہ کے لئے پیش کیا جائے یا خود فیصلہ نیز بمعنی فیصلہ ہے، شہادات جمع ہے شہادۃ کی شہادت کے معنے ہیں حاضر ہونا، مشاہدہ کرنا آنکھ سے یا دل سے، شریعت میں کسی دوسرے کے حق کی کسی پر خبر دینا شہادت، دوسرے پر اپنے حق کی خبر دینا دعویٰ ہے، اپنے پر دوسرے کی حق کی خبر دینا اقرار ہے اور کسی کے کسی پر حق کی خبر دینا شہادت یعنی گواہی ہے، چونکہ حاکم کے فیصلے اور گواہوں کی گواہی بہت سی قسم کی ہوتی ہے اس لئے یہاں دونوں کو جمع فرمایا یعنی فیصلوں اور گواہیوں کا بیان۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوٰهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي شَرْحِهٖ لِلنَّوَوِيِّ اَنَّهٗ قَالَ وَجَآءَ فِي رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْ صَحِيْحٍ زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔

(۳۵۸۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے ۱؎ تو لوگ انسانوں کے خونوں ان کے مالوں کا دعویٰ کردیں ۲؎ لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے ۳؎ (مسلم) اور نووی شرح مسلم میں ہے انہوں نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں حسن یا صحیح اسناد سے بروایت ابن عباس مرفوعًا یہ زیادتی منقول ہے کہ لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم انکاری پر ۴؎

(۳۵۸۴) ۱؎ اگر بفرض محال قانون اسلام یہ ہو جائے کہ ہر ایک کے دعویٰ پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعیٰ علیہ فیصلہ ہو جایا کرے۔ ۲؎ یعنی ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کردیا ہے اس کا قصاص یا دیت دلوائی جائے، اس پر ملک کا نظام ہی بگڑ جائے۔ ۳؎ یہ فرمان عالی مجمل ہے، مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں، چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لئے اس کا ذکر نہ فرمایا (اشعہ) اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی وقسم اس طرح نہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ ۴؎ یعنی شیخ محی الدین نووی نے بحوالہ مذکورہ مدعی پر گواہی لازم ہونے کا ذکر بھی فرمایا، خیال رہے کہ بینة یا تو بنا ہے بینونةٌ بمعنی جدائی سے یا بیان سے بمعنی ظہور، چونکہ گواہی شرعی حق و باطل کو جدا جدا کردیتی ہے یا اس سے چھپی چیز ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے اسے بینہ کہتے ہیں (مغرب، مرقات) خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنی متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے، مدعی پر قسم نہیں مدعیٰ علیہ پر گواہی نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَّهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۸۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لزومی قسم پر حلف اٹھائے ۱؎ حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو تاکہ کسی مسلمان آدمی کا مال مارے ۲؎ تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا ۳؎ کہ وہ اس پر ناراض ہوگا تو اللہ نے اس کی تصدیق اتاری کہ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد کے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت خرید لیتے ہیں ۴؎ الخ (مسلم بخاری) ۵؎

(۳۵۸۵)۱؎ حلف کے معنے ہیں یمین وقسم' صبر بمعنی روکنا' جو قسم مدعی کے دعویٰ کو روک دے' اسے جاری نہ ہونے دے' وہ یمین صبر ہے یعنی دعوے کو روک دینے والی قسم بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسم یمین ہے (لمعات) بعض کے نزدیک مضبوط قسم یمین صبر ہے' جس قسم سے مدعی ترک دعویٰ پر مجبور ہوجائے جیسے عرب میں نماز عصر کے بعد کی قسم یا حضور کے منبر و روضہ مطہرہ کے پاس قسم یا ہمارے ہاں قرآن مجید کو ہاتھ لگا کر یا سر پر رکھ کر قسم یا اپنے جوان بیٹے کا بازو پکڑ کر قسم ۲؎ یعنی پختہ قسم کھائے جھوٹی کھائے اور عمداً کھائے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے کھائے جیسے مال مارنا وغیرہ ۳؎ یعنی قیامت کے دن ظہور فضل خداوندی کے وقت جب رب تعالٰی بڑے بڑے گنہگاروں پر رحم فرمادے گا جھوٹے پر رحم نہ کرے گا بلکہ اسے رحمت و محبت کی نظر سے دیکھے گا بھی نہیں ۴؎ اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر ہماری تفسیر میں ملاحظہ کیجئے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ تجارت میں قیمت غیر مقصود ہوتی ہے اسی لئے سکہ بدل جانے سے بیع ختم نہیں ہوتی اور چیز بدل جانے سے بیع ختم ہوجاتی ہے قیمت چیز حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جیسے روپیہ ذریعہ ہے غلہ وغیرہ حاصل کرنے کا اگر اس سے چیز نہ ملے تو روپیہ بیکار ہے' جیسے کھوٹا روپیہ یا وہ روپیہ جس کا چلن جاتا رہا دنیا قیمت ہے آخرت اصل چیز اور پھر دنیا قیمت بھی ہے تھوڑی: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (۴/۷۷) تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ (کنزالایمان) جو دنیا کے عوض دین برباد کرتا ہے وہ بے وقوف ہے کہ مقصود کے عوض غیر مقصود کو لیتا ہے اور بہت کے عوض تھوڑے کا گاہک بنتا ہے۔ ۵؎ اس حدیث کو احمد اور باقی چار صحاح نے اشعث ابن قیس اور ابن مسعود سے مرفوعاً روایت فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۸۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق مارلیا ۱؎ تو اللہ نے اس کے لئے آگ لازم کردی اور اس پر جنت حرام کردی ۲؎ تو حضور سے ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ معمولی چیز ہو یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ ہی ہو ۳؎ (مسلم)

(۳۵۸۶)۱؎ وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہی سزا ہے لہٰذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدمائهم كدمائنا واموالهم كاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اسی لئے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا ۲؎ اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کئے تو کافر ہوا اور دائمی جہنم کا حقدار اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اوّل داخلہ اس پر حرام ہوگیا' اشرار کے ساتھ اولاً سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لئے دوزخ میں ہیشگی نہیں۔ ۳؎ عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے' پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لئے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ

(۳۵۸۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بشر ہوں ۱؎ اور تم میری طرف مقدمہ لاتے ہو اور

وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يُّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِمَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ممکن ہے کہ تمہارے بعض دوسرے کے مقابل اپنی دلیل میں زیادہ زبان آور ہو[۲] تو میں اس کے لئے اس جیسا فیصلہ کردوں جو اس سے سنوں[۳] تو میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ فیصلہ کروں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کہ میں اس کے لئے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں[۴] (مسلم، بخاری)

(۳۵۸۷)[۱] خدا یا خدا کا جزء یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خالص انسان ہوں یہ حصر اضافی ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں نہ نبی ہوں نہ رسول نہ نور نہ رحمۃ للعالمین وغیرہ اللہ تعالٰی نے حضور کو لاکھوں صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے انما الھکم الہ والمواحد کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی ایک ہی الٰہ ہے دو یا تین نہیں، یہ مطلب کہ وہ الوہیت اور وحدانیت کے سواء کسی صفت سے موصوف نہیں نہ کریم ہے نہ غفار نہ ستار نہ مالک الملک وغیرہ، اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہیں بشر اور بشر سے بھول، خطا اجتہادی غلطی بھی ہوسکتی ہے اور وہ دھوکا بھی دیا جاسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں ہم ان کی گواہی پر اعتماد کرکے اسے سچا مان لیں، خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام گناہ، بدعقیدگی اور ان کے ارادوں سے معصوم ہیں، خطا، اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں لہٰذا حدیث واضح ہے اور عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔[۲] الحن بنا ہے لحن سے، لحن کے بہت معنے ہیں آواز، کہا جاتا ہے خوش الحان، زبان دانی، کلام کو ظاہر سے پھیرنا رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (۴۷:۳۰) اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لوگے (کنزالایمان) فصاحت و بلاغت، بعض معنے سے لحن اچھی چیز ہے بعض معنے سے بری، یہاں بمعنی زبان دانی قدرت علے الکلام ہے، یعنی ہو سکتا ہے کہ جھوٹا آدمی قادر الکلام ہو اور سچا آدمی کلام پر قادر نہ ہو، جھوٹا اپنے کو سچا ظاہر کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرائے۔[۳] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر و بیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر، تاکہ قیامت تک امت کے حکام فیصلوں میں حضور کی اس سنت پر عمل کریں کہ امت کے پاس وحی، الہام شرعی غیب پر اطلاع نہیں اگر حضور انور کے فیصلے سارے الہام وغیرہ پر ہوتے تو امت کیسے عمل کرتی، اور بعض فیصلے کشف والہام وحی پر بھی فرماتے تھے جیسے طعمہ ابن ابیرق کی چوری کا مقدمہ حضور نے اپنے کشف پر فرمایا، رب نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۴:۱۰۵) اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔ (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، وہاں بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ میں وحی کشف والہام سب داخل ہیں کہ خدا جو آپ کو دکھائے اس پر فیصلہ فرمادیں لہٰذا حدیث واضح ہے، قرآن کریم فرمارہا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو قتل کردیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ بچہ بڑا ہوکر ماں باپ کو کافر کردیتا یہ ہے حقیقت پر فیصلہ کہ ابھی چھوٹا ہے، کوئی قصور نہیں کیا مگر خضر علیہ السلام نے قتل کردیا، رب تعالٰی قیامت میں گواہیوں تحریروں پر فیصلہ فرمائے گا یہ ہے ظاہری قانون۔

[۴] یعنی میرا جو فیصلہ گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر ہوگا وہ ظاہر پر ہوگا، اگر واقعہ اس فیصلہ کے خلاف ہوا اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اس کے لئے اس فیصلہ سے وہ چیز حلال نہ ہوجائے گی حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کرسکتا لہٰذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا خون یا طلاق کا غلط فیصلہ کردے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص، نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اس کی عورت سے نکاح کرے، خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا کہ [illegible] حاکم گنہگار نہ ہوگا فریق [illegible] گنہگار ہوں گے لہٰذا اس [illegible] پر اعتراض نہیں کہ

حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالٰی انہیں مطلع فرما دیتا ہے تو اس غلط فیصلہ پر حضور قائم کیوں رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کئے جاتے تھے کیونکہ خطا اجتہادی فیصلہ ہی غلط ہوتا ہے اگرچہ اس غلطی پر گناہ نہیں' اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے' یہ فرق ضرور خیال میں رہے (مرقات)

ضروری نوٹ:

جن چیزوں میں حاکم وسلطان ولی ہو اپنے حکم سے نافذ کرسکتا ہو وہاں حاکم کا ایسا فیصلہ اسے حلال کر دے گا لہٰذا اگر کنواری لڑکی سے نکاح کے جھوٹے گواہ قائم کر دیئے گئے اور حاکم نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو احناف کے نزدیک یہ فیصلہ ہی نکاح مانا جائے گا اور اس شخص کو صحبت حلال ہوگی کیونکہ حاکم لڑکی کا ولی ہے وہ نکاح اس کا کرا سکتا ہے یہ فیصلہ باطن پر ہوگا چنانچہ خلافت حیدری میں ایک ایسا ہی مقدمہ نکاح کا پیش ہوا۔ مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا۔ عورت نے انکار کیا' مرد نے دو گواہ قائم کر دیئے۔ جناب علی نے نکاح کا فیصلہ فرما دیا۔ عورت نے عرض کیا کہ حضور اب آپ میرا نکاح اس شخص سے ہی پڑھا دیجئے تاکہ حرام سے بچوں۔ جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہی تیرا نکاح ہے (حواشی بخاری کتاب الحیل' ہدایہ' عینی وغیرہ) یہاں مال' خون طلاق کے فیصلوں کا ذکر ہے جن میں حاکم ولی نہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب نعیم الباری علی البخاری میں ملاحظہ کیجئے جس میں دلائل سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۸۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بارگاہ میں بہت ناپسندیدہ شخص زیادہ سخت جھگڑالو ہے [1] (مسلم بخاری)

(۳۵۸۸) [1] الد بنا ہے لدید سے بمعنی سخت جھگڑا خصم بنا ہے خصومت سے بمعنی بہت جھگڑا دونوں کے مجموعہ کے معنی ہوئے بہت اور سخت جھگڑالو رب تعالٰی فرماتا ہے: وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲:۲۰۴) یعنی عادی مقدمہ باز آدمی مردود بارگاہ الٰہی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَّشَاهِدٍ ۔ (مُسْلِمٌ)

(۳۵۸۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا قسم اور گواہ سے [1] (مسلم)

(۳۵۸۹) [1] اس حدیث کے معنی حضرت امام شافعی واحمد و مالک رحمۃ اللہ علیہم یہ کرتے ہیں کہ مدعی کے پاس ایک گواہ تھا تو حضور نے مدعی سے وہ گواہ قبول فرما لیا اور اس مدعی سے ایک قسم لے لی اور اس ایک گواہ اور ایک قسم پر اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا' چنانچہ ان حضرات کے ہاں ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدعی پر قسم نہیں قسم مدعیٰ علیہ پر ہے' نیز ایک گواہ کافی نہیں' عام حقوق میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ اور ثبوت زنا کے لئے چار مردوں کی گواہی لازم ہے۔ ہاں کہیں ایک کی خبر قبول ہے وہاں وہ خبر ہے گواہی نہیں جیسے رمضان کے چاند کا ثبوت جبکہ آسمان پر گرد وغبار ہو' یوں ہی یوسف علیہ السلام کی عصمت کا ایک گواہ کہ وہ شرعی گواہ نہ تھا بلکہ بطور معجزہ ایک شیر خوار بچے نے علامات عصمت کی خبر دی تھی۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے اور ان تین ائمہ رضی اللہ عنہم کا یہ استدلال بہت ہی ضعیف ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی ایک گواہی اور ایک قسم پر فیصلہ صرف مالی مقدمات میں ہوگا۔ دوسرے مقدمات میں صرف گواہیاں ضروری ہوں گی لہٰذا یہ حدیث ان کے معنی کے بھی

خلاف ہوگی دوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کے وہ معنی ہوں جو ان حضرات نے کئے تو یہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف ہوگی رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (۲۸۲،۲) اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے (کنزالایمان)۔ اور اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بناؤ نیز فرماتا ہے: فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ (۲۸۲،۲) پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (کنزالایمان) اور گواہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں اور خبر واحد کتاب اللہ کے مقابل عمل ہے۔ تیسرے یہ کہ اس معنی سے یہ حدیث ایک متواتر حدیث کے خلاف ہوگی البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر گواہی مدعی پر ہے اور قسم انکاری مدعیٰ علیہ پر۔ وہاں قسم اور گواہی کی تقسیم فرما دیا تو مدعی قسم کیسے کھا سکتا ہے لہٰذا احناف کے ہاں اس حدیث کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ یہاں یمین و شاہد سے جنس مراد ہے اور قضا سے عام فیصلے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً فیصلے مدعیٰ علیہ کی قسم اور مدعی کی گواہی پر کئے ہیں الہام یا کشف پر نہیں کئے تاکہ امت کے لئے سند رہے دوسرے معنی یہ کہ یہاں قضاء فیصلہ مدعیٰ علیہ کے حق میں مراد ہے یعنی ایک واقعہ میں مدعی کے پاس ایک گواہ تھا اور مدعیٰ علیہ نے قسم کھائی تو حضور نے مدعیٰ علیہ کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ گواہی کا نصاب مکمل نہ تھا ان معانی سے مذکورہ قباحتوں میں سے کوئی قباحت نہ رہی۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَآئِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَ رَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۹۰) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وائل سے وہ اپنے والد سے[1] راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حضر موت کا اور ایک شخص کندہ کا حاضر ہوا[2] حضرمی نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے (جبراً قبضہ) پھر کندی بولا وہ زمین میری ہے اور میرے قبضے میں ہے[3] اس میں اس شخص کا کچھ حق نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں عرض کیا نہیں فرمایا تو تجھے اس کی قسم (ماننا پڑے گی)[4] وہ بولا یارسول اللہ یہ شخص فاسق ہے پروا نہیں کرتا کہ کس چیز پر قسم کھائے اور کسی چیز سے یہ احتیاط نہیں کرتا فرمایا تیرے لئے اس کی طرف سے اس کے سوا کچھ نہیں[5] وہ دوسرا قسم کھانے اٹھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ پھرا[6] کہ اگر اس نے اس کے مال کی قسم کھالی تاکہ اسے ظلماً کھالے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا اللہ تعالٰی اس سے غیر متوجہ ہوگا[7] (مسلم)

(۳۵۹۰)[1] یہ علقمہ تابعی ہیں کوفی ہیں حضرمی ہیں ان کے والد وائل ابن حجر صحابی ہیں علقمہ کو ابن حبان نے ثقہ فرمایا[2] حضر موت یمن کا ایک مشہور شہر ہے، کندہ یمن کا ایک قبیلہ ہے کاف کے کسرہ سے[3] یعنی حضرمی نے کندی پر غصب کا دعویٰ کیا اور کندی نے جواب دعویٰ کیا اور کندی نے جواب دعویٰ میں اپنے کو اس زمین کا مالک و قابض کہا[4] معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں قابض مدعیٰ علیہ ہوتا ہے غیر قابض مدعی ہوتا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے گواہ طلب فرمائے اور کندی پر قسم عائد کی۔[5] اس سے معلوم ہوا کہ جس مدعیٰ علیہ پر

جھوٹ یا فسق کا الزام ہو اس کی قسم معتبر ہے مگر گواہی میں تقویٰ وغیرہ کی پابندی ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (۲'۶۵) اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو (کنزالایمان) مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بناؤ قسم میں یہ پابندیاں نہیں کیونکہ گواہی الزام کے لئے ہوتی ہے قسم دفع کے لئے الزام اور دفع میں بڑا فرق ہے کافر قسم کے ذریعہ اپنے سے مدعی کا دعویٰ دفع کرسکتا ہے۔ ۶ یعنی قسم کھانے کو مڑا اس کے لئے تیار ہوا' عدالت سے واپسی مراد نہیں ۷ اور اس پر رحمت نہ کرے گا اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ قابض بمقابلہ غیر قابض چیز کا مستحق ہے دوسرے یہ کہ اگر مدعیٰ علیہ اقرار نہ کرے تو اس پر قسم کھانا لازم ہے اگر قسم سے انکار کرے گا تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہوگا تیسرے یہ کہ مدعی کے گواہ مدعیٰ علیہ کی قسم پر مقدم ہیں اگر گواہ نہ ہوں تو اس سے قسم لی جائے' چوتھے یہ کہ دوران مقدمہ میں ایک فریق دوسرے کو فاسق و فاجر وغیرہ الفاظ کہے تو اسے برداشت کرنا پڑیں گے حاکم فسق کا ثبوت نہ مانگے گا بخلاف گواہ کے کہ اگر مدعیٰ علیہ مدعی کے گواہوں کو فاسق کہے تو حاکم ان کی عدالت کی تحقیق کرے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۹۱) روایت ہے حضرت ابوذر سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کوئی اس چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں ڈھونڈے ۱ (مسلم)

(۳۵۹۱) ۱ یعنی جھوٹا مدعی دو گناہ کرتا ہے جھوٹ بولنا اور دوسرے کے حق مارنے کی کوشش کرنا لہٰذا وہ ہمارے طور طریقہ سے نکل جاتا ہے مومن کو ان عیوب سے پاک وصاف ہونا چاہئے' ڈھونڈے امر بمعنی خبر ہے یعنی وہ آگ کا مستحق ہے۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّسْاَلَهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۹۲) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں ۲ وہ گواہ ہے جو طلب کئے جانے سے پہلے گواہی دے دے ۳ (مسلم)

(۳۵۹۲) ۱ آپ صحابی ہیں جہنی ہیں آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی پچاسی سال عمر پائی' عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی (اشعہ) ۲ شہدا جمع ہے شاہد کی بھی شہید کی بھی یہاں شاہد کی جمع ہے ۳ اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ کسی کے پاس کسی مدعی کے حق کی گواہی ہے اور مدعی کو اس کی خبر نہیں' اگر یہ گواہی نہ دے تو اس کا حق مارا جائے تب اس پر لازم ہے کہ خود مدعی کو خبر دیدے کہ میں تیرے حق کا عینی گواہ ہوں تاکہ اس کا حق نہ مارا جائے یہ گواہی امانت ہے جس کا چھپانا خیانت ہے دوسرے یہ کہ حقوق شرعیہ کی گواہی دینا واجب ہے اگرچہ اس کا دعویٰ نہ ہو جیسے طلاق عتاق' وقف' عام وصیت کہ ان جیسی چیزوں کی گواہی قاضی کے ہاں ضرور دے اگرچہ اسے طلب نہ کیا گیا ہو ان دونوں گواہیوں کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (۲'۶۵) اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو (کنزالایمان) چونکہ ان گواہیوں سے حق انسانی اور حقوق شرعیہ وابستہ ہیں لہٰذا ضرور ادا کرے طلب کا انتظار نہ کرے۔ رمضان وعید کے چاند کی گواہی ضرور دے' جس حدیث میں بغیر گواہ بنائے گواہی دینے کی برائی ہے۔ یشهدون ولا یستشهدون وہاں جھوٹی گواہی نااہل گواہی مراد ہے (لمعات' مرقات واشعہ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ

(۳۵۹۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین لوگ میرے ہم زمانہ ہیں ۱ پھر

الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ یَمِیْنَهٗ وَیَمِیْنُهٗ شَهَادَتَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وہ جو ان سے متصل ہوں گے پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے۲؎ پھر ایسی قوم آئے گی جن میں ہر ایک کی گواہی اس کی قسم پر پہل کرے گی اور اس کی قسم اس کی گواہی پر۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۹۳)۱؎ قرن کے لغوی معنی ہیں ملنا' اسی سے ہے اقتران زمانہ اور اہل زمانہ اور گروہ کو قرن اس لئے کہتے ہیں کہ ہم زمانہ اور ایک گروہ کے لوگ ملے ہوئے ہوتے ہیں اس میں گفتگو ہے کہ قرن یعنی زمانہ کس مدت کا نام ہے تیس سال' چالیس سال' ساٹھ سال' ستر سال' اسی سال' سو سال آخری قول زیادہ قوی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تم ایک زمانہ تک جیتے رہو عشی قرنا تو وہ سو برس جیا (مرقات) بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین کا زمانہ حضور انور کا زمانہ ہے'ق۔ میں صدیق کی طرف' ر میں حضرت عمر کی طرف' ن میں حضرت عثمان کی طرف اور ی میں حضرت علی کی طرف اشارہ ہے بعض نے فرمایا کہ حضور کے صحابہ حضور کے قرن ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری شریف میں زندہ تھا وہ حضور کا ہم زمانہ ہے (از مرقات' اشعہ مع زیادت) خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے زمانہ نبوت کچھ اور' حضور کا زمانہ نبوت تا قیامت ابدالآباد تک ہے' جس زمانہ میں لوگ حضور کو دیکھ کر صحابی بنتے تھے وہ زمانہ محدود ہے ورنہ آج بھی زمانہ حضور کا ہے اور ہمیشہ زمانہ حضور کا ہی رہے گا۔ لطیفہ: ایک صاحب نے بدعت کی تعریف کی کہ بدعت وہ ہے کہ جو حضور کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو تو ایک عاشق دل شاد نے کہا کہ آج کس کا زمانہ ہے' آج بھی انہیں کا رواج انہیں کا زمانہ ہے ہم آج کلمہ پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ' محمد اللہ کے رسول ہیں' اگر یہ زمانہ ان کا نہیں تو ''ہیں'' کیسے کہہ رہے ہو تو ہمارے رسول بھی زندہ ہیں ان کی رسالت بھی قائم دائم ہے۔۲؎ یعنی تابعین اور تبع تابعین' خیال رہے کہ صحابی وہ مومن انسان ہیں جنہوں نے حضور انور کو ایک نگاہ دیکھا یا ایک آن کے لئے صحبت پائی مگر تابعی وہ لوگ جنہوں نے صحابی کی مستقل صحبت پائی ہو ایسے ہی تبع تابعین وہ جنہوں نے تابعی کی صحبت پائی ان کا فیض حاصل کیا ہو لہذا امام ابوحنیفہ تابعی ہیں مگر یزید تابعی نہیں کہ اگرچہ وہ صحابی کا بیٹا ہے مگر فیض صحابہ حاصل نہ کرسکا۔ اسی لئے یہاں مرقات نے یلونہم کے معنی کئے ای یقربونهم فی الخیر کالتابعین جو صحابہ سے خیر میں قریب ہوں۔۳؎ یعنی جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں پر دلیر ہوں گے پروا نہیں کریں گے کہ اپنی گواہی کو قسم سے ثابت کریں یا جھوٹی قسم کو جھوٹی گواہی سے ثابت کریں دونوں پر حریص ہوں گے اس حدیث کی بنا پر حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جو گواہ قسم کھا کر گواہی دے یا برعکس تو اس کی گواہی رد ہے مگر جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ گواہی رد نہ ہوگی اس کی تحقیق مرقات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ فرمایئے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ صحابہ تمام زمانوں سے افضل ہے' پھر جس قدر زمانہ حضور سے دور ہو جائے گا' خیریت کم ہوتی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰی قَوْمِ الْیَمِیْنَ فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ یُّسْهَمَ بَیْنَهُمْ فِی الْیَمِیْنِ اَیُّهُمْ یَحْلِفُ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۹۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم پیش فرمائی تو انہوں نے جلد بازی کی تو حضور نے حکم دیا کہ قسم میں ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے۱؎ (بخاری)

(۳۵۹۴)۱؎ اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ایک شخص نے کسی جماعت کے خلاف دعویٰ کیا اس کے پاس گواہ نہیں تھے قسم اس جماعت پر آئی ان میں سے ہر شخص نے پہلے قسم کھانے کی کوشش کی تو قرعہ ڈالا مگر شارحین فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں

نے کسی چیز کا دعویٰ کیا جو کسی تیسرے کے قبضہ میں ہے، وہ قابض کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں ان میں سے کس کی ہے ان دونوں مدعیوں کے پاس گواہی نہیں یا دونوں کے پاس گواہی ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قرعہ اندازی کر کے جس کے نام پر قرعہ آئے اس سے قسم لی جائے اسی کو دے دی جائے، امام شافعی کے ہاں اس تیسرے کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو نصف نصف دے دی جائے واللہ اعلم (لمعات اشعہ، مرقات) قرعہ یا قسم ان پر نہ ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۵۹۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہی مدعی پر ہے اور قسم مدعیٰ علیہ پر[۱] (ترمذی)

(۳۵۹۵) [۱] اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا انکار کرے اور مدعی قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَيْهِ فِيْ مَوَارِيْثَ لَمْ تَكُنْ لَّهُمَا بَيِّنَةٌ اِلَّا دَعْوَاهُمَا فَقَالَ مَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ فَقَالَ الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حَقِّيْ هٰذَا لِصَاحِبِيْ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِ اذْهَبَا فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا ثُمَّ لِيُحَلِّلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْكُمَا صَاحِبَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَقْضِيْ بَيْنَكُمَا بِرَاْيِيْ فِيْمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيْهِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۵۹۶) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ان دو شخصوں کے بارے میں جو حضور کی طرف میراث کا مقدمہ لائے[۱] کہ اس کا ان کے پاس سوا دعویٰ کے کوئی گواہ نہ تھا تو فرمایا کہ میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لئے آگ کے ایک حصہ کا فیصلہ کرتا ہوں[۲] اس پر ان دونوں شخصوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حق میرے اس صاحب کے لئے ہے[۳] تو فرمایا یوں نہیں لیکن جاؤ پھر تقسیم کرو اور حق کی تلاش کرو[۴] پھر قرعہ ڈالو پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساجھی سے معافی مانگ لے[۵] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں ان چیزوں میں جن میں مجھ پر نزول وحی نہیں ہوا[۶] (ابوداؤد)

(۳۵۹۶) [۱] یعنی ایک چیز کے متعلق دو صاحبوں نے دعویٰ کیا کہ میری ہے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ مجھے یہ چیز میرے عزیز کی میراث میں ملی ہے اور کسی کے پاس گواہ تھے نہیں [۲] یعنی میرا شرعی فیصلہ جو ظاہر پر مبنی ہو وہ غیر مستحق کے لئے یہ چیز حلال نہ کر دے گا اگر واقعی وہ سچا ہو تو لے ورنہ چھوڑ دے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ حضور انور کے فیصلے کتنی قسم کے ہیں اور کس فیصلہ کا کیا حکم ہے۔ [۳] سبحان اللہ یہ تاثیر ہے اس زبان فیض ترجمان کی کہ ایک فرمان میں ان دونوں کے قال حال، خیال، سب اعمال بدل گئے [۴] یعنی یہ چیز دونوں صاحب آپس میں برابر تقسیم کر لو اور تقسیم میں حق کا خیال رکھو تو خی بنا ہے وخیٰ سے بمعنی میانہ روی جس میں نہ جلدی ہو نہ دیر اور بمعنی قصد و تحری یہاں دوسرے معنی

میں ہے' ۵؎ یہ درحقیقت صلح کرانا ہے فیصلہ نہیں' سبحان اللہ کیا شاندار تصفیہ ہے ان دونوں میں ہر شخص کا خیال یہ تھا کہ یہ متروکہ چیز صرف میری ہے' تو فرمایا کہ ہر ایک آدھی آدھی لے لو' تقسیم بالکل درست ہو اور تعیین کے لیئے قرعہ ڈالو کہ کون سا حصہ کون لے' پھر تقویٰ و پرہیز گاری کے طور پر ایک دوسرے کو اپنے حق سے بری کردو کہ اگر میرا کچھ حق تیری طرف چلا گیا ہو میری طرف سے تجھے معاف اور اگر تیرا کچھ حق میری طرف آ گیا ہو تو معاف کردے' اس سے معلوم ہوا کہ مجہول حق سے براءت کردینا جائز ہے احناف کا یہ قول ہے (مرقات)۶؎ نزول وحی میں وحی سے عام وحی مراد ہے خواہ اصطلاحی وحی متلو ہو یا غیر متلو یا الہام یا کشف یا کچھ اور یعنی مقدمات کے فیصلے ہم وحی یا الہام وغیرہ سے فرماتے ہیں جب کسی مقدمہ میں یہ چیزیں نہ ہوں تو اپنے اجتہاد سے فیصلہ فرماتے ہیں جس میں مدد گواہی قسم' علامات سے لیتے ہیں' معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرماتے ہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَآبَّةً فَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهَا دَابَّتُهُ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِىْ فِىْ يَدِهٖ . (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۵۹۷) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ دو شخصوں نے ایک گھوڑی کے متعلق دعویٰ کیا تو ان میں سے ہر ایک نے گواہی قائم کی کہ یہ جانور میری ہے اس سے بچے لئے ہیں۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا جس کے قبضہ میں وہ تھی۲؎ (شرح سنہ)۳؎

(۳۵۹۷)۱؎ یعنی اس گھوڑی سے میں نے بچے حاصل کئے ہوئے ہیں۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ والا مدعیٰ علیہ ہے اور غیر قابض مدعی ہے اگر غیر قابض گواہی قائم کرے تو اس کے لئے فیصلہ ہے ورنہ قابض سے قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ ہوگا' امام اعظم کے نزدیک قابض کے گواہ نہ لئے جائیں گے کہ مدعیٰ علیہ پر گواہ نہیں ہاں اس کے گواہ بچہ دینے پر قائم ہو سکتے ہیں اگر دونوں بچہ دینے پر گواہی پیش کر دیں تب بھی فیصلہ قابض کے حق میں ہوگا۳؎ یعنی صاحب مصابیح نے یہ حدیث اپنی کتاب شرح سنہ میں روایت کی اسے بیہقی اور شافعی نے بھی روایت فرمایا۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلِلنَّسَائِىِّ وَ ابْنُ مَاجَةَ اَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا) .

(۳۵۹۸) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک اونٹ کا دعویٰ کیا پھر ان میں سے ہر ایک نے دو گواہ قائم کردیئے۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا۲؎ (ابوداؤد) اور ابوداؤد کی دوسری روایت اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا جن میں سے کسی کے پاس گواہ نہ تھے۳؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان دونوں کے درمیان کردیا۴؎

(۳۵۹۸)۱؎ چونکہ ان میں سے ہر ایک مدعی تھا کوئی اس اونٹ کا قابض نہ تھا لہذا ان میں سے کوئی مدعیٰ علیہ نہ تھا اس لئے حضور انور نے دونوں کی گواہی قبول فرمائی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گواہ صرف مدعی سے لئے جاتے ہیں دونوں سے کیوں لئے گئے ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی پہلے سے قابض ہوں' مگر احتمال اولیٰ قوی ہے کہ اونٹ کسی تیسرے کے قبضہ میں تھا جو نہ اس کا مدعی تھا نہ اسے مالک کی خبر تھی۲؎ اس طرح کہ دونوں کو اس کا مالک مان لیا کہ یا تو یہ دونوں اس اونٹ سے مشترکہ کام لیں یا اس کی قیمت دونوں نصف تقسیم کرلیں' یہ مطلب

نہیں کہ ذبح کر کے دونوں میں تقسیم فرما دیا ایسے مقدمات میں یہی فیصلہ ہونا چاہئے یہ جب ہے جبکہ کسی کی گواہی خاص علامت سے قوت نہ پاتی ہو ورنہ علامت والے کی گواہی کو قوت ہوگی اور اس کے حق میں فیصلہ ہوگا ۳؎ شاید یہ دوسرا واقعہ ہے پہلا واقعہ کوئی اور تھا ممکن ہے کہ وہی واقعہ ہو جو ابوداؤد کے حوالے سے مذکور ہوا اور گواہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کے پاس گواہ تھے جو تعارض کی وجہ سے ساقط ہو گئے لہذا دونوں کے پاس گواہی مقبول نہ رہی، مرقات نے اخیری توجیہ کو ترجیح دی۔ ۴؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ جانور کو مشترک قرار دیا گیا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِىْ دَآبَّةٍ وَّلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِيْنِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۵۹۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ دو شخصوں نے ایک جانور میں جھگڑا کیا اور ان کے پاس گواہ نہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا قسم پر قرعہ ڈالو ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۵۹۹) ۱؎ اس کا وہی مطلب ہے جو فصل اول کی آخری حدیث کے ماتحت بیان ہوا کہ دو شخصوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہو کسی تیسرے شخص کے قبضہ میں تھی اور وہ اس کا مدعی نہ تھا بلکہ کہتا تھا کہ مجھے خبر نہیں کہ اس کا مالک کون ہے اور ان دونوں مدعیوں کے پاس گواہ نہ تھے تب حضور انور نے بذریعہ قرعہ ایک سے قسم لی کیونکہ وہ دوسرے کے حق کا انکاری تھا اور بعد قسم اسے وہ شے دے دی، یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تائید کرتی ہے کہ ان کا مذہب ایسے واقعہ کے متعلق یہی ہے امام شافعی کے ہاں ایسی حالت میں وہ چیز اس تیسرے کے پاس ہی چھوڑ دی جائے گی اور امام اعظم کے ہاں دونوں مدعیوں میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی لہذا ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جو ابھی گزری جس میں تقسیم کا ذکر ہے واللہ اعلم ورسولہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلَّفَ ۔ اَحْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَالَهٗ عِنْدَكَ شَىْءٌ يَعْنِىْ لِلْمُدَّعِىْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس سے قسم لی کہ اس اللہ کی قسم کھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۱؎ کہ تیرے پاس اس مدعی کی کوئی چیز نہیں ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۶۰۰) ۱؎ معلوم ہوا کہ مدعیٰ علیہ سے قسم لیتے وقت رب تعالٰی کی بعض صفات کا ذکر بھی کیا جائے جس سے قسم کھانے والے کے دل میں ہیبت پیدا ہو مثلًا اس سے یوں قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم اتارا رب یا رب کعبہ کی قسم ۲؎ نہ وہ چیز جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے نہ کوئی اور چیز، اس تعمیم سے بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔

وَعَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كَانَ بَيْنِىْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِىْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِىِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا يَحْلِفُ وَ يَذْهَبُ بِمَالِىْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اَلْاٰيَةَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۰۱) روایت ہے حضرت اشعث ابن قیس سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک یہودی شخص کے درمیان زمین تھی ۲؎ اس نے انکار کر دیا میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں میں نے عرض کیا نہیں تو یہودی سے فرمایا تو قسم کھا ۳؎ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو یہ قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے جائے گا ۴؎ تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی

قیمت خرید لیتے ہیں۵؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۶۰۱)۱؎ آپ کا نام اشعث ابن قیس ابن معدی کرب ہے کنیت ابومحمد ہے، کندی ہیں ۱۰ھ میں وفد کندہ کے ہمراہ آئے حضور کے ہاتھ شریف پر اسلام قبول کیا، اپنی قوم کے سردار تھے، حضور کی وفات کے بعد اپنے قبیلہ کے ساتھ مرتد ہوگئے پھر خلافت صدیقی میں دوبارہ اسلام لائے حضرت صدیق اکبر نے اپنی ہمشیرہ کا آپ سے نکاح کردیا، پھر آپ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے ساتھ عراق کی جنگ میں گئے اور قادسیہ، مدائن اور نہاوند آپ نے فتح کئے، پھر کوفہ میں قیام رہا۔ ۴۰ھ میں کوفہ وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ امام حسن نے پڑھائی جنگ جمل میں جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ صلح کے وقت امیر معاویہ کے ہمراہ رہے (اشعہ مرقات) لہذا آپ امام شافعی کے ہاں صحابی ہیں اور احناف کے ہاں تابعی ہیں، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے آپ کی صحابیت ختم ہوچکی کہ احناف کے ہاں صحابیت کے لئے مسلسل مومن رہ کر وفات پانا شرط ہے (از مرقات) ۲؎ جس میں جھگڑا تھا قابض یہودی تھا جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہورہا ہے۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مدعی کے مقابلہ میں کافر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی مگر مسلمان مدعیٰ علیہ کے مقابلہ میں کافر مدعی کے کافر گواہ معتبر نہیں، کیونکہ قسم دفع کے لئے ہوتی ہے اور گواہی دوسرے پر الزام کے لئے تو کافر کی گواہی مسلمانوں مدعیٰ علیہ پر الزام نہیں کرسکتی، اس کی بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔۴؎ مقصد یہ ہے کہ میں اس کی قسم کا اعتبار نہیں کرتا کیونکہ یہ کافر ہے اور کافر مسلمان کو نقصان پہنچانے کے لئے جھوٹی قسم کھانے میں خوف نہیں کرتے ۵؎ اس آیت میں حضرت اشعث ابن قیس کو تو یہ بتایا گیا کہ تم یہودی سے صرف قسم لینے کے مستحق ہو اب اگر وہ جھوٹی قسم کھائے تو وہ ذمہ دار ہے، اور یہودی کو یہ بتایا گیا کہ توریت شریف میں بھی جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اگر تو نے ایسی جرأت کی تو بحکم توریت تو سخت مجرم ہوگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت اشعث کے سوال کا جواب اس آیت میں نہ دیا گیا نہ اعتراض ہے کہ آیت قرآنیہ کا اثر اس کافر یہودی پر پڑے گا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقدمہ میں کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف معتبر نہیں کافر کی قسم معتبر ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلاً مِّنْ حَضْرَ مَوْتَ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِي اغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اُحَلِّفُهُ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِي اغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْهُ فَتَهَيَّا الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ اَحَدٌ مَالًا بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضُهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۰۲) روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص کندہ کا اور ایک شخص حضر موت کا یہ دونوں اپنا مقدمہ یمنی زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے تو حضرمی بولا یارسول اللہ زمین میری ہے اس کے باپ نے مجھ سے غصب کرلی تھی۱؎ اور وہ زمین اس کے قبضہ میں ہے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں۲؎ عرض کیا نہیں لیکن میں اس سے قسم لوں گا اس پر کہ اللہ کی قسم وہ نہیں جانتا کہ وہ میری زمین ہے۳؎ کہ اس کے باپ نے وہ مجھ سے غصب کی ہے تب کندی قسم کے لئے تیار ہوا۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کا مال جھوٹی قسم سے نہیں مارے گا مگر وہ اللہ تعالٰی سے کوڑھی ہوکر ملے گا۵؎ تو کندی بولا وہ زمین اسی کی ہے۶؎ (ابوداؤد)

(۳۶۰۲)۱؎ یعنی یہ کہ [illegible] مجھے بے دخل کردیا باپ

اس کا فوت ہوگیا اس نے بطور میراث اس زمین پر قبضہ کرلیا ہے اسے خبر ہے کہ اس کے باپ نے میری زمین چھینی تھی مجھے دلوائی جائے' چونکہ اب بظاہر زمین کا مالک وہی تھا اس لئے اس پر ہی دعویٰ کیا گیا اگرچہ غصب کا مجرم اس کا باپ تھا' اس سے معلوم ہوا کہ پرانے مقدمہ کی بھی سماعت حاکم کو کرنا چاہئے۔ جرم نیا ہو یا پرانا بہرحال جرم ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناجائز قبضہ ناجائز ہے کوئی شخص ناجائز پرانے قبضہ کی وجہ سے اس کا مالک نہیں ہوجاتا یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کے اپنے مملوکہ مال کی میراث بنے گی۔ امانت' غصب' قرضہ' عاریت میں میراث جاری نہ ہوگی یہ چیزیں مالکوں کو واپس ہوں گی ۲؎ یعنی اس مقدمہ میں تم مدعی ہو کہ خلاف ظاہر کا دعویٰ کررہے ہو اور یہ شخص بوجہ قابض ہونے کے مدعیٰ علیہ ہے لہذا تم اس غصب کی گواہی پیش کرو۔ ۳؎ یعنی یہ اس واقعہ کو جانتا ہے ورنہ اپنی لاعلمی پر قسم کھا جائے ۴؎ یعنی اس نے قسم کھانا چاہی۔ ۵؎ یہ فرمان عالی اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں' بعض اعمال کا اثر چہرے بلکہ تمام جسم پر قیامت میں نمودار ہوگا' رب تعالٰی فرماتا ہے: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (۳:۱۰۶) جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے (کنزالایمان) کفر و ایمان بھی چیزوں سے نمودار ہوگا اور اعمال بد و نیک بھی واقعی ایسا جھوٹا حقیقۃً کوڑھی ہوگا' بعض شارحین نے بلاوجہ کوڑھی ہونے کی تاویلیں کیں کہ وہ حرکت و برکت سے محروم ہوگا وغیرہ ۶؎ سبحان اللہ یہ ہے اثر اس زبان فیض ترجمان کا کہ دو کلمات میں اس کے دل کا حال بدل گیا اور سچی بات کہہ کر زمین سے لادعویٰ ہوگیا یہ حدیث فصل اول میں بروایت حضرت علقمہ ابن وائل گزر چکی' مگر وہاں یہ ذکر نہ تھا کہ کندی نے کہا یہ اس کی زمین ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنَ الْغَمُوْسَ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۶۰۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس ۱؎ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے ۲؎ اور ماں باپ کی نافرمانی ۳؎ اور گزشتہ پر جھوٹی قسم ۴؎ اور نہیں قسم کھاتا کوئی روکنے والی قسم ۵؎ پھر اس میں مچھر کے پر برابر ملاوٹ کرے مگر وہ تاقیامت اس کے دل میں داغ بنادی جاتی ہے ۶؎ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ۷؎

(۳۶۰۳) ۱؎ انیس الف کے ضمہ نون کے فتحہ سے یہ عبداللہ صحابی' جہنی انصاری ہیں' غزوہ احد وغیرہ میں شریک ہوئے' مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایسے مقامات پر شرک سے مراد مطلقاً کفر ہوتا ہے کیونکہ ہر کفر بڑے سے بڑا گناہ ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱:۱۳) بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (کنزالایمان) کفر بڑا ظلم ہے' اور فرماتا ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (۲:۲۲۱) اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں (کنزالایمان) کفار مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں' فقیر نے بھی اس کی تحقیق اپنی تفسیر میں کی ہے کہ جہاں شرک کا مقابلہ ایمان سے ہوگا وہاں اور جہاں شرک مطلق ہوگا وہاں اس سے مراد ہر کفر ہوگا کفر کے معنی ہیں کسی اسلامی عقیدے کا انکار کرنا جیسے نبی کی نبوت قرآن کی حقانیت' قیامت' نماز زکوۃ وغیرہ کا انکار اور شرک کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالٰی کے برابر ماننا یا اللہ تعالٰی کی شان گھٹا کر اس کو کسی بندے کے برابر سمجھنا' برابری کے عقیدے کے بغیر شرک ناممکن ہے دیکھو ہماری کتاب علم القرآن رب تعالٰی فرماتا ہے: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۶:۱) اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ (۲۶،۹۸) جب کہ تمہیں ربّ العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے (کنزالایمان) بہر حال شرک میں شرط ہے کسی کو ربّ کے برابر سمجھنا' یہ خوب خیال میں رہے' ۳؎ماں باپ اگر چہ کافر ہوں ان کے حقوق ادا کرنا شرعاً ضروری ہیں' عقوق کے معنی ہیں ادائے حق کی کوتاہی کرنا یہ سخت گناہ ہے۔ ۴؎قسم تین طرح کی ہے' قسم لغو' قسم منعقدہ' قسم غموس' بے خبری میں جھوٹی قسم جو منہ سے نکل جائے' وہ لغو ہے اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ آئندہ کے متعلق قسم اگر یہ توڑ دی جائے تو کفارہ واجب ہے گزشتہ واقعہ پر دیدہ ودانستہ جھوٹی قسم اس میں کفارہ نہیں گناہ ہے' غموس بنا ہے غمس سے بمعنی ڈبونا چونکہ یہ قسم انسان کو گناہوں میں ڈبو دیتی ہے اس لئے یمین غموس کہتے ہیں ۵؎قسم صبر کے معنی پہلے عرض کئے جاچکے ہیں کہ ایسی قسم جو مقابل کو انکار سے روک دے جیسے مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس قسم یا بعد نماز عصر قرآن مجید سر پر رکھ کر قسم وغیرہ ۶؎یعنی یہ قسم اس کے دل میں ایسا میل پیدا کر دیتی ہے جیسے شیشہ یا شفاف تلوار میں گردغبار کے دھبے اور یہ داغ تا قیامت رہے گا بعد قیامت اس کا نتیجہ دیکھے گا جب جھوٹ کی ملاوٹ کا یہ وبال ہے تو خالص جھوٹی قسم کا کیا حال ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ اعضائے ظاہری کا اثر دل ودماغ پر پڑتا ہے جیسے کہ دل کا اثر ظاہری اعضاء پر ہوتا ہے دل کی رنج وخوشی چہرے سے ظاہر ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہے اس کی صفائی کا بہت خیال چاہئے۔ ۷؎یہ حدیث احمد ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِىْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۰۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قسم کھاتا کوئی میرے اس منبر کے پاس ۱؎ جھوٹ پر قسم اگر چہ ہری مسواک پر ہو مگر وہ اپنا ٹھکانہ آگ کا بناتا ہے یا اس کے لئے آگ واجب ہو جاتی ہے ۲؎ (مالک' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۶۰۴) ۱؎اگر چہ مکہ معظمہ یعنی کعبہ معظمہ کا منبر اور تمام عالم کی مسجدوں کے منبر حضور ہی کے ہیں مگر ھذا فرما کر بتایا کہ ہماری مراد مسجد نبوی شریف کا منبر ہے جو ریاض الجنۃ کے دوسرے کنارہ پر واقعہ ہے۔ شعر:

اک طرف روضہ کی جالی' اک سمت منبر کی بہار ۔۔۔ بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ وا

۲؎یعنی دوسری جگہ جھوٹی قسم کھانے سے ہمارے منبر کے سامنے ایسی قسم کھانا زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت بھی معلوم ہوا کہ اچھی جگہ اچھے وقت میں جیسے نیکی کا ثواب زیادہ ہوتا ہے ایسے ہی گناہ کا عذاب بھی زیادہ دیکھو اور مہینوں میں روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے مگر ماہ رمضان میں روزہ توڑنے پر اکسٹھ روزے واجب ہیں ایک قضا کا ساٹھ کفارہ کے یہ کفارہ کیا ہے ماہ رمضان کی بے حرمتی۔

وَعَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَتَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ

(۳۶۰۵) روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک ۱؎سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر' پڑھی پھر جب فارغ ہوئے تو سیدھے کھڑے ہوئے پھر تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر کی گئی ۲؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ بچو گندگی یعنی بتوں سے ۳؎اور بچو جھوٹی بات سے ۴؎ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے اس کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوئے ۵؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ) اور اسے

وَالتِّرْمِذِیُّ عَنْ اَیْمَنَ ابْنِ خُرَیْمٍ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ یَذْکُرِ الْقِرَآءَةَ۔

احمد وترمذی نے حضرت ایمن ابن خریم سے۶ روایت کیا مگر ابن ماجہ نے تلاوت کا ذکر نہ کیا ے

(۳۶۰۵)۱؎ خریم خ کے ضمہ سے ر کے فتحہ سے، آپ خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں اسدی ہیں صحابی ہیں، حدیبیہ میں حاضر ہوئے بدر میں شرکت ثابت نہیں۔۲؎ زور بنا ہے زور بالفتح سے جس کے معنی ہیں مائل ہونا، ٹیڑھا ہونا، اصطلاح میں جھوٹ کو بھی زور کہتے ہیں اور ملمع سازی کو بھی کیونکہ جھوٹا آدمی جھوٹ کی وجہ سے راہ حق سے ہٹ جاتا ہے ملمع سازی عملی جھوٹ ہے کہ پیتل کو ملمع کرکے سونا دکھایا جاتا ہے یعنی قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ بیان فرمایا اور اسے شرک کے برابر قرار دیا کیونکہ شرک بھی جھوٹ کی ہی تو قسم ہے مشرک کہتا ہے رب دو ہیں یہ قول جھوٹ ہے سمجھتا ہے کہ بت لائق عبادت ہیں یہ اعتقادی جھوٹ ہے، نیز مشرک رب تعالٰی کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے، اور یہ جھوٹا بندے کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے لہذا جھوٹ کو شرک سے بہت تناسب ہے۔۳؎ من الاوثان میں من بیانیہ ہے اور اوثان رجس کا بیان ہے جیسے ظاہری پلیدی جسم یا کپڑے کو گندا کرتی ہے ایسے ہی بت پرستی دل کو گندا کرتی ہے۔۴؎ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم ظاہر گندگیوں سے گھن کرتے ہو ویسے ہی باطن گندگیوں سے گھن کرو، باطنی گندگی بت پرستی اور جھوٹی بات، جسم سے زیادہ دل اور روح کی فکر کرو۵؎ حنفاء جمع ہے حنیف کی حنیف کے معنی ہیں کسی کی طرف جھکنا، مائل ہونا اور حنیف جیم سے، کسی سے الگ ہونا اس سے مائل ہونا ہے، حنیف وہ ہے جو باطل سے ہٹا ہو حق کی طرف مائل ہو، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کریم نے حنیف فرمایا، ان کے صدقہ سے ہر مسلمان حنیف ہے کہ کفر سے ہٹا ہوا ہے،۶؎ یعنی ابوداؤد وغیرہ نے تو والد سے روایت کی اور ترمذی نے بیٹے یعنی ایمن سے روایت کی، ایمن حضرت خریم کے بیٹے ہیں، ایمن کی صحابیت ثابت نہیں اس لئے ان کی روایات مرسل ہوگی۔ ے؎ یعنی ابن ماجہ نے یہ بیان نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آیت کریمہ فاجتنبوا الرجس تلاوت فرمائی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِیْهِ وَلَا ظَنِیْنٍ فِیْ وَلَاءٍ وَّلَا قَرَابَةٍ وَّلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَیْتِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّیَزِیْدُ بْنُ زِیَادٍ الدِّمَشْقِیُّ الرَّاوِیْ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ)۔

(۳۶۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں جائز ہے گواہی خیانت کرنے والے کی اور نہ خیانت کرنے والی کی۱؎ اور نہ سزا کوڑے مارے ہوئے کی۲؎ اور نہ کینہ والے کی اپنے بھائی کے خلاف۳؎ اور نہ ولاء و نسب میں تہمت والے کی۴؎ اور نہ کسی گھر والوں کے خرچہ پر گزارہ کرنے والے کی۵؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور یزید ابن زیاد دمشقی راوی منکر الحدیث ہے۔۶؎

(۳۶۰۶)۱؎ خیانت ضد ہے امانت کی کسی کا مال ناحق دبالینا خیانت کی بہت صورتیں ہیں یہاں یا تو خیانت سے یہ مال مار لینا مراد ہے یا اس سے ہر فسق و بدکاری مراد گناہ صغیرہ پر اڑ جانا اسے کرتے رہنا فسق ہے اور ہر فسق خیانت ہے کہ اس میں حق اللہ اور حق شرع کا مارنا ہے اس لئے ہر فاسق خائن ہے، مرقات نے یہاں خائن کے یہی معنی کئے یعنی فاسق، اشعۃ اللمعات نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی، مطلب یہ ہے کہ فاسق معلن کی گواہی قاضی کے ہاں قبول نہیں قرآن کریم فرماتا ہے: وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ (۲:۶۵) اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو (کنزالایمان) اپنے میں سے دو عادلوں و پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ شرابی، زانی، چور، داڑھی منڈے

وغیرہم فساق کی گواہی قبول نہیں' اس حکم کا ماخذ یہی حدیث اور یہی آیت ہے' ۲؎ خیال رہے کہ کوڑوں کی سزا کنوارے زانی کو بھی دی جاتی ہے (سوکوڑے) اور شرابی کو بھی (اسی کوڑے) اور پارسا عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے کو بھی (اسی کوڑے) مگر یہاں مراد یہ تیسرا شخص ہے تہمت کی سزا والا کیونکہ مردود الشہادت صرف یہی شخص ہے نہ کہ پہلے دو' اس پر ساری امت کا اجماع بھی ہے قرآن کریم کی تصریح بھی رب تعالٰی فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا (۲۴:۴،۵) اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں (کنزالایمان) مگر ہمارے امام اعظم کے ہاں قاذف تہمت لگانے والے کی گواہی توبہ کے بعد بھی قبول نہیں ہمیشہ مردود الشہادۃ رہے گا' مگر امام شافعی کے ہاں بعد توبہ اس کی گواہی قبول ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا کا تعلق لَا تَقْبَلُوْا سے ہے اور ہمارے ہاں اس کا تعلق فاسقون سے ہے یعنی یہ قاذفین فاسق ہیں سواء توبہ کرنے والوں کے' نیز امام شافعی کے ہاں قاذف تہمت لگاتے ہی مردود الشہادت ہے' مگر ہمارے ہاں کوڑے لگنے کے بعد یعنی ہمارے ہاں گواہی رد ہونا تہمت کی سزا کا تتمہ ہے' یہ حدیث ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلود یعنی کوڑے لگائے ہوئے کی گواہی مردود قرار دی اور ہمیشہ کے لئے مردود قرار دی توبہ کرے یا نہ کرے (مرقات وکتب فقہ) چونکہ اس جملہ کی تائید قرآن کریم سے ہورہی ہے لہذا حدیث کا یہ جزء قوی ہے۔ ۳؎ بھائی سے مراد وہ ہے جس کے خلاف گواہی دے رہا ہے اسلامی بھائی چارہ مراد ہے یعنی کینہ ور اور دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ بوجہ دشمنی اسے نقصان پہنچانے کے لئے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے گا اس لئے احتیاطًا یہ لازم کردیا گیا ۴؎ یعنی جو غلام اپنے کو مولٰی کے سوائے کسی اور کا آزاد کردہ غلام بتا کر اپنی ولاء اس سے ثابت کرے یوں ہی جو شخص اپنے کو دوسرے خاندان سے منسوب کرے ان کی گواہی قبول نہیں آج کل لوگوں کو بناوٹی سید بننے کا بہت شوق ہے ایسے مصنوعی سیدوں کی گواہی مردود ہے۔ یہ فرمان عالی بہت جامع ہے' عربی میں قانع کہتے ہے سائل کو اور مقنع کہتے ہیں صابر کو جو تھوڑے کھانے پر قناعت کرے' یہاں وہ شخص مراد ہے' جو اس کے گھر رہ کر اس کی عطاء پر گزارہ کررہا ہو چونکہ اس گھر والے کے حق میں گواہی کا نفع خود اس کو بھی پہنچے گا کہ اس کو جو مال ملے گا اس مال سے اس کو کھانا ملے گا اس لئے گواہی قبول نہیں جو گواہی خود گواہ کو نفع بخش ہو وہ قبول نہیں جیسے باپ کی گواہی اولاد کے حق میں' زوجین کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں کہ کوئی قبول نہیں یوں قرض خواہ کی گواہی اپنے مقروض کے حق میں قبول نہیں ۵؎ اس میں خادم لے پالک سب داخل ہیں جو کسی کی روٹی پر گزارہ کرتا ہو اس کی گواہی اس گھر والوں کے حق میں قبول نہیں کہ یہ شخص اپنی پرورش کے لئے اس کے حق میں گواہی دے گا ۶؎ اگرچہ یہ حدیث غریب ہے مگر اس کے بعض اجزاء کی تائید قرآن مجید سے ہورہی ہے اور بعض اجزاء کی تائید دیگر احادیث سے' نیز ائمہ دین کا اسی پر عمل ہے ان وجوہ سے یہ قوی ہوگئی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِیَةٍ وَلَا ذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِیْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَیْتِ

(۳۶۰۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ تو خیانتی مرد کی گواہی جائز ہے نہ خیانتی عورت کی ۱؎ اور نہ زانی مرد کی نہ زانیہ عورت کی ۲؎ نہ کینے والے کی اپنے بھائی کے خلاف ۳؎ اور رد فرمائی اس کی گواہی

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

جو کسی کے گھر سے گزارہ کرے اسی گھر والوں کے لئے۔[۴] (ابوداؤد)

(۳۶۰۷)[۱] اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ حق یہ ہے کہ اس سے مراد ہر فاسق اور فاسقہ ہے[۲] کیونکہ زانی فاسق ہے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں، توبہ کے بعد قبول ہے کہ اب فاسق نہیں رہا۔[۳] یعنی دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں خواہ وہ دشمن سگا بھائی ہو یا دینی بھائی نسبًا اجنبی لفظ اخیہ دونوں کو شامل ہے مرقات نے فرمایا کہ یہاں دنیاوی عداوتیں مراد ہیں دینی اختلاف کی صورت میں مسلمان کی گواہی کافر کے خلاف قبول ہے یوں ہی اگر اسلام کی مختلف جماعتوں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف گواہی دیں۔[۴] اس کی شرح اور وجہ ابھی اوپر مذکور ہوئی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَبْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۰۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جنگلی (دیہاتی) آدمی کی گواہی بستی والے کے خلاف جائز نہیں۔[۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۶۰۸)[۱] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں ان کے ہاں دیہاتی کی گواہی شہری آدمی کے خلاف مطلقًا قبول نہیں، دوسرے امام اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اکثر دیہاتی لوگ احکام شرعیہ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ انہیں گواہ بننے، گواہی دینے کے مسائل معلوم نہیں ہوتے، ان پر بھول چوک غالب ہے اگر کسی دیہاتی میں یہ خرابیاں نہ ہوں تو اس کی گواہی قبول ہے بعض نے فرمایا کہ اس حدیث میں لا یجوز بمعنی لا تحسن ہے یعنی دیہاتی کی گواہی شہری کے خلاف اچھی نہیں، کیونکہ دیہاتی کو بوقت ضرورت گواہ بننے، یا گواہی دینے کے لئے بلانا مشکل ہوتا ہے مگر یہ حکم تب تھا جب کہ اسباب سفر کم تھے اب نقل وحرکت میں دشواری نہیں بہر حال یہ حدیث یا منسوخ ہے یا کچھ قیود سے مقید، اور جو وجوہ گواہی قبول نہ ہونے کے عرض کئے گئے وہ مجروح ہیں کیونکہ اگر ان وجوہ سے شہری کے خلاف گواہی جائز یا بہتر نہیں تو شہری کے موافق گواہی کیوں جائز ہے یہ وجوہ تو جب بھی موجود ہیں غرضکہ سواء امام مالک کے اور کسی امام کے ہاں اس حدیث پر عمل نہیں۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ لَمَّا اَدْبَرَ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَلُوْمُ عَلَى الْعَجْزِ وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ فَاِذَا غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۰۹) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے[۱] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ فرمایا تو ہارے ہوئے نے جب پیٹھ پھیری تو بولا مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے[۲] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی عاجز پر ملامت فرماتا ہے لیکن تجھ پر احتیاط لازم تھی[۳] پھر جب تجھ پر کوئی چیز غالب آئے تو کہو کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔[۴] (ابوداؤد)

(۳۶۰۹)[۱] عوف ابن مالک دو ہیں، ایک تابعی دوسرے صحابی یہاں صحابی مراد ہیں جو اشجعی ہیں، غزوہ خیبر میں شریک ہوئے فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، آخر میں ملک شام میں رہے وہاں ہی وفات پائی ۷۳ھ میں آپ کی وفات ہے بہت سے صحابہ نے آپ سے روایات لیں (اشعہ)[۲] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ جس کے خلاف ہوا تھا اس نے یہ پڑھا جس کا مقصد یہ تھا کہ مدعی نے ظلمًا مجھ سے مال وصول کر لیا ناجائز طور پر جس کا غم کہنے کے لئے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں[۳] سبحان اللہ کیسا

پاکیزہ فرمان ہے' مقصد یہ ہے کہ اولاً خود احتیاط سے کام نہ لینا بعد میں نقصان ہو جانے پر یہ کلمات کہنا اور توکل کرنا رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں توکل کی حقیقت یہ ہے۔ شعر:

توکل می کنی دوکار کن کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

لہٰذا جب کسی کو قرض دو تو گواہی' تحریر وغیرہ سے اس کی پختگی کرلو' بغیر گواہی' تحریر قرض دے دینا پھر مقدمہ ہار جانے پر توکل کا اظہار کرنا غلط ہے۔ ۳؎ یعنی جب تو پوری پوری احتیاط کرلے مگر قضائے الٰہی سے تجھے نقصان ہو جائے تب تو یہ کہہ کر توکل کا اظہار کر تب تیرا توکل درست ہے۔

وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلاً فِيْ تُهْمَةٍ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ)

(۳۶۱۰) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۱؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی تہمت میں قید کیا ۲؎ (ابوداؤد) اور ترمذی ونسائی نے یہ زیادتی کی پھر اسے چھوڑ دیا ۳؎

(۳۶۱۰) ۱؎ آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حمید قشیری ہیں تابعین میں سے ہیں' اکثر محدثین آپ کو ثقہ کہتے ہیں مگر مسلم بخاری نے انکی روایت اپنی کتاب میں نہ لی' ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی کوئی روایت منکر نہیں (مرقات واشعہ) بعض نے آپ کو صحابی مانا مگر یہ صحیح نہیں ۲؎ اس طرح کہ کسی نے جھوٹی گواہی دی' اس کا جھوٹ ظاہر ہو جانے پر اسے قید کر دیا (مرقات) یا کسی نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا یا کسی اور جرم کا الزام لگایا' تو حضور نے مدعیٰ علیہ کو تحقیق کے دوران میں قید کر دیا' پھر جرم ثابت نہ ہونے پر اسے چھوڑ دیا (مرقات واشعہ) ۳؎ یا تو جھوٹے گواہ کو سزاءً کچھ روز قید کر کے چھوڑ دیا یا جرم ثابت نہ ہونے پر مدعیٰ علیہ کو چھوڑ دیا' معلوم ہوا کہ قید کرنا بھی احکام شرعیہ سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی حکم دیا کہ دونوں فریق حاکم کے سامنے بٹھائے جائیں ۱؎ (احمد' ابوداؤد)

(۳۶۱۱) ۱؎ اس زمانہ میں حکام مسندوں پر بیٹھتے تھے' اس لئے فریقین کو ان کے سامنے بٹھایا جاتا تھا' اب حکام کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں' اس لئے فریقین اور ان کے وکیل سامنے کھڑے ہوتے ہیں' مقصد یہ ہے کہ حاکم فریقین پر برابری کرے' نشست اور گفتگو دونوں کی یکساں رکھے کسی ایک کی طرف میلان نہ کرے' کہ اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹ جاتا ہے علماء فرماتے ہیں کہ حاکم کے لئے سب سے ضروری چیز فریقین میں برابری برتنا ہے (مرقات) یہ بہت مشکل چیز ہے کبھی ایک فریق اعلیٰ منصب والا ہوتا ہے دوسرا فریق معمولی حیثیت کا حاکم اگر اعلیٰ منصب والے کو اپنے پاس بٹھائے دوسرے کو سامنے کھڑا کرے تو یہ جرم ہے اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹے گا' خلفاء اسلام کی تواریخ سے ایسے واقعات کا پتا لگتا ہے کہ معمولی رعایا نے بادشاہ کے خلاف دعویٰ کر دیا' قاضی نے سلطان کو طلب کیا تو اسے اور مدعی کو اپنے سامنے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کیا' دوران مقدمہ میں بادشاہ کا کوئی احترام نہ کیا۔

كِتَابُ الْجِهَادِ
جہاد کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

جہاد بنا ہے جہد سے جہد جیم کے پیش سے یا فتحہ سے بمعنی مشقت ہے شریعت میں جہاد بالکسر کے معنی ہیں کفار کے مقابلہ میں مشقت کرنا یا تلوار سے لڑکر غازیوں کی مدد کر کے مال سے یا رائے سے یا ان کے ساتھ جا کر ان کی جماعت بڑھا کر۔ جہاد کا درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے عام مومن اپنا مال وقت یا کوشش اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مجاہد اپنی جان سے دین اسلام کی خدمت کرتا ہے۔ جان بڑی پیاری چیز ہے اس لئے مجاہد خدا کو بڑا پیارا ہے' علماء فرماتے ہیں کہ عبادات الٰہیہ پر ہمیشگی کرنا بھی جہاد اعظم ہے بلکہ نماز کی پابندی جہاد سے افضل ہے کہ جہاد تو نماز قائم کرنے کے لئے ہی کیا جاتا ہے۔ جہاد حسن لغیرہ ہے اور نماز حسن بعینہ ہے۔ (مرقات) حق یہ ہے کہ عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے مگر بعض خصوصی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض احادیث میں نماز کو جہاد پر مقدم فرمایا گیا ہے اور بعض احادیث میں جہاد کو نماز پر مقدم فرمایا گیا ہے۔ اس جگہ اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ عام مردوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور شہیدوں کی روح کو خود ربّ تعالیٰ براہ راست قبض فرماتا ہے۔ (اشعہ) شہید کے اور فضائل انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْجَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَفِيْهَا قَالُوْا اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرَ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۱۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر[۱] اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے[۲] اسے جنت میں داخل کرنا اللہ کے ذمے ہے[۳] خواہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھ رہے جس میں پیدا ہوا[۴] لوگوں نے عرض کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ دے دیں[۵] فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں[۶] جو اللہ نے ان کے لئے تیار کئے ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کریں۔[۷] دو درجوں کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے[۸] جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو وہ جنت کا درمیان اور جنت کا اعلیٰ حصہ ہے۔[۹] جس کے اوپر اللہ کا عرش ہے وہاں جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں (بخاری)[۱۰]

(۳۶۱۲)[۱] قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ربّ نے جو کچھ بھیجا اور حضور جو کچھ لائے ان سب پر ایمان لائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حقیقۃً ایمان ہے اللہ رسول کو ملانا' اللہ رسول میں فرق کرنا کفر ہے قرآن کریم فرماتا ہے وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ

ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (۴:۱۵۰،۱۵۱) کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کردیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان وکفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر (کنزالایمان) ملانے کے معنی ہماری کتاب اسلام کی چار اصولی اصطلاحوں میں دیکھو۔۲؎ چونکہ نماز روزہ تمام عبادات میں افضل ہیں نیز ان کا پابند دوسری عبادات بھی بفضلہ تعالٰی آسانی ادا کرتا ہے ان وجوہ سے یہاں صرف ان ہی دونوں کا ذکر فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ اس فرمان عالی کے وقت زکوۃ و حج فرض نہ ہوئے ہوں اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا گیا ہو یا حج وزکوۃ کی فرضیت صرف مالداروں پر ہے روزہ نماز سب پر۔۳؎ یعنی حق تعالٰی کے وعدے کی بنا پر جو اس نے وعدہ فرمایا داخلہ سے مراد اولی داخلہ ہے، ورنہ جنت کا مطلق داخلہ تو صرف ایمان سے ہوگا یا بلندی درجات کے ساتھ داخلہ ان اعمال سے ہوگا کیونکہ جنت کا داخلہ ایمان سے ہوگا، وہاں کی درجات اعمال صالح سے ہے۔۴؎ مرقات نے فرمایا کہ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فتح کے دن یا اس کے بعد ہے کہ فتح سے پہلے ہجرت فرض تھی اور یہاں وطن پیدائش میں رہنے کی اجازت ہے مگر فتح سے پہلے صرف مکہ معظمہ سے یا جہاں کفار کا غلبہ تھا وہاں سے ہجرت فرض تھی اسلامی شہروں سے ہجرت کرنا فرض نہ تھی اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے بعض خصوصی حالات میں فرض عین ہو جاتا ہے۔۵؎ یہ عرض کرنے والے حضرت معاذ ابن جبل جیسا کہ ترمذی میں ہے وہاں یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا چھوڑ دو کہ لوگ عمل کریں خیال رہے کہ ایسی احادیث حضرات صحابہ نے اپنی وفات کے وقت اس خوف سے بیان فرمادیں کہ وہ علم چھپانے کے الزام میں نہ آئیں لہذا یہ اعتراض نہیں کہ جب حضور انور نے منع فرمادیا تھا تو ان حضرات نے ایسی احادیث روایت کیوں فرمادیں۔۶؎ ترمذی میں ہے کہ ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں عالمین جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو جائے۔۷؎ مجاہدین سے مراد نمازی حاجی اور نفس سے مجاہدہ کرنے والے سب ہی ہیں (مرقاۃ) بشرطیکہ یہ کام رضائے الٰہی کے لئے ہوں جیسا کہ فی سبیل اللہ سے معلوم ہوا۔۸؎ یعنی پانچ سو سال کا راہ یہ سو درجے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے خاص ہیں لہذا مجاہدہ کرو تاکہ یہ درجہ پاؤ۔۹؎ اوسط سے مراد ہے افضل اور اعلٰی سے مراد سب سے اونچا ہے لہذا اوسط اور اعلٰی میں تعارض نہیں۔۱۰؎ یعنی فردوس کی چھت عرش اعظم ہے اور فردوس سے جنت کی چاروں نہریں پانی، دودھ، شراب طہور اور شہد کی نہریں اصولاً یہاں سے نکلتی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ الْقَانِتِ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۱۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس کی سی ہے جو دن کا روزہ اور رات کو آیات الٰہی کی تلاوت کرنے والا ہوا۱؎ نہ روزے سے تھکے نہ نماز سے۲؎ حتی کہ اللہ کی راہ کا مجاہد لوٹ آئے۔ (مسلم بخاری)۳؎

(۳۶۱۳)۱؎ قانت بنا ہے قنوت سے، احادیث میں قنوت چند معنی میں استعمال ہوا ہے اطاعت عاجزی، نماز، دعا عبادت، قیام نماز کا قیام خاموشی یہاں قانت سے مراد عابد ہے، یا قائم یا نمازی یعنی مجاہد غازی اگرچہ آرام کرے، سوئے یا کوئی جائز کام کرے ثواب عبادت ہی پائے گا کیونکہ سفر جہاد ہی تو ہے جیسے روزہ ہر وقت منہ میں رہتا ہے اس لئے روزہ دار ہوتے ہوئے بھی عابد ہے ایسے ہی اس سفر میں بہر حال غازی رہتا ہے اس لئے کھاتے پیتے سوتے جاگتے عابد ہوتا ہے غازی کو بھی چاہئے کہ اس سفر میں ناجائز حرکت نہ کرے اللہ رسول سے شرم کرے [illegible] کی بحالت جنگ حالت [illegible] ہوتی تھی کہ منہ میں قرآن ہاتھ میں تلوار۔۲؎ خیال رہے کہ یہ تشبیہ ثواب میں ہے نہ کہ

عمل میں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض تھا کہ ہمیشہ روزے رکھنا اور تمام رات نماز قرآن پڑھنا بالکل نہ سونا تو ممنوع ہے کہ وہاں ممانعت اسی لئے تو ہے کہ انسان تھک کر بیمار ہو جائے گا پھر فرائض و واجبات سے بھی جاتا رہے گا اگر کوئی شخص ہمیشہ کے روزے ساری رات نماز سے تھکن محسوس نہ کرے تو اس کے لئے ممانعت بھی نہیں۔اس لئے اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تھکنے کی قید لگادی کہ فرمادیا لا یفتر ۳؎ یعنی یہ ثواب صرف میدان جنگ میں رہنے کے اوقات سے خاص نہیں بلکہ جاتے آتے سفر میں بھی ملتا ہے گھر واپس پہنچنے تک یہ ثواب ہے جہاد کرنے کا ثواب علیحدہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْغَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۱۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ضامن ہو چکا اس کا جو اس کی راہ میں نکلا ۱؎ اسے نہ نکالے مگر مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق ۲؎ نہ کرادے وہ ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں جو وہ حاصل کرے یا اسے جنت میں داخلہ دے دوں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۱۴) ۱؎ غالب یہ ہے کہ سبیل سے مراد راہ جہاد ہے اسی لئے مؤلف یہ حدیث جہاد کے بیان میں لائے ہو سکتا ہے کہ اس جہاد سے ' طلب علم، عمرہ و حج کے تمام سفر مراد ہوں مگر پہلی توجیہ زیادہ صحیح ہے کہ اگلا مضمون اس کی تائید کر رہا ہے اور رب کی یہ ضمانت کرم کی ضمانت ہے ۲؎ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تمام رسولوں کی تصدیق ہے اس لئے اس جملے میں ارشاد ہوا جس کے پاس سو ہیں اس کے پاس ساری اکائیاں دہائیاں ہیں ۳؎ او ادخلہ کا عطف ارجعہ پر ہے یعنی اگر غازی جیت کر لوٹا تو غنیمت وثواب سب کچھ لے آیا اگر شکست کھا گیا تو ثواب کے ساتھ لوٹا اگر شہید ہو گیا تو جنت میں گیا ہر طرح نفع میں ہے۔مثل مشہور ہے کہ لٹ گئے تو روزہ لوٹ لائے تو عید مار آئے تو غازی مر گئے تو شہید۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلَا اَجِدُمَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۱۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔اگر یہ مجبوری نہ ہوتی کہ مسلمان لوگوں کے دل خوش نہیں ہوتے مجھ سے پیچھے رہ جانے سے ۱؎ اور ہم اتنی سواریاں پاتے نہیں جو ان سب کو دیں ۲؎ تو ہم کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے ۳؎ اور اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں ۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۱۵) ۱؎ یعنی غریب وفقیر مسلمانوں کے دل نہیں چاہتے کہ بے سواری ہونے کی وجہ سے میرے ساتھ جہاد میں نہ جائیں گھر بیٹھے رہیں کیا تمہیں خبر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تشریف لے گئے تھے حضرت طلحہ ٹھیک دوپہر کی تیز دھوپ میں سفر سے مدینہ منورہ اپنے باغ میں پہنچے جہاں کھانا، پانی، ٹھنڈا سایہ ان کے منتظر تھے مگر جب سنا کہ حضور غزوہ تبوک میں گئے ہوئے ہیں سواری سے نہ

اترے اس طرف سواری ہانک دی رضی اللہ عنہ فرمایا' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے محبوب تپتی ریت میں ہوں اور میں گھنے درختوں کے سایہ میں ہوں۲؎ یعنی ہمارے پاس اتنی سواریاں ہی نہیں کہ ہر جہاد میں ہم سب مسلمانوں کو ان پر سوار کرکے جہاد کے میدان میں پہنچادیں وہ پیچھے رہ جانے پر راضی نہیں سب کو ساتھ لے جانے کا موقع نہیں۳؎ سریہ وہ چھوٹا لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یعنی اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو ہم کسی معمولی اور بڑے لشکر کے پیچھے نہ رہتے ہر لشکر کے ساتھ جاتے ہر جہاد میں شریک ہوتے معلوم ہوا کہ جہاد عموماً فرض کفایہ ہوتا ہے کبھی فرض عین یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بڑے رحیم کریم ہیں کہ مساکین کے رنج وغم کا لحاظ فرما کر کبھی جہاد جیسی مرغوب چیز کو چھوڑ دیتے حضور نے امت کی تکلیف کا لحاظ فرماتے ہوئے بہت سی عبادات نہ کیں جیسے ہمیشہ تراویح اور تہائی رات گزرنے پر نماز عشاء وغیرہ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے کہ راہ خدا میں شہادت بڑی اعلیٰ عبادت ہے کہ حضور انور بار بار شہادت پانے کی تمنا فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ ناممکن نیکی کی تمنا بھی ثواب ہے رب تعالٰی نے خبر دے دی تھی کہ کوئی کافر حضور کو شہید نہ کرسکے گا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۵:۶۷) اور اللہ نگہبانی کرے گا لوگوں سے (کنزالایمان) یہ بھی خبر دی ہے کہ بعد موت کوئی دنیا میں واپس نہ آئے گا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (۲۱:۹۵) کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں (کنزالایمان) ان خبروں سے معلوم ہو چکا تھا کہ حضور کی شہادت ناممکن ہے اور بار بار دنیا میں آنا شہید ہونا بھی محال ہے مگر حضور اس کی تمنا آرزو کرتے رہے کیونکہ اس لئے کہ یہ تمنا ثواب ہے امید صرف ممکن ہوسکتی ہے مگر آرزو تمنا ہر ممکن اور ناممکن چیز کی جاسکتی ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۱۶) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا' ۲؎ دنیا اور جو دنیا پر ہے اس سے بہتر ہے۳؎ (مسلم)

(۳۶۱۶)۱؎ آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے کہ آپ سہل ابن سعد ساعدی انصاری ہیں پہلے آپ کا نام حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا کنیت ابوالعباس ہے حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی ۹۱ھ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں جن کی وفات سب سے آخر ہوئی۲؎ رباط کے کسرہ اور ضمہ کے ربط سے بنا ہے بمعنی باندھنا اس لئے بندھے گھوڑے کو خیل مربوط کہتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (۸:۶۰) اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (کنزالایمان) شریعت میں بہ نیت جہاد گھوڑا پالنے کو بھی کہتے ہیں اور اسلامی سرحد بارڈر پر کفار کے مقابل رہنے کو بھی جبکہ سرحد پر ہر وقت خطرہ ہو اور یہ مقابلہ کفار کے لئے ہر وقت وہاں تیار رہے یہاں رباط کے معنی دونوں بن سکتے ہیں۳؎ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے آئی ہے چنانچہ احمد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی ہے ایک دن کا رباط ایک ماہ کے روزہ رات کی عبادت سے افضل ہے طبرانی نے حضرت ابوداؤد سے روایت کی ایک ماہ کا رباط ہمیشہ کی روزی سے افضل ہے۔ جو مرابط ہو کر مرے گا وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور برزخ میں اسے صبح شام روزی جنت کی ہوا ملے گی قیامت تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۱۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک بار صبح و شام جانا۱؎ دنیا سے اور جو دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۱۷)۱؎صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا روحہ اللہ تعالٰی کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں' جہاد کے لئے جانا نماز کے لئے مسجد میں جانا' طلب علم دین کے لئے مدرسہ یا استاد کے پاس جانا مراد ہے اسی لئے مصنف سے باب الجہاد میں لائے۲؎ کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو' نماز' روزہ' حج وعبادات حضور کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب وروح سے ہے لہٰذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان واخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے وقربان لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ قِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهٗ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۱۸) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن رات گھوڑا پالنا ایک مہینہ کے روزوں ونمازوں سے بہتر ہے۱؎ اور اگر مر جائے تو اس کا وہ عمل جو کرتا تھا جاری رہے گا۲؎ اور اس پر اس کا رزق بہایا جائے گا۳؎ اور فتنوں سے امن میں رہے گا۴؎ (مسلم)۵؎

(۳۶۱۸)۱؎خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق' موٹر کار' ٹینک' ہوائی جہاز کی بمباری سیکھنا رباط ہے جبکہ جہاد کی نیت سے ہو ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لئے ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے یا مجاہد مرابط کا جیسا' اخلاص ویسا ثواب۲؎ سبحان اللہ کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے۳؎ یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا' رب تعالٰی فرماتا ہے: يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۳،۱۷۰) روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو ان نے انہیں اپنے فضل سے دیا (کنزالایمان) ۴؎ امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا نون کے فتحہ سے ہے۔ فتنہ کا مبالغہ یا ف کے ضمہ سے فاتن بمعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا۔ یا محفوظ رکھا جائے گا۔ بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ وآزمائش ہے۔ اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے' منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں مرابط حساب قبر عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے۔ دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر وحساب قبر سے محفوظ رہے گا اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ عَبْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۱۹) روایت ہے حضرت ابوعبس۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں پھر آگ چھوئے۲؎ (بخاری)

(۳۶۱۹)۱؎ آپ انصاری صحابی ہیں زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا اسلام میں آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن جبر ہوا مگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے ستر سال کی عمر پائی ۳۴ھ میں وفات پائی مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن

ہوئے (اشعہ، مرقات) ۲؎ یعنی جو شخص رضائے الٰہی کے لئے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد وغبار پڑے خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج، طلب علم جنازہ کی حاضری بیمار پرسی جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقًا اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے فرمایا حج میں قرآن کریم میں جو مصرف زکوۃ میں فی سبیل اللہ واقع ہے امام ابو یوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے امام محمد کے ہاں مجبور حاجی (مرقات) ۳؎ یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف خدا سے آنکھ کے آنسو، راہ خدا کا غبار دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَّقَاتِلُهٗ فِی النَّارِ اَبَدًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اور اس کا قاتل کبھی آگ میں جمع نہ ہوں گے ۱؎ (مسلم)

(۳۶۲۰) ۱؎ کافر سے مراد حربی کافر ہے اور قاتل سے مراد مجاہد غازی مسلمان ہے یعنی جو غازی جہاد میں کسی کافر کو قتل کرے، تو وہ مقتول کافر تو دوزخ میں گیا۔ لہٰذا یہ قاتل غازی دوزخ میں نہیں جائے گا یہ مطلب نہیں کہ مقتول کافر تو دوزخ کے ادنیٰ طبقے میں ہو اور یہ غازی دوزخ کے دوسرے طبقہ میں ہو مطلقًا دوزخ میں اجتماع کی نفی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُّمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِی الْقَتْلَ وَ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِیْ غُنَيْمَةٍ فِیْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِی الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِیْ خَيْرٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے مفید زندگی اس شخص کی ہے ۱؎ جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامے رہے جو اس کی پشت پر اڑ جاتا ہے جب کبھی گھبراہٹ یا طلب مدد کی آواز سنے اس پر اڑ کر پہنچے ۲؎ جو قتل و موت کو ان کے ٹھکانوں سے ڈھونڈھتا ہے ۳؎ یا وہ شخص جو بکریوں میں رہے ان پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی میں یا ان جنگلوں میں سے کسی جنگل میں رہے ۴؎ نماز قائم کرے زکوۃ دیتا رہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہے ۵؎ حتی کہ اسے موت آجائے لوگوں میں سے یہ مرد صرف بھلائی میں ہی ہے ۶؎ (مسلم)

(۳۶۲۱) ۱؎ لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگانی اور زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں ۲؎ یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فورًا وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لئے ۳؎ یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مرجانا جینے سے بہتر سمجھے خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو، جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو یہاں مرجانا ہو ۴؎ خیال رہے کہ اول نمبر کا مرد زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا

وہ یہ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لئے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے۔ بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے۔ فتنوں سے الگ رہتے۔ اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لئے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لئے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لئے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔ ۵؎ اگرچہ عبادات میں نماز و زکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز و زکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا ۶؎ یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقین ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید رسالت' فرشتوں' جنت دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لئے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (۱۵:۹۹) اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو (کنزالایمان) یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیا دار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے۔ جلوت سے خلوت بہتر' مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے تبلیغ کرتے رہے نیز جس رہنے سے جمعہ وعیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے جنگل میں یہ نعمتیں کہاں' شہر میں علم ہے ذکر کے حلقے ہیں اچھوں کی صحبتیں ہیں حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لئے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے (مرقات)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۲۲) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا ۲؎ اور جو کسی غازی کے گھر بار میں اس کا نائب بن کر رہا اس نے جہاد کیا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۲۲) ۱؎ آپ صحابی ہیں عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی ۷۸ھ میں بعض نسخوں میں یزید ابن خالد ہے۔ ۲؎ یعنی غازی کو سامان سفر سامان جنگ یا روٹی کپڑا' سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب ۳؎ یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہو گیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینان دل کا ذریعہ بنا۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ عَمَلِهٖ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۳) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیوں کی بیویوں کا احترام بیٹھ رہنے والوں کے ذمہ ایسا ہے جیسے اپنی ماؤں کا احترام ۱؎ اور بیٹھ رہنے والوں میں سے کوئی شخص نہیں جو مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں میں خلیفہ بنے ۲؎ پھر ان میں اس غازی کی خیانت کرے ۳؎ مگر یہ خائن غازی کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہوگا پھر غازی اس کے اعمال میں سے جو چاہے گا لے گا ۴؎ اب تمہارا کیا خیال ہے ۵؎ (مسلم)

(۳۶۲۳)۱؎ حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت و حرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگر چہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگر چہ اور دوسری عورتیں بھی اس مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام' اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بدنظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا' وبال کا قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت و حرمت اولاد پر اشد ضروری ہے۔ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔۲؎ اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران و منتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو۔ان کے بال بچوں نے اسے اپنا سرپرست مان لیا ہو۔ یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے۔گھر والوں سے مراد بیوی' بچے' لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔۳؎ یہاں خیانت سے عزت' عصمت' مال' زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔۴؎ اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے روزے' نمازیں' حج' زکوۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھن جانے کا سبب ہے۔۵؎ یعنی خود خیال کرلو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا' ہرگز نہیں' نیکی چھین لینے کے یہ معنی ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالٰی کے ہاں مجاہد کی کیا عزت و حرمت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۴) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں ایک شخص جہاد والی اونٹنی لایا۱؎ عرض کیا یہ اللہ کی راہ میں ہے۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے عوض تجھے قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی' جو۳؎ سب کی سب مہار والی ہوں گی (مسلم)

(۳۶۲۴)۱؎ کبھی خطام بمعنی زمام آتا ہے یعنی مہار' لمبا رسہ' نکیل جس کا ایک کنارہ اونٹ کی ناک میں ہوتا ہے دوسرا مالک کے ہاتھ میں کبھی خطام صرف نتھ کو کہتے ہیں اور زمام مہار و نکیل کو۔نتھ وہ رسی پتلی سی ہے جو ناک میں ڈال کر پورے سر سے گھما کر باندھ دی جائے پھر اس رسی میں نکیل باندھی جائے جیسے عموماً گاؤں والے بیل بھینس کو باندھتے ہیں۲؎ فقراء کے لئے یا مجاہدین غازیوں کے لئے' دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں اس لئے مؤلف یہ حدیث کتاب الجہاد میں لائے۳؎ حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالٰی بطور اعزاز اہل جنت کو سواری کے لئے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ تیز ہوگی جیسے قربانی کرنے والوں کو صراط طے کرنے کے لئے سواری دی جائے گی' بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب دے گا مگر یہ درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی' کیا ثواب کے بھی مہار ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کی عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ ھُذَیْلٍ فَقَالَ لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۵) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ہذیل کے قبیلہ بنی لحیان کی طرف بھیجا[۱] تو فرمایا ہر دو شخصوں میں سے ایک شخص چلا جائے ثواب ان دونوں کو ہوگا[۲] (مسلم)

(۳۶۲۵)[۱] ہذیل کفار کا بڑا قبیلہ تھا اور بنی لحیان اس کا فخذ جیسے پٹھان بڑا قبیلہ ہے۔ پھر یوسف زئی، کمال زئی ان کے چھوٹے خاندان، یہ جہاد بنی لحیان پر تھا[۲] یعنی گھر کے سارے آدمی لشکر میں نہ جائیں۔ باپ، بیٹے، بھائی بھائی، چچا بھتیجے میں سے ایک شخص تو جہاد میں جائے دوسرا شخص گھر میں رہ کر اسے سنبھالے۔ نفس ثواب مشترک ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مجاہد کا خلیفہ مجاہد کے ثواب میں شریک ہوتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّبْرَحَ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْہِ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۲۶) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کرتی رہے گی[۲] حتی کہ قیامت قائم ہو جائے[۳] (مسلم)[۴]

(۳۶۲۶)[۱] آپ مشہور صحابی ہیں۔ آپکی کنیت ابوعبداللہ ہے عامری ہیں۔ حضرت سعد ابن وقاص کے بھانجے ہیں۔ آپ کی والدہ خالدہ بنت ابی وقاص ہیں۔ کوفہ میں رہے وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی[۲] یعنی روئے زمین میں کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہے گا اگرچہ کبھی کسی خاص جگہ نہ ہو اور اس کے جہاد کی وجہ سے دین قائم رہے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ شام اور روم کے مسلمان اکثر جہاد کرتے رہیں گے۔ الحمدللہ حضور کی یہ پیش گوئی اب تک ظاہر ہو رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاد دائمی عبادت ہے کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ اس سے مرزائی عبرت پکڑیں جو جہاد کو منسوخ مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ جو کوئی جہاد کو منسوخ مانے وہ ایسا ہی مرتد و کافر ہے جیسا کہ نمازوں روزہ کو منسوخ ماننے والا۔[۳] یا تو اس سے قرب قیامت مراد ہے یا خود قیامت مراد، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ قیامت سے چالیس سال پہلے دنیائے اسلام و قرآن ختم ہو جائے گا۔ قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی، جن میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ پھر جہاد کیسا۔[۴] اسے ابوداؤد نے بھی روایت فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں ایک ٹولہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اس کے مخالفین اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث علماء کو شامل ہے کہ وہ حضرات قلم و زبان سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُکْلَمُ اَحَدٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِہٖ اِلَّا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجُرْحُہٗ یَثْعَبُ دَمًا اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّیْحُ رِیْحُ الْمِسْکِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۶۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں زخمی کیا جاتا اللہ کی راہ میں کوئی[۱] اللہ ہی جانے کہ کون اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے[۲] مگر وہ قیامت کے دن اسی طرح آئے گا کہ اس کا زخم خون بہاتا ہوگا[۳] رنگ خون کا رنگ ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی[۴] (مسلم بخاری)

(۳۶۲۷)[۱] خواہ اس زخم سے موت ہو جائے یا نہ ہو۔[۲] اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہر شخص جو میدان جہاد میں زخمی ہو وہ فی سبیل اللہ زخمی نہیں۔ فی سبیل اللہ زخمی وہ ہے جس میں ریانیت دنیا نہ ہو یہ رب ہی جانتا ہے کہ کون راہ خدا میں زخمی ہوا اور کون طلب دنیا

میں۔دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ راہ خدا میں زخمی کون ہوتا ہے اسے پوری پوری جزا دے گا۔جیسے: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ (۳:۳۶)اور اللہ کوخوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی (کنزالایمان) اس صورت میں یہ جملہ اس کی اظہار شان کے لئے ہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کفار سے جہاد میں یا باغیوں ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا یوں ہی تبلیغ دین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا اس میں سب شامل ہیں سب کا یہی اجر ہے جو یہاں مذکور ہے۔۳؎ یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی،یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی،جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے،بعض روایات میں بجائے یثعب کے یتفجر ہے،دونوں کے معنی ایک ہی ہیں،یعنی بہانا۔۴؎ لہذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا،نہ بدبودار بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے،اور اس شخص کا احترام کریں گے۔جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا،یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی،جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالٰی کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِّمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۲۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی نہیں جو جنت میں داخل کیا جائے۱؎ پھر وہ دنیا میں لوٹنا پسند کرے اگرچہ دنیا کی ہر چیز اسے ملے۲؎ سوائے شہید کے کہ وہ آرزو کرتا ہے کہ دنیا میں لوٹایا جائے پھر قتل کیا جائے دس بار۳؎ کیونکہ وہ احترام دیکھتا ہے۴؎(مسلم بخاری)

(۳۶۲۸)۱؎ یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مومنوں کو مرتے ہی نصیب ہوجاتا ہے،جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا،جب دنیا ختم ہوچکی ہوگی،لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں،خیال رہے کہ عام مومنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے،جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں،شہداء وغیرہم کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہوجاتی ہیں،بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا،(انشاءاللہ تعالٰی)۲؎ کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے،اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے،مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں،جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی،گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے۔۳؎ دس بار سے مراد کئی بار ہے،یعنی شہید تمنا کرے گا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقع دیا جائے،جو مزہ راہ خدا میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا۔۴؎ ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے،یعنی وہ سوچے گا کہ جب ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی،اور ہوسکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو،جو اسے راہ خدا میں سر کٹانے سے ہوئی ہو۔عبادت میں بھی لذت ہے،جسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الْاٰيَةَ قَالَ اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ

(۳۶۲۹) روایت ہے حضرت مسروق سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ ابن مسعود سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ اللہ کی راہ میں مقتولوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں الخ۲؎ فرمایا ہم نے اس کے متعلق پوچھا۳؎ تو فرمایا کہ روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۴؎ ان کے لئے عرش میں قندیلیں لٹک رہی

حَیْثُ شَآءَتْ ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰی تِلْكَ الْقَنَادِیْلِ فَاطَّلَعَ اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَیْئًا قَالُوْا اَیَّ شَیْءٍ نَشْتَهِیْ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ یُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ یَسْاَلُوْا قَالُوْا یَارَبِّ نُرِیْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا حَتّٰی نُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰی فَلَمَّا رَاٰی اَنْ لَّیْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہیں۵ جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔٦ پھر ان کی طرف ان کا رب متوجہ ہوتا ہے۔٧ تو فرماتا ہے کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو٨ وہ عرض کرتے ہیں ہم کیا چیز چاہیں ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کے لئے تین بار یہ سوال کیا جاتا ہے٩ جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مانگنے سے نہ چھوڑیں جائیں گے تو عرض کرتے ہیں یارب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں١٠ تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں۔ جب رب دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو یہ چھوڑے جاتے ہیں١١ (مسلم)

(٣٦٢٩) ١؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضور کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے خلفائے راشدین ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی زیارت وصحبت سے شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابن مسعود کے ساتھ اکثر رہے، کثرت نوافل کی وجہ سے پاؤں سوجے رہتے تھے، جب حج کو جاتے تو حرم شریف میں ہی رہتے، وہاں ہی سوتے تھے، بچپن میں آپ کو چوری کرلیا گیا تھا، اس لئے نام مسروق ہوا۔ بصرہ کے حاکم رہے، کوفہ میں ٦٢ھ میں وفات پائی۔ ٢؎ سوال کا مقصد یہ ہے کہ شہداء کی زندگی کے کیا معنی اور انہیں روزی کس طرح دی جاتی ہے؟ وہ تو دفن ہو چکے، ان کی میراث تقسیم ہو چکی، ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر چکیں۔ جب ان پر مردوں کے احکام جاری ہو چکے تو وہ زندہ کیونکر ہیں ٣؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے، (مرقاۃ، اشعہ، نووی، شرح مسلم) کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دریافت کیا۔ ٤؎ یعنی اللہ تعالٰی ان روحوں کے لئے ان کے بدنوں کے قائم مقام اجسام پیدا فرماتا ہے، ان اجسام میں یہ روحیں امانت رہتی ہیں، یہ اجسام ان روحوں کے اپنے نہیں ہوتے، لہٰذا یہ تناسخ یا اواگون نہیں، ٥؎ یعنی شہداء کی روحیں وہاں سیر تو کرتی ہیں، اور جنت کے میوے تو کھاتی ہیں، مگر حوروں اور وہاں کے مکانات کو استعمال نہیں کرتیں، یہ استعمال تو بعد قیامت ہو سکے گا۔ رب تعالٰی نے ان کے لئے دنیاوی پنجروں یا آشیانوں کی طرح قندیلیں بنا دی ہیں، جن میں وہ قیام کرتی ہیں۔ ٦؎ یعنی ہر وقت وہ روحیں جنت میں ہی رہتی ہیں، سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی، مگر اس کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے، جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں، یا ہمارا نور نظر آسمان کی سیر کرتا ہے، مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہو جاتا۔ ورنہ آنکھ اندھی ہو جاتی۔ ارواح شہداء کی لطافت تو ان شعاعوں اور نور نظر سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض یعنی کہ جب شہداء کی روحیں جنت میں ہیں تو قبور شہداء کی زیارت انہیں سلام کرنا بیکار ہوا۔ اس حیات کی پوری بحث اسی مرآۃ کے باب الجمعہ میں ملاحظہ فرمائیں، حدیث فنبی العاصی برزق کی شرح میں، ٧؎ اطلاع کے معنی ہیں جھانکنا، چڑھنا، مگر یہ معنی رب تعالٰی کے لئے ناممکن ہے اس لئے یہاں اس کے معنی نظر فرمانا، تجلی فرمانا، توجہ فرمانا مناسب ہیں۔ ٨؎ بعض شہداء سے بے حجابانہ یہ کلام ہوتا ہے اور اکثر سے وراء حجاب اس عالم میں ان آنکھوں سے رب تعالٰی کا جمال دیکھنا ناممکن ہے، وہ عالم بھی دوسرا ہے، اور دیکھنے والی آنکھ بھی دوسری۔ ٩؎ یہ بار بار سوال فرمانا اظہار کرم خاص کے لئے ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، حدیث

بالکل ظاہر پر ہے۔ ۱؎ یعنی ہم کو کچھ نہ کچھ مانگنا ہی پڑے گا، تب وہ جنت کی بقیہ نعمتیں حور و قصور وغیرہ نہیں مانگتے، بلکہ پھر ان اجسام میں پہلے کی طرح جانا مانگتے ہیں، جس سے انہیں ظاہری زندگی ملے اور پھر وہ جہاد کر کے شہید ہوسکیں، خیال رہے کہ یہاں سوال ظاہری زندگی اور شرعی جہاد اور شرعی شہادت کا ہے، ورنہ بعض موقعوں پر ارواح شہداء کو میدان جہاد میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، چنانچہ ابن قیم نے کتاب الروح میں ص ۱۵۳ پر لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبر و فاروق اعظم کی روحوں نے بعد وفات کفار کے بڑے لشکر جرار کو بھگا دیا، اور مجاہد مسلمانوں کی مدد کی، اور وہ مدد بالکل درست تھی۔ صبح کو لشکر کفار مقتول تھا، اور باقی بھاگ چکا تھا۔ مگر یہ جہاد اور نوعیت کا ہے۔ نیز اسی کتاب الروح میں ہے کہ حضرت کی روح پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دور دراز ملک میں پہنچ کر ایک رافضی کو قتل کیا۔ ۲؎ خیال رہے کہ ربّ تعالیٰ نے ان روحوں کو دوسری طرف یعنی دوسرے سوالوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا، ورنہ وہ دیدار الٰہی، دیدار مصطفوی کی تمنا کرتے بلکہ ان کی توجہ شہادت کی طرف دلائی، تاکہ لوگوں کو شہادت اور غزوہ کی اہمیت کا پتا لگے، یہ بھی خیال رہے کہ اس دنیا میں ناممکن چیز کی دعا ممنوع ہے، مگر وہ تو دنیا ہی دوسری ہے وہاں ناممکن کی دعا کرنا ممنوع نہیں، کہ شہداء دنیا میں واپس آنے کی دعا کرتے ہیں، جو ناممکن ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے کوئی شخص جزا و ثواب کے لئے جنت میں اس جسم سے نہیں جا سکتا۔ تیسرے یہ کہ بعض خوش نصیبوں کو روحانی داخلہ قیامت سے پہلے بھی عطا ہوسکتا ہے، چوتھے یہ کہ جنت کے پھل، ہوا، دوسری نعمتیں قیامت سے پہلے بعض لوگ استعمال کرتے ہیں مگر وہاں کی حوروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، حوریں تو بعد قیامت ہی میسر ہوں گی، دیکھو آدم علیہ السلام کو جنت کے قیام کے زمانہ میں صرف کھانے کی اجازت تھی، اگر حوروں کی اجازت ہوتی تو آپ کو تنہائی کی وحشت نہ ہوتی، اور حضرت حوا کی پیدائش کی خواہش نہ پیدا ہوتی، پانچویں یہ کہ روح کو فنا نہیں، موت جسم پر طاری ہوتی ہے کہ اس سے روح علیحدہ کر دی جاتی ہے، چھٹے یہ کہ روح کو راحت و تکلیف کا احساس بعد موت رہتا ہے، ورنہ برزخ کے ثواب و عذاب کے معنی؟ ساتویں یہ کہ برزخ کا ثواب و عذاب برحق ہے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۰:۴۶) آگ جس پر صبح شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو (کنزالایمان) یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے لئے صریح نص ہے، جس کی تاویل نہیں ہوسکتی، برزخ کے احوال برحق ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ قُلْتَ فَقَالَ اَرَاَیْتَ

(۳۶۳۰) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں قیام فرمایا ۱؎ تو ان سے ذکر فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا تمام اعمال میں افضل ہے ۲؎ تو ایک شخص اٹھا پھر بولا یا رسول اللہ فرمایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو میرے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے ۳؎ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ حالانکہ تو طالب ثواب ہو آگے جاتا ہو پیٹھ پھیرتا نہ ہو۔ ۴؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کیا کہا ۵؎ وہ بولا کہ فرمایئے تو اگر میں

اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَیُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرَئِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میری خطائیں مٹادی جائیں گی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ تو صابر طالب اجر ہو آگے بڑھتا ہوا ہو پیچھے ہٹتا نہ ہو سوائے قرض کے۶ کیونکہ مجھ سے جبریل نے یہی کہا ہے۷ (مسلم)

(۳۶۳۰)۱وعظ فرمانے کے لئے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی مگر بعض دفعہ اہتماماً قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔۲خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے یہاں وہی خاص حالات مراد ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔۳حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔۴یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لئے دو قیدیں ارشاد ہوئیں ایک اخلاص سے جہاد کرنا دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا۔ سینہ میں تیر یا گولی کھانا یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادہ سے پیٹھ پھیرنا ہے اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لئے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں رب فرماتا ہے: اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ (۱۶۸) مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔۵حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے دوبارہ سوال کرنا اظہار اہتمام کے لئے ہے تاکہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے (مرقات)۶یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مارے ہوئے حقوق ہیں چوری خیانت غصب قتل وغیرہ مرقات نے فرمایا کہ قرضہ سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو اگر ادا کی نیت تھی مگر موقع نہ ملا کہ شہید ہو گیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرا دیا جائے گا مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور اس کی روح بلاواسطہ خود رب تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت ملک الموت کے سپرد نہیں فرماتا (مرقاۃ)۔۷یعنی ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوئی اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے بعض اوقات ان حضرات نے وحی آتے دیکھی بلکہ بعض اوقات جبرئیل امین کو بھی دیکھا اور بعض اوقات کچھ بھی نہ دیکھا رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کر لیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی اس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرمادیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۳۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہونا (یا قتل کرنا)۱ ہر چیز کو مٹا دیتا ہے سواء قرض کے۲ (مسلم)

(۳۶۳۱)۱ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل مصدر مجہول ہے بمعنی قتل کیا جانا شہید ہونا اس کی تائید گزشتہ حدیث کر رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا یعنی جہاد کرنا ہو۔۲اس کی شرح ابھی ہو چکی قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی

کا دین مہر ہو یا کسی سے لیا ہوا قرض' یا ماری ہوئی امانت' یا غصب کیا ہوا مال کہ یہی بندوں کے حقوق ہیں' اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوۃ فطرانہ قربانی' ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد ہیں' مرقات نے یہاں ان سب چیزوں کو دین مانا ہے' مگر یہ قوی نہیں' ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ ہونا چاہئے' کیونکہ ہر گناہ رب تعالٰی کا وہ قرض ہے جو بندے نے مار لیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَضْحَكُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ یَدْ خُلَانِ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْتَشْهَدُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۶۳۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان دو شخصوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔۱؎ جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے' پھر دونوں جنت میں پہنچیں۲؎ کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو مارا جائے پھر اللہ تعالٰی قاتل کو توبہ کی توفیق دے دے۔ پھر وہ شہید کر دیا جائے۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۳۲)۱؎ ضحک کے معنی ہیں ہنسنا' رب تعالٰی کے لئے یہ ناممکن ہے اس لئے بعض شارحین نے اس کے معنی کئے ہیں خوش ہونا' راضی ہونا پسند فرمانا' اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ضحک کے معنی ہیں پانی بہانا' لہٰذا اس کے معنی ہوئے رحمتیں بہاتا ہے یہ معنی نہایت لذیذ و نفیس ہیں۔ ۲؎ یعنی یہ قاتل و مقتول دونوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں جائیں گے' خیال رہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کی ذاتی عداوتیں آخرت میں ختم ہو جائیں گی' یوں ہی دنیا کی جسمانی محبتیں بھی وہاں فنا ہو جائیں گی' ایمانی عداوت و رحمت باقی رہے گی مسلمان باپ کافر بیٹے کو عذاب میں دیکھ کر خوش ہوگا' اور اجنبی مسلمان دوسرے مسلمان کو عذاب میں دیکھ کر ملول ہوگا' اس کی سفارش و شفاعت کر کے اسے بخشوائے گا' یونہی وہ دو مسلمان جو دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے دشمن تھے وہاں دوست ہو جائیں گے' رب فرماتا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (۱۵:۴۷) اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (۴۳:۶۷) گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار (کنزالایمان) ۳؎ کہ پہلا بھی شہید و سعید مرا اور دوسرا بھی شہید و سعید' دیکھو حضرت امیر حمزہ کو جناب وحشی نے شہید کیا اور پھر بعد میں خود بھی سعید و مومن ہو کر فوت ہوئے' رضی اللہ عنہما۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۳۳) روایت ہے حضرت سہل ابن حنیف سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے۲؎ تو اللہ اسے شہیدوں کے درجوں پر پہنچا دے گا۔ اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۳؎ (مسلم)

(۳۶۳۳)۱؎ آپ صحابی بھی ہیں' انصاری بھی' بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے' غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے' پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر فرمایا' پھر فارس پر' ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی' امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی' اور وہاں ہی دفن کیا (اشعۃ اللمعات) ۲؎ اس طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے' زبان سے دعا کرے' اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے' موقع کی تاک میں رہے' صرف بچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ یہ حکمی شہید ہوگا' جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہے گا۔ رب تعالٰی کی عطا

ہمارے وہم وگمان سے وراء ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ الْبَرَآءِ وَهِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُّ عَلَيْهِ فِي الْبُكَآءِ فَقَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۳۶۳۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ ربیع بنت براء[۱] جو حارثہ ابن سراقہ کی ماں ہیں[۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ بولیں یا رسول اللہ آپ مجھے حارثہ کی کیوں خبر نہیں دیتے۔اور وہ بدر کے دن شہید کیے گئے تھے[۳] کہ انہیں غائبانہ تیر لگا تھا اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں[۴] اگر اس کے سواء ہو تو ان پر رونے میں کوشش کروں[۵] تو فرمایا اے ام حارثہ جنت بہت سی جنتیں ہیں[۶] اور تمہارے لخت جگر نے اعلیٰ درجہ کی فردوس حاصل کی ہے[۷] (بخاری)

(۱) یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر' اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں اور نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں۔لہذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی پھوپھی ہیں (اشعہ)[۲] آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصاری ہیں۔[۳] یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا' مارنے والے کا پتا نہ چلا تھا۔اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اسے بھی سہم غرب کہتے ہیں۔مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتا بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہوکر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں' پتا اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبریل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین دور ہے' یہی معنی ہیں حاضر ناظر کے اصحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا[۴] اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کے شکریہ میں۔خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے۔نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔اس نے یہ تردد ظاہر کیا۔شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے' خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک وتردد نہیں ہوسکتا۔[۵] یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا۔اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے۔جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔[۶] جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے' ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔[۷] یعنی جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کررہی ہے۔بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا۔یہ ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوکر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں۔اور آئندہ ہر سعید وشقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ

(۳۶۳۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تشریف لے گئے حتی کہ بدر میں مشرکین

وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرْنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ اِنَّهَا لَحَيٰوةٌ طَوِيْلَةٌ قَالَ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سے پہلے پہنچ گئے۔ا اور مشرکین بھی آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں و زمین کے برابر ہے۔۲ تو عمیر ابن حمام بولے۳ خوب خوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خوب خوب کہنے پر کون چیز بھڑکا رہی ہے۔۴ بولے یارسول اللہ اور کوئی چیز نہیں سواء اس امید کے کہ میں بھی جنت کے اہل سے ہو جاؤں۵ فرمایا تم اہل جنت میں سے ہو۶ راوی فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ چھوارے نکالے۷ اور انہیں کھانے لگے۔ پھر بولے کہ اگر ان چھواروں کے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ زندگی بہت دراز ہے۸ فرماتے ہیں کہ جتنے چھوارے ان کے پاس تھے پھینک دیئے۔ پھر کفار سے جنگ کی حتیٰ کہ شہید کر دیئے گئے۹ (مسلم)

(۳۶۳۵)ا بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھدوایا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا۔ پھر اس میدان کا نام بدر ہو گیا اب وہاں بڑی بستی ہوگئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چوالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارات کی ہیں۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا۔ بدر مذکر بھی بولا جاتا ہے مونث بھی، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے مشرکین مکہ بعد میں وہاں پہنچے۲ یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے۔ جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا۳ آپ عمیر ابن حمام ابن اجرع انصاری سلمی ہیں انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہیں آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا (مرقات)۴ یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو۔ قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے۔ حضور انور کا سوال اس لئے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولو العزمی معلوم ہو جائے۔ ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے۵ معلوم ہوا کہ اپنا عمل واخلاص ونیت حضور سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے۔۶ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید وشقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت، حساب محشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان وجنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرما دیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے۔۷ قرن قاف اور رکے فتح سے بمعنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۸ یہ ہے شوق شہادت کے اب اپنی زندگی بھی

بوجھ معلوم ہورہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنة رب فرماتا ہے: وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۴،۱۳۳) اور دوڑو اپنے ربّ کی بخشش کی طرف (کنزالایمان) ۹ اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔ نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ایسی کوشش بھی عبادت ہے۔ شعر:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ قَالَ اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِیْ اِذًا لَقَلِيْلٌ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ مَاتَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ مَاتَ فِی الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ مَاتَ فِی الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

(۳۶۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ اپنے میں شہید کسے گنتے ہو ۱ عرض کیا یا رسول اللہ جو راہ خدا میں مارا جائے تو وہ شہید ہے ۲ فرمایا تب تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے ۳ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کی راہ میں مر جائے وہ شہید ہے ۴ اور جو طاعون میں مر جائے وہ شہید ہے ۵ اور جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے ۶ (مسلم) ۷

(۳۶۳۶) ۱ یہاں عد بمعنی شمار کرنا بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہٰذا متعدی ہر دو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لئے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لئے بھی اور کسی وصف کے لئے بھی اور افراد کے سوال کے لئے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو (مرقات) شہید بروزن فعیل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہیـــر بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے خریب بمعنی خارب اور یہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں سے توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا جس کی بخشش وعزت کی قرآن وحدیث نے گواہی دی۔ یا مرتے ہی ربّ تعالٰی کی بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا۔ یا مرکر تمام جہان کا مشاہدہ کرنے والا، یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا، یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ اور بھی اس کے بہت معنی ہیں (لمعات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ (۴،۱۷۰) اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (کنزالایمان) جواب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں منارہے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مرکر یا شہید ہوکر ہمارے پاس آنے والے ہیں ۲ یعنی شہادت کے لئے ہم نے دو شرطیں سمجھی ہیں، ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا۔ یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا۔ ۳ کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جائیں گے ۴ یعنی وہ قتل تو نہ ہوا اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں ۵ یعنی جہاں طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے، طاعون بنا ہے طعن سے بمعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے ماررہا ہے اس لئے اسے طاعون کہتے ہیں لہٰذا یہ شخص شہید ہوتا ہے ۶ پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکماً شہید ہوتا ہے جیسے دست، درد، استسقاء چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لئے اس سے مرنے والا حکماً شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی

رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا۔ جل کر دیوار وغیرہ سے دب کر مرنے والا' مسافر' مرابط' جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں اٹھیں گے (مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کے طفیل ہیں ۔طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے اس جواب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل' طاعون' عورت کا نفاس میں مرجانا' جل کر مرنا' ڈوب کر مرنا' پیٹ کی بیماری سے مرنا' سل کی بیماری سے مرنا یہ تمام شہادت ہیں (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْسَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمَ وَتَسْلَمَ اِلَّا كَانُوا اَقَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْسَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَ تُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۳۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے غازیوں کا کوئی چھوٹا بڑا لشکر[1] جو جہاد کرے تو غنیمت پالے اور سلامت رہے مگر وہ اپنے ثواب کے دو تہائی حصے فوراً حاصل کر لیتے ہیں[2] اور نہیں ہے کوئی غازیوں کی چھوٹی بڑی فوج جو ناکام رہے اور تکلیف دی جائے[3] مگر ان کے ثواب پورے ہوجاتے ہیں[4] (مسلم)

(۳۶۳۷)[1] چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے اس سے بڑا لشکر فوج' نیز جس جہاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرمائیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمائیں وہ غزوہ (مرقات واشعہ) یعنی آئندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کے لئے ہے[2] کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں۔ سلامتی' غنیمت' ثواب واجر پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور آخری نعمت ثواب واجر آخرت میں[3] تخفق بنا ہے خفق سے بمعنی مجاہد کے بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا شکار واپس لوٹنا' تکلیف سے مراد زخم وشہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عموماً جہاد میں پیش آتی ہیں۔ یعنی جو غازی غنیمت تو حاصل نہ کرسکے زخمی یا شہید ہوجائے[4] یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لئے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالٰی کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کے لئے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۳۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرجائے اور نہ تو جہاد کرے[1] اور نہ اپنے دل میں اس کا خیال کرے[2] تو نفاق کے حصے پر مرے گا[3] (مسلم)

(۳۶۳۸)[1] یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہوسکے۔ غرضکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں[2] نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ[3] یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بیگانہ رہنا منافقین کی علامت (مرقات' ونووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے۔ یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا۔ فرماتے ہیں کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے۔(مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دلی نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض عین ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُهٗ فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۶۳۹) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ ایک شخص غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے[1] اور ایک شخص شہرت چرچے کے لئے[2] اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا درجہ دیکھا جائے[3] تو اللہ کی راہ میں مجاہد کون ہے فرمایا وہ ہے جو صرف اس لئے جہاد کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے[4] وہ اللہ کی راہ میں مجاہد ہے (مسلم بخاری)

(۳۶۳۹)[1] یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے۔رضاء الٰہی کی نیت نہیں کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک وقوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں۔اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر نہیں کرتے اس سے بچنا چاہیے۔[2] یعنی صرف اس لئے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت وعزت حاصل ہو' کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔[3] لیری کی تین قرأتیں ہیں۔باب فتح کا مضارع مجہول' باب افعال کا مضارع معروف اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تا کہ اس کا درجہ دیکھا جائے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے۔مسلمانوں کو۔یا تا کہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے۔یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے (مرقات واشعہ) تیسرے معنی صوفیانہ ہیں۔صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لئے بھی عبادت نہ کی جائے۔صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لئے عبادت کرنی چاہیے۔جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا[4] کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیب لا الـــــہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لئے جہاد ہو۔خیال رہے کہ خدمت دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمت دین کی نیت ہو' غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ)

(۳۶۴۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے[1] مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ ایسی قومیں بھی ہیں[2] کہ تم چلے اور تم نے کوئی جنگل طے نہیں کیا مگر وہ تمہارے ساتھ تھے[3] ایک روایت میں یوں ہے کہ مگر وہ ثواب میں وہ تمہارے شریک[4] لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ رہے مدینہ ہی میں فرمایا وہ رہے مدینہ ہی میں' جن کو معذوری نے روک لیا۔[5] بخاری اور مسلم نے روایت کیا حضرت جابر سے۔

(۳۶۴۰)[1] تبوک [illegible] خیبر سے پانچ سو میل

تبوک سے کچھ فاصلہ پر مان ہے پھر مان کے بعد عمان ہے اردن کا دارالخلافہ فقیر نے خیبر کی تو باقاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور مان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے۔عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے' غزوہ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔جیسا کہ اشعہ نے فرمایا۔۲؎ یعنی مختلف جماعتوں وقبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے۳؎ اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں رہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے۔نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ رہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے۔ ۴؎ اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے۔اگرچہ عملی جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا۔رب فرماتا ہے:وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً (۴:۹۵،۹۶) اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے۔اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔۵؎ معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے جو بعض مخلص صحابہ کو تھی۔بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورہ توبہ۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِى الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَّالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِىْ رِوَايَةٍ فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا ۔

(۳۶۴۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو فرمایا کہ تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں۱؎ فرمایا تو انہیں ہی میں جہاد کر۲؎ (مسلم بخاری) اور ایک روایت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرف لوٹ جا ان سے اچھا برتاؤ کر۳؎

(۳۶۴۱)۱؎ غالب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کو اس کی خدمت کی حاجت تھی۔وہ اکیلا بیٹا خدمت گار تھا اور جہاد اس وقت فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا۔ایسی صورت میں ماں باپ کی خدمت جہاد پر مقدم ہے۔اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو جہاد مقدم ہے۔۲؎ یہاں جہاد سے مراد لغوی جہاد ہے بمعنی مجاہدہ۔رب فرماتا ہے:وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹:۶۹) اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے (کنزالایمان) اس سے مراد ہے جہاد بالنفس۔۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی جہاد کے لئے بغیر والدین کی اجازت کے نہیں جانا چاہئے۔اگر جہاد فرض ہو تو بہتر ہے کہ ان سے اجازت لے لے لیکن اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی چلا جائے اگر وہ منع کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے یہ حکم مومن والدین کے لئے ہے کافر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔خواہ جہاد فرض ہو یا نفل' خیال رہے کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی نفلی عبادت کے لئے نہ جائے جیسے نفلی حج' نفلی عمرہ' زیارت وغیرہ' حتی کہ اگر مسلمان ماں باپ اجازت نہ دیں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔چنانچہ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا بولا میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں والدین روتے رہ گئے ہیں فرمایا واپس جاؤ جیسے انہیں رلا کر آئے ویسے ہی انہیں ہنساؤ اسی ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ یمن سے ایک شخص ہجرت کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوا اس سے حضور نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں' فرمایا تو ان سے پوچھ کر آیا ہے بولا نہیں' فرمایا واپس جاؤ اجازت لے کر

آؤ اگر اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت کرو (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۴۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لئے نکالا جائے تو نکل جاؤ۲ (مسلم، بخاری)

(۳۶۴۲) ۱ یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا ضروری نہیں کیونکہ اب مکہ معظمہ میں مشرکین نہیں۔اب وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ سے کبھی ہجرت نہیں ہوگی۔لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ ہجرت تا قیامت جاری ہے خیال رہے کہ دارالکفر سے جہاں اسلامی آزادی بالکل نہ ہو، ہجرت کر جانا فرض ہے۔بشرطیکہ طاقت ہو اور جہالت کی جگہ سے علم کی جگہ، گناہوں کی جگہ سے توبہ کی جگہ ہجرت کر جانا مستحب ہے (مرقات) ۲ یعنی اگر جہاد کبھی فرض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو تو جہاد کے لئے نکلنا فرض ہے یہ حکم وجوبی ہے اور اس وقت کے لئے ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو۔اس لئے صیغہ جمع ارشاد ہوا، یعنی سب نکل جاؤ رب فرماتا ہے:اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۹،۴۱) کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے (کنزالایمان) خیال رہے کہ نیت سے مراد ہے ازروئے جہاد کرنا یا ارادہ جہاد۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ
دوسری فصل

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۴۳) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا۱ ان پر غالب رہے گا جو ان سے دشمنی رکھے۲ حتی کہ اس کے آخری لوگ مسیح دجال سے جنگ کریں گے۳ (ابوداؤد)

(۳۶۴۳) ۱ یعنی اسلام میں جہاد ہوتا رہے گا، کبھی منسوخ نہ ہوگا جو جہاد کا حکم منسوخ مانے وہ کافر ہے جیسے وہ جو نماز یا زکوۃ و حج وغیرہ کو منسوخ ماننے والا کافر ہے۲ ناوی بنا ہے مناوات سے بمعنی معادات و دشمنی کرنا نوء سے بنا ہے بمعنی اٹھنا۔یہاں مراد ہے کسی کے مقابلہ کے لئے اٹھنا۔میدان میں آنا، اس میں غیبی خبر ہے کہ اللہ تعالٰی مجاہد مسلمانوں کو کفار پر غلبہ دیتا رہے گا۔اگر کبھی مغلوب ہو جاؤ تو یہ مغلوبیت اتفاقی ہوگی یا اپنی کسی غلطی کی بنا پر۳ یہاں آخری لوگ سے مراد حضرت امام مہدی و جناب عیسٰی علیہ السلام کے ساتھی مسلمان ہیں۔دجال کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین کانا ہوگا۔یہ صفت مشبہ بمعنی مفعول ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ مسیح یعنی چھوکر لاعلاج بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔وہاں صفت مشبہ بمعنی فاعل ہے خیال رہے کہ دجال سے اس جہاد کے بعد دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات تک یہی حال رہے گا آپ کی وفات کے بعد پھر کفر شروع ہوگا حتی کہ ایک ایسی ہوا چلے گی کہ ہر مومن کو وفات دے دے گی صرف کفار ہی زمین پر رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَغْزُ وَلَمْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِی اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۴۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو نہ تو جہاد کرے اور نہ غازی کو سامان دے یا غازی کے گھر میں اس کا بھلائی سے نائب بنے ا اسے اللہ تعالٰی قیامت سے پہلے سخت حادثہ پہنچائے گا ۲ (ابوداؤد)

(۳۶۴۴) ا یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان دے نہ مجاہد کے بیوی، بچوں کی خدمت کرے غالبًا روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ ہے۔ ۲ قارعہ بنا ہے قرع سے' بمعنی کھڑکانا' ٹھوکنا' اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھڑکا دیتی ہے۔ اسی لئے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے: اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ (۱۰۱-۱،۲) دل دہلانے والی کیا وہ دل دہلانے والی (کنزالایمان) کہ وہ مخلوق کو پریشان کردے گی۔ جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے رہیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۶۴۵) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کفار سے جہاد کرو ا اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اپنی زبانوں سے ۲ (ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۳۶۴۵) ا مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں۔ صرف اسلام ہی ان کے لئے ذریعہ امان ہے اور کفار عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں۔ ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں۔ نیز جہاد کے لئے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں۔ ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کرسکتے ہیں۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (۹-۳۶) مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں (کنزالایمان) اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات اور احادیث کو منسوخ فرمادیا۔ چنانچہ آیت فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (۲-۱۹۱) اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو (کنزالایمان) بھی منسوخ ہے۔ (مرقات) اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔ ۲ جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ' مال کا جہاد' غازیوں کو سامان دینا' زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا۔ ان کی شکست کی دعا کرنا' انہیں ڈرانا دھمکانا یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا معلل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں' اس کی مثل لمعات میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوا الْهَامَ تُوْرَثُوا الْجِنَانَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۶۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیلاؤ ا کھانا کھلاؤ ۲ کھوپڑیوں پر چوٹ لگاؤ ۳ جنت کے وارث بن جاؤ ۴ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۶۴۶) ا یعنی مسلمانوں میں اسلامی سلام کا رواج ڈالو۔ اگر مسلمان کفار کی صحبت کی وجہ سے آداب عرض یا گڈ مارننگ وغیرہ کہنے

کے عادی ہو گئے ہوں تو ان سے یہ بری عادت چھڑاؤ۔ یا ہر واقف ناواقف مسلمان کو سلام کرو۔ یا بلند آواز سے سلام کہو تا کہ سامنے والا سن لے اور جواب سلام دے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا فرض' سلام کے مسائل انشاء اللہ باب السلام میں عرض ہوں گے۔ ۲؎ حسب موقع عزیزوں اور نیک لوگوں کی دعوت کرو۔ اور عموماً بھوکوں محتاجوں کا پیٹ بھرو کہ یہ اسلام کا شعار ہے۔ ۳؎ یعنی جہاد میں حربی کافروں کو قتل کرو ہام جمع ہے ہامۃ کی بمعنی کھوپڑی خلاصہ یہ ہے کہ سخاوت شجاعت دونوں کے جامع بن جاؤ۔ ۴؎ یعنی یہ اعمال جنت ملنے کا ذریعہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ اور مشقت کی ضرورت ہے۔ جو مسلمان ایسے مجاہدے کرلے گا وہ آسان کام بخوبی کر سکے گا جیسے نماز روزہ' حج وغیرہ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں نماز روزہ حج کا ذکر نہیں' چونکہ ہر جنتی جنت میں اپنی جگہ بھی لے گا اور کافر کے حصے پر بھی قبضہ کرے گا اس لئے وراثت فرمایا گیا اور چونکہ جنتیں بہت سی ہیں اس لئے جمع ارشاد ہوا۔

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِىْ مَاتَ مُرَابِطًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَاْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِىُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ) ۔

(۳۶۴۷) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے ۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر میت کا خاتمہ اپنے اعمال پر ہو جاتا ہے ۲؎ سوا اس کے جو خدا کی راہ میں مرابط ہو کر مرے ۳؎ کہ اس کے عمل قیامت تک اس کے لئے بڑھتے رہتے ہیں ۴؎ اور قبر کے فتنہ سے وہ امن میں رہتا ہے ۵؎ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی بروایت عقبہ بن عامر)

(۳۶۴۷) ۱؎ آپ انصاری صحابی ہیں' غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ خیبر کی فتح میں شامل تھے' حضور کے بعد دمشق میں رہے وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ) ۲؎ یعنی آخر حیات میں جو نیک و بد عمل کرتا تھا اس پر مرجاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ فاعل کی موت افعال کو ختم کر دیتی ہے۔ ۳؎ یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا مرابط کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں' یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے۔ اپنے ہاں جہاد کے لئے گھوڑا باندھے ۴؎ اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں ۵؎ اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ اسے عذاب قبر ہو۔ بقیہ صدقات جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا یہ صرف مرابط کو ملتا ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَاتَلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جَرْحًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْنُكِبَ نُكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا الْمِسْكُ وَمَنْ خَرَجَ بِهٖ خُرَاجٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ

(۳۶۴۸) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی راہ میں اونٹنی دوہنے کے وقفہ کی برابر جہاد کرے ۱؎ تو یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہو گئی ۲؎ اور جو اللہ کی راہ میں معمولی زخمی کیا جائے یا معمولی تکلیف دیا جائے ۳؎ تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے چمکدار ہو گا جیسا کہ تھا ۴؎ اس کا رنگ زعفرانی ہو گا ۵؎ اس کی خوشبو مشک کی سی اور جسے اللہ کی راہ

عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ . میں پھنسی نکل آئے۔ ۶ تو یقیناً اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی ۷۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ) (ترمذی ابوداؤد نسائی)

(۳۶۴۸) ۱ عربی میں فواق جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں۔ اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں۔ اتنے میں وہ پھر دودھ اتار لیتی ہے، تو اسے پھر دوہتے ہیں، یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لئے اسے فواق کہا جاتا ہے (مرقات واشعہ) ۲ یعنی رب تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا کہ اسے اوّل ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا گناہوں کی سزا کے لئے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا۔ کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہو چکے۔ جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا ۳ لغت میں نکبۃ معمولی حادثہ یا تکلیف کو کہتے ہیں زخم ہو یا اور کوئی تکلیف یہاں جراحت سے مراد وہ زخم ہے جو کفار کے ہاتھوں غازی کو پہنچے اور نکبت سے مراد وہ زخم ہے جو گھوڑے سے گر جانے یا اپنا ہتھیار لگ جانے سے غازی کو پہنچے مرقات نے اس کو ترجیح دی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پاک میں ایک دفعہ خون نکل آیا تھا تو فرمایا تھا۔ شعر:

هل انت الا اصبع ودعيت وفی سبيل الله ما نقيت

۴ یعنی تازہ زخم جتنا سرخ تھا اس سے زیادہ سرخ ہوگا۔ حق یہ ہے کہ انھا کی ضمیر صرف نکبۃ کی طرف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب جہاد میں اتفاقی لگی ہوئی چوٹ کا یہ درجہ ہے تو کفار کے ہاتھوں لگے ہوئے زخم یا قتل کا کیا مرتبہ ہوگا بعض شارحین نے فرمایا كَاَغْزَرِ کا کاف زائدہ ہے۔ ۵ اس طرح کہ زخم کی سرخی میں زعفرانی زردی جھلکتی ہوگی جس سے اس کا حسن زیادہ ہوگا اور اس کی خوشبو سے وہ میدان مہکتا ہوگا جہاں یہ غازی کھڑا ہوگا۔ یہ قیامت میں ہوگا، اس علامت سے غازی پہچانا جائے گا اور اس کا احترام کیا جائے گا ۶ خراج خ کے پیش سے جسم میں سے ابھر آنے والی چیز جسے ابھارہ کہا جاتا ہے جیسے پھڑیا پھنسی آبلہ وغیرہ یعنی اگر غازی کے جسم پر میدان جہاد میں کوئی قدرتی پھڑیا پھنسی نکل آئے نہ کسی کافر کی طرف سے چوٹ لگی ہو نہ کسی اور وجہ سے ۷ طابع بنا ہے طبع سے بمعنی چھپنا مہر لگنا۔ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (۹۳،۹) اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی (کنزالایمان) مطلب یہ ہے کہ قدرتی پھڑیا پھنسی بھی اگر غازی کو نکل آئے تو اس پر شہید کی نشانی ہوگی۔ اسے شہیدوں کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا ان کا سا احترام ہوگا۔ کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں کوشش تو کی ہے۔

وَعَنْ خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۶۴۹) روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی نسائی) ۲

(۳۶۴۹) ۱ آپ خریم ابن احزم ابن عمرو ابن فاتک ہیں۔ غزوہ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ شریک ہوئے یہی قوی ہے بعض مؤرخین نے کہا کہ آپ فتح مکہ کے دن اپنے بیٹے ایمن ابن خریم کے ساتھ ایمان لائے۔ مگر یہ درست نہیں۔ آخر میں شام میں قیام رہا، (اکمال اشعہ) ۲ اللہ کی راہ میں خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے، جہاد ہو یا حج یا طلباء وعلماء کی خدمت، زکوٰۃ، فطرہ، قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ ان کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی آیت سے ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

فِـیْ سَبِیْلِ اللہِ (۲،۲۶۱) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (کنزالایمان) ثواب کے یہ مختلف درجے اخلاص کے، درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی۔ اس کے خروج سے جتنا دین کو زیادہ فائدہ ہوگا اتنا ہی ثواب زیادہ۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَمِنْحَۃُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَوْطَرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۶۵۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خیراتوں میں افضل اللہ کی راہ میں خیمہ کا سایہ ہے[۱] اور اللہ کی راہ میں خادم کا عطیہ ہے[۲] یا راہِ خدا میں نر کی سواری ہے[۳] (ترمذی)

(۳۶۵۰)[۱] اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں، اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا، اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لئے سایہ کا انتظام کر دینا، جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لئے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ فسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے[۲] غازیوں، حاجیوں، دینی علماء و طلباء کی خدمت کے لئے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا[۳] اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مجاہدین کے لئے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لئے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اسے ثواب ملے گا۔ دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لئے عاریۃً اونٹ دے دینا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَلِجُ النَّارَ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَلَا یَجْتَمِعُ عَلٰی عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَدُخَانُ جَھَنَّمَ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَزَادَ النَّسَائِیُّ فِیْ اُخْرٰی فِیْ مَنْخَرَیْ مُسْلِمٍ اَبَدًا وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ فِیْ جَوْفِ عَبْدٍ اَبَدًا وَلَا یَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا ۔

(۳۶۵۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے خوف سے روئے حتّٰی کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے[۱] اور کسی بندے پر راہ خدا کا غبار[۲] اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا[۳] ترمذی اور نسائی نے آخری جملہ میں یہ زیادتی کی کہ مسلمان کے نتھنوں میں کبھی[۴] اور اس کی دوسری روایت میں یہ کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی[۵] اور کسی بندے کے دل میں کبھی بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے[۶]

(۳۶۵۱)[۱] یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے، ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ خوف خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالٰی نصیب فرمائے۔

باش چوں دولاب دائم چشم تر تا درون صحن تو روید خضر

[۲] راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لئے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد، حج و عمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے[۳] یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالٰی نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنا دیا ہے۔ یہ اس کی بندہ نوازی ہے[۴] چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کی ... اگر ان میں راہ خدا کا غبار پڑے تو یقیناً

سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا' اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر' میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی۔ بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی بہت لغات ہیں بمعنی ناک کا نتھنا ۴ یعنی جس مومن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے' وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے' یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا' جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں نہ پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کے ہے جیسے دنیا میں ویلڈ نگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیرہ دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا ۵ شح اس بخل و کنجوسی کو کہتے ہیں جو مالی عبادات سے انسان کو روک دے' یا ظلم کرا دے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مومن کبھی بخیل و کنجوس نہیں ہوتا۔ اور کنجوس آدمی کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے' قارون کے بخل نے اسے کافر بنا دیا۔ بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے' مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا' چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آ جاتی ہیں۔ گویا دل وہ بیٹھک ہے، جس کے دروازے ہیں ایک یار کی طرف (درون خانہ) دوسرے اغیار کی طرف' یار والا دروازہ کھل جائے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے' ورنہ جلوت خانہ اس لئے اسے قلب کہتے ہیں (از مرقات مع الزیادۃ) اس لئے حضور دعا مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔

در دل مومن بگنجم اے عجب — گر تو مے جوئی دریں دلہا طلب

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۶۵۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آنکھیں ہیں جنہیں آگ نہ چھوئے گی ۱ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئے ۲ اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دے ۳ (ترمذی)

(۳۶۵۲) ۱ یعنی دو قسم کی آنکھیں یہ شبہ شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے۔ اگر ایک عضو بخشا جائے تو اس کے صدقہ سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے۔ مصنفین علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو انشاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا ۲ اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے انشاء اللہ بخشی جائے گی۔ دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عشق مصطفیٰ۔ شعر:

ذرہ عشق نبی از حق طلب — سوز صدیق و علی از حق طلب

۳ اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جائے۔ یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شب خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر گزارے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ

(۳۶۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب ایک گھاٹی پر

عُيَيْنَةٌ مِنْ مَآءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

گزرے جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا چشمہ تھا؎۱ وہ چشمہ انہیں پسند آیا؎۲ تو بولے کاش میں لوگوں سے علیحدہ ہو جاتا تو اس گھاٹی میں ہی قیام کر لیتا؎۳ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا؎۴ تو فرمایا یہ نہ کرو؎۵ کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں پھرنا اپنے گھر ستر سال تک نمازیں پڑھتے رہنے سے افضل ہے؎۶ کیا تم نہیں چاہتے اللہ تمہیں بخشے اور تمہیں جنت میں داخل کرے؎۷ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دوہنے کے فاصلہ کے برابر جہاد کرے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی؎۸ (ترمذی)

(۳۶۵۳) ؎۱ شعب یعنی گھاٹی پہاڑ کے شگاف کو کہتے ہیں۔خواہ آر پار ہو یا آگے سے بند،عرب میں ایسی جگہ بہت ہی قدر کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں جہاں سبزہ بھی ہو اور میٹھے پانی کا چشمہ بھی اور جگہ محفوظ بھی۔؎۲ دل چاہا کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنی بکریاں بھیڑیں لے کر یہاں آن بسیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے؎۳ تاکہ اطمینان سے عبادت الٰہی کرتا اور لوگوں کے اختلاط سے بچ جاتا،یہ اختلاط ہزار ہا غفلتوں گناہوں کا سبب ہے ان کا یہ ارادہ بھی نیت خیر سے تھا؎۴ یہ تو فذکر معروف ہے تو اس کا فاعل خود وہ صحابی ہیں جن کا یہ ارادہ تھا یا مجہول ہے تو ذکر کرنے والے کوئی اور صحابی ہیں۔یعنی خود انہوں نے یہ ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا حضور سے عرض کیا گیا۔دونوں روایتیں ہیں؎۵ یعنی نفلی عبادت کے لئے فرض وواجب عبادات نہ چھوڑو کہ یہاں رہ کر تم نماز جماعتوں،جمعہ،عیدین اور جہاد تبلیغ وغیرہ عبادات سے محروم ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوا کہ جو نفلی عبادت فرائض چھوڑا دے وہ گناہ ہے۔اگر نماز تہجد سے فرض کی نماز قضا یا جماعت ترک ہو جائے تو تہجد نہ پڑھو۔پنج گانہ نماز جماعت سے پڑھو۔یہ بڑا اصولی مسئلہ ہے یاد رکھنا چاہئے بعض لوگ عام جلسوں جلوسوں کی وجہ سے رات کو زیادہ جاگتے ہیں جس سے فجر کی جماعت نہیں پاتے وہ اس سے عبرت پکڑیں۔؎۶ یعنی تمہارا شہر مدینہ میں رہنا جہاں جہاد بھی نصیب ہوتا رہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کے پیچھے نمازیں میسر ہوں گی،یہاں جنگل میں گھر بنا کر بیٹھنے سے بہت ہی زیادہ افضل ہے،یہاں مرقات نے فرمایا کہ شاید وہ صحابی فرضی جہاد سے فارغ ہو چکے ہوں گے اور اس زمانہ میں فی الحال جہاد فرض عین نہ ہوگا۔اس لئے افضل فرمایا۔ورنہ حضور سخت منع فرماتے۔اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ بمقابلہ دیہات کے شہر میں رہنا بہتر ہے کہ شہر میں بعض وہ عبادات نصیب ہو جاتی ہیں جو گاؤں میں میسر نہیں ہوتیں۔ستر سال فرمانا بہت زیادہ کے لئے ہے۔جیسے فرمایا گیا کہ صف جہاد یا صف نماز میں کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ستر سال کی عبادت سے افضل ہے(حاکم،مرقات)؎۷ یعنی تم کو مغفرت تامہ اور جنت کا اولیٰ داخلہ نصیب فرمادے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ خلوت کی زندگی جلوت کی زندگی سے بہتر گوشہ کمال نہیں۔خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں جن احادیث میں گوشہ نشینی کو افضل فرمایا گیا۔وہاں فتنوں کے زمانہ کی گوشہ نشینی مراد ہے۔(لمعات واشعہ)؎۸ فواق ناقہ کی تفسیر ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد یا صبح شام کا دوہنے کا فاصلہ ہے یا ایک بار دوہنے میں جو کچھ فاصلہ کیا جاتا ہے وہ مراد ہے،دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۳۶۵۴) روایت ہے حضرت عثمان سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ یَوْمٍ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَنَازِلِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

وسلم سے راوی فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا[۱] اس کے ماسوا دوسری منزلوں میں ایک ہزار دن سے افضل ہے۔[۳] (ترمذی' نسائی)

(۳۶۵۴)[۱] اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لئے تیار رہنا[۲] یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو۔ یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو۔ وہاں سے مسلمانوں کے ہٹانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے امن وسکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہوسکتی ہیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ شَھِیْدٌ وَّ عَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ وَّ عَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ وَنَصَحَ لِمَوَالِیْہِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۶۵۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر وہ تین شخص پیش کئے گئے جو جنت میں پہلے داخل ہوں گے[۱] شہید' پاکدامن' پاکباز[۲] اور وہ غلام جو اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے اور اپنے مولاؤں کی خیرخواہی کرے[۳] (ترمذی)

(۳۶۵۵)[۱] یعنی مجھے وہ تین قسم کے آدمی دکھائے گئے جو بعد انبیاء کرام دوسرے جنتیوں سے پہلے جنت میں جائیں گے اس ترجمہ سے تمام اعتراضات اٹھ گئے خیال رہے کہ جنت میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے۔ پھر دوسرے انبیاء کرام۔ پھر سب سے پہلے حضور کی امت جائے گی۔ پھر دوسری امتیں حضور کی امت میں داخلہ ترتیب سے ہوگا کہ بعض حضرات بعض سے پہلے یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے حضرت بلال ہٹو بچو کرتے جنت میں داخل ہوں گے اور حضور انور کے ساتھ حضرت صدیق و فاروق داخل ہوں گے مگر یہ داخلہ حضور کی اتباع میں ہوگا۔ دولہا کے ساتھ اس کے دوست اور خاص خادم بھی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے تاقیامت جنتیوں اور دوزخیوں کا ملاحظہ فرمالیا تھا۔ جیسا کہ لفظ عرض سے ظاہر ہے۔ یہاں اولیت اضافی ہے اور تین سے مراد شخص تین نہیں بلکہ نوعی تین ہیں۔ ان تین میں کروڑوں مسلمان ہوں گے۔[۲] عفیف اور متعفف میں چند طرح فرق کیا گیا ہے' زنا سے بچنے والا عفیف' بھیک وسوال سے بچنے والا متعفف اکیلا آدمی گناہ سے بچے وہ عفیف ہے بال بچوں والا گناہ سے بچے وہ متعفف ہے۔ ظاہری گناہوں سے بچنے والا عفیف۔ بے باطنی گناہوں سے بچنے والا متعفف ہے۔[۳] اس سے معلوم ہوا کہ جسے دنیاوی الجھنیں زیادہ ہوں اس کی عبادت افضل ہے اس سے جو فارغ البال ہو دیکھو انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ حُبْشِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقِیَامِ قِیْلَ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِّ قِیْلَ فَاَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ ھَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ قِیْلَ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاھَدَ الْمُشْرِکِیْنَ

(۳۶۵۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حبشی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے[۱] تو فرمایا دراز قیام[۲] عرض کیا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا فقیر کی طاقت[۳] عرض کیا گیا کونسی ہجرت افضل ہے[۴] فرمایا اس کی جو ان سب چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس پر حرام کیں[۵] عرض کیا گیا کون سا جہاد

بِمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ قِيْلَ فَاَيُّ الْقَتْلِ اَشْرَفُ قَالَ مَنْ اُهْرِيْقَ دَمُهٗ وَعُقِرَجَوَادُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ وَجِهَادٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ وَحَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ ثُمَّ اتَّفَقَا فِي الْبَاقِيْ .

افضل ہے فرمایا اس کا جو کفار پر اپنے مال و جان سے کرے۶ عرض کیا گیا کہ کون سا قتل اشرف ہے۔فرمایا جس کا خون بہا دیا جائے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں ۷ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل بہترین ہے۔فرمایا وہ ایمان جس میں تردد نہ ہو۸ اور وہ جہاد جس میں خیانت نہ ہو۹ اور پاکیزہ حج عرض کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے۔۱۰ فرمایا دراز قیام پھر باقی حدیث میں وہ دونوں متفق ہو گئے۔۱۱

(۳۶۵۶)۱یعنی نماز کے اعمال میں کون سا عمل افضل ہے۲ بعض لحاظ سے نماز میں دراز قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت زیادہ تلاوت قرآن بہت ہے اور بعض لحاظ سے دراز سجدہ افضل ہے کہ اس میں اظہار عجز زیادہ ہے۔لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں بعض علماء نے فرمایا کہ رات کے نوافل تہجد وغیرہ میں لمبا قیام افضل ہے اور دن کے نوافل اشراق چاشت وغیرہ میں زیادہ سجدے افضل ہیں۔بہرحال حدیث میں تعارض نہیں اس کی کچھ بحث مراۃ جلد اوّل کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔۳جہد جیم کے پیش ہ کے سکون سے بمعنی طاقت وقوت اور مقل اقلال سے بنا۔بمعنی کم کرنا اور فقیر ہو جانا اس کا مادہ قلل ہے۔بمعنی کمی اس سے ہے قلت اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ غریب آدمی مشقت سے پیسہ کمائے پھر اس میں خیرات کرے دوسرے یہ کہ فقیر کو خود بھی ضرورت ہو خود مشقت و تکلیف میں ہو اس کے باوجود اپنی ضرورت روک کر خیرات کرے، دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھے۔مگر یہ دوسرے معنی اس فقیر کے لئے ہوں گے جو خود صابر ہو اور اکیلا ہو بال بچے نہ رکھتا ہو ورنہ آج خیرات کر کے کل خود بھیک مانگنا یوں ہی بال بچوں کے حقوق مار کر خیرات کرنا کسی طرح جائز نہیں (مرقات) ہاں اگر کسی کے بال بچے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے گھر والوں کی طرح صابر ہوں پھر وہ جناب صدیق کی طرح خیرات کردے تو یہ اس کی خصوصیت ہے، سلطان عشق کے فیصلے عقل سے وراء ہیں۔شعر:

موسیا آداب دانا دیگراند سوختہ جان درداناں دیگراند

۴بمعنی ہجرت (چھوڑنا) کی بہت سی قسمیں ہیں۔وطن چھوڑنا، گناہ چھوڑنا، برے خیالات چھوڑنا وغیرہ ان میں سے اعلیٰ درجہ کی ہجرت کونسی ہے۵ سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے گناہ چھوڑنے کی ہجرت وطن چھوڑنے کی ہجرت سے اعلیٰ ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ ترک گناہ کی ہجرت ہمیشہ ہر مسلمان کو میسر آ سکتی ہے، اس کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی۔۶یعنی جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے اعلیٰ قسم کا جہاد یہ ہے کہ مجاہد اپنی جان و مال سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر کے جہاد کرے۔کیونکہ یہ جہاد نفس پر بہت گراں ہے۔خیال رہے کہ یہ افضلیت اضافی ہے ایک اعتبار سے اور بعض حالات میں یہ جہاد افضل اور دوسرے اعتبار سے خصوصی حالات میں ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہہ دینی افضل ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا کہ افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر ۷یعنی راہ خدا کا وہ شہید اعلیٰ درجہ کا شہید ہے جو میدان جہاد میں جان و مال سب قربان کردے کہ خود بھی جان دیدے۔گھوڑا بھی ہلاک ہو جائے چونکہ اس کی قربانی دوگنی ہے۔نیز اس نے بڑے معرکہ کا جہاد کیا۔لہٰذا اس کی شہادت بھی اعلیٰ قرار پائی۔اہریق کی ہ زائدہ ہے اصل میں اریق تھا۔مرقات نے فرمایا کہ گھوڑے کی ہلاکت سے اس کی شجاعت و بہادری کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسا جانباز اور بہادر

تھا کہ بغیر گھوڑے کے پاؤں کٹے دشمن کے قابو میں نہ آیا اس کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں ہے۔ ۸؎ ایمان کو عمل میں داخل فرمایا۔ کیونکہ ایمان یقین دل کا نام ہے۔ یہ دل کا عمل ہے' تردّد نہ ہونے کے معنی یہ ہیں' رنج و خوشی تنگی و فراخی کسی حال میں اسلام سے نہ پھرے' دنیا کی کوئی حالت اس کے قلب کی حالت نہ بدل سکے۔ ایک وقت حضرت حسین حضور کے کندھے پر سوار ہیں اور ایک وقت ظالم قاتل شمر آپ کے سینے پر انوار پر سوار ہے مگر دونوں حال میں قلب کا حال یکساں ہے۔ اس فرمان کی شرحیں بھی کی گئی۔ ۹؎ اسی طرح کہ غنیمت میں خیانت کرے تقسیم سے پہلے امیر کے حوالہ ساری غنیمت کردے۔ پھر تقسیم میں اسے جو حصہ ملے اسے بخوشی قبول کرے ۱۰؎ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں گناہ سے بچا جائے یا وہ حج جس میں ریا و نام و نمود سے پرہیز ہو یا وہ حج جس کے بعد حاجی مرتے وقت تک گناہوں سے بچے' حج برباد کرنے والا کوئی عمل نہ کرے' خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ حج مقبول وہ ہے جس کے بعد حاجی دنیا میں زاہد آخرت میں راغب رہے۔ یا حج مبرور وہ ہے جو حاجی کا دل نرم کردے۔ کہ اس کے دل میں سوز' آنکھوں میں تری رہے' حج کرنا آسان ہے' حج سنبھالنا مشکل ہے۔ ۱۱؎ خیال رہے کہ افضل اعمال کے بیان میں احادیث مختلف ہیں۔ کسی حدیث میں کسی عمل کو افضل فرمایا گیا ہے کسی میں دوسرے عمل کو۔ یہ اختلاف حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ کبھی جہاد افضل اور کبھی نماز اعلیٰ پھر نماز میں کبھی زیادہ سجدے افضل اور کبھی دراز قیام بہتر۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهٗ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَقْرِبَائِهٖ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۵۷) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید کی اللہ کے ہاں چھ خصلتیں (درجے) ہیں ۱؎ پہلی ہی دفعہ میں اسے بخش دیا جاتا ہے ۲؎ اور اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے ۳؎ اور اسے قبر کے عذاب سے امان دی جاتی ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا ۴؎ اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا ۵؎ اور بہتر حورعین (آنکھوں والی) سے اس کا نکاح کیا جائے گا ۶؎ اور اس کے ستر اہل قرابت میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی ۷؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۳۶۵۷) ۱؎ کہ یہ چھ خوبیاں کسی اور میں جمع نہیں ہوتیں ۲؎ کہ اس کا خون زمین پر پیچھے گرتا ہے اور اس کے تمام گناہوں کی معافی پہلے ہی ہو چکی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ معافی گناہ کے لئے ہوتی ہے اس کی معافی تو پہلے ہی ہو چکی۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت انسانی کے ظہور کے لئے ہے جس کا شہید زیادہ حقدار ہے نہ کہ معافی گناہ کے لئے ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہ ہوتی ۳؎ بعض غازی صحابہ نے شہید ہونے سے پہلے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ جنت وہ ہے یا رسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں پھر شہید ہوئے بعض زخمی مجاہدوں نے باوجود پیاس کے جان توڑتے ہوئے پانی قبول نہ کیا فرمایا کہ اب کوثر سامنے ہے' وہاں ہی جا کر پئیں گے جیسا کہ احادیث و تواریخ میں وارد ہے ۴؎ رب فرماتا ہے: یَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (۲۷'۸۷) اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرائے جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ (کنزالایمان) یعنی شہید کو نہ قیامت میں گھبراہٹ ہوگی نہ قبر میں نہ مرتے وقت نہ پل صراط پر نہ موت کو ذبح کر دیئے جانے پر (۲۱،۱۰۳)۔۵ یعنی اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا جس سے وہ تمام محشر والوں سے ممتاز ہوگا جیسے بادشاہ یا وزیر تاج کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔۶ حور بنا ہے حوراء سے بمعنی آنکھ کی تیز سفیدی پتلیوں کی تیز سیاہی۔ یہ چیز حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ عین جمع ہے عیناء کی بڑی بڑی آنکھ چونکہ حوروں کی آنکھیں بڑی اور خوب سفید و سیاہ ہیں۔ اس لئے انہیں حور عین کہا جاتا ہے۔ (مرقات) یعنی شہید کو اپنی دنیاوی اور کفار کی مومنہ بیویوں کے علاوہ جو اسے کفار کے ورثہ میں ملیں گی۔ بہتر حوریں بیویاں دی جائیں گی۔ خیال رہے کہ حور جنس بشر سے نہیں کہ وہ اولاد آدم علیہ السلام نہیں ہیں۔ نورانی مخلوق ہے دنیا میں انسان کا نکاح غیر جنس سے درست نہیں۔ آخرت میں بعد قیامت درست ہوا یہ بھی خیال رہے کہ حوروں سے اختلاط بعد قیامت ہوگا۔ قیامت سے پہلے اگرچہ شہید جنت کے پھل فروٹ کھائیں گے مگر حوروں سے بے تعلق رہیں گے ۷ یا ستر سے مراد کثرت و زیادتی ہے یا ستر کا عدد دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اقربا سے مراد رشتہ دار اور دوست و احباب دونوں ہیں (مرقات) بشرطیکہ مسلمان ہوں کافر و مشرک کا شفیع کوئی نہیں۔ جب شہید ستر کی شفاعت کرے گا تو خاص علماء اولیاء اللہ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا پوچھنا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے عدل کے ظہور کے وقت یعنی اوّل قیامت میں صرف حضور ہی شفاعت فرمائیں گے۔ اسے شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے اور پھر ظہور فضل کے وقت شہید وغیرہ شفاعت کریں گے لہٰذا شفیع المذنبین صرف حضور کا لقب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ بِغَیْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَقِیَ اللّٰهَ وَفِیْهِ ثُلْمَةٌ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۵۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ سے ملے بغیر جہاد کی نشانی کے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس میں رخنہ ہوگا ا (ترمذی، ابن ماجہ)

(۳۶۵۸) ا اس سے مراد یا وہ لوگ ہیں جن پر جہاد فرض ہوا اور نہ وہ جہاد کریں نہ تیاری جہاد کریں نہ ارادہ جہاد نہ کسی مجاہد کی مالی مدد کریں وہ قیامت میں اس کمال سے محروم ہوں گے جو مجاہدین کو حاصل ہوگا۔ یا جہاد سے عام جہاد مراد ہے خواہ کفار سے جہاد ہو یا نفس ناہنجار سے یا شیطان سے یا نافرمان اولاد سے یا گنہگار بے شرم مسلمانوں سے کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی جہاد ہر مسلمان کو میسر ہوتا ہے لہٰذا حدیث کا مطلب واضح ہے اور اس حدیث کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شریعت و طریقت کے چاروں امام نیز بارہ امام اہل بیت کو جہاد میسر نہ ہوا وہ بھی ناقص ہونے چاہئیں (معاذ اللہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشَّهِیْدُ لَا یَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا یَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

(۳۶۵۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید قتل کی تکلیف نہیں پاتا مگر اتنی جتنی کہ کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف پائے ا (ترمذی، نسائی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

(۳۶۵۹) ا ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلماً مقتول خصوصاً جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ حتیٰ کہ شہید بارگاہ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لئے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی

داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے۔ جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا۔ ربّ ہی جانے جب دہلی میں غازی عبدالرشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولًا اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آیہ کریمہ: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵:۲۶،۲۷) زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے ربّ کی ذات عظمت اور بزرگی والا (کنزالایمان) پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالہ کردی۔ عاشقوں کے حال نیارے۔ لہٰذا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ قَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثْرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۶۶۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اللہ تعالٰی کو دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے ہو ایک خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے[۲] اور لیکن دو نشان قدم پس ایک وہ نشان قدم جو اللہ کی راہ میں ہو[۳] اور ایک وہ نشان قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض میں ہو[۴] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۶۶۰)[۱] خیال رہے کہ گنہگاروں کو ربّ تعالٰی کے عذاب سے خوف ہوتا ہے۔ نیکو کاروں کو اس کی ذات سے ہیبت و جلال سے خوف ہے یہ خوف محبت و اطاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔ دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا۔ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۹:۱۶) مگر یہ خوف مفید نہیں مضر ہے۔ یہاں پہلی قسم کے دو خوف مراد ہیں۔[۲] چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہے اور خون ایک دم نکل کر بہ جاتا ہے۔ اس لئے آنسو کے لئے دموع جمع ارشاد ہوا اور خون کے لئے دم واحد فرمایا گیا۔ قطرہ سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، بہت سے آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔[۳] اللہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضا الٰہی کے لئے طے کیا جائے۔ جیسے نماز کے لئے مسجد کو جانا۔ طالب علم کے لئے مدرسہ جانا۔ جہاد کے لئے میدان جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا نشان قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشان قدم پڑتے ہی نہیں پھر پیاری کیا چیز ہوگی۔[۴] یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لئے چلا اس کے نشان قدم ربّ کو پیارے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقًا نشان ہو۔ قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی۔ لہٰذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں، گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے پڑ جائیں۔ روزے میں منہ کی بو جہ و جہاد میں غبار راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے۔ یہ ربّ کو بڑے پیارے ہیں۔ مرقات نے یہی توجیہ اختیار کی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ اِلَّا حَاجًّا

(۳۶۶۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دریا میں سوار نہ ہو مگر حاجی ہو تو یا

اَوْمُعْتَمِرًا اَوْغَازٍ یًافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًاوَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

عمرہ کرنے والا یا غازی فی سبیل اللہ ہو کر۲ کیونکہ دریا کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا۳ (ابوداؤد)

(۳۶۶۱)۱اس میں یا تو خطاب صرف حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ہے کہ تم سوا ان تین ضرورتوں کے کبھی سمندر کا سفر نہ کرنا۔اگرچہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے سمندر نہیں آتا' خشکی کا راستہ ہی ہے مگر آئندہ کے لئے فرمایا گیا کہ تم کبھی غزوہ میں سمندر پار چلے جاؤ تو وہاں سے حج کے لئے سمندر کا سفر کر سکتے ہو۔اور یا خطاب ان سارے مسلمانوں سے ہے جو اس زمانہ میں تھے جبکہ سمندری سفر بادبانی کشتیوں پر ہوتا تھا اور سخت خطرناک تھا مخالف ہوا چلنے کی صورت میں ایک ایک ماہ سمندر میں ایک جگہ ہی ٹھہرنا پڑ جاتا تھا۔یا پھر جدھر کی ہوا ہوتی ادھر ہی کشتی چل جاتی تھی۔ملاحوں کے قابو سے نکل کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی تھی۔اب جبکہ سمندری سفر نہایت آسان ہو چکا یہ حکم بھی نہیں رہا۔اب اتنی سائنسی سہولتیں ہو چکنے کے بعد بھی بہت حجاج جہاز میں مر جاتے ہیں۔بیمار تو بہت ہی ہو جاتے ہیں۔خود یہ فقیر بھی ہر دفعہ حج کے موقع پر دست و قے دوران سفر وغیرہ میں مبتلا رہا۔غور کرو کہ اس زمانہ میں دریائی سفر کا کیا حال ہوتا ہوگا لہذا یہ فرمان اس وقت کے لحاظ سے نہایت موزوں ہے' ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت بطور مشورہ ہو۔ایک حدیث میں ہے کہ اکیلا مسافر شیطان ہے اور دو مسافر دو شیطان اور تین مسافر قافلہ ہیں۔یہ فرمان عالی بھی اس وقت کے لحاظ سے ہے جب راستے پر خطر تھے۔۲بعض علماء نے سمندر حائل ہونے کو ترک حج کے لئے عذر قرار دیا ہے۔اس حدیث میں ان کی صحیح تردید ہے کہ جب اس ابتدائی دور میں جب سمندر کا سفر نہایت ہی خطرناک تھا۔سمندر حج کے وجوب کے لئے عذر نہ ہوا تو اب کیسے ہوسکتا ہے۔یہاں فرمایا گیا کہ حج' عمرہ' جہاد ایسے اہم ہیں کہ ان کی ادائیگی کے لئے سمندر میں بھی سفر کرنا پڑے تو کرو یہ سمندر کی خطرناک لہریں تمہیں ان چیزوں سے روک نہ دیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے کبھی سمندر کا سفر نہ کیا۔زمانہ عثمانی میں صحابہ کرام نے جہاد کے لئے سمندر پار کیا ہے۔کہ اُمّ حرام کی ایک روایت میں ہے۔۳یہ فرمان عالی یا تو اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ سمندر میں پانی کے نیچے آگ کا سمندر ہے اور پھر آگ کے سمندر کے نیچے پانی کا اور سمندر ہے دنیا کی وجہ سے ایسی خطرناک جگہ نہ جانا جہاں اوپر تلے تین سمندر ہیں دو پانی کے ایک آگ کا' رب تعالٰی فرماتا ہے:وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (۶۸۱) اور جب سمندر سلگائے جائیں (کنزالایمان) جب سمندر آگ سے بڑھکائے جائیں گے یا تینوں سمندر آگ کر دیئے جائیں گے۔سمندر کا ذکر حاکم کی ایک روایت میں بھی ہے' یا اس سفر کی دشواری فرمانے کے لئے یہ کلمہ ارشاد ہوا۔کہ سمندر گویا آگ و پانی کی مصیبتوں سے گھرا ہوا ہے۔(لمعات' اشعہ' مرقات) جب بحری جہاز میں چلتے چلتے آگ لگ جاتی ہے تو وہاں آگ و پانی و سمندر کا اجتماع ہو جانا' کچھ سوار جل کر مر جاتے ہیں کچھ ڈوب کر'اللہ کی پناہ۔

وَعَنْ اُمِّ حَرَامٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَائِدُ فِی الْبَحْرِ الَّذِیْ یُصِیْبُہُ الْقَیْءُ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدٍ وَ الْغَرِیْقُ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدَیْنِ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۶۲) روایت ہے حضرت ام حرام سے۱وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا دریا میں چکرانے والا جسے قے آتی ہے اسے ایک شہید کا ثواب ہے۲اور ڈوب جانے والے کو دو شہیدوں کا ثواب۳ (ابوداؤد)

(۳۶۶۲)۱آپ ام حرام بنت ملحان ابن خالد نجاریہ ہیں ام سلیم کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہی گھر میں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرماتے تھے حضرت عبادہ ابن صامت کی ہیں۔حضرت انس کی خالہ' خلافت عثمانیہ میں اپنے خاوند کے ساتھ روم کے جہاد میں

شریک ہوئیں اسی میں شہید ہوئیں۔قبرص میں قبر شریف ہے۔آپ کا نام معلوم نہ ہوسکا (مرقات،اشعہ) ۲؎ یعنی جو حج یا عمرہ یا جہاد یا تجارت کے لئے دریا کا سفر کرے اور اس میں چکرائے،قے کرے اگرچہ زندہ نکل جائے جب بھی اسے شہید کا ثواب ہے۔ناجائز یا غیر ضروری سمندری سفر کا یہ حکم نہیں۔اور یہ ثواب تب ہے جبکہ سواء سمندری راستہ کے کوئی اور راستہ نہ ہو۔یعنی مجبوراً یہ سفر کرے۔۳؎ ایک ثواب اس کی مشقت اٹھانے کا،دوسرا ثواب ڈوب جانے کا۔

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . يَقُوْلُ مَنْ فَصَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ اَوْ قُتِلَ اَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهٗ اَوْ بَعِيْرُهٗ اَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ اَوْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ بِاَیِّ حَتْفٍ شَآءَ اللّٰهُ فَاِنَّهٗ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۶۳) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا ۱؎ پھر قتل کیا گیا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے کچل دیا اسے زہریلے جانور نے ڈس لیا ۲؎ یا اپنے بستر پر کسی سبب سے مر گیا جیسے اللہ نے چاہا تو وہ شہید ہے ۳؎ اور اس کے لئے جنت ہے ۴؎ (ابوداؤد)

(۳۶۶۳) ۱؎ فصل یا تو باب ضرب سے ہے یعنی گھر سے جدا ہوا نکلا۔رب تعالٰی فرماتا ہے: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ (۲:۲۴۹) پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا (کنزالایمان) یا فصل باب تفعیل سے ہے یعنی جس نے اپنے کو اپنے وطن سے جدا کیا۔جہاد کے لئے یا حج کے لئے یا طلب علم کے لئے ۲؎ عربی میں ہامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر قاتل ہو جیسے سانپ وغیرہ اور سامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر تکلیف دہ تو ہو قاتل نہ ہو جیسے بچھو بھڑ وغیرہ ۳؎ یا شہید حقیقی یا شہید حکمی جیسا کہ گزشتہ فرمان سے ظاہر ہے ظلماً مقتول تو شہید حقیقی ہے اور زہریلے جانور وغیرہ سے مرنے والا شہید حکمی ۴؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر کی موت شہادت ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے سفر سے مراد راہ خدا کا سفر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۶۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجاہد کی واپسی جہاد کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۶۶۴) ۱؎ اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں۔ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہی ثواب رکھتا ہے جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لئے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کردے۔پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کردیا جائے۔یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے۔اس کا ثواب پہلی بار میدان جہاد میں آنے کی طرح ہے۔تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے۔جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنی ہیں لوٹنا،واپس ہونا،اس سے ہے قافلہ،سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے طور پر قافلہ کہا جاتا ہے یعنی خیریت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَازِیْ اَجْرُهٗ وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ الْغَازِیْ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۶۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غازی (مجاہد) کے لئے اس کا ثواب ہے ۱؎ اور غازی کے مددگار کے لئے ۲؎ اپنا ثواب ہے اور غازی کا ثواب ۳؎ (ابوداؤد)

(۳۶۶۵)۱؎یعنی جوخود جہاد میں جائے اور غزوہ کرے اسے جہاد کا وہ پورا پورا ثواب ملے گا جو مجاہد کے لئے رب نے خاص فرمایا ہے۔۲؎یعنی جو مسلمان کسی مجاہد غازی کو مالی امداد دے کہ اسے سامان جہاد سواری وغیرہ مہیا کردے جس سے وہ جہاد کرے لغت میں جعل ج کے پیش سے بمعنی اجرت ومزدوری آتا ہے۔یہاں مزدوری اور سامان جہاد سب مراد ہیں۔خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جہاد کی اجرت دینا بالکل جائز ہے مگر امام شافعی کے ہاں ناجائز ہے حتیٰ کہ اگر کسی غازی نے یہ اجرت لے لی تو واپس کرنا واجب ہے یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔(مرقات) ۳؎یعنی اس مال دینے اور معاونت کرنے والے کو دوگنا ثواب ملے گا۔ایک تو راہ خدا میں جہاد کرنے کا دوسرے اس مجاہد کو رغبت جہاد دینے اسے جہاد پر تیار کرنے کا۔الدال علی الخیر کفاعله خیال رہے کہ امام زہری اور امام مالک وامام اعظم کے ہاں جہاد پر اجرت دینا لینا جائز ہے اور اجیر کو بھی ثواب ملے گا اس لئے کہ اسے اجرت لینے کے باوجود حضور نے غازی فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَیْکُمُ الْاَمْصَارُ وَسَتَکُوْنُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ یَقْطَعُ عَلَیْکُمْ فِیْهَا بُعُوْثٌ فَیَکْرَهُ الرَّجُلُ الْبَعْثَ فَیَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهٖ ثُمَّ یَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ یَعْرِضُ نَفْسَهٗ عَلَیْهِمْ مَنْ اَکْفِیْهِ بَعْثَ کَذَا اَلَا وَذٰلِكَ الْاَجِیْرُ اِلٰی اٰخِرِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۶۶۶) روایت ہے حضرت ابوایوب سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم پر بہت شہر فتح کئے جائیں گے اور ہوں گے لشکر جمع کئے ہوئے۱؎ ان لشکروں میں کچھ فوجیں مقرر کردی جائیں گی۲؎ تو ایک شخص جہاد میں بھیجے جانے کو ناپسند کرے گا۳؎ وہ اپنی قوم سے بھاگ جائے گا۴؎ پھر دو قبیلوں کو تلاش کرے گا اپنے آپ کو ان پر پیش کرے گا۵؎ کہ میں فلاں لشکر میں کس کو کفایت کروں۶؎ اور یہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہوگا۷؎(ابوداؤد)

(۳۶۶۶)۱؎یعنی ابھی تو اسلامی ممالک کا رقبہ بہت محدود ہے۔عنقریب وقت آنے والا ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو بہت بڑے بڑے ملک عطا فرمائے گا۔اسلامی ممالک بہت ہوجائیں گے تو خلیفۃ المسلمین ہر ملک کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجیں مقرر فرمائے گا تاکہ ہر جگہ کفار کا مقابلہ ہوتا رہے جس قدر ملک وسیع ہوتا ہے اسی قدر فوج زیادہ رکھنی پڑتی ہے۔یہ غیبی خبر ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور عہد فاروقی سے اس کا ظہور شروع ہوا۲؎یعنی سلطان اسلام بڑے لشکر کے مختلف حصے کرکے علیحدہ علیحدہ ممالک میں بھیجے گا۔جنود سے مراد بڑے بڑے لشکر ہیں اور جو ہیڈ کوارٹروں میں رہیں اور بعوث سے مراد چھوٹی چھوٹی فوجیں ہیں جو الگ الگ سرحدوں پر حفاظت کے لئے مقرر کی جائیں۳؎یعنی اس زمانہ میں عموماً مسلمان فی سبیل اللہ جہاد پر تیار رہوں گے۔مگر خال خال کوئی آدمی بغیر اجرت لئے جہاد میں جانے پر امادہ نہ ہوں گے۔بعث سے مراد بلا اجرت جہاد میں بھیجا جانا ہے۔الرجل فرما کر بتایا کہ یہ مزدوری لینے کا شوق خال خال کسی میں ہوگا۔۴؎اس لئے بھاگے گا کہ اسے بغیر اجرت جہاد میں نہ جانا پڑے۔۵؎یعنی یہاں سے بھاگ جانے کے بعد مختلف قبیلوں خاندانوں میں پھرے گا ان سے ملے گا۔کیوں اجرت ومزدوری کی تلاش کے لئے۔۶؎یعنی لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ کوئی مجھے سامان جہاد اور مزدوری دے دے تو میں اس کی طرف سے جہاد کروں وہ آرام کرے مجھے روپیہ دے کر اپنی طرف سے جہاد میں بھیج دے۷؎یعنی ایسا شخص جسے جہاد سے کوئی رغبت نہ ہو صرف مال پر نظر ہو اور جہاد میں شرکت کو صرف مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے اسے جہاد کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔یہ آخر دم تک صرف مزدور رہے گا۔غازی فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔اور نہ جہاد کے ثواب کا مستحق ہوگا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ جہاد پر اجرت دینی لینی جائز ہے کیونکہ مزدور کو حضور نے گنہگار نہ فرمایا ثواب سے محروم فرمایا وہ بھی اس لئے کہ اس کا مقصود صرف مال تھا۔نیز مال

دینے والے کو بھی گنہگار نہ فرمایا بلکہ اسے ثواب جہاد پانے والا قرار دیا کہ ثواب سے محروم صرف مزدور کو بتایا نہ کہ مال دینے والے کو ذالك مبتدا ہے اور الا جیر اس کی خبر۔

وَعَنْ يَعْلَي بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَيْسَ لِيْ خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ اَجِيْرًا يَكْفِيْنِيْ فَوَجَدْتُ رَجُلاً سَمَّيْتُ لَهٗ ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَةٌ اَرَدْتُ اَنْ اُجْرِيَ لَهٗ سَهْمَهٗ فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ مَا اَجِدُ لَهٗ فِيْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا دَنَانِيْرَهُ الَّتِيْ تُسَمّٰى ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۶۷) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان فرمایا میں بہت بوڑھا تھا میرے پاس کوئی نوکر بھی نہ تھا[۲] میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو مجھے کفایت کرے تو میں نے ایک شخص کو پایا جس کیلئے میں نے تین دینار مقرر کئے[۳] پھر جب مال غنیمت آیا تو میں نے چاہا کہ اس کے لئے اس کا حصہ جاری کر دوں[۴] چنانچہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ میں اس مزدور کیلئے اس جہاد میں دنیا و آخرت میں سوائے طے شدہ دیناروں کے اور کچھ نہیں پاتا[۵] (ابوداؤد)

(۳۶۶۷)[۱] آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے غزوہ حنین طائف اور تبوک میں شریک رہے۔عہد فاروقی میں نجران کے حاکم رہے۔جنگ صفین میں حضرت کے ساتھ رہے۔اسی میں شہید ہوئے (اشعہ)[۲] پتا نہ لگا کہ یہ کون سا غزوہ تھا۔بہر حال انہیں جہاد کا شوق تھا مگر بڑھاپے کی وجہ سے انہیں کسی خادم کی ضرورت تھی جو میدان جہاد میں ان کی خدمت کرے[۳] کھانے پینے کے علاوہ تین دینار مجھ سے لے اور جہاد میں میرے ساتھ چلے وہاں میری خدمت کرے۔[۴] یعنی اسے بھی دوسرے غازیوں کی طرح غنیمت کا حصہ دوں یا دلواؤں اگر پیادہ تھا تو پیادہ غازی کا حصہ اور اگر سوار تھا تو سوار غازی کا حصہ۔[۵] یعنی اسے یہ تین دینار ہی ملیں گے ان کے سوا نہ ثواب ملے نہ غنیمت کا حصہ۔خیال رہے کہ مجاہد کے خدمت گار نوکر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔بعض نے فرمایا کہ اسے حصہ غنیمت نہ ملے گا جہاد کرے یا نہ کرے صرف طے شدہ مزدوری ملے گی۔یہ امام اوزاعی' اسحاق کا قول ہے۔امام شافعی کے دو قول ہیں ایک وہ جو اوپر گزرا کہ اجرت نہ ملے گی۔دوسرا قول یہ ہے کہ اجرت ملے گی حصہ غنیمت نہ ملے گا بعض کے نزدیک اسے اختیار ہوگا کہ غنیمت کا حصہ لے یا اجرت' چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اس مزدور نے جنگ کرنے کی شرط نہ لگائی تھی مگر جہاد کیا قتال کیا تو اسے اجرت بھی ملے گی اور غنیمت کا حصہ بھی۔احناف کے ہاں اجارہ اور اجر جمع ہو سکتے ہیں (مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے کہ جہاد پر اجرت ناجائز نہیں۔نہ اس اجرت کا واپس کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِّنْ عَرَضِ الدُّنْيَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَجْرَ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۶۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص راہ خدا میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے ساتھ ہی وہ دنیاوی سامان سے کسی سامان کی خواہش کرتا ہے[۱] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے کچھ ثواب نہیں[۲] (ابوداؤد)

(۳۶۶۸)[۱] عرض ع' اور ر کے فتحہ سے بمعنی مال ہے' تھوڑا ہو یا زیادہ اور ر کے سکون سے بمعنی سامان' لہذا روپیہ پیسہ عرض ر کے فتحہ سے ہے مگر عرض نہیں بلکہ وہ عین ہے عرض دنیا سے مراد ہر دنیاوی خبر ہے مال ہو یا عزت یا شہرت یا اجرت (مرقات) یعنی جہاد فی سبیل اللہ

میں گیا مگر اس کا مقصد دنیا ہے مال ہو یا منال یا عزت یا شہرت اللہ کے لئے وہاں نہ گیا لہٰذا جواب بالکل برحق ہے۲ کیونکہ وہ اس جہاد سے مرضی الٰہی کا طالب نہ تھا۔ طالب دنیا تھا۔ لہٰذا ثواب کا مستحق نہیں۔ لیکن اگر رضا الٰہی کے لئے جہاد کرے اور خیال یہ بھی ہو کہ رب تعالیٰ غنیمت عطا فرمائے تو انشاء اللہ ثواب بھی ملے گا۔ اگرچہ اس غازی سے کم ملے گا جو غنیمت کی نیت بالکل نہ کرے۔ بہر حال ثواب کا مدار نیت پر ہے پہلے حدیث گزر چکی کہ غازی اجر و ثواب اور غنیمت لے کر لوٹتا ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰى وَجْهَ اللّٰهِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيْكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَهٗ وَنَبْهَهٗ اَجْرٌ كُلُّهٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَآءً وَّسُمْعَةً وَعَصَى الْاِمَامَ وَاَفْسَدَ فِي الْاَرْضِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۶۶۹) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد دو قسم کے ہوتے ہیں۱ جو غازی رضاء الٰہی کی تلاش کرے امیر کی فرمانبرداری کرے اپنی پیاری چیز خرچ کرے۲ ساتھی سے نرمی کرے۳ دنگے فساد سے بچے۴ تو اس کا سونا جاگنا سب کا سب ثواب ہے۵ اور جو شخص شیخی دکھلائے شہرت کے لئے جہاد کرے اور امیر کی نافرمانی کرے اور زمین پر فساد پھیلائے۶ تو وہ برابری سے بھی نہ لوٹے گا۷ (مالک، ابوداؤد، نسائی)

(۳۶۶۹)۱ یعنی جنس جہاد اور مطلق جہاد دو قسم کا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں نہیں بلکہ وہ خود جنسی جہاد کی ایک قسم ہے یہ ضرور خیال میں رہے (مرقات) ۲ یہاں امیر سے مراد جہاد کا امیر ہے کمانڈر یا اپنا افسر اور پیاری چیز سے مراد مال اور جان ہے کہ یہ دونوں چیزیں خرچ کرنے پر تیار ہو جائے ۳ یعنی دوسرے غازیوں کے ساتھ جو اس کے رفیق سفر ہوں نرم اور اچھا برتاؤ کرے ۴ دنگے فساد سے مراد ساتھیوں کے ساتھ مار پیٹ گالی گلوچ ہے۔ جیسا عموماً جاہل لوگ اپنے رفیق سفر سے کرتے ہیں۔ بحالت جہاد ایسی حرکتیں سخت خطرناک ہیں ۔۵ جاگنا اور جاگنے کے سارے دینی و دنیاوی کام جیسے نماز اور کھانا پینا، کلام کرنا، ہنسنا، بولنا، رونا وغیرہ کہ یہ سب عبادت ہی بن جاتے ہیں ۔۶ فساد سے مراد وہی آپس کی لڑائی جھگڑا ہے جو ابھی مذکور ہوا۔ یعنی جو شخص یہ تینوں جرم کرے ۔ اس کا یہ حکم ہے ۔۷ یعنی گنہگار ہو کر لوٹے گا کہ ان حرکتوں کے گناہ کا بوجھ سر پر ہوگا اور اس سفر وغیرہ کا ثواب کچھ بھی نہ ملے گا۔ لہٰذا بجائے نیکی کمانے کے گناہ کما کر لائے گا۔ کفاف کے بہت معنی ہیں۔ بہتر چیز۔ جو چیز ضرورت سے نہ بچے یعنی بقدر ضرورت چیز، ثواب خیر و بھلائی، کفاف کاف کے فتحہ سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی۔ جو کسرہ سے ہے وہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ یہاں مرقات نے ریا پر بہت اچھی بحث کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریا سے اکثر عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ عمل باطل نہیں ہوتا۔ اسی لئے ریا کار پر ریا سے کی ہوئی عبادت کو لوٹانا واجب نہیں اور اگر بعد میں توبہ نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ وہ کمی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ پھر ریا کی بھی دو قسمیں ہیں ریا نفس عمل، یہی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے ہوں اور رائے ناموری کی امید نہ ہو تو نیکی کرے ہی نہیں۔ دوسرے ریا کمال عمل میں۔ اگر لوگوں کے دکھاوے کو اچھی طرح نیکی کرے۔ ورنہ معمولی طرح، پہلی زیادہ خطرناک ہے، دوسری ریا ہلکی، خیال رہے کہ کوئی شخص ریا کی وجہ سے عمل نہ چھوڑ دے اخلاص کی دعا کرے اور عمل کرتا جائے۔ کبھی رب تعالیٰ اخلاص بھی نصیب کر ہی دے گا مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

(۳۶۷۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے۱ تو فرمایا اے عبداللہ

اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَلٰى اَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ وَقُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

ابن عمرو۲ اگر تم صابر بن کر طلب اجر کرتے ہوئے جہاد کرو گے تو اللہ تعالٰی تم کو صبر والا طالب اجر ہی اٹھائے گا۳ اور اگر تم ریا کار اور زیادتی کی ہوس سے جہاد کرو گے تو اللہ تم کو ریا کار ہوس والا اٹھائے گا۴ اے عبداللہ ابن عمرو جس حال پر جنگ کرو گے یا مارے جاؤ گے تم کو اللہ اس حال پر اٹھائے گا۔۵ (ابوداؤد)

(۳۶۷۰)۱ اس طرح کہ جہاد کی تفصیل اور تفضیل (فضیلت) بتائیے یا اس کی حقیقت پر مطلع فرمائیے یا جہاد مقبول و نا مقبول کے متعلق خبر دیجئے۔ جواب شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال تیسری بات کے متعلق تھا کہ جہاد مقبول کون سا ہے اور جہاد مردود کون سا۔۲ حضور انور نے انہیں اس لئے پکارا بغور جواب کو سنیں۳ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں جس حال جیؤ گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھو گے (مرقات) زندگی میں اچھا مشغلہ رکھو تاکہ اس مشغلہ میں موت آئے اور اسی حال میں حشر ہو۔ نمازی آدمی کو نزع و قبر میں بھی نماز ہی یاد آتی ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں بھی ہے اور دیکھا بھی گیا ہے اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے۔۴ یعنی اگر تم نام اور مال کی خواہش کے لئے جہاد کرو گے اسی فکر میں مارے جاؤ گے تو قیامت میں اس کی سزا میں گرفتار اٹھو گے۔ لہذا دنیا میں آخرت کی فکر کرو۔ تاکہ آخرت میں بے فکر اٹھو۔ دنیا کی ناجائز فکر میں نہ او بال ہو۔۵ جہاد کے علاوہ باقی اعمال کا بھی یہی حال ہے اللہ تعالٰی اس فقیر گنہگار کو دینی خدمت کا مشغلہ نصیب کرے، قبول فرمائے۔ اس میں موت دے اور دین کے خادموں کے زمرہ میں حشر نصیب کرے۔ سنا ہے اچھوں کے ساتھی بھی بخشے جاتے ہیں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعَجَزْتُمْ اِذَا بَعَثْتُ رَجُلًا فَلَمْ يَمْضِ لِاَمْرِيْ اَنْ تَجْعَلُوْا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِيْ لِاَمْرِيْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ فُضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ)

(۳۶۷۱) روایت ہے حضرت عقبہ ابن مالک سے۱ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ جب کسی شخص کو بھیجوں پھر وہ میرا حکم جاری نہ کرے۔ تو تم اس کی جگہ کسی ایسے کو مقرر کر دو جو میرا حکم جاری کرے۲ (ابوداؤد) اور فضالہ کی وہ حدیث کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے کتاب الایمان میں ذکر کر دی گئی۳

(۳۶۷۱)۱ صاحب مشکوۃ نے ان کا ذکر اسماء الرجال میں نہیں فرمایا۔ اشعہ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں۔ یعنی اہل بصرہ میں آپ شمار ہیں۲ یعنی اگر میں کسی کو امیر و حاکم بنا کر کہیں بھیجوں، جہاد میں یا اور جگہ اور پھر وہ حاکم میرے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے تو تم کو لازم ہے کہ اسے معزول کر کے دوسرے ایسے آدمی کو امیر بنا لو جو میرے احکام نافذ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعایا، ظالم حاکم کو معزول کر کے عادل حاکم مقرر کر سکتی ہے۔ مگر خیال رہے کہ یہ تب ہے جبکہ اس کے معزول کرنے میں خون ریزی اور فتنہ و فساد نہ ہو۔ بہ آسانی وہ معزول کیا جا سکے (مرقات) لہذا صحابہ کرام کا حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و خونخوار حاکم کو معزول نہ کرنا اس کے ظلم سہنا اس حدیث کے خلاف نہیں۔ اس کے الگ کرنے میں بڑے فتنہ کا دروازہ کھلتا بڑی خونریزی ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر قاتل سفاک حاکم کے معزول کرنے میں خونریزی اس سے کم ہو جتنی اس کے قائم رہنے میں ہو تو اسے معزول کر دیا جائے اگر اس کے برعکس ہو تو معزول نہ کیا جائے۔ نیز مالی ظالم کو معزول نہ کرو جانی ظالم کو معزول کرو اس شرط سے جو ابھی مذکور ہوئی غرضکہ تبدیلی حکومت آسان چیز نہیں۔ خیال

رہے کہ موذن کو امام معزول کرسکتا ہے اور امام کو متولی مسجد علیحدہ کرسکتا ہے اور متولی کو عامۃ المسلمین معزول کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ یہاں سے ماخوذ ہے عوام کی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ آج کل اس کا نظارہ ہر الیکشن کے موقع پر ہوتا ہے۔۳؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی۔ ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ حدیث کتاب الایمان میں ذکر کردی ہے ایک طویل حدیث کے ضمن۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِيَّةٍ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِيْهِ شَیْءٌ مِنْ مَاءٍ وَ بَقْلٍ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاَنْ يُّقِيْمَ فِيْهِ وَ يَتَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا فَاسْتَاذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَلٰكِنِّیْ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْرَوْحَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا لَمَقَامُ اَحَدِكُمْ فِی الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهٖ سِتِّيْنَ سَنَةً ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۶۷۲) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں نکلے۱؎ تو ایک شخص غار پر گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزی تھی۲؎ تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں ہی قیام کرے اور دنیا سے الگ ہوجائے۳؎ چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں اجازت مانگی۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہ تو یہودیت لے کر بھیجا گیا نہ عیسائیت لے کر۵؎ لیکن میں تو آسان سیدھی ملت لے کر بھیجا گیا۶؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام جانا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۷؎ اور تم میں سے کسی کا صف میں کھڑا ہونا اس کے ساٹھ سال کی نمازوں سے افضل ہے۸؎ (احمد)

(۳۶۷۲)۱؎ سریہ سین کے فتحہ ر کے کسرہ ی کے شد سے ہے بمعنی چھوٹا لشکر جس کی تعداد چار سو تک ہو جو دشمن کی طرف بھیجا جائے۔ یہ سری سے بنا ہے بمعنی خفیہ بھیجنا اس لئے فرمایا کہ **اسری بعبدہ لیلا** یا اسراء بمعنی اختیار سے بنا ہے۔ سریہ چلی ہوئی جماعت، محدثین کی اصطلاح میں سریہ وہ لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں۔ غزوہ وہ جہاد ہے جس میں سرکار بنفس نفیس تشریف لے جائیں۔ یہاں سرکار عالی اس لشکر کو وداع کرنے تشریف لے گئے تھے نہ کہ جہاد کے لئے یا سریہ سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مطلقاً لشکر (مرقات)۔ ۲؎ یا تو پانی کا چشمہ تھا یا بہتا پانی تھا تھوڑا جو ایک دو آدمیوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو اور آس پاس کی زمین سبزہ زار تھی جہاں کچھ بو کر پیداوار کرلی جائے جو اپنے اور اپنی بکریوں کے لئے کافی ہو یہ چیز ملک عرب میں بڑی ہی غنیمت ہے۔۳؎ یعنی ابھی یا اس جہاد کے بعد تارک الدنیا ہو کر اس جگہ قیام کرے جذبہ یہ تھا کہ دنیا اور دنیا والوں میں مشغولیت یاد خدا میں رخنہ ڈالتی ہے اور کبھی اختلاط کی وجہ سے گناہ بھی سرزد ہوجاتے ہیں۔ تارک الدنیا ہو کر رہنے میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں گی۔۴؎ اگر اس جہاد میں حضور انور شریک تھے تو وہاں ہی اجازت مانگی ورنہ مدینہ منورہ واپس آکر دونوں احتمال ہیں۔۵؎ یعنی راہبانہ زندگی اور تارک الدنیا ہو کر رہنا عیسائیوں اور یہودیوں کے دین میں ہے۔ اسلام میں نہیں، تم کو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے، کیونکہ ترک دنیا بہت شاق و دشوار ہے۔ اور اس کا فائدہ اگر ہے تو صرف اسی ایک تارک الدنیا کو۔۶؎ یعنی ہمارا دین آسان ہے اور تمام برائیوں سے دور ہے۔ حنیف بمعنی برائیوں سے ہٹا ہوا بچا ہوا سمحہ بمعنی آسان

'مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام نرم اور بہت فائدہ مند ہیں۔تم شہر میں رہو وہاں تم کو نماز پنج گانہ باجماعت' جمعہ' عیدین' جہاد' علماء کی صحبت اور اس زمانہ میں تو ہمارا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ وہاں گوشہ تنہائی میں رہنے سے تم ان تمام نعمتوں سے محروم رہو گے۔ ۷؎ جہاد یا حج یا طلب دین کے لئے ایک دفعہ صبح یا شام کو نکلنا تمام دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ دنیا فانی ہے اور یہ ثواب باقی و وافی ہے اب تم خود سوچ لو کہ تمہارا مدینہ میں رہنا افضل ہے یا اس چشمہ پر اکیلے رہنا بہتر۔ ۸؎ یعنی ایک بار جہاد میں غازیوں کی صف میں یا نماز میں حاجیوں کی صف میں کھڑے ہو جانا بے شمار برسوں کی ان نمازوں سے افضل ہے جو اکیلے ادا کی جائیں۔ جب اس صف میں کھڑے ہو جانے کا یہ ثواب ہے تو سوچو کہ خود جہاد اور باجماعت نماز کا کیا ثواب ہوگا یہاں ساٹھ سے مراد بے شمار ہے۔لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ستر کا ذکر ہے۔اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں خلوت و گوشہ نشینی کی زندگی سے جلوت کی زندگی افضل ہے۔اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ جن احادیث میں شہر سے بھاگ جانے گوشہ نشین ہو جانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ وہ فتنوں اور بلاؤں کے زمانہ کے متعلق ہے جبکہ شہر میں دین کا خطرہ ہو۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْوِ اِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَانَوٰى . (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۶۷۳) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور نہ نیت کرے مگر ایک رسی کی تو اس کے لئے وہی ہے جس کی نیت کرے ۱؎ (نسائی)

(۳۶۷۳) ۱؎ عقال چھوٹی رسی جس سے اونٹ کو باندھا جائے۔مراد ہے نہایت معمولی چیز۔اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ کامل غازی وہ ہے جو جہاد میں غنیمت حاصل کرنے کی بھی نیت نہ کرے۔صرف رضاء الٰہی اعلاء دین کی نیت کرے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے کہ رضاء الٰہی کے ساتھ غنیمت کی بھی نیت کرنے سے ثواب میں کمی تو ہو جاتی ہے ثواب بالکل نہیں جاتا رہتا۔ یہ بھی گزر گیا کہ مخلوط ریا عمل کو باطل نہیں کرتی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَ جَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِيْدٍ فَقَالَ اَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۷۴) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے ربّ ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ۱؎ اس پر ابوسعید نے تعجب کیا۔ بولے یارسول اللہ یہ حدیث مجھے دوبارہ فرمایئے ۲؎ حضور نے انہیں دوبارہ یہ بشارت سنائی پھر فرمایا دوسری چیز بھی ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے۔ ۳؎ ہر دو درجوں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے جیسا آسمان و زمین کے درمیان عرض کیا یارسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد ۴؎ (مسلم)

(۳۶۷۴)۱؎ اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بہ قضا رہے۔ نعمتوں میں ربّ کا شکر کرے۔ مصیبتوں میں صبر کرے۔ اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال' افعال' اعمال' احوال سے دلی محبت کرے جس چیز کو حضور سے نسبت ہوا سے دل سے محبوب رکھے' شریعت' طریقت' حقیقت معرفت کو دل سے پسند کرے' کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے۔ طریقت قلب پاک مصطفیٰ کی واردات ہے یوں ہی حقیقت ومعرفت روح پاک سر پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضکہ سب حضور کی ادائیں ہیں۔ ایسے شخص کے لئے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہوکر' مرے گا جنتی ہوکر' اٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ ربّ تعالیٰ کا فرمان: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۵:۴۶) اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں (کنزالایمان) دو جنتوں سے مراد دنیا وآخرت کی جنت ہے۔ یعنی ربّ تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لئے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں سبحان اللہ کیسی پیاری بات کہی۔ حضور کی شریعت' اطاعت' محبت' دنیا کی جنت ہے۔ ۲؎ یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لئے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر ونذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ شعر:

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

۳؎ یعنی دوسری خوشخبری اور سنو' اور خوش ہو' کیوں نہ خوش ہوں' جب ربّ تعالیٰ نے ہم کو ایسے بشیر ونذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے۔ جو سو درجے بلند ہے۔ ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ ۴؎ اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آ گیا تھا۔ مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے۔ اسی کے یہ درجے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اکثر فرض کفایہ ہوتا ہے' مرقات نے اس سے یہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَیْئَةِ فَقَالَ یَا اَبَامُوْسٰی اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَقْرَاءُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِهٖ فَاَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِهٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰی قُتِلَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۷۵) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں ۱؎ تو ایک فقیر الحال شخص کھڑا ہوگیا ۲؎ بولا اے ابوموسیٰ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ۳؎ فرمایا ہاں' تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا ۴؎ پھر بولا میں تم کو سلام (وداعی) کرتا ہوں ۵؎ پھر اپنی تلوار کا غلاف توڑا اسے پھینک دیا ۶؎ پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چل پڑا۔ اس سے دشمن پر حملہ کیا حتیٰ کہ قتل کیا گیا ۷؎ (مسلم)

(۳۶۷۵)۱؎ تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا تھا۔ اس لئے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں' بندوقوں' راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے

ہوں۔ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں' یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔یا مراد خود مجاہدین کی اپنی تلواریں ہیں۔یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہہ زیادہ قوی ہے۔مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے۔۲؎ اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہوسکا کوئی غریب شکستہ حال بے پروبال جو اس جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا' رضی اللہ عنہ؟ ۳؎ یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلاواسطہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمان عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۴؎ جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔۵؎ اب میں شہید ہونے جارہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے۔اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔شعر:

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶؎ کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے اب مارنا اور مرنا ہے یہ ہے' شوق شہادت' جہاد' حضرت زرا بن ازد رضی اللہ عنہ بغیر زرہ و پوستین پہنے جہاد کرتے تھے۔شوق شہادت میں عاشقوں کے حالات بتارہے ہیں۔۷؎ اس طرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا۔ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان' یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔مناسب یہ تھا مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرمادیتے۔(رواہ مسلم)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اِنَّهٗ لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ يَوْمَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَاْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجَنَّةِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۶۷۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب احد کے دن تمہارے بھائی شہید کیے گئے تو اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھیں۱؎ وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں اس کے پھل کھاتی ہیں ان سونے کی قندیلوں کی طرف بسیرا لیتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوتی ہیں۲؎ جب ان شہدا نے اپنے کھانے پینے آرام و راحت کو پایا۳؎ تو بولے کہ ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام کون پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں۴؎ تاکہ وہ جنت سے بے رغبت نہ ہو جائیں اور جہاد کے وقت بزدلی یا بے دلی نہ کریں۵؎ تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے یہ پیغام ہم پہنچاتے ہیں تب رب نے یہ آیت اتاری کہ اللہ کی راہ میں مقتول لوگوں کو مردہ نہ سمجھو۶؎ بلکہ وہ تو زندہ ہیں تا آخر آیات ۷؎(ابوداؤد)

(۳۶۷۶)۱؎ جیسے یہ روحیں دنیا میں انسانی جسم میں تھیں مگر اس طرح کہ اس جسم کی تربیت کرتی تھیں اور ان کی اپنی روحیں تھیں اس طرح رب نے وہی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں امانت کے طور پر رکھیں مگر اب وہ روحیں ان جسموں کی تربیت نہیں کرتیں نہ وہ جسم ان روحوں کے اپنے ہیں اور وہ روحیں انسانی روحیں یعنی نفس ناطقہ [illegible] گون کہتے ہیں ثابت

نہیں ہوتا وہ سبز پرندوں کے جسم ان روحوں کیلئے ایسے ہیں جیسے دنیا میں ہمارے لیے لباس یا مکان' اسی لیے فی جوف ارشاد ہوا۲؎ یہ غذا اور پانی ان روحوں کیلئے ہی ہے وہ جسم اس سے پرورش نہیں پاتے اس لیے یہاں غذا اور بسیرے کو روحوں کی طرف نسبت فرمایا گیا ان روحوں کا اڑ کر ہر جگہ پہنچنا ایسا ہے جیسے ہمارا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اڑنا خیال رہے کہ ان روحوں کے جنت میں ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ان شہداء کی قبریں روحوں سے خالی ہوگئیں یا جسم بیکار ہو کر گل سڑ گئے وہ جنت میں بھی ہیں اور اپنی قبروں میں بھی' پھر اس جہان کی سیر کرتی ہیں دنیا والوں کو جانتی پہچانتی ہیں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ (۱۷۰:۳) اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (کنزالایمان) جو لوگ ابھی ان تک نہیں پہنچے ان کے متعلق خوشیاں منا رہے ہیں کہ وہ بھی عنقریب ان کے پاس پہنچنے والے ہیں دیکھو ہمارا نور نظر آسمان پر پہنچنے کے باوجود آنکھوں میں بھی رہتا ہے سورج کی شعاعیں زمین پر پہنچ کر بھی آسمان بلکہ سورج میں رہتی ہیں اس کی بحث پہلے بھی کی جا چکی ہے اس کا بہت خیال رہے۳؎ خیال رہے کہ ماکل مشرب اور مقیل تینوں مصدر میمی ہیں اسم ظرف نہیں' مقیل دوپہر کے آرام گاہ کو کہتے ہیں۔ قیلولہ سے بنا ہے یہاں عیش و آرام مراد ہے۔ جنت میں بلکہ بعد موت نیند نہیں' حدیث شریف میں جو ہے کہ قبر میں بندۂ مومن سے فرشتے کہتے ہیں نم کنومة العروس تو سو جا دلہن کی طرح' وہاں یہ سونا مراد نہیں جاگنے کا مقابل بلکہ بے فکری والا آرام مراد ہے۔ محاورہ میں غفلت اور عیش دونوں کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ع

جملہ عالم راہمہ درخواب داں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان شہداء کو کھانے پینے کی اجازت تو ہوتی ہے مگر حوروں کی اجازت نہیں وہ تو بعد قیامت ہو گی جب اس جسم سے داخلہ ہوگا۔۴؎ یعنی زندہ ہیں اور جنت میں ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہم جنت میں زندہ اور دنیا میں مردہ ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض بے دین کہتے ہیں۵؎ ینکلو نکل سے بنا بمعنی بزدلی (مرقات) بے دلی و بے رغبتی (اشعہ اللمعات) یعنی جہاد جنت کے گلزار کا رستہ راہ خداداد ہے لہٰذا ان کانٹوں کی پرواہ نہ کرو یہاں کے گلزار تک پہنچو۶؎ اس میں خطاب یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مسلمان سے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ شہداء کو مردہ نہ کہو یہاں فرمایا گیا کہ انہیں مردہ نہ سمجھو کہنا زبان یا قلم سے ہوتا ہے سمجھنا دل و دماغ سے' جتنی تاکید ربّ تعالٰی نے حیات شہداء کی کی ہے اتنی تاکید اور کسی چیز کی نہ کی کہ مومن کے زبان' قلم' دل' دماغ سب کو انہیں مردہ کہنے سمجھنے سے روک دیا۔۷؎ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۷۱:۳) اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا (کنزالایمان) تک کی آیات نازل فرمائیں جن میں شہداء کا زندہ ہونا' جنت کی سیر کرنا' وہاں کے پھل فروٹ کھانا' دنیا والوں کے حالات سے خبردار رہنا جو لوگ کہ ابھی دنیا میں ہیں مگر کچھ دنوں بعد ان سے ملنے والے ہیں ان کی آمد پر خوشیاں منانا لوگوں کے انجام سے خبردار ہونا سب کچھ ہی بیان فرمایا جب شہید کی زندگی اس کے عیش و آرام' اس کے علم کی یہ حالت ہے تو جن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کی یہ ساری بہاریں ہیں ان کی حیات و علم کی کیا کیفیت ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِى الدُّنْيَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَجْزَاءِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِىْ

(۳۶۷۷) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں مومن تین قسم کے ہیں۱؎ ایک وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں۲؎ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۳؎ اور وہ جس سے لوگ

يَامَنُهُ النَّاسُ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِىْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰى طَمَعٍ تَرَكَهُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ . (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اپنے مالوں اور اپنی جانوں پر امن میں ہوں۴ پھر وہ کہ جب وہ طمع کے قریب پہنچے تو اسے اللہ عزوجل کیلئے چھوڑ دے۵ (احمد)

(۳۶۷۷) ۱؎ قربان جاؤں اس سید الفصحا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور نے یہاں اقسام نہ فرمایا بلکہ اجزاء فرمایا کیونکہ کل کے اقسام و افراد ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں مگر کل کے اجزا ایسے مخلوط ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتے جیسے سکنجبین کے اجزا چونکہ یہ تینوں قسم کے مومن دنیا میں شکل و عقل، رنگ ڈھنگ وغیرہ میں ممتاز نہیں سب یکساں معلوم ہوتے ہیں ظاہر میں یکساں، ضمائر میں فرق اس لیے انہیں اجزا فرمایا نیز سب مسلمان ایک جسم کے اعضا کی طرح ہیں جن میں روح رواں حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضور نے سب کو ایک بنا دیا لہٰذا انہیں اجزا فرمایا صلی اللہ علیہ سیدنا محمد والہ اصحابہ و بارک وسلم ہم عجمی گنوار اس عربی سردار کے راز کیا سمجھیں۔

فہم رازش چہ کنم من عجمی او عربی   لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قریشی

۲؎ اللہ رسول پر ایمان لاتے ہی سارے ایمانیات کا ذکر آ گیا۔ رب تعالٰی نے بھی فرمایا: اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۴:۱۳۶) ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر (کنز الایمان) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی سے ملا کر بولنا جائز ہے ثم لانے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ و رسول کو ملانا ہی جان ایمان ہے دیکھو کتاب "اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں" ثم فرما کر یہ بتایا گیا کہ مرتے دم تک مومن کو کسی ایمانی چیز میں تردّد نہ ہونا چاہئے۔ اعتبار خاتمہ کا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ بدعملی اور گناہ کی عادات عملی تردّد و شک ہے۔ مومن کامل وہ ہے جو اعتقادی و عملی دونوں قسموں کے شکوک سے دور رہے۔ ۳؎ جہاد کا ذکر ایمان کے بعد فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ تمام نیک اعمال کا اعتبار ایمان کے بعد ہے۔ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں جڑ کٹ جانے پر شاخوں کو پانی دینا بے کار ہے یہ بھی بتایا گیا کہ جہاد وہ افضل ہے کہ وہ ہر قسم کے مال اور جان سے کیا جائے کہ مجاہد خود بھی میدان میں جائے اور ہر طرح کا مال بھی وہاں خرچ کرے۔ ۴؎ یعنی دوسری قسم کا مومن وہ ہے جو اگرچہ کسی کو نفع نہ پہنچا سکے مگر نقصان بھی نہ پہنچائے مسلمانوں کو اس کی طرف سے امن ہو ہر شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس سے ہم کو نقصان نہ پہنچے گا الذی واحد فرما کر یہ بتایا کہ ایسے لوگ دنیا میں تھوڑے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مصرع

مرا بجز تو امید نیست برمرد ماں

۵؎ یعنی تیسرے نمبر کا مومن وہ ہے کہ بہت دفعہ اس کے دل میں مال عزت، شہرت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو اور اس کا دل چاہے کہ دوسروں کی طرح میں بھی ہر جائز ناجائز طریقہ سے یہ چیزیں حاصل کروں، مگر پھر وہ اپنے دل کو ان چیزوں سے روکے محض خوف خدا کی وجہ سے کہ کہیں رب تعالٰی ناراض نہ ہو جائے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (۷۹:۴۰) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے (کنز الایمان) ایسا شخص بھی مجاہد ہے جو ہر وقت اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اسے بری طرف جانے سے روکتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ عُمَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَفْسٍ مُسْلِمَةٍ يَقْبِضُهَا رَبُّهَا تُحِبُّ اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْكُمْ وَاَنَّ لَهَا الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا غَيْرُ الشَّهِيْدِ قَالَ ابْنُ اَبِىْ عُمَيْرَةَ قَالَ

(۳۶۷۸) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جان جسے اللہ تعالٰی قبض فرمائے ۲؎ ایسی نہیں جو تمہاری طرف لوٹنا چاہے اگرچہ اس کیلئے دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں ہو جائیں سوا شہید کے ۳؎ ابن ابی

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُحِبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لِیْ اَھْلَ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

عمیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کی راہ میں مارا جانا اس سے زیادہ پیارا ہے کہ میری ملک اون والے اور ڈھیلے والے ہوں[۴] (نسائی)

(۳۶۷۸)[۱] آپ مدنی قریشی ہیں آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے اگر آپ صحابی ہیں تو حدیث متصل ہے اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کہ صحابی کا ذکر اس میں نہیں (از مرقات، اشعہ)[۲] اگرچہ جان قبض کرنا حضرت ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ ان کا یہ کام ربّ تعالٰی کے حکم سے ہوتا ہے نیز محبوبوں کا کام ربّ کا کام ہے اس لیے یہاں قبض روح کو ربّ تعالٰی کی طرف سے نسبت فرمایا گیا۔ مرقات نے فرمایا کہ قبض روح حقیقۃً ربّ کا کام ہے مجازاً حضرت ملک الموت کا کام[۳] یعنی جسے اللہ تعالٰی بخش دے وہ دنیا میں واپس آنے کی کبھی تمنا نہیں کرتا کیونکہ وہاں کے عیش خالص اور دنیا کے عیش مصیبتوں سے مخلوط کفار تو دنیا میں آنے کی تمنا کرتے ہیں مگر جھڑک دیئے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں دنیا میں واپس آنے سے مراد عمل کرنے کیلئے اس جسم عنصری کے ساتھ آنا مراد ہے۔ ورنہ شہداء اولیاء دنیا میں سیر فرماتے ہیں بعض حضرات نے ان سے ملاقاتیں بھی کی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام نبیوں نے نماز ادا کی معراج کی رات اور فقیر نے اس نماز کی جگہ کی زیارت کی بیت المقدس میں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ (۲۳،۳۲) تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو (کنزالایمان) اے محبوب آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔[۴] اون والوں سے مراد دیہاتی لوگ ہیں جو اونی خیموں میں رہتے ہیں اور ڈھیلے والوں سے مراد شہری لوگ ہیں جو مکانات بنا کر رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تمام جہان کی بادشاہت سے اللہ کی راہ میں شہید ہونا مجھے زیادہ پیارا ہے خیال رہے کہ اس زیادہ پیارا ہونے کی وجہ سے حضور کو ربّ تعالٰی نے شہادت کا ثواب عطا فرمادیا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے پھر خیبر والے زہر کے اثر سے حضور کی وفات ہوئی زہر سے وفات بھی شہادت ہے۔ فقہی شہادت یعنی اللہ کی راہ میں قتل ہونا حضور کو عطا نہ ہوا کہ ربّ تعالٰی نے فرمایا تھا: وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا اگر کوئی کافر آپ کو شہید کردیتا تو بظاہر اس آیت کے خلاف ہوتا تمام روئے زمین کے شہداء کی شہادتوں کا ثواب حضور کو عطا ہوتا ہے کہ حضور کے حکم سے جہاد اور شہادتیں ہو رہی ہیں۔

وَعَنْ حَسْنَآءَ بِنْتِ مُعَاوِیَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّیْ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فِی الْجَنَّۃَ قَالَ النَّبِیُّ فِی الْجَنَّۃَ وَالشَّھِیْدُ فِی الْجَنَّۃَ وَالْمَوْلُوْدُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْوَئِیْدُ فِی الْجَنَّۃِ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۶۷۹) روایت ہے حضرت حسناء بنت معاویہ[۱] سے فرماتی ہیں مجھے میرے چچا نے حدیث سنائی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنت میں کون جائے گا فرمایا نبی جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوگا اور بچہ جنت میں ہوگا[۲] اور زندہ گاڑھا ہوا بچہ جنت میں ہوگا۔[۳] (ابوداؤد)[۴]

(۳۶۷۹)[۱] آپ حسناء بنت معاویہ ابن سلیم صرمیہ ہیں تابعیہ ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام خنساء ہے اور حسناء آپ کا لقب ہے آپ کے دو چچا ہیں حارث اور اسلم۔ غالبًا یہ روایت حارث سے ہے آپ نے عوف اعرابی سے روایات لیں[۲] یعنی ہر نا سمجھ بچہ جنتی ہے خواہ مسلمان کا بچہ ہو یا کافر کا حتّٰی کہ کچا گرا ہوا بچہ بھی جنتی ہے اگرچہ مومن کا بچہ جنت کے اعلٰی مقام میں ہوگا اور کافر کا بچہ ادنیٰ جگہ میں یا دیگر اہل جنت کا خادم[۳] کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیتے تھے اسے موؤدہ کہتے تھے۔ وئید کے بھی یہ معنی ہیں یعنی کفار

کی بچیاں جو زندہ درگور کردی گئیں ہیں وہ جنتی ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے ناسمجھ بچے جنتی ہیں اس کے مخالف روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (۹،۸۱) اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی (کنزالایمان) جب زندہ دابی ہوئی بچی سے پوچھا جائے کہ تو کس قصور میں ماری گئی تھی اگر وہ خود ہی دوزخی ہوتی تو اس سوال کے کیا معنی ہوتے غرض یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی آیات سے ہے۔رب تعالٰی بغیر گناہ کسی کو دوزخ نہ دے وہ کریم ہے چونکہ یہ چاروں جماعتیں یعنی انبیاء، شہداء بچے اور موؤدہ بغیر حساب جنت میں جائیں گے اسی لیے خصوصیت سے ان چار کا ذکر ہوا ورنہ جنتی اور لوگ بھی ہیں خیال رہے کہ جنت کسبی، عطائی، وہبی تین طرح حاصل ہوگی اپنے اعمال سے اپنے بزرگوں کے اعمال سے جیسے مسلمانوں کے بچے صرف عطا ذوالجلال سے جیسے ایک مخلوق جنت پر کرنے کیلئے پیدا کی جائے گی مگر دوزخ صرف کسبی طور سے ملے گی وہبی یا عطائی نہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے: وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ (۳۴،۱۷) اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۷،۹۰) تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو کرتے تھے (کنزالایمان) ۴؎ یہ حدیث احمد نے بھی روایت کی اور جامع صغیر میں بھی ہے۔(مرقات)

وَعَنْ عَلِیٍّ وَ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ اَبِیْ اُمَامَةَ وَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ كُلُّهُمْ یُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ دِرْهَمٍ وَ مَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذَا الْاٰیَةَ وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۶۸۰) روایت ہے حضرت علی، ابوالدرداء، ابوہریرہ، ابوامامہ، عبد اللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عمرو اور جابر بن عبداللہ اور عمران بن حصین سے یہ تمام حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۱؎ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راہ خدا میں کچھ خرچہ بھیج دے ۲؎ اور خود اپنے گھر میں رہے ۳؎ اسے ہر درہم کے عوض سات سو درہم ملیں گے ۴؎ اور جو راہ خدا میں بذات خود جہاد کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرے تو اس کیلئے ہر درہم کے عوض سات لاکھ درہم ہیں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی اللہ جسے چاہے گا بہت زیادہ دے گا ۵؎ (ابن ماجہ)

(۳۶۸۰) ۱؎ چونکہ ان آٹھوں صحابہ نے الگ الگ یہ روایت کی ہے اس لیے یحدث واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔جمع یعنی یحدثون نہ فرمایا (مرقات) ۲؎ چونکہ یا موسم کے مطابق نمازوں کیلئے کپڑے یا ان کیلئے راشن یا ہتھیار غرض یہ کہ کوئی چیز جو مجاہدوں کو ضروری ہو۔ان کیلئے کھیل کا سامان گانے بجانے کے آلات، سینما، فلم وغیرہ مراد نہیں کہ ان کا استعمال عام لوگوں کو ممنوع ہے اور مجاہدوں کو زیادہ ممنوع کہ وہ راہ خدا میں سربکف ہیں۔شہادت کی موت ان کے سامنے ہے انہیں اس وقت بہت ہی تقوی اختیار کرنا چاہئیے سرکاری ملازموں کا جب ریٹائر ہونے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو وہ بہت احتیاط برتتے ہیں کہ کہیں ہماری بے احتیاطی پنشن پر اثر نہ کرے ۳؎ کیونکہ اس وقت جہاد فرض کفایہ ہو فرض عین نہ ہو ورنہ فرض عین ہونے کے وقت تو ہر مسلمان کو جہاد کرنا چاہئیے اس وقت گھر میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۴؎ اس کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے: مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲،۲۶۱) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بالی میں سو دانے

(کنزالایمان) ۴؎ اس طرح کہ جانی اور مالی دونوں قسم کا جہاد کرے تو چونکہ اس کا عمل زیادہ ہے اس لیے اجر بھی زیادہ یہ حدیث اس آیت کے اس جز کی شرح ہے۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (۲۶۱/۲) اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے۔ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الشُّهَدَآءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَاْسَهٗ حَتّٰى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ فَمَا اَدْرِيْ اَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُّؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُّؤْمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۳۶۸۱) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے ۱؎ فرماتے ہیں جناب عمر ابن خطاب کو سنا کہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شہید چار قسم کے ہیں ایک کھرے ایمان والا مومن ۲؎ جو دشمن سے ملے تو اللہ کی تصدیق کرے ۳؎ حتیٰ کہ مارا جائے، یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف یوں آنکھیں اٹھائیں گے ۴؎ اور اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی ۵؎ مجھے خبر نہیں حضرت عمر کی ٹوپی مراد لی ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی شریف ۶؎ فرمایا اور ایک وہ شخص جو کھرے ایمان والا ہے ۷؎ دشمن سے ملے گویا اس کی کھال میں بزدلی کی وجہ سے خاردار درخت کے کانٹے چبھو دیئے گئے ۸؎ اسے غائبانہ تیر لگا قتل کر دیا ۹؎ تو یہ دوسرے درجہ میں ہے ۱۰؎ اور ایک بندہ مومن جس نے نیک و بد اعمال ملے جلے کیے ۱۱؎ دشمن سے ملا اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا ۱۲؎ تو یہ تیسرے درجہ میں ہے ۱۳؎ اور ایک بندہ مومن جس نے اپنے نفس پر زیادتی کی ۱۴؎ دشمن سے ملا اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ قتل کیا گیا ۱۵؎ تو یہ چوتھے درجے میں ہے ۱۶؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن وغریب ہے۔

(۳۶۸۱) ۱؎ آپ کے حالات فصل دوم کے شروع میں گزر چکے ہیں ۲؎ خواہ مرد ہو یا عورت کھرے ایمان سے مراد یہ ہے کہ اس کے عقائد بھی درست ہوں اعمال بھی اور متقی پرہیزگار ہو جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ۳؎ فصدق کی قرأت دال کے شد سے بھی ہے اور بغیر شد کے بھی لہٰذا اس جملہ کے دو معنی ہیں اگر شد سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ اللہ کے وعدوں کو سچا جانتا ہے۔ شوق و ذوق سے کفار کو مارے اور شہید ہو کر جان دے دے اور بغیر شد کی صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھائے وہ تمام وعدے جو اس نے رب سے کیے تھے کیونکہ مومن ایمان لاکر اللہ تعالیٰ سے بہت وعدے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت وعدے فرمالیتا ہے۔ اس کی تفصیل ہماری تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ رب فرماتا ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (۲۳/۳۳) مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا (کنزالایمان) اس آیت میں اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو مومن رب سے کرتا ہے ۴؎ لوگوں سے مراد عام مومنین اہل محشر ہیں اگر قیامت سے مراد میدان قیامت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خود میدان قیامت میں لوگوں کے مقام مختلف ہوں گے اچھے اعمال والے اونچی جگہ ہوں گے اور گنہگار نیچی جگہ اور اگر جنت مراد ہے تب تو ظاہر ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے ۵؎ اتنا سر اٹھانا انتہائی بلندی کے اظہار کیلئے ہے یعنی جیسے سر کے

اوپر چاند یا تاروں کو دیکھو تو ٹوپی گر جاتی ہے ایسے ہی ان کو دیکھنے والوں کا یہ حال ہوگا۔ ۶؎ یہ ان راوی کا قول ہے جو حضرت فضالہ سے روایت فرمارہے ہیں اور اراد کا فاعل حضرت فضالہ ہیں یعنی حضرت فضالہ نے کس کی ٹوپی مراد لی یہ مجھے خبر نہیں اور میں ان سے پوچھنا بھی بھول گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہوگی (اشعہ) غالبًا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ٹوپی نہیں پہنتے تھے بلکہ عمامہ شریف استعمال فرماتے تھے واللہ اعلم ۷؎ یعنی اس کے عقائد و اعمال سب درست ہیں مگر بہادری و شجاعت میں پہلے سے کم ہے ایسے موقع پر گھبرا جاتا ہے جیسا کہ اگلے فرمان سے ظاہر ہے۔ ۸؎ عرب شریف میں طلح ایک خاردار درخت کا نام ہے جو ببول کی طرح اونچا ہوتا ہے اور کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے اس کے کانٹے بھی لمبے ہوتے ہیں یعنی وہ ہے تو متقی مسلمان مگر قدرتی طور پر کچھ کمزور دل ہے کہ جہاد کے میدان میں خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جسم میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے جیسے اس کے جسم میں ببول کے کانٹے چبھ گئے ہوں ۹؎ یعنی وہ میدان جہاد میں پہنچ گیا مگر اس نے جہاد کیا نہیں اپنی دلی کمزوری کی وجہ سے اس کے باوجود وہ شہید ہوگیا ایسے تیر سے جس کا چلانے والا معلوم نہیں ۱۰؎ کیونکہ اس کے پاس ایمان و تقویٰ تو ہے مگر بہادری اور جرأت و دلیری نہیں اس سے معلوم ہوا کہ بہادر و قوی مومن کمزور اور بزدل مومن سے افضل ہے (مرقات) ۱۰؎ یعنی اس کا ایمان تو درست ہے مگر اعمال مخلوط ہیں اسے حضور نے جید الایمان (کھرے ایمان والا) نہ فرمایا کیونکہ ایمان کا جید ہونا تقویٰ و طہارت سے ہوتا ہے۔ ۱۱؎ اس جملہ کی تحقیق اور صدق اللہ کی دو قرأتیں ہم ابھی اسی حدیث میں عرض کرچکے ہیں یعنی یہ شخص مخلوط الاعمال ہے مگر بہادر و شجاع ہے جہاد کیا بہادری کے جوہر دکھا مرا ۱۲؎ معلوم ہوا کہ بہادری سے تقویٰ افضل ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بہادر غیر متقی کو متقی غیر بہادر سے پیچھے رکھا۔ تقویٰ عجیب چیز ہے۔ ۱۳؎ اس طرح کہ اس نے اپنی زندگی گناہوں خطاؤں میں گزاری اس جملہ پاک میں خوارج اور معتزلہ دونوں کی تردید ہے کہ خوارج تو گنہگار کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ نہ کافر نہ مومن اہل سنت کے نزدیک وہ مومن ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مومن فرمایا قرآن کریم میں بھی اسے مومن کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا (۴۹:۹) اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں (کنزالایمان) دیکھو آپس میں جنگ جدال کرنے والے گنہگاروں کو مومن فرمایا گیا ہمارے ہاں اعمال ایمان کا جز نہیں ذریعہ کمال ایمان ہیں ۱۴؎ یعنی تھا فاسق مگر تھا بہادر۔ شجاعت کے جوہر دکھا کر شہادت کا پیالہ پیا ۱۵؎ اس ترتیب مراتب کا خلاصہ یہ ہے کہ شہید یا تو متقی بھی ہے اور بہادر بھی یہ اول درجہ کا ہے یا متقی ہے مگر بہادر نہیں یہ دوسری قسم کا ہے یا بہادر ہے مگر متقی نہیں اس کی پھر دو قسمیں یا فاسق و مسرف نہیں وہ تیسرے درجہ میں ہے یا فاسق اور مسرف ہے یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں تصدیق سے مراد شجاعت و بہادری ہے (اشعہ و لمعات)

وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ نِ السَّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَتْلٰى ثَلٰثَةٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ فَذٰلِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَ مُؤْمِنٌ

(۳۶۸۲) روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد سلمی سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقتولین تین طرح کے ہیں وہ مومن جو اپنی جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتی کہ قتل کیا جائے ۲؎ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کہ یہ اللہ کی رحمت میں ہے پاک و صاف کیا ہوا ۳؎ عرش کے نیچے اللہ کے خیمہ میں ۴؎ نہیں بڑھے اس پر حضرات انبیاء مگر نبوت کے

خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَخَطَايَاهُ اِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَاكَ فِي النَّارِ اِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُوا النِّفَاقَ . (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

درجہ کی وجہ سے۵ اور ایک وہ مومن جس نے اچھے برے مخلوط کام کیے۶ اس نے اپنی جان اور مال سے راہ خدا میں جہاد کیا جب دشمن سے ملا تو جہاد کیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہادت میں صفائی ہے۷ اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دیں۸ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے۹ اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا۱۰ اور ایک منافق جو اپنے جان و مال سے جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو قتال کرے حتیٰ کہ قتل کیا جائے تو یہ دوزخ میں ہے۱۱ کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی ۱۲ (دارمی)

(۳۶۸۲) ۱؎ عتبہ عین کے پیش اور ت کے جزم سے آپ کا نام عتلہ تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ رکھا غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ مقام حمص میں چورانوے سال کی عمر میں ۸۷ھ میں وفات پائی۔ بقول واقدی آپ شام کے آخری صحابی ہیں ۲؎ اس فرمان عالی میں مومن سے مراد متقی پرہیزگار مومن ہے اور اگلے اوصاف سے مراد ہے جان و مال راہ خدا میں خرچ کرنا بہادر ہونا' صابر ہونا یہ ہے اوّل درجے کا شہید ۳؎ ممتحن کے چند معنی ہیں وہ سب یہاں بن سکتے ہیں (۱) آزمایا ہوا' امتحان لیا ہوا۔ (۲) پاس شدہ کامیاب۔ (۳) سینہ کھولا' شرح صدر والا (۴) پاک وصاف کیا ہوا جیسے بھٹی کے ذریعہ لوہا پاک کیا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (۴۹،۳) وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے (کنزالایمان) اس آیت کی تفسیر میں علماء نے امتحان کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں ۴؎ یعنی ایسے شہید کو مرتے ہی رب تعالٰی سے اس قدر قرب نصیب ہوتا ہے جو دوسروں کو میسر نہیں ہوتا۔ خیمہ سے مراد نوری مقام ہے اس کی حقیقت رب ہی جانے ۵؎ یعنی اگر حضرات انبیاء نبی نہ ہوتے تو شہید ان کے برابر ہو جاتے مگر چونکہ وہ حضرات نبی ہیں اس وجہ سے وہ ان شہیدوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ خیال رہے کہ نبی غیر نبی سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے اور نبی کا ہر عمل غیر نبی کی ہر نیکی سے کروڑوں گنا زیادہ ہے جب صحابی کا دو چار سیر جو خیرات کرنا غیر صحابی کے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے تو نبی کی شان کا کیا کہنا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے انسان دوسرے جانوروں سے صرف ناطق ہونے میں اعلیٰ ہے تو جیسے ناطق نے انسان کو جانوروں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا کہ یہ اشرف المخلوقات ہو گیا ایسے ہی نبی کو نبوت نے ذاتی حیثیت سے امتیاز بخش دیا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (۱۸،۱۱۰) تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے (کنزالایمان) کی قید نے بھی ایسا ہی فرق کر دیا لہٰذا ان جیسی آیات و احادیث دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور حضرات انبیاء کرام سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے اس بھنور میں بہت سے بیڑے غرق ہو چکے ہیں نبی کا ادب روح ایمان ہے۔ (از اشعۃ اللمعات مع الزیادۃ) ۶؎ یہ دوسرے درجہ کا متقی نہیں زندگی میں گناہ بھی کرتا رہا ہے ۷؎ فیه کا مرجع یا وہ شخص ہے اور مصمصه خبر ہے مبتداء پوشیدہ کی یعنی اس شہید کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اس کا معاملہ صفائی کا ہے یا فیه کا مرجع جہاد و شہادت ہے یہ خبر مقدم ہے اور مصمصه مبتداء موخر یعنی اس جہاد میں یا اس شہادت میں صفائی ہے۔ مصمصه 'مضمضه کی طرح ہے جس کے معنی ہیں منہ میں پانی لے کر کلی کرنا جیسے کہ ایسی کلی منہ کو پاک صاف کر دیتی ہے ایسے ہی یہ شہادت اس کے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اس کا بیان اگلے فرمان عالی

میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شہادت تمام گناہوں سے مومن کو پاک وصاف کر دیتی ہے۔ ۸یعنی شہادت نے اس کی زندگی بھر کی خطائیں ختم کر دیں ۹تلوار تمام گناہ صغیرہ کو تو مٹا دیتی ہے گناہ کبیرہ اللہ تعالٰی کے کرم پر ہیں۔ حقوق العباد شاید رب تعالٰی قیامت میں صاحب حق سے معاف کرادے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث میں خطایا فرما کر اسی جانب اشارہ ہے عموماً خطا کہتے ہیں صغیرہ گناہ کو جس کا تعلق بندے کے حق سے نہ ہو لہٰذا شہید کے ذمہ جو لوگوں کے قرض وغیرہ ہوں ادا کرنے ہوں گے۔ حدیث واضح ہے اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نماز جنازہ میت کے گناہ مٹانے کیلئے ہوتی ہے۔ شہید کے گناہ تو تلوار سے مٹ چکے اب نماز کیوں پڑھی جائے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت انسانی کے اظہار کیلئے ہے شہید اس کا زیادہ حقدار ہے دیکھو نابالغ بچوں پر نماز پڑھی جاتی ہے حالانکہ وہ بے گناہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی گئی حالانکہ حضور معصوم ہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء پر نماز پڑھی حتی کہ شہداء احد پر چند سال بعد نماز پڑھی اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے ۹یعنی دوسرے جنتی مسلمانوں کیلئے دروازے مقرر ہیں کہ روزہ دار باب ریان سے جائیں نمازی فلاں دروازے سے' مگر شہید کیلئے کوئی قید نہیں جس دروازے سے جانا چاہے جائے یہ اجازت اس کی شان ظاہر کرنے کیلئے ہوگی ۱۰یعنی جو اعتقادی منافق بطور نفاق جہاد میں چلا جائے اور وہاں اسے سب کچھ خرچ کرنا پڑ جائے اور شہید بھی ہو جائے تب بھی وہ دوزخی ہے کیونکہ جنتی ہونے کیلئے ایمان شرط ہے۔ خیال رہے کہ منافقین اپنا نفاق چھپانے کیلئے کبھی جہاد میں چلے جاتے تھے ۱۲اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیکی سے منافق جنتی نہیں ہو سکتا اللہ تعالٰی فاجر آدمی سے بھی اپنے دین کو قوت دیتا ہے لہٰذا سب سے پہلے عقائد کی اصلاح ضروری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَاٰهُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَثَا عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۳۶۸۳) روایت ہے حضرت ابن عائذ سے ۱فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے جب جنازہ رکھا گیا ۲تو حضرت عمر ابن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر نماز نہ پڑھیے کیونکہ فاجر آدمی ہے ۳تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے ۴تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا ۵تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس پر مٹی ڈالی ۶اور فرمایا تیرے ساتھ تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے ۷اور فرمایا اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی ۸لیکن تم سے پوچھ گچھ ہوگی اسلام کے متعلق ۹(بیہقی شعب الایمان)

(۳۶۸۳) ۱ابن عائذ دو ہیں ایک قیس ابن عائذ اور دوسرے منذر ابن عائذ دونوں صحابی ہیں (اشعہ) غالبًا یہاں قیس ابن عائذ مدنی مراد ہیں جو بیعت الرضوان میں شریک ہوئے بصرہ میں رہے (مرقات) ۲اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے

کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمر نے وہ بات کہی جو آگے آ رہی ہے۔۴؎ فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہگار ہے یعنی جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی میں نے اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا۔ برائیاں کرتے دیکھا ہے۔ حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض پر نماز نہیں پڑھتے کہ لوگ قرض لینے سے بچیں۔۵؎ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ستار العیوبی کہ حضرت عمر یا کسی اور سے اس کے گناہ نہ پوچھے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا۔ تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی لی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے اے کریم تمہارے کرم کے قربان مجھ سیاہ کار بدکار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا۔ شعر:

ستار میرے قربان تیرے دنیا میں تو میرے عیب ڈھکے ۔۔۔ محشر میں بھی پردہ رکھ لینا تجھ سا نہ کوئی رہبر پایا

خیال رہے کہ حضور کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لئے ہے جیسے قیامت میں رب تعالٰی گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضور ہر شخص کے ہر نیک و بد اعمال سے خبردار ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۱۴۳:۲) حضور نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا چہ وا لا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔

اے فراغت صبح آثار و دھور ۔۔۔ چشم تو بینندہ ما فی الصدور

۶؎ اس طرح کہ لشکر تھکا ہوا آ رہا تھا میں ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار دے اس اللہ کے بندہ نے تمام لشکر کو سلا دیا! خود تمام رات جاگ کر پہرہ دیا اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ۷؎ یعنی حضور نے اس کے تمام گناہ نظر انداز فرما دیئے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز بھی پڑھی اور اس قبر پر تین لپ مٹی بھی اپنے دست اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کے صدقے خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کیے ہوں گے مگر اس رات کے پہرہ سے سارے معاف ہو چکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز اور دفن فرمانے سے اسے رب نے بڑے درجے عطا فرمائے۔ لہذا اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں بالکل حق ہے کہ وہ اگرچہ گناہ کر لیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہا دھو کر پاک وصاف ہو جاتے تھے لہذا اس پر روافض یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ صحابہ فاجر و فاسق بھی تھے گناہ کرنا اور چیز ہے فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز ۸؎ اوّل درجہ کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جسمانی طور پر اوّل ہی سے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ اس پہرے اور میری نماز سے معاف ہو چکے یہ ہے اس غیوب دان صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ۹؎ یعنی دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے برے اعمال کے متعلق نہ پوچھیں گے لہذا تم ایسے موقع پر کسی مسلمان کے گناہ بیان نہ کرنا۔ عیب پوشی سے کام لینا دیکھو ہم نے اس کی نیکی کی تو گواہی لی مگر گناہوں کی گواہی نہ لی اپنے مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کرنا (از لمعات و اشعہ مع زیادہ) یعنی ہم اور ہمارے صحابہ تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیا کریں گے تم ان کے ایمان کی گواہی دیا کرو مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے صحابہ سے پڑھوا دیتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں، قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں یہ شخص حقوق اللہ کا مجرم ہو گا لہذا اس کے سارے گناہ نظر انداز کر دیئے گئے فقیر کی اس شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے ایک یہ کہ تم سنی لوگ کہتے ہو کہ

تمام صحابہ عادل ہیں۔حضرت عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ فاجر بھی ہیں دوسرے یہ کہ حضور نے حضرت عمر وغیرہ سے اس میت کے گناہ کیوں نہ پوچھے نیکی کیوں پوچھی۔تیسرے یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے تو ایسے گنہگار کی نماز کیوں پڑھ لی۔چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں ورنہ آپ لوگوں سے کیوں پوچھتے کہ اس میت کی کوئی نیکی بیان کرو خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی سعادت وشقاوت ان کے جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ورنہ بغیر خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنتی ہونے کی خبر کیسے دے رہے تھے یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلع ہونا علوم خمسہ پر۔

بَابُ اِعْدَادِ اٰلَةِ الْجِهَادِ جہاد کے آلات تیار کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

آلات جہاد سے مراد سامان واسباب جہاد ہیں خواہ ہتھیار ہوں جن سے دشمن پر جارحانہ کارروائی کی جاتی ہے یا بار برداری کے سامان جن کے ذریعہ میدان جہاد میں جانا اور لے جانا ہوتا ہے جیسے تیروتلوار نیزے بھالے یا آج کل بندوق توپ راکٹ وغیرہ اور جیسے گھوڑے،اونٹ وغیرہ اور آج کل موٹریں،ہوائی جہاز وغیرہ غرضکہ اس ایک کلمہ میں بہت ہی وسعت ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۸۴) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا حالانکہ آپ منبر پر تھے[2] کہ فرماتے تھے تیار کرو ان کے مقابل وہ قوت جس کی طاقت رکھو خبردار وہ قوت تیراندازی ہے،خبردار وہ قوت تیز اندازی ہے،خبردار وہ قوت تیراندازی ہے[3] (مسلم)

(۳۶۸۴)[1] آپ صحابی ہیں جہنی ہیں۔امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جبکہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابوسفیان وفات پا گئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرما دیا۔۵۸ ہجری میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت سے صحابہ وتابعین نے روایات لی ہیں(مرقات)[2] مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ یا کسی وعظ میں برسر منبر اعلانیہ فرمائی ہے۔[3] یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس ثبوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیراندازی ہے آیت کریمہ کا مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا اگر صرف تیراندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے گولہ باری ہوائی جہازوں سے بم باری،راکٹ اندازی ہے۔اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الرُّوْمُ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ

(۳۶۸۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب روم تم پر فتح کیا جائیگا۔اور اللہ تمہیں کفایت کرے گا[1] تو تم سے کوئی اس سے عاجز نہ ہوجائے کہ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) اپنے تیروں سے کھیلے۲ (مسلم)

(۳۶۸۵)۱؎ یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیرنگین ہوگی اور اللہ تعالٰی تم کو رومی عیسائیوں کے شر سے محفوظ کردے گا کیونکہ وہ تمہاری رعایا بن جائیں گے۔اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔۲؎ یعنی چونکہ تم نے روم جیتنا ہے اور رومی لوگ نہایت اعلیٰ درجے کے تیرانداز ہیں لہذا ابھی سے تیراندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ رہو تاکہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آئے اس تیز اندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی، فرحت وسرور قوت وطاقت حاصل ہونے کا ذریعہ،لہذا اس سے غافل نہ رہو نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے،دل عبادت کا خواہاں، تیراندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے،صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتنا عہد فاروقی میں،کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی،خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں،جنہوں نے بڑی فتوحات کیں،سکندر اعظم،نپولین اعظم اور فاروق اعظم سکندر اور ذوالقرنین کی فتوحات غیروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہٖ تعالٰی اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جیسے روم،شام،ایران،عراق وغیرہ اللہ تعالٰی دائم قائم رکھے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَلِمَ الرَّمْىَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۸۶) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تیز اندازی سیکھے پھر اسے چھوڑ دے تو وہ ہم سے نہیں۱؎ اس نے نافرمانی کی۲؎ (مسلم)

(۳۶۸۶)۱؎ یعنی ہم سے ملا ہوا،ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفران نعمت کیا ہے کہ تیراندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلا دی ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ اسے حاصل کرکے سستی سے بھلا دیا۲؎ عصی یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا راوی نے تردد فرمایا کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِىْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَالَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِىْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ قَالَ ارْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ . (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۳۶۸۷) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کی ایک قوم پر تشریف لائے، جو بازار میں تیراندازی کر رہی تھی۲؎ تو فرمایا! اے بنی اسمٰعیل تیر چلاؤ کیونکہ تمہارے والد تیرانداز تھے۳؎ اور میں فلاں جماعت کے ساتھ ہوں (دو فریق میں سے ایک کیلئے) تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۴؎ فرمایا تمہیں کیا ہوا وہ بولے ہم کیسے تیراندازی کریں آپ فلاں قبیلہ والوں کے ساتھ ہوگئے۔۵؎ فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔۶؎ (بخاری)

(۳۶۸۷)۱؎ آپ سلمی ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ لڑنے والوں کے امام تھے تیراندازی میں کمال رکھتے تھے آپ ہی سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا اسی برس عمر پائی ۷۴ھ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۲؎ بعض شارحین

نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی بعض نے فرمایا کہ سوق ساق کی جمع ہے بمعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیراندازی کرتے تھے ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ بازار میں تیراندازی مشکل ہے وہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔ ۳؎ یعنی اسماعیل علیہ السلام تیراندازی میں کمال رکھتے تھے۔ تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔ ۴؎ یعنی یہ فرمان عالی سن کر دوسرے فریق نے تیز اندازی بند کر دی ۵؎ یعنی حضور آپ تو ان دوسروں کے ساتھ ہو گئے ہم بے سہارا رہ گئے پھر ہم کسی کے بل بوتے پر تیر اندازی کریں یہ عرض معروض اس دوسرے فریق نے کی ۵؎ یعنی ہم تمہارے دونوں فریقوں کے معاون اور مددگار ہیں یہ معیت سے مراد لی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۸۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ ۱؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال سے آڑ لیتے تھے ۲؎ اور ابوطلحہ اچھے تیرانداز تھے تو وہ جب تیر پھینکتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچک کر دیکھتے ۳؎ ان کے تیر گرنے کی جگہ کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ (بخاری)

(۳۶۸۸) ۱؎ حضرت طلحہ کا نام زید ابن سہل ہے، انصاری خزرجی نجاری ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لشکر اسلام میں اکیلے ابوطلحہ کی صرف آواز ایک سو سپاہیوں سے بڑھ کر ہے آپ نے غزوہ حنین میں بیس کفار کو اکیلے قتل کیا اور انکے سامان پر قبضہ کیا آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں۔ بصرہ میں آپ کا مزار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ ۲؎ یعنی حضرت ابوطلحہ جہاد کے موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوتے اور ڈھال اس طرح لیتے تھے کہ خود ابوطلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں ہو جاتے تھے۔ اس قدر قرب تھا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اشعہ ومرقات) بعض غزوات میں خود اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا دیا ۳؎ یعنی حضرت ابوطلحہ کا تیر اتنی دور جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ وسلم اس کے گرنے کی جگہ کو اچک کو ملاحظہ فرماتے یہ ملاحظہ فرمانا اگر عام حالات میں تھا تو گرنے کی جگہ دیکھتے تھے۔ اگر جہاد کی حالت میں تھا تو یہ دیکھتے تھے کہ اس تیر نے کتنے کفار مارے کیونکہ حضرت ابوطلحہ کا تیر خالی نہ جاتا تھا نشانہ پر ضرور لگتا تھا۔ بڑے خوش نصیب تھے رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۸۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ برکت گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں ہے ۱؎ (مسلم)

(۳۶۸۹) ۱؎ گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا بڑا ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے۔ رب تعالٰی نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (۸:۶۰) اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (کنزالایمان) دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالٰی نے اس کا ذکر فرمایا۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْوِيْ نَاصِيَةَ فَرَسٍ بِاِصْبَعِهٖ

(۳۶۹۰) روایت ہے حضرت جریر بن عبداللہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے کی پیشانی کے

وَهُوَ يَقُوْلُ الْخَيْلُ مُعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَ الْغَنِيْمَةُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بال اپنی انگلی سے ہٹا رہے ہیں[۱] اور فرما رہے ہیں کہ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں سے قیامت تک بھلائی وابستہ ہے[۲] ثواب اور غنیمت[۳] (مسلم)

(۳۶۹۰)[۱] اس طرح کہ اپنے دست اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرما رہے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں بالوں کو مروڑے جاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے[۲] ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ بس چلانے یا ریس میں جوا کھیلنے کیلئے پالے جاتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اس پر جہاد ہوسکتا ہے[۳] یہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر مجاہد جیت آیا تو ثواب کما لایا غنیمت حاصل کر آیا اگر شکست کھا کر آ گیا یا شہید ہوگیا تو ثواب کما لایا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے خچر بہت کام آتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۹۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا[۱] اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے[۲] تو اس کا پیٹ بھرنا پانی پلانا، اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کی میزان میں ہونگے[۳] (بخاری)

(۳۶۹۱)[۱] جہاد کرنے کو یا حج یا عمرہ کرنے کو یا زیارت کرنے کو گھوڑا کھایا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اس نے گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا[۲] یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے[۳] یعنی پانی کے وہ قطرے جو یہ گھوڑا پیئے گھاس کے وہ تنکے جو یہ گھوڑا کھائے، اسی طرح اس کا پیشاب اور لید اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ فِي الْخَيْلِ وَالشِّكَالُ اَنْ يَكُوْنَ الْفَرَسُ فِيْ رِجْلِهِ الْيُمْنٰى بَيَاضٌ وَّ فِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى اَوْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى وَرِجْلِهِ الْيُسْرٰى ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۹۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے اور شکال یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو[۱]

(۳۶۹۲)[۱] شکال شین کے کسرہ سے لغۃً اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گھوڑے کے پاؤں باندھے جائیں۔ اصطلاح میں شکال کے کئی معنی ہیں ایک یہ کہ گھوڑے کا ایک پاؤں یا ہاتھ سفید ہو باقی تین سیاہ یا سرخ ہوں دوسرے یہ کہ تین ہاتھ پاؤں سفید ہوں باقی ایک سرخ یا سیاہ تیسرے وہ جو خود یہاں مذکورہ ہیں[۲] یہ تفسیر یا تو راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ نے فرمائی ہے یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ گھوڑا سیاہ یا سرخ ہو مگر اس کا داہنا ہاتھ بایاں پاؤں یا اس کے برعکس بایاں ہاتھ داہنا پاؤں سفید ہوں باقی دوسرے دو سرخ یا سیاہ ہوں اس کی ناپسندیدگی کی وجہ خود ہی حضور جانتے ہیں نور نبوت سے عقل کو اس میں دخل نہیں اور ہوسکتا ہے اس رنگ کے

گھوڑے عیب دار ہوتے ہوں۔جیسی چستی چالاکی تیزی جہاد کے گھوڑے میں چاہیے ویسی اس میں نہ ہوتی ہو۔واللہ ورسولہ اعلم۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاۤءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ اَمْيَالٍ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيْلٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۹۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار کیا گیا ہوا حفیا سے دوڑ کرائی اور اس کی انتہا ثنیۃ وداع تھی۲ اور دو حدود کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا۳ اور ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار نہیں کیا گیا ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک دوڑائی کرائی۴ جن کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۵(مسلم بخاری)

(۳۶۹۳)۱ اضمار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گھوڑے کو مصالحے دے کر فربہ کیا جائے پھر اس کی خوراک کم کر کے کسی بند جگہ میں باندھ دیا جائے تو جھول وغیرہ اس پر کس دی جائے حتی کہ پسینہ اسے خوب چلے اور گھوڑا قدرے دبلا ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ جائے ایسا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے اس عمل کو اضمار کہتے ہیں اور ایسے گھوڑے کو مضمر کہا جاتا ہے۔اس کا مادہ ضمر ہے یعنی بمعنی دبلا پن اور پیٹ کا پیٹھ سے لگ جانا(مرقات وغیرہ)۲ حفیا یا حیفاح کے فتحہ سے مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے ثنیہ بمعنی پہاڑ کی گھاٹی اسے ثنیہ وداع اس لیے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اپنے مہمان کو یہاں تک پہنچانے جاتے تھے یہاں سے اسے وداع یعنی رخصت کرتے تھے فقیر نے اس جگہ کی زیارت کی ہے اب وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد وداع کہتے ہیں اس کے متصل موقف سیارات یعنی لاریوں کا اڈا ہے اور لکڑی وکوئلہ کی ٹال ہے مشہور جگہ ہے۔۳ عربی میل کہ تین میل کا ایک کوس ہوتا ہے تو چھ میل کے دو کوس پختہ ہوئے۔اب عرب شریف میں بجائے میل کے کیلو ہوتے ہیں ہمارے پاکستانی پونا میل کا ایک کیلو ہے۔۴ بنی زریق ایک قبیلہ کا نام ہے جس کے مورث اعلیٰ کا نام زریق تھا اس قبیلہ کے محلّہ میں یہ مسجد تھی اس لیے اسے مسجد بنی زریق کہتے تھے۵ چونکہ ضمار کیا ہوا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے،اس لیے اس کی دوڑ کا فاصلہ زیادہ رکھا گیا اور بغیر ضمار والا گھوڑا اس سے ہلکا اس لیے اس کا فاصلہ تھوڑا تجویز ہوا اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑ دوڑ کرانا جائز بلکہ سنت ہے۔بشرطیکہ اس پر مالی ہار جیت نہ ہو ورنہ پھر جوا ہے اور حرام ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاۤءَ وَكَانَتْ لَاتُسْبَقُ فَجَاۤءَ اَعْرَابِىٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَّهٗ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَىْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۳۶۹۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اونٹنی تھی،جس کا نام غضباء تھا۱ وہ کبھی دوڑ میں پیچھے نہ رہتی تھی۲ ایک بدوی اپنے چھوٹے اونٹ پر آیا۳ تو وہ اس سے آگے نکل گیا یہ مسلمانوں پر گراں گزرا۴ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ قدرت پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اونچی نہ جائے مگر اسے کبھی پست فرمائے۵(بخاری)

(۳۶۹۴)۱ عضباء عین کے فتحہ ضاد کے سکون سے بمعنی کان کٹی یا کان چری اس اونٹنی کے کان کاٹے یا چیرے نہ گئے تھے بلکہ وہ پیدائشی ایسی ہی تھی یا تو یہ وہی اونٹنی تھی جس کا نام قصواء تھا تو اس کا نام قصواء اور لقب عضباء تھا یا یہ دوسری اونٹنی ہے قصواء اور تھی یہ اور واللہ اعلم۔۲ یعنی ایسی تیز رفتار تھی کہ دوڑ میں کسی اونٹ سے کبھی پیچھے نہ رہی تھی۳ قعود کے معنی ہیں بیٹھنا اصطلاحاً قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو

سواری کے لائق ہو جائے کہ اس پر سوار بیٹھ سکے دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک اونٹ قعود کہلاتا ہے پھر اسے جمل کہا جاتا ہے اونٹ کی عمروں کے بہت نام ہیں۔۴ یہ ناگواری اور طبیعت پر گرانی طبعی تھی کہ صحابہ کرام کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اونٹ ہمارے نبی کے اونٹ سے آگے نکل جائے ۵ یعنی اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کرا دے تا کہ فخر ٹوٹ جائے۔ ربّ تعالٰی کی کبریائی پر نظر رہے۔ اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اس پر رنج نہ کرو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلٰثَةَ نَفَرِ الْجَنَّةَ صَانِعَهٗ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيْ بِهٖ وَمُنْبِلَهٗ وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا كُلُّ شَیْءٍ يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهٗ بِقَوْسِهٖ وَتَاْدِيْبَهٗ فَرَسَهٗ وَمُلَاعَبَتَهٗ امْرَاَتَهٗ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهٗ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا۔

(۳۶۹۵) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی ایک تیر کے ذریعہ تین شخصوں کو جنت میں داخل کرے گا۱ اس کے بنانے والے کو جب کہ اپنی صنعت میں بھلائی کی نیت کرے۲ اور تیر مارنے والے کو ۳ اور تیر دینے والے کو۴ تیر چلاؤ اور گھوڑے کی سواری کرو۵ اور تمہارا تیر چلانا گھوڑے کی سواری سے مجھے زیادہ پیارا ہے۶ ہر وہ چیز جس سے مرد کھیلے باطل ہے۷ سوا اس کے کہ اپنی کمان سے تیراندازی کرنے کے اور اپنے گھوڑے کو سکھانے کے اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنے کے کہ یہ کھیل برحق ہیں ۸ ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد و دارمی نے یہ اور زیادتی کی کہ جو تیراندازی سیکھ کر بے رغبتی سے اسے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت تھی جسے چھوڑ دیا فرمایا اس کی ناشکری کی ۹

(۳۶۹۵) ۱ یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جا سکتا۔ آج جہاد میں امریکہ، روس وغیرہ کے اسلحہ استعمال کیے جائیں تو امریکی عیسائی یا روسی وغیرہ اس سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے بھی ظاہر ہے اور تیر سے مراد مرد مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر ۲ یعنی کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر جگہ نیت کو بڑا دخل ہے ۳ جو راہ خدا میں تیر چلائے خواہ جہاد کی حالت میں یا تیراندازی کی حالت میں کہ یہ مشق جہاد کی تیاری کیلئے ہے۔ ۴ منبل باب تفعیل سے ہے، یا افعال سے اسم فاعل، نبل سے بنا بمعنی تیر، انبال یا نبیل کے معنی ہیں تیر دینا تیرانداز کو یا تیر چلاتے وقت یا نشانہ پر لگنے کے بعد اٹھا کر لانا، اسے دینا تیر خواہ اس دینے والے کی ملکیت ہو یا تیرانداز کی یا کسی تیسرے کی اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی مدد کرنا بھی نیکی ہے ربّ تعالٰی فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اس طرح گناہ کی مدد گناہ ہے ربّ فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۵ یعنی صرف پیدل تیراندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیراندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھوڑ سواری بھی سیکھو اب اس زمانہ میں بندوق چلانا، نیزہ بازی کرنا، ہوائی جہاز اڑانے کی مشق تو ہر مسلمان کو نشانہ بازی سیکھنا نیت جہاد اسی حکم میں ہے ۶ شارحین

فرماتے ہیں کہ یہاں گھوڑا سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ اکثر گھوڑے پر سے دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیراندازی اچھی ہے کہ تیراندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھوڑا سواری کی مشق سے تیراندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑا سواری کبھی فخر وریا پیدا کردیتی ہے (مرقات) ۷ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لہو یعنی کھیل میں دو چیزیں ہوتی ہیں غفلت اور لذت غافل کرنے والا ہر عمل باطل ہے مگر لذت والا عمل تفصیل طلب ہے یہاں لہو سے مراد لذت والا عمل ہے ۸ ان تینوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ تیز اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین وایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے چھیڑ کرنے میں مجاہد غازی پیدا کرنا بھی ہے اور اپنی اور اپنی بیوی کی عصمت وعفت کی حفاظت بھی کہ ایسی خوش طبعی کرنیوالا جوڑا ان شاء اللہ غیر عورت یا غیر مرد کی طرف رخ نہیں کرتا بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بدصورت رنڈیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں کیوں اس لیے کہ ان کی بیویوں کو زینت ولہو نہیں آتا ورنہ رنڈی میں کیا چیز ہے جو اپنی حلال زوجہ کے پاس نہیں۔ دل لبھانا ایسے موقع پر عبادت ہے قربان جایئے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بتادیئے۔ ۹ یعنی جسے یہ فن آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ بھول جائے تو اس نے رب تعالٰی کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہٰذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کرکے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں یہ دینی علم حاصل کرکے بھول جانا بھی گناہ ہے جبکہ اپنی سستی کی وجہ سے ہو نعمت کی قدر چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحِ نِ السُّلَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَلَهٗ دَرَجَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَلَهٗ عَدْلٌ مُحَرَّرٍ وَمَنْ شَابَ شَیْبَةً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ وَالنَّسَائِیُّ الْاَوَّلَ وَالثَّانِیَ وَالتِّرْمِذِیُّ الثَّانِیَ وَالثَّالِثَ وَفِیْ رِوَایَتِهِمَا مَنْ شَابَ شَیْبَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَدَلَ فِی الْاِسْلَامِ۔

(۳۶۹۶) روایت ہے ابونجیح سلمی سے ۱ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا تو وہ اس کیلئے جنت میں ایک درجہ ہے ۲ اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا تو اس کیلئے آزاد کیے ہوئے کے برابر ہے ۳ اور جو اسلام میں بوڑھا ہوا تو اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگا ۴ بیہقی شعب الایمان اور ابو داؤد نے پہلی فصل روایت کی ۵ اور نسائی نے پہلی اور دوسری ۵ اور ترمذی نے دوسری اور تیسری ۶ اور ان بیہقی اور ترمذی کی روایات میں ۷ بجائے فی الاسلام کے یوں ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جوان ہوا ۷

(۳۶۹۶) ۱ آپ کا نام عمرو ابن عتبہ ہے چوتھے مسلمان ہیں اسلام لاکر اپنی قوم بنی سلیم میں لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمادیا تھا کہ جب تم کو ہماری ہجرت کی خبر ملے تو ہمارے پاس آجانا چنانچہ آپ اپنی قوم ہی میں رہے فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ پاک ہی میں مقیم رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول تھے آپ کے بقیہ حالات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔ ۲ یعنی جہاد میں کافروں کی طرف تیر پھینکا اور وہ کافر کو لگ بھی گیا اسے جنت میں عظیم الشان درجہ ملا کہ صرف تیر چلانا بھی عبادت ہے ۳ یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ تیر پھینکنے سے تیر مارنا افضل ہے۔ ۴ یعنی جو مسلمان ہوکر جیئے گھر میں یا میدان جہاد میں، یعنی جوانی بڑھاپا اسلام میں گزارے تو یہ نور حاصل ہونے کا ذریعہ ہے معلوم ہوا کہ

پرانا مسلمان نومسلم سے اس جہت سے افضل ہے اس حدیث کی بناپر بعض علماء نے فرمایا کہ سر داڑھی سے سفید بال نہ اکھیڑے کہ یہ نور ہے، ایک دفعہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے آئینہ دیکھا اپنے سر اور داڑھی میں سفید بال دیکھ کر فرمایا: **ظهر الشیب ولم یذهب العیب** یعنی شیب (بڑھاپا) تو آ گیا مگر عیب نہیں گئے (مرقات) ۵؎ یعنی حدیث کا پہلا فقرہ **درجة فی الجنة** تک نقل فرمایا۔ ۳؎ یعنی نسائی نے پہلا جملہ **فی الجنة** تک بھی روایت کیا اور تیسرا جملہ **من شاب شیبة** روایت فرمایا دوسرا جملہ روایت نہ کیا **ومن رمی** الخ۔ ۴؎ یعنی ترمذی نے پہلا جملہ روایت نہ کیا **من بلغ** باقی دو فقرے روایت فرمائے ۵؎ خیال رہے کہ **روایتهما** کی ضمیر ترمذی ونسائی کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے کیونکہ اس نے تیسرا فقرہ روایت ہی نہیں کیا اور مضمون تیسرے فقرے کا ہے۔ ۶؎ یعنی بیہقی کی ایک روایت میں تو تیسرے فقرے میں فی الاسلام ہے اور دوسری روایت میں بجائے فی الاسلام کے فی سبیل اللہ ہے لہذا یہاں یہ اعتراض نہیں کہ ابھی تو صاحب مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی فی الاسلام روایت کر چکے ہیں۔ اب بیہقی کی روایت سے ہی فی سبیل اللہ فرما رہے ہیں۔

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۶۹۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے سبقت پر مال ۱؎ مگر تیر یا اونٹ یا گھوڑے میں ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۳۶۹۷) ۱؎ سبق ب اور ق کے فتحہ سے وہ مال جو آگے نکل جانے والے کو دیا جائے یعنی مالی شرط لگانا کہ جیتنے والا ہارنے والے سے اتنا مال لے یہ تمام مقامات میں تو حرام ہے کہ جوا ہے مگر ان تین چیزوں میں جائز ہے کہ یہ تیاری جہاد کا ذریعہ ہے اس سے مجاہد کو تیاری جہاد کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (مرقات) ۲؎ یعنی تیاری جہاد کیلئے مسلمان آپس میں مقابلۃً تیراندازی کریں اور شرط یہ ہو کہ اگر میرا تیر پیچھے رہ جائے وہ اتنی رقم آگے تیر والے کو دے، یوں ہی اونٹ یا گھوڑوں کی دوڑ کرنا مالی شرط پر کہ پیچھے رہ جانے والا اتنی رقم آگے والے کو دے یہ جائز ہے علماء فرماتے ہیں کہ تیراندازی میں پتھر پھینکنا اور گھوڑ دوڑ میں خچروں گدھوں کی دوڑ اور خود اپنی دوڑ بھی داخل ہے کہ جہاد کی تیاری کے موقع پر ان چیزوں میں مقابلہ کرنا جائز ہے (مرقات) خیال رہے کہ ان چیزوں میں دوطرف مالی شرط حرام ہے کہ جوا ہے لہذا اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ تیسرا شخص مال رکھے اور کہے کو جو آگے بڑھ جائے اسے یہ مال ملے گا یہ جائز ہے کہ یہ جوا نہیں انعام ہے یا فریقین میں سے ایک شخص کہے کہ اگر تو مجھ سے آگے بڑھ گیا تو تجھے اتنا مال میں دوں گا لیکن اگر میں تجھ سے آگے نکل گیا تو تجھ سے کچھ نہ لوں گا یہ بھی جائز ہے کہ یہ بھی انعام ہے جوا نہیں باقی کبوتروں کتوں وغیرہ کے مقابلہ میں یہ بھی حرام ہے کہ بدعت ہے (اشعہ اللمعات) لہذا اس حدیث کی بنا پر آج کل کی مروجہ ریس وغیرہ کو جائز نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خالص جوا ہے اور حرام ہے دوطرفہ مالی شرط کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ تیسرا گھوڑا بیچ میں داخل کر دیا جائے جس محلل کہتے ہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ فَاِنْ كَانَ یُؤْمِنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَا خَیْرَ فِیْهِ وَاِنْ كَانَ لَا یُؤْمِنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ) وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یَعْنِیْ وَهُوَ

(۳۶۹۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے ۱؎ تو اگر وہ پیچھے رہ جانے سے مطمئن ہو تو اس میں بھلائی نہیں اور اگر پیچھے رہ جانے سے امن نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۲؎ شرح سنہ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا

لَا یَـاْمَـنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَیْسَ بِقِمَارٍ وَمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اَمِنَ اَنْ یَّسْبَقَ فَهُوَ قِمَارٌ ۔

داخل کرے مطلب یہ ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے سے امن میں نہ ہوتو وہ جوانہیں اور جوگھوڑا دوگھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور پیچھے رہ جانے سے امن میں ہوتو وہ جوا ہے۔[۳]

(۳۶۹۸)[۱] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی ایک صورت کی شرح ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً زید اور عمرو اپنے گھوڑے مقابلہ میں دوڑا رہے ہیں تو بکر نے بھی ان کے درمیان اپنا گھوڑا کھڑا کر دیا اور شرط یہ ٹھہری کہ اگر بکر کا گھوڑا نصب العین حد پر پہلے پہنچ گیا پھر زید وعمرو کے گھوڑے ایک ساتھ یا آگے پیچھے وہاں پہنچے تو بکر ان دونوں سے سوسو روپیہ لے گا، اور اگر زید وعمرو کے گھوڑے ایک ساتھ وہاں پہلے پہنچ گئے۔ پھر تیسرا گھوڑا بکر کا پہنچا تو کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر زید وعمرو کے گھوڑوں میں سے کسی کا گھوڑا پہلے پہنچ گیا پھر دوسرا گھوڑا بکر کے گھوڑے کے ساتھ یا آگے پیچھے پہنچے تو یہ اگلے گھوڑے والا یہ پوری رقم دوسو روپیہ پر قبضہ کرے گا اور اگر بکر کا گھوڑا اور اس کے ساتھ پہلے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ایک ساتھ پہلے پہنچے پھر ایک گھوڑا بعد میں پہنچا تو وہ دونوں اگلے گھوڑے والے اس رقم پر قبضہ کرلیں یہ جائز ہے کہ اب جوا نہ رہا (مرقات)[۲] یعنی اگر اس تیسرے شخص بکر کو یقین ہے کہ میرا گھوڑا ان دونوں سے آگے نکلے گا کہ یہ تیز ہے وہ دونوں سست تو اس مال کا لینا بکر کو بہتر نہیں اور اگر مشکوک معاملہ ہوتو مال اسے حلال ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں دونوں فریقوں کا مالی شرط لگانا ہار جیت مقرر کرنا جوا اور حرام ہے لیکن جب تیسرا آدمی ان میں اپنا گھوڑا شامل کردے جو مال نہ دے اور اسے اپنے اس گھوڑے کے جیتنے کا یقین بھی نہ ہو شک میں ہو کہ نہ معلوم جیتے یا ہارے تو وہ دونوں فریق مالی ہار جیت طے کر سکتے ہیں اور وہ عمل جوا نہ رہے گا اس تیسرے گھوڑے کو شریعت میں محلل کہتے ہیں۔ یعنی اس عمل یا اس مال کو ہلاک کرنے والا اب جیت وہار کی چار پانچ صورتیں ہوگئیں جو ابھی عرض کی گئیں[۳] یہاں ان یسبق معروف بھی ہوسکتا ہے اور مجہول بھی یعنی اس کے آگے رہنے کا امن واطمینان ہو یا پیچھے رہ جانے سے امن ہو۔

وَعَنْ عِـمْـرَانَ ابْـنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـی اللّٰـهُ عَـلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ یَحْیٰی فِیْ حَدِیْثِهٖ فِی الرِّهَانِ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَـائِیُّ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مَعَ زِیَادَةٍ فِیْ بَابِ الْغَصَبِ)

(۳۶۹۹) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ ساتھ میں گھوڑا رکھنا[۲] یحییٰ اپنی حدیث میں یہ زیادتی کی کہ گھوڑ دوڑ میں[۳] ابوداؤد، نسائی اور اسے ترمذی نے کچھ زیادتی کے ساتھ باب الغصب میں روایت کیا[۴]

(۳۶۹۹)[۱] آپ کے حالات بار بار بیان ہو چکے آپ وہی صحابی ہیں جو تیس سال بیمار رہے اور اس بیماری پر صابر وشاکر رہے آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے[۲] یعنی گھوڑ دوڑ میں دونوں فریق یا ایک فریق نہ جلب کرے نہ جنب یہ دونوں لفظ کتاب الزکوۃ میں گزر چکے ہیں مگر وہاں ان کے اور معنی تھے یہاں جلب کے معنی ہیں اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوکر دوڑنا اور شور مچا کر ڈانٹ کر اس دوڑ والے گھوڑے کو تیز کرنا اور جنب کے معنی ہیں اس دوڑنے والے گھوڑے کے ساتھ اور گھوڑا رکھنا اگر راہ میں وہ گھوڑا تھک جائے تو اس دوسرے کو بازی میں لگا دیا جائے چاہیے یہ کہ دوڑ کی حالت میں گھوڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ اپنی مرضی وطاقت سے دوڑیں جو آگے نکل جائے وہ جیتے۔[۳] لفظ فی الرھان یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان عالی ہے یا کسی راوی کا ہے جو حدیث کی تفسیر کیلئے بولا گیا یعنی اور

جب گھوڑ دوڑ میں ممنوع ہے اور جگہ نہیں۔ترمذی نے وہاں زیادتی یہ فرمائی ہے: **ولا شغار فی الاسلام ومن انتهب نهبة فليس منا** یعنی اسلام میں شغار (مقابلہ کا نکاح بغیر مہر) نہیں اور جو لوٹ مچائے وہ ہم میں سے نہیں یہ حدیث نسائی نے بھی بروایت حضرت انس نقل فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الْخَیْلِ الْاَدْهَمُ الْاَقْرَحُ اَرْثَمُ ثُمَّ الْاَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْیَمِیْنِ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ اَدْهَمَ فَكُمَیْتٌ عَلٰی هٰذِهِ الشِّیَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۷۰۰) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے فرمایا بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے، سفید پیشانی والا ناک سفید والا۱ پھر سفید پیشانی والا پانچ کلیان، داہنا پاؤں خالی پھر اگر کالا نہ ہو تو اس صفت کا سرخ رنگ والا، ترمذی، دارمی۔

(۳۷۰۰)۱ادھم، تیز سیاہ، اقرح وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر کچھ سفیدی ہو، ارثم، وہ گھوڑا جس کی ناک یا اوپری ہونٹ سفید ہو، جس گھوڑے میں یہ تین وصف جمع ہوں وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے۔غالبًا ایسا گھوڑا طاقت ور بہادر اور وفادار ہوتا ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوگی۔۲یعنی اگر گھوڑے میں یہ مذکورہ تین وصف نہ ہوں تو پھر ایسا ہو کہ پیشانی پر سفید داغ، پاؤں سفید اور سیدھا ہاتھ یا سیدھا پاؤں غیر سفید، محجل وہ گھوڑا ہے جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں کم یا زیادہ بشرطیکہ گھٹنوں تک سفیدی نہ ہو۔اس سے کم ہو۔۳یعنی اگر سیاہ گھوڑے میں یہ اوصاف جمع نہ ہوں تو سرخ گھوڑا ہی اچھا ہے جس میں مذکورہ اوصاف ہوں کمیت وہ گھوڑا ہے جس کی دم سیاہ باقی جسم سرخ ہو مگر سرخ کو بھی کمیت کہتے ہیں نر ہو یا مادہ یہ لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے شیہ کے معنی رنگ بھی ہیں اور علامت بھی رب تعالٰی فرماتا ہے: **لَا شِیَةَ فِیْهَا** (۲/۷۱) بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں (کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِیْ وَهْبِ الْجُشَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِكُلِّ كُمَیْتٍ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ اَوْ اَشْقَرَ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ اَوْ اَدْهَمَ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۳۷۰۱) روایت ہے حضرت ابووہب جشمی سے۱فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم اختیار کرو ہر سرخ پنج کلیان، سفید پیشانی والا یا صاف سرخ پنج کلیان۲یا کالا پنج کلیان۳ (ابوداؤد، نسائی)

(۳۷۰۱)۱آپ صحابی ہیں آپ کی کنیت ہی نام ہے جشم ابن معاویہ کی اولاد میں ہیں اس لیے آپ کو جشمی کہا جاتا ہے۔۲تیز سرخ گھوڑے کو کمیت کہتے ہیں اور ہلکے سرخ کو اشقر، اغر کے معنی ہیں چمکدار، اب سفید پیشانی والے گھوڑے کو اغر کہتے ہیں کہ اس کی پیشانی چمکتی ہے۔۳خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بہتر تو وہ گھوڑا ہے جس کا رنگ تیز سرخ ہو پیشانی سفید چمک دار،ہاتھ پاؤں سفید پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ ہلکا سرخ، پیشانی چمک دار،ہاتھ پاؤں سفید پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سیاہ ہو،پیشانی چمکیلی ہاتھ پاؤں سفید، خیال رہے کہ پچھلی حدیث میں ادہم یعنی سیاہ کو کمیت یعنی سرخ پر مقدم رکھا گیا تھا یہاں اس کے برعکس ہے کہ سرخ کو سیاہ پر مقدم فرمایا وہاں وہ کالا مراد تھا جو اقرح بھی ہو ارثم بھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُمْنُ الْخَیْلِ فِی الشُّقْرِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۷۰۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گھوڑے کی مبارکی صاف سرخی میں ہے۱ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۷۰۲)۱یعنی سرخ گھوڑا بڑا مبارک ہے کہ اس کی بدولت گھر میں، ایمان میں، اعمال میں، مال میں اولاد میں برکت رہتی ہے جبکہ یہ جہاد کیلئے ہو۔

وَعَنْ عُتْبَةَ ابْنِ عَبْدِ نِ السُّلَمِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَلَا اَذْنَابَهَا فَاِنَّ اَذْنَابَهَا مَذَابُهَا وَمَعَارِفُهَا وَفَاءُ هَا وَنَوَاصِيَهَا مَعْقُوْدٌ فِيْهَا الْخَيْرُ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۷۰۳) روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد السلمی سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو گھوڑے کی پیشانی کے بال کاٹو ا نہ گردن کے بال اور نہ ان کی دم، کیونکہ ان کی دم ان کے مورچھل، (پنکھے) ہیں۲ اور ان کی گردن کے بال ان کے کمبل ہیں۳ اور ان کی پیشانی کے بالوں میں خیر وابستہ ہے۴ (ابوداؤد)

(۳۷۰۳) ۱؎ لاتقصوا اقص سے بنا بمعنی قینچی یا چاقو سے کاٹنا یعنی گھوڑے کے گردن اور پیشانی کے بال رہنے دو انہیں نہ کاٹو اس حکم کی وجہ آگے ارشاد ہو رہی ہے۔ ۲؎ جن کے ذریعہ گھوڑے اپنے جسم سے مکھی، مچھر اڑاتے ہیں، دم کی حرکت سے وہ تندرست بھی رہتے ہیں اس سے حسین بھی معلوم ہوتے ہیں ۳؎ جن کے ذریعہ ان کے جسم گرم رہتے ہیں اور اس گرمی سے ان کی تندرستی قائم رہتی ہے، وفا وہ کمبل جسے اوڑھا کر کسی کو گرمی پہنچائی جائے (مرقات وغیرہ) ۴؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دینی و دنیاوی چیز کا علم بخشا ہے۔ دیکھو دم کا مورچھل ہونا، گردن کے بالوں کا کمبل ہونا یہ دنیاوی چیزیں ہیں اور پیشانی کے بالوں میں بھلائی ہونا یہ دینی چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں معلوم ہیں یونہی گھوڑے کے حالات کا علم ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جنہیں اس فن میں مہارت ہو آج لوگ بہت محنت سے گھوڑوں کے ماہر بنتے ہیں۔ ربّ تعالٰی نے سب کچھ خود ہی حضور کو سکھا دیا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے علوم صرف دین سے محدود نہیں ہوتے دنیا و دین ہر ایک پر حاوی ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ وَهَبِ نِ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوْا بِنَوَاصِيْهَا وَاَعْجَازِهَا اَوْقَالَ اَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوْهَا وَلَا تُقَلِّدُوْهَا الْاَوْتَارَ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ النَّسَائِيُّ)

(۳۷۰۴) روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گھوڑا پالو ۱ اور اس کی پیشانی کے بالوں اور ان کی پچھاڑی یا فرمایا ان کی سرین پر ہاتھ پھیرو ۲ اور انہیں ہار پہناؤ ۳ اور تانت کے ہار نہ پہناؤ ۴ (ابوداؤد، نسائی)

(۳۷۰۴) ۱؎ بہ نیت جہاد اور بہ نیت خدمت دین آج کل امن کے زمانہ میں بھی مسلمان اس لیے گھوڑا پالے کہ اگر کبھی اللہ نے موقع دیا تو اس پر جہاد کروں گا۔ مسلمانوں کی خدمت کروں گا یا یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو انشاء اللہ ثواب ملے گا ۲؎ اعجاز جمع ہے عجز کی بمعنی پچھلا حصہ اور اکفال جمع ہے کفل کی کاف کے فتحہ سے بمعنی سرین چوتڑ یہاں دونوں لفظوں سے مراد سرین ہیں یعنی گرد و غبار سے پاک وصاف رکھنے کیلئے ان کے تمام جسم خصوصاً سرین پر ہاتھ کپڑا کھریرا پھیرتے رہو اور انہیں ملتے ولتے رہو اب بھی گھوڑے والے خصوصاً عرب گھوڑوں کی بہتر خدمت کرتے ہیں انہیں اولاد کی طرح عزیز رکھتے ہیں گھوڑے کی طرح وفادار جانور کوئی نہیں یہ جنگ وغیرہ خطرناک موقعوں پر مالک کو بچانے کیلئے اپنی جان دے دیتا ہے بعض موقع پر اپنے سوار کو حیران کن طریقہ سے دشمن کے نرغہ سے نکال لاتا ہے۔ ۳؎ یعنی گھوڑوں کی گردن میں موتی، منکوں، پھولوں وغیرہ کے خوبصورت ہار باندھو کہ گھوڑوں کے حسن سے دین کی رونق ہے اس سے معلوم ہوا کہ دینی چیزوں کو آراستہ کرنا سنت سے ثابت ہے مسجدیں سجانا، قرآن مجید پر اعلیٰ غلاف چڑھانا علماء کا اچھا لباس پہننا، کعبہ معظمہ کو قیمتی غلاف پہنانا، روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاندار پردے ڈالنا بزرگوں کی خانقاہوں اور اولیاء اللہ کے مزارات پر زینت کرنا، مزارات اولیاء پر چادر ڈالنا سب کچھ اس لیے ہے کہ ان سے دین کی شان ہے یہ سب چیزیں اس حدیث سے بھی ماخوذ ہیں مزارات کی چادروں کو علامہ ابن عابدین نے

شامی شریف میں مستحب فرمایا ہے عوام کی قبور جن سے رونق دین وابستہ نہیں ان پر تکلفات نہ کیے جائیں کہ محض عبث ہیں غازی لوگ تلواروں، بندوقوں، توپوں کو ہار پہناتے ہیں خود میں نے جہاد کشمیر کے موقع پر پٹھانوں اور فوجیوں کو دیکھا جب کہ پاکستان نیا نیا بنا تھا اور کشمیر میں جنگ لڑی جارہی تھی ان چیزوں کو حرام کہنا حماقت ہے۔۴ کیونکہ تانت سے گردن کٹتی ہے گھوڑے کو تکلیف ہوتی ہے یا اس لیے کہ کفار کا عقیدہ تھا کہ تانت گلے میں باندھنے سے گھوڑے کو نظر نہیں لگتی تو یہ عمل ان سے تشبہ ہے۔(مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَّا مُوْرًا مَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ اِلَّا بِثَلٰثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَا نَاْكُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَّا نُنْزِئَ حِمَارًا عَلٰى فَرَسٍ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۷۰۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ مامور تھے۱حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی چیز سے خاص نہ فرمایا لوگوں کے بغیر سوا تین چیزوں کے۲ ہم کو حکم دیا کہ ہم وضو پورا کریں۳ اور صدقہ نہ کھائیں۴ اور گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں۵ (ترمذی، نسائی)

(۳۷۰۵)۱اس طرح کہ آپ کے اقوال اعمال احوال بلکہ میلان طبیعت خدا تعالٰی کے حکم سے تھا نفسانی یا شیطانی طرح پر نہ تھا اس لیے حضور کی کسی چیز پر اعتراض کفر ہے حتی کہ انبیاء کرام کی خطائیں بھی رب تعالٰی کی طرف سے ہوتی ہیں جن پر مخلوق کو لاکھوں عطائیں ملتی ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی رب فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۵:۶۷) اے رسول! پہنچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے (کنزالایمان) آپ کا ہر قول و عمل رجحان طبیعت تبلیغ ہے دیکھو مرقات ۲یعنی ہم اہل بیت نبوت کو بھی وہ احکام دیئے جو عام مسلمانوں کو دیئے سوا ان تین حکموں کے جو ابھی بیان ہورہے ہیں۳ اس طرح کہ مبالغہ اور بہت احتیاط سے وضو کرنا عام مسلمانوں کیلئے مستحب ہے مگر ہم اہل بیت کیلئے فرض ہے یہ فرضیت اہل بیت کی خصوصیت ہے (مرقات)۴ اس طرح بنی ہاشم خصوصاً اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ فطرہ، نذر وغیرہ واجب صدقے نہیں لے سکتے اگرچہ غریب ہوں حتی کہ زکوۃ کا عامل اگر غنی بھی ہو تو زکوۃ سے اسے تنخواہ دی جائے گی۔لیکن اگر عامل سید ہو تو اسے زکوۃ سے اجرت بھی نہیں دے سکتے یہ ہے اس پاک وصاف نسب کی طہارت ونجابت۔شعر:

ہے صدقہ میل پھر اس پاک وستھرے کو روا کیوں ہو — کہ دنیا کھارہی ہے جس کے آل پاک کا صدقہ

۵یعنی ہم اہل بیت خچر نہ بنائیں خیال رہے کہ خچر بنانا بلاوجہ عوام کیلئے مکروہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کیلئے حرام ہے کیونکہ خچر بنانے میں اول تو نسل کشی ہے کہ خچر کی نسل نہیں چلتی دوم اعلٰی سے ادنٰی حاصل کرنا ہے کہ گھوڑا اعلٰی ہے خچر ادنٰی۔اسی لیے جہاد میں غازی کے گھوڑے کا تو حصہ ہوتا ہے اس کے خچر کا حصہ نہیں ہوتا مگر چونکہ کبھی خچر بھی کام آتا ہے اس لیے خچر بنانا امت کیلئے حرام نہیں مگر اہل بیت اطہار کیلئے بہت حرام اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطنی علوم اہل بیت اطہار کو دے گئے جن کی خبر دوسروں کو نہیں حتی کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی انہیں کے پاس رہا۔(مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ .

(۳۷۰۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خچر ہدیۃً پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۱ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ ہم بھی گدھے کو گھوڑی پر چڑھایا کرتے تو ہمارے پاس بھی اس جیسے جانور ہو جاتے۲ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام وہ لوگ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

کرتے ہیں جو جانتے نہیں۳؎ (ابوداؤد،نسائی)

(۳۷۰۶)۱؎ اس خچر کا نام دلدل تھا جو شاہ اسکندریہ مقوقس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی (اشعہ) ۲؎ کیونکہ خچر مضبوط جانور ہے اس سے بہت دشوار کام بھی بہ آسانی ہو جاتے ہیں اور یا رسول اللہ یہ آپ کو مرغوب بھی ہے کہ حضور نے اس پر سواری فرمائی ہے ۳؎ یعنی جو لوگ احکام شرعی سے ناواقف ہیں وہ یہ کام کرتے ہیں خیال رہے کہ خچر بنانا معززین کو جائز نہیں مگر خچر پر سواری کرنا اس سے کام لینا بلا کراہت جائز ہے جیسے جاندار کی تصویر بنانا جائز نہیں مگر بنی ہوئی تصویر کا فرش یا بستر استعمال بالکل جائز ہے۔ ربّ تعالٰی نے خچر کا ذکر اپنے انعامات کے سلسلہ میں کیا ہے کہ فرمایا: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (۸:۱۶) لہٰذا اس آیت کے خلاف نہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۷۰۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۱؎

(ترمذی،ابوداؤد،نسائی،دارمی)

(۳۸۰۷)۱؎ قبیعہ بروزن سکینہ تلوار کے قبضہ کا کنارہ جو پکڑتے وقت مٹھی سے باہر رہتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار وغیرہ کو تھوڑی چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی اور زین کو چاندی سے آراستہ کر سکتے ہیں بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو آراستہ کرنا ہے (مرقات)

وَعَنْ هُوْدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهٖ مَزِيْدَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۷۰۸) روایت ہے ہود ابن عبداللہ ابن سعد سے وہ اپنے دادا مزیدہ سے راوی۱؎ فرماتے ہیں تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن حالانکہ آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی تھے۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۷۰۸)۱؎ ہود، ھ کے پیش، واؤ کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام ہے بعض نسخوں میں ہوذہ ذال کے ساتھ ہے یہ صحیح نہیں مزیدہ بروزن مسعدہ حضرت ہود کے نانا ہیں، صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ بروزن سبیعہ کہا (مرقات) ۲؎ یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں سونے چاندی کا زیور تھا اسی حدیث کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے (اشعہ ومرقات) استیعاب میں فرمایا کہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہرحال اس سے استدلال درست نہیں۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۷۰۹) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زرہیں تھیں کہ جن کے درمیان اجتماع فرمایا تھا۲؎ (ابوداؤد،ابن ماجہ)

(۳۷۰۹)۱؎ آپ بہت کم عمر صحابہ میں سے ہیں چنانچہ آپ کی پیدائش ۲ ھجری میں ہے آپ کی کنیت ابویزید ہے کندی ہیں اپنے والد

کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی ۸۰ ھجری میں وفات پائی آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں۔ ۲؎ ظاہر بنا ہے مظاہرۃ وتظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی ایک دوسرے سے مدد لینا چونکہ غازی زرہ سے جہاد ہی میں مدد لیتا ہے اس لیے زرہ کے استعمال کو تظاہر یا مظاہرہ کہہ دیتے ہیں یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں کہ اوپر والی کو ظہارہ (ابرہ) بنایا تھا نیچے والی کو بطانہ (استر) اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا آسان نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں پھر بھی ہتھیار زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں زرہ لوہے کا لباس ہے قمیص کی طرح اس سے تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ رَايَةُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَآءَ وَلِوَآئُهُ اَبْيَضُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۷۱۰) روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا سیاہ اور آپ کا چھوٹا جھنڈا سفید تھا۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۳۷۱۰) ۱؎ رایۃ بنا ہے رای سے بمعنی دیکھنا اور لوا بنا ہے لوی سے بمعنی لپیٹنا یا گاڑنا اصطلاح میں چھوٹے جھنڈے کو لوا کہتے ہیں جو کبھی خود لڑنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور بڑے جھنڈے کو رایۃ کہا جاتا ہے جو لشکر جرار کا نشان ہوتا ہے اور اسکے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے یعنی چھوٹا جھنڈا رایہ اور بڑا جھنڈا لوا یہاں پہلے معنی میں حضور کے بڑے جھنڈے کا نام رایہ تھا اسے اُمّ اضرب بھی کہتے تھے اکثر لوا بڑے جھنڈے کو بولتے ہیں ولواء الحمد یومئذ بیدی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہمارے ہاتھ ہوگا۔ سیاہ سے مراد بھلسا ہے تیز سیاہ نہیں دیکھو مرقات واشعہ۔

وَعَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ مَوْلٰى مُحَمَّدِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ بَعَثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ اِلَى الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَّايَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَآءَ مُرَبَّعَةً مِّنْ نَمِرَةٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۷۱۱) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن عبیدہ سے جو محمد ابن قاسم کے مولی ہیں۱؎ فرماتے ہیں مجھے محمد ابن قاسم نے براء ابن عازب کے پاس بھیجا۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق دریافت کرنے کیلئے تو فرمایا وہ سیاہ رنگ کا چوکھٹا تھا اون کا۳؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۳۷۱۱) ۱؎ آپ زبدی ہیں تابعین میں سے ہیں بہت سے محدثین نے آپ کو ضعیف فرمایا ہے بعض نے آپ کی توثیق کی ہے اور محمد بن قاسم بھی تابعی ہیں آپ کا لقب خلاء عنبری ہے کنیت ابوالغیار جعفر منصور کے آزاد کردہ غلام ہیں، اہواز میں پیدا ہوئے بصرے میں قیام رہا۔ ۲؎ کہ حضور کا جھنڈا کس قسم اور کس رنگ کا ہوتا تھا ان حضرات کا یہ عشق رسول تھا کہ حضور کے ہر حال ہر ادا کی تحقیق کر کے ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ۳؎ نمرہ عربی میں چیتے کو کہتے ہیں کیونکہ اکثر وہ رنگ برنگا ہوتا ہے اس لیے اب رنگ برنگے اونی کپڑے کو بھی کہنے لگے۔ نمرہ اونی چادر جو اکثر بدوی لوگ پہنتے ہیں لہٰذا یہاں سیاہ سے مراد سیاہ دھاری والا ہے۔ جس میں سفید دھاریاں بھی ہوں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَآءُهُ اَبْيَضُ

(۳۷۱۲) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے حالانکہ آپ کا جھنڈا سفید تھا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ) (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳۷۱۲)۱؎ اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ لواء سے مراد یا تو چھوٹا جھنڈا ہے جو ہر قوم کا الگ تھا مہاجرین کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا یا بڑا جھنڈا مراد ہے جو لشکر کا نشان تھا ظاہر یہ ہے کہ وہ جھنڈے بالکل سادہ تھے ان پر کوئی نشان یا تحریر نہ تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا واللہ اعلم اب سلطنتوں کے جھنڈوں پر عموماً تحریر تو نہیں ہوتی مگر کچھ خصوصی نشان ہوتے ہیں اور مخصوص رنگ جیسے ہمارے پاکستان کے جھنڈے کا رنگ سبز اور سفید ہے نشان چاند تارا مگر تحریر کوئی نہیں اللہ تعالٰی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے صدقہ میں ہمارا پاکستان اسلامستان بن جائے اور اس کا جھنڈا ہمیشہ بلند و بالا رہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ النِّسَآءِ مِنَ الْخَيْلِ .(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۷۱۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہ تھی ۱؎ (نسائی)

(۳۷۱۳)۱؎ گھوڑے سے مراد جہاد کیلئے تیار کیے ہوئے گھوڑے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں گھوڑوں سے مراد خود جہاد ہی ہے خیال رہے کہ اپنی بیوی سے محبت کمال تقویٰ کی دلیل ہے اور جہاد سے محبت کمال ایمان کی دلیل اپنی بیوی سے وہی محبت کرے گا جو غیر عورت کی طرف مائل نہ ہوگا اور جہاد سے اس کو محبت ہوگی جسے ترقی اسلام خدمت خلق کا جذبہ میسر ہوگا مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار ہزار مردوں کی قوت مردی عطا ہوئی تھی پر نو بیویوں پر صبر فرمانا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ عَرَبِيَّةٌ فَرَاٰى رَجُلًا بِيَدِهٖ قَوْسٌ فَارِسِيَّةٌ قَالَ مَاهٰذِهٖ اَلْقِهَا وَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهٖ وَاَشْبَاهِهَا وَرِمَاحِ الْقَنَا فَاِنَّهَا يُؤَيِّدُ اللّٰهُ لَكُمْ بِهَا فِي الدِّيْنِ وَيُمَكِّنُ لَكُمْ فِي الْبِلَادِ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۷۱۴) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف میں عربی کمان تھی ۱؎ تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں فارسی کی کمان ہے ۲؎ فرمایا یہ کیا ہے اسے پھینک دو اور اسے اور ان جیسی چیزوں کو اختیار کرو ۳؎ اور کامل ہے نیزہ ۴؎ یہ ہیں وہ چیزیں کہ اللہ تعالٰی انکے ذریعے دین کو قوت دے گا اور تم کو شہروں میں قبضہ دے گا۔۵؎ (ابن ماجہ)

(۳۷۱۴)۱؎ یعنی ملک عرب کی بنی ہوئی بمعنی تلوار کمانیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھیں ۲؎ فارسی کمان سے مراد عجمی کمان ہے عرب کے پانچ صوبوں کا نام ہے حجاز، عراق، نجد، یمن، بحرین ان پانچوں صوبوں کے سوا تمام ممالک عجم ہیں ۳؎ یعنی عربی تلواریں، عربی ڈھالیں، عربی سامان جنگ استعمال کرو کہ یہ اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔۴؎ قنا جمع ہے قناۃ کی بمعنی نیزہ اور رماح کے معنی بھی ہیں نیزہ تو یہ اضافت اپنی نفس کی طرف ہے جس سے کمال کے معنی پیدا ہوئے جیسا کہا جاتا ہے یہ مردوں کا مرد ہے یعنی کامل و بہادر مرد ہے ایسے اس کے معنی ہوئے نیزوں کا نیزہ کامل نیزہ اس سے مراد عربی نیزہ ہے۔۵؎ یعنی انشاءاللہ تم لوگ عربی ہتھیاروں کے ذریعہ بہت سے ملک فتح کرو گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعدہ سچا ہوا کہ صحابہ کرام نے انہی تلواروں، تیروں کمانوں کے ذریعہ قیصر و کسریٰ کے ملک فتح کیے شام و روم وغیرہ پر قبضے کیے

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سوا عربی نیزوں و تلواروں کے کبھی کسی کا کوئی ہتھیار نہ استعمال کرنا یہ حکم اس زمانہ کیلئے ہے۔

بَابُ اٰدَابُ السَّفَرِ — باب سفر کے آداب وطریقے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

چونکہ جہاد میں اکثر سفر بھی کرنا پڑتا ہے اس لیے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے بیان میں سفر کے احکام بھی بیان کیے آداب جمع ہے ادب کی، بمعنی پسندیدہ سفر مقابل ہے حضر کا اس کے لغوی معنی ہیں ظاہر ہونا روشن ہونا، اس لیے صبح کے اجالے کو اسفار کہا جاتا ہے چونکہ سفر کے ذریعہ دوسرے شہروں ملکوں کے حالات ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اسے سفر کہتے ہیں، آداب سے مراد مطلقاً طریقے سفر ہیں خواہ سفر سے پہلے ہوں یا سفر کے دوران میں یا سفر کے بعد اور سفر سے مراد ہر سفر ہے خواہ جہاد کیلئے ہو یا حج کے لیے یا کسی دنیاوی جائز کاروبار کیلئے سفر فرض بھی ہے واجب بھی مستحب مکروہ بھی اور حرام بھی جیسا سفر کا مقصد ویسا سفر کا حکم چنانچہ فرض حج کیلئے سفر کرنا فرض ہے اور چوری ڈکیتی کیلئے سفر کرنا حرام۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں ملاحظہ کریں۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۱۵) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے[۱] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے[۲] اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے[۳] (بخاری)

(۳۷۱۵)[۱] آپ وہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکے تھے جس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا تھا پھر سورۃ توبہ میں آپ کی توبہ قبول ہونے بائیکاٹ کھلوانے کا ذکر ہے بڑی ہی شان کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو صادقین میں سے فرمایا ہے، کہ ہم مسلمانوں کو حکم دیا کونوامع الصدقین [۲] تبوک غیر منصرف ہے علمیۃ اور وزن فعل کی وجہ سے بوک سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا لکڑی وغیرہ، رہنے کی وجہ سے۔ شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گزرا مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کے فاصلہ پر تھا غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوا اور حضور انور کا آخری غزوہ ہے۔ (از مرقات) فقیر نے خیبر کی زیارت کی ہے اب حجاز کی سرحد مقام مان تک ہے مان تبوک سے تقریباً دو سو میل ہے اور مان سے مقام عمان تین سو میل ہے عمان اردن کا دارالخلافہ ہے عمان سے ۹۸ میل بیت المقدس ہے جسے اب قدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے[۳] یا تو سفر جہاد کیلئے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کیلئے خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کیلئے پسند فرمایا گیا ایک یہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں بہتر یہ ہے کہ عملی حج کی ابتدا اس دن سے ہو دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خمیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے جو خمیس بمعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کیلئے خمس ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالٰی خمیس کی برکت سے خمس والی غنیمت عطا فرمائے خیال رہے کہ سفر کیلئے ہفتہ، سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی ہفتے کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے، انشاء اللہ کامیاب اور بامراد واپس ہوگا (از مرقات واشعہ مع

زیادۃ) مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن بابرکت ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَا رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۱۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر لوگ جانتے کہ تنہائی میں کیا نقصان ہیں[1] تو میں نہیں جانتا کہ کوئی سوار رات کو اکیلا چلتا[2] (بخاری)

(۳۷۱۶)[1] دینی ودنیاوی دونوں نقصان دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا۔ دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے میں وحشت بھی ہوتی ہے سفر کے ضروریات بھی پورے نہیں ہوتے بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اگر موت واقع ہوجائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا[2] یعنی اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصان کما حقہ، معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرأت نہ کرے لہٰذا اس میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں راستے پرامن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز، موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہٰذا اب احکام نرم ہونگے۔ نیز رات کا اکیلے سفر اس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی الیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَآئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۱۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں کتا ہو اور نہ جن میں جھانجھ ہو[1] (مسلم)

(۳۷۱۷)[1] یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلاضرورت شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصاً غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ جرس وہ گھنگھرو باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں کی گردن میں محض آواز کے لئے باندھے جائیں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں۔ بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگھرو جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ ضرورۃً یہ بھی جائز ہیں حضرت عائشہ نے ایک بچی کے پاؤں سے آواز والے جھانجن اروادیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے جھانجر اتروادیئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے۔ (مرقات)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۱۸) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھانجھ شیطان کا باجہ ہے[1] (مسلم)

(۳۷۱۸)[1] مزامیر جمع ہے مزمار کی یہ زمار سے بنا بمعنی آراستگی آواز اصطلاح میں ہر باجہ مزمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقاً حرام ہے جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہو ولعب کے لئے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً جائز ہیں جیسے جہاد میں طبل جنگ' اعلان نکاح کے لئے دف' یا تاشہ' سحری وافطاری کے لئے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت لعینہ دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ' قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری کتاب [illegible] ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَشِیْرِ نِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبْقَيَنَّ فِیْ رَقَبَةِ بَعِیْرٍ قَلَادَةٌ مِّنْ وَّتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۱۹) روایت ہے حضرت ابوبشیر انصاری سے ۱؎ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے بعض سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار نہ چھوڑا جائے مطلقاً کوئی ہار نہ چھوڑا جائے مگر وہ کاٹ دیا جائے ۲؎ (مسلم، بخاری)

(۳۷۱۹) ۱؎ آپ کا نام قیس ابن عبیداللہ ہے کنیت ابوبشیر انصاری مزنی ہیں یہ تو صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں فرمایا مگر صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ آپ کے نام کی تحقیق نہ ہوسکی آپ کی وفات واقعہ حرہ کے بعد ہوگئی آپ نے بہت ہی عمر پائی ۲؎ تانت کا ہار تو اس لئے کٹوا دیا کہ تانت سے ہر جانور کی گردن کٹتی ہے اور اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے دوسرے ہار کٹوانے کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ ان ہاروں میں گھنگھرو یا جھانجر اور بجنے والی چیزیں باندھی جاتی تھیں جو کہ باجہ ہے اور باجے سے فرشتے رحمت نہیں آتے تیسرے یہ کہ جاہلیت کے لوگ یہ ہار جانور کو نظر بد سے بچانے کے لئے بطور گنڈہ باندھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہار نظر بد سے بچالیں گے یہ جاہلانہ مشرکانہ عمل تھا چوتھے یہ کہ ان ہاروں میں باجہ یا اور آواز دینے والی چیزیں ہوتی تھیں جن کی آواز سے دشمن ان غازیوں کی نقل و حرکت پر مطلع ہو جاتا اس لئے یہ جنگی تدبیر کے خلاف تھا پانچویں یہ کہ ہار اونٹ کا گلا گھونٹ دیتے تھے جب وہ درخت سے کچھ پتے توڑنے کے لئے گردن اٹھاتا تھا۔ بہرحال اس ممانعت میں بہت سی وجہیں ہوسکتی ہیں ظاہر ہے کہ قاصد کے ذریعہ پیغام اونٹ والوں کو بھیجا کہ اپنے اپنے اونٹ کی گردن سے ہار کھول دیں ممکن ہے کہ خود قاصد کو ہی حکم دیا ہو کہ وہ خود ہار توڑ دے (از مرقات) خیال رہے کہ اسماء الٰہیہ یا جائز دعاؤں کے گنڈے کرانا ڈالنا بالکل درست ہے ناجائز منتروں کے گنڈے حرام ہیں بتوں کے نام کے گنڈے کفر ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَةِ فَاَسْرِعُوْا عَلَيْهَا السَّيْرَ وَاِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَاوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۲۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سبزی کی سال میں سفر کرو ۱؎ تو اونٹ کو اس کی زمین کا حصہ دو ۲؎ اور جب تم خشکی کی سال میں سفر کرو تو اس پر تیز رفتار کرو ۳؎ اور جب تم رات آرام کرو تو راستہ سے الگ اترو ۴؎ کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں ۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم خشک سال میں سفر کرو تو اونٹ کے دبلے ہونے سے جلدی کرو ۶؎ (مسلم)

(۳۷۲۰) ۱؎ خصب خ کے فتحہ ص کے سکون سے یعنی ارزانی کا سال یہاں مراد سرسبزی کا زمانہ ہے جب بارشیں مناسب ہو چکی ہوں جنگل ہرے بھرے ہوں ۲؎ اس طرح کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کرکے اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑ دو کہ وہ بھی زمین کی سبزی کھالے راستہ میں ٹھہرتے اور چراتے ہوئے سفر طے کرو ۳؎ راستہ میں بلاضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کرکے منزل پر پہنچو تاکہ اونٹ تھک کر راہ میں ہی نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے ۴؎ عرستم بنا ہے تعریس سے عربی میں تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا یہاں بطریق تجرید مطلقاً رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیسا کہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ

احکام استحبابی ہیں بطور مشورہ ۵؎ دواب سے مراد مسافروں کے جانور ہیں ھوام سے مراد زہریلے جانور سانپ بچھو وغیرہ بہرحال راستے اور گزرگاہ میں اترنا ٹھہرنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقًا اترنا ہے رات میں ہو یا دوپہری میں ۶؎ نقی،نون، قاف، ی، یعنی ہڈی کی مینگ یعنی اس سے پہلے سفرختم کر کے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ہڈی کی مینگ ختم ہو جائے اور دبلے ہو کر تھک رہیں، بعض شارحین نے نقب ب سے روایت کی ہے بمعنی اونٹ کے پاؤں کا ہلکا ہو جانا یعنی ان کا پاؤں ہلکا پڑ جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہی ہے بعض لوگوں نے نقب یعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَہٗ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ فَجَعَلَ یَضْرِبُ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہٗ قَالَ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۲۱) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں اس حال میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ۱؎ کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اونٹ پر آیا ۲؎ تو دائیں بائیں طرف مارنے لگا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس بچی ہوئی زائد سواری ہو تو وہ اس پر خرچ کرے جس کے پاس سواری نہیں ۳؎ اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو تو وہ اس پر خرچ کرے جس کے پاس توشہ نہیں ۴؎ فرماتے ہیں کہ حضور نے ہر قسم کے مال کا ذکر فرمایا ۵؎ حتی کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کو بچے ہوئے میں کوئی حق ہی نہیں ۶؎ (مسلم)

(۳۷۲۱) ۱؎ وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲؎ اپنے اونٹ کو دو طرفہ مارنے لگا کیونکہ وہ چلتا نہ تھا تھک گیا تھا یا باہنے دائیں نظر مارنے نگاہ دوڑانے لگا تا کہ کوئی اس کا حال زار دیکھ کر اس کی مدد کرتا ہے یا نہیں یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوال نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں قابل مدد ہو گیا تھا (مرقات) اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں دوڑانے لگا پریشانی کی وجہ سے اسے کچھ سوجھتا نہ تھا غرضکہ وہ سخت پریشان تھا ۳؎ فلیعد بنا ہے اعادۃ سے بمعنی لوٹانا یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں یا ہے مگر ناکارہ ہوگئی اور ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ اعداد سے بنا ہو بمعنی تیار کرنا مہیا کرنا، یعنی ایسا غنی آدمی اپنی زائد سواری ایسے بے کس کے لئے مہیا کر دے بہرحال مطلب یہی ہے کہ اسے دے دے اسے مالک بنا دے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا درد ہے ۴؎ غالبًا یہ شخص بے توشہ بھی ہو چکا تھا جس کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لئے حضور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا ۵؎ جیسے کپڑا جوتا، مشکیزہ خیمہ، درہم دینار وغیرہ ہر قسم کا مال ۶؎ یعنی حضور نے ایسی خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہماری ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں۔ جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (۶:۳۳) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (کنزالایمان) یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرمادیا یہ ہے حضور کی ملکیت کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ

استعمال ممنوع ہوگیا۔ پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت وغلامیت میں قبول فرمالیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے ارشادفرمایا کہ حضور پر زکوۃ فرض نہیں' میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام' مالک اپنے غلاموں کو زکوۃ نہیں دے سکتا چونکہ حضور کے لئے مصرف زکوۃ موجود نہیں اس لئے آپ پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوۃ فرض نہیں فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوۃ ہوجاتی ہے ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولٰی نے دے دی ہو اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔شعر:۔

بندگانش حور وغلمان وملک　　چاکرانش سبز پوشان فلک

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۲۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے[1] تم میں سے ہر ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے[2] تو جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کرے[3] تو اپنے گھر کی طرف جلدی کرے[4] (متفق علیہ)

(۳۷۲۲)[1] یہاں عذاب سے مراد تکلیف دہ ہے نہ کہ سزا' کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد سفر حج' سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں جن میں وہ تکالیف ہوتی ہیں جو آگے مذکور ہیں[2] یعنی عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانے وقت پر سونے وقت پر باجماعت نماز گھر کی طرح نہیں کرسکتا چنانچہ اب بھی یہ دیکھا جاتا ہے اگرچہ اب ریل' بس ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہو چکی ہیں۔[3] نہمہ کے معنی ہیں بلوغ الہمۃ اور وجھہ سے مراد اپنی سفر کی جہت ہے یعنی جس طرف سفر کرکے گیا تھا تو جس مقصد کے لئے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہوجائے (مرقات)[4] تاکہ نماز کی جماعتیں حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہوسکیں بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لئے یہ فرمان ہے سفر حج وسفر جہاد وغیرہ کا حکم نہیں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہوجائے بہتر ہے اسی لئے یہاں نھمتہ فرمایا نہمہ کہتے ہیں دنیاوی ضرورت وحاجت کو فقیر اس کو ترجیح دیتا ہے حاکم وبیہقی نے بروایت حضرت عائشہ بجائے نہمتہ کے حجہ روایت کی یعنی حج سے فارغ ہوکر جلد لوٹو جیسا کہ مرقات میں ہے مگر مدینہ آخر مدینہ ہی ہے وہ تو ہر مومن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں جیسا سکون قلب اداء عبادات میں وہاں میسر ہوتا ہے گھر میں میسر نہیں ہوتا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ اِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِاَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ قَالَ فَاُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلٰثَةً عَلٰى دَآبَّةٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۲۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے[1] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تھے تو آپ کے گھر والے بچے پیشوائی کے لئے جاتے تھے[2] حضور ایک سفر سے آئے تو مجھے حضور کی پیشوائی کے لئے لایا گیا تو مجھے حضور نے اپنے آگے سوار کرلیا پھر حضرت فاطمہ کے بیٹوں میں سے ایک لایا گیا[3] تو اسے اپنے پیچھے بٹھالیا فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین ایک سواری پر داخل ہوئے[4] (مسلم)

(۳۷۲۳)۱؎ آپ حضرت علی کے بھتیجے ہیں قریشی ہاشمی مدنی ہیں اسلام میں پہلے آپ کی ولادت ہے' حبشہ میں ۸۰ھ مدینہ منورہ میں نوے سال کی عمر میں عبدالملک کے زمانہ میں وفات ہوئی آپ کا لقب بحرالجود بھی ہے اور جواد ابن جواد بھی اسلام میں آپ سے اور آپ کے والد سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا حضور کی وفات کے وقت صرف ۹ سال کے تھے بہت صفات کے حامل ہیں (اشعہ)۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی سفر سے آتے وقت پیشوائی کرنا سنت صحابہ ہے نیز مسافر کے گھر کے بچوں کو بھی پیشوائی کے لئے جانا سنت ہے۳؎ یا جناب حسن کو یا حضرت حسین کو رضی اللہ عنہم اجمعین۴؎ اس طرح کہ ایک سواری پر تین سوار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں حضور کے پیچھے حضرات حسنین میں سے ایک اس خوش نصیبی پر صدقے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ اَقْبَلَ هُوَ وَ اَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۲۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ وہ اور ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے۱؎ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفیہ تھیں جنہیں حضور اپنی سواری پر پیچھے سوار کئے ہوئے تھے۲؎ (بخاری)

(۳۷۲۴)۱؎ کسی سفر سے مدینہ منورہ واپس آئے خیال رہے کہ ابوطلحہ جناب انس کے سوتیلے والد ہیں اور اس وقت خیبر سے یہ سب حضرات واپس ہوئے تھے جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں ہے بی بی صفیہ اسی خیبر میں حاصل ہوئی تھیں پہلے آپ جناب دحیہ کلبی کے حصہ میں تھیں پھر حضور انور نے ان سے خود قبول فرما کر اپنی زوجیت سے شرف بخشا رضی اللہ عنہا۔۲؎ طریقہ سفر یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی صفیہ ایک اونٹ پر تھے اور حضرت انس و ابوطلحہ اپنے اونٹ پر اسی طرح مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ گھوڑے خچر یا اونٹ پر سوار کر لینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَ كَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۲۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے۱؎ مگر صبح یا شام کے وقت۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۲۵)۱؎ کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے اب تو خط' تار' ٹیلی فون وغیرہ سے خبر دی جاسکتی ہے۔ یطرق بنا ہے طرق سے یعنی دروازہ بجانا کواڑ کھڑکانا چونکہ رات میں آنے پر اس کھڑکانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ کو بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے (مرقات)۲؎ صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبتے تک کا وقت عشیہ یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد ظہر۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ اَهْلَهٗ لَيْلًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۲۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی تم میں سے بہت عرصہ غائب رہے تو رات میں اپنے گھر نہ آئے۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۲۶)۱؎ یہ حکم اس زمانہ کیلئے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص آزمائش کیلئے اپنے گھر رات میں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں

کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے ہر حکم میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلْتَ لَیْلًا فَلَا تَدْخُلْ عَلٰی اَھْلِکَ حَتّٰی تَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَۃُ وَ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَۃُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۷۲۷) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم رات میں آ ؤ تو اپنی بیوی کے نہ جاؤ[1] حتیٰ کہ وہ زیر ناف لوہا استعمال کرلیں[2] اور پریشان بالوں میں کنگھی پھیرلیں[3] (مسلم، بخاری)

(۳۷۲۷)[1] یعنی جب تم سفر سے اپنے شہر میں آ ؤ رات میں نہ جاؤ بعض نسخوں میں یوں ہے اذا دخلت بیتک وہ اس شرح کی تائید کرتا ہے (مرقات) [2] استحداد کے معنی ہیں حدید یعنی لوہا استعمال کرنا یعنی استرہ سے صفائی کرنا مغیبہ سے مراد یا وہ عورت ہے جس کا خاوند بہت عرصہ تک غائب رہا ہو یا مغیبہ سے مراد زیر ناف کے بال ہیں خیال رہے کہ عورتوں کو استرہ سے صفائی کرنا ممنوع ہے لہٰذا یہاں استحداد سے مراد چونا، بال صفا صابن وغیرہ سے صفائی کرنا مراد ہے یعنی بطریق تحدید صرف صفائی مراد ہے لوہے سے صفائی مراد نہیں۔ (مرقات و اشعہ) [3] یعنی سر کے پریشان بالوں کو کنگھی سے سلجھا کر یکساں کرلیں کیونکہ عورتیں اپنے خاوندوں کی لمبی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی پروا کم کرتی ہیں مقصد یہ ہے کہ تم دیر کے بعد وطن پہنچنے پر اپنی بیویوں کو خراب حالت میں نہ دیکھو بلکہ اچھی حالت میں دیکھو اب چونکہ خط، تار، ٹیلی فون وغیرہ سے اطلاع دی جاسکتی ہے لہٰذا اب یہ حکم نہیں جب عورت کو کسی ذریعہ سے اپنے خاوند کی آمد کی اطلاع مل جائے تو یہ پابندی نہیں (از مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی آمد پر اپنے کو آراستہ کرے تاکہ اسے رغبت تام ہو۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَحَرَ جُزُوْرًا اَوْ بَقَرَۃً ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۷۲۸) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے[1] تو ایک اونٹ یا گائے قربان فرمائی[2] (بخاری)

(۳۷۲۸)[1] یا ہجرت کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہنچے یا جب دراز سفر سے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تھے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے [2] قربانی سے مراد گائے یا اونٹ ذبح فرمانا ہے دعوت کے لئے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر وطن پہنچنے پر اہل قرابت کی دعوت کرے اسے دعوت قدوم کہتے ہیں یہ مسنونہ دعوتوں میں سے ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت کھانا بھی سنت سے ثابت ہے یہاں او بقرۃ فرمانا یا تو راوی کے شک کی بنا پر ہے یا یہ مطلب ہے کہ کبھی اونٹ اور کبھی گائے ذبح فرما کر اہل مدینہ کی دعوت فرماتے تھے۔

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَھَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْہِ لِلنَّاسِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۷۲۹) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تھے مگر دن کو دوپہر کے وقت پھر جب تشریف لاتے تو مسجد سے ابتدا فرماتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے[1] پھر وہاں ہی لوگوں کے لئے تشریف رکھتے[2] (مسلم، بخاری)

(۳۷۲۹)[1] دن میں آنے کے متعلق ابھی عرض کیا جاچکا سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو ان دونوں موقعوں پر دو نفل نماز سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں [2] یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے ان کے دکھ درد سنتے ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے انہیں شرف زیارت بخشتے۔ پھر گھر میں تشریف لے جاتے طبرانی اور حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۳۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو جب ہم مدینہ منورہ آئے تو مجھ سے فرمایا مسجد میں جاؤ وہاں دو رکعت پڑھو (بخاری)

(۳۷۳۰) ا مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلے کی مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالٰی سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۷۳۱) روایت ہے حضرت صخر ابن وداعہ غامدی سے ا فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میری امت کے صبح کے کاموں میں برکتیں دے ۲ اور جب کوئی فوج یا لشکر بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے تھے ۳ اور صخر تاجر تھے تو وہ اپنا مال تجارت اول دن میں بھیجا کرتے تھے تو وہ بڑے امیر ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا ۴ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) ۵

(۳۷۳۱) ا آپ کا نام صخر ابن عمرو ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے آپ صحابی ہیں طائف میں قیام رہا شمار اہل حجاز سے ہے (مرقات اشعہ) ۲ یعنی میری امت کے تمام ان دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کریں جیسے سفر طلب علم تجارت وغیرہ ۳ یعنی حضور کی دعا وہ تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل یہ تھا لہذا حضور کے دعا و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے ۴ یعنی صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالب علم مغرب و عشاء کے درمیان اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالب علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جائے تو بھی حیرت ہے۔ ۵ ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ روایت کی الٰہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۳۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تاریکی شب میں سفر کیا کرو ا کیونکہ رات میں زمین لپٹ جاتی ہے ۲ (ابوداؤد)

(۳۷۳۲) ا اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں تمام حجاج سے بعد نماز عشاء کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا دلجہ رات کی اندھیری کو کہتے ہیں اسی سے ہے ادلاج ۲ اس طرح کہ رات کا مسافر یہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہو جاتا ہے زیادہ اس فرمان عالی کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول رات میں سفر کرو (اشعہ)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَّالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رُكْبٌ. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالتِّرْمِذِيُّ وَ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۷۳۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے[۱] اور دو سوار دو شیطان[۲] اور تین سوار صحیح سوار ہیں[۳] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۳۷۳۳)[۱] یعنی جنگل میں اکیلا مسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے نماز باجماعت سے محروم ہے ضرورت کے وقت اسے مددگار کوئی نہ ملے گا بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصاً اس زمانہ پاک میں جب کے راستے پرخطر تھے اب اس امن کے زمانہ میں بھی ریل کے ڈبہ میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتی کہ حکومت نے انٹر کلاس کی زنانہ سواریوں کو اجازت دی کہ وہ رات میں اپنی تھرڈ کلاس کی سہیلی کو اپنے ساتھ انٹر میں بٹھا سکتی ہیں سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں[۲] یعنی دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یار و مددگار رہ جائے[۳] یعنی تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جائے رکب اسم جمع ہے جیسے نفر اور رھط اور صحب اس لئے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ (رحمت) ہے اس فرمان عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی اور دو آسانی سے اسے سنبھال سکتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ ثَلٰثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ. (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۳۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین شخص سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں[۱] (ابوداؤد)

(۳۷۳۴)[۱] یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لئے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنائیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے۔ نماز بھی وہی پڑھائے جیسا کہ بزار نے بروایت حضرت ابوہریرہ مرفوعاً روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہی تمہارا امیر و سردار ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ وَّ خَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَ خَيْرُ الْجُيُوْشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَلَنْ يُّغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۳۷۳۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بہتر ساتھی چار ہیں[۱] اور بہترین فوج چار سو ہیں[۲] اور بہتر لشکر چار ہزار ہیں[۳] اور بارہ ہزار کی نفری کبھی تھوڑی ہونے کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگی[۴] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۷۳۵)[۱] اصحابہ جمع ہے صاحب بمعنی ساتھی کی اور فاعل کی جمع بروزن فعالہ اس کے سوا کہیں نہیں آئی (مرقات) یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لئے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی و منتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے (اشعہ) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا[۲] پہلے کہا جا چکا ہے کہ سریہ

چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل جیوش آرہا ہے۳؎ یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکر جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے۴؎ یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کمی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے، امیر کی نافرمانی، بے صبری مالِ غنیمت کی رغبت وغیرہ چنانچہ غزوۂ حنین میں حضرات صحابہ نے اولاً ظاہری شکست کمی تعداد کی وجہ سے نہ کھائی بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کرنے رب تعالٰی سے بے توجہ ہو جانے کی وجہ سے کھائی رب تعالٰی فرماتا ہے: وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (۹،۲۵) اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے (کنزالایمان) اس جنگ میں ہوازن سے مقابلہ تھا۔ مسلمان بارہ ہزار تھے، دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار وہ مسلمانان مکہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے (مرقات) اولاً مسلمانوں کے قدم اکھڑے پھر جب مسلمانوں کی نظر گئی تو فتح پائی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَ يُرْدِفُ وَيَدْعُوْا لَهُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۳۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران پیچھے رہتے تھے۱؎ تو کمزور کو لے آتے اور پیچھے بٹھا لیتے تھے اور ان کے لئے دعا فرماتے تے۲؎ (ابوداؤد) ۳؎

(۳۷۳۶)۱؎ یعنی تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود تواضع اور تعاون کیلئے پیچھے سفر کرتے تھے۲؎ یعنی سرکار ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لئے دعائے خیر فرماتے تھے سبحان اللہ ایسے رحیم و کریم نبی پر جان قربان۔ شعر:

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی بان
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتی بان

وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً اِلاَّ انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ حَتّٰى يُقَالَ لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۳۷) روایت ہے ابوثعلبہ خشنی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو گھاٹیوں اور جنگلوں میں بکھر جاتے تھے۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ان گھاٹیوں میں اور جنگلوں میں بکھرا رہنا یہ کام شیطان سے ہے۳؎ چنانچہ اس کے بعد مسلمان کسی منزل میں نہ اترے مگر اس حالت میں کہ بعض بعض سے ملے رہتے حتی کہ کہا جاتا اگر ان پر ایک کپڑا بچھا دیا جاتا تو ان پر پھیل جاتا۴؎ (ابوداؤد)

۱؎ آپ کا نام جرہم ہے کنیت ابوثعلبہ مگر آپ کنیت میں مشہور ہیں آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے حضور انور نے آپ کو اپنی قوم خشن کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا آپ کی تبلیغ سے وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا ۷۵ھ میں انتقال کیا (اشعہ) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۵ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہ (مرقات و اشعہ) ۲؎ شعاب جمع ہے شعب کی یعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کبھی عارضی قیام فرماتے تھے تو متفرق ہو کر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

(۳۷۳۷)۳؎ یعنی تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کرا دے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ

لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے انما ذٰلکم تاکید کے لئے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک رب تعالٰی مسلمانوں میں تنظیم اور یکجہتی نصیب کرے۔ ۲؎ سبحان اللہ حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یک جانہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یک جا کردیا مسلمان یک دل اور یک جان ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدہ ہیں۔ ہر ایک' ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے تعاون کرسکتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلٰثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ فَكَانَ اَبُوْ لُبَابَةَ وَعَلِيُّ ابْنُ اَبِىْ طَالِبٍ زَمِيْلَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَآءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ نَمْشِىْ عَنْكَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّىْ وَمَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا ۔ (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۷۳۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم ایک ایک اونٹ پر تین تین تھے ۱؎ تو ابولبابہ ۲؎ اور علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ۳؎ تھے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چلنے کی باری آتی تو یہ دونوں عرض کرتے کہ ہم حضور کی طرف سے چل لیں گے ۴؎ تو حضور فرماتے کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں ثواب سے مستغنی تم سے بڑھ کر نہیں ۵؎ (شرح سنہ)

(۳۷۳۸) ۱؎ چونکہ اس غزوہ میں سواریاں بہت تھوڑی تھیں حتی کہ تین سو تیرہ غازیوں میں صرف دو گھوڑے تھے اس طرح سامان جنگ برائے نام تھا تلواریں صرف آٹھ زرہیں صرف چھ یوں ہی اونٹ بھی بہت کم تھے اس لئے ایک اونٹ پر تین غازی باری باری سوار ہوتے تھے شعر:

تھے ان کے ساتھ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں　　پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

۲؎ جناب ابولبابہ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے انصاری ہیں اسی لئے آپ کی کنیت نام پر غالب ہے بیعت عقبہ میں شامل تھے بدر کے شمول میں اختلاف ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی ۳؎ زمیل بنا ہے زمل سے ز کا فتحہ میم کا کسرہ یعنی سواری میں شریک زمالہ سواری کے اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے جس پر مسافر کا سامان ہو (مرقات) یعنی ایک اونٹ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضٰی و جناب ابولبابہ سوار تھے کہ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ ۴؎ ان دونوں بزرگوں کا ارادہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بدر تک سوار رہیں ہم دونوں یہ سفر پیدل طے کریں حضور اپنی بھی سواری کریں اور ہماری باریوں میں بھی ۵؎ یعنی دنیا میں تم دونوں ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہم چلنے پر تم سے زیادہ قوت رکھتے ہیں اور آخرت میں ہم ثواب الٰہی سے بے نیاز نہیں۔ یہ پیدل چلنا بڑے ثواب کا کام ہے لہٰذا ہم اپنی باری پر پیدل چلیں گے تم سوار ہوگے یہ ہے حضور کا عدل و انصاف اپنے غلاموں کے ساتھ اور یہ ہے حضور کا انکسار اس فرمان عالی میں قیامت تک کے سرداروں بادشاہوں کو عدل کی تعلیم ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ

(۳۷۳۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ ۱؎ کیونکہ اللہ تعالٰی نے انہیں اس لئے تمہارا تابع کیا ہے کہ تم کو اس شہر تک پہنچا

تَكُوْنُوا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

دیں جہاں تم بغیر سخت مشقت کے نہ پہنچتے ۲؎ اور رب نے زمین تمہارے لئے ہی پیدا کی ہے تو تم زمین پر اپنی ضروریات پوری کرو (ابوداؤد)

(۳۷۳۹)۱؎ یعنی بلاضرورت انہیں کھڑا کرکے ان پر سوار رہو اور لوگوں سے بات چیت تجارت وغیرہ کرتے رہو اس میں جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا ہے یہ کام نیچے اتر کر کرو ان پر صرف سفر کرو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر قیام فرما کر عرفات شریف میں خطبہ دینا یا حاج کا عرفات میں اونٹ پر قیام کرنا ضرورۃً ہے یہاں بلاضرورت سوار رہنے سے ممانعت ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں اور ممکن ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہو جب جانور بہت دراز سفر کرکے آیا ہو تھکا ہوا ہو یا جب بوجہ قحط سالی کے جانور دبلے اور کمزور ہوں اور اجازت اس صورت میں ہو کہ جانور قوی اور تازہ دم ہوں واللہ اعلم ۳؎ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے اور سب کے لئے بعض حالات میں حکم وجوبی ہے اور بعض حالات میں استحبابی ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۴۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو نوافل نہ پڑھتے تھے حتی کہ کجاوے کھول دیتے تھے ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۷۴۰)۱؎ یعنی ہم نفلی عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جائیں پھر منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بےفکری ہو جاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں، سفر میں یہی چاہیے خواہ سفر جہاد ہو یا سفر حج یا اور کوئی سفر۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ اِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ مَّعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَآبَّتِكَ اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهُ لِيْ قَالَ جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۴۱) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا جس کے ساتھ گدھا تھا عرض کیا یارسول اللہ سوار ہو جاؤ اور خود پیچھے بیٹھ گیا ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے جانور کے سینہ کے تم زیادہ حقدار ہو مگر اس طرح کہ تم وہ حق میرے لئے کردو ۲؎ اس نے عرض کیا میں نے حضور کو یہ حق دے دیا تب حضور سوار ہوئے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۷۴۱)۱؎ یہ پتا نہ چلا کہ یہ کون سا سفر تھا بہرحال کوئی ہو حضور انور اس میں پیدل تھے اس اعرابی نے چاہا کہ حضور کو آگے سوار کریں خود پیچھے بیٹھیں ادب کے لئے ۲؎ گردن سے قریب کا حصہ سینہ کہلاتا ہے اس فرمان عالی میں یہ تعلیم دی گئی کہ اگر ایک جانور پر دو شخص سوار ہوں تو آگے جانور کا مالک بیٹھے پیچھے دوسرا آدمی ۳؎ چونکہ جانور کا سینہ مالک کا اپنا حق ہے وہ چاہے جسے دے اس لئے حضور انور اس کی اجازت کے بعد آگے سوار ہوئے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ اِبِلٌ

(۳۷۴۲) روایت ہے سعید ابن ہند سے ۱؎ وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تو اونٹ

لِلشَّيَاطِيْنِ وَ بُيُوْتٌ لِلشَّيَاطِيْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّيٰطِيْنِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا يَخْرُجُ بِنَجِيْبَاتٍ مَعَهٗ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلاَ يَعْلُوْا بَعِيْرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِاَخِيْهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهٖ فَلاَ يَحْمِلُهٗ وَاَمَّا بُيُوْتُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِيْدٌ يَقُوْلُ لَا اَرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصِ الَّتِىْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

شیطانوں کے ہوں گے اور کچھ گھر شیطانوں کے ہوں گے۲ لیکن شیطانوں کے اونٹ وہ تو میں نے دیکھ لئے۳ کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ اعلیٰ اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے۴ جنہیں موٹا کیا ہوتا ہے تو ان میں سے کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا اور اپنے بھائی سے گزرتا ہے جو عاجز رہ گیا ہے تو اسے سوار نہیں کرتا۵ لیکن شیطانوں والے گھر تو وہ میں نے نہ دیکھے ہیں۶ حضرت سعید کہتے تھے کہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ ہیں پنجرے جنہیں لوگ ریشم سے ڈھکتے ہیں ۷ (ابوداؤد)

(۳۷۴۲)۱؎ آپ تابعین میں سے ہیں حضرت سمرہ ابن جندب صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ابوہریرہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن سعید اور نافع ابن عمرجمحی وغیرہم نے روایات کیں ثقہ ہیں عالم ہیں۔۲؎ جو اونٹ یا گھر ضرورت سے زیادہ رکھے جائیں اور ان سے کوئی دینی کام نہ لیا جائے صرف نام ونمود ہی مقصود ہو وہ شیطانی اونٹ اور گھر ہیں جیسے بعض چوہدری اپنی بڑائی دکھانے کے لئے بلاضرورت جانور گھوڑے مکانات رکھتے ہیں ہم نے بعض امیروں کے ایسے مکانات دیکھے جو نہایت عالیشان ہیں مگر ویران پڑے ہیں نہ ان میں خود رہتے ہیں نہ کسی کو رہنے کے لئے دیتے ہیں حتیٰ کہ بلاضرورت مسجدیں بنا دینا جو ویران پڑی رہیں صرف زمین گھیر دی جائے وہ بھی ممنوع ہیں ہم نے سنا ہے کہ انور ضلع بریلی چھوٹی سی بستی میں لوگوں نے ضد یا فخر کے لئے اٹھارہ سو مسجدیں بنا دی ہیں سوا چند کے باقی سب ویران پڑی ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ مال حرام سے جو گھوڑے گھر خریدے جائیں وہ شیطانی ہیں مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔اس فرمان عالی میں وہ غیبی خبر ہے کہ آئندہ مسلمان ایسی حرکتیں کیا کریں گے واقعی یہ دونوں چیزیں دیکھی جارہی ہیں۔۳؎ یعنی زمانہ نبوی میں یہ دونوں چیزیں نہ تھیں حضور انور نے غیبی خبر دی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے شیطانی اونٹ تو اپنی آنکھوں دیکھ لئے یہ حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔۴؎ نجیبات جمع ہے نجیبۃ کی جو نجابت یعنی شرافت سے بنا ہے نجیب اونٹ وہ ہے جو بہت قوی ہو رفتار میں ہلکا وسبک ہو معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے امیر لوگ سفر میں اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے خچر اونٹ لے کر سفر کرتے تھے جن میں سے بعض پر سواری و بار برداری کرتے تھے اور اکثر خالی چلتے تھے صرف شان ظاہر کرنے کو کہ لوگ یہ خالی جانور دیکھیں کہ یہ بڑا آدمی ہے جیسا کہ نجیبات جمع فرمانے سے معلوم ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے لوگ اپنے ان جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے تاکہ ان کی موٹائی تروتازگی ان لوگوں کی مالداری کی علامت ہو،آج بھی بعض امیر لوگ خوب موٹے تازے کتے اپنے ساتھ رکھتے ہیں جب گھر سے نکلتے ہیں تو کتوں کے جھرمٹ میں نکلتے ہیں اسے اپنی امیری کا نشان سمجھتے ہیں یہ اسی زمانہ جاہلیت کی رسم ہے نعوذ باللہ۔۵؎ یعنی ان فالتو جانوروں کی اسے خود تو ضرورت ہے نہیں اور ضرورت مند مسافروں کو بھی نہیں دیتا وہ مسکین مسافر پیدل سفر کرتے ہیں اور اس کے یہ فالتو جانور خالی چلتے ہیں آج امیر چوہدری کے کتے دودھ ملائی کھاتے ہیں اور غریب پڑوسی مسلمانوں کو پیٹ بھر روٹی نہیں ملتی یہ بھی اسی زمانہ کی نقل ہے اللہ تعالٰی ہم مسلمانوں کو اپنے حبیب کا نقال بنالے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہم نے اس سے بدتر لوگ دیکھ لئے کہ مالداروں کے ساتھ سفر میں فالتو جانور خالی چلتے ہیں اور غریب پیادہ مسافروں کو دیکھ کر یہ فرعونی لوگ مذاق اڑاتے ہیں بہت دفعہ ان غریب مسافروں سے بوجھ اٹھواتے ہیں جانور خالی چلاتے

ہیں ۵؎ یہاں تک حضرت ابوہریرہ کا قول ہے یعنی ہم نے زمانہ صحابہ میں شیطانی فالتو گھر نہیں دیکھے مگر آئندہ ہوں گے ضرور کیونکہ مخبر صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ممکن ہے کہ کلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو یعنی ہم نے شیطانی جانور تو بچشم خود ملاحظہ فرمائے جو کفار کے پاس ہیں مگر شیطانی گھر ہمارے بعد ہوں گے کہ کفار تو درکنار مسلمان چوہدری نمبردار بھی رکھا کریں گے ۶؎ اقفاص جمع ہے قفص کی یعنی پنجرہ جس میں پرندہ قید رکھا جاتا ہے اس سے مراد یا تو اونٹوں کے محمل ہودج ہیں جو امیر لوگ سفر میں استعمال کرتے ہیں سواری کے جانوروں پر یا خالی فالتو جانوروں پر اور یا ان کے رہنے کے مکانات ہیں جنہیں وہ لوگ ریشم وغیرہ سے سجاتے تھے غالبًا یہ خبر زمانہ تابعین میں ظاہر ہوئی جو حضرت سعید ابن ہند نے دیکھی۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيْقَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُّنَادِيْ فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلاً اَوْ قَطَعَ طَرِيْقًا فَلاَ جِهَادَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۴۳) روایت ہے حضرت سہل ابن معاذ سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا تو لوگوں نے منزلیں تنگ کردیں اور رستے بند کردیئے ۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلانچی بھیجا جو لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ جس نے منزل تنگ کی یا راستہ کاٹا تو اس کا کوئی جہاد نہیں ۳؎ (ابوداؤد)

(۳۷۴۳) ۱؎ آپ کے والد معاذ ابن انس جہنی ہیں اہل مصر میں آپ کا شمار ہے تابعی ہیں سہل ابن معاذ کو یحییٰ ابن معین نے ضعیف کہا مگر ابن حبان نے آپ کی توثیق کی خیال رہے کہ حضرت سہل بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد معاذ ابن انس بھی تابعی ہیں مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے سہل ابن معاذ کے سعد ابن معاذ ہے وہ غلط ہے کیونکہ حضرت سعد ابن معاذ تو صحابی ہیں اور معاذ ابن انس تابعی (مرقات) ۲؎ اس طرح کہ بعض لوگوں نے راستہ پر اپنا سامان رکھ دیا جس سے راستہ بن ہوگیا اور گزرنے والوں کو تکلیف ہونے لگی اور بعض نے ضرورت سے زیادہ منزل پر جگہ گھیر لی جس سے ساتھیوں پر تنگی ہوگئی معلوم ہوا کہ ہر وقت سفر وحضر میں ہر مسلمان کو اپنے اپنے ساتھیوں کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ ۳؎ یعنی اس جہاد کا پورا ثواب نہ ملے گا بعض لوگ مسجد میں گزرگاہ پر نماز شروع کردیتے ہیں جس سے آنے جانے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے بعض حضرات صف میں زیادہ جگہ گھیر کر بیٹھتے ہیں انہیں اس حدیث سے سبق لینا چاہیے مسلمانوں کو تکلیف سے بچانا عبادت کا مغز ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلُ اللَّيْلِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۴۴) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اچھا ہے وہ وقت جب مرد اپنے گھر سفر سے آئے وہ شروع رات ملے ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۷۴۴) ۱؎ اس حدیث کے چند معنی لئے گئے ہیں ایک یہ کہ سفر سے مراد قریب کا سفر ہے یعنی جب انسان کہیں قریب ہی گیا ہو تو اول شب میں گھر پہنچے آخر رات میں نہ پہنچے اور دن میں پہنچنے کا فرمان دور کے سفر کے لئے تھا دوسرے یہ کہ دراز سفر سے اطلاع دے کر جب آئے تو اول رات میں آئے اور بغیر اطلاع آنا ہو تو دن میں آئے تیسرے یہ کہ دخل الرجل سے مراد اپنی بیوی کے پاس آنا ہے یعنی صحبت، تو مطلب یہ ہوگا کہ مسافر گھر پہنچے دن میں اور اپنی اہلیہ کے پاس جائے اول شب میں تاکہ بقیہ شب اطمینان سے گزرے بہرحال یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں حکم تھا کہ مسافر کو دن میں گھر آنا چاہیے (از مرقات واشعہ ولمعات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بَلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۴۵) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں ہوتے پھر رات میں اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے[۱] اور جب صبح سے کچھ پہلے آرام کرتے تو اپنی کلائی کھڑی فرماتے اور اپنا سر اپنے ہاتھ پر رکھتے[۲] (مسلم)

(۳۷۴۵) [۱] یعنی دوران سفر میں کہیں منزل پر قیام فرماتے تو سونے کی نیت سے داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے جیسا کہ حضور انور کا دائمی طریقہ تھا کہ قبر کی رخ بستر ہوتا داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے داہنی کروٹ پر لیٹتے کہ اس طرح لیٹنے میں نیند غفلت کی نہیں آتی رات کو بہ آسانی اٹھا جاسکتا ہے۔ اطباء بائیں کروٹ لینے کو اس لئے کہتے ہیں تاکہ نیند خوب آجائے اطبا کی نظر راحت بدن پر ہے حضور کی نظر پاک تہجد کے لئے اٹھنے پر بھی خیال رہے کہ عَرَّسَ سے بنا ہے تعریس سے یعنی آخری شب کا نزول آخری شب کا آرام عرب میں عموماً رات میں سفر کرتے تھے اول رات سفر آخر رات آرام [۲] اور لیٹ جاتے تاکہ کچھ تھکنی دور ہو جائے مگر نیند نہ آجائے کیونکہ نماز فجر کا وقت قریب ہے ہر جگہ نماز کا خیال ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فِیْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحَابُهٗ وَقَالَ اَتَخَلَّفُ وَاُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحَابِكَ فَقَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۷۴۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو کسی فوج میں بھیجا[۱] یہ جمعہ کے دن میں اتفاقاً واقع ہوا[۲] تو ان کے ساتھی سویرے ہی چلے گئے اور انہوں نے کہا کہ میں پیچھے رہ جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جاملوں گا[۳] تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی انہیں دیکھا[۴] تو فرمایا تم کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح میں جانے سے کس چیز نے روکا تو عرض کیا کہ میں نے چاہا آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جاملوں[۵] فرمایا کہ اگر تم تمام زمینی چیزیں خیرات کردو تو بھی ان کے سویرے نکل جانے کا درجہ نہیں پاسکتے[۶] (ترمذی)

(۳۷۴۶) [۱] حضرت عبداللہ ابن رواحہ انصاری خزرجی ہیں بیعت عقبہ، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے سوائے فتح مکہ کے کیونکہ آپ سن آٹھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے آپ حضور کے شاعروں میں سے ہیں حضرت حسان کی طرح نعت گو صحابی ہیں غالبًا اس فوج کا افسر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جس لشکر میں حضور تشریف نہ لے جائیں وہ سریہ کہلاتا ہے بھیجا سے مراد ہے جانے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے[۲] یعنی یہ حکم جمعہ کے دن صبح سویرے نکل جانے کا تھا اس طرح کہ جمعرات کے دن حکم ہوا کہ کل صبح سویرے فلاں فلاں حضرات اس طرف [illegible] اگر حضور عین نماز کے وقت

حکم دیں تو اس وقت نکل جانا ضروری ۳؎ یہ آپ کا اجتہاد تھا آپ کا خیال تھا کہ صرف چند گھنٹے ٹھہر جانے میں مدینہ منورہ مسجد نبوی اور حضور کے ساتھ جمعہ میسر ہو جائے مدینہ پاک کی ایک نماز کا پچاس ہزار ثواب ہے پھر حضور انور کے پیچھے نماز تو لاکھوں نمازوں سے بہتر ہے یہ فوائد جلد چلے جانے اور جنگل میں پہنچ کر بجائے نماز جمعہ ظہر ادا کرنے میں نہ حاصل ہوں گے اور اس ٹھہر جانے کی کسر میں نکال لوں گا کہ تیز سواری پر ان مجاہدین سے جاملوں گا تعمیل ارشاد ہو جائے گی۔ بہرحال نیت نہایت ہی اچھی تھی ۴؎ اس طرح کہ نماز جمعہ کے بعد آپ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وداع ہونے کے لئے یا ویسے ہی برکت حاصل کرنے کے لئے۔ جیسے آج کل بھی بعد نماز جمعہ بزرگوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔ ۵؎ یعنی کسی دنیاوی کام کے لئے نہیں رکا ہوں اس لالچ میں ٹھہر گیا ہوں کہ ڈبل ثواب حاصل کروں آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کا اور جہاد میں جانے کا ۶؎ یعنی اگر تم میرے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے ساتھ ساری دنیا کا مال خیرات بھی کردو تو جو ثواب ان سویرے نکل جانے والوں کو تعمیل حکم کا ملا وہ تم کو ان تمام عبادات کا نہیں مل سکتا معلوم ہوا کہ **حضور کی اطاعت تمام عبادات سے افضل** ہے ان کی اطاعت میں ترک جمعہ عبادت ہے بغیر اطاعت جمعہ کی نماز مسجد نبوی میں پڑھنا اعلیٰ عبادت نہیں۔ شعر

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — **اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے**
ان کے در پر دم نکل جائے تو جل جائیں حسن — **ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں**

اس لئے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رضائے یار بہتر ہے لقاء یار سے **دور رہیں مگر راضی رہیں یہ بہتر ہے اس سے کہ ہم قریب رہیں** اور حضور ناراض رہیں شعر:

لقائے دوست چہ خواہی رضاء دوست طلب — کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَآئِكَةُ رُفْقَةً فِیْهَا جِلْدُ نَمِرٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۴۷) روایت ہے **حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحمت کے فرشتے ان ہمراہیوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں چیتے کی کھال ہو ۱؎ (ابوداؤد)**

(۳۷۴۷) ۱؎ اس زمانہ میں متکبر لوگ فخر کے طور پر چیتے کی کھال کی زین گھوڑے پر ڈال کر سوار ہوتے تھے یہ طریقہ متکبر ہی کا تھا نیز چیتے اور شیر کی کھال پر سواری دل میں تکبر اور سختی پیدا کرتی ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمادیا گیا سنا ہے کہ ہرن کی کھال پر ہمیشہ بیٹھنا نامردی پیدا کرتا ہے واللہ اعلم بعض شارحین نے اس کی ممانعت کی اور وجہ بھی بیان فرمائی ہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُهُمْ فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ یَسْبِقُوْهُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّهَادَةَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاَیْمَانِ)

(۳۷۴۸) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے ۲؎ تو جو خدمت میں ان سے آگے بڑھ گیا وہ لوگ کسی پر کسی عمل سے سبقت نہیں کرسکتے سواء شہادت کے ۳؎ بیہقی شعب الایمان ۴؎

(۳۷۴۸) ۱؎ آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سہل رکھا آپ ساعدی ہیں انصاری مدنی ہیں خود بھی صحابی ہیں خود آپ کے والد سعد بھی صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ ۱۵ سالہ تھے پھر کافی عمر پائی اکیانوے (۹۱) ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ مدینہ پاک کے آخری صحابی ہیں آپ کی وفات پر

مدینہ پاک صحابہ سے خالی ہوگیا (اشعہ) ۲؎ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ سفر میں جو اپنے ساتھی مسافروں کا امیر بنے وہ ان کا حاکم نہ بنے بلکہ خادم کہ اپنے آرام پر اپنے ساتھیوں کے آرام کو مقدم رکھے اوران کی ظاہری واندرونی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے اس صورت میں یہ خبر بمعنی امر ہے دوسرے یہ کہ سفر میں جو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے وہ اگرچہ بظاہر معمولی ہے مگر درحقیقت ان سب کا سردار ہے شرف خدمت سے ہے نہ کہ فقط نام سے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک سفر میں حضرت عبداللہ مروزی کے ساتھ ابوعلی نے سفر کیا حضرت عبداللہ امیر سفر بنے تو آپ اکثر ابوعلی کا سامان بھی اپنی پشت پر اٹھاتے بارش ہوئی تو ابوعلی پر کمبل تان کر کھڑے ہوگئے پوچھا گیا کہ یہ کیا فرمایا کہ امیر سفر کے یہی فرائض منصبی ہیں یہ ہے اس حدیث پاک پر عمل ۳؎ یعنی سفر جہاد وغیرہ میں جو شخص اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتا رہے گا وہ ان سب نمازیوں وغیرہم سے بڑھ جائے گا ان لوگوں کا کوئی عمل اس خدمت سے نہیں بڑھ سکتا ہاں جو ان میں سے راہ خدا میں شہید ہوجائے گا وہ شہادت اس خدمت سے بڑھ جائے گی یہ فرمان عالی عقل کے بھی بالکل مطابق ہے کیونکہ اس سفر میں یہ خدمت کرنے والا نماز وغیرہ سارے کام دوسروں کی طرح کرے گا مگر خدمت یہ کرے گا دوسرے نہ کریں گے تو اس کا عمل زیادہ ہوا لہذا اس کا درجہ وثواب بھی زیادہ ہونا چاہیے ۴؎ اس حدیث کو حاکم نے اپنی تاریخ میں ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ سے خطیب نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا۔ (مرقات)

بَابُ الْكِتَابِ اِلَى الْكُفَّارِ وَدُعَآئِهِمْ اِلَى الْاِسْلَامِ
کفار کوفرمان لکھنا اورانہیں اسلام کی طرف دعوت دینا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسریٰ وغیرہم کو دعوت نامے لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو واقف کار صحابہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں نقش کروایا ''محمد رسول اللہ'' یوں کہ پہلے محمد پھر اس کے اوپر رسول پھر اس کے اوپر اللہ اوران سلاطین کوفرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے مہر والی انگوٹھی بادشاہ قاضی اور مفتی کے لئے سنت ہے (از مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ اِلَيْهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهٗ اِلٰى قَيْصَرَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى

(۳۷۴۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کوفرمان لکھا اسے دعوت اسلام دیتے ہوئے ۱؎ اور دحیہ کلبی کو اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجا ۲؎ اورانہیں حکم دیا کہ یہ خط بصریٰ کے حاکم کو دیدیں ۳؎ تاکہ وہ قیصر کو پہنچادیں ۴؎ تو اس میں یہ تھا شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو مہربان رحم والا ہے ۵؎ یہ خط اللہ کے

هِـرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلاَمٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَـعْـدُ فَـاِنِّـىْ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلاَمِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُـؤْتِكَ الـلّٰـهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْـنَ وَيٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا للّٰهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلاَ يَتَّـخِـذَ بَـعْـضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّن دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَـوَلَّـوْا فَـقُـوْلُـوْا اشْـهَـدُوْا بِـاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْـهِ)وَفِـىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِثْمُ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَقَالَ بِدُعَايَةِ الْاِسْلاَمِ ۔

بندے اور اس کے رسول کی طرف سے سلطان روم ہرقل کی طرف ہے۔[6] اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے[7] اس کے بعد میں تم کو دعوت اسلام سے بلاتا ہوں[8] اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے اللہ تم کو ڈبل ثواب دے گا[9] اور اگر تم نے منہ پھیرا تو تم پر تمام رعایا کا گناہ ہے[10] اور اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آ ؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سواء کسی کو نہ پوجیں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے بعض بعض کو اللہ کے مقابل رب نہ بنالیں[11] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے اور فرمایا رعایا کا گناہ اور فرمایا اسلام کی دعوت[12]

(۳۷۴۹)[1] بادشاہ روم کا لقب اس زمانہ میں قیصر تھا اور بادشاہ فارس کا لقب کسریٰ اور بادشاہ حبشہ کا لقب نجاشی شاہ ترک کا لقب خاقان، شاہ قبط کا لقب فرعون شاہ مصر کا لقب عزیز اور شاہ حمیر کا لقب تبع شاہ ہند کا لقب ہوتا تھا (نووی اشعہ مرقات) حضور انور نے یہ فرمان نامے حضرت زید ابن ثابت سے لکھوائے تھے خود ان پر مہر کی تھی ان فرمانوں کے فوٹو چھپے ہوئے ہیں اور مع ترجے کے شائع ہوئے ہیں اس قیصر کا نام ہرقل تھا[2] دحیہ دال کے کسرہ ح کے سکون کے اور ی کے فتحہ سے آپ دحیہ ابن خلیفہ ہیں قبیلہ بنی کلب سے ہیں احد اور بعد کے غزوات میں شامل رہے بہت خوبصورت تھے اکثر جبرائیل امین آپ کی شکل میں آ ے تھے حضرت دحیہ آخر عمر میں حضرت امیر معاویہ کے پاس شام میں رہے یہ فرمان عالی ۶ ھ میں روانہ ہوا۔[3] خیال رہے کہ بصریٰ صوبہ خوران کا ایک شہر ہے دمشق اور بعلبک کے درمیان یہ صوبہ روم کے قبضہ میں تھا یہاں روم کا گورنر رہتا تھا اور بصرہ دوسرا شہر ہے جو عراق میں ہے جہاں سے بغداد شریف کو ریل جاتی ہے میں نے بصرہ و بغداد کی زیارت کی ہیں بعض لوگ اسے بصرہ سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے[4] جیسے آج کل سفیر یا وزیر خارجہ کے ذریعہ صدر مملکت سے بات ہوتی ہے، ویسے ہی اس زمانہ میں گورنر بصریٰ کے ذریعہ قیصر روم کو پیغام دیئے جاتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت اسلام گورنر بصریٰ کے ذریعہ بھیجی معلوم ہوا کہ ہر ملک کے قوانین پر عمل کرنا درست ہے جبکہ وہ خلاف اسلام نہ ہوں[5] معلوم ہوا کہ اپنے خط وغیرہ دنیاوی تحریروں کو بھی بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تھا تو اسے بھی بسم اللہ سے شروع فرمایا تھا (قرآن کریم) آج کل بعض محتاط لوگ بجائے بسم اللہ کے ۷۸۶ یعنی بسم اللہ کے عدد لکھتے ہیں نیچے ۹۲ محمد کے نام کے عدد کیونکہ آج کل خطوط ڈاک سے جاتے ہیں جس سے بسم اللہ وغیرہ کی بے ادبی ہوتی ہے وہ فرمان عالی ہاتھوں ہاتھ گئے تھے ان کی یہ احتیاط بھی اچھی ہے غرضکہ ادب اعلیٰ عبادت ہے جتنا ہوسکے اچھا ہے[6] معلوم ہوا کہ خط میں کاتب اور مکتوب الیہ کا نام شروع میں لکھنا سنت ہے بعد میں مضمون ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ مکتوب الیہ کے کچھ خصوصی القاب لکھنا بھی بہتر ہے خود اپنے خصوصی صفات بیان کرنا بھی اچھا ہے حضور انور نے عبداللہ ورسولہ میں اپنے کمال عبودیت اور جمال و رسالت دونوں بیان فرمائے ہرقل عیسائی تھا اس فرمان میں اشارۃً ان کی غلطی کی طرف بھی متوجہ فرمادیا کہ تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجائے بندے کے خدا مان لیا[7] معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا

جائے کفار و بے دینوں کو یہ سلام کرے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہ ہی سلام فرمایا تھا ہدیٰ سے مراد ہدایت اسلام ہے۔ ۸؎ داعیہ مصدر ہے یعنی دعوت (بلانا) جیسے عافیہ اور عافیت بعض نسخوں میں بدعایت الاسلام ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں جیسے دعایہ ۹؎ یعنی اگر تو اسلام لے آیا تو دنیا میں برے اعمال اور جزیہ و قتل سے بچے گا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا اور تجھے اور نومسلموں سے ثواب بھی دگنا ملے گا ایک ثواب عیسائی رہنے کا پھر مسلمان ہو جانے کا کیونکہ اسلام کی برکت سے پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں۔ پچھلی نیکیاں قبول ۱۰؎ اریسین جمع ہے اریسی کی یعنی کاشتکار، ماتحت، رعایا، خدام یعنی اگر تو کافر رہا تو تیری رعایا اور خدام بھی کافر رہیں گے تو ان سب کے کفر کا وبال تجھ پر پڑے گا الناس علی دین ملوکھم بعض نے فرمایا کہ اریسی عیسائیوں کا نام ہے کیونکہ یہ اریس کے ہیں اس لئے انہیں اریسیہ بھی کہا جاتا ہے اریس کوئی بڑا پادری گزرا ہے (مرقات) یعنی تجھ پر تمام عیسائیوں کے عیسائی رہنے کا گناہ ہوگا۔ ۱۱؎ یہ قرآن کریم کی آیت ہے اس کی تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرماؤ۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کلمہ سے مراد سارے ایمانی اسلامی عقیدے ہیں جن کو حضرات انبیاء کرام بھی جانتے مانتے تھے اور نو مسلم و پرانے مسلم یکساں ہیں اس کی تفسیر ان لا نعبد الخ ہے ربّ بنانے سے مراد یا تو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننا ہے یا پادریوں جوگیوں کو حرام اور حلال کا مالک جاننا ان سے اپنے گناہ معاف کرانا ہیں جو عیسائیوں کے ہاں ہوتا ہے اسلام میں نہ یہ عقیدے ہیں نہ یہ اعمال ہیں آیت کریمہ بہت جامع ہے یہاں اس کی تفسیر کا موقع نہیں ۱۲؎ یعنی اگر تم ایمان قبول نہ کرو تو بھی اس خط سے تم کو ہمارا مذہب معلوم ہو گیا کل قیامت میں تم کو ہمارے ایمان کی گواہی بارگاہ الٰہی میں دینا ہو گی خیال رہے کہ قیامت کے دن مومن کے ایمان کے گواہ کفار بھی ہوں گے اور درخت ذرّے وغیرہ بھی جنہوں نے مومن کے ایمان کو اس کے اعمال کو دیکھا جہاں تک موذن کی آواز اذان پہنچتی ہے وہاں تک کی ہر چیز اس کے ایمان کی گواہ ہے۔ ۱۳؎ اریس اور دعایہ دونوں لفظوں کی تحقیق ابھی کر دی گئی ہے اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ خط کو بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار کو سلام اس طرح کیا جائے السلام علی من اتبع الھدٰی تیسرے یہ کہ جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا چاہیے یہ دعوت کبھی واجب ہے، کبھی مستحب چوتھے یہ کہ ایک شخص کی خبر معتبر ہے اکیلے حضرت دحیہ کو خط دے کر بھیجا گیا ان کے ساتھ گواہ نہ گئے پانچویں یہ کہ کفار کے ملک میں ایک دو آیتوں والا کاغذ بھیجنا جائز ہے وہاں قرآن لے جانا ممنوع ہے جبکہ اس کی توہین کا اندیشہ ہو دیکھو حضور نے اس خط شریف میں قرآنی آیت لکھ کر عیسائیوں کے ملک میں بھیجی۔ چھٹے یہ کہ ایک دو آیتوں کو بے وضو اور کافر چھو سکتے ہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان عالی میں آیہ قرآنیہ تحریر فرما کر گورنر بصریٰ کی معرفت ہرقل شاہ روم کو روانہ فرمایا حالانکہ عظیم بصری اور ہرقل دونوں عیسائی تھے۔ ساتویں یہ کہ خط میں مضمون سے پہلے اپنا اور مکتوب الیہ کا نام لکھے' آٹھویں یہ کہ پہلے اپنا نام لکھے پھر مکتوب الیہ کا اگر بڑا آدمی فاسق ہو تو اس کی تعریف زیادہ نہ لکھے معمولی القاب لکھے دیکھو حضور انور نے شاہ روم کو صرف عظیم الروم لکھا یعنی جسے رومی لوگ بڑا سمجھتے ہیں' دسویں یہ کہ تبلیغ میں بے نیازی بھی چاہیے اور نرم کلامی بھی ربّ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا فقولا لہ قولا لینا فرعون سے نرم کلام کرنا گیارہویں یہ کہ کلام بلیغ اور مختصر بہتر ہوتا ہے بارہویں یہ کہ کفار کے سرداروں کو عذاب بہت زیادہ ہو گا ان کی وجہ سے ان کے ماتحت لوگ بھی کافر رہتے ہیں ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ولیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم (۱۳:۲۹) تیرھویں یہ کہ اگر اہل کتاب مسلمان ہو جائیں تو انہیں ثواب ڈبل ملتا ہے۔ پہلے عیسائی ہونے کا پھر مسلمان ہو جانے کا چودھویں کہ یہ عبدیت رسالت پر مقدم ہے کہ اسی لئے عبدہ و رسولہ فرمایا گیا کہ عبدیت کا تعلق صرف ربّ تعالٰی سے ہے اور رسالت کا تعلق مخلوق سے بھی یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس فرمانِ عالی کے بھیجنے

وقت یہ آیت کریمہ: قُلْ يَاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (۳،۶۴) تم فرماؤ اے کتابیو! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے (کنزالایمان) نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ فرمان عالی ۶ ھ میں بھیجا گیا اور آیت کریمہ کا نزول وفد نجران کے موقع پر ہوا یعنی ۹ ھ میں یہ حضور عالی کا اپنا فرمان تھا جس کے مطابق تین سال بعد آیت کریمہ ان ہی الفاظ میں نازل ہوئی۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَ مَزَّقَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۵۰) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرمان نامہ عبداللہ ابن حذافہ سہمی کے ذریعہ کسریٰ کی طرف بھیجا[1] اور انہیں حکم دیا یہ فرمان نامہ بحرین کے گورنر کو دیدیں پھر بحرین کے گورنر نے وہ خط کسریٰ کو دیا[2] جب کسریٰ نے پڑھا تو اسے پھاڑ دیا ابن میسّب کہتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ دعا فرمائی کہ وہ بھی پورے پورے پھاڑ دیئے جائیں[3] (بخاری)

(۳۷۵۰) [1] کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا، خسرو کا معرب خسرو کے معنی ہیں بڑے ملک والا اس کسریٰ کا نام پرویز ابن ہرمز ابن نوشیروان تھا یعنی نوشیروان کا بیٹا یا پوتا (اشعہ) عبداللہ ابن جزعہ ہیں کنیت ابوالحارث بدر میں شریک ہوئے مصر میں قیام رہا وہاں مصر میں ہی ۸۵ ھ میں انتقال ہوا[2] بحرین بصرہ کے قریب لب سمندر مشہور شہر ہے وہاں کا گورنر کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ تھا یہ کسریٰ کے وزیر خارجہ کے فرائض انجام دیتا تھا اس لئے حضور نے اس کی معرفت کسریٰ کو فرمان عالی بھیجا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک اور وہاں کے قوانین و احکام فرائض حکام سے خبردار تھے[3] خیال رہے کہ ہرقل شاہ روم نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی سن کر دل سے اسلام قبول کرلیا مگر اپنی رعایا و حکام کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کرسکا۔ مگر پرویز بدنصیب نے اہانت کے طور پر نامہ عالیہ پھاڑ ڈالا جس پر حضور نے اسے یہ بددعا دی۔ کہ خدا ان کے ٹکڑے کردے اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ پرویز کا بیٹا شیرویہ تھا جو زنا اور دولت کا بڑا حریص تھا اس نے خزانہ پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے باپ پرویز کو قتل کردیا پھر خزانوں پر قابض ہو کر انہیں کھلوایا چنانچہ دواؤں کے خزانہ کی بھی جانچ پڑتال کی اس میں ایک دوا پر لکھا تھا کہ یہ قوت مردمی کے لئے اکسیر ہے شیرویہ نے یہ دوا کھالی یہ تھا زہر کھاتے ہی مرگیا چھ ماہ بعد اس کی موت واقع ہوگئی پھر اس ملک پر نحوست ہی آتی رہی حتی کہ عہد فاروقی میں سارے فارس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اس وقت فارس کا بادشاہ یزدجرد ابن شہریار ابن شیرویہ ابن پرویز تھا اس کی بیٹی شہر بانو بنت یزدجرد گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائی گئیں اور حضرت عمر نے جناب حسین سے ان کا نکاح کیا (مرقات) شہر بانو کی قبر تہران (ایران) میں ہے میں نے زیارت کی یہاں مرقات نے فرمایا کہ شاہ روم نے حضور انور کا خط شریف پڑھ کر ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر بہت محفوظ صندوق میں رکھ لیا تب حضور نے اسے دعا دی کہ ان کا ملک باقی رہے فتح الباری شرح میں سیف الدین منصور سے روایت کی کہ وہ رومی بادشاہ کے پاس کچھ ہدیہ لے کر گئے تو اس نے ایک سنہری صندوق سے ایک بوسیدہ کاغذ نکالا جس کے حروف بھی جگہ جگہ سے مٹ چکے تھے اور اس کا ریشمی غلاف بھی گل چکا تھا اور بولا کہ یہ تمہارے نبی کا خط ہے جو ہمارے دادا قیصر کے نام آیا تھا ہم اسے بہت سنبھال کر رکھتے تھے اور ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہے ہماری سلطنت قائم رہے گی ہم عیسائیوں سے چھپاتے ہیں امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ شاہ روم اپنے ملک کے خوف سے ایمان نہ لایا دل میں مومن ہو چکا تھا (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی کِسْرٰی وَاِلٰی قَیْصَرَ وَاِلَی النَّجَاشِیِّ وَاِلٰی کُلِّ جَبَّارٍ یَدْعُوْھُمْ اِلَی اللّٰہِ وَلَیْسَ بِالنَّجَاشِیِّ الَّذِیْ صَلّٰی عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۵۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ قیصر اور نجاشی کی طرف اور ہر جابر بادشاہ کی طرف فرامین لکھے[1] اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی[2] (مسلم)

(۳۷۵۱) [1] چنانچہ حضور نے شاہ اسکندریہ مقوقس اور منذر ابن ساوی اور شاہ عمان اور شاہ یمامہ اور حارث ابن ابی شمر اور شاہ جرباشاہ اذرج شاہ درج شاہ اکیدر وغیرہم کے نام فرامین لکھے یہ فرامین ۶ ھ میں لکھے گئے (دیکھو اشعۃ اللمعات) [2] جس شاہ حبشہ نجاشی پر حضور انور نے نماز جنازہ پڑھی ہے وہ ہے اصحمہ یہ بادشاہ نجاشی دوسرا ہے مومن یہ بھی تھا حضور انور نے عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھ اس کو فرمان عالی لکھا جب اس کے پاس عمرو پہنچے تو وہ تخت سے اتر کر دوزانو بیٹھ گیا۔ خط شریف کو چوما آنکھوں سے لگایا فرمان عالی پڑھ کر فوراً مسلمان ہوگیا اور اپنے بیٹے کو بہت تحفے ہدیے دے کر حضور کے پاس بھیجا۔ اس کا وہ لڑکا راستہ میں فوت ہوگیا۔ تب حضور انور نے نجاشی کو دوسرا خط شریف بھیجا۔ نجاشی کی اولاد میں اب تک یہ دونوں خطوط محفوظ ہیں جنہیں وہ تبرکًا رکھتے ہیں۔ ان کی زیارات کرتے ہیں (اشعۃ اللمعات) رضی اللہ عنہم اجمعین۔

وَعَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّرَ اَمِیْرًا عَلٰی جَیْشٍ اَوْ سَرِیَّۃٍ اَوْصَاہُ فِیْ خَاصَّتِہٖ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا ثُمَّ قَالَ اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ اُغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَمْثُلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَاِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّکَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُھُمْ اِلٰی ثَلٰثِ خِصَالٍ اَوْ خِلَالٍ فَاَیَّتُھُنَّ مَا اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلَی التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِھِمْ اِلٰی دَارِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّھُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَلَھُمْ مَا لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَعَلَیْھِمْ مَا عَلَی الْمُھَاجِرِیْنَ فَاِنْ اَبَوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا مِنْھَا فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّھُمْ یَکُوْنُوْنَ کَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِیْنَ یُجْرٰی عَلَیْھِمْ حُکْمُ اللّٰہِ الَّذِیْ یُجْرٰی عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَکُوْنُ لَھُمْ فِی الْغَنِیْمَۃِ وَالْفَیْءِ شَیْءٌ

(۳۷۵۲) روایت ہے حضرت سلمان ابن بریدہ سے[1] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر یا فوج پر امیر بناتے تو اسے اپنے خاص ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے تھے[2] پھر فرماتے کہ اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ان سے جنگ کرو جو اللہ کے منکر ہیں[3] جہاد کرو تو نہ خیانت کرو نہ بدعہدی اور نہ مثلہ کرو نہ کسی بچہ کو قتل کرو[4] اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انہیں تین خصلتوں یا تین باتوں کی طرف بلاؤ[5] تو وہ ان میں سے جو بات مان جائیں تم ان سے قبول کرو اور ان سے ہاتھ روک لو[6] انہیں اسلام کی طرف بلاؤ[7] تو اگر وہ یہ مان لیں تم ان سے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو[8] تو پھر انہیں اپنے وطن سے مہاجرین کی جگہ کی طرف منتقل ہوجانے کی دعوت دو[9] اور انہیں خبر دو کہ وہ یہ کرلیں گے تو ان کے لئے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی۔ جو مہاجرین پر ہیں[10] اگر وہ وہاں سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو انہیں آگاہ کردو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے کہ ان پر وہ احکام الٰہی جاری

اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْیَةَ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِیِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِیِّهٖ وَلٰكِنْ اَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكُمْ فَاِنَّكُمْ اِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰی حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰی حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰی حُكْمِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْ اَتُصِیْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِیْهِمْ اَمْ لَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کئے جائیں گے۔اا جو مسلمانوں پر جاری کئے جاتے ہیں اور ان کے لئے غنیمت وفی سے کچھ نہ ہوگا ۱۲ مگر یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں ۱۳ پھر اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ مانگو ۱۴ پھر اگر وہ لوگ تمہاری مان لیں تو تم ان سے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو ۱۵ لیکن اگر وہ انکاری ہوں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو۔ ۱۶ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو، پھر وہ تم سے خواہش کریں کہ تم ان کے لئے اللہ رسول کا ذمہ کرو تو تم ان کے لئے نہ اللہ کا ذمہ اور نہ اس کے نبی کا ذمہ ۱۷ بلکہ ان کے لئے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دو۔ کیونکہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑے جاؤ تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ توڑے جاؤ۔ ۱۸ اور اگر تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو۔ پھر وہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم پر اتارو تو تم ان کو اللہ کے حکم پر نہ اتارو۔ لیکن انہیں اپنے حکم پر اتارو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے متعلق اللہ کا حکم پاؤ گے یا نہیں ۱۹ (مسلم)

(۳۷۵۲) ۱ سلیمان تابعی ہیں۔عہد فاروقی میں پیدا ہوئے۔ان کے والد بریدہ ابن حصیب صحابی ہیں۔حضرت علی کے خاص لوگوں سے ہیں۔مشہور صحابی ہیں ۲ یعنی لشکر کے سپہ سالار سے فرماتے کہ اپنے ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ترک نماز، خیانت دیگر خلاف شرع باتوں سے پرہیز کرنا اور اپنے ماتحت سپاہیوں وغیرہم کے ساتھ بھلائی کرنا۔نرم برتاوا کرنا۔گویا اپنے آپ مشقت جھیلنا، ماتحتوں پر نرمی کرنا۔اس لیے پہلے تقوی اللہ فرمایا اور بعد میں خیرا۔ ۳ یعنی جہاد میں صرف رضاالٰہی کی نیت ہو۔ملک گیری، غنیمت، عزت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ربّ تعالٰی راضی ہوجائے تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔اللہ کے انکار سے مراد اللہ کے دین کا انکار ہے لہذا اس میں نبوت یا کتاب اللہ کا انکار بھی داخل ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاد صرف کفار پر ہوگا خواہ اصلی کافر ہوں خواہ مرتد ہی کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر بے دین ہوجائیں اور ان سے جنگ کرنی پڑے وہ بھی جہاد ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ اور مسیلمہ کذاب کو نبی مان لینے پر جہاد کئے۔خلافت حیدری کے زمانہ میں جو حضرت عائشہ صدیقہ یا امیر معاویہ سے جنگیں ہوئیں وہ جہاد نہیں صرف قتال ہیں۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فقاتلوا التی تبغی (۹:۴۹) ۴ اس مختصر فرمان عالی میں چار چیزوں سے منع فرمایا گیا۔غنیمت میں خیانت بحالت جنگ جو مقابل کفار سے وعدہ کرلیا جائے اس کے خلاف کرنا، مقتول کافر کے ناک، کان، ہاتھ پاؤں کاٹنا یا اس کا منہ کالا کرنا، کفار کے ناسمجھ بچوں کو قتل کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں مثلہ کرنا (مقتول کی شکل بگاڑنا) منسوخ ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قبیلہ عرینہ کے مرتد ڈاکوؤں کی آنکھیں پھوڑیں وہ اس حکم سے منسوخ ہے۔بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کفار ہمارے مقتول شہداء کا مثلہ کریں تو ہم بھی اس کے جواب میں ان کا مثلہ کرسکتے ہیں مگر پہلی بات صحیح ہے اگر بحالت جنگ اتفاقاً کفار کے بچے مرجائیں تو مجاہدین گنہگار نہیں کہ ان کا ارادہ

نہ تھا۔ اور اگر بچہ کفار کا بادشاہ یا سپہ سالار ہو تو اسے قتل کر دیا جائے کہ اس سے کفر کی شوکت توڑنا ہے۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں دیکھو۔ کفار کی عورتیں و بوڑھے لوگ اگر جنگ سے علیحدہ ہوں تو انہیں قتل نہ کیا جائے اگر بادشاہ یا سپہ سالار ہو یا کفار کے مددگار کہ انہیں طریق جنگ سکھاتے ہوں، تو ضرور قتل کر دیئے جائیں ۵؎ اس میں خطاب امیر لشکر سے ہے کہ یہ کام امیر کا ہے۔ عام غازیوں کا نہیں۔ خصال جمع نصلۃ کی، خلال جمع ہے خلۃ کی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی عادت ۶؎ سبحان اللہ یہ ہے اسلامی جہاد کہ ایک دم کفار پر ٹوٹ پڑنے کی اجازت نہیں۔ جہاد میں اصل مقصود اسلام پھیلانا ہے۔ نہ کہ صرف کفار کو قتل کرنا۔ جنگ تو صرف مجبوری سے ہے۔ ۷؎ یعنی بطور مشورہ ان کو دعوت اسلام دو، کہو کہ مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اگر ان کفار تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ اسلام کو جانتے ہی نہ ہوں تو یہ حکم وجوبی ہے کہ بغیر دعوت کئے جنگ کرنا ممنوع ہے اگر پہنچ چکی ہے تو یہ امر استحبابی ہے کہ اگر بغیر دعوت دیئے بھی جنگ کی گئی تو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے دعوت بعد میں جنگ اور یہ حکم اسی وقت ہے جب یہ چیزیں ممکن ہوں۔ اگر حالات نازک ہیں، دعوت کا موقع نہیں۔ جلد حملہ نہ کرنے میں خطرہ ہے تو یہ حکم نہیں ۸؎ یعنی بلاوجہ بدگمانی نہ کرو کہ انہوں نے دھوکہ کے لئے اسلام قبول کیا ہے دل سے قبول نہیں کیا بلکہ ان کا اسلام لانا مان لو۔ اگر دھوکہ دہی کی علامات موجود ہوں تو ان کا حکم دوسرا ہے۔ ۹؎ مرقات نے فرمایا کہ ہجرت کا یہ حکم فتح مکہ سے پہلے تھا۔ فتح مکہ ہو چکنے کے بعد اب ان کفار سے ہجرت کے لئے نہ کہا جائے گا۔ چنانچہ عہد فاروقی وغیرہ میں بڑے معرکے کے جہاد ہوئے۔ لوگ مسلمان ہوئے مگر کسی کو مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہو جانے کا حکم نہ دیا گیا۔ نہ مدینہ منورہ میں اتنی جگہ ہے کہ تمام نومسلم مہاجروں کو جگہ وہاں مل سکتی ہے۔ لہذا یہ فرمان اسی زمانہ کے لحاظ سے ہے۔ ۱۰؎ زمانہ نبوی میں مہاجرین مدینہ کو فئی میں سے حصہ ملا کرتا تھا۔ خصوصاً جب وہ جہاد میں جاتے تو ان کی واپسی تک ان کے بال بچوں کو اس فئی سے خرچہ ملتا رہتا تھا۔ نیز مہاجرین کو جہاد کے لئے حسب الحکم جانا پڑتا تھا۔ یہاں یہی دو خبریں مراد ہیں۔ یعنی اگر تم مہاجرین بن کر مدینہ منورہ آ گئے تو تم کو فئی کا وہی حصہ ملا کرے گا جو مہاجرین کو ملتا ہے اور تم پر اسی طرح جہاد میں جانا لازم ہوا کرے گا جو دیگر مہاجرین پر لازم ہے۔ غیر مہاجر مسلمان جو کفار کے ملک میں رہتے ہیں ان پر اس طرح جہاد واجب نہیں۔ ۱۱؎ یعنی جیسے دوسرے غیر مہاجر مسلمانوں پر جہاد نہیں صرف نماز روزہ وغیرہ ہے ایسے ہی ان پر ہوگا انہیں مہاجرین کی رعایات نہ ملیں گی ۱۲؎ یا تو غنیمت اور فئی ہم معنی ہیں اور یہ عطف تفسیری ہے یا غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے جنگ میں لڑ کر حاصل کیا جائے اور فئی وہ مال ہے جو بغیر جنگ ہاتھ آ جائے۔ ۱۳؎ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مہاجرین کو غنیمت وفئی میں سے کچھ دیا جاتا تھا جو غیر مہاجر کو نہ ملتا تھا۔ ۱۴؎ یعنی اگر کفار اسلام قبول نہ کریں تو تم ان کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کرو بلکہ انہیں کہو کہ ہماری رعایا بن جائیں اور ہم کو جزیہ (ٹیکس) دیا کریں کہ ہم ان کی حفاظت کریں وہ ہم کو ٹیکس دیں۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں مشرکین عرب اور مجوسیوں سے ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جائے گا۔ ان کے لئے صرف اسلام ہے یا قتل۔ مرتدین سے جزیہ کسی مذہب میں نہیں اسے تو مسلمان ہی ہونا پڑے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام مالک واوزاعی کی دلیل ہے ان کے ہاں ہر کافر سے جزیہ قبول کیا جائے گا۔ اہل کتاب ہو یا مشرک یا مجوسی اور عربی ہو یا عجمی۔ امام شافعی کے ہاں اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ قبول ہوگا خواہ عربی ہوں یا عجمی۔ ہمارے اور امام شافعی کے ہاں یہ حدیث اہل کتاب کے متعلق ہے، انہیں مشرکین فرمایا گیا ہے لغت کے لحاظ سے کہ وہ مشرک ہیں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے اور شوافع کے خلاف نہیں ۱۵؎ یعنی جزیہ قبول کر کے انہیں اپنی رعایا بنا لو انہیں قتل نہ کرو کہ اداء جزیہ کے بعد ان کفار کے مال و جان مسلمانوں کے مال و جان کی طرح ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کی روایت میں ہے (مرقات) ۱۶؎ یہ وہ تیسری بات جس کا

ذکر پہلے ہوا تھا یعنی اگر کفار ایسے سرکش ہوں کہ نہ تو مسلمان بنیں نہ تمہاری اطاعت کریں۔ تب ان پر جہاد کرو ۷؎ یعنی اگر قلعہ میں گھرے ہوئے کفار خواہش کریں کہ ہم کو اللہ رسول کی ذمہ داری پر ان کی ضمانت پر قلعہ سے باہر نکال لو کہ ہماری جان و مال کے اللہ رسول ضامن و ذمہ دار ہیں۔ اگر تم نے ہم کو باہر نکال کر قتل کیا یا مال لیا تو تم ان دونوں ذاتوں کے مجرم ہو گے۔ یہاں مرقات نے ذمہ کے معنی کیئے عہد و امان۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کی ضمان اللہ رسول کی امان لینا جائز ہے بعض لوگ اپنے مسافر سے کہتے ہیں اللہ رسول کی ضمان پانچ پیروں کی امان میں جائے۔ بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا امام ضامن مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں۔ ان سب کا ماخذ یہ فرمان عالی بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی کفار کو اللہ رسول کی ضمان پر نہ اتارو بلکہ اپنی ضمان وامان پر اتارو ۸؎ یہاں دو روایتیں ہیں۔ ان الف کے فتح سے اور ان الف کے کسرہ سے۔ اور تخفروا بنا ہے اخفار سے یعنی توڑنا یا معروف ہے یا مجہول ہم نے مجہول کی روایت لی ہے یعنی اگر تم کفار کو اللہ رسول کے ذمہ پر اتارو اور وہ اتر کر اس ذمہ کو توڑ دیں تو یہ بہت برا ہے۔ اگر تمہارے ذمہ کو توڑیں تو یہ نرم ہے اور اگر تخفروا معروف ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اگر وہ لوگ بدعہدی کریں اور تم ان کی بدعہدی کی وجہ سے ان کی امان توڑو تو اللہ رسول کی امان توڑنا سخت ہے اپنی امان توڑنا سہل۔ لہذا حدیث پاک میں بدعہدی وعدہ خلافی امان توڑنے ضمان کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ خوب خیال میں رکھنا چاہیے۔ ۹؎ یعنی اگر محصور کفار تم سے کہیں کہ ہم قلعہ سے اتر آتے ہیں۔ ہم پر اللہ تعالٰی کا حکم جاری کرنا تو تم یہ قبول نہ کرو کیونکہ تم جو حکم جاری کرو گے وہ وحی سے تو ہوگا نہیں، تمہارے اپنے اجتہاد سے ہوگا۔ نہ معلوم کہ اجتہاد درست ہو یا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنے اجتہادی حکم کو یقینی طور پر اللہ رسول کا حکم نہیں کہہ سکتا۔ کیا خبر ہے کہ یہ اجتہاد درست ہے یا نہیں۔ اسی لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر ہم سے سوال کیا جائے کہ تم حق پر ہو امام شافعی تو ہم کہیں گے کہ غالبًا حق پر ہم ہی ہیں۔ مگر شاید حق پر وہ ہوں۔ اور اگر پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا معتزلہ و خوارج۔ تو ہم کہیں گے کہ یقینًا ہم ہی حق پر ہیں۔ وہ لوگ یقینًا باطل پر ہیں۔ کیونکہ امام شافعی سے اجتہادی اختلاف ہے اور ان معتزلہ و خوارج سے عقیدہ کا اختلاف ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۵۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان دنوں میں جن میں دشمن سے جنگ فرمائی ۲؎ تو یہاں تک انتظار فرمایا کہ سورج ڈھل گیا ۳؎ تو حضور لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے ملنے کی آرزو نہ کرو ۴؎ اور اللہ سے دامن کی دعاء مانگو۔ پھر جب بھڑ جاؤ تو صبر کرو ۵؎ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے ۶؎ پھر کہا اے اللہ اے کتاب کے اتارنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو بھگانے والے انہیں بھگا دے اور ان کے مقابل میں ہماری مدد فرما ۷؎ (مسلم و بخاری)

(۳۷۵۳) آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں ۸۷ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی ۲؎ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ جنگ کونسی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے۔ کفار نے مدینہ منورہ پر حملہ نہ کیا تھا۔ خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز

ہے مدافعانہ بھی اور جارحانہ طور پر بھی جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف دفاع کریں انہوں نے غلط سمجھا۔سواء احد واحزاب کے حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔۳؎ جبکہ دوپہر کی تیزی جاتی رہی نماز ظہر کا وقت آ گیا فتح و نصرت کی ہوائیں چلنے لگیں مجاہدین قیلولہ کر کے تازہ دم ہو گئے دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا' کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے۔بیچ دوپہری میں جہاد نہ کرے (مرقات وغیرہ) حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازہ رحمت کھل جاتے ہیں (اشعہ) ۴؎ یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے۔اس لئے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگر چہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب ربّ کی طرف سے آ جائے تو صبر کرو۔۵؎ یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔۶؎ تلوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر، بندوق، توپ اور ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمالی ہتھیار تلوار تھی اس لئے اس ہی کا ذکر فرمایا۔سایہ تلوار سے مراد ہے اٹھی ہوئی کھچی ہوئی تلوار خواہ ہماری تلوار ہو جو کافروں کے سر پر پڑ رہی ہو یا کفار کی تلوار ہو جو وہ ہم پر اٹھا رہے ہوں۔یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے۔گویا تلواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنت میں گیا۔خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے۔مگر شہید کی روح جسم سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔۷؎ معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعاء نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے۔یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا غَزَّابِنَا قَوْمًا لَّمْ یَکُنْ یَغْزُوْ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَ یَنْظُرَ اِلَیْھِمْ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ عَنْھُمْ وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْھِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰی خَیْبَرَ فَانْتَھَیْنَا اِلَیْھِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اِذَانًا رَکِبَ وَرَکِبْتُ خَلْفَ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَاَنَّ قَدَمِیْ لَتَمَسُّ قَدَمَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَیْنَا بِمَکَاتِلِھِمْ وَمَسَاحِیْھِمْ فَلَمَّا رَاٰہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰہِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِیْسُ فَلَجَاءُوْا اِلَی الْحِصْنِ فَلَمَّا رَاٰھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۷۵۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم پر جہاد کرتے تو حملہ نہ فرماتے حتیٰ کہ صبح پالیتے اور ان کی طرف غور کرتے ۱؎ اگر اذان سنتے تو ان سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے ۲؎ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کی طرف گئے تو ہم ان تک رات میں پہنچے ۳؎ جب سویرا ہوا اور اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے' اور میں ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا کہ میرے قدم حضور کے قدم سے چھوتے تھے ۴؎ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی زنبیلیں اور پھاوڑے لے کر نکلے ۵؎ پھر جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بولے محمد خدا کی قسم محمد اور لشکر ۶؎ پھر انہوں نے قلعہ میں پناہ لے لی ۷؎ تو جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ۸؎ جب ہم ایک قوم کے میدان میں اترے تو ڈرائے ہوؤں کا سویرا برا ہو گیا ۹؎

(مسلم بخاری) ۱۰؎

(۳۷۵۴) ۱؎ یعنی کسی قوم پر رات میں حملہ نہ کرتے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ہی عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ ممکن تھا کہ جہاں حملہ کرنا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اس لئے توقف فرماتے یہ عمل شریف امت کی تعلیم کے لئے تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے خبردار ہیں کہ کون کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا ہے۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ اذان دین کا شعار ہے۔ اس کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں اور اگر کسی جگہ کے مسلمان اذان چھوڑ دیں تو سلطان اسلام ان پر جہاد کرے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے۔ مسلمان اذان قائم کریں ۳؎ اور پہنچے اس حالت میں کہ خیبر والے ہماری اس آمد سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان غازیوں کو بلند آواز سے تکبیر کہنے تک سے روک دیا تھا۔ تاکہ کسی طرح خیبر والوں کو ان کی آمد کا پتا نہ چل جائے۔ مقصد یہ تھا کہ خونریزی کے بغیر فتح ہو جائے۔ ۴؎ اس طرح کہ میں اور میرے سوتیلے والد ابوطلحہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تھے مگر یہ دونوں اس قدر ملے ملے چل رہے تھے کہ ہر پاؤں کو حضور کی قدم بوسی نصیب ہو جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک گھوڑے پر یہ تین حضرات سوار تھے۔ حضرت انس اور ابوطلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا ہے۔ ۵؎ مکاتل جمع ہے مکتل کی بمعنی زنبیل (ٹوکری) اتنی بڑی کہ جس میں پندرہ صاع چیز آ جائے۔ ایک صاع ساڑھے چار سیر کا (اشعہ) مساحی جمع ہے مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑا' یہ سحو سے بنا بمعنی کھولنا چونکہ پھاوڑے کے ذریعے زمین سے مٹی ہٹا کر زمین کھولی جاتی ہے۔ اس لئے مسحاۃ کہتے ہیں۔ یعنی زمین کھولنے کا آلہ۔ مقصد یہ ہے کہ اہل خیبر ہمارے حملہ سے ایسے بے خبر تھے کہ وہ صبح کو کھیتی باڑی اور باغبانی کے اوزار لے کر اپنے کھیتوں اور باغوں کی طرف نکلے۔ راہ میں انہوں نے ہم کو دیکھا تو دنگ رہ گئے ۶؎ یعنی محمد رسول اللہ اور لشکر اسلام پہنچ گئے۔ حیرت سے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ خیال رہے کہ لشکر کو خمیس یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ مقدمہ' ساقہ' میمنہ' میسرہ' قلب یا اس لئے کہ غنیمت کے پانچ حصے ہو کر خمس یعنی پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہوتا تھا اور چار حصے فوج کے خمیس کے معنی ہیں خمس یعنی پانچ والی ۷؎ خیبر میں اب تک پانچ بلکہ سات قلعے ہیں۔ ایک قلعہ بہت بڑا یہاں یا تو جنس قلعہ مراد ہے یا بڑا قلعہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ فقیر نے وہ قلعہ دیکھا ہے۔ بہت اونچا اور بہت ہی مضبوط ہے پہاڑی سا معلوم ہوتا ہے۔ بہت چوڑی دیواریں ہیں اور گرد خندق ہے جو اب تک دیکھنے میں آتی ہے۔ ۸؎ یہ جملہ خبر ہے یا دعا یعنی کفار سے خالی ہوگیا یا خالی ہو جائے رب تعالٰی نے یہ فرمان سچا کر دکھایا۔ اب تک وہاں کفار نہ پہنچ سکے ہیں ۹؎ یہ فرمان عالی اس آیت کریمہ سے اقتباس ہے: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (۳۷،۱۷۷) پھر جب اُترے گا ان کے آنگن میں تو ڈرائے گئیوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی (کنزالایمان) یعنی ہمارا ان پر ٹوٹ پڑنا ان پر عذاب الٰہی ہے کہ ہمارے آتے ہی ان کا سویرا بگڑ گیا۔ یعنی ان کا حال خراب ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا دشمن پر حملہ کے وقت نعرہ تکبیر سنت ہے اور قرآن کریم سے اقتباس صحیح طور پر جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ۱۰؎ یہ حدیث ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے بھی روایت کی۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُّ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلِ الْقِتَالَ اَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَ تَحْضُرَ الصَّلٰوةُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۵۵) روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حاضر ہوا ۲؎ تو جب حضور اول دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتٰی کہ ہوائیں چلتیں اور وقت نماز آ جاتا ۳؎ (بخاری)

(۳۷۵۵)۱؎ آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزنی ہیں۔سوید ابن مقرن کے بھائی حضرت سوید فتح کے دن قبیلہ مزنیہ کے علمبردار تھے۔آپ نے اپنے سات بھائیوں اور چارسو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی۔پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے۔وہاں ہی ۲۱ھ میں فوت ہوئے۔رضی اللہ عنہ۲؎ جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں۔۳؎ ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا واؤ ی سے بدل گیا تھا۔اس لئے جمع ارواح آئی۔ اریاح بھی آتی ہے مگر بہت کم' ریاح اور ارواح بہت زیادہ جمع ارواح یا اراح ہے۔چونکہ بیچ دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں۔اس لئے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے۔سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہو جاتی ہے۔نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں۔غازیوں کے لئے دعائیں شروع ہو جاتی ہیں۔دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے۔قدرے ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے۔اس لئے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے(مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَالَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۵۶) روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۱؎ تو آپ اگر شروع دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتی کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چل پڑتیں اور نصرت و فتح اترتی۲؎(ابوداود)

(۳۷۵۶)۱؎ بہت سے جہادوں میں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔۲؎ اس طرح کہ مسلمان بعد نماز ظہر غازیوں کے لئے دعائیں مسجدوں میں کرتے ہوتے اور ادھر غازی لوگ میدان میں جہاد کرتے گویا جہاد مسلمانوں کی دعاؤں کے سایہ میں ہوتے تھے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ فَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ فَاِذَازَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتّٰى الْعَصْرِ ثُمَّ اَمْسَكَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلَ قَالَ قَتَادَةُ كَانَ يُقَالُ عِنْدَ ذٰلِكَ تَهِيْجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُوا الْمُؤْمِنُوْنَ لِجُيُوْشِهِمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۷۵۷) روایت ہے حضرت قتادہ سے وہ نعمان ابن مقرن سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو فجر طلوع ہوتی تو آپ رک جاتے حتی کہ سورج طلوع ہو جاتا۱؎ پھر جب سورج طلوع ہوتا تو جنگ کرتے پھر جب نصف دن ہو جاتا تو رک جاتے۲؎ حتی کہ سورج ڈھل جاتا پھر جب ڈھل جاتا تو جہاد کرتے عصر تک پھر ٹھہر جاتے حتی کہ عصر پڑھ لیتے پھر جہاد کرتے قتادہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے۳؎ کہ اس وقت فتح و نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں اپنے لشکروں کے لئے دعائیں کرتے۴؎(ترمذی)

(۳۷۵۷)۱؎ آفتاب نکلنے تک کا انتظار اس لئے ہوتا تھا کہ نماز فجر سے اطمینان کے ساتھ فراغت ہو جائے اور بعد نماز ورد و وظیفے اور پھر نماز چاشت سے فارغ ہو جاتے تھے ہمیشہ ہی نماز... ذکر اللہ کی پابندی جاری ہے مگر جہاد میں بہت زیادہ چاہئے' ثابت قدمی اور

ذکر اللہ یہ دو ایسے ہتھیار ہیں جو کفار کے پاس نہیں رب فرماتا ہے: اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا (۴۵،۸) جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو (کنز الایمان) ۲؎ یہاں نصف دن سے مراد شرعی دن کا آدھا ہے جسے ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔اس وقت سے سورج ڈھلنے تک کافی وقفہ مل جاتا ہے۔جس میں غازی آرام کرکے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔کیونکہ نجومی کہتے ہیں کہ دن کے آدھے اور سورج ڈھلنے میں وقفہ بہت کم ہوتا ہے۳؎ یعنی عام صحابہ اور عام مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس وقت جنگ کرنے میں یہ حکمتیں ہیں اور یہ شہرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی بنا پر ہے۔آزمائش ہے کہ جو بات مشہور ہوا اس کی اصل ضرور ہوتی ہے۔۴؎ بعد فجر بعد ظہر تو عموماً دعائیں ہوتی ہیں۔مگر بعد عصر میں یہ خصوصیت ہے کہ بہت سے انبیاء کرام نے اس وقت جہاد میں فتح پائی ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ ایک نبی جہاد فرمارہے تھے۔شہر قریب فتح تھا کہ سورج ڈوبنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے سورج تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔خدایا اسے روک دے۔چنانچہ سورج روک دیا گیا۔جب انہوں نے شہر فتح فرمایا تب سورج ڈوبا (مرقات)

وَعَنۡ عِصَامِ الۡمُزَنِيِّ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِيۡ سَرِيَّةٍ فَقَالَ اِذَا رَاَيۡتُمۡ مَسۡجِدًا اَوۡ سَمِعۡتُمۡ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقۡتُلُوۡا اَحَدًا (رَوَاهُ التِّرۡمِذِيُّ وَ اَبُوۡدَاوٗدَ)

(۳۷۵۸) روایت ہے حضرت عصام مزنی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو فرمایا جب تم مسجد دیکھو یا موذن کی سنو تو کسی کو قتل نہ کرو ۱؎ (ترمذی،ابوداؤد)

(۳۷۵۸) ۱؎ یعنی جب تم کسی بستی میں قولی یا فعلی علامت اسلام دیکھو تو اندھا دھند وہاں قتال نہ کرو۔بلکہ مسلمان و کافر کی چھانٹ سے کرو کہ کوشش کرو کہ صرف کفار تمہاری تلوار سے مارے جائیں۔مسلمان زد میں نہ آئیں (مرقات) لہذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر حربی کفار کے ملک میں کوئی مسجد ہو تو ان پر جہاد ہی نہ ہو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں حملہ کیا وہاں قتال بھی ہوا حالانکہ وہاں تو کعبہ شریف موجود تھا لہذا احدا سے مراد ہے کوئی مسلمان۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنۡ اَبِيۡ وَآئِلٍ قَالَ كَتَبَ خَالِدُ بۡنُ الۡوَلِيۡدِ اِلٰى اَهۡلِ فَارِسَ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ مِنۡ خَالِدِ بۡنِ الۡوَلِيۡدِ اِلٰى رُسۡتَمَ وَمِهۡرَانَ فِيۡ مَلَاءِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّا نَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى الۡاِسۡلَامِ فَاِنۡ اَبَيۡتُمۡ فَاَعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَدٍ وَّاَنۡتُمۡ صَاغِرُوۡنَ فَاِنۡ اَبَيۡتُمۡ فَاِنَّ مَعِيَ قَوۡمًا يُحِبُّوۡنَ الۡقَتۡلَ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَا يُحِبُّ فَارِسُ الۡخَمۡرَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى . (رَوَاهُ فِيۡ شَرۡحِ السُّنَّةِ)

(۳۷۵۹) روایت ہے حضرت ابووائل سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد ابن ولید نے ۲؎ فارس والوں کو لکھا ۳؎ میں شروع کرتا ہوں مہربان رحم والے اللہ کے نام سے یہ خط ہے خالد ابن ولید کی طرف سے رستم اور مہران کی طرف جو فارس کی جماعت میں ہیں ۴؎ اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر تم نہ مانو تو جزیہ اپنے ہاتھ سے دو حالانکہ تم ذلیل ہو ۵؎ پھر اگر تم نہ مانو تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے ہیں ۶؎ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۷؎ (شرح سنہ)

(۳۷۵۹)؎ آپ کا نام شفیق ابن ابی سلمہ ہے اسدی کوفی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے۔حضور کی بعثت کے وقت دس سال کے تھے جلیل القدر صحابہ سے ملاقات ہے جن میں حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود بھی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں سے ہیں۔حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی بڑے ثقہ بزرگ ہیں۔آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔؎ آپ مشہور صحابی ہیں قرشی مخزومی ہیں۔زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں حضرت ام المومنین میمونہ کی بہن ۲۱ھ میں وفات ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا' ایک بار زہر ہتھیلی پر رکھ کر کھالیا۔کوئی اثر نہ ہوا۔ایک بار کوئی شخص شراب سے بھری ہوئی مشک لئے جارہا تھا فرمایا الٰہی اسے شہد بنادے۔وہ شہد ہوگئی (مرقات) آپ کا مزار پر انوار دمشق و حلب کے درمیان شہر حمص میں ہے۔یہ گنہگار قریب مزار تک پہنچا ہے۔؎ غالبًا یہ خط خلافت فاروقی میں روانہ کیا جبکہ ایران پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا تھا۔خیال رہے کہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہوا۔؎ ملاء جماعت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ جگہ کو بھر دیتی ہے اور سرداروں کو بھی کیونکہ ان کی ہیبت سے لوگوں کے دل بھرے ہوتے ہیں۔ملا کے معنی ہیں بھرنا خلاء کے مقابل یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔جماعت اور سرداران یعنی یہ خط اس جماعت یا ان سرداروں کی طرف ہے جن میں رستم اور مہران شامل ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ دعوت اسلام صرف بادشاہ کو بھی دی جائے کفار کے سرداروں کو بھی اور عام لوگوں کو بھی کیونکہ رستم اور مہران فارس کے بادشاہ نہ تھے قوم کے سردار تھے۔؎ یعنی بہتر تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہوکر دونوں جہاں کی عزت و عظمت حاصل کرلو ورنہ تم کو جزیہ دینے کی ذلت اختیار کرنا پڑے گی۔جزیہ دینا خود ایک ذلت ہے۔یہ عبارت قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے: حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ (۹،۲۹) جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر (کنزالایمان) اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ ذمی کفار خواہ کتنے بڑے امیر ہوں مگر اپنا جزیہ (ٹیکس) حاکم اسلام کے سامنے خود لے کر حاضر ہوں۔اپنے نوکر وغیرہ کے ہاتھ نہیں بھیج سکتے کیونکہ آیت کریمہ میں عن ید ارشاد ہوا۔؎ یعنی اگر تم جزیہ بھی قبول نہیں کرتے اور ہماری رعایا بھی نہیں بنتے تو پھر ہماری تمہاری جنگ ہے مگر اس جنگ کا انجام سوچ لو۔تم کو شراب کے عارضی نشہ سے الفت ہے۔ہمارے مجاہدوں کو عشق الٰہی کے دائمی نشہ سے محبت تم شراب پی کر لڑتے ہو۔ہم نشہ عشق الٰہی میں مخمور ہوکر صرف ربّ کے لئے لڑتے ہیں عارضی چیز اصل کے مقابل نہیں ٹھہر سکتی۔؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی سے بے خبری میں نہیں لڑتے بلکہ پہلے اسے خبردار کرتے پھر ہتھیار اٹھاتے ہیں۔یہ حکم بے خبر کفار کے لئے ہے۔جنہیں ابھی دعوت اسلام نہ پہنچی ہو بلکہ باخبر کفار کے ایمان کی اگر امید ہو تو انہیں خبر دے دینا مستحب ہے۔فارسیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام دے چکے تھے۔اب یہ دعوت دینا مستحب تھا۔یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی جنگ ملک گیری یا مال حاصل کرنے کو نہیں ہوتی۔صرف رضا الٰہی اور تبلیغ اسلام کے لئے ہوتی ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا جائے۔انہیں وہ سلام کیا جائے جو یہاں مذکور ہے۔قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے۔

بَابُ الْقِتَالِ فِی الْجِهَادِ — باب جہاد میں قتل

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ جہاد، قتال، غزوہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ جہاد بنا ہے جہد سے بمعنی مشقت اور صرف طاقت غزوہ بنا ہے غزو سے بمعنی باہر نکلنا اور جنگ کے لئے روانگی قتال بمعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا اس باب میں اللہ کی راہ میں کفار سے لڑنے کے فضائل اور غازی کے ثواب کی احادیث مذکور ہوں گی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۶۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احد کے دن عرض کیا فرمایئے کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں میں کہاں ہوں گا فرمایا جنت میں۱؎ تو اس نے اپنے ہاتھ میں سے چھوارے پھینک دیئے۲؎ پھر جنگ کی حتی کہ قتل کر دیا گیا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۶۰) ۱؎ یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لئے ہے۔ **معلوم ہوتا ہے** کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی۔ شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ جواب عطا ہوا۔ معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ ۲؎ یعنی وہ سائل چھوارے کھا رہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے شوق میں چھوارے پھینک دیئے اسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی، ۳؎ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوۂ احد کا ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ يَعْنِيْ غَزْوَةَ تَبُوْكَ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاهَبُّوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۶۱) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ارادہ فرماتے تھے کسی جہاد کا مگر آپ اس کی دوسری طرف کا توریہ فرماتے تھے۱؎ حتی کہ یہ جہاد یعنی غزوہ تبوک ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں جہاد کیا اور دور دراز سفر کا رخ فرمایا اور بڑے جنگل بہت دشمنوں پر رخ کیا۲؎ لہذا مسلمانوں کے لئے ان کا معاملہ کھول دیا تاکہ وہ اپنے جہاد کی تیاری کر لیں چنانچہ آپ نے ان سب کو اس طرف کی خبر دیدی جدھر کا ارادہ تھا۳؎ (بخاری)

(۳۷۶۱) ۱؎ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے سوا غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں حاضر رہے۔ حضور کے نعت گو شعرا میں سے ایک ہیں۔ آپ ان تین صحابہ میں سے ہیں جن کا غزوہ تبوک کے موقع پر بائیکاٹ کیا گیا۔ اور پھر عرش اعظم سے

جن کی قبولیت توبہ کا سورہ توبہ میں اعلان ہوا۔آخر عمر شریف میں نابینا ہو گئے تھے ستتر سال عمر ہوئی ۵۰ ھ پچاس ہجری میں وفات ہوئی۔۲؎ یعنی علامات سے ظاہر فرماتے تھے کہ اس طرف حملہ کرنا ہے جیسے اس جانب کے حالات دریافت کرنا' ادھر کے گاؤں شہر کے نام پوچھنا تا کہ اگر کوئی جاسوسی کرے تو اس طرف والوں کو جنگ کی خبر دے اور جدھر حملہ کرنا ہے ادھر کے لوگ بے خبر رہیں اور بے خبری میں ان پر حملہ ہو جائے۔تاکہ جلد فتح ہو جائے اور خونریزی کم سے کم ہو۔اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس طرف کی خبر نہ دیتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے۔یہ طریقہ ہماری جنگی تدبیر تھی۔اب بھی اس پر عمل چاہئے۔شعر:

سکندر کہ باشرقیاں حرب داشت   درخیمہ گویند درغرب داشت

دشمن کو اپنے ارادے پر خبردار نہ ہونے دینا اچانک حملہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے۳؎ تبوک مدینہ منورہ سے چودہ منزل پر واقع ہے اردن کے قریب ہے۔اب خیبر سے جو ہوائی جہاز عمان جاتا ہے وہ تبوک سے گزرتا ہے۔فقیر نے اس ہوائی جہاز سے سفر کیا ہے۔اشعہ میں فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔۳؎ یعنی غزوہ تبوک میں اپنا ارادہ ظاہر فرما دینا غازیوں کی تیاری کے لئے تھا کہ غازی دراز سفر کا سامان کرلیں۔اس زمانہ میں غزوہ کا زیادہ سامان خود غازی اپنے خرچ سے کرتے تھے۔اب تمام تیاری حکومت کرتی ہے اس لئے فوج کو آخر وقت تک خبر نہیں ہوتی۔کہ ہم کہاں جارہے ہیں۔صرف کمانڈر یا کرنل وغیرہ مطلع ہوتے ہیں۔اس غزوہ کا ذکر قرآن کریم میں بہت زیادہ ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۶۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لڑائی دھوکا ہے۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۶۲) ۱؎ خدعہ خ کے فتحہ یا پیش کے' کسرہ سے بھی آتا ہے مگر کم یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے۔اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے۔تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آئے۔پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے۔یہ ہے دھوکہ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکروفریب نہیں۔اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً متواتر ہے کہ اسے احمد' ابوداؤد' ترمذی اور مسلم بخاری' ابن ماجہ' بزار' طبرانی' ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ مَعَهٗ اِذَا غَزَا يَسْقِيْنَ الْمَآءَ وَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۶۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم۱؎ اور کچھ انصاری بیبیوں کو لے کر جہاد فرماتے تھے جب جہاد کرتے تھے تو یہ بیبیاں پانی پلاتی تھیں زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں۲؎ (مسلم)

(۳۷۶۳) ۱؎ آپ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔میم کے کسرہ سے آپ کے نام میں اختلاف ہے پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں انہیں سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل ہو جانے کے بعد بیوہ ہو گئیں اور مسلمان ہو گئیں۔ابوطلحہ نے آپ کو اپنے سے نکاح کر لینے کا پیغام دیا۔آپ بولیں کہ میں مسلمان ہوں تم مشرک نکاح کیسا۔اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے مہر بھی نہیں مانگتی۔تمہارا اسلام ہی میرا

مہر ہوگا اور میں تم سے نکاح کرلوں گی۔حضرت ابوطلحہ کے مسلمان ہو جانے پر آپ ان کے نکاح میں آئیں۔ بڑی جلیل الشان صحابیہ ہیں۔ آپ کا نام رمامہ یا ملیکہ یا غمیصہ یا رمیصاء ہے۔ ۲؎ یعنی زخمی مجاہدوں کو پانی پلانا اور دوا دارو کرنا ان کی روٹی وغیرہ پکانا ان بیبیوں کا کام تھا یا تو اپنے خاوندوں کی خدمت کرتی تھیں یا اپنے دوسرے محرم رشتہ داروں کی اور اگر اجنبی غازیوں کی یہ خدمت کرتی تھیں تو باپردہ رہ کر بغیر ان کے جسموں کو ہاتھ لگائے، فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر عورتوں کو جہاد میں لے جانے کی ضرورت پڑے تو بوڑھی عورتوں کو لے جایا جائے۔ اگر جوانوں کی ضرورت درپیش ہو تو لونڈیوں کو لے جایا جائے۔مگر ان سے جنگ نہ کرائی جائے کہ اس میں مسلمانوں کی ذلت ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پڑ جائے تو قتال بھی کرسکتی ہیں۔ جیسے غزوہ حنین میں خود ام سلیم نے جنگ کی ہے (مرقات) ضروریات کا حکم اور ہے غرضکہ عورتوں کو جہاد میں جانا یا ان سے جنگ کرانا سخت ضرورت کے وقت ہے۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ اَخْلُفُهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ فَاَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَاُدَاوِی الْجَرْحٰى وَاَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۶۴) روایت ہے حضرت ام عطیہ سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جہاد کیئے میں غازیوں کی منزلوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی ان کا کھانا پکاتی تھی زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھی ۲؎ اور بیماروں کا انتظام کرتی تھی ۳؎ (مسلم)

(۳۷۶۴) ۱؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں آپ بہت زیادہ گئی ہیں۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ آپ جنگ نہ کرتی تھیں بلکہ غازیوں کی یہ خدمات انجام دیتی تھیں اس تفصیل سے جو ابھی گزری کہ کھانا عام غازیوں کے لئے پکاتی تھیں۔مگر دوا مرہم پٹی اپنے محرم رشتہ داروں کی کرتی تھیں یا عام غازیوں کی مگر پردہ کے ساتھ بغیر انہیں ہاتھ لگائے۔غرضکہ اس حدیث کو اس زمانہ کی بے پردگی آوارگی اور عورتوں کی آزادی پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ ۳؎ یہ عورتوں کا جہادوں میں جانا سخت ضرورت کے وقت تھا۔لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (۳۳٬۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو (کنزالایمان)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۶۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۶۵) ۱؎ یہ ہے مسلمانوں کا جہاد، حضرت ابوبکر صدیق نے جب یزید ابن ابوسفیان کو شام کے جہاد پر بھیجا تو فرمایا کہ کفار کے بچوں عورتوں بڈھوں، راہبوں (جوگیوں) وغیرہم کو قتل نہ کرنا، صرف انہیں قتل کرنا جو تم سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آئیں (مرقات) مگر خیال رہے کہ اگر راہب جوگی یا بڈھے یا عورتیں کفار کو جنگ میں مدد دے رہے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔کہ اب وہ مقاتل ہیں۔اس کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔اب لڑائیوں میں پہلے بے قصور عورتیں بچے ہی بم باری سے ہلاک ہوتے ہیں۔ جنگ صرف میدان جنگ میں ہوتی ہے۔

وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَآئِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ

(۳۷۶۶) روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے گھر والوں کے متعلق پوچھا گیا جن پر شبخون مارا جائے تو ان کی عورتیں اور بچے بھی قتل ہو

هُمْ مِنْهُمْ وَ فِي رِوَايَةٍ هُمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائیں فرمایا وہ سب ان سے ہی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے باپوں سے ہیں۲(مسلم)

(۳۷۶۶)۱؎ آپ لیثی ہیں ودان اور ابواء میں رہتے تھے۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں وفات پائی ۲؎ یعنی شب خون مارنا رات کے اندھیرے میں کفار پر حملہ کر دینا جائز ہے مگر اس وقت جوان کافروں کے مارنے کی نیت کرو عورتیں بچے اگر اندھیرے میں تمہارے ارادہ کے بغیر مارے جائیں تو تم پر گناہ نہیں کہ وہ بھی کفار کے حکم میں ہیں۔ بہر حال کفار کے عورتوں بچوں کو قتل کی ممانعت ارادۂ قتل سے تھی۔ یہاں اجازت بغیر ارادہ قتل کی ہے لہٰذا ان احکام میں تعارض نہیں۔ جیسے کفار کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر اس شب خون مارنے میں وہ بھی قتل ہو جائیں۔ یا کفار مسلمان بچوں یا مسلمانوں کو اپنے آگے رکھ لیں تو ان پر تیراندازی' گولہ باری جائز ہے۔ مگر کفار کو قتل کرنے کی نیت سے کی جائے۔ اگرچہ وہ مسلمان بھی اس سے ہلاک ہو جائیں۔ کیونکہ مجاہدین ان وجوہ سے جہاد نہ کریں تو اسلام کی بقا کیونکر ہوگی۔ اس کی مفصل بحث فتح القدیر اور مرقات میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخَلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَحَرَّقَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانٌ وَّهَانَ عَلٰى سُرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرٌ وَّفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۶۷) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درخت کٹوائے اور جلوا دیئے۱؎ اس کے متعلق حضرت حسان کہتے ہیں ۲؎ بنی لوی کے سرداروں پر وہ آگ آسان ہوگئی جو بویرہ میں پھیل گئی ۳؎ اور اسی کے بارے میں یہ آیت اتری کہ تم نے جو درخت کھجور کے کاٹ ڈالے اور جو ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے وہ اللہ کے حکم سے ہے ۴؎ (بخاری مسلم)

(۳۷۶۷)۱؎ بنی قریظہ اور بنی نضیر یہود مدینہ کے دو قبیلے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ فرمایا تھا۔ مگر انہوں نے بدعہدی کی ان کی بدعہدی کی وجہ سے غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اس غزوہ سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محلوں کا محاصرہ فرمالیا۔ وہ لوگ اپنے محلوں قلعوں میں گھس کر بیٹھ رہے تھے۔ آخر کار قلعوں سے اترے۔ بنی قریظہ قتل کیے گئے اور بنی نضیر جلاوطن کر دیئے گئے حضور انور نے بنی نضیر کے نخلستان یا تو اس لئے اجاڑ دیئے کہ ان کے مکانات ان باغوں میں گرے ہوئے تھے۔ راستہ صاف کرنے کو یہ اجاڑے گئے۔ یا اس لئے کہ وہ لوگ اپنے یہ باغ اجڑتے دیکھ کر گھبرا کر باہر نکلیں اور گرفتار کر لئے جائیں۔ اس کا پورا واقعہ قرآن مجید سورہ احزاب شریف میں مذکور ہے۔ ۲؎ حضرت حسان کے پورے حالات ہم مرأۃ جلد اول میں لکھ چکے ہیں کہ آپ حضور کے شاعر اور نعت خوان صحابی ہیں۔ آپ' آپ کے والد' آپ کے دادا' آپ کے پردادا تمام کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں۔ سوائے آپ کے کسی میں عمروں کا یہ اجتماع نہ ہوا ۳؎ بویرہ تصغیر ہے بور کی' بور بنی نضیر کے اس باغ کا نام تھا جو اجاڑا گیا۔ سراۃ جمع ہے سری کی بمعنی سردار۔ سری بنا ہے سروۃ سے بمعنی سرداری۔ لوی لام کے پیش واؤ کے فتحہ سے قریش کے اجداد میں سے ایک دادا کا نام ہے یعنی قریش پر یہ سخت آگ آسان ہوگئی۔ کہ انہوں نے بہ آسانی اس باغ کو جلتے ہوئے دیکھ لیا یا سن لیا۔ اور کچھ نہ کر سکے۔ حالانکہ عربوں کو کھجوروں کے باغ بڑے پیارے ہیں۔ وہ ان کا جل جانا' کٹ جانا کسی طرح گوارہ نہیں کرتے۔ مگر اس وقت بے بس تھے کچھ نہ کر سکے ۳؎ اس باغ کے اجاڑنے پر بعض کفار بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فساد سے منع فرماتے ہیں اور خود ہی فساد کی اجازت دیتے ہیں۔ باغ اجاڑنے سے بڑھ

کر فساد کون سا ہوسکتا ہے۔ تب ان کے جواب میں یہ آیۃ کریمہ اتری۔ جس میں فرمایا کہ میرے محبوب اور ان کے صحابہ نے یہ جو کچھ کیا ہمارے حکم سے کیا ہم ان کے اس عمل سے راضی اور خوش ہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے کرم خداوندی حضور کے صحابہ پر کہ کام ہے صحابہ کا' نام ہے ربّ کا۔ شعر:

سنگریزہ می زند دست جناب مارمیت ازرمیت آید خطاب
تاابد گر شرح ایں مفصل کنم جز تحیرؔ ہیچ نہ بود حاصلم

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے باغوں' مکانوں کا اجاڑ دینا جائز ہے' جب ان میں مصلحت ہو کہ اس کے بغیر فتح نہ ہو سکے۔ اگر اس کے بغیر فتح ممکن ہو تو یہ کام ہرگز نہ کئے جائیں کہ بعد فتح یہ سب چیزیں مسلمانوں کی ملک ہوں گی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَوْنٍ اَنَّ نَافِعًا كَتَبَ اِلَيْهِ يُخْبِرُهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ غَارِّيْنَ فِيْ نَعَمِهِمْ بِالْمُرَيْسِيْعِ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَ سَبَى الذُّرِّيَّةَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عون سے[۱] کہ نافع نے انہیں خبر دیتے ہوئے لکھا کہ حضرت ابن عمر نے انہیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر حملہ فرمایا جب کہ وہ مقام مریسیع میں اپنے جانوروں میں مشغول و غافل تھے[۲] تو لڑنے والوں کو قید کیا اور بچوں کو قتل کیا[۳] (مسلم بخاری)

(۳۷۶۸)[۱] آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں عالم ہیں آپ کے والد کا نام یا عون ہے نون سے یا عوف ہے ف سے نون سے عون زیادہ مشہور ہے۔[۲] بنی مصطلق قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان ہے۔ مریسیع مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عون نے جناب نافع سے پوچھا تھا کہ کیا جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا واجب ہے یا ان پر اچانک حملہ کر دینا بھی جائز ہے جب کہ وہ بالکل بے خبر ہوں۔ تب حضرت نافع نے یہ حدیث انہیں لکھ بھیجی جس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اول اسلام میں جہاد سے پہلے تبلیغ واجب تھی' پھر یہ حکم نہ رہا۔ دیکھو حضور انور نے بنی مصطلق پر اچانک حملہ فرمایا۔ اس غزوہ میں حضرت جویریہ بنت حارث گرفتار ہو کر آئیں جنہیں آزاد فرما کر حضور نے ان سے نکاح کیا۔ رضی اللہ عنہا۔[۳] یعنی مجبور و معذور و بے قصور بچوں' بوڑھوں' دیوانوں' بے بس عورتوں وغیرہم کو قیدی بنا لیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غافل کفار پر اچانک حملہ کر دینا جائز ہے ان کا مال غنیمت لوٹنا ان کے جوان جنگجو لوگوں کو قتل کرنا' ان کے بچوں عورتوں کو لونڈی غلام بنانا جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ حَدِيْثُ سَعْدٍ هَلْ تُنْصَرُوْنَ سَنَذْكُرُ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَ حَدِيْثُ الْبَرَآءِ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا فِيْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ اِنْ شَاءَ

(۳۷۶۹) روایت ہے حضرت ابی اسید سے[۱] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا[۲] جب کہ ہم نے قریش کے مقابل صفیں باندھیں[۳] اور انہوں نے ہمارے مقابل صف آرائی کی کہ جب تم سے قریب ہوں تو تیر لو[۴] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ تم سے قریب ہوں تو انہیں تیر مارو اور اپنے تیر باقی رکھو[۵] (بخاری) اور حضرت سعد کی حدیث ہل تنصرون الخ باب فضل الفقراء میں ہم بیان کریں گے اور حضرت براء کی حدیث بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی۔ الخ (انشاءاللہ) باب المعجزات میں ہم بیان کریں گے۔[۶]

(۳۷۶۹)[۱] آپ مالک ابن ربیعہ انصاری ساعدی ہیں (اشعہ) تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ اٹھہتر سال کی عمر پائی ۶۰ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے بہت حضرات نے احادیث نقل کیں۔[۲] یعنی جب کفار قریش تم سے اتنے قریب ہو جائیں کہ تمہارے تیر ان تک پہنچ سکیں تو تیر استعمال کرو۔ بہت دور ہوں تو استعمال نہ کرنا کہ اس میں تیر ضائع ہو جائیں گے۔ سہم درمیانی تیر کو کہتے ہیں۔ بہت لمبے تیر کو نشاب کہا جاتا ہے کثب کے معنی ہیں قرب (مرقات واشعہ)[۳] یعنی سارے تیر استعمال کر کے خود خالی نہ ہو جاؤ کہ کیا خبر کب تیروں کی ضرورت پڑ جائے۔ اب بھی لڑائیوں میں ان دو قوانین پر عمل ہوتا ہے کہ دشمن زد میں ہو جائے تب گولہ باری کی جاتی ہے اور سارے گولے خرچ نہیں کر دیئے جاتے۔ سامان جنگ محفوظ رکھا جاتا ہے[۴] یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں۔ ہم مناسبت کا خیال کرتے ہوئے پہلی حدیث تو باب الفقراء میں بیان کریں گے اور دوسری حدیث باب المعجزات میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَبَّانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَیْلًا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۷۷۰) روایت ہے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے فرماتے ہیں کہ بدر میں رات کے وقت ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا[۱] (ترمذی)

(۳۷۷۰)[۱] جب صبح کو جنگ بدر ہونے والی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہم لوگوں کو مقامات پر مقرر کیا۔ سامان جنگ استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا، ترتیب دیا غرضکہ جنگی ضروریات پر ہم کو واقف فرمایا، عباء کے معنی ہیں لشکر جمع کرنا اور لشکر کو تیار کرنا۔

وَعَنِ الْمُهَلَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ بَیَّتَکُمُ الْعَدُوُّ فَلْیَکُنْ شِعَارُکُمْ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۷۱) روایت ہے حضرت مہلب سے[۱] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تمہارا نشان[۲] حم لاینصرون[۳] ترمذی، ابوداؤد

(۳۷۷۱)[۱] مہلب میم کے پیش لام کے شد سے آپ مہلب ابن صفرہ ازدی ہیں تابعی ہیں۔ فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے۔ عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۸۳ھ ہجری میں علاقہ خراسان میں مقام مرو میں انتقال ہوا۔ بصرہ میں قیام رہا۔ خوارج سے آپ کی بہت لڑائیاں ہوئیں۔ حضرت سمرہ اور ابن عمر سے ملاقات ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔ کیونکہ اس میں صحابی سے روایت نہیں تابعی نے کہا کہ حضور نے یہ فرمایا[۲] شعار بنا ہے شعر سے، اسی سے ہے شعور بمعنی پہچان، علامت، نشان، شب خون مارتے وقت اندھیرے کی وجہ سے اپنے پرائے کی پہچان نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم بھی اور دشمن کی فوج بھی اپنے اپنے لئے کوئی، نشان مقرر کر لیتے تھے۔ تاکہ ہمارے ہاتھوں اپنا ہی آدمی دھوکے سے نہ مارا جائے۔ وہ نشان کچھ الفاظ مقرر ہوتے تھے جسے لڑتے وقت بولتے جاتے تھے ان الفاظ کو شعار اس زمانہ میں (کوڈ ورڈ) کہتے تھے۔ یہ تعلیم غزوہ خندق کے موقع پر ہوئی تھی۔ (مرقات)[۳] حم آیت قرانیہ ہے جو بعض سورتوں کے اول میں ہے یا اللہ تعالٰی کا نام ہے لاینصرون دعائیہ کلمہ ہے۔ یعنی حم کی برکت سے کفار بے مددگار رہیں یا اے الہ العالمین کفار کو بے یار کر دے ہم کو ان پر فتح نصیب فرما اے اللہ حم والی سورتوں کے صدقہ سے کفار کو بے مددگار بنا دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حم والی سورتیں بہت شاندار ہیں۔

خیال رہے کہ حم میں دو حرف ہیں ح اور میم۔ ح ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں ح ہے جیسے حمید' حسنان' حکیم' حنان' حی اور میم سے ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے۔ جیسے مجید' منان مالک ملک' مقتدر' مومن' مہیمن وغیرہ۔ اس حم سے ان تمام اسماء الٰہیہ کی توسل سے دعا ہوگئی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر مہاجرین کا شعار یا خیل اللہ تھا تو یہ شعار انصار کا ہوگا (مرقات)

وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ عَبْدُاللّٰهِ وَ شِعَارُ الْاَنْصَارِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۷۲) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ مہاجرین کا نشان عبداللہ اور انصار کا نشان عبدالرحمٰن تھا[۱] (ابوداؤد)

(۳۷۷۲)[۱] یہ واقعہ کسی اور جہاد میں ہے۔ علاوہ غزوہ خندق کے' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ علیحدہ علیحدہ شعار الگ الگ جماعتوں کی پہچان کے لئے ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مہاجرین افضل ہیں حضرات انصار سے کہ ان کا شعار عبداللہ ہوا جس میں رب تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور انصار کا اشعار عبدالرحمٰن ہے جس میں رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔

وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيَّتْنَا هُمْ نَقْتُلُهُمْ وَكَانَ شِعَارُ نَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ اَمِتْ اَمِتْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۷۳) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر صدیق کے ساتھ جہاد کیا[۱] تو ہم نے ان پر شب خون مارا۔ ہم انہیں قتل کرتے تھے اور اس رات ہمارا نشان تھا اُمت اُمت[۲] (ابوداؤد)

(۳۷۷۳)[۱] یہ پتا نہ لگا کہ یہ واقعہ کس جہاد میں ہوا۔ بہر حال زمانہ پاک نبوی میں جہاد ہے مگر حضور سرکار عالی بنفس نفیس اس میں تشریف نہیں لے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار اعظم ہیں[۲] یہ بھی دعا ہے امت کے معنی ہیں موت دے یعنی یا الہ العالمین کفار کو ہمارے ہاتھوں موت دے کر ہلاک فرمادے یا مغلوب کردے یا کفر کو موت دے کہ یہ کفار مسلمان ہو جائیں' کفر غارت ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس میں خطاب سامنے والے غازی مسلمان سے ہو۔ یعنی اے بہادر غازی مار مار بہادری کر۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۷۴) روایت ہے حضرت قیس ابن عبادہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنگ کے وقت شور ناپسند کرتے تھے[۲] (ابوداؤد)

(۳۷۷۴)[۱] تابعی ہیں بصری ہیں۔ بہت عابد و زاہد تھے۔ حضرت علی ابی ابن کعب' عبداللہ ابن سلام سے ملاقات ہے۔ خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں۔ مگر اشعہ اللمعات نے فرمایا کہ یہ چھپا ہوا رافضی تھا۔ واللہ اعلم بہر حال مشکوک ہے[۲] ذکر اللہ کے سوا اور باتوں کا شور ناپسند تھا اس زمانہ میں لوگ اپنی شیخی بہادری کے گیت گاتے ہوئے جنگ کیا کرتے تھے۔ اس کو حضرات صحابہ ناپسند کرتے تھے ایسے وقت اللہ کا ذکر چاہئے کہ اگر شہادت ہو تو اللہ کے ذکر پر (مرقات واشعہ)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَحْيُوْا

(۳۷۷۵) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مشرک بڈھوں کو قتل کرو[۱] اور ان سے چھوٹوں

شَرْخَهُمْ اَیْ صِبْیَانَهُمْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ) یعنی بچوں کو زندہ چھوڑ دو۲ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۷۷۵) ۱یہاں بڈھوں سے مراد وہ بڈھے ہیں جو یا تو مسلمانوں کے مقابل جنگ کررہے ہوں۔ یا لڑنے والوں کی پشت پناہی کرتے ہوں یا انہیں لڑاتے ہوں۔ بہرحال جنگ میں حصہ لیتے ہوں۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کافر بوڑھوں کے قتل سے ممانعت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں شیوخ سے مراد جنگی تدبیر رکھنے والے جوان ہیں۔ یعنی جو عمر میں جوان ہوں تدبیر و عقل تجربہ میں بوڑھے کیونکہ اس کے مقابل بچوں کا ذکر آرہا ہے۔۲یہ تفسیر یا صحابی سمرہ ابن جندب کی ہے یا کسی راوی حدیث کی یا خود صاحب مصابیح کی، شرخ شین کے پیش رکے فتح سے جمع ہے شارخ کی، جیسے رکب جمع ہے راکب کی۔ شارخ کے معنی ہیں لڑکپن یا شروع جوانی، چھوڑنے سے مراد ہے انہیں قتل نہ کرنا بلکہ قید کرلینا تاکہ انہیں غلام بنالیا جائے یا کسی وجہ سے انہیں آزاد کردیا جائے، غرضکہ اس چھوڑنے میں بہت مصلحت ہے۔

وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ اِلَيْهِ قَالَ اَغِرْ عَلٰى اُبْنٰى صَبَاحًا وَحَرِّقْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۷۶) روایت ہے حضرت عروہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا فرمایا۔ ابنا پر جہاد کرو صبح کے وقت۲ اور آگ لگادو۳ (ابوداؤد)

(۳۷۷۶) ۱عروہ سے مراد عروہ ابن زبیر تابعی ہیں اور اسامہ سے مراد حضرت اسامہ ابن زید ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب صحابی ہیں حضرت زید ابن حارثہ کے بیٹے خیال رہے کہ عروہ ابن زبیر کی ولادت ۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں سے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ آپ کا باغ و کنواں و مسجد مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ فقیر نے اس کنوئیں کا پانی بھی پیا ہے۔ وہاں مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے۔ بیر عروہ اور مسجد عروہ کے نام سے مشہور ہے۲اغر ہمزہ کے فتحہ اور غین کے کسرہ سے اغارۃ کا امر ہے۔ یعنی حملہ کرو۔ بعض نسخوں میں اُغز سے غزوٌ کا امر مگر پہلا نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ ابنیٰ فلسطین کی ایک بستی ہے جو عسقلان اور رملہ کے درمیان واقع ہے، اسے یٹنیٰ بھی کہتے ہیں بعض نے فرمایا کہ اُبنا ایک قبیلہ کا نام ہے اس نام سے وہ بستی اُبنا کہلاتی ہے۔ صبح کے وقت عموماً کفار غافل ہوتے ہیں اور وہ وقت مبارک بھی ہے اس لئے اس وقت حملہ کرنے کا حکم دیا کہ اس وقت حملہ کرنے میں خونریزی کم ہوگی اور فتح بہ آسانی میسر ہوجائے گی۔۳یعنی ابنیٰ والوں کی کھیتیاں باغات جلادو۔ تاکہ وہ گھبرا کر جلد گھروں سے نکل پڑیں۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو ان کے گھروں میں آگ لگادو۔ کیونکہ کبھی کفار کے گھر ان کی پناہ گاہ بلکہ ان کے مورچے بن جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعض حالات میں ان کے جانور بھی ذبح کرکے ان کے گوشت جلادیئے جائیں جبکہ ہم انہیں لانہ سکیں تاکہ وہ کفار کے کام کے نہ رہیں بلکہ اگر حالات جنگ مسلمانوں کے خلاف ہوں اور اپنا سامان بھی غازی لوگ وہاں سے نہ لاسکیں تو اسے بھی آگ لگا کر فنا کردیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جب جنگ کا حال بگڑتے دیکھا تو خود اپنا گھوڑا ہلاک کردیا تاکہ دشمن کے کام نہ آئے۔ ہاں زندہ جانوروں کو جلانا حرام ہے کہ یہ آگ کا عذاب ہے جو رب تعالٰی ہی دے گا۔ حضرت عثمان ابن حبان فرماتے ہیں کہ میں جناب ام الدردا کے پاس تھا کہ میں نے ایک زندہ کھٹمل کو آگ میں ڈال دیا تو آپ بولیں کہ حضرت ابوالدردا فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو زندہ آگ میں جلانے سے منع فرمایا (مرقات) آج کل تو جنگ ہے آگ کی کہ بم باری سے شہر و بستیاں جلادی جاتی ہیں۔ رب تعالٰی محفوظ رکھے اسلام کے اس حکم پر اعتراض کرنے والے آج کی جنگوں کو دیکھیں

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوْفَ حَتّٰى يَغْشُوْكُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۷۷) روایت ہے حضرت ابواسید سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ جب کفار تم سے قریب ہوں تو ان پر تیر چلاؤ۔ اور تلواریں نہ سونتو حتی کہ وہ تم سے قریب تر ہو جائیں ا (ابوداؤد)

(۳۷۷۷) ا حدیث بالکل ظاہر ہے کہ جب تک کفار تیر کی زد میں ہوں تب تلواریں نہ سونتو کہ بیکار ہے اور ایک ہاتھ تلوار سے بلاوجہ گھر جائے گا۔ جب تلوار کی زد میں آ جائیں تب تیر بےکار ہیں اب تیر سے ہاتھ نہ گھیرو تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑو۔

وَعَنْ رَبَاحِ ابْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ فَرَاَی النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَیْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ انْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَاةٍ قَتِيْلٌ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ بِخَالِدٍ لَا تَقْتُلْ اِمْرَاةً وَلَا عَسِيْفًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۷۸) روایت ہے حضرت رباح ابن ربیع سے ا فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے، تو حضور نے لوگوں کو کسی چیز پر جمع دیکھا ۲ تو حضور نے بھی ایک شخص کو فرمایا دیکھو یہ لوگ کس چیز پر جمع ہوئے ہیں وہ آیا بولا ایک مقتولہ عورت پر ۳ تو فرمایا کہ یہ عورت تو جنگ نہ کرتی تھی ۴ اور مقدمہ پر خالد ابن ولید تھے تو حضور نے ایک شخص کو بھیجا فرمایا۔ خالد سے کہو کہ نہ تو کسی عورت کو قتل کریں نہ مزدور کو ۵ (ابوداؤد) ۶

(۳۷۷۸) ا رباح ر کے فتحہ سے اور ب سے ہے آپ صحابی اسدی ہیں۔ حضرت حنظلہ کاتب کے بھائی ہیں۔ آپ سے ابوداؤد و نسائی نے صرف یہی ایک حدیث نقل کی (اشعہ) ۲ غالبًا جہاد ختم ہو چکا تھا یا کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہوئی تھی ورنہ عین جنگ میں لوگ کسی جگہ اس طرح جمع نہیں ہوا کرتے۔ ۳ یعنی کافرہ عورت مسلمان غازیوں کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے۔ اس کی نعش پر لوگ جمع ہیں۔ خیال رہے کہ لفظ قتیل مذکر مونث دونوں کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ یہاں مونث کے لئے بولا گیا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کافرہ عورت کا احترام یا پردہ نہ زندگی میں ہے نہ بعد موت، لہٰذا اس کی نعش اجنبی مسلمان مرد دیکھ سکتے ہیں لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ان صحابہ نے اس عورت کی نعش کو کیوں دیکھا ۴ یعنی یہ عورت نہ تو کفار کی ملکہ تھی نہ سپہ سالار، نہ مردوں کے دوش بدوش لڑنے والی۔ پھر اسے کیوں قتل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت ملکہ یا لڑانے والی یا مسلمانوں سے لڑنے والی ہو تو اسے ضرور قتل کیا جائے۔ یہ عورت اپنے خاوند یا دوسروں کی خدمت کے لئے آ گئی ہوگی۔ ۵ عورت و مزدور سے مراد وہی ہے جو جنگ میں حصہ نہ لیتے ہوں۔ فوج یا کسی فوجی کی خدمت کے لئے آئے ہوں۔ ان کی علامت یہ ہوتی ہوگی کہ ان پر سامان جنگ نہ ہوگا اور خدمت کے اسباب یا علامات ہوں گے۔ سبحان اللہ کیسا عدل و انصاف ہے کہ لڑتے وقت بھی عدل کو ہاتھ سے نہیں دیتے ۶ اس حدیث کو نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، حاکم نے بھی کچھ فرق سے نقل فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم بخاری کی شرط پر ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَّلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَّلَا امْرَاةً وَّلَا

(۳۷۷۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ا چلو اللہ کے نام پر اللہ کی مدد پر رسول اللہ کے دین پر کسی قریب موت بڈھے کو قتل نہ کرو ۲ نہ چھوٹے بچے کو ۳ نہ عورت کو

تَغُلُّوْ وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور خیانت نہ کرنا اپنی غنیمتیں ملا لینا اصلاح اور بھلائی کرنا[۴] کیونکہ اللہ بھلائی والوں سے محبت کرتا ہے[۵] (ابوداؤد)

(۳۷۷۹)[۱] یعنی ایک بار حضور انور نے صحابہ کرام کو جہاد کے لئے بھیجا انہیں رخصت فرماتے وقت یہ دعائیں اور نصیحتیں کیں[۲] بڈھے سے مراد وہی بڈھا ہے جو جنگجو کفار کو جنگی تدبیریں نہ بتاتا ہو ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی جنگ میں زید ابن صمہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ زید ابن صمہ کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی کیونکہ وہ لڑ رہا تھا (مرقات)[۳] بچہ سے مراد نابالغ بچہ ہے یہاں بھی یہی قید ہے کہ بچہ نہ تو کفار کا بادشاہ ہو نہ جرنیل نہ سپاہی وغیرہ بلکہ جنگ سے بے تعلق ہو[۴] یعنی ہر غازی اپنی حاصل کردہ غنیمت علیحدہ نہ رکھے بلکہ ملا کر سپہ سالار کے سپرد کردے آپس میں ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرے۔ مجاہدین کی جان ایک ہو جسم الگ الگ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا بھڑنا ہر وقت ہی برا ہے مگر ایسی حالت میں بہت خطرناک ہے[۵] فقہاء فرماتے ہیں کہ کفار کے بچے' دیوانے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے۔ ان کے پنڈت جوگی جو جنگ سے بے تعلق ہوں قتل نہ کئے جائیں۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے شام پر لشکر کشی کی جس کے سپہ سالار یزید ابن ابوسفیان تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے یزید میں تم کو دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی بچہ کو' عورت کو' بڈھے کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا' گائے بکری کو ذبح نہ کرنا مگر کھانے کے لئے۔ آبادی کو نہ جلانا نہ ویران کرنا۔ قیدی کفار کے اہل قرابت کو جدا نہ کرنا۔ بزدلی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا (مرقات) موجودہ کفار اس فرمان صدیق میں غور کریں اور آج کل کی وحشیانہ جنگوں کو دیکھیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ تَقَدَّمَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَاَخُوْهُ فَنَادٰى مَنْ يُبَارِزُ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ لَا حَاجَةَ لَنَافِيْكُمْ اِنَّمَا اَرَدْنَا بَنِيْ عَمِّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ يَاحَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَاَقْبَلَ حَمْزَةُ اِلٰى عُتْبَةَ وَاَقْبَلْتُ اِلٰى شَيْبَةَ وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيْدِ ضَرْبَتَانِ فَاَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيْدِ فَقَتَلْنَاهُ وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ . (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۳۷۸۰) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں جب بدر کا دن تھا تو عتبہ آگے تھا اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کے دونوں بھائی تھے' پکارا کہ کوئی مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے مقابلہ میں انصاری جوانوں نے جواب دیا[۲] وہ بولا تم لوگ کون ہو۔ انہوں نے بتایا تو بولا ہم کو تمہاری ضرورت نہیں۔ ہم تو اپنے چچا زادوں کو کہتے ہیں[۳] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے حمزہ اٹھو اے علی کھڑے ہو اے عبیدہ ابن حارث اٹھو[۴] چنانچہ حمزہ تو عتبہ کی طرف آئے اور میں شیبہ کی طرف گیا[۵] اور عبیدہ اور ولید کے درمیان دو چوٹیں ہوئیں[۶] تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقابل کو ٹھنڈا کردیا[۷] پھر ہم ولید پر ٹوٹ پڑے۔ اسے ہم نے قتل کیا۔ اور ہم عبیدہ کو اٹھا لائے[۸] (احمد' ابوداؤد)

(۳۷۸۰)[۱] یعنی گھمسان کی جنگ سے پہلے مبارزت کی جنگ اس طرح شروع ہوئی۔ کہ عتبہ ابن ربیعہ' اس کا بیٹا ولید ابن عتبہ اور عتبہ کا بھائی شیبہ ابن ربیعہ کفار کی صف سے میدان میں آئے اور مسلمانوں سے اپنا مقابل مانگا اس زمانہ میں جماعتی جنگ سے پہلے شخصی جنگ ہوتی تھی۔[۲] اس طرح کہ مسلمانوں میں سے تین انصاری نوجوان اس کے مقابل پہنچے انتداب کے معنی ہیں دعوت جنگ قبول کرنا[۳] یعنی تم سے لڑنا میری توہین ہے ہمارے مقابل مہاجرین مکہ قریشی جوانوں کو بھیجو تاکہ قرشی کا مقابلہ قرشی سے ہو[۴] حارث ابن عبدالمطلب

حضور کے چچا ہیں۔عبیدہ ان کے بیٹے' حارث ایمان نہ لائے۔مگر عبیدہ شروع میں ہی اسلام لائے۔دار ارقم میں حضور کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی۔عبیدہ عمر میں حضور سے زیادہ تھے۔اس وقت بوڑھے تھے۔۵؎ ابوداؤد شرح سنہ میں' بلکہ مصابیح کے بعض نسخوں میں یہ زیادتی ہے کہ حمزہ نے تو عتبہ کو قتل کردیا اور میں نے شیبہ کو قتل کردیا بہرحال ان دونوں صاحبوں نے اپنے حریفوں کو دوزخ میں پہنچادیا کیوں نہ ہوتا کہ یہ دونوں اللہ کے شیر تھے۔شیر کے مقابل بھیڑ کہاں ٹھہرے ۶؎ اس طرح کی عبیدہ نے ولید پر تلوار کا وار کیا جو اسے زخمی کرگیا اور ولید نے عبیدہ کو زخمی کردیا۔دو طرف وار بھرپور ہوئے ۷؎ یہاں ٹھنڈا کرنے سے مراد موت نہیں بلکہ زخموں سے چور کرکے ضعیف و کمزور کردینا ہے۔یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کو پہنچائے ہوئے زخموں سے چور ہوکر نڈھال ہوگئے۔۸؎ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں شخصی جنگ (مبارزہ) اپنے حریف کے سوا دوسرے پر حملہ کردینا بھی جائز ہے۔امام مالک و شافعی کے ہاں تو مطلقًا جائز ہے۔امام ابوحنیفہ کے ہاں امام کی اجازت سے جائز ہے۔یہی امام اوزاعی فرماتے ہیں۔یہاں حضرت حمزہ و علی کا ولید پر ٹوٹ پڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے ہوا ہوگا۔خیال رہے کہ کتب تواریخ میں ہے کہ حضرت علی ولید کے مقابل گئے تھے۔جناب علی جوان تھے اور ولید بھی شیبہ اور عتبہ بوڑھے تھے۔ادھر حضرت حمزہ اور عبیدہ بوڑھے تھے۔(مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَاَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاخْتَفَيْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ قَالَ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَاَنَا فِئَتُكُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ نَحْوَهٗ وَقَالَ لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ قَالَ فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ فَقَالَ اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اُمَيَّةَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ كَانَ يَسْتَفْتِحُ وَحَدِيْثَ اَبِی الدَّرْدَاءِ ابْغُوْنِیْ ضُعَفَائِكُمْ فِیْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ (اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)

(۳۷۸۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو لوگ پھر گئے پورا پھرنا ۱؎ پھر ہم مدینہ پہنچے تو وہاں چھپ گئے اور ہم نے سوچا کہ ہم تو ہلاک ہوگئے ۲؎ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم تو بھگوڑے ہیں ۳؎ فرمایا بلکہ تم پلٹنے والے ہو اور میں تمہاری پناہ ہوں ۴؎ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے اور فرمایا نہیں بلکہ تم پلٹا لینے والے ہو فرماتے ہیں تو ہم قریب ہوئے ہم نے حضور کے ہاتھ چومے ۵؎ پھر فرمایا میں مسلمانوں کی پناہ ہوں ۶؎ اور ہم امیہ ابن عبداللہ کی حدیث کی کَانَ یَسْتَفْتِحُ اور ابوالدرداء کی حدیث کہ مجھے اپنے کمزوروں میں ڈھونڈو۔انشاء اللہ باب فضل فقراء میں بیان کریں گے۔

(۳۷۸۱) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں ناس سے مراد یہی مجاہد غازی صحابہ ہیں۔اور حیص کے معنی ہیں میدان جنگ سے واپس آجانا بغیر کامیاب ہوئے اور ہوسکتا ہے کہ ناس سے مراد کفار ہوں اور حیص کے معنی ہوں ان کا مسلمانوں پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا۔بہرحال حیص کے معنی ہیں پھرنا' مائل ہونا یا کسی سے مائل ہونا۔مقصد یہ ہے کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل نہ کرسکے' کفار کے سخت حملہ کی وجہ سے بغیر جنگ جیتے واپس ہوگئے۔۲؎ یہ حضرات سمجھے یہ تھے کہ جہاد سے بھاگ جانا مطلقًا گناہ کبیرہ ہے۔خواہ بزدلی کی وجہ سے ہو یا سخت مجبوری کی وجہ سے' حالانکہ مجبوراً بھاگنا گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ایسی شدت میں جان دے دینا افضل ہے' جان بچاکر بھاگ جانا گناہ نہیں۔اس خیال سے یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی ہمت نہ کرسکے شرمندگی کی وجہ سے خیال رہے کہ یہ شرمندگی رب کو بڑی پیاری ہے۔

۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے مدینہ منورہ پہنچنے کا دن اور اتنے روز تک حاضر بارگاہ نہ ہونے کا سبب پوچھا ہوگا۔ تب ان حضرات نے یہ عرض کیا کہ ہم کس منہ سے حضور کے سامنے آتے، ہم کر کے ہی کیا آئے تھے۔ مسلمانو خیال رکھو کہ ہم نے بھی قبر و حشر میں اللہ و رسول کے سامنے پیش ہونا ہے ہم بھلا کس منہ سے وہاں جائیں گے ہم نے کیا کیا ہے، اللہ تعالیٰ بے ڈھنگوں، بے رنگوں کی لاج رکھے بے پوچھے ہی بخشے۔ شعر:

بخش بے پوچھے مرے سارے گناہ اے کردگار　　　صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب

۴؎ عکار بنا ہے عکر سے بمعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا، عکار مبالغہ ہے جیسے کرار فئۃ لشکر کا وہ حصہ یا وہ سردار جس کی طرف پناہ لی جائے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے او متحیزا الی فئة (۸:۱۶) مطلب یہ ہے کہ تم بھگوڑے نہیں بلکہ کفار پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے شیر ہو۔ تمہارا میرے پاس آنا بھگوڑا پن نہیں ہے بلکہ اپنی پناہ کے پاس آنا ہے تاکہ پھر تازہ دم ہو کر دوبارہ کفار پر حملہ کرو۔ میں تمہاری پناہ، تمہاری قوت تمہاری طاقت ہوں۔ شعر:

مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام　　　مجھ سے بے بس کی طاقت پہ دائم درود

اگر شکار کی طرف سے شیر پلٹ جائے تو بزدلی کے لئے نہیں پلٹتا بلکہ دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پلٹا کھاتا ہے۔ تم شیر ہو میں تمہاری پناہ۔ یارسول اللہ ہم گناہگاروں پر ایسے ہی الطاف کریمانہ فرمانا۔ آپ کے سوا ہماری کوئی پناہ نہیں۔ شعر:

ہیچو کاہے آمدم کوہ گناہ آوردہ ام　　　یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام

۵؎ یہ سمجھ کر کہ ہم کیا سمجھے تھے اور حضور نے کیا بشارت دی۔ ہم ہیں وہ وہ ہی ہیں۔ اس کرم کو دیکھ کر ہم بے ساختہ حضور کے ہاتھوں پر ٹوٹ پڑے جن ہاتھوں کا سہارا دونوں جہان کو ہے **اللھم صلی علی سیدنا محمد و اله و اصحابه و بارك و سلم** ۶؎ یعنی فئۃ یعنی پناہ مطلق ہے جس سے عموم حاصل ہوا۔ یعنی میں اپنی اُمت کی پناہ ہوں ہر مصیبت میں کوئی مصیبت پڑے میری پناہ لیں۔ دین و دنیا کی آفت و بلا میں حضور سہارا ہیں۔ حضور پناہ ہیں تا قیامت ہر مسلمان کو۔ شعر:

تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود　　　کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ

۷؎ یعنی وہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں، ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے علیحدہ علیحدہ ان دو بابوں میں ذکر کی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ　　تیسری فصل

وَعَنْ ثَوْبَانَ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِيْقَ عَلٰى اَهْلِ الطَّائِفِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

(۳۷۸۲) روایت ہے حضرت ثوبان ابن یزید سے ۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر گوپھن نصب فرمایا ۲؎ ترمذی، (مرسلًا) ۳؎

(۳۷۸۲) ۱؎ احق یہ ہے کہ ثور ابن یزید ہیں کیونکہ ثوبان ابن یزید صحابہ، تابعین میں کسی کا نام نہیں، بعض نسخوں میں صرف ثوبان ہے وہ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں مگر ان کے والد کا نام یزید نہیں۔ ثور ابن یزید کلاعی شامی حمصی ہیں، تابعی ہیں حضرت خالد ابن معدان سے ملاقات ہے (۱۵۵) ایک سو پچپن ہجری میں وفات پائی (مرقات) ۲؎ یعنی حضور انور نے غزوہ طائف میں طائف کے کنارہ پر گوپھن

(گھونی) نصب فرمائی تا کہ اس میں پتھر رکھ کر طائف پر پتھروں کی گولہ باری کی جائے۔ بڑی گوپھن سے قلعہ کی دیواریں تک توڑ دی جاتی تھیں۔ طائف کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ فقیر نے طائف کی زیارت کی ہے وہاں حضرت عبداللہ ابن عباس کا مزار پر انوار ہے۔ ۳؎ چونکہ ثور ابن یزید تابعی ہیں۔ انہوں نے صحابی کا نام لیا نہیں۔ اس لئے یہ حدیث مرسل ہوئی۔ خیال رہے کہ طائف کے معنی ہیں گھومنے والا۔ چونکہ طائف کا راستہ پیچ دار ہے کہ مکہ معظمہ سے طائف جانے والا گھومتا خم کھاتا ہوا جاتا ہے۔ نیز یہ زمین پہلے ملک شام میں تھی۔ رب تعالیٰ نے وہاں سے منتقل فرما کر اسے بیت اللہ کا طواف کرا کر یہاں رکھی دعاء ابراہیم کی وجہ سے۔ نیز یہ سرزمین عرصہ تک پانی پر گردش کرتی رہی طوفان نوح میں۔ ان وجوہ سے اسے طائف کہتے ہیں۔ بڑی سرسبز ہے آب و ہوا بہت اچھی (مرقات)

بَابُ حُكْمِ الْاَسْرَآءِ
باب قیدیوں کا حکم

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

اسراء الف کے فتح سین کے جزم سے جمع اسیر کی بمعنی قیدی' یہ جمع قلت ہے اور اُساریٰ جمع کثرت چونکہ جہاد میں کبھی کفار قید ہو کر بھی آتے ہیں۔ اس لئے کتاب الجہاد میں اس کا ذکر ہوا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِی السَّلَاسِلِ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَادُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۷۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ اس قوم سے خوش ہوتا ہے جو پابہ جولان جنت میں داخل ہوتے ہیں ۱؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کی طرف زنجیروں میں کھینچ کر لائے جاتے ہیں ۲؎ (بخاری)

(۳۷۸۳) ۱؎ اس طرح کہ جنگ میں گرفتار ہو کر آتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کے اخلاق و عبادات سے اثر لے کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پھر رب تعالیٰ انہیں حسن خاتمہ نصیب فرما کر جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ یہ اسیری ان کی دوزخ سے رہائی جنت میں داخلہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ۲؎ سرکار کا یہ فرمان عالی بدر کے قیدیوں کو ملاحظہ فرما کر تھا کہ وہ تمام ہی مسلمان بلکہ مسلمان گر ہو گئے۔ حضرت عباس حضرت ابوالعاص وغیرہم اسی دن ہی ایمان لے آئے تھے۔ اگرچہ بعض نے اظہار ایمان فتح مکہ کے دن کیا' غرضکہ ان کے لئے یہ قید و بند اللہ کی رحمت ہوگئی (از شعہ) اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئیں۔ بعض لوگ دنیاوی مصیبتیں دیکھ پا کر توبہ کر کے جنتی ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ مصیبتیں زنجیریں ہیں جن کے ذریعے رب انہیں جنت کی طرف کھینچتا ہے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَیْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ یَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَنِیْ سَلَبَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۷۸۴) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آ گیا۔ جب کہ حضور سفر میں تھے تو حضور کے صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا پھر چل دیا ۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تلاش کرو اور اسے قتل کر دو ۲؎ میں نے قتل کر دیا تو حضور نے اس کا سامان مجھے بخش دیا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۸۴)۱؎ یعنی مسلمانوں کے حالات دیکھ کر ان کے آئندہ ارادے معلوم کر کے ان کی باتیں سن کر مشرکوں کی طرف مخبری کرنے روانہ ہوگیا۔۲؎ یہ جاسوس یا تو حربی کافر تھا جو بغیر اجازت دار الاسلام میں گھس آیا تھا یا کوئی ذمی کافر تھا جو حربی کفار کی جاسوسی کی وجہ سے اپنا ذمہ توڑ چکا تھا۔ یہ دونوں قسم کے کفار قتل کے مستحق ہیں۔ آج کل بھی اس پر عمل ہے۔ اگر مسلمان کفار کی جاسوسی کرے تو اسے قتل تو نہ کیا جائے گا مگر اسے سزا ایسی سخت دی جائے گی کہ آئندہ جاسوسی کی ہمت نہ کرے (مرقات) لیکن اگر کوئی مسلمان کفار کو لشکر اسلام کا پتا بتائے ان پر گولہ باری کرا کر کفار کے ہاتھوں لشکر اسلام کو قتل کرا دے تو یقینًا قتل ہوگا، مسلمان کو قتل کرنا، قتل کرانا، قتل کا سبب بننا، مسلم قوم کو تباہ کرنا، ان سب کی سزا قتل ہے۔۳؎ یعنی اس مقتول جاسوس کا سارا سامان، گھوڑا جوڑا، ہتھیار اس کے جسم کا سونے چاندی کا زیور، غرضکہ ساری چیزیں قاتل یعنی حضرت سلمہ ابن اکوع کو عطا ہوئیں۔ اس مسئلہ کی بحث انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس میں جو ائمہ دین کا اختلاف ہے وہاں ہی مذکور ہوگا انشاء اللہ یہاں صرف یہ سمجھ لو کہ جہاد میں قاتل کو مقتول کا سامان بغیر خمس نکالے ہوئے دے دینا امام شافعی کے ہاں اسلامی قانون ہے کہ بہرحال دینا ہی پڑے گا۔ اور ہمارے ہاں اگر امام اس کا اعلان کردے تو دینا واجب ہے ورنہ نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَضَحّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ فَاَنَاخَهُ وَجَعَلَ يَنْظُرُ وَفِيْنَا ضَعَفَةٌ وَّرِقَّةٌ مِنَ الظَّهْرِ وَ بَعْضُنَا مُشَاةً اِذْ خَرَجَ يَشْتَدُّ فَاَتٰى جَمَلَهُ فَاَثَارَهُ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ فَخَرَجْتُ اَشْتَدُّ حَتّٰى اَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَاَنَخْتُهُ ثُمَّ اخْتَرَطْتُ سَيْفِيْ فَضَرَبْتُ رَاْسَ الرَّجُلِ ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ اَقُوْدُهُ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسَلَاحُهُ فَاسْتَقْبَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ قَالُوْا ابْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ لَهُ سَلَبُهُ اَجْمَعُ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۷۸۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوازن پر حملہ کیا۱؎ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے۲؎ کہ اچانک ایک شخص سرخ اونٹ پر آیا اسے بٹھا دیا اور لگا دیکھنے اور ہم میں کمزور لوگ تھے اور سواریوں میں کمی تھی۳؎ اور ہمارے بعض پیدل تھے کہ وہ دوڑتا ہوا نکلا۴؎ اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اسے اٹھایا اسے لے کر اونٹ دوڑ گیا تو میں دوڑتا ہوا نکلا۔ حتی کہ میں نے مہار پکڑ لی۔ میں نے اسے بٹھا لیا پھر میں نے اپنی تلوار سونت لی تو اس کے سر پر مار دی۵؎ پھر میں اونٹ ہانک لایا۔ جس پر اس کا سامان اس کے ہتھیار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ مجھے سامنے سے ملے تو فرمایا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا لوگوں نے کہا ابن اکوع نے حضور نے فرمایا اس کا سارا سامان انہیں کا ہے۶؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۸۵)۱؎ اس غزوہ کا نام غزوہ حنین ہے جو فتح مکہ کے بعد ۶ شوال ہفتہ ہی کے دن ہوا۔ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔ ہوازن اس قبیلہ کفار کا نام ہے جو وہاں مسلمانوں کے مقابل تھے۔ پھر یہ مسلمان ہو گئے۔۲؎ تضحی ضحیٰ سے، بمعنی چاشت۔ اس لئے چاشت کے وقت کی نماز کو صلوٰۃ الضحی کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے یہاں اس کے یہ معنی کئے ہیں۔ یعنی ہم نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ مگر قوی یہی ہے کہ یہاں ناشتہ کا کھانا مراد ہے۔ یعنی ہم لشکر والے حضور انور کے ساتھ ناشتہ میں مشغول تھے۔۳؎ ضعفۃ ض کے فتحہ عین کے بھی فتحہ سے جمع ہے ضعیف بمعنی کمزور اور رقت کے معنی ہوتے ہیں پتلا پن، غلظ کا مقابل یہاں تنگی وکمی مراد ہے۔ یعنی ہمارے پاس اس زمانہ میں سامان جنگ حتی کہ سواریوں کی بھی کمی تھی اور ہم لوگ جسمانی کمزور بھی تھے۔۴؎ تاکہ ہماری اس

کمزوری اور بے سامانی کی خبر ہمارے حریف کافروں کو دے کر انہیں ہمارے مقابلہ پر دلیر کرے یعنی میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا۔ حتیٰ کہ اس کے اونٹ تک پہنچا۔ آگے ہو کر اس کی مہار پکڑ کر روک لیا۔ اللہ اکبر یہ ہے اسلامی ہمت آپ نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ میرے مہار کو پکڑتے ہوئے مجھے قتل کر کے بھاگ جائے گا' جو مرد میدان ہتھیلی پر سر رکھ لے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ۵؎ کہ وہ مر گیا' یہ تائید غیبی تھی کہ اس دوران میں اس نے آپ کو شہید نہ کر دیا۔ اس کی ہمت ہی نہ پڑی من کان للہ کان اللہ لہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ جاسوس کا قتل جائز ہے۔ اور جاسوس کے ثبوت کے لئے صرف علامات ہی کافی ہیں۔ باقاعدہ گواہیوں کی ضرورت نہیں۔ آج بھی جس کے پاس خبر رسانی کے آلات پائے جاتے ہیں۔ اسے جاسوس مان لیا جاتا ہے۔ ۶؎ یعنی صرف اس کا لباس ہی نہیں بلکہ ہتھیار' لباس' زیور' سواری' کاٹھی وغیرہ جو کچھ اس مقتول کے پاس تھا سب ان کو دے دو اور اس میں خمس بھی نہ لیا جائے۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ قاتل غازی کو کافر مقتول کا سارا مال دیا جائے۔ اس میں خمس نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَی الذُّرِّیَّةُ قَالَ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْهِمْ بِحُکْمِ الْمَلَكِ وَفِیْ رِوَایَةٍ بِحُکْمُ اللّٰهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۷۸۶) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ نے حضرت سعد ابن معاذ کے حکم پر اترنا چاہا۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا۔ تو وہ گدھے پر سوار آئے۲؎ جب قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو چلو۳؎ چنانچہ وہ آئے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم پر اتر رہے ہیں۴؎ فرمایا کہ میں تو حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے جائیں اور بچے قید کر لئے جائیں ۵؎ فرمایا تم نے ان کے متعلق فرشتے کا حکم دیا۶؎ اور ایک روایت میں ہے اللہ کا حکم دیا ۷؎ (مسلم بخاری)

(۳۷۸۶) ۱؎ یہ واقعہ شوال ۵ھ پانچ ہجری کا ہے کہ یہود مدینہ بنی قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بدعہدی کر کے مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا جس کی وجہ سے غزوہ احزاب یعنی خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالٰی نے ان سب کفار کی تمام تدبیروں کو ایک آندھی کے ذریعہ ختم فرما دیا۔ مسلمانوں نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر بحکم خداوندی ان بدعہد یہودیوں بنی قریظہ کا محلّہ گھیر لیا۔ یہ لوگ پچیس دن اپنے قلعوں میں محصور رہ کر تنگ آ گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم حضرت سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ وہ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے۔ حضور نے بھی ان کی یہ درخواست قبول فرمالی۔ چونکہ حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی قریظہ اس کے حلیف تھے زمانہ جاہلیت میں۔ اس لئے انہیں یقین تھا کہ حضرت سعد ہمارے حلیف ہونے کا لحاظ کر کے ہم پر نرمی کریں گے۔ اس لئے وہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوئے۔ مگر فیصلہ وہ ہوا جو آگے آ رہا ہے۔ ۲؎ آپ غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔ بیمار تھے اس لئے سواری پر حاضر ہوئے۔ آپ کہیں دور سے نہ آئے تھے اپنے گھر سے ہی آئے تھے۔ جو مدینہ منورہ میں تھا (مرقات) ۳؎ اس میں خطاب ان انصار سے ہے جو حاضر بارگاہ تھے یا سارے حاضرین سے یعنی اپنے ان سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ان کے استقبال و پیشوائی کے لئے جاؤ۔ ابھی حضرت سعد کا نچر دور ہی تھا تب ہی یہ حکم صادر ہوا۔ اس

سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی آمد پر ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ان کا استقبال کرنا سنت ہے جن احادیث میں تعظیمی قیام سے منع فرمایا گیا ہے وہ ہے کہ سردار بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ یہی جمہور علماء کا مذہب ہے (مرقات واشعہ) بعض نے کہا کہ یہ قیام تعظیمی نہ تھا' بلکہ حضرت سعد بیمار تھے خود اتر کر نہ آ سکتے تھے۔ ان کی مدد کے لئے یہ حکم دیا گیا۔ اس لئے یہاں لام نہ فرمایا الٰی ارشاد ہوا۔ مگر یہ توجیہ کمزور ہے ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو انہیں اتارنے کے لئے بھیج دیا جاتا۔ سب کو یہ حکم نہ ہوتا۔ قوموا جمع ہے نیز پھر سیدکم نہ فرمایا جاتا۔ بلکہ مریضکم ارشاد ہوتا۔ سیدکم فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیام سرداری کی وجہ سے تھا نہ کہ بیماری کی وجہ سے چونکہ قیام کے ساتھ استقبال کے لئے آگے بھیجنا بھی تھا اس لئے الٰی ارشاد ہوا۔ قیام تعظیمی کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو اور انشاء اللہ اس کتاب میں باب القیام میں آئے گی۔ ۴ یعنی تمہارے فیصلہ پر یہ بنی قریظہ راضی ہیں اور ہم کو بھی منظور ہے۔ لہٰذا تم فیصلہ کرو معلوم ہوا کہ کسی کو پنچ مقرر کرنا اس سے فیصلہ کرانا سنت سے ثابت ہے۔ ۵ جنگ جو سے مراد مطلقاً جوان مرد ہیں۔ خواہ جنگ کرتے ہوں یا کراتے ہوں یا رائے دیتے ہوں اور ذریۃ سے مراد چھوٹے بچے عورتیں ہیں' جنہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو (مرقات) خیال رہے کہ ان یہود مدینہ اور کفار ومشرکین میں یہ طے ہوا تھا' کہ مشرکین تو باہر سے مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اور ہم اندرون مدینہ مسلمانوں کو ماریں اور مسلمانوں کو ایسا کچل دیں جیسے چکی میں دانہ' اس لئے ان کے جوانوں کو مقاتلہ فرمایا گیا۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ غزوہ احزاب میں باقاعدہ قتال ہوا ہی نہ تھا۔ مشرکین تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہود مدینہ ان کی رکاوٹ وحیرانی کی وجہ سے باقاعدہ جنگ نہ کر سکے۔ ۶ فرشتہ سے مراد یا تو جبریل علیہ السلام ہیں یا وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں بطور الہام اچھے خیالات پیدا کرتا ہے ۷ یعنی تم نے ایسا حکم دیا جس سے اللہ راضی ہے۔ یا اللہ تعالٰی نے بذریعہ فرشتہ تمہارے دل میں یہ حکم ڈالا اور تم نے سنایا۔ زبان تمہاری ہے فیصلہ ربّ کا ہے۔ سبحان اللہ کیسی شان ہے حضرت سعد کی رضی اللہ عنہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے اہم فیصلوں میں بھی حکم (پنچ) بنانا جائز ہے اور پنچ کے فیصلہ پر فریقین کو راضی ہونا پڑے گا۔ پنچ کے فیصلہ کی اپیل نہیں۔ سلطان بھی اپنا پنچ بنا سکتا ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ سَيِّدُ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِیْ يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ فَقَالَ لَهٗ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِیْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ

(۳۷۸۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے ۱ وہ لوگ بنی حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے جسے ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا یعنی یمامہ والوں کا سردار ۲ تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا ۳ تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا تیرے پاس کیا ہے ۴ اے ثمامہ' وہ بولا اے محمد میرے پاس بھلائی ہے ۵ اگر آپ قتل کریں گے تو خون والے کو قتل کریں گے ۶ اور اگر آپ احسان کریں تو شکر گزار پر کریں گے ۷ اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب فرمایئے جو چاہیں گے حاضر کیا جائے گا ۸ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا ۹ حتی کہ کل کا دن ہوا تو فرمایا۔ اے ثمامہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ بولا میرے پاس وہی ہے جو میں نے عرض

ذَادَمٍ وَاِنْ كُنْتُ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ كُلِّهٖ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَا ذَا تَرٰى فَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهٗ قَائِلٌ اَصَبَوْتَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَسْلَمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَاْذَنَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ)

کیا کہ اگر احسان فرماؤ گے تو شکر گزار پر احسان فرماؤ گے اور قتل فرماؤ گے تو بڑے بھاری خون والے کو قتل فرماؤ گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے حاضر کیا جائے گا جو آپ چاہیں گے اسے پھر حضور انور نے چھوڑ دیا۔حتیٰ کہ پرسوں کا دن ہوا تو اس سے فرمایا کہ ثمامہ تیرے پاس کیا ہے وہ بولا میرے پاس وہی ہے جو میں نے عرض کیا کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو بھاری خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے جو آپ چاہیں گے حاضر کیا جائے گا۱۰؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثمامہ کو کھول دو۱۱؎ وہ مسجد کے قریبی باغ کی طرف گیا غسل کیا پھر مسجد میں آیا۱۲؎ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اے محمد اللہ کی قسم مجھے روئے زمین پر کوئی چہرہ تمہارے چہرے سے زیادہ ناپسند نہ تھا اب آپ کا رخ انور تمام چہروں سے مجھے زیادہ پیارا ہوگیا۱۳؎ اللہ کی قسم مجھے کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب آپ کا دین مجھے تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا۱۴؎ اللہ کی قسم کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب مجھے آپ کی نگری تمام شہروں سے زیادہ پیاری ہوگئی۱۵؎ اور آپ کے لشکر نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا کہ میں عمرہ کا ارادہ کررہا تھا اب آپ کیا مناسب سمجھتے ہیں۱۶؎ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۱۷؎ تو جب وہ مکہ آئے تو ان سے کسی نے کہا کہ کیا تم بے دین ہوگئے۱۸؎ وہ بولے نہیں لیکن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لے آیا۱۹؎ اور خدا کی قسم یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ نہ پہنچے گا حتیٰ کہ اس کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے دیں۲۰؎ (مسلم) اور بخاری نے اسے مختصرًا روایت کیا۔

(۳۷۸۷) ۱؎ یہ واقعہ ..... ہجری کا ہے۔نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی زمین' مگر اس سے مراد ہوتا ہے عرب کا ایک صوبہ' کیونکہ یہ صوبہ یمن سے ہے نیچا' حجاز' عراق' یمن' بحرین' نجد' ان پانچ صوبوں کا نام عرب ہے باقی عجم۲؎ یمامہ نجد کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔مکہ معظمہ سے سولہ منزل ہے۔یہاں ہی مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا۔بنی حنیفہ ایک قبیلہ کا نام ہے اسی قبیلہ میں مسیلمہ پیدا ہوا۳؎ مسجد نبوی کے ستون سے

باندھ دیا تاکہ ثمامہ یہاں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے دیکھے۔ اور اسے ایمان میسر ہو جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا کون ہے جو غور سے حضور کو دیکھے اور ان پر فدا نہ ہو جائے۔

کفر و اسلام کے جھگڑے تیرے چھپنے سے بڑھے　　　تو اگر جلوہ دکھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد میں آنا اسے وہاں لانا، وہاں رکھنا، وہاں باندھنا جائز ہے۔ ثمامہ عموماً اس ستون سے بندھا رہتا تھا۔ پیشاب یا پاخانہ کے لئے اسے باہر لے جایا جاتا تھا۔ کھانا پانی وہاں ہی دیا جاتا ہوگا۔ دھوپ کا تو وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرضکہ ثمامہ کو وہاں کوئی تکلیف نہ تھی۔ وہاں بندھے رہنے میں انہیں وہ لذت آتی ہوگی جو بیان سے باہر ہے۔ دیکھتے جلوہ محبوب کا آتے جاتے۔ اب تک لوگ اس ستون کی زیارت کرتے ہیں جس سے ثمامہ کو باندھا گیا تھا۔ ثمامہ وہاں تین دن بندھے رہے[۴] یعنی تیرا حال کیا ہے تجھے کھانے پینے وغیرہ کی کوئی تکلیف تو نہیں۔ یا تیرا ہمارے متعلق خیال کیا ہے ہم تجھ سے کیا برتاوا کریں (اشعہ و مرقات) اس قید پر ہزاروں آزادیاں قربان۔

دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا　　　آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو

[۵] یعنی ہر طرح خیریت و آرام سے ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے صحابہ کرام میری راحت کا بہت خیال رکھتے ہیں یا حضور کے متعلق میرا خیال خیر ہے، کیونکہ محسن ہیں۔ آپ سے مجھے ظلم کا اندیشہ نہیں (مرقات) [۶] دم دال سے ہے یعنی خون اور خون والے سے مراد ہے مستحق قتل، یا شریف قوم، یعنی اگر آپ مجھے قتل فرما دیں تو واقعی میں قتل ہی کا مستحق ہوں کہ آپ کے دشمنوں میں سے ہوں۔ اس قتل میں آپ ظالم نہ ہوں گے یا آپ بڑے قیمتی خون والے کو قتل کریں گے۔ کیونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ سردار کا خون بڑا اہم ہوتا ہے بعض روایات میں ذم نقطے والی ذال سے ہے۔ یعنی ذمہ اور عہد یعنی آپ بڑے ذمہ دار کو قتل کریں گے میں معمولی آدمی نہیں ہوں، اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں سردار ہوں مگر یہ روایت غیر مشہور سی ہے۔ [۷] یعنی اگر آپ مجھ پر احسان فرما کر مجھے چھوڑ دیں گے تو عمر بھر آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں، احسان مند رہوں گا۔ [۸] یعنی آپ مجھے فدیہ لے کر چھوڑنا چاہیں تو میں بہت بڑا مالدار قوم کا سردار ہوں۔ میری قوم کو پیغام بھیجئے جتنا مال چاہیں گے آ جائے گا [۹] بندھا رہنے دیا، نہ قتل کرایا، نہ آزاد کیا، نہ کوئی مطالبہ فرمایا، یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ان دنوں میں حضور نے اس کے دل پر توجہ فرمائی باطن میں تصرف فرمایا۔ اس کا نتیجہ تیسرے دن ظاہر ہوا [۱۰] خیال رہے کہ ان تینوں دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال ایک ہی رہا۔ مگر ثمامہ نے پہلے دن جواب میں قتل کا ذکر پہلے کیا۔ احسان و مال کا ذکر بعد میں۔ مگر پچھلے دو دنوں کے جواب میں انعام و رحم خسروانہ کا ذکر پہلے کیا، قتل کا ذکر بعد میں، کیونکہ ثمامہ کی نظر پہلے دن اپنے جرم پر تھی اور دوسرے دنوں میں حضور کے رحم و کرم و احسان پر۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مجرم کو چاہیے پہلے اپنے جرم کا اقرار کرے۔ پھر استغفار۔ ثمامہ پر پہلے دن خوف غالب تھا، باقی دنوں میں امید غالب۔ پہلے دن ثمامہ اجنبی تھا۔ آخر دنوں میں رحم خسروانہ، کرم شاہانہ سے آشنا ہو چکا تھا (از مرقات) [۱۱] تین دن جمال کا نظارہ کرا کے اپنی ادائیں دکھا کر فرمایا کہ ثمامہ کو آج قید سے آزاد کر دو جہاں چاہیں جائیں مگر ثمامہ کا دل اپنی محبت میں قید کر لیا۔ چڑیا کے پر کاٹ کر پنجرے سے نکال دو اور کہو جا اڑ جا، مگر اب وہ اڑے کس چیز سے، اڑنے والی چیز تو ختم ہو چکی۔ صحابہ نے سوچا ہوگا کہ ثمامہ گئے مگر کہاں جاتے، جانے کے قابل ہی نہ رہے۔

[illegible]

ہنس تالاب کے کنارہ رہتا ہے تالاب سوکھ جانے پر وہاں ہی مٹی چاٹ چاٹ کر دم توڑ دیتا ہے۔مگر تالاب چھوڑ کر نہیں جاتا۔۱۲؎ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ پہلے قید کر کے لائے گئے تھے۔اب خود قید ہو کر آئے۔

گر کے قدموں پر وہ قرباں ہوگیا پڑھ لیا کلمہ مسلماں ہوگیا

معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت غسل کرنا سنت صحابہ ہے بعض نسخوں میں نجل جیم سے ہے۔بمعنی تھوڑا یا بہتا ہوا پانی، مگر قوی روایت نخل خ سے ہے۔یعنی وہ قریبی باغ میں گئے جس میں کچھ پانی تھا وہاں غسل کیا معلوم ہوا کہ جاری پانی سے وضو وغسل کرلینا جائز ہے، مالک سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ اتنے پانی سے عموماً منع نہیں کیا جاتا۔۱۳؎ چہرے سے مراد ذات ہے چونکہ ملاقات کے وقت پہلے چہرہ ہی نظر آتا ہے۔اس لئے ذات کے لئے چہرہ ہی بول دیا جاتا ہے یعنی اب چند منٹ پہلے تک مجھے آپ سے بہت عداوت ونفرت تھی۔مگر قید سے چھوٹتے ہی میرے دل کی دنیا بدل گئی کہ میرا دل آپ کی محبت سے ایسا بھر گیا کہ اب جیسے آپ مجھے پیارے ہیں ایسا پیارا کوئی نہیں، نہ ماں، باپ، نہ اولاد بلکہ نہ اپنی جان تمام چیزوں میں یہ سب داخل ہیں معلوم ہوا کہ جب دل میں ایمان آتا ہے تو پہلے محبت رسول آتی ہے۔یہ محبت رسول ہی اصلی ایمان ہے۔جنہوں نے حضور کو جادوگر کہا۔انہوں نے قرآن کو جادو کہا۔جنہوں نے حضور کو کاہن یا شاعر (ناول گو) کہا انہوں نے قرآن کو کہانت اور شعر (ناول) کہا۔جنہوں نے حضور کو رسول اللہ کہا انہوں نے قرآن شریف کو کتاب اللہ کہا۔قرآن بلکہ رحمان کا پتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ کی معرفت سے قرآن ورحمان تک پہنچا جاتا ہے۔۱۴؎ دین اسلام میں توحید، قرآن، حشر ونشر، فرشتے قیامت وغیرہ سب داخل ہیں۔یعنی آپ کی محبت سے مجھے ان تمام کی محبت نصیب ہوگئی۔گھر میں جب گھر والا آتا ہے تو مع سامان کے آتا ہے۔محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی مکین ہے۔اور یہ ساری محبتیں اس محبت کا سامان ۱۵؎ یعنی اب مجھے مدینہ پاک کے گلی کوچے عرش وفرش کے ہر مقام سے زیادہ پیارے ہوگئے۔معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کی محبت علامت ایمان ہے۔وہاں کے ذرے دونوں جہان سے زیادہ پیارے ہیں۔

خاک طیبہ ازدو عالم خوشتر است اے خنک شہرے کہ دروے دلبراست

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

یہ محبت مدینہ ایمان اور ذریعہ نجات ہے۔اللہ نصیب فرمادے۔

من مذھبی حب الدیار لاھلھا وللناس فیما یعشقون مذاھب

۱۶؎ یعنی میں اپنے گھر سے عمرہ کرنے مکہ معظمہ جارہا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کرلیا گیا۔اب فرمائیں عمرہ کو جاؤں یا نہ جاؤں سبحان اللہ قدرت نے کہا ہوگا کہ اے ثمامہ مدینہ کے راستے سے مکہ معظمہ جاؤ۔خود ربّ کعبہ سے ملنا ہو تو مدینہ کے راستے ملا جاتا ہے۔تو کعبہ کو بھی اسی راستہ سے جانا چاہیے۔

طیبہ سے نجف سے کربلا سے ملتے ہیں سب اہل دل خدا سے

ثمامہ کی قوت ایمانی کا یہ حال ہوگیا کہ اب عمرہ بھی کرنا ہے تو حضور انور سے پوچھ کر۔آپ فرمائیں تو عمرہ کروں ورنہ نہ کروں۔ہر عبادت ان کی اجازت سے کی جائے تو عبادت ہے ۱۷؎ پہلے جنت رضاء الٰہی کی خوش خبری دی بعد میں عمرہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔بتایا کہ اسلام کی برکت سے تمہارے سارے گناہ معاف ہوگئے۔نیکیاں قبول ہوگئیں ۱۸؎ صبوت بنا ہے صبو سے یعنی میل اور جھک

جانا۔علم سے جہالت اور دین سے بے دینی کی طرف جھک جانے کو صبو کہتے ہیں۔کفار مکہ اسلام لانے کو صبو اور مسلمانوں کو صابی کہتے تھے۔ یعنی اے ثمامہ تم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ کر بے دین بن گئے۔۱۹؎ یعنی تم الٹی بات کہہ رہے ہو اب تک میں بے دین تھا اب دین والا ہو گیا۔اب تک کافر تھا اب مومن ہو گیا۔میں تو گویا اب پیدا ہوا۔یہاں ساتھ سے مراد زمانہ کی ہمراہی نہیں بلکہ دین میں ساتھ ہونا مراد ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے مومن ہیں جبکہ عالم کی کوئی چیز نہ بنی تھی۔۲۰؎ چنانچہ ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر حکم دے دیا کہ مکہ معظمہ گندم جو کوئی غلہ نہ جانے پائے اور یمامہ کے غلہ پر ہی مکہ والوں کا گزارہ تھا۔قریشی بھوکے مرنے لگے تب انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خطوط اور آدمی بھیجے کہ خدا کا واسطہ اپنی رشتہ داریوں کا صدقہ آپ ثمامہ کو غلہ بھیجنے کا حکم فرمادیں۔ہم آخر ہیں تو آپ کے عزیز وقرابت دار،تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو حکم دیا اور مکہ والوں کو روزی نصیب ہوئی۔فقہاء فرماتے ہیں کہ زمانہ جنگ میں کفار کو نہ ہتھیار فروخت کئے جائیں نہ غلہ۔اس سے کفار کو قوت حاصل ہو گی اور امن کے زمانہ میں اگرچہ غلہ ان کے ہاتھ فروخت کیا جاسکتا ہے۔مگر ہتھیار پھر بھی نہ فروخت کرو۔کفار سے سلوک واحسان کرنا جائز ہے حتی کہ جنگی کافر قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا بھی جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص ابن ربیعہ کو احسان فرما کر چھوڑ دیا تھا یہ بدر میں قیدی ہوئے تھے۔اس میں جو ائمہ اسلام کا اختلاف ہے وہ فقہ میں دیکھو۔اس حدیث سے بہت سے مسائل نکل سکتے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے شرح کے دوران بیان کردیئے۔باقی تحقیق مرقات میں اس جگہ مطالعہ فرماؤ۔ثمامہ کی برکت سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۷۸۸) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی زندہ ہوتے پھر وہ مجھ سے ان گندوں کے متعلق گفتگو کرتے تو ان کی وجہ سے میں انہیں چھوڑ دیتا (بخاری)

(۳۷۸۸)۱؎ آپ جبیر ابن معطم ابن عدی ابن نوفل ابن عبد مناف ہیں۔کنیت ابو محمد ہے۔فتح مکہ یا خیبر کے دن ایمان لائے۔بڑے شاعر،نسبوں کے عالم،سردار قوم تھے۔حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد تھے۔۵۴ھ میں وفات پائی،آپ نے یہ حدیث زمانہ کفر میں سنی تھی اور بعد اسلام روایت کی مطعم سے مراد جبیر ابن مطعم کے والد ہیں۔ان گندوں سے مراد یا تو بدر میں مقتولین کفار ہیں کہ وہ کفر پر مرے یا بدر کے قیدی کہ وہ اس وقت گندگی کفر میں تھے۔خیال رہے کہ مطعم ابن عدی نے طائف میں کفار طائف کو حضور سے ہٹایا تھا۔اور حضور کی زبردست حمایت کی تھی۔فرمایا کہ اے جبیر تمہارے والد کا مجھ پر احسان ہے۔اگر آج وہ زندہ ہوتے اور کفار کی سفارش کرتے تو ان کی سفارش پر میں ان سب کو بغیر معاوضہ چھوڑ دیتا۔خیال رہے کہ شروع اسلام میں کفار قیدیوں کو احسان کرکے چھوڑ دینا جائز تھا۔پھر منسوخ ہو گیا یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ مالک واحمد کا۔امام شافعی کے ہاں اب بھی جائز ہے۔ان کی دلیل آیہ کریمہ ہے اور یہ حدیث ہے ہمارے ہاں یہ دونوں اس آیت سے منسوخ ہیں قاتلوا المشرکین کافۃ (دیکھو فتح القدیر اور مرقات وغیرہ) حضرت جبیر بطور فخر یہ روایت کررہے ہیں کہ حضور نے میرے والد کی ایسی عزت افزائی کی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ

(۳۷۸۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ مکہ والوں میں سے اسی آدمی تنعیم پہاڑ سے ہتھیار بند ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

التَّنْعِیْمِ مُتَسَلِّحِیْنَ یُرِیْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْیَاهُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کو دے۱وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت اور حضور کے صحابہ کی غفلت کے ارادے میں تھے۲ کہ انہیں زندہ گرفتار کرلیا۳ پھر انہیں زندہ چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں آزاد کردیا۴ تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ وہ رب وہ ہے جس نے مکہ کے درمیان ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا' وادئ مکہ میں۵ (مسلم)

(۳۷۸۹)۱یہ واقعہ سال حدیبیہ کا ہے تنعیم مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر بیرون حرم جگہ کا نام ہے۔ یہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے لوگ مکہ معظمہ سے آتے ہیں۔قریب ترین یہی جگہ ہے۔ یہاں ہی مسجد حضرت عائشہ صدیقہ ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔اسے تنعیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی داہنی جانب نعیم پہاڑ ہے اور بائیں طرف ناعم پہاڑ واقع ہے۔اس جنگل کا نام نعمان ہے دیکھو مرقات۔ یہ اسی آدمی ڈھال تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ان کی نیت خراب تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ تو عمرہ کے احرام میں تھے۔اور ان کے ارادے کچھ اور ہی تھے۲یعنی ان کی نیت یہ تھی' کہ مسلمان غافل ہوں تو ہم ان پر ٹوٹ پڑیں سب کو شہید کردیں۔غرہ غین کے کسرہ سے یعنی غفلت وفریب۔۳سلم سین کے کسرہ یا فتحہ اور لام کے سکون سے یعنی صلح' سلامتی' اطاعت' سپرد کردینا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: والقوا الیکم السلم (۴:۹۰)اور صلح کی پیام ڈالیں۔اور فرماتا ہے: ورجلا سلما لرجل (۳۹:۲۹)ایک اور ایک سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ یہاں بمعنی سلامتی یا بمعنی اطاعت یعنی سارے کے سارے صحیح سلامت یا مطیع وفرمانبردار ہوکر گرفتار کرلئے گئے ۴یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو انہیں قتل کیا نہ قید ہی بلکہ اسی طرح چھوڑ دیا تاکہ ان پر اپنے ظلم حضور کی معافی کا اثر پڑے اگر یہ احسان نہ کیا جاتا تو کفار مکہ سے جنگ چھڑ جاتی ۵یعنی اللہ تعالٰی کا ہی کرم تھا کہ اس نے ان اسی کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیا۔ جس سے وہ تم سے لڑ نہ سکے بلکہ گرفتار ہوگئے اور تمہارے دل میں رحم وکرم ڈال دیا جس سے تم نے انہیں قتل یا قید نہ کیا بلکہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ آخر کار صلح ہوا۔اس جگہ کو بطن مکہ اس لئے فرمایا گیا کہ مکہ معظمہ سے حدیبیہ بہت ہی قریب ہے۔حتیٰ کہ اس کا ایک حصہ حرم شریف میں ہی واقع ہے اس آیۃ کریمہ کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔مگر قوی تفسیر یہی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام کو بارگاہ الٰہی میں وہ قرب حاصل ہے کہ ان کے فعل کو رب تعالٰی اپنا فعل قرار دیتا ہے کہ یہاں اس آیت کریمہ میں رب نے فرمایا: كَفَّ اَیْدِیَكُمْ (۴۸:۲۴) ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔(کنزالایمان)

وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ اَلْیَوْمُ الثَّالِثُ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَیْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَهٗ اَصْحَابُهٗ حَتّٰی قَامَ

(۳۷۹۰) روایت ہے حضرت قتادہ سے۱فرماتے ہیں کہ ہم سے انس ابن مالک نے بروایت ابوطلحہ ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس سرداران قریش کے متعلق حکم دیا۲ تو وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور پلید کنویں میں۳ ڈال دیئے گئے۔اور جب حضور کسی قوم پر غالب آتے تھے۔تو میدان جنگ میں تین شب قیام فرماتے تھے۴ چنانچہ جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کے متعلق حکم دیا تو اس پر پالان باندھا گیا پھر حضور چلے اور حضور

عَلٰی شَفَةِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ یَا فُلَانُ ابْنِ فُلَانٍ اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰکِنْ لَا یُجِیْبُوْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَزَادَ الْبُخَارِیُّ قَالَ قَتَادَةُ اَحْیَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰی اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِیْخًا وَتَصْغِیْرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا ۔

کے صحابہ پیچھے پیچھے گئے۔حتی کہ کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوئے ۶؎ تو انہیں ان کے اور ان کے باپ داداؤں کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں ۷؎ کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی ۸؎ ہم نے تو وہ حق پایا جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ۹؎ تو تم نے بھی وہ حق پالیا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا ۱۰؎ تو حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ حضور ان جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں جان نہیں ۱۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میرے فرمان کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ۱۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے ۱۳؎ (مسلم بخاری) بخاری نے یہ زیادہ کیا کہ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا حتی کہ انہیں حضور کا قول سنا دیا سرزنش' ذلت' بدلہ' حسرت' ندامت کے لئے ۱۴؎

(۳۷۹۰) ۱؎ آپ قتادہ ابن دعامہ ہیں کنیت ابوالخطاب ہے۔نابینا تھے۔حضرت انس اور عبداللہ ابن حسن صدیق سے ملاقات ہے۔تابعی ہیں ۱۰۷ھ ایک سو سات ہجری میں وفات ہوئی (اکمال) ۲؎ غزوہ بدر میں ستر کفار ہلاک کردیئے تھے اور ستر قیدی۔ہلاک شدگان میں چوبیس بڑے چوٹی کے سردار تھے جن کی نعشیں خصوصیت سے یہاں پھینکوائی گئی تھیں صناوید جمع ہے صندید کی' صندید کے معنی ہیں رئیس' سردار' بہادر' اشرف' عظیم' یہاں تمام معنی بن سکتے ہیں۔۳؎ طوی ط کے فتحہ اور واؤ کے کسرہ ی کے شد سے بمعنی من والا کنواں جس کا کنارہ گول دیوار سے گھیر دیا گیا ہو تاکہ اس میں کوئی گر نہ جائے یا تو پہلے ہی سے وہ کنواں گندا تھا کہ وہاں نجاسات ڈالی جاتی تھیں یا آج ان خبیثوں کی نعشیں ڈالنے کی وجہ سے گندا ہوگیا۔بعض روایات میں ہے کہ وہ قلیب یعنی کنوئیں کے جھیرے میں ڈالے گئے تھے۔ہوسکتا ہے کہ بعض نعشیں کنوئیں میں ڈالی گئی ہوں اور بعض جھیرے میں ۴؎ یعنی طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ فتح فرمانے کے بعد فوراً واپس نہ ہوجاتے تھے بلکہ تین دن اسی میدان میں قیام فرماتے پھر وہاں سے واپس ہوتے۔عرصہ وہ جنگل جس میں کوئی عمارت نہ ہو ۵؎ یعنی واپسی کے لئے سواریاں تیار کی گئیں ان پر سامان سفر رکھ دیا گیا ۶؎ جس کنوئیں میں ان سرداروں کی نعشیں پڑی تھیں اس کنوئیں کے کنارہ پر قیام فرمایا اب وہ کنواں ناپید ہوگیا ہے۔میں کئی بار بدر شریف میں حاضر ہوا۔تمام تاریخی مقامات کی زیارات کیں مگر یہ کنواں نظر نہ آیا' معلوم ہوا کہ وہ گم ہوکر رہ گیا ہے۔۷؎ یعنی ابوجہل امیہ ابن خلف وغیرہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ نام لے کر پکارا اور کلام سب سے مجموعۃً کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو پکارنا جائز ہے اگرچہ مردے کفار ہی ہوں' اور ان سے کلام کرنا درست ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو ذبح کیے ہوئے جانوروں کو پکارا ثم ادعهن یاتینك سعیا (۲:۲۶۰) زیارات قبور کے موقع پر مردوں کو پکار کر سلام کرنا ان سے کلام کرنا سنت ہے۔۸؎ سوال تقریری ہے۔یعنی اب تو یقیناً تم کو آرزو ہے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا اور اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی جو واقعہ تھا حضور نے وہی بیان

فرمادیا خیال رہے کہ بعد موت روح اپنے مقام پر پہنچا دی جاتی ہے۔ مومن کی اچھے مقام پر کافر کی روح عذاب کے مقام پر مگر روح جہاں بھی ہوا سے قبر اور جسم سے تعلق ضرور رہتا ہے۔ جیسے سونے کی حالت میں روح سیرانی عالم کی سیر کرتی ہے مگر سونے والے کے جسم سے تعلق رکھتی ہے کہ جہاں جسم کو ہاتھ لگایا اسے آواز دی روح کو خبر ہوگئی۔ اس لئے قبر پر جا کر سلام و کلام کیا جاتا ہے اس کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم بل احیاء کی تفسیر میں بھی کی ہے اور اسی مرأۃ باب الجمعہ مسئلہ حیات النبی میں بھی کی ہے۔ حیات اموات اور حیات شہداء حیات النبی کا فرق وہاں مطالعہ کرو۔ ۹؎ اس وعدے سے مراد بعض وہ ربانی وعدے ہیں جن کا ظہور دنیا میں ہو چکا ہے۔ بدر میں تھوڑے مسلمانوں کا بہت طاقت ور مسلح کفار پر غلبہ، فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لئے اترنا وغیرہ وہ وعدے مراد نہیں جن کا ظہور بعد موت یا بعد قیامت ہوگا کہ وہ وعدے تو پورے ہوں گے ابھی پورے ہوئے نہیں ۱۰؎ یہاں وعدے سے مراد وہ وعیدیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کفار تک پہنچیں۔ خواہ دنیاوی ہوں یا برزخی۔ جیسے بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانا اور عذاب قبر وغیرہ اخروی وعیدیں جن کا ظہور قیامت میں یا بعد قیامت ہوگا مراد نہیں کہ وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ آئندہ ہوں گی۔ لہٰذا حدیث بالکل صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں۔ اس فرمان عالی کا مقصد ان کفار کو سرزنش فرمانا ہے۔ ۱۱؎ یعنی یہ مردے نہ تو آپ کا فرمان سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ ایسوں سے کلام فرمانا عبث ہے اور عبث کام شان نبوت کے خلاف ہے ۱۲؎ اسمع اسم تفضیل ہے جو زیادتی سننے پر دلالت کرتی ہے۔ جب تفضیل کی نفی ہوئی تو زیادتی کی نفی ہوئی یعنی تم زندے ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں اور یہ تمہارے برابر بلکہ تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں کہ تم صرف سن رہے ہو مگر وہ میرا کلام سن بھی رہے ہیں اور عذاب قبر دیکھ بھی رہے ہیں ۱۳؎ ایسا جواب جو عوام سن سکیں۔ ورنہ میت کا سننا' اس کا جواب دینا احادیث سے ثابت ہے مگر وہ جواب عام لوگ نہیں سنتے۔ مقبولین بارگاہ خصوصاً کشف قبور والے حضرات میت سے سلام و کلام اور گفتگو سب کچھ کر لیتے ہیں۔ ۱۴؎ یعنی مقتولین بدر ہر وقت زندوں کا کلام نہیں سنتے۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

وَعَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يُّرَدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ جَآءُوْا تَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يَفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۷۹۱) روایت ہے مروان ۱؎ اور حضرت مسور ابن مخرمہ سے ۲؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا جب کہ حضور کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا ۳؎ تو انہوں نے حضور سے سوال کیا انہیں ان کے مال اور قیدی واپس کردیں۔ ۴؎ تو فرمایا کہ تم لوگ ان دو میں سے ایک کو اختیار کر لو یا قیدی یا مال تو وہ بولے کہ ہم اپنے قیدی اختیار کرتے ہیں ۵؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اللہ کی وہ تعریف فرمائی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر فرمایا کہ بعد حمد تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں ۶؎ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کردوں ۷؎ تو تم میں سے جو پسند کرے کہ بخوشی یہ کرے تو وہ کرے ۸؎ اور تم میں سے جو اپنے حصہ پر رہنا چاہے حتی کہ اس میں سے عطا فرمائیں جو اللہ ہمیں غنیمت دے تو وہ ایسا کرے ۹؎ تب لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم نے بخوشی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِیْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَاذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاءُ كُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

قبول کرلیا۱۰؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو تم میں سے اجازت دینے والوں کا پتا نہ چلا ان میں سے جنہوں نے اجازت نہ دی۱۱؎ تو تم واپس جاؤ حتیٰ کہ تمہارے سردار تمہارا ارادہ ہم تک پہنچائیں۱۲؎ تب لوگ لوٹ گئے پھر ان سے ان کے سردار نے گفتگو کی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے خبر دی کہ ان سب نے خوشدلی سے اجازت دے دی۱۳؎ (بخاری)

(۳۷۹۱)۱؎ ان کا نام مروان ابن حکم ابن ابوالعاص ابن امیہ ابن عبدشمس ابن عبدمناف ہے ۲ھ یا خندق کے سال پیدائش ہے حضور کی زیارت نہ کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ حکم کو ایک جرم کی بنا پر مدینہ سے نکال کر طائف بھیج دیا' مروان اس کے ساتھ تھا عہد عثانی میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ اپنے باپ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اس کی کنیت عبدالملک ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دادا ہے معاویہ ابن یزید کے بعد تخت سلطنت پر قابض ہوا ۶۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ تابعی ہیں حضرت عثان وعلی سے احادیث لیں اور اس سے حضرت عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین نے احادیث روایت کیں۔ خیال رہے کہ حضرت عثان کا حکم اور مروان کو مدینہ منورہ واپس بلانا سچی توبہ کی بنا پر تھا اور درست تھا اس لئے حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا بلکہ حضرت عثان کے واپس بلانے کو قائم رکھا۔ اگر حضرت عثان پر اعتراض کیا جائے تو جناب علی مرتضٰی پر بھی اعتراض ہوگا۔۲؎ آپ زہری قرشی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھانجہ ہیں۔ ہجرت کے دوسال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ حضور کی وفات کے وقت آپ آٹھ سال کے تھے۔ قتل عثان تک مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر مکہ معظمہ منتقل ہوگئے۔ یزید کی بیعت نہ کی۔ یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرا کے منجنیق سے وہاں پتھر برسائے۔ آپ حطیم شریف میں نفل پڑھ رہے تھے کہ عین نماز میں ایک پتھر آپ کے لگا شہید ہوگئے۔ عین حطیم کعبہ میں یہ واقعہ شروع ربیع الاول ۶۴ھ چونسٹھ ہجری میں ہوا۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کیں ۳؎ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین ہوا یہ غزوہ اسی قبیلہ ہوازن پر ہوا تھا۔ اس میں بہت قیدی اور بہت مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ پھر یہی لوگ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی سرکار نے ان پر رحم خسروانہ فرمایا۴؎ یعنی اس قبیلہ نے درخواست پیش کی کہ ہمارے قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور ہمارا مال جو غنیمت بن چکا ہے ہم کو واپس کردیا جائے قیدی سات ہزار تھے مال کا تو حساب ہی نہ تھا (مرقات) ۵؎ جب قبیلہ ہوازن کو یقین ہوگیا کہ حضور انور دونوں چیزیں واپس نہ فرمائیں گے تو بولے کہ اچھا ہمارے قیدی چھوڑ دیئے جائیں ہم مال نہیں چاہتے کیونکہ ان کے غلام بننے میں ہماری ذلت ہے ۶؎ یہ ہے رب تعالٰی کی بے نیازی کہ جو کل تک مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ وہ آج مسلمان ہوکر بھائی بن گئے اور یہ ہے حضور کی کرم نوازی کہ دشمن کو گلے لگا لیتے ہیں ۷؎ یعنی سارے ہوازنی قیدی بغیر فدیہ لئے ہوئے چھوڑ دوں۔ ۸؎ ہوازن کے قیدی مسلمان غازیوں میں تقسیم کردیئے گئے تھے۔ اب حضور انور کی رائے یہ ہوئی کہ وہ تمام قیدی آنے والے ہوازن کو واپس کردیئے جائیں۔ بغیر فدیہ چھوڑ دیئے جائیں۔ لہٰذا ان غازیوں سے فرمایا کہ ہر شخص اپنے حصہ کا قیدی واپس کر دے جو معاوضہ واپس کرنا چاہے بطیب خاطر تو وہ ایسا ہی کرے ۹؎ یعنی جو غازی بلا معاوضہ واپس نہ کرنا چاہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب جس جہاد میں بھی کفار قیدی ہاتھ آئیں گے اسے اس کے عوض غلام دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ قیدی واپس کرنے کا حکم سرکاری تھا۔ جس پر

عمل کرنا ہر غازی پر واجب تھا اور معاوضہ لینے نہ لینے کا اختیار تھا۔خیال رہے کہ یَضِیءُ بنا ہے فَیءٌ سے فَیْ وہ مال ہے جو کفار سے بغیر جنگ حاصل کیا جائے جزیہ وخراج بھی اس میں داخل ہے مگر یہاں فی سے مراد غنیمت ہے (مرقات واشعہ) غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے بحالت جنگ لڑ کر حاصل کیا جائے۔۱۰؎ یعنی تمام صحابہ نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم بغیر معاوضہ بخوشی اپنا اپنا قیدی واپس کرتے ہیں معاوضہ کے طلب گار نہیں۔۱۱؎ یعنی ہم تم میں سے ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ نہیں پوچھ سکتے جماعتی حیثیت سے یہ سوال و جواب ہوا ہے۔ممکن ہے کہ کوئی شخص معاوضہ ہی چاہتا ہو مگر اب مجلس میں خاموش رہا ہو یا بولا ہو تو ان آوازوں میں اس کی آواز دب گئی ہو اس لئے یہ جماعتی اجازت کافی نہیں۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دل کے ارادے سے خبردار ہیں۔مگر تعلیم امت کے لئے یہ احتیاط فرما رہے ہیں۔تاکہ بادشاہ یا حاکم یا اور کوئی کسی کا مملوک مال بغیر اس کی صریحی اجازت کے کبھی نہ لے۔ورنہ حضور تو مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں ہم سب حضور کے لونڈی غلام ہیں۔ہمارا مال جسے چاہیں بغیر پوچھے دے دیں (دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ) یہاں تعلیم مقصود ہے۱۲؎ عرفاء جمع ہے عریف کی عریف کے معنی ہیں رئیس،نقیب،سردار یعنی ہر قبیلہ کا ہر شخص اپنے سردار سے اپنا ارادہ بیان کرے وہ سردار ہم تک پیغام پہنچا دے۔۱۳؎ یعنی ایسا ہی ہوا کہ ہر ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ کے ہر غازی صحابی سے ملا۔ہر ایک کا ارادہ علیحدہ علیحدہ معلوم کیا پھر حضور انور کی خدمت میں پیش کیا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ ثَقِيفٌ حَلِيفًا لِبَنِي عُقَيْلٍ فَاَسَرَتْ ثَقِيفٌ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ فَاَوْثَقُوْهُ فَطَرَحُوْهُ فِي الْحَرَّةِ فَمَرَّ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ يَامُحَمَّدُ يَامُحَمَّدُ فِيْمَا اُخِذْتُ قَالَ بِجَرِيْرَةِ حُلَفَاءِ كُمْ ثَقِيْفٍ فَتَرَكَهٗ وَمَضٰى فَنَادَاهُ يَامُحَمَّدُ فَرَحِمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ قَالَ مَا شَاْنُكَ قَالَ اِنِّيْ مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَاَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَفَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ الَّذِيْنَ اَسَرَتْهُمَا ثَقِيْفٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۹۲) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ثقیف بنی عقیل کے حلیف تھے۱؎ تو ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو کو قید کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو قید کرلیا۲؎ تو اسے باندھ دیا پھر اسے مقام حرہ میں ڈال دیا۳؎ پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۴؎ اس نے حضور کو پکارا،اے محمد،اے محمد! میں کس جرم میں پکڑا گیا۔فرمایا اپنی قوم کے حلیف ثقیف کے جرم میں۵؎ پھر حضور نے اسے یونہی چھوڑا اور چل دیئے۔اس نے پھر کہا یا محمد اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم فرمایا لوٹ آئے۶؎ فرمایا تیرا کیا حال ہے وہ بولا میں مسلمان ہوں۷؎ فرمایا اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملے کا مالک تھا۸؎ تو پوری کامیابی پاتا۹؎ راوی فرماتے ہیں پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے فدیہ میں دے دیا جنہیں ثقیف نے گرفتار کرلیا تھا۱۰؎ (مسلم)

(۳۷۹۲)۱؎ یعنی اسلام سے پہلے بنی ثقیف جو ہوازن کا ایک خاندان ہے۔بنی عقیل کے حلیف تھے۔حلیف وہ کہلاتا تھا جس کا کسی سے معاہدہ ہو جائے کہ ہم دونوں ہر نیک و بد خیر و شر میں ایک دوسرے کے ساتھی رہیں گے۔اس معاہدہ کو حلف کہتے تھے،معاہدہ کرنے والوں کو حلیف۔اسلام نے گزشتہ معاہدوں کو کچھ ... ساتھ باقی رکھا کہ اچھی ... پر معاہدہ ٹھیک ... بری ... پر معاہدہ غلط۔آئندہ

کے لئے حلیف سے منع فرمادیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ لاحلف فی الاسلام کیونکہ اسلام کا معاہدہ ہی کافی ہے۔ ۲؎ اس زمانہ کے قاعدہ کے مطابق ایک حلیف دوسرے حلیف کے جرم میں پکڑا جاتا تھا۔ ثقیف نے مسلمان پکڑ لئے تو اس کے عوض ثقیف کے حلف بنی عقیل کا ایک آدمی پکڑ لیا۔ تاکہ بنی ثقیف اپنے حلیف کو چھوڑانے کے لئے ہمارے مسلمانوں کو چھوڑ دیں ۳؎ حرہ بیرون مدینہ میدان کا نام ہے جو پتھریلا علاقہ ہے وہاں سایہ وغیرہ نہیں سیاہ پتھر ہیں وہاں ڈالا تاکہ یہ قیدی اپنی تکلیف اپنی قوم کو پہنچائے۔ وہ لوگ جلد از جلد اسے چھوڑانے کے لئے مسلمان قیدیوں کو آزاد کردیں۔ اس زمانہ میں بھی منافقین مدینہ کفار کے جاسوس تھے جو یہاں کے حالات کفار کو بتاتے رہتے تھے ۴؎ تاکہ اس کا دکھ درد دیکھیں اور سنیں اس کے لئے کھانا پانی کا انتظام فرمادیں۔ اس لئے خود بہ نفس نفیس شہر مدینہ سے حرہ تشریف لے گئے۔ ۵؎ خیال رہے کہ قبیلہ بنی ثقیف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہم دونوں فریق صلح سے رہیں گے۔ ثقیف نے حضور سے بدعہدی کی بنی عقیل کا فرض تھا کہ وہ اپنے ان حلیفوں کو اس بدعہدی سے منع کرتے مگر وہ خاموش رہے۔ یہ ان کی طرف سے گویا بدعہدی ہوئی۔ یعنی تو بنی عقیل کا ایک فرد ہے تو بنی ثقیف کا معاہدہ حلیف ہے۔ تیرے حلیفوں نے ہم سے بدعہدی کی تو ان کے جرم میں گرفتار ہوا ۶؎ ایسے قیدیوں پر کون رحم کرتا ہے۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ہیں کہ ایسوں پر بھی رحم فرماتے ہیں۔ ایسوں کی بھی سنتے ہیں۔ شعر

ایک تم ہو کہ بخش دیتے ہو کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

۷؎ یا تو پہلے سے ہی مسلمان ہوں یا اب حضور کے دیدار کی برکت سے مسلمان ہو گیا ہوں (مرقات) مگر دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ ۸؎ یعنی قید ہونے گرفتار کئے جانے سے پہلے کہہ دیتا تو پکڑا نہ جاتا خیال رہے کہ اگر کافر قیدی کہے کہ میں تو گرفتاری سے پہلے ہی مسلمان تھا تو اس کی بات نہ مانی جائے گی جب تک اپنے دعویٰ پر شرعی گواہی قائم نہ کرے اور اگر قید ہونے کے بعد مسلمان ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے گا مگر غلام بنالیا جائے۔ اس وقت کا اسلام قتل سے بچالے گا غلامیت سے نہ بچا سکے گا۔ اور اگر قیدی قید ہو چکنے کے بعد جزیہ قبول کرلے اس کے قتل کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے (مرقات) ۹؎ اس طرح کہ دنیا میں تو قید و غلامیت کی ذلت سے بچ جاتا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے اب اس وقت مسلمان ہونے سے تو آگ سے بچ گیا مگر غلامیت کی قید سے نہ بچ سکا۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ اسلام قبول نہ کیا۔ کیونکہ حضور کو اس کے منافق ہونے کا پتا تھا کبھی حضور حقیقت پر حکم جاری فرماتے تھے۔ مدعی اسلام کے قتل کا حکم دیا ہے اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ کافر ہو کر مرا (اشعہ) ۱۰؎ یعنی کچھ عرصہ کے بعد حضور انور نے اسے کفار کے حوالہ کردیا اور اس کے عوض اپنے مسلمان قیدی کفار سے چھڑا لئے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قیدی ہو چکنے کے بعد مسلمان ہوا اس کو قدیمی مسلمان کو چھوڑانے کے لئے فدیہ دیا جا سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ ایسے قیدی کو فدیہ میں دینا جائز نہیں جو بحالت قید مسلمان ہو چکا ہو۔ اگر ہمارا اور کفار کا معاہدہ اس قسم کا ہو چکا ہو کہ بعد صلح فریقین اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیں تو ایسے مسلمان قیدیوں کو چھوڑنا پڑے گا (مرقات) مگر ایسے عورتوں بچوں کو فدیہ میں بھی نہ دیا جائے گا جو قید ہو کر مسلمان ہو گئے ہوں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور اس جگہ مرقات میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِیْ فِدَاءِ اُسَرَآئِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِیْ فِدَاءِ اَبِی الْعَاصِ بِمَالٍ

(۳۷۹۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے ۱؎ تو حضرت زینب نے بھی

وَبَعَثَتْ فِيْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيْجَةَ اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلٰى اَبِى الْعَاصِ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيْدَةً وَ قَالَ اِنْ رَاَيْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَهَا اَسِيْرَهَا وَ تَرُدُّوْا عَلَيْهَا الَّذِىْ لَهَا فَقَالُوْا نَعَمْ وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ عَلَيْهِ اَنْ يُخَلِّىَ سَبِيْلَ زَيْنَبَ اِلَيْهِ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ كُوْنَا بِبَطْنِ يَاجَجٍ حَتّٰى مَرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَاْتِيَابِهَا.
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ)

ابوالعاص کے فدیہ میں کچھ مال بھیجا۲ اس مال میں وہ اپنا ہار بھیجا جو جناب خدیجہ کے پاس تھا جسے دے کر زینب کو ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۳ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا حضور کو اس پر بہت ہی رقت طاری ہوئی۴ اور فرمایا اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی چھوڑ دو اور ان کی چیزیں انہیں واپس کردو۵ سب نے کہا ہاں ضرور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ جناب زینب کا راستہ خالی کردیں۶ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ کو اور ایک اور انصاری کو بھیجا۷ ان سے فرمادیا کہ تم دونوں بطن یاجج میں رہنا۸ تا آنکہ تم پر زینب گزریں تو انہیں اپنے ساتھ لے آنا۹۔ (احمد و ابوداؤد)

(۳۷۹۳)۱؎ یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے کہ ستر کفار تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی ان قیدیوں کے متعلق حکم ہوا تھا کہ فدیہ میں مال دو اور آزاد ہو جاؤ ان لوگوں نے مکہ معظمہ اپنے عزیزوں کو پیغام بھیجے وہاں سے ان کے عزیزوں نے مال بھیج کر انہیں آزاد کرایا۔۲؎ حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی ہیں جو ابوالعاص ابن ربیع ابن ربیع ابن عبدالعزیٰ ابن عبدشمس ابن عبد مناف کے نکاح میں تھیں اور مکہ معظمہ میں رہتی تھیں۔ ابوالعاص بی بی خدیجہ کے بھانجے تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے۔ گرفتار ہوگئے۔ حضرت زینب نے انہیں چھوڑانے کے لئے فدیہ کا مال بھیجا۔ خیال رہے کہ اس وقت مومنہ عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز تھا اس لئے حضرت زینب بنت رسول اللہ جناب ابوالعاص کے نکاح میں رہیں۔ حالانکہ آپ مومنہ تھیں ابوالعاص کافر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اب مومنہ عورت نہ تو کافر سے نکاح کرسکتی ہے نہ اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے۔۳؎ یعنی یہ ہار ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کا تھا جو جہیز میں آپ نے جناب زینب کو دیا تھا۔ حضور کو یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔۴؎ جناب خدیجہ کو یاد کرکے ان کی یہ نشانی دیکھ کر اپنی صاحبزادی زینب کی بے کسی اور بے بسی کا خیال فرما کر آپ کو گریہ طاری ہوگیا حضور کو جناب خدیجہ سے بہت ہی محبت تھی ایک دفعہ کسی بی بی کی آواز سنی جو حضرت خدیجہ کی سی تھی تو آپ رو پڑے رضی اللہ عنہا۔۵؎ یعنی اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو ابوالعاص کو بغیر فدیہ بطور احسان چھوڑ دیا جائے حضور انور مالک ہیں جو چاہیں کریں۔ مگر یہ رائے لینا ہم لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے۶؎ یعنی ابوالعاص کو چھوڑ تو دیا مگر ان سے یہ عہد لیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت زینب کو ہجرت کرکے مدینہ پاک آجانے کی اجازت دے دیں۔ بلکہ حدود دارالسلام تک پہنچا جائیں۔ ابوالعاص کے دل میں ایمان تو اسی وقت آگیا تھا مگر اس کا ظہور دوسرے وقت ہوا ہے تاکہ جناب زینب کو لے آئیں۔ اس وقت غیر محرم کے ساتھ عورتوں کو سفر کرنا جائز تھا چونکہ ابوالعاص اس وقت کافر تھے مدینہ منورہ نہ آسکتے تھے اور مسلمان مکہ معظمہ نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے یہ انتظام فرمایا گیا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے ۸؎ بطن یاجج مکہ معظمہ سے خارج ایک نالہ ہے جو مقام تنعیم کے پاس مسجد حضرت عائشہ صدیقہ سے قریب ہے۹؎ چنانچہ ابوالعاص نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر پہلا کام یہی کیا کہ حضرت زینب کو وہاں پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابوالعاص شام کے تجارتی سفر سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب سے گزرے۔ مسلمانوں نے چاہا کہ ان

کا مال چھین کر انہیں گرفتار کرلیں۔ حضرت زینب کو پتا چلا تو بولیں میں انہیں امان دیتی ہوں۔ یہ سن کر صحابہ کرام بغیر ہتھیار ابوالعاص سے ملے۔ انہیں تبلیغ اسلام کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی میرے پاس کفار مکہ کی کچھ امانتیں ہیں۔ میں وہ امانت دے کر مسلمان ہوں گا۔ چنانچہ آپ مکہ مکرمہ گئے۔ تمام کی امانتیں واپس کیں۔ پھر مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پرانے نکاح پر نیا نکاح پڑھا کر حضرت زینب کو ان کے حوالہ فرمادیا۔ حضور کو ابوالعاص سے بہت ہی محبت تھی۔ حضرت ابوالعاص خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ (اشعہ) اللہ تعالٰی ان کے طفیل ہم کو ایمان پر استقامت حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَسَرَ اَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ عُقْبَةَ ابْنَ اَبِىْ مُعِيْطٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَمَنَّ عَلٰى اَبِىْ عَزَّةَ الْجُمَحِيِّ . (رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۷۹۴) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر والوں کو قید کیا تو عقبہ ابن ابی معیط اور نضر ابن حارث کو تو قتل کردیا[۱] اور ابوعزہ جمحی پر احسان فرمایا[۲] (شرح سنہ)

(۳۷۹۴)[۱] عقبہ ابن ابی معیط وہ ملعون ہے جس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی نجاست ڈالی تھی اور جناب فاطمہ نے ہٹائی تھی۔ نضر ابن حارث بھی حضور کا بہت سخت دشمن تھا۔ ان دونوں کے قتل کردینے میں کفر کی طاقت کا توڑ دینا تھا اس لئے قتل کئے گئے (اشعہ)[۲] ابوعزہ جمحی کفار کا شاعر تھا جو اسلام کے خلاف قصیدے لکھا اور پڑھا کرتا تھا اسے بغیر فدیہ لئے ہی چھوڑ دیا۔ اس کے لئے چھوڑ دینا ہی مفید تھا۔ حضور انور حکیم ہیں حکیم بیماری اور بیمار کے احوال سے خوب خبردار ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو احسان کرکے کفار کو چھوڑ دینا اب بھی جائز سمجھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ قیدی کافر کو کوئی غازی خود قتل نہیں کرسکتا۔ بلکہ امام کی رائے سے قتل کرے گا مشرکین عرب اور مرتدین کے لئے یا قتل ہے یا اسلام نہ انہیں غلام بنایا جائے نہ ان سے جزیہ لیا جائے۔ اور جو کافر قیدی مسلمان ہوجائے اسے قتل نہیں کرسکتے غلام بناسکتے ہیں اور جو کافر قید ہونے سے پہلے مسلمان ہوجائے اسے قتل نہ کیا جائے نہ قید بلکہ وہ آزاد ہوگا۔ تفصیل اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ قَتْلَ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعِيْطٍ قَالَ مَنْ لِلصِّبْيَةِ قَالَ النَّارُ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۹۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ ابن ابی معیط کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بولا بچوں کا کون ہے[۱] فرمایا آگ[۲] (ابوداؤد)

(۳۷۹۵)[۱] صبیہ ص کے کسرہ ب کے سکون سے جمع ہے صبی کے معنی چھوٹے بچے، یعنی آپ مجھے تو قتل کئے دیتے ہیں میرے پیچھے میرے چھوٹے بچے کون پالے پرورش کرے گا[۲] یعنی تیرے لئے آگ ہے اپنی فکر کر بچوں کی فکر کیوں کرتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تیرے بچوں کو آگ پالے گی یہ فرمان اظہار غضب کے لئے ہے۔ اس معنی کی بنا پر یہ غیبی خبر ہے کہ تیرے بچے بھی تیری طرح دوزخی ہیں وہ بھی تیری طرح کافر ہی مریں گے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِيْلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ خَيِّرْهُمْ يَعْنِىْ اَصْحَابَكَ فِىْ اُسَارٰى بَدْرٍ اَلْقَتْلَ اَوِالْفِدَاءَ عَلٰى اَنْ يُّقْتَلَ مِنْهُمْ قَابِلًا مِثْلُهُمْ قَالُوا الْفِدَاءَ وَيُقْتَلُ مِنَّا

(۳۷۹۶) روایت ہے حضرت علی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جبریل امین حضور کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا کہ آپ ان حضرات یعنی اپنے صحابہ کو بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل و فدیہ کا اختیار دیں اس شرط پر کہ آئندہ سال اتنے ہی ان میں سے

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

قتل کئے جائیں گے وہ بولے فدیہ چاہیے اور ہم ہی سے قتل کیے جائیں۲(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔۳

(۳۷۹۶)۱بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق نے تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی کہ شاید آئندہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہم کو اس مال سے قوت حاصل ہو اور حضرت عمر نیز عمرو بن سعد نے مشورہ دیا کہ سب قتل کر دیئے جائیں کہ یہ سرداران کفر ہیں۔ان کے قتل سے کفر کا زور ٹوٹے گا۔تب حضرت جبریل امین نے یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے کہ تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت صدیق و فاروق کی رائے پیش فرما دیں۔وہ لوگ ان دونوں رایوں میں سے جونسی رائے چاہیں پسند کرلیں اگر انہیں قتل کر دیں تو خیر اور اگر انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیں تو اس کے عوض اگلے سال غزوہ احد میں ان میں سے بھی ستر صحابہ شہید ہوں گے۔ ہماری اس شرح سے حدیث واضح ہوگئی۔ جناب صدیق و فاروق سے رائے لینا اور تمام صحابہ کو اختیار دینا دونوں درست ہوگئے۔ یہ اختیار دینا بھی رب تعالٰی کی طرف سے امتحان تھا۔۲یعنی ہم کو سال آئندہ شہادت کی سعادت منظور ہے ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے خیال رہے کہ ان بزرگوں نے مال کی محبت میں فدیہ اختیار نہ فرمایا بلکہ اپنی شہادت اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی رغبت میں یہ اختیار کیا کہ یا تو خود یہ لوگ یا ان کی اولاد ایمان لاکر دین کی خدمت کریں مگر رب تعالٰی کا ارادہ تو یہ تھا جو صحابہ کی رائے ہو وہی ہو۔یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دیا جانا مگر مرضی یہ تھی کہ یہ قتل کر دیئے جائیں۔صحابہ کرام کی یہ رائے ارادہ الٰہی کے مطابق ہوئی رضا الٰہی کے خلاف۔اس لئے ان حضرات پر وہ عتاب آیا جو آیت کریمہ میں مذکور ہے:لَوْ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۶۸)اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو!تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا(کنزالایمان) ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے۔آدم علیہ السلام کا گندم کھالینا ارادہ الٰہی کے عین مطابق تھا رضا الٰہی کے خلاف رضا کی مخالفت رضا الٰہی کی وجہ سے ان پر عتاب ہوا جس سے توبہ کرائی گئی،ارادۂ الٰہی کی مطابقت کی وجہ سے آپ کو خلافتِ زمینی عطاء ہوئی۔ان حضرات پر مخالفت رضاء الٰہی کی وجہ سے عتاب۔عذاب سے ڈرانا ہوا اور ارادہ الٰہی کی موافقت کا انجام یہ ہوا کہ یہ قیدی مسلمان ہوئے اسلامی خدمات انجام دیں یہ جواب نہایت باریک ہے خیال میں رکھو اب یہ حدیث آیت عتاب کے خلاف نہیں شارحین نے اور توجیہیں کی ہیں مگر انشاءاللہ فقیر کی یہ توجیہ قوی ہے حضرات صحابہ اللہ کے محبوب ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوہ احد میں پیش آنے والی تکالیف سے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر تھے نہ خاص صحابہ کرام۔یہ بھی معلوم ہوا کہ عتاب الٰہی ناراضی کی بنا پر ہی نہیں ہوتا اس میں اور حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بندے کو اختیار دے کر بھی عتاب ہوسکتا ہے بلکہ عذاب سے ڈرایا جاسکتا ہے کہ تم نے دوسری شق اختیار کیوں نہ کی۔یہ اختیار دینا بھی امتحان تھا۔۳اس حدیث پر طعن نہیں حدیث بالکل صحیح ہے۔اگرچہ غریب بھی۔غریب ہونا صحت کے خلاف نہیں دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات غرابت صحت کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَطِیَّةَ الْقُرَظِیِّ قَالَ كُنْتُ فِیْ سَبْیِ قُرَیْظَةَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا یَنْظُرُوْنَ فَمَنْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَّمْ یُنْبِتْ لَمْ یُقْتَلْ فَكَشَفُوْا عَانَتِیْ فَوَجَدُوْهَا لَمْ تُنْبِتْ فَجَعَلُوْنِیْ فِی السَّبْیِ۔

(۳۷۹۷) روایت ہے حضرت عطیہ قرظی سے فرماتے ہیں کہ میں قریظہ کے قیدیوں میں تھا۱ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے گئے تو معائنہ کئے جاتے تھے جس کے بال اگ گئے تھے وہ قتل کر دیا گیا اور جس کے نہ اگے تھے وہ قتل نہ کیا گیا چنانچہ میرا زیر ناف بدن بھی کھولا تو محسوس کیا کہ نہ اگے تھے تو مجھے قیدیوں میں کر دیا۲

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ) (ابوداؤد،ابن ماجہ،دارمی)

(۳۷۹۷)۱؎ یعنی میری قوم بنی قریظہ کے جوان بوڑھے تو سارے قتل کردیئے گئے۔ بچے چھوڑ دیئے گئے جن کے جوان ہونے کا شبہ تھا ان کی تحقیق کی گئی۔ میں اس تیسری جماعت میں تھا۔ خیال رہے کہ یہ عطیہ ہیں تو صحابی مگر نہ ان کا پورا نام معلوم ہوسکا نہ ان کے باپ کا نہ حالات کا پتا چلا۲؎ خیال رہے کہ بچے کے بلوغ کی علامت احتلام ہے اور زیر ناف بال آجانا۔ چونکہ یہ لوگ قتل کے خوف سے احتلام کے متعلق غلط خبر دے دیتے اس لئے زیر ناف کے بال دیکھے گئے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ خَرَجَ عُبْدَانٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ قَبْلَ الصُّلْحِ فَکَتَبَ اِلَیْہِ مَوَالِیْھِمْ قَالُوْا یَامُحَمَّدُ وَاللّٰہِ مَا خَرَجُوْا اِلَیْكَ رَغْبَةً فِیْ دِیْنِكَ وَاِنَّمَا خَرَجُوْا ھَرَبًا مِنَ الرِّقِ فَقَالَ نَاسٌ صَدَقُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رُدَّھُمْ اِلَیْھِمْ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اُرٰکُمْ تَنْتَھُوْنَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ مَنْ یَّضْرِبُ رِقَابَکُمْ عَلٰی ھٰذَا وَاَبٰی اَنْ یَّرُدَّھُمْ وَقَالَ ھُمْ عُتَقَآءُ اللّٰہِ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۷۹۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں دو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے۱؎ تو حضور کی خدمت میں ان کے مولاؤں نے لکھا بولے اے محمد! خدا کی قسم یہ لوگ آپ کے پاس آپ کے دین سے محبت کی وجہ سے نہیں گئے وہ تو صرف غلامیت سے بھاگنے کے لئے نکلے ہیں۲؎ تو کچھ لوگ بولے یا رسول اللہ وہ سچے ہیں حضور انہیں ان کی طرف لوٹا دیں۳؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۴؎ اور فرمایا کہ اے گروہ قریش تم لوگ باز نہ آؤ گے حتی کہ اللہ تعالٰی تم پر اسے بھیجے جو اس پر تمہاری گردنیں مار دے۵؎ اور انہیں واپس فرمانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۶؎۔ (ابوداؤد)

(۳۷۹۸)۱؎ یعنی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے میدان میں قیام پذیر ہوچکے تب مشرکین مکہ کے غلاموں میں سے دو غلام مسلمان ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ صلح نامہ ان کے آچکنے کے بعد لکھا گیا۔ اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہوکر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوجائے اسے حضور واپس فرمادیں۔ مگر چونکہ یہ دونوں اس تحریر سے پہلے ہی آچکے تھے اس لئے انہیں واپس نہیں کیا گیا اس لئے راوی نے قبل الصلح کی تصریح فرمادی۔۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے ہیں صرف غلامیت سے بھاگ نکلنے کیلئے اسلام ظاہر کرکے آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں دل میں کافر ہی ہیں۔ لہذا آپ انہیں واپس فرمادیں۔ خیال رہے کہ بعض شارحین نے یہاں غلاموں سے مراد آزاد کردہ غلام لئے ہیں وہ یہاں رق سے مراد اثر رق لیتے ہیں۔ مرقات میں بھی یہ احتمال لیا ہے مگر پہلی توجیہہ بہت قوی ہے کہ یہ دونوں غلام ہی تھے۳؎ یعنی بعض صحابہ نے ظاہر حال کو دیکھ کر کفار کی اس تحریر کی تائید کی کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ آزاد ہونے کے لئے یہاں آئے ہیں۔۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تائید کرنے والے صحابہ پر ناراض ہوئے کیونکہ ان حضرات نے محض اپنے خیال سے حکم شرعی کے خلاف رائے دی۔ نیز مسلمان ہوجانے والوں پر بلا دلیل شبہ کیا۔ ان کے اخلاص کا انکار فرمایا۔ نیز بلا دلیل مشرکوں کی تائید کی۔ ان تین وجہوں سے اظہار ناراضگی فرمایا۵؎ گروہ قریش سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے یہ تحریر بھیجی تھی۔ ان ہی پر اظہار غضب ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ فرمان عالی ان پیغامبروں کے سامنے فرمادیا تاکہ وہ لوگ ان تک پہنچا دیں تحریر فرما کر نہ بھیجا یعنی تم خود کافر ہو مسلمانوں ... کوشش کرتے ہو تمہارا ... کا ... کہ تم پر مسلمانوں کا

راج ہوگا۔ پھر تم کو مسلمان ہونا پڑے گا۔ خیال رہے کہ کفار عرب جزیہ نہیں دے سکتے ان کے لئے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ربّ تعالٰی فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین اس آیت سے کفار عرب یا تو مستثنٰی ہیں یا چونکہ کفار عرب کو وطن چھوڑ دینے کی اجازت ہے اس لئے وہ بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ھذا سے اشارہ اس ظلم وتشدد یا مرتد کرنے کی کوشش کی طرف ہے یعنی ایسا حاکم اسلام تم پر مقرر ہوگا جو تم کو اس ظلم کی سزا دے گا۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر غلام مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو وہ آزاد ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کلمہ پڑھ لینے والے پر بلا دلیل شرعی منافقت کا شبہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں علامات نفاق یا علامات کفر موجود ہوں تو انہیں کافر یا منافق کہا جاسکتا ہے۔ ربّ تعالٰی نے مدینہ کے منافقوں کو جھوٹا اور منافق فرمایا کہ ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۶۳٬۱) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (کنزالایمان) حضرات صحابہ نے منکرین زکوٰۃ پر جہاد کیا اور منکرین تقدیر کو کافر کہا اگرچہ وہ کلمہ گو تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ تُحْسِنُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَ يَاسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تیسری فصل

(۳۷۹۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا ۱؎ تو خالد نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے یہ جانا کہ کہہ دیتے ہم اسلام لائے تو وہ کہنے لگے ہم دین سے نکل گئے ۲؎ نکل گئے تو حضرت خالد انہیں قتل کرنے اور قید کرنے لگے ۳؎ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی دیا۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ ہوا کہ حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کردے ۴؎ تو میں بولا اللہ کی قسم میں تو اپنے قیدی کو قتل نہ کروں گا ۵؎ اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ ہم نے حضور سے ذکر کیا حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے فرمایا الٰہی میں اس سے تیری طرف بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو خالد نے کیا دوبار فرمایا ۶؎ (بخاری)

(۳۷۹۹) ۱؎ تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول نہ کریں تو ان پر جہاد کریں۔ جذیمہ جیم کے فتحہ ذال کے کسرہ سے ایک مشہور قبیلہ تھا ۲؎ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنے پرانے دین سے نکل گئے اسلام میں داخل ہوگئے۔ حضرت خالد یہ سمجھے کہ کہتے ہیں ہم دین اسلام سے نکلے ہی رہیں گے مسلمان نہ ہوں گے۔ عربی میں صابی بے دین کو کہتے ہیں جو دین سے نکل جائے غرضکہ آپ ان کا مقصد نہ سمجھ سکے ۳؎ یعنی بعض کو انہوں نے فی الحال قتل کردیا اور بعض کو قید کرلیا۔ آئندہ قتل کردینے یا غلام بنالینے کی نیت سے حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ فوراً قتل کردے یا کچھ بعد میں ۴؎ یعنی وہ قیدی غازیوں میں تقسیم کردیئے گئے تاکہ انہیں حکم قتل تک محفوظ رکھیں پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر شخص اپنے

پاس محفوظ غلام کو خود قتل کردے۵؎ کیونکہ مجھے شک ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں ان کا کافر رہنا یقینی نہیں۔ یہ ہے مجتہدین کا اختلاف کہ ایک لفظ کو حضرت خالد نے کفر کی دلیل بنایا اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے اسلام کی دلیل قرار دیا۔ یہ دونوں حضرات اپنے خیال میں سچے ہیں مگر حضرت ابن عمر حق پر ہیں حضرت خالد سے راضی نہیں، مگر حضرت خالد کو نہ تو دیت کا حکم دیا نہ توبہ کا، معلوم ہوا کہ اگرچہ مجتہد سے بڑی بھاری غلطی ہو جائے حتی کہ قتل بھی واقع ہو جائے تب بھی اس کی گرفت نہیں۔ لہٰذا حضرت علی اور حضرت معاویہ و عائشہ صدیقہ میں سے کسی پر گناہ نہیں۔ کہ وہاں کشت و خون ہوا مگر نفسانیت سے نہیں بلکہ للّٰہیت سے، ان میں کوئی کسی کا ذاتی دشمن نہ تھا۔ اختلاف رائے سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان کے متعلق رب فرماتا ہے: رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ

مسئلہ سماع موتیٰ

خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے بعد وفات سننے دیکھنے تصرف کرنے کے متعلق تمام اسلامی فرقے اسی پر متفق ہیں کہ وہ حضرات بعد وفات سنتے دیکھتے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت انبیاء دنیاوی حقیقی حیات سے زندہ ہیں اور حضرت اولیاء بہ حیات اخروی معنوی زندہ ہیں اشعۃ اللمعات) عام مردوں کے سننے کے متعلق علماء اسلام کی تین جماعتیں ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ عام مردے کبھی نہیں سنتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی پہلے یہ ہی فرماتی تھیں مگر بعد میں آپ نے اس سے رجوع کرلیا اور سماع موتیٰ کی قائل ہو گئیں۔ (اشعۃ اللمعات) دوسری جماعت کہتی ہے کہ مردے عام حالات میں تو نہیں سنتے مگر خاص وقتوں میں سنتے ہیں جیسے بعد دفن کہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتے ہیں یا حضور کے اس فرمان کے وقت مقتولین میں زندگی پیدا کی گئی جس سے انہوں نے حضور کا یہ فرمان سن لیا۔ یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا۔ تیسری جماعت کا قول ہے کہ عام مردے بھی ہر وقت سنتے زائرین کو دیکھتے پہچانتے ہیں۔ منکرین سماع کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

نمبر(۱) قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (۲۷،۸۰) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں (کنزالایمان) اے محبوب تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکو۔ (۲) قرآن کریم فرماتا ہے وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ (۳۵،۲۲) اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں (کنزالایمان) جو قبروں میں ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے۔ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ کا فرمان کہ مردے نہیں سنتے۔ (۴) فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کسی سے نہ بولنے کی قسم کھالے پھر اس سے مرے بعد کلام کرے تو اس کی قسم ٹوٹے گی نہیں۔ کیونکہ میت کلام سنتی سمجھتی نہیں۔ منکرین سماع موتیٰ کے کل یہ چار دلائل ہیں۔

قائلین سماع موتیٰ کے دلائل حسب ذیل ہیں: (۱) قرآن میں ہے حضرت صالح علیہ السلام جب عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا: يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ فَكَيۡفَ اٰسٰى عَلٰى قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ (۷،۹۳) اور کہا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا (کنزالایمان)۔ (۲) قرآن کریم میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی کافر عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ (۷،۷۹) تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے

شک میں نے اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں (کنزالایمان) یعنی اے قوم میں نے تم کو احکام الٰہی پہنچائے تمہاری بڑی خیر خواہی کی تو اب میں کافر قوم پر کیسے غم کروں۔ (۳) قرآن کریم فرماتا ہے: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (۴۵:۴۳) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو (کنزالایمان) اے محبوب اپنے سے پہلے رسولوں کو دریافت فرمالو ہم نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنائے جن کی پوجا کی جائے۔ (۴) یہی حدیث جو مسلم بخاری نے روایت کی جس سے معلوم ہوا کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں۔ نمبر (۵) مسلم شریف میں ہے کہ بعد دفن جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے نمبر (۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو ان سے خطاب کرکے سلام بھی کہتے تھے اور کلام بھی کرتے تھے کہ تم ہمارے سلف ہو ہم تمہارے خلف نمبر (۷) حضرت عائشہ صدیقہ جب مکہ معظمہ میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر پہنچیں تو سلام کیا اور فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تم کو وہاں ہی دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی نمبر (۸) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے تب تک میں بے حجاب اندر چلی جاتی تھی جب سے حضرت عمر دفن ہوئے ہیں تب سے میں حجاب کے ساتھ اندر جاتی ہوں حضرت عمر سے شرم وحیا کی وجہ سے نمبر (۹) فقہاء فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جائے تو اہل قبور کو سلام کرے۔ عام مومنوں کو یوں کہے السلام علیکم دار قوم من المسلمین وانا ان شاء اللہ لاحقون نسائی اللہ لنا ثہ لکم العافیہ ۔ شہداء کو یوں سلام کرے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۔ اولیاء اللہ کو یوں سلام کرے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۔ اور ظاہر ہے نہ سننے والوں کو سلام کرنا ممنوع ہے۔ دیکھو سوتے ہوئے کہ سلام نہ کرو کہ وہ سنتا نہیں۔ نیز جو سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا ممنوع ہے۔ جو نماز پڑھ رہا ہے۔ استنجا کر رہا ہے اسے سلام نہ کرو کہ اگرچہ وہ سلام سنتا تو ہے مگر جواب دے نہیں سکتا۔ اگر قبر والے مردے سلام سنتے نہ ہوتے یا جواب نہ دے سکتے تو انہیں سلام کرنا ممنوع ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔

منکرین سماع موتی کے چاروں دلائل نہایت ہی کمزور ہیں ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

جواب (۱) آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى میں مردے اور بہرے سے مراد دل کے بہرے کفار ہیں جو حضور کی تبلیغ کو مفید طور پر نہیں سنتے کیونکہ اس جگہ قرآن کریم نے فرمایا: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (۸۱:۲۷) تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (کنزالایمان) آپ ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ دیکھو یہاں موت کے مقابل میں ایمان کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ موت سے مراد کفر ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کی تفسیر کردی۔ جواب (۲) آیت مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ میں بھی قبر والوں سے مراد کفار ہیں جن کے مردہ دل ان کے سینوں میں بے حس دفن ہیں۔ قرآن کریم نے آنکھ کان ناک والے کفار کو بہرا اندھا فرمایا ہے۔ فرماتا ہے: صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (۱۸:۲) بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں (کنزالایمان) ان قرآنی آیات سے واضح ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ ان دونوں آیتوں میں مردے ہی مراد ہیں تو بھی ان میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں بلکہ حضور کے سنانے کی نفی ہے یعنی مردوں کو آپ نہیں سنا سکتے ہم سناتے ہیں۔ یا مفید سنانا ہے۔ یعنی مردے آپ کا کلام سن کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ فائدہ زندگی میں اٹھایا جا سکتا تھا۔ جواب (۳) ہم بحوالہ اشعۃ اللمعات عرض کر چکے کہ حضرت

عائشہ صدیقہ نے اس سے رجوع فرمالیا۔ وہ اولاً سماع موتی کا انکار فرماتی تھیں پھر قائل ہوگئیں۔ خود انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر جا کر ان سے خطاب فرمایا۔ حضرت عمر فاروق کے دفن ہو جانے پر روضہ انور میں باپردہ جانے کا التزام فرمایا۔ حضرت عمر سے شرم و حیا کی وجہ سے۔ جواب (۴) قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔ دیکھو مچھلی کو قرآن کریم میں گوشت فرمایا لَحْمًا طَرِيًّا مگر فقہاء قسم کے موقع پر اسے گوشت نہیں مانتے جو شخص گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے وہ مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہوتا۔ کیوں اس لئے کہ اسے عرف میں گوشت نہیں کہتے۔ لہٰذا جو عرف میں بولنے سے مراد ہوتا ہے ظاہری سوال و جواب والا بولنا مردے سے بولنے کو عرفاً بولنا نہیں کہتے اس لئے مردے سے کلام کرنے والا حانث نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ دلائل نہایت کمزور ہیں۔

دوسری جماعت:۔ کے پاس کوئی دلیل نہیں صرف حضرت قتادہ کی رائے ہے جو قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث شریف کے بھی، مردے میں بعض وقت جان پڑ جانا نکل جانا یہ پڑتے نکلتے رہنا قتادہ کی رائے ہے کسی آیت یا حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ بہرحال حق یہ ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

قبروں سے فیض لینا: اس کی مکمل بحث ہم مرات جلد دوم باب زیارت قبور میں کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ بعض کی یہ گفتگو سن لینا حضور کی خصوصیات سے ہے جو رب تعالیٰ نے ایک خاص حکمت سے وہاں ظاہر فرمائی۔ ورنہ عام مردے بلکہ خود مقتولین بدر ہر وقت زندوں کا کلام نہیں سنتے۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

خشک علماء اس کے منکر ہوئے ہیں مگر صاحب کشف اولیاء وعلماء کا عقیدہ ہے کہ بزرگان دین کی قبور سے مدد لینا فیض حاصل کرنا بالکل درست ہے، ان کے فیوض سے مایوس ہونا کفار کا طریقہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (۶۰:۱۳) وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے (کنزالایمان) یہ لوگ آخرت سے ایسے مایوس ہیں جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل قبور کے فیوض سے مایوسی طریقہ کفار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بار بارش کیلئے حضور کے روضہ انور کی چھت کھلوا دی فوراً بارش آئی (مشکوٰۃ شریف باب الکرامات) رب العالمین نے بنی اسرائیل کو حکم دیا: وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (۶۰،۱۳) اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں (کنزالایمان)۔ بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے جاؤ اور کہو کہ مولیٰ معافی دے دے۔ وہاں کیوں بھیجا مدفون انبیاء کرام کی قبروں سے فیض حاصل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور کی معراج کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ یہ قبور والوں کی مدد ہی تو ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق مرات جلد دوم باب زیارۃ قبور میں دیکھو اور حیات انبیاء کی تحقیق باب الجمعہ میں کی جا چکی ہے:۔

بَابُ الْاَمَانِ
باب امان کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

امان و امن ضد ہے خوف کی بھی اور جنگ کی بھی یہاں کفار کو امان دینا مراد ہے اس امان کی بہت صورتیں ہیں۔ مستامن کو امان دینا کہ جو کافر دارالحرب سے ہمارے ملک میں چند روز کے لئے ہماری اجازت سے آئے اسے مستامن کہتے ہیں۔ بحالت جنگ کسی کافر کو

امان دینا کسی مصلحت سے ذمی کافر کو دائمی امان دینا۔ جس کافر قوم سے ہماری صلح و معاہدہ ہوگیا ہے اسے زمانہ صلح میں امان دینا۔ کافروں کا قاصد یا ایلچی کا ہمارے ہاں پیغام رسانی کے لئے آنا اسے امان دینا جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهٗ یَغْتَسِلُ وَ فَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیٍٔ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیْ رَکَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیٌّ اِنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ ابْنُ هُبَیْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیٍٔ قَالَتْ اُمُّ هَانِیٍٔ وَ ذٰلِكَ ضُحًی۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلتِّرْمِذِیِّ قَالَتْ اَجَرْتُ رَجُلَیْنِ مِنْ اَحْمَائِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اٰمَنَّا مَنْ اٰمَنْتِ۔

(۳۸۰۰) روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے[۱] فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے سال گئی[۲] تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کئے تھیں[۳] تو میں نے سلام کیا[۴] فرمایا یہ کون ہیں۔ میں نے کہا ام ہانی بنت ابوطالب فرمایا ام ہانی خوب آئیں[۵] پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہوگئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں[۶] پھر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں[۷] کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں۔ ہبیرہ کا بیٹا فلاں[۸] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی۔ اسے ہم نے بھی امان دے دی[۹] ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا (مسلم بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی[۱۰] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دیدی جسے تم نے امان دے دی۔

(۳۸۰۰)[۱] آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے۔ ابوطالب کی بیٹی جناب علی مرتضیٰ کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائیں۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ ھ میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی (اشعہ)[۲] یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہو چکے تھے[۳] غسل فرمارہے تھے اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرمارہے تھے چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لئے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑی تھیں۔ یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا۔ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔[۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کررہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے۔ ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لئے پیشاب پاخانہ استنجا کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے کہ وہ ننگا ہے[۵] معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کرسکتے ہیں۔ وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے۔ ہر غسل کا یہی حکم ہے جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے[۶] نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شمائل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوۃ باب السرّ میں گزر گئے۔[۷] حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں۔ مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لئے جیسے ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام[۸] ہبیرہ ابن وھب ابن عمرو ابن عائذ

ابن عمران ابن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں' اس فلاں کا نام معلوم نہ ہوسکا یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا ان کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کیلئے' خیال رہے کہ جناب ام ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہوگئی۔بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبدالملک ابن عبداللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلا بیٹا۔(دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھر تھا یا حضرت علی کے گھر یا کسی اور جگہ بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا۹ یعنی تمہاری امان ہماری امان ہے۔حضرت علی اسے قتل نہیں کریں گے۱۰ یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں۔ایک تو عبداللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں۔دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں۔دونوں مخزومی ہیں۔ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں۔ جناب اُم ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی۔حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَاخُذُ لِلْقَوْمِ یَعْنِیْ تُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۸۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پوری قوم کے لئے امان دے سکتی ہے۱ یعنی مسلمانوں پر امان دے سکتی ہے۲ (ترمذی)

(۳۸۰۱)۱ یعنی ایک مسلمان عورت قوم کفار کو امان میں لے سکتی ہے۔کسی قوم سے اس کا کہہ دینا کہ میں نے تم کو امان دی معتبر ہے اور اس قوم کو امان مل جائے گی۲ یہ جملہ امان میں لینے کی شرح ہے چنانچہ حضرت زینب بنت رسول اللہ نے اپنے خاوند ابوالعاص کو امان دے دی جیسا کہ پہلے گزر چکا۔اور حضرت ام ہانی نے اپنے دو دیوروں اور اپنے بیٹے کو امان دے دی اور تمام غازی صحابہ کو یہ امان ماننی پڑی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَمِقِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اٰمَنَ رَجُلًا عَلٰی نَفْسِهٖ فَقَتَلَهٗ اُعْطِیَ لِوَآءَ الْغَدْرِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۸۰۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن حمق سے۱ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی شخص کو اس کی جان پر امان دے دے پھر اسے قتل کر دے اسے قیامت کے دن غداری (بدعہدی) کا جھنڈا دیا جائے گا (شرح سنہ)

(۳۸۰۲)۱ آپ قبیلہ بنی خزاعہ سے ہیں صحابی ہیں حجۃ الوداع میں حضور کے ہاتھ پر ایمان لائے۔حضور کی وفات کے بعد پہلے کوفہ میں پھر مصر میں مقیم رہے ۵۱ھ میں موصل میں عجیب وغریب طریقہ سے قتل کیے گئے ان کے قتل کا عجیب قصہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں اور شیخ عبدالحق نے رسالہ تعیم البشارہ کے حاشیہ میں لکھا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۲ اسے رسوا کرنے کے لئے اور یہ جھنڈا بدعہدی وغداری کی نشانی ہوگا جس سے محشر والے اس کی غداری معلوم کرلیں گے۔خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ عیوب ظاہر نہ کیے جائیں گے اعلانیہ عیوب کا اعلان ہوگا۔لہذا یہ حدیث پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ سُلَیْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ کَانَ بَیْنَ مُعٰوِیَةَ وَ بَیْنَ

(۳۸۰۳) روایت ہے حضرت سلیم ابن عامر سے۱ فرماتے ہیں کہ

الرُّوْمِ عَهْدٌ وَّ كَانَ يَسِيْرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ اَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَاَلَهٗ مُعٰوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعٰوِيَةُ بِالنَّاسِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت معاویہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا۲ اور جناب معاویہ ان کے شہروں کی طرف چل دیئے تا کہ جب معاہدہ پورا ہو جائے تو فوراً ان پر حملہ کر دیں۳ تو ایک شخص ترکی یا عربی گھوڑے پر سوار یہ کہتا ہوا آیا۴ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا عہد ہو بدعہدی نہ ہو۵ لوگوں نے غور کیا تو وہ حضرت عمرو ابن جلسہ تھے۶ تو اس کے متعلق ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا۷ تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا کسی قوم سے عہد ہو تو وہ نہ تو عہد کھولے نہ اسے بدلے۸ حتیٰ کہ اس کی مدت گزر جائے۹ یا انہیں برابری پر خبر دے دے۱۰ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ لوگوں کو واپس لے گئے۱۱ (ترمذی ابوداؤد)

(۳۸۰۳) ۱؎ آپ تابعی ہیں شام میں قیام رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے عالم وفقیہ تھے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ ہیں۔ ۲؎ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ سلطنت میں کفار روم سے کچھ روز کے لئے عارضی صلح فرمائی تھی کہ فلاں تاریخ تک ہم تم سے جنگ نہ کریں گے۔ ۳؎ یعنی جب مدت صلح ختم ہونے کے قریب ہوئی تو آپ مع لشکر جرار شام سے روم کی طرف روانہ ہو گئے اس ارادہ سے کہ مدت صلح ختم ہونے سے پہلے رومیوں کی سرحد پر پہنچ جائیں اور معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیں۔ ۴؎ فرس اور برذون دونوں کے معنی ہیں گھوڑا مگر یہاں فرس سے مراد ہے عربی گھوڑا اور برذن سے مراد ہے ترکی گھوڑا۔ راوی کو شک ہے کہ وہ کس گھوڑے پر سوار تھے۔ ۵؎ یعنی اے جماعت صحابہ یا اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اے امیر المومنین معاویہ تم لوگوں کی شان وفا عہد ہے۔ بیوفائی تمہاری شان کے خلاف ہے آپ نے ختم مدت سے پہلے ان کفار کی طرف کوچ کرنا ان کی سرحد پر پہنچ جانا بھی خلاف عہد سمجھا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کفار مسلمانوں پر حملہ کی تیاری نہ کر رہے ہوں اگر وہ ایسا کر رہے ہوں تو مدت صلح میں ان کی سرحد پر پہنچ جانا اور بعد ختم مدت اچانک ان پر حملہ کر دینا' انہیں حملہ کا موقع نہ دینا ضروری ہے کہ اب بدعہدی ان کی طرف سے ہے نہ کہ ہماری طرف سے اس وقت رومیوں نے یہ حرکت نہ کی تھی (مرقات) ۶؎ آپ مشہور صحابی ہیں چوتھے مسلمان ہیں شام کے رہنے والے ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ آپ نے صلح کے زمانہ میں ان رومی عیسائیوں کی سرحد پر پہنچ جانے کو بھی بدعہدی میں شمار فرمایا۔ اس لئے یہ فرمایا ۷؎ یعنی امیر معاویہ نے اس فتویٰ کی دلیل حدیث سے معلوم کرنا چاہی ۸؎ بعض روایات میں الفاظ یوں ہیں فیشدہ ولا یحلہ یعنی اس عہد کو پختہ تو کر دے مگر کھولے یعنی توڑے نہیں۔ یہ عبارت واضح ہے شد کے معنی مضبوطی کے ہیں۔ یہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عہد کو مدت کے اندر کھولے توڑے نہ کفار سے تجدید عہد یا توثیق عہد کا مطالبہ کرے۔ یعنی یہ نہ کہے کہ اس عہد کو مضبوط کرو کہ اس سے کفار سمجھیں گے کہ مسلمانوں نے وہ عہد کمزور کر دیا۔ اس لئے اب اس کی پختگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس میں بھی خیانت کی بو ہے۔ ہم نے لایشدنہ کے معنی جو کئے نہ بدلے یہ لازمی معنی ہیں ورنہ معنی یہ ہیں کہ نہ مضبوطی عہد کا مطالبہ کرے ۹؎ غرضکہ مدت صلح گزرنے تک کفار سے کچھ تعرض نہ کرے آپ کا وہاں جانا اس کے خلاف ہے۔ سبحان اللہ اس تقویٰ کے قربان ۱۰؎ یعنی اگر صلح توڑنے کی ضرورت ہی پیش آ جائے تو حملہ سے بہت پہلے انہیں اطلاع بھیج دے کہ ہم مجبوراً اس معاہدہ کو توڑ رہے ہیں تم تیار ہو جاؤ یہی مطلب ہے علیٰ سواء کا قرآن کریم فرماتا ہے: واما

تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔ا۱یعنی امیر معاویہ حضور کا یہ فرمان عالی سنتے ہی مع لشکر کے واپس لوٹ گئے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سلطنت میں ۵۱ اکیاون ہجری میں فتح ہوا۔اس فتح میں یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا (اکمال) اور اس لشکر جرار میں حضرت عبداللہ ابن عمر،عبداللہ ابن عباس،ابوایوب انصاری،عبداللہ ابن زبیر،حسین ابن علی جیسے حضرات سپاہیانہ شان سے شامل تھے (البدایہ والنہایہ) یزید ابن معاویہ نے حضرت ابوایوب انصاری کی نماز جنازہ پڑھائی۔اس نے قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے آپ کو دفن کیا اور اعلان کیا کہ اگر کسی عیسائی نے اس قبر شریف کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں سارے عرب کے عیسائیوں کے قتل اور عرب کے گرجا منہدم کردوں گا اللہ کی شان ہے جس سے چاہے دین کی خدمت لے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِیْ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِیَ فِیْ قَلْبِی الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَیْهِمْ اَبَدًا قَالَ اِنِّیْ لَا اَخِیْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِیْ نَفْسِكَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۳۸۰۴) روایت ہے حضرت ابورافع سے ا۱فرماتے ہیں مجھے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ۲ تو جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا ۳ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں تو اب ان کی طرف کبھی نہ لوٹوں گا ۴ تو فرمایا کہ ہم نہ تو عہد توڑتے ہیں اور نہ قاصدوں کو روکتے ہیں ۵ لیکن تم ابھی واپس جاؤ پھر اگر تمہارے دل میں وہ رہے جو اب ہے تو واپس آجانا ۶ فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مسلمان ہوگیا ۷ (ابوداؤد)

(۳۸۰۴) ا۱آپ کا نام شریف اسلم ہے آپ پہلے سیدنا عباس کے غلام تھے۔انہوں نے حضور کو بطور ہدیہ پیش فرمادیا تو آپ حضور انور کے غلام ہوگئے پھر آپ نے ہی حضرت عباس کے ایمان لانے کی خبر حضور انور کو دی۔حضور نے اس خبر لانے کی خوشی میں انہیں آزاد کردیا۔اللہ تعالٰی مجھے ابورافع حبشی کے غلاموں میں حشر نصیب کرے۔شعر:

جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا

آپ بہت ہی خوش نصیب صحابی ہیں۔آپ قبطی النسل ہیں (اشعہ،مرقات ولمعات)

۲ صلح حدیبیہ کے دن کفار نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر حضور انور کی خدمت میں بھیجا۔جبکہ حدود حرم میں حدیبیہ کے میدان میں مع جماعت صحابہ کے جلوہ افروز تھے۔مرقات نے یہاں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابورافع وہ نہیں ہیں جو حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔وہ تو بدر سے پہلے ہی اسلام لاچکے تھے۔اب حدیبیہ میں ان کا کفار مکہ کی طرف سے صلح کا نمائندہ بن کر آنا کیسا یہ کوئی اور ابورافع ہیں واللہ علم۔۳ حضور کا چہرہ پاک خود معجزہ تھا کہ ذی ہوش آدمی صرف دیکھ کر ہی ایمان لے آتا حضرت عبداللہ ابن اسلام کا بھی یہی واقعہ ہوا کہ چہرہ انور دیکھتے ہی ان کے دل میں ایمان آ گیا۔

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

۴ یعنی ایمان بھی نصیب ہوگیا اور وطن بال بچوں مال ومتاع سے محبت ایک دم جاتی رہی۔اس لئے دیس چھوڑ پردیس میں جانے گھر بار اولاد چھوڑ کر حضور کے پاس بس جانے کے لئے تیار ہوگئے۔گنہگار احمد یار اپنا تجربہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ فقیر جناب آمنہ رضی اللہ

عنہا کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں قبر شریف پر فقیر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں یہ کشش بھی ان حضرات کا زندہ جاوید معجزہ وکرامت ہے۔ جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف میں بہت ہی کشش ہے جو بیان نہیں ہوسکتی۔۵؎ اخیس بنا ہے خیس سے، یعنی غدر یا عہد شکنی، یعنی وعدہ خلافی کرنا اور کسی قاصد کو اپنے ہاں روک لینا۔ ہماری شان نہیں کہ یہ بھی عہد شکنی ہی ہے۔ برد جمع ہے برید کی، یعنی ڈاکیہ اور قاصد، تم جیسے ان کا پیغام لے کر ہمارے پاس آئے ہو ویسے ہی ہمارا جواب لے کر ان کے پاس جاؤ۶؎ یعنی وہ وارفتگی جو تمہارے دل میں اب ہے اگر مکہ معظمہ پہنچ جانے ہمارا جواب سنانے کے بعد بھی رہے تو چلے آنا۔ خیال رہے کہ حضور انور نے ان کا اسلام تو قبول فرمالیا مگر اس وقت ہجرت کی اجازت نہ دی جس کی وجہ خود بیان فرمادی۔ لہٰذا یہ حدیث فقہا کے اس قول کے خلاف نہیں کہ جو مسلمان ہونا چاہے اسے ٹالو نہیں بلکہ فوراً مسلمان کرلو۔ اس لئے حضور نے یہ فرمایا کہ ابھی مسلمان نہ بنو واپسی پر بننا۔ نیز حضور نے اس وقت انہیں اپنا اسلام ظاہر کرنے سے منع فرمایا، تاکہ کفار مکہ کے شر سے محفوظ رہیں۔ ۷؎ یا حدیبیہ میں ہی صلح نامہ کی تحریر سے پہلے یا کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں پہنچ کر، مسلمان ہوگیا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنا اسلام ظاہر کردیا اعلانیہ مسلمان ہوگیا، مرقات نے یہی توجیہ فرمائی۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلَيْنِ جَآءَ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلَمَةَ اَمَا وَاللّٰهُ لَوْ لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقُكُمَا . (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۰۵) روایت ہے حضرت نعیم ابن مسعود سے۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں سے فرمایا جو مسیلمہ کے پاس سے آئے تھے۲؎ کہ اگر یہ قانون نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردنیں ماردیتا۔ (احمد، ابوداؤد)

(۳۸۰۵)۱؎ آپ اشجعی مدنی ہیں غزوہ خندق میں ایمان لائے اسلام سے پہلے احزاب کے واقعہ میں ان کی کوشش رہی کہ بنی قریظہ اور ابوسفیان کے درمیان یہی واسطہ اور پیغام رساں تھے۔ ابوسفیان اس جنگ احزاب میں کفار کے سردار تھے۔ خلافت عثمان میں فوت ہوئے یا خلافت حیدری میں جنگ جمل میں قتل ہوئے۔۲؎ ان دونوں مردوں کے نام عبداللہ ابن نواحہ اور دوسرا ابن اثال ہیں۔ یہ دونوں مسیلمہ کذاب پر ایمان لاچکے تھے جیسے ہمارے ہاں قادیانی جو مرزا غلام احمد مردود پر ایمان لاچکے ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے حضور کے زمانہ میں ہی دعویٰ نبوت کردیا۔ خلافت صدیقی میں تلوار صدیقی سے جہنم میں پہنچا حضرت وحشی نے اسے نہایت ذلت سے ہلاک کیا اس سے جنگ یمامہ کا معرکہ ہوا یعنی تم میرے سامنے مسیلمہ کذاب کی نبوت کا اقرار کررہے تو مستحق قتل ہو۔ مگر چونکہ قاصدوں کو قتل کرنا درست نہیں اس لئے تم کو چھوڑتا ہوں اور واپس جانے دیتا ہوں۔ قاصدوں، ایلچیوں، نمائندوں اور سفیروں کو قتل نہ کرنے میں بڑی مصلحتیں ہیں۔ اب بھی اس قانون پر عمل ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحَلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ يَعْنِي الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَلَا تُحْدِثُوْا حَلْفًا فِي الْاِسْلَامِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ عَلِيٍّ اَلْمُسْلِمُوْنَ

(۳۸۰۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ دور جاہلیت کے معاہدے پورے کردو کیونکہ اسلام ان کی پختگی ہی بڑھاتا ہے۱؎ اسلام میں بنا حلف نہ کرو۲؎۔ اور حضرت علی کی حدیث المسلمون تتکافا کتاب القصاص میں ذکر کی گئی۔

تتکاناَ فِیْ کِتَابِ الْقِصَاصِ)

(۳۸۰۶)۱؎ یعنی تم لوگوں نے اسلام سے پہلے جو عہد و میثاق کفار سے کر لئے تھے۔ وہ تمام کے تمام پورے کرو کہ اسلام میں خلاف عہد کرنا جرم ہے۲؎ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ لاحلف فی الاسلام اسلام میں حلف نہیں یعنی کفار کا حلیف بننا جائز نہیں۔ حلف میں ایک دوسرے کی مدد کا عہد بھی ہوا تھا اور ایک دوسرے کی میراث کا بھی وعدہ کہ جو معاہد مرے اس کا مال اس کا حلیف لے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنُ النَّوَاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلاَ مُسَيْلِمَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَوْ كُنْتُ قَاتِلاً رَسُوْلًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَمَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يُقْتَلُ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۸۰۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کذاب کے قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۱؎ تو حضور نے ان سے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۲؎ تو وہ بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۳؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ اور رسول پر ایمان لایا۴؎ اور اگر میں قاصد کو قتل کرتا ہوتا تو تم کو قتل کر دیتا۵؎ عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر طریقہ جاری ہو گیا کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے۶؎ (احمد)

(۳۸۰۷)۱؎ ایلچی بن کر کوئی پیغام لے کر، مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست منہ در منہ بھی گفتگو کی ہے۔ اور ایلچیوں کے واسطہ سے بھی چنانچہ ایک بار اس نے حضور انور سے مُشافۃً عرض کیا تھا کہ اگر آپ اپنے بعد خلافت میرے لئے تحریر فرما دیں تو میں آپ سے صلح کرلوں یعنی نبوت چھوڑ دوں حضور انور کے ہاتھ شریف میں ایک سبز مسواک تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سبز مسواک بھی مجھ سے مانگے تو تجھ کو نہ دوں گا اور تیرا جو انجام ہونے والا ہے وہ مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے۔ یہ اسی کی عرض و معروض وہ ہے جو قاصد پیغامبر کے ذریعہ سے اس نے کی اس کا ذکر ابھی پچھلی حدیث میں گزر چکا۲؎ یا تو حضور انور نے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے یہ فرمایا یا کوئی معجزہ دکھا کر یہ ارشاد کیا بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ کافر ایلچی کو تبلیغ اسلام کرنا جائز ہے۔۳؎ یعنی نعوذ باللہ آپ اللہ کے رسول نہیں بلکہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے یا آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔ آپ خاتم النبیین نہیں آپ کے زمانہ میں اور رسول بھی ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں وہ کافر اصلی ہیں دوسری صورت میں وہ دونوں موجودہ قادیانیوں کی طرح مرتد ہیں۔ کیونکہ اسلامی کلمہ کو گمراہ فرقے جن کی گمراہی حد کفر تک پہنچ جائے وہ مرتدین ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق نے منکرین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب کو مع اس کے معتقدین کے مرتد تصور فرمایا مرتد سے نہ جزیہ لیا جاتا ہے نہ صلح۔ اس کے لئے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (۱۶:۴۸) کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضور انور کے زمانہ میں اور بھی کسی کو نبی مانے وہ مرتد ہے۔ اس سے موجودہ دور کے دیو بندیوں کو عبرت پکڑنی چاہیے۔ حضور انور خاتم النبیین ہیں کہ نہ تو حضور کے زمانہ میں، نہ حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ اصلی نبی، نہ ظلی بروزی مراتی بذاتی افیونی چرسی نبی، حضور کی نبوت تمام نبیوں کی نبوت کی ناسخ ہے۔ حضور

ہی آخری نبی ہیں۔ ۴؎ اس فرمان عالی میں رسولہ سے مراد جنس رسول ہے یعنی میں اللہ کے سارے سچے نبیوں پر ایمان لایا۔ مسیلمہ کے جھوٹا ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ میں نے اس کو جھوٹا بے دین فرما دیا ۵؎ کیونکہ تم مرتد ہو اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ مگر ایلچی ہو لہذا قتل نہیں کئے جاؤ گے بخیریت واپس چلے جاؤ ۶؎ یعنی قاصد ایلچی اگرچہ بذات خود قتل کے لائق ہو مگر جب قاصد بن کر آئے گا تو سلامتی سے واپس کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہمارا مسلمان زنا، چوری، قتل کرکے مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا جائے۔ پھر وہ کبھی کفار کا ایلچی بن کر ہمارے ہاں آئے تو اس حالت میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ چند وجہوں سے مستحق قتل ہے۔ یہ جملہ مطلق ہر قسم کے مستحق قتل قاصد کو شامل ہے۔ یہاں سنت قلعی قانون اسلامی ہے۔ فرض واجب کا مقابل نہیں یعنی اس فرمان عالی کے بعد یہ قانون جاری ہوگیا۔ اوراب تک یہ قانون ہر ملک وملت میں جاری ہے۔

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ وَالْغُلُوْلِ فِيْهَا

باب غنیمتوں کی تقسیم اوران میں خیانت کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

قسمت کے معنی بخشش کرنا بھی ہیں اور اندازہ لگانا بھی اور حصہ کرنا بھی، غنیمت وہ مال ہے جو بحالت جنگ کفار سے چھینا جائے اور فی ہر وہ مال ہے جو کفار سے حاصل کیا جائے خواہ جبراً خواہ صلحاً بشرطیکہ حلال طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ لہذا غنیمت خاص فئی عام۔ چنانچہ غنیمت، جزیہ، خراج مال صلح جو کفار سے صلح کرکے حاصل کیا جائے ان سب کو فئی کہا جاتا ہے (مرقات) غلول غنیمت کے مال میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِنَا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰى ضَعْفَنَا وَ عَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہم سے پہلے کسی کیلئے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں ۱؎ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے ہماری کمزوری ہماری عاجزی دیکھی تو اس نے ہمارے لئے یہ حلال دیں ۲؎

(۳۸۰۸) ۱؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے لم تحل بغیرف کے اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور اگر فلم تحل ف سے ہو تو یہ کلام کسی گزشتہ کلام پر مرتب ہے۔ یہ پورا کلام شریف اسی باب کی فصل میں آئے گا۔ یعنی غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی نبی کی امت کے لئے حلال نہ کیا۔ وہ لوگ جب جہاد میں کفار سے مال چھینتے تھے تو یہ سارا مال جمع کرکے کسی جگہ رکھتے تھے۔ آسمان سے غیبی آگ بغیر دھوئیں والی آتی تھی اسے جلا جاتی تھی۔ یہ آگ کا جلا ڈالنا اس کی علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد مقبول ہے اور غنیمت میں خیانت نہیں ہوئی۔ اگر آگ نہ جلاتی تو وہ لوگ سمجھ جاتے کہ یا تو جہاد مردود ہوگیا یا اس غنیمت میں کچھ خیانت ہوئی ہے۔ یہی حال ان کی قربانیوں کا تھا۔ ہمارے لئے غنیمت اور قربانی دونوں چیزیں حلال فرمادی گئیں (از مرقات ولمعات مع اضافہ) ۲؎ یعنی اس گزشتہ قوموں کے لحاظ سے

ہم لوگ جسماً کمزور بھی ہیں اور مال میں کم بھی اور تا قیامت بہت کمزور وغریب لوگ جہاد کیا کریں گے۔ان وجوہ سے ہمارے لئے غنیمت حلال کردی کہ جہاد میں ثواب بھی حاصل کریں اور مال بھی یہ رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد گزشتہ دینوں میں بھی تھے۔ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ثابت کیا ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَیْنٍ فَلَمَّا الْتَقَیْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِیْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَیْتُ رَجُلاً مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَآئِهٖ عَلٰی حَبْلِ عَاتِقِهٖ بِالسَّیْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّةً وَجَدْتُّ مِنْهَا رِیْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَهٗ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْهَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْهَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقُمْتُ فَقَالَ مَالَكَ یَا اَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهٗ عِنْدِیْ فَاَرْضِهٖ مِنِّیْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَا هَا اللّٰهِ اِذًا لَّا یَعْمَدُ اِلٰی اَسَدٍ مِّنْ اُسْدِ اللّٰهِ یُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَیُعْطِیْكَ سَلَبَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهٖ فَاَعْطَانِیْهِ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَاِنَّهٗ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهٗ فِی الْاِسْلَامِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۸۰۹) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے سال گئے[۱] تو جب ہم ملے تو مسلمانوں میں بے چینی ہوگئی میں نے مشرکین کے ایک شخص کو دیکھا[۲] کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان پر غالب آ گیا[۳] تو میں نے ان کے پیچھے سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار ماری[۴] تو میں نے زرہ کاٹ دی وہ مجھ پر متوجہ ہوگیا مجھے خوب لپٹ گیا میں نے اس سے موت کی بو پالی[۵] پھر اسے موت نے پالیا تب اس نے مجھے چھوڑ دیا۔میں حضرت عمر ابن خطاب سے ملا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہوگیا ہے۔فرمایا اللہ کا حکم[۶] پھر غازی لوٹ پڑے[۷] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو جس کی گواہی اس کے پاس ہو تو اس کا سامان قاتل ہی کا ہے۔[۸] تو میں بولا کہ میری گواہی کون دے گا پھر میں بیٹھ گیا۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا میں نے پھر کہا کہ میری گواہی کون دیتا ہے پھر میں بیٹھ گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہوا[۹] تو فرمایا اے ابوقتادہ تمہارا کیا حال ہے چنانچہ میں نے حضور کو خبر دی تو ایک شخص بولا حضور یہ سچے ہیں اور اس کافر کا سامان میرے پاس ہے حضور انہیں میرے متعلق راضی فرمائیں۔[۱۰] ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ کی قسم تب تو حضور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی طرف یہ قصد بھی نہ کریں گے کہ جو اللہ رسول کی طرف سے جہاد کرے تجھے اس کا سامان دے دیں[۱۱] تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچے ہیں اسے سامان دے دو۔چنانچہ اس نے وہ مجھے دے دیا تو میں نے اس کا ایک باغ بنی سلمہ میں خریدا[۱۲] یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا (مسلم بخاری)

(۳۸۰۹)[۱] حضرت ابوقتادہ مشہور صحابی ہیں اور حنین مکہ معظمہ وطائف کے درمیان ایک جنگل ہے۔وہاں قبیلہ بنی ہوازن سے مسلمانوں کی مشہور جنگ ہوئی یہ فتح مکہ کے بعد ہوئی فقیر نے اس جنگل کی زیارت کی ہے۔اس جنگ کا ذکر قرآن کریم میں صراحۃً ہوا ہے[۲]

جولة کے لغوی معنی ہیں بے قراری' حرکت' آگے پیچھے دوڑنا۔راوی نے غزوہ حنین کی اول حالت کومسلمانوں کی شکست نہ فرمایا کیونکہ حقیقۃً شکست نہ ہوئی تھی بلکہ ہوازن کی سخت تیراندازی کی وجہ سے مسلمان پہلے کچھ گھبرا گئے تھے اوران میں افراتفری مچ گئی تھی۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت اپنی جگہ سے قطعانہ ہلی تھی۔لہٰذا مسلمانوں کی یہ افراتفری شکست نہ کہلائی۔اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس جنگ میں مسلمان بارہ ہزار تھے۔کفار کی تعداد اس سے کم تھی ان کے دل میں خیال ہوا کہ آج ہم بہت تعداد میں ہیں ضرور غالب آئیں گے۔رب کو یہ پسند نہ آیا۔کہ مسلمانوں خصوصاً صحابہ کرام کی نظر رب کے کرم سے ہٹے۔اپنی کثرت پرٹھہرے اس لئے یہ ہیجان پیدا ہوگیا۔رب تعالٰی فرماتا ہے اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (۲۵'۹) جب تم اپنی کثرت پراترا گئے تھے (کنزالایمان) یہاں اس کا بیان ہے۳ اس طرح کہ اس مشرک نے مسلمان کو دبوچ لیا تھا اور قتل کرنے کے لئے تلوار نکال لی تھی کہ پیچھے سے میں نے اس مشرک پرحملہ کردیا ۳ حبل عالقہ وہ رگ ہے جو گردن سے کندھے تک ہے یہ شہ رگ نہیں ہے۔۴ یعنی میں نے اس مشرک پر ایسا سخت وار کیا کہ اس کی زرہ کاٹ کر گردن بھی سخت زخمی کردی وہ اس سے گھبرا گیا اس دبوچے ہوئے مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا مگر اس پر نزع کے آثار نمودار تھے اور وہ قریب موت تھا۔چنانچہ وہ کافر اسی حال میں مرگیا ۵ یعنی مسلمانوں کی یہ افراتفری رب تعالٰی کے ارادے سے ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے یا گھبراؤ مت انشاءاللہ ہمیں اللہ کی نصرت حاصل ہوگی اور مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم جائیں گے اور مسلمانوں کی فتح ہوگی۔اللہ تعالٰی نے حضرت عمر کی یہ پیش گوئی سچی فرمادی (مرقات واشعہ)۔۷ اس طرح کہ ابوسفیان آج حضور انور کی سواری کی مہار تھامے تھے اور حضرت عباس سواری کے پیچھے تھے۔حضرت عباس نے گرج کر پکارا کہ اللہ کے بندو رسول اللہ یہاں ہیں ان کے پاس آؤ یہ آواز تمام غازیوں کے کان میں پہنچی۔سب لوگ حضور کے پاس جمع ہوگئے اور پھر جم کر حملہ کیا اللہ تعالٰی کے فضل سے جنگ جیت لی۔اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شجاعت ظاہر ہوئی کہ سبحان اللہ حضور انور کے ساتھ چند غازی تھے۔تمام کفار نے مل کر حضور کی سواری کو گھیر لیا اور چوطرفہ سے حضور پر حملہ کردیا۔حضور انور یہ کہتے ہوئے سواری سے اترے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب میں جھوٹا نبی نہیں ہوں' میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں تلوار سونتی سواری سے اترنا تھا کہ کفار کائی کی طرح پھٹ گئے کوئی حضور پرحملہ نہ کرسکا ۸ سلبہ سے مراد مقتول کا سامان ہے جیسے جوڑا' گھوڑا' ہتھیار وغیرہ اس غزوہ حنین میں حضرت ابوطلحہ نے بیس کفار قتل کئے اور ان سب کا سامان پالیا۔خیال رہے کہ حضرت امام شافعی واحمد کے ہاں یہ شرعی قانون ہے کہ جو غازی کسی کافر کو مارے تو اس کا سامان اسے ملے گا بشرطیکہ وہ غنیمت کا حصہ لینے کا حق دار ہو۔امام اعظم کے ہاں یہ قانون نہیں بلکہ بطور نفل ملے گا۔اگر حاکم چاہے تو دے کیونکہ ایک حدیث میں یوں ہے کہ حضور نے غازی قاتل سے فرمایا: لیس لك حتی سلب قتیلك الا طابت بہ نفس امامك تم کو مقتول کا وہی مال ملے گا جو امام چاہے۔نیز ابوجہل کو دو صاحبوں معاذ ابن عمرو اور معاذ ابن عفرء نے قتل کیا مگر حضور نے اس مردود کا سامان ایک صاحب معاذ ابن عمرو ابن جموح کو دیا۔لہٰذا حق یہی کہ حضور عالی کا یہ فرمان قانون جہاد نہیں بلکہ اپنے اختیار کا اعلان ہے۔۹ یہ بار ہا کھڑا ہونا تلاش گواہ کے لئے تھا۔خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں قاتل غازی کو مقتول کا سامان شرعی گواہی ملنے پر دیا جائے گا۔امام مالک کے ہاں اس بارے میں صرف غازی کا قول معتبر ہوگا۔گواہی ضروری نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ شرعی گواہی ہوتی تو دو گواہ چاہئے تھے ایک کافی نہ ہوتا کیونکہ یہ مال سارے غازیوں کا حق تھا۔صرف ایک گواہ سے کیسے دیا جاسکتا تھا۔لہٰذا امام مالک کے ہاں یہاں بینہ سے مراد گواہ نہیں بلکہ مطلقاً ثبوت ہے خواہ کسی غازی کی تصدیق ہو یا اور کوئی علامت (دیکھو مرقات) ۱۰ یعنی واقعی اس کافر کا قاتل یہی ہے اس مقتول کا سامان میں نے لے لیا

ہے حضوران سے فرمادیں کہ وہ سامان مجھے دے دیں یا مجھے اس میں شریک کرلیں ان کی مہربانی ہوگی!! سبحان اللہ حضرت ابوبکرصدیق نے کیا اچھا جواب دیا یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہادری کے جوہر تو ابوقتادہ دکھائیں اوران کا حق تم کو دے دیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں بہادری دکھانے والوں کو خصوصی انعام واکرام یا تمغہ وغیرہ دینا جائز ہے۔اس سے غازیوں کی ہمت بڑھتی ہے۔دوسروں کو بہادری دکھانے کا شوق ہوتا ہے۔اس انعام سے ثواب اخروی مطلقًا کم نہیں ہوتا اب بھی حکومتیں اس پر عمل کرتی ہیں۔ابھی ہماری پاکستانی فوج کے چھوٹے سے دستے نے رن کچھ میں بڑی بھارتی فوج کو شکست فاش دی۔بہت مالِ غنیمت حاصل کیا۔حکومت پاکستان نے ان بہادروں کی بہت حوصلہ افزائی کی یہ عمل اس حدیث سے ثابت ہے۔۱۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال بہت تھا اور قیمتی تھا جس سے پورا باغ خرید لیا گیا۔ خیال رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مقتول کا سامان غازی قاتل کو دینا بطور نفل ہے۔اگر سلطان چاہے تو دے اور امام شافعی کے ہاں قانون شرعی ہے۔سلطان راضی ہو یا نہ ہو بہرحال سامان قاتل ہی کو ملے گا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیلیں تھیں احادیث میں جو یہاں مرقات نے نقل فرمائیں۔ایک وہ جو طبرانی نے معجم کبیر اور معجم وسط بروایت حبیب ابن سلمہ فہری نقل کی کہ حضرت حبیب نے صاحب قبرص کو قتل کیا جس کے پاس زمرد یاقوت موتی وغیرہ بہت سامان تھا۔وہ اس کا یہ سامان اور پانچ خچر ریشمی کپڑا حضرت ابوعبیدہ ابن جراح کی خدمت میں لائے۔جناب ابوعبیدہ نے اس میں سے خمس لینا چاہا انہوں نے یہی حدیث پیش کی **من قتل قتیلا فله سلبه** تو حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا **انما للمرء ماطابت به نفس امامه** دوسری وہ حدیث جو مسلم بخاری نے نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے دو قاتلوں سے فرمایا کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا مگر ابوجہل کا سامان صرف معاذ ابن عمرو کو عطا فرمایا۔تیسرے غزوہ موتہ کا وہ واقعہ جو مسلم وابوداؤد نے بروایت عوف ابن مالک اشجعی روایت کیا کہ ایک شخص نے کسی رومی کافر کو قتل کیا جس کے پاس اعلیٰ گھوڑے سونے کی زین زیوروں سے آراستہ ہتھیار تھے۔اس شخص نے یہ سب خود لینا چاہا۔حضرت خالد ابن ولید نے انکار کیا۔یہ مقدمہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوا۔اولاً تو حضور نے فرمایا خالد اسے یہ سب کچھ دے دو۔پھر فرمایا اسے کچھ نہ دو۔ہم اپنے سرداروں کی ذلت نہیں چاہتے لہذا یہ سلب نفل ہے اگر امام چاہے دے یا نہ دے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْهَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِهٖ ثَلٰثَةَ اَسْهُمٍ سَهْمًا لَهٗ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۱۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اور اس کے گھوڑے کو تین حصے دیئے ایک حصہ اسے اور دو حصے اس کے گھوڑے کو۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۱۰) ۱؎ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل غازی کو مال غنیمت سے ایک حصہ دیا اور سوار غازی کو تین حصے اس طرح ایک حصہ غازی کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے، اس حدیث کی بناء پر جمہور علماء نے فرمایا کہ سوار غازی کو تین حصے ملیں گے یعنی گھوڑے کے دو غازی کا ایک مگر حضرت علی ابوموسیٰ اشعری۔امام اعظم ابوحنیفہ کا فرمان ہے کہ سوار غازی کو دو حصے ملیں گے۔ایک گھوڑے کا ایک غازی کا۔اس حدیث میں قانون کا ذکر نہیں بلکہ ایک خاص موقع کا ذکر ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو تین حصے دیئے تھے۔اس طرح کہ گھوڑے کا حصہ ایک اور ایک حصہ بطور نفل گھوڑے کو زائد دیا۔امام ابوحنیفہ کی دلائل حسب ذیل ہیں نمبر (۱) مسلم شریف میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور نے **قسم النفل للفارس سهمين وللرجل سهما** حضور نے نفل کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ گھوڑے سوار کے دو حصے پیدل کا ایک (۲) معجم طبرانی نے بروایت مقداد ابن عمرو روایت کی کہ میں جنگ بدر میں اپنے گھوڑے سبحہ

پر سوار ہو کر شریک ہوا تو حضور نے مجھے دو حصے دیئے۔ایک میرا ایک میرے گھوڑے کا (۳) ابن مردویہ نے بروایت عروہ عن عائشۃ الصدیقہ روایت کی کہ غزوہ بنی مصطلق میں حضور نے پیدل غازی کو ایک حصہ دیا سوار کو دو (۴) ابن ابی شیبہ نے براویت حضرت ابن عمر روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار غازی کو دو حصے دیئے پیادہ کو ایک (۵) دار قطنی نے انہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ہی روایت کی دیکھو کتاب موتلف للدار قطنی۔ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں نہ کہ تین' جن روایات میں حصوں کا ذکر ہے وہاں اتفاقی واقعہ مذکور ہے کہ گھوڑے کو بطور نفل ایک حصہ زیادہ دیا گیا۔اس لئے ان احادیث میں ماضی مطلق فرمایا۔کہا کان یعطی من ہے اس صورت میں احادیث جمع ہو جائیں گی۔تعارض نہ ہوگا۔اور ان بزرگوں کے قول پر دو حصوں والی روایات چھوڑنی پڑیں گی۔بہر حال مذہب امام اعظم بہت قوی ہے۔دو حصوں کی تائید اس روایت سے بھی ہو رہی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی دوسری فصل میں حضرت مجمع سے آ رہی ہے۔ابھی اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ غزوہ ذی قرد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ ابن اکوع کو پیدل اور سوار دونوں کے حصے دیئے تو ایک غازی کو دونوں حصے جمع فرما دینا خصوصیت ہے۔قانون نہیں ایسے ہی یہ ہے۔

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ هُرْمَزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُوْرِيُّ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ يَحْضُرَانِ الْمَغْنَمَ هَلْ يُقْسَمُ لَهُمَا فَقَالَ لِيَزِيْدَ اكْتُبْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَيْسَ لَهُمَا سَهْمٌ اِلَّا اَنْ يُحْذَيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ كَتَبَ اِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِالنِّسَاءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَقَدْ كَانَ يَغْزُوْ بِهِنَّ يُدَاوِيْنَ الْمَرْضٰى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَاَمَّا السَّهْمُ فَلَمْ يُضْرَبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۱۱) روایت ہے حضرت یزید ابن ہرمز سے[۱] فرماتے ہیں کہ نجدہ حروری نے[۲] حضرت ابن عباس کو خط لکھا۔وہ آپ سے اس غلام و عورت کے متعلق پوچھتا تھا جو غنیمت میں حاضر ہوں کہ کیا انہیں حصہ دیا جائے تو آپ نے یزید سے فرمایا کہ اسے لکھ دو کہ ان کے لئے حصہ نہیں مگر یہ کہ کچھ دے دیا جائے۔[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ اسے حضرت ابن عباس نے لکھا کہ تو نے لکھ کر مجھے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ساتھ غزوہ فرماتے تھے۔اور کیا ان کے لئے حصہ مقرر فرماتے تھے تو یقیناً حضور انور ان کے ساتھ غزوہ کرتے تھے۔یہ بیماروں کے علاج کرتی تھی اور غنیمت سے کچھ دے دی جاتی تھیں لیکن حصہ ان کے لئے مقرر نہ تھا۔[۴] (مسلم)

(۳۸۱۱)[۱] آپ ہمدانی ہیں بنی لیث کے غلام ہیں تابعی ہیں ثقہ ہیں اہل مدینہ سے ہیں[۲] نجدہ خوارج سے تھا حرورہ ایک بستی کا نام ہے قریب کوفہ۔اس بستی میں خوارج کا اجتماع تھا۔اس لئے خوارج کو حروری کہا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں قادیانی ایک مرتد فرقہ کا لقب ہے۔قادیان بستی کی طرف نسبت ہے۔[۳] یعنی اگر غلام جہاد کرے یا عورت زخمی غازیوں کی مرہم پٹی کرے تو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے گا جو مقررہ حصے سے کم ہوگا۔پورا حصہ نہ دیا جائے گا لیکن اگر غلام صرف مولیٰ کی خدمت کرے اور عورت صرف اپنے خاوند کا کام کرے تو انہیں کچھ نہ ملے گا کہ اس صورت میں یہ تاجر کی طرح ہیں جو جہاد میں دوکان لے کر جائے (اشعہ ومرقات ولمعات)[۴] اکثر علماء کا یہی قول ہے امام اعظم کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورت اور غلام کو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے اور باقاعدہ پورا حصہ نہ دیا جائے بشرطیکہ غلام جنگ کرے مولیٰ کی اجازت سے یا بغیر اجازت اور عورت غازیوں کی خدمت کرے کہ عورت کی خدمت مثل جنگ کے ہے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۳۸۱۲) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے[۱] فرماتے ہیں کہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَظَهْرِهِ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ الْفَزَارِيُّ قَدْ اَغَارَ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلٰى اَكَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَادَيْتُ ثَلَاثًا يَا صَبَاحَاهْ ثُمَّ خَرَجْتُ فِيْ اٰثَارِ الْقَوْمِ اَرْمِيْهِمْ بِالنَّبْلِ وَاَرْتَجِزُ اَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَمَازِلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَعْقِرُبِهِمْ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍ مِّنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا خَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ اَرْمِيْهِمْ حَتّٰى اَلْقَوْا اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثِيْنَ بُرْدَةً وَّثَلٰثِيْنَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّوْنَ وَلَا يَطْرَحُوْنَ شَيْئًا اِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ اٰرَامًا مِنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى رَاَيْتُ فَوَارِسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَحِقَ اَبُوْقَتَادَةَ فَارِسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ اَبُوْقَتَادَةَ وَخَيْرُ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمَ الْفَارِسِ وَسَهْمَ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ عَلَى الْعَضْبَاءِ رَاجِعِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری اپنے غلام رباح کے ساتھ بھیجی اور میں ان کے ساتھ تھا۲ تو جب ہم نے سویرا کیا تو اچانک عبدالرحمان فزاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر حملہ کر دیا۳ تو میں ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا۴ پھر مدینہ کی طرف منہ کیا اور ندا دی یا صباحاہ پھر میں اس قوم کے پیچھے چل پڑا۔ ان پر تیر اندازی کرتا تھا۔۵ اور یہ گیت شجاعت کہتا تھا۔۶ کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج دودھ چھوٹنے کا دن ہے۔۷ تو میں تیر مارتا رہا ان کے جانور کاٹتا رہا ۸ حتی کہ اللہ نے حضور کی سواریوں میں سے کوئی اونٹ پیدا نہ فرمایا تھا مگر میں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کرلیا۹ پھر میں تیر مارتا ہوا ان کے پیچھے چلا حتی کہ وہ لوگ تیس چادروں سے زیادہ اور تیس نیزے پھینک گئے۱۰ ہلکا ہونے کے لئے اور وہ نہیں پھینکتے تھے۱۱ کوئی چیز مگر میں اس پر پتھروں کی نشانیاں رکھ دیتا تھا۱۲ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا صحابہ پہچان لیں۱۳ حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوار فوج دیکھ لی اور ابوقتادہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار عبدالرحمٰن پر جا پڑے اسے قتل کردیا۱۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہمارے بہترین سواروں میں بہترین سوار ابوقتادہ ہیں اور پیادوں میں بہترین۱۵ سلمہ ہیں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حصے عطا فرمائے ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیادے کا یہ دونوں حصے میرے لئے جمع فرما دیئے۱۶ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے عضباء پر سوار فرمایا۱۷ مدینہ منورہ لوٹتے ہوئے ۱۸ (مسلم)

(۳۸۱۲)۱ آپ مشہور صحابی ہیں بہادری میں بے مثال تھے اکیلے پیدل بہت سے سوار کفار سے لڑتے تھے۔ کنیت آپ کی ابومسلم تھی مدنی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک رہے۔ اسی سال عمر ہوئی ۷۴ چوہتر ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی (اکمال، اشعہ وغیرہ) ۲ ظہر اس اونٹ کو کہتے ہیں جن کی پشت سواری کے کام آتی ہو یعنی سواری کا اونٹ۔ رباح ر کے فتحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ لائق سواری اونٹ مدینہ منورہ سے کسی جگہ بھیجے ان کی حفاظت کے لئے میں اور رباح بھیجے گئے۔ ۳ عبدالرحمٰن فزاری عرب کا مشہور کافر ڈاکو تھا جس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کی جماعت تھی۔ جیسے اب بھی مشہور ڈاکو جتھہ والے ہوتے

ہیں۔اس ڈاکو نے اس موقع پر صرف دوصحابیوں کو دیکھ کر حضور انور کے اونٹ لوٹ لئے۔ہانک لے گیا۔یہ واقعہ ٦ھ میں ہوا اس کا نام غزوہ ذی قرد ہے۔قرد مدینہ کے پاس ایک جگہ ہے۔(مرقات) ۴؎ اکمہ وہ بلند جگہ جو پہاڑ سے چھوٹی ہو جسے اردو میں ٹیلہ کہا جاتا ہے۔۵؎ عرب میں خطرہ شدیدہ کا اعلان کرنے کے لئے یا صباح کا لفظ پکارا جاتا تھا گویا یہ لفظ خطرہ کا الارم تھا۔عموماً دشمن کا حملہ بوقت صبح ہوتا تھا۔اس لئے یہ لفظ پکارا جاتا تھا، یعنی ہائے اے لوگو صبح کے وقت کا انتظام کرلو۔صبح کو تم پر حملہ ہونے والا ہے یہ بھی حضرت سلمہ ابن اکوع کی کرامت تھی کہ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوکر اپنی پکار تمام مدینہ میں پہنچادی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر جو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ وہ تمام عالم میں پہنچ گئی، تاقیامت آنے والی روحوں نے سن لی یہ معجزہ حضرت ابراہیم کا تھا۔٦؎ یہ ہے حضرت سلمہ کی بہادری کہ مسلمانوں کی کمک پہنچنے کا انتظار نہ کیا صرف اطلاع دے کر اکیلے ہی پوری جماعت کے پیچھے پیدل لگ گئے عربی میں رجز ان اشعار کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے وقت بہادر اپنی بہادری کے اظہار کے لئے پڑھا کرتے ہیں۔کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے۔٧؎ رضع ر کے پیش ض کے شد و زبر سے یا تو راضع بمعنی خبیث کی جمع ہے یا رضیع بمعنی ماں کا دودھ چھوڑا ہوا بچہ کی جمع ہے یعنی آج کمینوں کی سزا کا دن ہے، یا آج تم شیرخوار کمزور بچوں کی ہلاکت کا دن ہے یا تم کو رضیع بنادینے کا دن ہے اور بھی اس کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔٨؎ اعقر بنا ہے عقر سے بمعنی پاؤں یا کونچیں کاٹنا اس سے مراد ہے جانوروں کا ہلاک کردینا یعنی ان ڈاکوؤں کو بھی مارتا رہا اور تاک تاک کر ان کے جانوروں کو بھی ہلاک کرتا رہا جس سے وہ لوگ میری طرح پیادے ہوتے رہے۔٩؎ یعنی مجھ اکیلے نے حضور انور کے سارے اونٹ ان ڈاکوؤں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لئے کہ انہیں اپنے پیچھے کرلیا میں ان کے آگے ہوگیا اور ڈاکوؤں کے پیچھے دوڑتا رہا۔١٠؎ عربی میں مخطط اور حاشیہ والی چادر کو بھی بردہ کہتے ہیں اور مربع کمبل کو بھی جو بدوی لوگ پہنتے ہیں۔یہاں دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔١١؎ یعنی ان کافر ڈاکوؤں کو اپنی چادریں کمبل ہتھیار بھاگڑ میں سنبھالنا مشکل ہو گئے تو انہوں نے ان چیزوں کو وبال سمجھ کر پھینک دینے میں اپنی نجات جانی تاکہ ان کے بوجھ سے ہلکے ہوں اور بھاگنے میں آسانی پائیں یہ ہے اس محمدی کچھار کے شیر کی دلیری رضی اللہ عنہ۔١٢؎ یعنی میں نے ان میں سے کوئی چیز اٹھائی بھی نہیں تاکہ مجھے ان کے پیچھا کرنے میں آسانی رہے اور بغیر علامت چھوڑی بھی نہیں تاکہ میرے پیچھے آنے والے صحابہ ان پر قبضہ کرلیں۔١٣؎ عرب کا دستور کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر علامت ڈال دیتا تھا تو اس کے پیچھے آنے والے ساتھی اسے اٹھا لیتے تھے۔١٤؎ یعنی حضرت ابوقتادہ میرے اس راستے سے کترا کر دوسری طرف سے ڈاکوؤں کے سردار عبدالرحمٰن فزاری تک پہنچ گئے اور اسے قتل کردیا دشمن کو گھیرے میں لے لینا جو آج بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔یہ صحابہ کرام کا معمولی عمل تھا۔١٥؎ یعنی اس غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہ نے تو پیادہ فوج کا کمال دکھایا اور ابوقتادہ نے سوار فوج کا کمال دکھایا۔دونوں اپنے اپنے فن میں بڑے ہی کامل ظاہر ہوئے۔فرسان جمع ہے فارس کی بمعنی گھوڑا سوار، رجال جیم کی شد سے جمع ہے راجل کی بمعنی پیدل جیسے سائر کی جمع سیارہ اور ناظر کی جمع نظارہ۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے (١) جنگ کے وقت رجز پڑھنا سنت ہے (٢) دشمن کے جانور جنگ میں قتل کردینا جائز ہے جس سے ان کا زور ٹوٹے (٣) فخریہ طور پر یہ کہنا کہ فلاں کا بیٹا ہوں ایسے موقع پر جائز ہے (۴) کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو (۵) اپنے کو راہ خدا میں خطرہ میں پھنسا دینا اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے۔دیکھو حضرت سلمہ نے اکیلے اتنے گروہ پر حملہ کردیا حالانکہ آپ پیدل تھے (٦) ضرورت کے وقت امام سے بغیر اجازت لئے کفار پر حملہ کردینا بھی جائز ہے۔١٦؎ یہ دوحصوں کا جمع فرما دینا بطور نفل تھا جو بہادری کے انعام میں دیا گیا۔سوار کے حصے سے مراد یا تو دوہرا حصہ ہے جیسا کہ احناف کہتے ہیں یا تہرا حصہ جیسا کہ

شوافع کا قول ہے یعنی مجھے تین یا چار حصے دیئے باقی حصے دوسرے ساتھ آنے والے صحابہ کو عطا فرمائے کیونکہ جو بارادہ جہاد میدان میں پہنچ جائے اگرچہ وہ جہاد نہ بھی کرے تب بھی غنیمت میں بڑا حصہ لے گا۔ ۷؎ یہ بہادری و جرأت کا تمغہ عطا ہوا۔ یعنی اپنا قرب جو تمام انعامات سے افضل تھا۔ ۸؎ عضباء مونث ہے اعضب کا بمعنی کان کٹا جانور تو عضباء کے معنی ہوئے کان کٹی اونٹنی حضور کی یہ اونٹنی پیدائشی طور پر کان کٹی تھی بعد میں کان کاٹے نہ گئے تھے (اشعہ) اس اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ اس لحاظ سے یعنی حضور انور نے مجھے اس بہادری کے صلہ میں یہ تمغہ عطا فرمایا کہ اپنا ردیف بنا کر مجھے مدینہ منورہ تک لائے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے (مرقات) مگر مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں بخاری کا حوالہ ہے بعض میں مسلم کا۔ خیال رہے کہ راجعین ثنیہ بھی ہوسکتا ہے اور جمع بھی دونوں درست ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمَةِ عَامَّةِ الْجَيْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۳۸۱۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زیادہ عطا فرماتے تھے بعض بھیجے ہوئے لشکروں کو ان کی خاص ذات کے لئے سوا لشکر کے عام حصے کے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۱۳) ۱؎ نفل کے معنی ہیں زیادتی اس سے ہے انفال اور نافلہ اصطلاح میں نفل وہ مال کہلاتا ہے جو کسی غازی کو اس کے حصے سے زیادہ دیا جائے یا کسی بہادری کے صلہ میں یا جہاد کی رغبت دینے کے لئے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بعض غازیوں کو ان کے عام حصے کے علاوہ جس کے وہ مستحق ہوتے تھے۔ کچھ زیادہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس زیادتی میں بہت حکمتیں ہوتی تھیں۔

وَعَنْهُ قَالَ نَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْلًا سِوٰى نَصِيْبِنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَصَابَنِىْ شَارِفٌ وَالشَّارِفُ الْمُسِنُّ الْكَبِيْرُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۱۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہمارے حصہ کے علاوہ خمس سے بطور نفل عطا فرمایا ۱؎ تو مجھے الگ شارف اونٹنی ملی اور شارف بڑی عمر رسیدہ اونٹنی ہے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۱۴) ۱؎ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت سے خمس لیا۔ اس خمس میں سے ہم لوگوں کو ایک ایک اونٹ زائد دیا بطور نفل خیال رہے کہ آج کل فوجی سپاہیوں کی تنخواہ ہوتی ہے غنیمت میں حصہ بالکل نہیں ملتا۔ مگر اس زمانہ میں تنخواہ نہ ہوتی تھی غنیمت کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ اللہ رسول کے نام کا لے لیا جاتا تھا اسے خمس کہتے تھے اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم ہوجاتے تھے یہاں اس کا ذکر ہے یعنی حضور انور نے یہ نفل ہم لوگوں کو خمس میں سے دیا غازیوں کے حصے سے نہ دیا ۲؎ شارف کی یہ تفسیر کسی راوی نے کی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نہیں (مرقات) نفل کے معنی ابھی ذکر کیے گئے اس سے ہے نفلی نماز روزہ یعنی فرض سے زیادہ۔

وَعَنْهُ قَالَ ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَّهٗ فَاَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِىْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَبَقَ عَبْدٌ لَّهٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۳۸۱۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میرا گھوڑا بھاگ گیا تو اسے دشمن نے پکڑ لیا پھر ان پر مسلمان غالب آگئے۔ تو وہ گھوڑا حضور ہی کے زمانہ میں انہیں لوٹا دیا گیا ۱؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا غلام بھاگ کر روم سے مل گیا پھر ان پر مسلمان غالب آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خالد ابن ولید نے ان پر لوٹا دیا ۲؎ (بخاری)

(۳۸۱۵)یعنی بحالت جنگ میرا گھوڑا چھوٹ کر کفار کی طرف چلا گیا انہوں نے پکڑ لیا پھر جنگ کے نتیجہ کے طور پر مسلمان کفار پر غالب آ گئے ان کا مالِ غنیمت ہمارے ہاتھ لگا۔اس مال میں یہ گھوڑا بھی تھا تو حضور انور نے اسے غنیمت بنا کر تقسیم میں داخل نہ فرمایا۔ بلکہ مجھے دے دیا۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کفار اس گھوڑے کو بھی اپنے ملک میں لے گئے تھے۔ نیز تقسیم غنیمت سے پہلے یہ گھوڑا حضرت ابن عمر نے پہچان لیا۔ایسا مال احناف کے نزدیک بھی مالک کو ملتا ہے غنیمت میں نہیں اختلاف اس مال میں ہے جو مسلمان کا تھا کفار کے ملک میں رہ گیا یا وہ چھین کر اپنے ملک میں لے گئے اور پھر غنیمت میں آیا' جس کو تقسیم کر دیا گیا' پھر مالک نے پہچانا ۲؎ یہ غلام مسلمان تھا اور بھاگ کر دارحرب یعنی روم میں پہنچ گیا' کفار نے پکڑ لیا۔ایسا غلام کفار کی ملک نہیں بن جاتا۔ جب غنیمت میں آئے گا مالک کو ملے گا۔ ہاں جو غلام مرتد ہو کر دارحرب میں پہنچ جائے کفار اس پر قبضہ کر لیں پھر غنیمت میں آئے تو یہ مالِ غنیمت ہو کر تقسیم ہوگا۔ مالک کو واپس نہ ملے گا لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے خیال رہے کہ جو مسلمان یا مال دارحرب میں رہ جائے یا کفار جنگ میں چھین کر اپنے ملک میں لے جائیں وہ مال احناف کے ہاں کفار کی ملک بن جاتا ہے۔مسلمان کی ملک سے نکل جاتا ہے۔لہٰذا اگر کوئی مسلمان یہ مال کفار سے خرید کر ہمارے ملک میں آئے تو پہلا مالک اس سے نہیں لے سکتا۔ یہ خریدار ہی مالک ہوگا۔ یوں ہی اگر وہ مالِ غنیمت میں آ جائے تو تقسیم ہوگا اس مالک کو نہ ملے گا یہ ہے مذہب احناف کا مگر امام شافعی کے ہاں وہ مال مسلمان مالک ہی کا رہے گا اسے ہی واپس دیا جائے گا۔ وہ اس حدیث سے بھی دلیل پکڑتے ہیں اور اس واقعہ سے بھی کہ ایک بار حضور کی اونٹنی عضباء کو کفار مدینہ لے گئے اور ایک مومنہ عورت کو بھی ایک شب موقع پا کر' یہ بی بی اسی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ گئی اور نذر مانی کہ مولیٰ اگر میں بخیریت مدینہ پہنچ جاؤں تو اس اونٹنی کو ذبح کر کے تیرے نام پر خیرات کر دوں گی۔ جب حضور انور سے یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا کہ غیر کے ملک میں نذر جائز نہیں اور وہ اونٹنی حضور نے خود لے لی کہ آپ کی تھی مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ اونٹنی ابھی دارالحرب تک پہنچی نہ تھی راستہ سے ہی بی بی صاحبہ لے کر آ گئیں اور وہ غلام مسلمان تھا لہٰذا یہ دونوں کفار کے ملک میں نہ آئے۔امام اعظم کے دلائل حسب ذیل ہیں: (۱) قرآن کریم نے ان مہاجرین کو جو مکہ معظمہ میں اپنا بہت مال جائیداد چھوڑ آئے تھے فقرا فرمایا کہ فرمایا: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (۵۹:۸) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے (کنزالایمان) اور فقیر وہ ہوتا ہے جو مال کا مالک نہ ہو کہ وہ چھوڑنے کے بعد اپنے متروکہ مالوں کے مالک نہ رہے (۲) حضور انور نے فتح مکہ فرما کر مہاجرین کے مکانات جائیدادیں انہیں واپس نہ فرمائیں حتیٰ کہ کفار نے جو مال ان میں سے فروخت کر دیئے تھے ان کی بیع جائز رکھی (۳) عقیل ابن ابوطالب نے جو مکانات فروخت کر دیئے ان کی بیع جائز رکھی کہ فتح مکہ کے دن فرمایا ہم کہاں ٹھہریں۔عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا حالانکہ ان مکانات کے مالک حضرت علی و جعفر بھی تھے (۴) ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں تمیم ابن طرفہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے کسی کے پاس اپنی اونٹنی پائی وہ دونوں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مالک نے اپنی ملکیت پر گواہی قائم کر دی۔ مدعیٰ علیہ نے اس پر گواہی قائم کر دی کہ میں نے کفار سے یہ خریدی ہے تو حضور نے پہلے مالک سے فرمایا کہ تم خرید سکتے ہو ایسے ہی نہیں لے سکتے (۵) بیہقی و دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی مسلمان کا جو مال کفار اپنے ملک میں لے جائیں پھر مسلمان ان سے غنیمت میں وہ مال لے لیں تو اگر تقسیم غنیمت سے پہلے مالک نے لے لیا تو اس کا ہے بعد تقسیم غنیمت جس کو مل جائے اس کا ہے (۶) دارقطنی نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کی (۷) طبرانی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً یہی روایت کی (۸) طحاوی نے روایت قبیصہ ابن ذویب حضرت عمر سے یہی روایت کی (۹) طحاوی نے حضرت زید ابن ثابت سے

یہی روایت کی (۱۰) طحاوی نے حضرت علی سے روایت کی تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان کا مال جو کوئی دارالحرب میں کسی کافر سے خرید ے تو بیع درست ہے۔ غرضکہ مذہب حنفی بہت ہی قوی ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَعْطَيْتَ بَنِى الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَ تَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْهَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يُقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِىْ عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِىْ نَوْفَلٍ شَيْئًا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۸۱۶) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں اور عثمان ابن عفان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے عرض کیا کہ حضور آپ نے خیبر کے خمس سے بنی مطلب کو تو دیا[۲] اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہم لوگ آپ سے ایک ہی درجہ رشتہ میں ہیں تو فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی شے ہیں[۳] حضرت جبیر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا[۴] (بخاری)

(۳۸۱۶)[۱] آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی قرشی نوفلی ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے مدینہ پاک میں رہے ۵۴ چون ہجری میں وفات پائی۔ [۲] یعنی ہم اور بنی مطلب دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہمارا رشتہ آپ سے یکساں ہوا۔ خیال رہے کہ عبد مناف حضور کے چوتھے دادا ہیں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم، ابن عبد مناف اور ان عبد مناف کے بیٹے ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس ہیں۔ جبیر نوفل کی اولاد ہیں اور عثمان غنی عبد شمس کی اولاد اور حضور ہاشم کی اولاد سے۔ جبیر ابن مطعم ابن عدی ابن نوفل ابن عبد مناف ہیں اور عثمان ابن عفان ابن ابوالعاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن مناف ہیں۔ [۳] خیال رہے کہ یہ مطلب مناف کے بیٹے ہیں یہ اور ہیں اور عبدالمطلب جو حضور کے دادا ہیں وہ اور ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ واقعی نسبی لحاظ سے یہ چاروں خاندان یکساں ہیں۔ یعنی بنی ہاشم و بنی مطلب، بنی نوفل، بنی عبدالشمس سب ہی عبد مناف کی اولاد ہیں۔ مگر تحالف تعاون کے لحاظ سے بنی ہاشم اور بنی مطلب تو ایک ہیں وہی خمس کے حصہ کے مستحق۔ مگر بنی نوفل اور بنی عبدالشمس الگ ہیں وہ اس کے مستحق نہیں کیونکہ ہجرت سے پہلے بنی نوفل اور بنی عبد شمس دوسرے مشرکین مکہ سے مل کر مسلمانوں کے بائیکاٹ میں شریک ہو گئے اور بنی مطلب و بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس تعاون کی وجہ سے یہ دونوں ایک ہیں اور یہ دونوں ہی خمس کے مستحق ہیں۔ [۴] خیال رہے کہ قرآن مجید میں خمس کے حقدار اللہ تعالٰی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور کے قرابت دار، یتیم، مساکین اور مسافروں کو قرار دیا گیا کہ ارشاد ہوا: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى (۴۱:۸) اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں کا ہے (کنزالایمان) اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے کل مصرف پانچ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس کے پھر پانچ حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ یعنی غنیمت کا پچیسواں حصہ اپنے پر خرچ فرماتے تھے۔ ایک حصہ بنی ہاشم بنی مطلب کے عزیزوں پر باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر حضور کی وفات کے بعد حضور کا اپنا حصہ تو ختم ہو گیا وہ حضور کی ازواج پاک یا اولاد پاک کو نہ دیا گیا جیسے کہ حضور انور کبھی غنیمت سے کوئی خاص چیز لے لیتے تھے جسے صفی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نے عتبہ ابن حجاج کافر کی تلوار ذوالفقار خود رکھی اور خیبر کی غنیمت میں سے صفیہ بنت حیی ابن اخطب کو خود قبول فرمایا مگر حضور کی وفات سے یہ صفی بند ہو گیا۔ ایسے ہی آپ کا خمس بھی ختم ہو گیا۔ اسی طرح حضور کے پردہ فرمانے سے ذی قربٰی یعنی قرابت داروں کا حصہ بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس خمس کے حصے بجائے پانچ کے تین کئے جائیں گے جو یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر صرف ہوں گے

ہاں حضور کے عزیز و اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو مقدم رکھا جائے گا کہ پہلے انہیں بعد میں دوسروں کو عطا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے فقراء تو زکوٰۃ بھی لے سکتے ہیں مگر یہ حضرات زکوٰۃ نہیں لے سکتے یہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب مگر امام شافعی کے ہاں اب بھی خمس کے پانچ حصے ہوں گے۔ حضور کا حصہ سلطان اسلام کو ملے گا اور حضور کے قربٰی کا حصہ بدستور ویسے ہی جاری ہوگا جو سادات کو دیا جائے گا، خواہ وہ فقیر ہو یا امیر، مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے۔ کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے خمس کے تین حصے ہی کیئے۔ نہ حضور کا حصہ اور نہ اہل قرابت کا حصہ، کسی نے نہ کہا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تین حصے خواہ تینوں قسموں کو دیئے جائیں یا ایک ہی کو ہر طرح جائز ہے جیسے زکوٰۃ کے مصارف کا حال ہے۔ کسی شخص نے ابوجعفر محمد ابن علی سے پوچھا کہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں ذی قربٰی کا حصہ خمس سے نکالا یا نہیں تو آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ حضرت علی، صدیق اکبر کی راہ ہی چلے (طحاوی، مرقات) بہرحال اس کے تین حصے کرنے پر خلفاء راشدین کا عمل، صحابہ کا اجماع ہوا۔ اس کی نفیس تحقیق فتح القدیر میں دیکھو یا یہاں ہی مرقات میں مطالعہ فرماؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا قَرْیَةٍ اَتَیْتُمُوْهَا وَاَقَمْتُمْ فِیْهَا فَسَهْمُكُمْ فِیْهَا وَ اَیُّمَاقَرْیَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِیَ لَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۱۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی میں تم پہنچو اور اس میں تم قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ہے[۱] اور جو بستی اللہ رسول کی نافرمانی کرے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے۔ پھر بقیہ تمہارا[۲] (مسلم)

(۳۸۱۷) [۱] یعنی کفار کی جو بستی بغیر جہاد کے صرف صلح سے قبضہ میں آجائے تو وہ غنیمت نہ ہوگی بلکہ فئی ہوگی جس میں سب مسلمان مجاہدین یا دوسرے برابر کے حق دار ہوں گے کہ فئی کا حکم یہی ہوتا ہے۔ اس فئی میں خمس بھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ امام شافعی کے ہاں فئی میں سے بھی خمس لیا جائے گا۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے [۲] یعنی جو علاقہ جہاد کر کے تم حاصل کرو وہ غنیمت ہوگا۔ اس میں خمس نکال کر باقی چار حصے غازیوں پر تقسیم ہوں گے خیال رہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہو۔ اس میں سلطان اسلام کو اختیار ہے خواہ وہ زمین وہاں کے باشندے اموال خمس نکال کر باقی چار حصے نمازیوں میں تقسیم کردے جیسا کہ حضور انور نے خیبر میں کیا خواہ وہ زمین خود وہاں کے کفار باشندوں کے حوالہ کر کے ان پر جزیہ قائم کردے اور زمین پر عشر لگادے۔ اس لئے حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو جو علاقہ فتح ہوتا وہ میں بعد خمس غازیوں میں بانٹ دیتا جیسا کہ حضور انور نے خیبر تقسیم فرمادیا۔ حضور انور نے نصف خیبر تو اپنی ضروریات کے لئے اور نصف خیبر کے چھتیس حصے کیئے۔ ایک حصہ سو غازیوں کو دیا اور حضرت عمر نے عراق جہاد سے فتح فرمایا مگر اسے غازیوں میں تقسیم نہ کیا اور اس آیت سے دلیل پکڑی: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاكِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ (۵۹:۷) جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے (کنزالایمان) تمام صحابہ نے آپ کا یہ فیصلہ مانا۔ سوا سلمان فارسی و بلال کے۔ پھر بعد میں یہ دونوں صاحب بھی مان گئے۔ یہ پوری بحث مرقات میں دیکھو۔

وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا یَتَخَوَّضُوْنَ

(۳۸۱۸) روایت ہے خولہ انصاریہ سے[۱] فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق

فِیْ مَالِ اللّٰهِ بِغَیْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

گھس پڑتے ہیں۔ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے[۲] (بخاری)

(۳۸۱۸)[۱] آپ خولہ بنت ثامر ہیں مشہور صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں[۲] یعنی بعض لوگ زکوۃ، غنیمت، فئی وغیرہ پر ناجائز قبضہ وتصرف کرتے ہیں۔اگر یہ حلال سمجھ کر کرتے ہیں تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اگر حرام سمجھ کر کرتے ہیں تو فاسق ہیں دوزخ میں سزا کے لئے جائیں گے۔اگرچہ سارے مال اللہ کے ہیں اللہ کے مال سے مراد وہ مال ہے جس کو راہ خدا میں خرچ کرنا چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ بَعِیْرٌ لَّهٗ رُغَآءٌ یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَّهٗ حَمْحَمَةٌ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَّهَا صِیَاحٌ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّهُوَ اَتَمُّ)

(۳۸۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک دن ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو خیانت کا ذکر فرمایا[۱] تو اسے اور اس کے معاملہ کو بڑا گناہ بتایا پھر فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن یوں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو بلبلاتا، عرض کرے یا رسول اللہ میری مدد فرماؤ[۲] میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھے تبلیغ کر چکا[۳] میں تم میں سے کسی کو یوں نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو ہنہناتا[۴] پھر کہے یا رسول اللہ میری مدد فرماؤ میں کہہ دوں کہ تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھ کو تبلیغ کر چکا۔[۵] میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں یوں کہ وہ قیامت میں اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر بکری ہو جس کی ممیاہٹ ہو[۶] عرض کرے یا رسول اللہ میری مدد فرماؤ میں فرمادوں کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھے تبلیغ کر چکا۔میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر غلام ہو۔جس کی چیخ ہو[۷] کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے تو میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں چرچر کرتے[۸] تو ہو کہے یا رسول اللہ میری مدد کرو میں کہہ دوں میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھے تبلیغ کر چکا اور میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر سونا چاندی ہو[۹] وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد فرماؤ، میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا (مسلم

بخاری) اور یہ لفظ مسلم کے ہیں وہ بہت مکمل ہے۔

(۳۸۱۹)۱؎غلول مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔یہاں تو یہی مراد ہے یا مطلقاً ہر خیانت' دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں واللہ اعلم۔۲؎اس طرح کہ میری شفاعت فرما کر عذاب الٰہی سے بچائیں۔اس سے معلوم ہو کہ اللہ کے محبوبوں سے مدد مانگنا انہیں مدد کے لئے پکارنا جائز ہے قیامت میں سب سے پہلے یہی استعانت کا کام ہوگا۔دوسرے کام بعد میں لہٰذا آج بھی یہ کہنا کہ یارسول اللہ اغثنی بالکل درست ہے۔آج حضور سے مدد مانگو تاکہ کل قیامت میں یہ استمداد کام آئے ۳؎اگر یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو خیانت حلال جان کر کریں وہ تو کافر ہو چکے اور کافر کے لئے شفاعت نہیں اور اگر مسلمان فاسق مراد ہیں جو یہ حرکات حرام سمجھتے ہوئے کریں تو یہ فرمان دھمکانے ڈرانے کے لئے ہے ورنہ حضور کی شفاعت بڑے سے بڑے گنہگار مسلمانوں کو نصیب ہوگی۔فرماتے ہیں **شفاعتی لا ھل الکبائر من امتی** اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خاص دعا قیامت میں شفاعت کرنے کے لئے چھپا رکھی ہے اور وہ دعا ہر مسلمان کو پہنچے جو ایمان پر مرے ۴؎اس طرح کہ اس نے غنیمت کے مال سے گھوڑے کی خیانت کیوں کی اب میرے پاس کیوں اور کس منہ سے آیا۔ابھی ہم عرض کر چکے کہ یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے مگر انجام یہ ہوگا شعر

دیکھی جو بیکسی تو انہیں رحم آ گیا — گھبرا کے ہوگئے وہ گنہگار کی طرف

۵؎ثغاء بکری کی آواز کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں ہے ممیانا یہ بکری و گھوڑے وغیرہ وہ جانور ہیں جنہیں اس شخص نے خیانۃً لے لیا تھا۔ان کی آوازیں اس شخص کو بدنام و رسوا کرنے کے لئے ہوں گی۔ہم نے عرض کیا کہ مسلمانوں کے چھپے گناہ قیامت میں چھپائے جائیں گے۔مگر اعلانیہ گناہ وہاں ظاہر کر دیئے جائیں گے۔یہ خیانت و غلول آخر کار ظاہر ہو جاتے ہیں۔اس لئے ان کا وہاں اعلان فرما دیا گیا ۷؎نفس سے مراد وہ لونڈی غلام ہیں جنہیں اس نے خیانت کے طور پر لے لیا تھا اس خائن کی گردن پر سوار شور مچاتے ہوں گے۔خیال رہے کہ قیامت میں نیک اعمال انسان کی سواری بنیں گے اور برے اعمال انسان پر سوار ہوں گے جیسے یہاں تھوڑی غذا پر گویا انسان سوار ہوتا ہے اور بہت غذا انسان پر سوار ہوتی ہے جسے وہ اٹھائے پھرتا ہے۔لہٰذا حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔اس کی تاویل کی ضرورت نہیں ۸؎ رقاع جمع ہے رقعۃ کی بمعنی کپڑے' خفق کہتے ہیں چرچرانے کو یہاں رقعہ سے مراد یا تو کپڑے کے تھان ہیں جنہیں اس نے خیانۃً لے لیا یا وہ کاغذ کے دفتر ہیں جن میں غازیوں مجاہدوں کے نام مع ان کے غنیمت کے حصوں کے لکھے تھے اس نے وہ گم کر دیئے تاکہ نئے کاغذ بنیں جن میں یہ کمی بیشی کر کے آپ خود بہت زیادہ لے لے۔پہلے معنی زیادہ قوی ہیں (اشعہ) ۹؎صامت بنا ہے صمت سے بمعنی خاموشی۔ صامت بمعنی خاموشی اس سے مراد ہوتا ہے سونا چاندی وغیرہ مال کہ جانور تو آواز رکھتے ہیں یہ بولتے نہیں نہ آوازیں دیں اور اس سے وہ سونا چاندی مراد ہے جو اس نے خیانۃً لی تھیں وہ بھی خائن کے سر پر سوار ہوں گی۔

وَعَنْهُ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَهٗ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِيْ

(۳۸۲۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام پیش کیا جسے مدعم کہا جاتا تھا ۱؎تو اس حالت میں کہ مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اتار رہا تھا کہ اسے غائبانہ ۲؎تیر لگا جس نے اسے قتل کر دیا تو لوگ بولے مبارک ہو اسے جنت ۳؎تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اَنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِیْ اَخَذَ هَا یَوْمَ خَیْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَیْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَآءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْشِرَاکَیْنِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْشِرَا کَانِ مِنْ نَارٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

نے فرمایا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے لے لی تھی وہ اس پر آگ بھڑکا رہی ہے۴ جب لوگوں نے یہ سنا تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یا دو تسمے لایا تو فرمایا کہ یہ تسمہ آگ کا ہے' دو تسمے آگ ہیں۵ (مسلم بخاری)

(۳۸۲۰)۱؎ مدعم میم کے کسرہ دال کے سکون سے یہ حضرت رفاعہ ابن زید ابن وہب خدامی کے غلام حبشی تھے۔جنہیں رفاعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کردیا تھا۔پیش کرنے والے حضرت رفاعہ ابن زید تھے (اشعہ ومرقات)۲؎ کسی منزل پر سفر میں یہ خدمات انجام دے رہے تھے۔۳؎ کیونکہ مدعم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص رہے اور اب شہید ہوئے یہ خدمت اور شہادت یقیناً جنت کا ذریعہ ہے۔۴؎ یعنی مدعم نے ایک غلطی کی تھی کہ غزوہ خیبر کی غنیمت میں سے ایک چادر بغیر تقسیم لے لی تھی یہ ہوئی خیانت کیونکہ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے غازیوں کا مشترکہ ہوتا ہے اس کا مالک کوئی شخص نہیں بن سکتا۔بعد تقسیم ملکیت میں آتا ہے اس لئے اس وقت تکلیف میں ہے ابھی جنت میں نہیں پہنچا۔مرقات میں ہے کہ بعض روایات میں یوں ہے کہ میں اسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے کھلے چھپے اعمال کو ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ چادر لینا ایک چھپا ہوا عمل تھا جو حضور کی نگاہ میں تھا' دوسرے یہ کہ حضور انور دنیا میں رہ کر آخرت اور وہاں کے حالات کو دیکھ رہے ہیں کہ فرماتے ہیں مدعم آگ میں ہے۔تیسرے یہ کہ شہادت سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر حق العبد معاف نہیں ہوتا۔دیکھو مدعم شہید ہوگئے مگر حق العبد کی وجہ سے گرفتار ہوگئے۔خیال رہے کہ مدعم کا وہ چادر لے لینا یا تو مسئلہ غنیمت سے بے خبری کی وجہ سے تھا یا گناہ صغیرہ تھا۔لہذا اس سے ان کی عدالت میں فرق نہیں آیا' سارے صحابہ عادل ہیں۔انہوں نے چادر کو بہت معمولی چیز سمجھا اس کی اہمیت سے خبردار نہ ہوئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ سن کر بعض صحابہ تسمے لائے' لہذا اس روایت کی بنا پر صحابہ پر طعن نہ کیا جائے۔خیال رہے کہ مدعم کو یہ عذاب عارضی تھا جو اس وقت ہورہا تھا۔۵؎ یعنی اگر تم یہ تسمے حاضر نہ کردیتے تو یہ بھی تمہاری موت کے بعد تمہارے لئے آگ بن جاتے ان حضرات کے وہم وگمان میں بھی ان کی اتنی اہمیت نہ تھی۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل سے واقف ہیں۔مگر آپ پر لازم نہیں کہ ہر ایک کے خفیہ عمل پر پکڑ فرمائیں کہ اس میں مسلمانوں کی عیب جوئی بھی ہے اور پردہ دری بھی۔اسی لئے نہ تو حضور نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تسمے حاضر کرو نہ مدعم کو حکم دیا تھا کہ وہ چادر حاضر کرو۔لہذا حدیث واضح ہے۔یہ بھی خیال رہے کہ مدعم کی شہادت قبول تھی مگر فائدہ شہادت کا ظہور کچھ عرصہ بعد ہوا۔ اولاً چادر کی غلول کی سزا پہنچ گئی۔شہادت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شہید گناہوں' قرض وغیرہ حقوق سے پاک وصاف ہو تب شہید ہو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ کَانَ عَلٰی ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَهٗ کَرْکَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِی النَّارِ فَذَهَبُوْا یَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَآءَةً قَدْ غَلَّهَا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۸۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۱؎ وہ مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگ میں ہے تو لوگ تلاش کرنے لگے ایک کمبل پایا جس کی اس نے خیانت کرلی تھی۲؎ (بخاری)

(۳۸۲۱)۱؎ مغرب میں ہے کہ ہرنفیس وقیمتی سامان کوثقل کہا جاتا ہے کرکرہ یا تو دونوں کاف کے فتحہ سے ہے یا کسرہ سے یا پہلے کاف کے فتحہ سے دوسرے کے کسرہ سے (مرقات واشعہ) ۲؎ یہ غلول کیا ہوا کمبل اس کے اس عذاب کا سبب بن گیا۔اس کی تحقیق ابھی ہوچکی کہ یہ عمل ان صحابی کی عدالت کے خلاف نہیں۔تمام صحابہ عادل ہیں معصوم یا محفوظ نہیں۔حضور کی نگاہ عالی کے قربان کہ اس جہان میں بیٹھ کر اس جہان کی خبر دے رہے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۸۲۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے جہاد میں شہد انگور پاتے تھے تو کھا لیتے تھے اور اسے پیش نہ کرتے تھے۱؎ (بخاری)

(۳۸۲۲)۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ غازی میدان جنگ میں کفار سے حاصل کیا ہوا کھانا' دودھ' گھی پھل روٹی گوشت وغیرہ بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔اس کے لئے امیر جہاد سے اجازت لینا ضروری نہیں یوں ہی دوائیں استعمال کرسکتا ہے۔اپنے جانور کو اس مال سے چارہ دے سکتا ہے مگر ذخیرہ کرکے اپنے گھر میں نہیں لاسکتا یوں ہی جنگ کے ہتھیار استعمال کرسکتا ہے مگر وہ بعد استعمال غنیمت میں واپس کرنے ہوں گے۔ یوں ہی ٹھنڈے گرم کپڑے ضرورۃً پہن سکتا ہے مگر یہ بھی بعد میں غنیمت میں شامل کردینا ہوں گے۔اگر یہ چیزیں استعمال سے خراب یا ہلاک ہوجائیں تو ان کا تاوان اس غازی پر نہیں یوں ہی ضرورۃً کفار سے حاصل کئے ہوئے جانور ذبح کرکے کھا سکتا ہے مگر ان کی کھال غنیمت میں شامل کرنا ہوگی۔اس کی تفصیل کتب فقہ میں اور مرقات میں دیکھو۔مگر یہ اجازت غازیوں کے لئے ہے جو تجار یا خدمت گار ان کے ساتھ گئے ہیں انہیں اس کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ بھی استعمال کرلیں تو ان پر ضمان نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ لَا اُعْطِيَ الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا اُعْطِيْكُمْ فِيْ بَابِ رِزْقِ الْوُلَاةِ.

(۳۸۲۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے۱؎ فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن میں نے ایک چربی کا تھیلا پایا تو میں اسے لپٹ گیا میں نے کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۲؎ پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف مسکرا رہے تھے۳؎ (مسلم بخاری) حضرت ابوہریرہ کی حدیث مااعطیکم الخ حکام کی روزی کے باب میں ذکر کردی گئی۴؎

(۳۸۲۳)۱؎ آپ صحابی ہیں۔اصحاب صفہ سے ہیں مزنی ہیں۔مدینہ منورہ میں رہے۔خلافت فاروقی میں دس فقہاء بصرہ بھیجے گئے لوگوں کو علم دین سکھانے کے لئے ان میں آپ بھی تھے۔وہاں ہی ۶۰ھ میں وفات پائی خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے بہتر کوئی نہ ہوا۔۲؎ غالبًا اس وقت آپ کو اس کی سخت ضرورت تھی اس لئے مجبوری میں یہ لفظ آپ کے منہ سے نکلا ورنہ حضرات صحابہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو مقدم رکھتے تھے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹:۹) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو (کنزالایمان) ۳؎ یعنی حضور انور نے مجھے اس ارادے سے اور اس قبضہ سے روکا نہیں بلکہ تبسم فرمایا جس سے اجازت معلوم ہوئی کیونکہ کسی عمل کو دیکھ کر منع نہ فرمانا اجازت کی علامت ہے محدثین اسے سنت سکوتی کہتے ہیں ۴؎ یعنی یہ حدیث مصابیح میں مکرر تھی کتاب القضا باب رزق ولاۃ میں بھی تھی اور یہاں بھی میں نے صرف وہاں بیان کی یہاں سے اڑادی (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ فَضَّلَنِیْ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ اَوْ قَالَ فُضِّلَ اُمَّتِیْ عَلَی الْاُمَمِ وَاَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۸۲۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی یا فرمایا کہ میری امت تمام امتوں پر بزرگی دی گئی ۲ اور ہمارے لئے غنیمتیں حلال فرمادیں ۳ (ترمذی)

(۳۸۲۴) ۱ تمام نبیوں پر بے شمار بزرگیاں بخشیں حضور کو آخری نبی۔ تمام خلق کا نبی۔ ہمیشہ تک کا نبی بنایا رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین قرار دیا۔ تمام انبیاء ورسل کل قیامت میں حضور کے جھنڈے تلے ہوں گے غرضکہ ان کو وہ بزرگیاں بخشیں جومخلوق کے وہم وگمان سے وراء ہیں۔ یا دینے والا رب جانے یا لینے والا محبوب شعر۔

ندانم کدامی سخن گویمت ۔۔۔ کہ بالاتری زانچہ من گویمت

ع: حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے ۲ چونکہ یہ امت خیر الرسل کی امت ہے اس لئے تمام امتوں سے افضل ہے۔ رب فرماتا ہے: کنتم خیر امة شعر:

لما دعا اللہ راعینا الدعوته ۔۔۔ با فضل الرسل کنا افضل الامم

یعنی جب اللہ تعالٰی نے ہمارے رسول کو افضل رسل کہا تو ہم افضل امم ہوگئے خیال رہے کہ جیسے حضور کی امت تمام امتوں سے افضل ہے حضور کی نسبت سے یوں ہی حضور کے والدین تمام نبیوں کے غیر نبی والدین سے، حضور کے صحابہ تمام صحابہ سے حضور کی اہل بیت تمام نبیوں کے اہل بیت سے حضور کا زمانہ تمام زمانوں سے حضور کا شہر مدینہ تمام نبیوں کے شہروں سے غرضکہ حضور کی ہر منسوب چیز دیگر انبیاء کرام کی ہر چیز سے افضل ہے۔ حضور کی ازواج پاک تمام نبیوں کی ازواج سے افضل۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۳۳:۳۲) اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (کنز الایمان) ۳ یعنی اس امت کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ صرف اس امت کے لئے جہاد کی غنیمتیں حلال کی گئیں۔ پچھلی امتوں میں جہاد تھا مگر غنیمتیں حلال نہ تھیں جیسے قربانی کا گوشت کہ صرف ہمارے لئے حلال ہوا۔ لنا میں حضور انور نے اپنی ذات کریم کو بھی امت کے ساتھ ذکر فرمایا کرم نوازی کے طور پر۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ یَعْنِیْ یَوْمَ حُنَیْنٍ مَنْ قَتَلَ کَافِرًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَقَتَلَ اَبُوْطَلْحَةَ یَوْمَئِذٍ عِشْرِیْنَ رَجُلًا وَاَخَذَ اَسْلَابَهُمْ ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۳۸۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر کا سامان اسی کا ہوگا ۱ چنانچہ اس دن ابوطلحہ نے بیس آدمی مارے اوران کے سامان لئے ۲ (دارمی)

(۳۸۲۵) ۱ من کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں کافر کو قتل کرے اسے مقتول کا سامان ملے گا۔ خواہ وہ غنیمت کے حصہ کا مستحق ہو یا نہ ہو۔ لہذا غلام، بچہ، عورت نوکر تاجر وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ من سے مراد صرف مجاہدین ہیں یعنی غنیمت کے حصے کے مستحق مگر اول احتمال قوی معلوم ہوتا ہے اسی سلب کے بارے میں اماموں کا اختلاف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں احناف

کے ہاں یہ قانون شرعی نہیں۔اگر حاکم جہاد میں یہ اعلان کردے تو ملے گا ورنہ نہیں، شوافع کے ہاں یہ قانون ہے۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف ایک سلب کے لئے نہیں جتنے مقتول مارے سب کا سامان لے۔سامان میں سواری، کپڑے، زیور ہتھیار سب داخل ہیں۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مٰلِكٍ نِ الْاَشْجَعِيِّ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۲۶) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی۱؎ اور خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے سامان کا فیصلہ قاتل کے لئے کیا اور اس سامان سے خمس نہ لیا۲؎ (ابوداؤد)

(۳۸۲۶)۱؎ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ غزوہ خیبر میں شریک رہے اور فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام رہا۔وہاں ہی ۷۳ھ میں وفات پائی اور حضرت خالد ابن ولید تو آسمان تاریخ پر سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔امت رسول اللہ کے بڑے بہادر صحابی جماعت صحابہ میں بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے رضی اللہ عنہم اجمعین۲؎ یعنی سارا سلب قاتل غازی کو بخشا اس سے خمس بھی نہ لیا۔غنیمت میں خمس لیا جاتا ہے اس میں نہیں اس کی تفصیل پہلی فصل میں گزر چکی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَفَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ اَبِيْ جَهْلٍ وَكَانَ قَتَلَهٗ ـ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۲۷) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ابوجہل کی تلوار عطا فرمائی اور اسے انہی نے قتل کیا تھا۱؎ (ابوداؤد)

(۳۸۲۷)۱؎ ابوجہل کو قتل تو کیا تھا دو انصاری بچوں نے جب حضرت ابن مسعود اس پر پہنچے تو وہ سسک رہا تھا آپ نے اس کا سرتن ناپاک سے جدا کیا۔لہذا یہ حدیث اس آنے والی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ان دو بچوں کو قاتل فرمایا گیا۔

وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِي اللَّحْمِ قَالَ شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِيْ فَكَلَّمُوْا فِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمُوْهُ اَنِّيْ مَمْلُوْكٌ فَاَمَرَ لِيْ فَقُلِّدْتُ سَيْفًا فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهٗ فَاَمَرَ لِيْ بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ اَرْقِيْ بِهَا الْمَجَانِيْنَ فَاَمَرَنِيْ بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ اِلَّا اَنَّ رِوَايَتَهٗ اِنْتَهَتْ عِنْدَ قَوْلِهٖ الْمَتَاعِ ـ

(۳۸۲۸) روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے مولیٰ ہیں۱؎ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مولاؤں کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوا تو ان مولاؤں نے میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کی۲؎ اور عرض کیا کہ میں غلام ہوں تو میرے متعلق حکم دیا مجھے ایک تلوار پہنادی گئی تو میں اسے کرہیڑ تا گھسیٹتا تھا۳؎ پھر میرے لئے کچھ معمولی سامان کا حکم دیا۴؎ اور میں نے حضور پر ایک منتر پیش کیا۔جو میں دیوانوں پر کرتا تھا تو حضور نے مجھے کچھ نکال دینے کا حکم دیا اور کچھ کے باقی رکھنے کا۵؎ (ترمذی، ابوداود) مگر ابوداؤد کی روایت ان کے قول متاع پر ختم ہوگئی۔

(۳۸۲۸)۱؎ حضرت عمیر اس وقت غلام تھے۔بعد میں آزاد ہوئے انہیں اس وقت مولیٰ (فتیٰ) فرمانا آئندہ کے لحاظ سے ہے۔لہذا حدیث واضح ہے۔۲؎ یا غزوہ میں بھرتی فرمالینے کی سفارش کی یا میری بہادری کی کچھ تعریف کی۔دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔۳؎ یہ تلوار کی عطا جہاد سے پہلے یا دوران جہاد میں تھی کہ حضور انور کی طرف سے مجھے تلوار پہنائی گئی۔مگر میں اتنا چھوٹا یا پست قد تھا کہ تلوار میرے جسم کے نیچے گھسٹتی تھی۴؎ خرثی خ کے پیش ر کے جزم سے بمعنی سرخ چیونٹی اب اصطلاح میں معمولی اور چھوٹی چیز کو کہتے ہیں۔متاع سے مراد ہے گھر

کا سامان جیسے ہانڈی لوٹا وغیرہ یعنی مجھے بعد جہاد تقسیم غنیمت کے وقت کچھ معمولی سامان بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ باقاعدہ حصہ نہ دیا کیونکہ غلام کو غنیمت کا حصہ نہیں ملتا ۳؎ یعنی مجھے کچھ دم یاد تھا جو دیوانوں پر پڑھ کر دم کیا کرتا تھا جب حضور انور پر پیش کیا تو ناجائز یا شرکیہ کفریہ الفاظ کے نکال دینے کا حکم دیا اور جو الفاظ جائز تھے ان کے باقی رکھنے کی اجازت دی۔ قرآنی آیات اور منقولہ دعاؤں کے علاوہ تمام وظیفوں کا یہی حکم ہے کہ جائز الفاظ باقی رکھے جائیں ناجائز نکال دیئے جائیں' انشاء اللہ اس کی تحقیق باب الرقی میں آئے گی۔

وَعَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ قَالَ قَالَ قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلٰى اَهْلِ الْحُدَيْبِيَّةِ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَكَانَ الْجَيْشُ اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِيْهِمْ ثَلٰثُمِائَةٍ فَارِسٌ فَاَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ اَصَحَّ وَالْعَمَلَ عَلَيْهِ وَ اَتَى الْوَهْمُ فِيْ حَدِيْثِ مُجَمِّعٍ اَنَّهٗ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ فَارِسٌ وَّ اِنَّمَا كَانُوْا مِائَتَيْ فَارِسٍ ۔

(۳۸۲۹) روایت ہے حضرت مجمع ابن جاریہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ خیبر حدیبیہ والوں پر بانٹ دیا گیا ۲؎ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھارہ حصوں پر تقسیم فرمایا اور لشکر پندرہ سو نفری تھا جن میں تین سو سوار تھے تو سوار کو دو حصے عطا فرمائے اور پیادہ کو ایک حصہ ۳؎ (ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ ابن عمر کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اس پر عمل ہے ۴؎ مجمع کی حدیث میں وہم یہ ہو گیا کہ انہوں نے کہا تین سو سوار حالانکہ تھے دو سو سوار ۵؎

(۳۸۲۹) ۱؎ مجمع میم کے پیش سے جیم کے فتحہ سے' دوسری میم کے شد سے آپ خود تو صحابی ہیں مگر آپ کا باپ جاریہ سخت منافق تھا۔ ان منافقوں میں سے تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی۔ حضرت مجمع مدنی ہیں۔ قاری قرآن تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے نصف قرآن آپ سے ہی سیکھا تھا۔ امیر معاویہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی (اکمال' مرقات' اشعہ) ربّ کی شان ہے کہ باپ منافق بیٹا مخلص: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (۶'۹۵) زندہ کو مردہ سے نکالنے (کنزالایمان) ۲؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین خیبر کا آدھا حصہ اپنے واسطے رکھا اور آدھا حصہ مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور آدھے حصے کی تقسیم کا یہاں ذکر ہے۔ فتح خیبر صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہوئی اس جنگ میں صرف حدیبیہ والے صحابہ ہی شریک کیے گئے اور کسی کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ اس لئے تقسیم بھی انہیں میں ہوئی اس کا ذکر سورہ فتح شریف میں ہے (از اشعہ مرقات) ۳؎ یعنی حضور انور نے اس نصف خیبر کے اٹھارہ حصے کئے جو غازیوں میں تقسیم کے لئے تھا۔ ایک حصہ سو غازیوں کے لئے مقرر فرمایا۔ غازیان خیبر کل پندرہ سو تھے جن میں سے تین سو سوار اور بارہ سو پیادہ۔ ان تین سو سواروں کو چھ حصے (پلاٹ) بخشے اور بقیہ بارہ سو پیادوں کو بارہ حصے یعنی بارہ پلاٹ عطا فرمائے تو پیادوں میں سے ایک پلاٹ سو غازیوں کو عطا فرمایا اور سواروں میں سے ایک پلاٹ پچاس غازیوں کو بخشا۔ لہٰذا چھ پلاٹ ان کے اور بارہ پلاٹ پیادوں کے۔ لہٰذا سوار کو دوگنا دیا گیا۔ پیادہ کو اکہرا۔ یہ حدیث حضرت امام اعظم کی دلیل ہے کہ سوار غازی کو پیادہ غازی سے دوگنا ملتا ہے امام شافعی کے ہاں سوار کو تگنا ملتا ہے۔ ان کے حساب سے خیبر کے اکیس حصے ہونے چاہئیں تھے۔ تین سو غازی سواروں کے نو حصے اور بارہ سو کے بارہ پلاٹ۔ مگر حصے ہیں اٹھارہ ۴؎ یعنی مجمع کی حدیث سے حضرت ابن عمر کی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ سوار کے تین حصے ہیں جو ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ ہم نے وہاں ہی عرض کر دیا کہ حدیث ابن عمر میں تعارض ہے۔ آپ سے دوگنے حصہ کی روایت بھی ہے۔ لہٰذا کم کی روایت پر احناف نے عمل کیا کہ کم یقینی ہے زائد مشکوک ہے۔ دوسرے اماموں نے زیادہ کی مشکوک روایت پر عمل فرمایا۔ ۵؎ مگر اس حساب سے بھی یہ تقسیم صحیح نہیں ہوتی کیونکہ غازیان خیبر کل پندرہ سو تھے۔ اگر دو سو سوار ہوں اور ان کے حصے چھ پلاٹ ہوں تو باقی پیادہ غازی تیرہ سو ہوئے انہیں

تیرہ پلاٹ ملنے چاہئیں تو کل انیس پلاٹ ہوتے ہیں۔حالانکہ حضور انور نے اٹھارہ پلاٹ تقسیم فرمائے۔خیال رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں۔(مرقات واشعہ)

وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ مُسْلَمَةَ الْفِهْرِيّ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۳۰) روایت ہے حضرت حبیب ابن مسلمہ فہری سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابتداء میں حضور نے چہارم نفل دیا اور لوٹنے پر تہائی[۲] (ابوداؤد)

(۳۸۳۰)[۱] آپ قرشی فہری ہیں۔آپ کو حبیب روم کہا جاتا تھا۔کیونکہ آپ نے روم پر بہت جہاد کئے۔بڑے بزرگ مقبول الدعاء صحابی ہیں ۴۲ھ میں شام میں وفات پائی (اکمال،اشعہ،مرقات) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو الجزائر پر حاکم بنایا تھا۔[۲] جب فریقین کے لشکروں کا کچھ حصہ میدان جنگ میں پہنچ چکا ہو باقی لشکر پیچھے آرہا ہو اسے بدء کہتے ہیں اور جب لشکر جہاد سے واپس لوٹ جائیں کچھ لوگ وہاں رہ گئے ہوں اسے رجوع کہتے ہیں بدء والوں کی جنگ آسان ہے کہ لشکر پیچھے آرہا ہے ان کی مدد مل جائے گی مگر رجعت والوں کا جہاد بہت مشکل کہ انہیں مدد ملنے کی امید نہیں کہ لشکر جاچکا اس لئے حضور انور نے بدء والوں کو کم نفل دیا یعنی چہارم اور رجوع والوں کو زیادہ دیا یعنی کل غنیمت کا تہائی۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ اِذَا قَفَلَ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۳۱) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہارم نفل دیتے تھے خمس کے بعد اور جب لوٹتے تو تہائی نفل دیتے تھے۔خمس کے بعد[۱] (ابوداؤد)

(۳۸۳۱)[۱] یعنی اگر کسی کو غنیمت کے مال سے نفل دیتے تو خمس نکال کر دیتے تھے خواہ چہارم عطا فرمادیں یا تہائی اس طرح کہ اولاً تمام غنیمت سے خمس نکال لیا۔پھر بقیہ چار حصوں میں سے یہ نفل دی پھر بقیہ غنیمت غازیوں پر تقسیم فرمادیا۔لیکن سلب یعنی مقتول کے سامان سے خمس نہ لیتے تھے۔لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور سلب سے خمس نہ لیتے تھے۔بعض شارحین نے اس جملہ کے معنی یہ کئے ہیں کہ یہ نفل خمس میں سے عطا فرماتے تھے۔یعنی اولاً تمام غنیمت سے خمس نکال لیا پھر اس خمس کا چہارم یا تہائی خاص بہادروں کو نفل کے طریق پر عطا فرمایا مگر یہ معنی بہت بعید ہیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

وَعَنْ اَبِي جُوَيْرِيَةَ الْجَرْمِيّ قَالَ اَصَبْتُ بِاَرْضِ الرُّوْمِ جَرَّةً حَمْرَآءَ فِيْهَا دَنَانِيْرُ فِي اِمْرَةِ مُعٰوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهٗ مَعْنُ بْنُ يَزِيْدَ فَاَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَعْطَانِيْ مِنْهَا مِثْلَ مَا اَعْطٰى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نَفَلَ اِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَاَعْطَيْتُكَ .

(۳۸۳۲) روایت ہے حضرت ابوجویریہ جرمی سے کہ میں نے سلطنت معاویہ کے زمانہ میں[۱] زمین روم میں ایک سرخ گھڑا پایا۔جس میں اشرفیاں تھیں اور ہمارے حاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب تھے بنی سلیم کے جنہیں معن ابن یزید کہا جاتا تھا[۲] میں وہ سب ان کے پاس لایا آپ نے وہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا اور اس میں سے مجھے اتنا ہی دیا جتنا ان میں سے ایک شخص کو دیا[۳] پھر فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے نہ سنا ہوتا کہ نہیں ہے نفل مگر خمس کے بعد تو میں تم کو

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ) دے دیتا۴ (ابوداؤد)

(۳۸۳۲)۱؎ آپ کا نام حطّان ابن خفاف ہے۔قبیلہ جرم سے ہیں تابعی ہیں حضرات عبداللہ بن مسعود اور معن ابن یزید سے، سماع ثابت ہے۔بصرہ کے باشندے حضرت ابن عباس اور عبادہ ابن صامت سے بھی ملاقات ہے۔ثقہ ہیں۲؎ یعنی امیر معاویہ کی سلطنت و حکومت کے زمانہ میں ملک روم پر غزوات ہوئے۔ان میں سے ایک غزوہ میں' میں شریک تھا جس میں یہ واقعہ میرا پیش آیا۔یہ واقعہ فتح قسطنطنیہ کا نہیں۔کیونکہ اس غزوہ میں معن ابن یزید سپہ سالار نہ تھے۔بلکہ یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا۔یہ غزوہ ۵۱ھ کیاون ہجری میں ہوا۔اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری اور امام حسین اور عبداللہ ابن عباس۔عبداللہ ابن عمر۔عبداللہ ابن زبیر جیسے حضرت سپاہیانہ شان سے شامل ہوئے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ص ۱۵ حاشیہ بخاری اکمال) لہٰذا یہ غزوہ ہے تو روم پر ہی مگر قسطنطنیہ کا غزوہ نہیں۔۲؎ معن ابن یزید ابن اخنس سلمی خود بھی صحابی' والد بھی' دادا بھی بدر میں حاضر ہوئے کوفہ میں قیام رہا بہت شاندار صحابی ہیں (اکمال) یعنی مجھے اشرفیوں سے بھرا ہوا گھڑا مل گیا۔غنیمت میں حاصل نہ کیا گیا تھا۔میں وہ گھڑا اسی طرح سپہ سالار کے پاس لایا۳؎ یعنی گھڑے میں آپ نے دو عمل کئے ایک یہ کہ اس میں سے خمس نہ لیا دوسرے یہ کہ مجھے کچھ بھی زیادہ نہ دیا۔سب غازیوں کو برابر دیا۔۴؎ اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں۔قوی معنی وہ ہیں جو شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمائے۔وہ یہ کہ یہ مال غنیمت نہیں بلکہ فئی ہے جو بغیر لڑے کفار سے حاصل ہوا ہے اور غنیمت میں دو چیزیں ایسی ہیں جو فئی میں نہیں۔ایک یہ کہ غنیمت سے خمس لیا جاتا ہے کہ پانچواں حصہ اللہ رسول کا باقی چار حصے مجاہدین کے۔دوسرے یہ کہ غنیمت میں نفل بھی دیا جاسکتا ہے فئی میں سے نہ خمس لیا جائے نہ نفل دیا جائے اس لئے میں تم کو کچھ زیادہ نہیں دے سکتا۔اگر یہ مال قابل خمس ہوتا تو میں تم کو نفل بھی دیتا۔اب سب مجاہدین کو برابر ہی دوں گا۔لہٰذا یہاں **لا عطیتك نفلا** تھا۔نفلاً محذوف ہے۔مرقات نے ایک معنی یہ بھی بیان کئے کہ نفل خمس کے بعد ہی ہوتا ہے اور خمس جب لیا جاتا ہے جب وہ مال دارالسلام میں محفوظ ہو جائے۔ابھی یہ مال وہاں پہنچا نہیں لہٰذا نہ قابل خمس ہے نہ قابل نفل' مرقات نے اس توجیہ کو پسند فرمایا واللہ ورسولہ اعلم۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ خَیْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْقَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَیْبَرَ مِنْهَا شَیْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهٗ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِیْنَتِنَا جَعْفَرًا وَاَصْحَابَهٗ اَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ . (اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۳۳) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم آئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پایا جب آپ نے خیبر فتح فرمایا۱؎ تو حضور نے ہمارے لئے بھی حصہ مقرر فرمایا کہ اس میں سے ہم کو بھی دیا اور جو فتح خیبر میں غائب رہا تھا اسے غنیمت سے کچھ نہ دیا سوائے ان کے جو آپ کے ساتھ حاضر ہوا۔سوا ہماری کشتی والوں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے کہ ان کے ساتھ ان کا بھی حصہ کیا۲؎ (ابوداؤد)

(۳۸۳۳)۱؎ حضرت ابوموسیٰ اشعری یمن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں آکر مسلمان ہوگئے۔پھر یمن چلے گئے۔پھر وہاں سے بارادہ ہجرت مدینہ منورہ براستہ دریا روانہ ہوئے۔باد مخالف نے ان کی کشتی کو بجائے مدینہ منورہ کے حبشہ میں جا پھینکا۔وہاں جعفر اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ساتھ ہجرت کرکے آئے۔اتفاقاً فتح خیبر کے دن خیبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔حضور انور کو ان لوگوں کی آمد سے بہت ہی خوشی ہوئی۔حضرت ابوموسیٰ اشعری سے یہاں پہنچنے کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔مگر یہ روایت حاشیہ اللمعات میں منقول ہے۔اور صحیح شرح بعض روایات میں ہے۔حضرت ابوموسیٰ پہلے حبشہ میں ہجرت

کر گئے تھے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے واللہ و رسولہ اعلم۔ ۲؎ یعنی خیبر کی غنیمتوں سے حصہ صرف ان مجاہدین کو ہی دیا جو اس غزوہ میں ہی شریک تھے۔صرف ہماری جماعت وہ تھی جوغزوہ میں شریک نہ ہوئی اور اسے غنیمت کا حصہ ملا۔احناف کے نزدیک اس حصہ دینے کی وجہ ان کی خصوصیت ہے کہ سرکار انور نے غازیوں سے اجازت لے کر ان حضرات کو بھی حصہ دے دیا جیسے کہ غازیان حنین سے اجازت لے کر ہوازن کو ان کے قیدی واپس فرمادیئے۔امام شافعی کے ایک قول میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات اگرچہ فتح خیبر کے بعد پہنچے لیکن ابھی مالِ غنیمت جمع نہ کیا گیا تھا کہ یہ لوگ پہنچ گئے۔اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے بعد غازیوں کو کمک پہنچے جب کہ غنیمت اکٹھی نہ کی گئی ہوتو ان کمک والوں کو بھی غنیمت سے حصہ ملے گا۔حضور انور نے ان بزرگوں کو کمک قرار دیا۔بعض نے فرمایا کہ حضور انور نے انہیں یہ حصہ اپنے خمس میں سے دیا جو آپ کا اپنا حصہ تھا مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے اس لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فخریہ طور پر اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔معلوم ہو کہ یہ حصہ عطا ہونا ان کی خصوصیات سے ہے۔خیال رہے حضرت ابوموسیٰ مع اپنے دو بڑے بھائیوں کے قریباً بچپن آدمی یمن سے حبشہ پہنچے تھے۔وہاں سے خیبر(مرقات)

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِيَهُوْدَ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ)

(۳۸۳۴) روایت ہے یزید ابن خالد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص خیبر کے دن وفات پا گیا لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا تم لوگ اپنے صاحب کے لئے نماز پڑھ لو اس سے لوگوں کے منہ کے رنگ بدل گئے۔ ۲؎ تو فرمایا کہ تمہارے اس صاحب نے راہ خدا میں خیانت کی ہے ۳؎ چنانچہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے کچھ منکے یہود کے منکوں سے پائے جو دو درہموں کے برابر نہ تھے ۴؎ (مالک،ابوداؤد،نسائی)

(۳۸۳۴) ۱؎ یہاں مؤلف سے خطا ہوگئی۔ یزید ابن خالد کوئی صحابی نہیں بلکہ آپ زید ابن خالد ہیں۔ان کی کنیت ابوطلحہ ہے۔ یا ابوعبدالرحمٰن جہنی ہیں کوفہ میں رہے۔ پچاسی سال عمر پائی ۸۵ پچاسی ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ) ۲؎ افسوس یا حیرت کی وجہ سے کہ حضور انور نے خود ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ حاضرین صحابہ سے پڑھوادی۔معلوم ہوا کہ حضور ناراض ہیں یہ حضور کا نماز نہ پڑھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے سرکار عالی نے مقروض میت کی نماز نہ پڑھی۔صحابہ کرام سے پڑھوادی ۳؎ یعنی غنیمت میں خیانت کی اور غنیمت کا مال راہ خدا کا مال ہے ۴؎ یعنی اس مرنے والے نے نہایت معمولی قیمت کے کچھ جھوٹے موتی تقسیم سے پہلے لے لئے تھے۔اس معمولی چیز کی وجہ سے حضور کی نماز سے محروم ہو گئے۔خیال رہے کہ یہ جرم گناہ صغیرہ ہے جو ایک بار ان صحابی سے سرزد ہوا لہٰذا یہ فسق نہیں تمام صحابہ عادل ہیں فسق کے معنی ہیں گناہ کبیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ ہمیشہ کرتے رہنا۔اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے صحابہ کو فسق سے بچایا ہے۔فرماتا ہے: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى لہٰذا وہ مقروض صحابہ جن پر حضور انور نے نماز نہ پڑھی اور یہ صحابی ان کی صحابیت مقبولیت یقینی ہے۔حضور انور کی یہ سرزنش فرمانا ہم لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے گندم کھا لینے سے آدم علیہ السلام نبی ہی رہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ غَنِيْمَةً اَمَرَ بِلَالًا

(۳۸۳۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غنیمت حاصل فرماتے تو بلال کو حکم

فَنَادٰی فِی النَّاسِ فَیَجِیْئُوْنَ بِغَنَائِمِهِمْ فَیُخَمِّسُهٗ وَ یَقْسِمُهٗ فَجَاءَ رَجُلٌ یَوْمًا بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فِیْهَا کُنَّا اَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِیْمَةِ قَالَ لَسَمِعْتَ بِلَالًا نَادٰی ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَجِیْءَ بِهٖ فَاعْتَذَرَ قَالَ کُنْ اَنْتَ تَجِیْءُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَلَنْ اَقْبَلَهٗ عَنْكَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

دیتے وہ لوگوں میں اعلان کرتے لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے آپ خمس نکال لیتے اور اسے تقسیم فرما دیتے۲ ایک دن ایک شخص بالوں کی لگام اس کے بعد لایا۳ بولا یارسول اللہ یہ بھی اس ہی غنیمت سے ہے جو ہم نے حاصل کی تھی تو فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ بلال نے تین آوازیں دی تھیں بولا ہاں فرمایا تو تجھے اس کے لانے سے کس نے روکا وہ عذر کرنے لگا۳ فرمایا تم یوں ہی رہو کہ اسے قیامت کے دن لاؤ گے۴ میں تم سے ہرگز قبول نہ کروں گا۵ (ابوداؤد)

(۳۸۳۵)۱؎ یعنی صحابہ کرام فتح سے فارغ ہوکر کفار کے چھوڑے ہوئے مالوں پر قبضہ کرلیتے تھے۔ پھر یہ مقبوضہ مال دارالاسلام میں لے آتے تھے۔ پھر حضرت بلال اعلان فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمارہے ہیں کہ جس کے پاس جو مالِ غنیمت ہو وہ حاضر کرو چنانچہ سب لوگ حضور کے پاس مال جمع کردیتے پھر حضور یہ عمل فرماتے تھے۲؎ یعنی مالِ غنیمت جمع ہوچکنے خمس نکالنے تقسیم کردینے کے بعد لایا۔۳؎ یعنی اس نے کوئی ایسا عذر کیا جو قابل سماع نہ تھا۔ اس طرح کہ کوئی بہانہ بنایا۔ شرمندگی مٹانے کے لئے مگر خبیر وعلیم کے سامنے کیا چلے۔

مصرع کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

۴؎ یعنی اب تم اسے اپنے پاس ہی رکھو تم ہی استعمال کرو۔ یہ فرمان عالی اظہار ناراضگی کے لئے ہے انہیں مالک بنادینے کے لئے نہیں اور وہ صاحب اس فرمان عالی سے اس چیز کے مالک نہیں ہوگئے اور انہیں اس کا استعمال جائز نہ ہوگیا۵؎ کیونکہ اس لگام میں تمام مجاہدین کا حصہ تھا اور وہ سب حضرات متفرق ہوگئے نہ معلوم یہ کس کے حصہ میں آتی۔ اب ہم کس سے معافی دلوادیں۔ خیال رہے کہ یہ سب کچھ بھی اظہار ناراضگی کے لئے ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس جرم کی توبہ ہی نہیں ہوسکتی تو یہ تو کفر سے بھی ہوجاتی ہے۔ خیال رہے کہ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر غاصب کو توبہ کی توفیق ملے مگر مال مغصوبہ کا مالک نامعلوم ہو یا غائب ہوچکا ہو تو اس کے نام پر یہ چیز خیرات کردی جائے لیکن اگر خیرات کرنے کے بعد پھر مالک آجائے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ یہ فقہی مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں مقصود ہے اظہار غضب اور ہم جیسوں کو غصب سے ڈرانا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَ ضَرَبُوْهُ ۔ (اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۳۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر نے غلول کرنے والے کا سامان جلایا اسے مارا (ابوداؤد)

(۳۸۳۶)۱؎ اس حدیث کی بنا پر خواجہ حسن بصری وغیرہم فقہاء نے فرمایا کہ سوائے جانور غلام قرآن مجید کے باقی سامان مغصوبہ جلا دیا جائے۔ امام احمد واسحاق نے فرمایا کہ یہ مال مغصوبہ نہ جلایا جائے کہ یہ تو مجاہدین کا حق ہے۔ غاصب کا خود اپنا وہ مال جلا دیا جائے جسے لے کر وہ میدان جہاد میں گیا تھا۔ امام اعظم وشافعی ومالک رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ عمل شریف زجر تھا۔ اب اس کا کوئی مال جلایا نہ جائے گا بلکہ اسے تعزیری سزا دی جائے گی چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ حضور انور نے غال کو سزا دی مگر اس کا مال جلایا نہیں نیز اس

حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق عثمان غنی علی مرتضٰی نے بھی جلایا نہیں لہٰذا یہ عمل فقط زجر و توبیخ کے لئے تھا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّكْتُمْ غَالًّا فَإِنَّهٗ مِثْلُهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۳۷) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی غلول کرنے والے کو چھپائے تو بھی اس ہی کی طرح ہے[۱] (ابوداؤد)

(۳۸۳۷)[۱] کیونکہ جرم کی مدد کرنا بھی جرم ہے اور مدد دینے والا مجرم۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شِرَى الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۳۸) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے حصوں کی خریداری سے منع فرمایا[۱] (ترمذی)

(۳۸۳۸)[۱] شریٰ سے مراد بیچنا خریدنا دونوں ہیں یعنی کوئی غازی اپنا غنیمت کا مال تقسیم اور قبض سے پہلے فروخت نہ کرے اور نہ کوئی اسے خریدے کیونکہ تقسیم سے پہلے یہ اپنے حصہ کا مالک ہی نہیں اور غیر مالک فروخت نہیں کرسکتا۔ اور اگر اس طرح فروخت کیا کہ جو مجھے حصہ ملے گا وہ فروخت کرتا ہوں تو یہ مجہول و نامعلوم چیز کی بیع ہے یہ بھی ممنوع ہے۔ نیز کیا خبر کہ اسے غنیمت سے کچھ ملے گا یا نہیں بہت دفعہ کسی وجہ سے غازی غنیمت سے محروم ہو جاتا ہے لہٰذا یہ بیع خطرناک بھی ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ تُبَاعَ السِّهَامُ حَتّٰى تُقْسَمَ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۸۳۹) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے تقسیم سے پہلے حصوں کے بیچنے سے منع فرمایا[۱] (دارمی)

(۳۸۳۹)[۱] اس کا مطلب اور وجہ ابھی بیان ہو چکے' خیال رہے کہ زمین کا حصہ مشاع (غیر مقرر) فروخت ہوسکتا ہے جیسے مشترکہ زمین میں سے کوئی شریک اپنا حصہ فروخت کردے مگر وہاں جہالت سے جھگڑا نہیں ہوگا' یہاں جھگڑا پیدا ہونے کا قوی امکان ہے اس لئے مکان یا دوکان کا حصہ مشاع بیچنا ممنوع ہے۔

وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَصَابَهٗ بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَ رُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيْمَا شَاءَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَيْسَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا النَّارُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۸۴۰) روایت ہے حضرت خولہ بنت قیس سے[۱] فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ کو فرماتے سنا کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے[۲] جو اسے حق سے لے گا اس میں برکت دی جائے گی[۳] بہت وہ لوگ جو اللہ رسول کے مال میں گھس پڑتے ہیں۔ جیسے ان کا دل چاہے قیامت کے دن ان کے لئے آگ کے سوا کچھ نہیں[۴] (ترمذی)

(۳۸۴۰)[۱] آپ کو خویلہ بھی کہا جاتا ہے جناب حمزہ کی زوجہ ہیں۔ قبیلہ دہینیہ سے ہیں (اشعۃ اللمعات)[۲] یہاں مال سے مراد مال غنیمت ہے یا مال سے مراد اموال جمع ہے اس لئے اسے مال مانا گیا اور خضرۃ مونث ارشاد ہوا۔ چونکہ لفظاً مذکر ہے اس لئے اصابہٗ وغیرہ صیغہ میں مذکر لائی گئیں۔ غرضکہ معنی سے مونث ہے لفظاً مذکر لہٰذا ضمیروں کے اختلاف سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔ یعنی یہ مال دیکھنے میں اچھے استعمال میں مزیدار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر حرام ہوں تو ہیں بڑے خطرناک۔[۳] حق سے مراد جائز ذریعہ ہے یا اپنا استحقاق یعنی اگر

مال حلال راستے سے آئے تو برکت والا ہے۔ ورنہ ہلاکت اگر ہوا باغ کے راستہ سے آئے تو بیماروں کو شفا دے دیتی ہے۔ اگر روڑی کے راستہ سے آئے تو تندرستوں کو بیمار کر دیتی ہے۔ تخوض بنا ہے خوض سے بمعنی پانی میں گھس جانا۔ جیسے بغیر سوچے سمجھے پانی میں گھس جانا باعث ہلاکت ہے کہ ڈوب کر یا لہروں سے یا بہ کر انسان مر جاتا ہے۔ یوں ہی بغیر تحقیق کے ہر طرح مال لے لینا باعث ہلاکت ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے مال کو سبزے سے تشبیہ دی کہ جیسے سبزہ جلد خشک ہو جاتا ہے۔ یوں ہی مال بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اپنا ایمان وتقویٰ برباد کر لینا اللہ رسول کو ناراض کر لینا سخت غلطی ہے۔ اس افصح الناس کی فصاحت پر قربان صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَفَّلَ سَيْفَهُ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَا التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ رَاٰى فِيْهِ الرُّؤْيَا يَوْمَ اُحُدٍ)

(۳۸۴۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن تلوار ذوالفقار خود بطور نفل قبول فرمائی[1] ابن ماجہ ترمذی نے یہ زیادتی بھی کی کہ یہ وہی تلوار ہے جس کے متعلق حضور نے احد کے دن خواب دیکھا تھا[2]

(۳۸۴۱)[1] تنفل بنا ہے نفل سے اس کے معنی ہیں نفل یعنی زیادتی قبول فرمانا' لے لینا تفیل باب تفعیل کے معنی ہوتے ہیں دوسرے کو نفل دینا یعنی حضور اقدس نے خود یہ تلوار قبول فرمائی اسے شریعت میں صفی کہتے ہیں یعنی حضور انور کا پسند فرمایا ہوا مال' فقار جمع ہے فقرہ کی بمعنی جوڑ اس لئے عبارت کے جملے کو فقرہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس تلوار میں جوڑ تھے۔ پرت پرت جیسے ہاکی کی لکڑی یا اس میں منکے موتی ایسے جڑے ہوئے تھے جیسے پیٹھ کی ہڈی' اس لئے اسے ذوالفقار یعنی جوڑوں والی تلوار کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار عنبہ ابن حجاج کافر کی تھی۔ جو بدر میں مارا گیا۔ پھر حضور انور کے پاس رہی۔ حضور انور اس تلوار سے جہاد فرماتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے یہ ذوالفقار علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی (اشعہ مرقات) امام ابو جعفر محمد ابن علی باقر سے روایت ہے کہ بدر کے دن ایک فرشتہ نے پکارا تھا لا سیف الاذوالفقار لا فتی الاعلی (مرقات) اب لوگوں نے اسے اس طرح بنالیا۔ شعر:

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

[2] حضور انور نے غزوہ احد سے پہلے خواب دیکھی تھی کہ ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے۔ ہم نے ہلائی تو اس کا درمیانہ حصہ ٹوٹ گیا۔ دوبارہ ہلائی تو پہلے سے بھی اچھی ہوگئی وہ خواب اسی تلوار کے متعلق تھی کہ ٹوٹی اور جڑ گئی۔ تعبیر دی تھی کہ احد میں مسلمانوں کو تکلیف ہوگی۔ پھر پہلے سے بھی اچھے ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ احد میں تکلیف پائی پھر ہر میدان جیتا۔

وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرْكَبُ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيْهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيْهِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۴۲) روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت سے[1] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کسی گھوڑے پر سوار نہ ہو کہ جب اسے دبلا کر دے تو غنیمت میں لوٹا دے[2] اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ اور آخری دن پر تو وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کپڑا نہ پہنے کہ جب اسے پرانا کر دے تو غنیمت میں لوٹا دے[3] (ابوداؤد)

(۳۸۴۲)[1] آپ صحابی ہیں انصاری ہیں امیر معاویہ کی طرف سے طرابلس کے حاکم رہے ۴۶ھ میں امیر معاویہ کے حکم سے افریقہ

فتح فرمایا ۲۷ھ میں فتح افریقہ ہوا ۵۴ھ شام میں وفات پائی (اشعہ) ۲؎ یعنی کوئی غازی تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کا گھوڑا بلاضرورت استعمال نہ کرے کہ اسے دبلا کر کے پھر واپس غنیمت میں رکھ دے۔اس سے معلوم ہوکہ ایسے گھوڑے پر جہاد کرنا جائز ہے کہ یہ ضرورت استعمال ہے اور بلاضرورت بھی اگر کچھ سواری کر لے جس سے گھوڑا کمزور نہ ہو جائے جائز ہے (اشعہ) ۳؎ یعنی غنیمت کے مال کا کپڑا قبل تقسیم بلا ضرورت استعمال نہ کرواور ایسی حرکت نہ کرو کہ کپڑا پرانا کر کے پھاڑ کے واپس کر دو۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی الْمُجَالِدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِی اَوْفٰی قَالَ قُلْتُ هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُوْنَ الطَّعَامَ فِی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِیْءُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَمَا يَكْفِيْهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۴۳) روایت ہے حضرت محمد ابن ابی المجالد سے وہ عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے راوی۱؎ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ لوگ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھانے سے خمس نکالا کرتے تھے۳؎ وہ بولے کہ ہم نے خیبر کے دن کھانا پایا تو کوئی شخص آتا تو اس ہی سے اپنی کفایت کی بقدر لے لیتا پھر لوٹ جاتا۴؎ (ابوداؤد)

(۳۸۴۳) ۱؎ محمد ابن ابی المجالد تابعی ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے اور عبداللہ ابن ابی اوفیٰ مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں۔احد اور بعد احد غزوات میں شریک ہوئے ۸۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔اور جنت البقیع میں دفن ہوئے ۲؎ محمد ابن ابوالمجالد نے حضرت عبداللہ ابن اوفیٰ صحابی سے تمام صحابہ کرام کا عمل پوچھا اس نے کنتم اور تخمسون جمع بولا ۳؎ طعام سے مراد ہے پکا ہوا کھانا اور سبزیاں اور سبز میوے جو جلد خراب ہو جاتے ہیں کہ ان میں بھی خمس کے بعد تقسیم غنیمت ہوتی تھی یا ان چیزوں میں آزادی تھی ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کی غنیمت سے خمس نہ لیا جاتا تھا۔لیکن ہر مجاہد اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا اور ذخیرہ کر کے گھر نہ لاتا تھا وہاں ہی استعمال کر لیتا تھا اس کا تفصیلی بیان گزر چکا۔یعنی ان ضروریات سے جو باقی بچتا تھا اس سے خمس نہ لیا جاتا تھا۔تقسیم باقاعدہ کیا جاتا تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ جَيْشًا غَنِمُوْا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَّعَسَلاً فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۴۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لشکر نے کھانا اور شہد غنیمت میں حاصل کیا تو اس سے خمس نہ لیا گیا۱؎ (ابوداؤد)

(۳۸۴۴) ۱؎ یعنی جو غلہ شہد وغیرہ کھا لیا گیا اس میں سے خمس نہ لیا گیا۔اس طعام میں کھائے ہوئے دانے' کھائے ہوئے جانور وغیرہ سب داخل ہیں۔

وَعَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا نَاْكُلُ الْجَزُوْرَ فِی الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتّٰى اِذَا كُنَّا لَنَرْجِعُ اِلٰى رِحَالِنَا وَاَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مُمْلُوَّةٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۴۵) روایت ہے حضرت قاسم مولیٰ عبدالرحمٰن سے۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ میں ایک اونٹ کھا لیا کرتے تھے اسے تقسیم نہ کرتے تھے کہ حتی کہ جب ہم اپنی منزل کی طرف لوٹتے اس طرح کہ ہماری خورجیاں اس سے بھری ہوتیں۲؎ (ابوداؤد)

(۳۸۴۵) ۱؎ قاسم تابعی ہیں شامی ہیں آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن آپ کی ملاقات چالیس صحابہ کرام سے ہے ۱۲۲ھ میں وفات پائی

آپ کی اکثر روایات حضرت علی، سلمان، معاویہ اور عمرو بن عبسہ سے ہیں (اشعہ) آپ کے مولیٰ کا نام عبدالرحمٰن ابن خالد ہے۔ وہ تابعی ہیں۔ان کی ملاقات حضرت ابوامامہ سے ہے۔۲؎ اخرجہ جمع خرج کی خ کے پیش سے بمعنی گون، بوری، تو بڑے اور منزل سے مراد اپنا وطن کا گھر نہیں بلکہ بحالت سفر خیمہ مراد ہے جہاں مسافر عارضی ٹھہرتے ہیں۔لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔مطلب یہ ہے کہ ہم خیمے والے مسافروں میں سے ایک آدمی اس اونٹ کے گوشت سے بوری بھرلاتا تھا اپنے سارے خیمہ والوں کا حصہ، فقہاء فرماتے ہیں کہ غازی بچا ہوا کھانا چارہ وغیرہ غنیمت میں واپس کرے۔فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ اَدُّو الْخِیَاطَ وَالْمَخِیْطَ وَاِیَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰی اَهْلِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِیُّ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ)

(۳۸۴۶) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دھاگہ اور سوئی تک ادا کرو۱؎ اور خیانت سے بچو کہ یہ خیانت قیامت کے دن خائن پر عار ہوگی۲؎ (دارمی اور نسائی نے بروایت عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی۔

(۳۸۴۶)۱؎ مرقات میں فرمایا کہ خیاط اور مخیط دونوں کے معنی ہیں دھاگہ، خیاط جمع خیط نہیں ہے۔سنا ہے کہ اس کی جمع خیوط یا اخیاط آتی ہے نہ کہ خیاط۔یہ تکرار تاکید کے لئے ہے مگر اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ مخیط بروزن منیر ہے سینے کا آلہ یعنی سوئی لہذا خیاط کے معنی دھاگہ اور مخیط کے معنی سوئی۔لہذا تکرار میں مطلب یہ ہے کہ معمولی سے معمولی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی بغیر تقسیم نہ لو۔۲؎ کیونکہ خیانت کا مال خائن کے کندھے پر ہوگا۔جسے یہ سخت مشکل سے اٹھائے گا۔تکلیف بھی اٹھائے گا بدنام بھی ہوگا جیسا کہ پہلے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ دَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعِیْرٍ فَاَخَذَ وَبَرَةً مِّنْ سَنَامِهٖ ثُمَّ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَیْسَ لِیْ مِنْ هٰذَا الْفَیْءِ شَیْءٌ وَّلَا هٰذَا وَرَفَعَ اَصْبَعَهٗ اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ عَلَیْكُمْ فَاَدُّو الْخِیَاطَ وَالْمَخِیْطَ فَقَامَ رَجُلٌ فِیْ یَدِهٖ كُبَّةٌ مِّنْ شَعْرٍ فَقَالَ اَخَذْتُ هٰذِهٖ لِاُصْلِحَ بِهَا بَرْدَعَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا مَا كَانَ لِیْ وَلِبَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا بَلَغَتْ مَا اَرٰی فَلَا اَرَبَ لِیْ فِیْهَا وَنَبَذَهَا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۴۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب ہوئے تو اس کے کوہان سے ایک بال لیا۱؎ پھر فرمایا اے لوگو اس فئی میں سے میرے لئے کچھ نہیں اور نہ یہ بال۲؎ اور اپنی انگلی شریف اٹھائی سوائے خمس کے۳؎ اور خمس بھی تم پر ہی لوٹ جاتا ہے۴؎ لہذا سوئی دھاگہ بھی ادا کردو تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کی بنڈلی تھی بولا میں نے یہ لیا ہے تاکہ اس سے کمبل کو درست کروں۵؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری یا عبدالمطلب کی اولاد کی ہو تو وہ تیرے لئے ہے۶؎ وہ بولا کہ یہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ۷؎ (ابوداؤد)

(۳۸۴۷)۱؎ وبرہ خاص اونٹ کے بال کو کہتے ہیں اور شعر ہر بال کو کہا جاتا ہے۔سنام اونٹ کی پیٹھ میں ابھری ہوئی ہڈی جسے کوہان کہا جاتا ہے۲؎ یعنی حقیر سے حقیر اور معمولی سے معمولی چیز بھی غنیمت سے میرا حصہ نہیں اس سے صفی مستثنیٰ ہے۔صفی وہ چیز ہے جسے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم پسند فرمالیں۔ جیسے ابھی ذوالفقار کا واقعہ گزرا کہ وہ صفی تھی' یا غزوہ خیبر میں بی بی صفیہ بنت حیی ابن اخطب کہ یہ اس صفی میں سے تھیں۔ اس صفی میں صدہا حکمتیں ہوتی تھیں مثلاً بی بی صفیہ یہود کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا حضور انور کے نکاح میں ہونا ہی موزوں تھا۔ یا ذوالفقار' کفار کے سردار کی تلوار' حضور انور کے ہاتھ اس کا ہونا کفار کے زیادہ جلنے کا باعث تھا۔ بہرحال یہاں قانون کا ذکر ہے اور صفی کا اختیار فرمانا دائمی قانون نہ تھا کبھی اتفاقیہ تھا۳؎ اشارہ کے لئے صرف ایک انگلی اٹھائی۔ یعنی صرف ایک خمس ہی ہمارا حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں۴؎ یعنی وہ بھی تمہاری مصلحتوں میں ہی خرچ ہوتا ہے کہ اس خمس سے ہم جنگی سامان گھوڑے' تیر وغیرہ خریدتے ہیں۔ موقع بموقع مساکین کی مدد فرماتے ہیں۵؎ یعنی یہ ادنیٰ دھاگہ کی گچھی ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ میرا کمبل پھٹا یا ادھڑا ہوا ہے اسے درست کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو لے لوں'۶؎ یعنی اگر یہ دھاگہ کی گچھی میرے خمس میں آ گئی تو میری طرف سے تجھے اجازت ہوگی اور اگر میرے کسی عزیز مطلبی کو غنیمت کے حصے سے مل گئی تو میں ان کی طرف سے تجھے اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اگر کسی اور کے حصہ میں پہنچ گئی تو پھر تو جانے اور وہ مالک جانے۷؎ یعنی جب اس معمولی چیز میں ایسی پابندی اور ایسی تنگی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ پہلے تو کسی کی ملکیت میں آنے کا انتظار کروں۔ پھر مالک سے خوشامد کر کے مانگوں یہ کہا اور گچھی وہاں ہی رکھ دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈر گیا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَعِيْرٍ مِّنَ الْمُغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِيْ مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيْكُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۴۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے کچھ اونٹوں کی طرف نماز پڑھائی۱؎ پھر جب سلام پھیرا تو اونٹ کے کروٹ سے بال لیا پھر فرمایا کہ تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لئے اتنا بھی حلال نہیں سوا خمس کے اور خمس بھی تم میں ہی لوٹایا جاتا ہے۲؎ (ابوداؤد)

(۳۸۴۸)۱؎ اس طرح کہ اس اونٹ کو سترہ بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھائی۔ معلوم ہوا کہ بیٹھے ہوئے جانور' یوں ہی بیٹھے ہوئے انسان کی پیٹھ کو سترہ بنانا درست ہے۲؎ یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا اور واقعہ تھا یہی ظاہر ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذَوِي الْقُرْبٰى بَيْنَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَتَيْتُهُ اَنَا وَعُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ اِخْوَانُنَا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِيْ وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اَرَاَيْتَ اِخْوَانَنَا مِنْ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا قَرَابَتُنَا وَ قَرَابَتُهُمْ وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَّ بَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ هٰكَذَا وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ

(۳۸۴۹) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے۱؎ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرابت داروں کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرما دیا۲؎ تو میں اور حضرت عثمان ابن عفان حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہمارے بھائی بنی ہاشم ہم ان کی بزرگی کے منکر نہیں آپ کے ہونے کی وجہ سے کہ ربّ نے آپ کو ان میں پیدا فرمایا۳؎ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کے متعلق حضور فرمائیں کہ آپ نے انہیں دیا اور ہم کو چھوڑ دیا۴؎ حالانکہ ہمارا ان کا رشتہ ایک ہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنی مطلب اس طرح ایک ہیں اور اپنی انگلیوں کو مختلط فرما دیا۵؎ (شافعی' ابوداؤد اور نسائی کی روایت

وَالنَّسَائِیْ نَحْوَهٗ وَ فِیْهِ اَنَا وَ بَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَیْءٌ وَّاحِدٌ وَ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ)

میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں اور بنی مطلب نہ دور جاہلیت میں الگ ہوئے نہ اسلام میں ہم اور وہ ایک ہی چیز ہیں اور اپنی انگلیوں شریف میں ٦ اختلاط فرمادیا۔

(٣٨٤٩) ١ آپ مشہور صحابی ہیں نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم، مطلب، نوفل اور عبدشمس حضرت جبیر تو نوفل کی اولاد سے تھے حضرت عثمان اور تمام بنی امیہ عبدشمس کی اولاد سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد سے اس کی تفصیل پہلے فصل اول میں گزر چکی۔ ٢ اور نوفل وعبدشمس کی اولاد کو اس خمس میں سے کچھ نہ دیا جیسا کہ پہلے گزر چکا اور نوفل کی اولاد سے میں تھا۔عبدشمس کی اولاد سے حضرت عثمان ٣ یعنی اگرچہ نسبی رشتہ میں ہم سب حضور سے برابر تعلق رکھتے ہیں مگر بنی ہاشم کو اس لئے بزرگی ہے کہ حضور ان میں سے ہیں ٤ کیا ہم حضور کے ذی قرابت نہیں ہیں یقیناً ہیں تو حضور انور نے ہم کو ذی قربیٰ کا حصہ خمس سے کیوں نہ دیا ٥ یعنی نسبت میں تم اور بنی مطلب برابر ہو مگر خدمت میں بنی مطلب تم سے بڑھ کر ہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں۔تم لوگ بعد میں اسلام میں داخل ہوئے۔بائیکاٹ کے زمانہ میں بنی ہاشم ومطلب ایک رہے مگر بنی نوفل اور بنی عبدشمس بائیکاٹ میں کفار کے ساتھ مل گئے۔لہٰذا ان کو تم پر فوقیت حاصل ہے۔ ٦ اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت ساتھ دینے والے بڑی قدر ومنزلت کے مستحق ہیں یہ لوگ چونکہ مصیبت کے ساتھی ہیں لہٰذا اس خمس کے حق دار ہیں۔اس کے متعلق فقہی احکام پہلے گزر چکے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِی الصَّفِّ یَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَیْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِیْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا فَتَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ بَیْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِیْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ اَیْ عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ فَمَا حَاجَتُكَ اِلَیْهِ یَا ابْنَ اَخِیْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ یَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَئِنْ رَاَیْتُهٗ لَا یُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا قَالَ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ قَالَ وَغَمَزَنِی الْاٰخَرُ فَقَالَ لِیْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَظَرْتُ اِلٰی اَبِیْ جَهْلٍ یَجُوْلُ فِی النَّاسِ فَقُلْتُ اَلَا تَرَیَانِ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِیْ تَسْأَلَانِّیْ عَنْهُ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَیْفِهِمَا فضرباه حتی قتلاه ثم انصرفا

(٣٨٥٠) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عوف سے ١ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے داہنے بائیں دیکھا تو میں انصار کے دو نوعمر بچوں کے درمیان تھا ٢ میں نے تمنا کی کہ میں ان سے بہادروں کے درمیان ہوتا ٣ ان دونوں میں سے ایک نے مجھے اشارہ کیا ٤ بولا اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں ٥ میں بولا تجھے اس سے کیا کام ہے اے بھتیجے؟ وہ بولا مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا تا آنکہ ہم سے جلد موت والا مر جائے ٦ فرماتے ہیں میں نے اس پر تعجب کیا ٧ فرماتے ہیں کہ دوسرے نے بھی مجھے اشارہ کیا تو مجھے اسی طرح کہا تو میں نہ ٹھہرا حتی کہ میں نے ابوجہل کو دیکھ لیا جو لوگوں کے بیچ گھوم رہا تھا ٨ تو میں بولا کیا تم دیکھتے نہیں یہ تمہارا وہ یار ہے ٩ جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ

الی رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فاخبراہ فقال ایکما قتلہ فقال کل واحد منہما انا قتلتہ فقال ھل مسحتما سیفیکما فقا لا لا منظر رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الی السیفین فقال کل کما قتلہ وقضی رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بسلبہ لمعاذ بن الجموح والرجلان معاذ ابن عمروبن الجموح ومعاذبن عفراء ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رہے تھے فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس پر جھپٹے اسے مارا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۱۰ پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے حضور کو اس کی خبر دی۱۱ تو فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے تو ان میں سے ہر ایک بولا کہ اسے میں نے مارا ہے۷ فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں وہ بولے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواریں دیکھیں فرمایا تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے۸ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلب کا فیصلہ معاذ ابن عمرو ابن جموح کے لئے کیا۹ اور وہ دونوں صاحب معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن عفرا تھے (مسلم بخاری)۱۰

(۳۸۵۰)۱ آپ کی کنیت ابومحمد ہے زہری ہیں قریشی ہیں۔عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ صاحب ہجرتین ہیں کہ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور انور نے غزوہ تبوک میں فجر کی ایک رکعت آپ کے پیچھے پڑھی۔غزوہ احد میں بیس زخم کھائے۔بعض زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں بیکار ہوگیا تھا۔ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے ۳۲ھ میں وفات ہوئی بہتر ۷۲ سال عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔۲ جنگ بدر ۲ھ ماہ رمضان میں ہوئی جس میں مسلمان تین سو تیرہ تھے۔کفار اولاً ساڑھے نو سو تھے۔ابوسفیان کا قافلہ مل جانے کے بعد ایک ہزار ہوگئے تھے۔مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی غازیوں کے پاس کھجور کی لکڑیاں تھیں۔۳ تاکہ جنگ کے وقت مجھے ان سے مدد ملتی۔ کیونکہ سپاہی کو اپنے بازوؤں سے مدد ملتی ہے۔ چونکہ وہ دونوں نوعمر تھے۔اس لئے حضرت عبدالرحمٰن نے انہیں کمزور سمجھا۔ نیز وہ دونوں انصار تھے اور بہادری میں مہاجرین مشہور تھے (مرقات)۴ غمز کے معنی دبانے کے بھی ہیں اور آنکھ سے اشارہ کرنے کے بھی یہاں بمعنی دبانا ہے۔یعنی میرا ہاتھ دبا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر چپکے سے یہ پوچھا۵ اہل عرب اپنے سے بڑے کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہاں یہ ہی محاورہ استعمال ہوا ہے ورنہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رشتہ نسبی میں ان بچوں کے چچا نہ تھے۔ لشکر کفار سامنے تھا ان دونوں نے پوچھا کہ وہ جو سامنے لشکر ہے ان میں ابوجہل کون ہے۔۶ سبحان اللہ یہ ہے ایمان اور یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوجہل کو حضور انور کی شان میں گستاخیاں کرتے سنا تھا بلکہ یونہی اڑتی اڑتی خبر پہنچی تھی کہ تڑپ گئے اور مارنے مرنے کو تیار ہوگئے۔اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

قسم کھائی ہے دونوں نے کریں گے قتل ناری کو ‏ ‏ ‏ سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

۷ کیونکہ میں نے سمجھا کچھ تھا اور ظاہر کچھ ہوا' یہ دونوں تو بہادروں کے سردار نکلے۔حوصلہ بہت بلند ظاہر ہوا۸ یعنی اپنے لشکر میں چکر لگا رہا تھا انہیں درست کر رہا تھا۹ یہاں صاحب یا کہ یار بمعنی دوست نہیں بلکہ بمعنی مطلوب ہے جس کی طلب ہو یعنی تم جس کی جستجو میں ہو وہ یہی ہے۔ سامنے وہ دیکھو۱۰ یعنی یہ دونوں اکیلے اس کی فوج میں پہنچے اور بغیر یار و مددگار ساتھ لئے اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا کہ اسے مار گرایا۔خیال رہے کہ ان دونوں نے اسے بالکل مار نہ ڈالا تھا بلکہ قریب الہلاک کر دیا تھا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔اسے

سسکتا ہوا چھوڑ کر بھاگے کہ ان کی فوج میں گھر گئے۔ ان دونوں چاندوں کو دو بالوں نے گھیر لیا۔ اس موقع پر ایک کا ہاتھ بازو سے کٹ گیا جسے انہوں نے خود پاؤں سے دبا کر توڑ دیا اور پھر وہ کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور انور نے وہ ہاتھ کاندھے پر رکھ کر لعاب دہن لگا دیا وہ ہاتھ جڑ گیا اور دوسرے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ باب المعجزات میں ذکر کیا جائے گا ۱۱ قتل ابوجہل کی بھی خبر دی اور واقعہ قتل کی بھی خبر دی کہ اس طرح ہم نے اسے پچھاڑا اور اس طرح قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل ابوجہل کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ خیال رہے کہ اپنے جانی مالی دشمن کے فوت ہونے پر خوشی منانا ممنوع ہے۔

اگر بمر و عدو جائے شادمانی نیست — کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

مگر قومی، دینی، ملکی دشمن کے مر جانے پر شکر کرنا سنت ہے۔ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اسی لئے سنت ہے کہ اس دن فرعون غرق ہوا ہے۔ دینی دشمن کے مر جانے سے مخلوق خدا اس کے فساد سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ ۷ دونوں نے سچ کہا کیونکہ تلوار کے وار اس مردود پر دونوں ہی نے کئے تھے۔ اگرچہ ایک نے سبقت کی ہوگی اور ایک ہی کا وار کاری لگا ہوگا جس سے وہ ناری جہنم رسید ہوا ہوگا۔ بہر حال دونوں سچے ہیں خود حضور نے بھی ان کی تصدیق فرمائی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ۸ یعنی واقعی تم دونوں اس کے قتل میں شریک ہو۔ تم دونوں کے واروں سے اسے اللہ نے نار میں داخل کیا ہے تم دونوں سچے ہو۔ یہ فرمان ان دونوں کو خوش کرنے کے لئے ہے۔ ۹ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات سے معلوم فرمالیا اصل قاتل یہ ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں لکھا کہ قتل کرنے میں یہ دونوں شریک تھے۔ مگر اسے گرانے پچھاڑنے والے معاذ ابن عمرو ابن جموح تھے۔ اس لئے سلب صرف ان کو عطا فرمایا گیا غرضکہ یہ تخصیص بلاوجہ نہ تھی وجہ سے تھی ۱۰ خیال رہے کہ ان دونوں بزرگوں کا نام معاذ یا معوذ ہے۔ یہ دونوں حضرات اخیافی یعنی ماں شریکی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام عفراء ہے۔ ان کے ایک خاوند کا نام عمرو ابن جموح ہے۔ دوسرے خاوند کا نام حارث ہے لہذا معاذ ابن عفراء میں نسبت ماں کی طرف ہے۔ بعض روایات میں ان دونوں معاذوں کو ابن عفراء کہا جاتا ہے۔ وہ بھی درست ہے دونوں کی نسبت ماں کی طرف ہے (اشعہ) اس حدیث سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی مسلمان کو اس کی نوعمری کی وجہ سے ضعیف نہیں سمجھا جانا چاہئے بسا اوقات چھوٹے اور دبلے آدمی وہ کام کر دکھاتے ہیں جو بڑی عمر والے موٹے تازے آدمیوں سے نہ ہو سکیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ رسول کے لئے عداوت و محبت سنت صحابہ ہے تیسرے یہ کہ جنگ میں ہر کام ہمت و پھرتی سے ہی ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ علامت دیکھ کر بغیر گواہ کے سلب دینا جائز ہے کہ حضور انور نے ان کی تلواریں دیکھ کر ایک کو سلب عطا فرمایا۔ جہاں گواہ طلب فرمانے کا ذکر ہے وہاں علامات نہ ہونے کی صورت ہے پانچویں یہ کہ حضرات صحابہ کی ہمت و جرأت بے مثال تھی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُلَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهٗ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَوْ غَيْرُ

(۳۸۵۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ۱ کہ کون دیکھ کر ہم کو بتا دے گا کہ ابوجہل کو کیا ہوا ۲ تو ابن مسعود چلے اسے پایا کہ عفرا کے بیٹوں نے اسے مار دیا ہے حتی کہ ٹھنڈا ہو گیا ہے ۳ آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر فرمایا ۴ کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے وہ بولا کہ کیا تم نے مجھ سے اوپر

اَكَّارٍ قَتَلَنِي ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

والے کو بھی قتل کیا ہے۵ ایک روایت ہے کہ بولا کاش مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا۶ (مسلم بخاری)

(۳۸۵۱)۱؎ یہ ارشاد عالی غزوۂ بدر ختم ہو چکنے اور سکون حاصل ہو جانے کے بعد ہوا۔ دوران جنگ میں اس طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی شخص کفار کی نعشوں میں زخمیوں میں ابوجہل کو تلاش کرے کہ وہ جی رہا ہے یا مر گیا ہے۔ مردوں میں پڑا ہے یا زخمیوں میں ۲؎ اگر صنع معرف ہے تو ترجمہ وہی ہے جو ہم نے عرض کیا اور اگر صنع مجہول ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ابوجہل کے ساتھ کیا کیا گیا۔ رب نے اس سے کیا معاملہ فرمایا اسے موت دے دی یا ابھی نہیں اور موت دے دی ہے تو کس حالت میں ۳؎ یہاں ٹھنڈا ہو جانے سے مراد اگر مر جانا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ٹھنڈا ہو جانے کے قریب ہو گیا ہے اور اگر مراد جسم کا خون نکل کر حرارت غریزی ختم ہو جانا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے یعنی اس کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہے اور وہ قریب الموت ہے کتے کی طرح سسک رہا ہے خیال رہے کہ ابوجہل کو تمام کفار مکہ اس حالت میں چھوڑ کر بھاگ چکے تھے ۴؎ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مشرکین بھی ایک مشت داڑھی رکھتے تھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کی داڑھی کی کوئی عزت و حرمت نہیں اسے پکڑنا کھینچنا جائز ہے۔ مسلمان کی داڑھی بڑی حرمت کی چیز ہے کہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۵؎ یعنی آج کے مقتولین میں سب سے بڑی عزت و عظمت والا میں ہی ہوں کہ تمام کفار مکہ بلکہ کفار عرب کا سردار ہوں ۶؎ یعنی مجھے اس ذلت کا غم ہے جو اس قتل میں مجھے پہنچی کہ مجھے مدینہ کے انصار کے دو بچوں نے قتل کیا۔ اہل مدینہ عموماً کھیتی و باغبانی کیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نے انہیں اکار یعنی کسان کہا مجھے کوئی بڑی عزت والا قتل کرتا۔ معلوم ہوا کہ ابوجہل بمقابلہ فرعون زیادہ متکبر تھا کہ فرعون ڈوبتے وقت بول اٹھا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ (۱۰،۹۰) میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے (کنزالایمان) مگر یہ مردود اب اس حالت میں بھی شیخی ہی بگھار رہا ہے۔ اگر اس حالت میں کلمہ پڑھ لیتا تو شاید کچھ فائدہ اٹھا لیتا۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَّاَنَا جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا هُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَیَّ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْمُسْلِمًا ذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَاَجَابَهٗ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَيْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ خَشْيَةَ اَنْ يُّكَبَّ فِی النَّارِ عَلٰی وَجْهِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا قَالَ الزُّهْرِیُّ فَنَرٰی اَنَّ الْاِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْاِيْمَانُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ)

(۳۸۵۲) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو عطیہ فرمایا۔ میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو ان سب میں مجھے زیادہ پسندیدہ تھا۱؎ میں اٹھا اور میں نے عرض کیا فلاں کے متعلق کیا رائے عالی ہے میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۲؎ تب حضور نے فرمایا بلکہ مسلم کہو۳؎ سعد نے یہ تین بار عرض کیا اور حضور نے اسی طرح جواب دیا پھر فرمایا کہ میں کبھی کسی شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔۴؎ اس خوف سے کہ اپنے منہ کے بل آگ میں گرایا جائے ۵؎ (مسلم بخاری) اوران کی ایک روایت میں ہے زہری نے فرمایا ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کلمہ طیبہ ہے اور ایمان نیک عمل ہے۶؎

(۳۸۵۲)۱؎ یعنی حضور نے ایسے شخص کو عطیہ نہ دیا جو ایمان و اعمال میں مجھے بہت پسندیدہ تھا۔۲؎ یعنی جہاں تک مجھے علم ہے یہ

صاحب مومن کامل اور عالم تام ہیں' ایمان وتقویٰ دونوں کے جامع ہیں۔۳؎ اس فرمان عالی میں ان صاحب کے ایمان کی نفی نہیں بلکہ حضرت سعد کو تعلیم ہے کہ کسی کے متعلق اس کے ایمان کی گواہی قطعی نہ دو کہ ایمان دلی تصدیق کا نام ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہی خبردار ہے۔ اسلام ظاہر کا نام ہے تم اس کی گواہی دے سکتے ہو۔ خیال رہے کہ کبھی ایمان واسلام ہم معنی آتے ہیں اور کبھی ان میں فرق کیا جاتا ہے کہ دلی عقیدوں کا نام ایمان ہوتا ہے اور ظاہری اطاعت کا نام اسلام یہاں دوسرے معنی مراد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (۱۴٬۴۹) تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (۱۰۳٬۳۷) تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۳۱٬۲) جبکہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا (کنزالایمان) ان آیات میں اسلام سے مراد ظاہر اطاعت وفرمانبرداری ہے۔۴؎ یعنی ہمارا کسی کو کم دینا یا نہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے ناراض ہیں یا اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اور کسی کو زیادہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے راضی ہیں اسے مومن کامل سمجھتے ہیں بلکہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ کہ مومن کامل کو کم دیتے ہیں یا کچھ نہیں دیتے اور مذبذب کو زیادہ عطا فرماتے ہیں۔۵؎ یعنی یہ عطا فضائل کی وجہ سے نہیں بلکہ ضعیف الایمان لوگوں کو ہم عطائیں دیتے ہیں کہ اگر ان کو نہ دیں تو خطرہ ہے کہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں اور دوزخ میں گرجائیں۔ پختہ مومنین پر ہم کو اعتماد ہے کہ انہیں مال ملے یا نہ ملے وہ مومن ہی رہیں گے ان کو دینے کا اہتمام نہیں فرماتے انہیں نہ دینا ان کی پختگی ایمان کی وجہ سے ہے۔ یہی سنت الٰہیہ ہے۔ بارہا مقبول بندوں پر مصیبتیں بھیج دیتا ہے یا انہیں کم عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ بہرحال مومن رہیں گے کچھ ملے یا نہ ملے۔ کچی کھیتی کو پانی بہت دیا جاتا ہے۔ اس کی رکھوالی زیادہ کی جاتی ہے کہ اس کی جڑیں مضبوط نہیں۔ پانی نہ ملنے پر خشک ہوجائے گی۔ مضبوط درختوں کی زیادہ پروا نہیں کی جاتی کہ اس کی جڑیں پختہ ہیں۔ پانی نہ ملنے پر بھی ہرے بھرے رہتے ہیں۔۶؎ یعنی سرکار عالی کے اومسلما فرمانے سے معلوم ہوا کہ ایمان واسلام میں فرق ہے۔ اس فرق میں کئی احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا اسلام اور ساتھ ہی نیک اعمال بھی کرنا ایمان' دونوں میں اور بھی فرق کئے گئے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَعْنِىْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِىْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ وَاِنِّىْ اُبَايِعُ لَهٗ فَضَرَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِاَحَدٍ غَابَ غَيْرُهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۵۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی بدر کے دن پس فرمایا کہ عثمان اللہ تعالیٰ کے کام اور اس کے رسول کی خدمت میں گئے ہیں ۱؎ ان کی بیعت میں کرتا ہوں ۲؎ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے حصہ مقرر فرمایا ان کے سوا کسی غائب شخص کا حصہ مقرر نہ کیا ۳؎ (ابوداؤد)

(۳۸۵۳) ۱؎ غزوۂ بدر کے موقع پر حضور انور کی صاحبزادی بی بی رقیہ جو حضرت عثمان غنی کی زوجہ مطہرہ تھیں سخت بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کرنے کے لئے عثمان غنی کو حضور انور نے مدینہ منورہ میں ہی چھوڑا بدر میں ساتھ نہ لے گئے۔ حتیٰ کہ حضور کے پیچھے ہی ان کی وفات ہوگئی اور دفن کردی گئیں (مرقات) یہ فرمان عالی بدر کی غنیمت تقسیم فرماتے وقت کا ہے۔ خیال رہے کہ جناب رقیہ کی تیمارداری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی مگر اس کو اللہ رسول کا کام فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور کی فرمانبرداری رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔۲؎ چنانچہ حضور انور نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہمارا ہاتھ ہے اور خود ہی حضرت عثمان

کی طرف سے بیعت کی۔ اس بیعت عثمان کا واقعہ دو بار ہوا۔ ایک تو غزوہ بدر میں دوسرے بیعت الرضوان میں مقام حدیبیہ میں یہ ہے حضرت عثمان کی شان رضی اللہ عنہ۔

دست حبیب خدا جو کہ یداللہ تھا ہاتھ بنا آپ کا آپ وہ ذی شان ہیں

۳؎ یعنی حضرت عثمان کو بدر والوں کا صرف ثواب نہ ملا بلکہ غنیمت کا حصہ بھی ملا۔ آپ صرف حکماً غازی بدر نہ ہوئے۔ بلکہ حقیقۃً غازی مانے گئے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختار ہیں اگر چاہیں تو مدینہ کی زمین کو بدر کا میدان بنادیں۔ گھر میں رکھ کر غازیوں میں ملادیں اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت رب تعالٰی کی اطاعت ہے دیکھو حضرت عثمان مدینہ منورہ میں حضور کے کام کے لئے رہے تھے یعنی بی بی رقیہ کی تیمارداری مگر فرمایا فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ حاجت سے مراد کام یا خدمت ہے نہ کہ ضرورت کہ اللہ تعالٰی ضرورت اور محتاجی سے پاک ہے۔

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْعَلُ فِيْ قَسْمِ الْمَغَانِمِ عَشْرًا مِّنَ الشَّاءِ بِبَعِيْرٍ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۸۵۴) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت کی تقسیم میں دس بکریاں ایک اونٹ کے مقابل میں فرماتے تھے۲؎ (نسائی)

(۳۸۵۴) ۱؎ آپ صحابی انصاری خوارزمی یا حارثی اوسی ہیں۔ غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے بدر کے دن آپ کمسن تھے ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی چھیاسی سال عمر ہوئی۔ آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں۔ اشعہ ۲؎ یعنی تقسیم غنیمت میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کی برابر رکھتے تھے کہ اگر غازی کو ایک اونٹ حصہ میں ملا تو دوسرے غازی کو دس بکریاں عطا ہوئیں۔ قربانی میں ایک اونٹ و گائے سات بکریوں کی برابر مانا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتَّبِعْنِیْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُيُوْتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا رَجُلٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزٰی فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَامُوْرَةٌ وَّاَنَا مَامُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَآئِمَ فَجَآءَتْ يَعْنِی النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِیْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَآءُوْا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاْسِ

(۳۸۵۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا ۱؎ تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جو کسی عورت کے بضع کا مالک ہو اور رخصتی کرنا چاہتا ہے۔ ابھی تک کی نہیں ہے۲؎ اور نہ وہ جائے جس نے مکانات بنائے ہیں اور ان کی چھتیں تیار نہ کی ہیں ۳؎ اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکری یا حاملہ اونٹنیاں خریدیں اور وہ ان کے بیانے کا منتظر ہے ۴؎ چنانچہ انہوں نے جہاد کیا تو بستی سے نماز عصر یا اس کے قریب ہوئے تو انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی حکم کے ماتحت ہے اور میں بھی الٰہی اسے ہم پر روک دے ۵؎ چنانچہ سورج روک دیا گیا حتی کہ اللہ نے انہیں فتح دی ۶؎ پھر غنیمتیں جمع فرمائیں تو یعنی آگ کھانے کے لئے آئی مگر انہیں کھایا نہیں ۷؎ فرمایا کہ ضرور تم میں خیانت ہے ۸؎ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص مجھ سے

بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَآءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَآئِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَآئِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بیعت کرے چنانچہ ایک آدمی کا ہاتھ ان ہی سے چمٹ گیا تو فرمایا تم لوگوں میں خیانت ہے۔۹ پھر وہ سونے کا سر لائے جو گائے کے سر کی طرح تھا۱۰ اسے رکھ دیا پھر آگ آئی اسے کھالیا۱۱ مسلم کی روایت میں ہے یہ زیادتی کی کہ ہم سے پہلے کسی کے لئے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں پھر اللہ نے ہمارے لئے غنیمتیں حلال کردیں ہماری کمزوری ہماری عاجزی دیکھی تو انہیں ہمارے لئے حلال فرمایا۔۱۲

(۳۸۵۵)۱ نبی سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور غزوہ سے مراد بیت المقدس پر جہاد، یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا (اشعہ، مرقات) ۲ یعنی جس کا نکاح ہو چکا ہے ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے۔ اس کی تیاری میں ہے۔ اہل عرب زفاف کے وقت خیمہ وغیرہ بناتے تھے۔ اس میں زفاف کرتے تھے اس لئے زفاف کو بنا رکھتے تھے (اشعہ) ۳ یعنی مکان بنانے میں مشغول ہے ابھی عمارت نامکمل ہے اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ ۴ یعنی جس کی بکریاں یا اونٹنیاں گابھن ہیں اسے ان کے بچے دیکھنے، دودھ پینے کا بڑا انتظار ہے۔ مقصد یہ ہے میرے ساتھ جہاد میں فارغ البال جائے جس کا دل دنیا میں لگا ہے وہ نہ جائے تاکہ اس عبادت میں دھیان نہ بٹے جیسے آج پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت لے کر نماز پڑھنا ممنوع ہے کہ اس سے نماز میں دل نہ لگے گا۔ ۵ یعنی اسے سورج تجھے رفتار کا حکم الٰہی ہے اور مجھے جہاد کا حکم ہے اگر تو ابھی ڈوب گیا اور میں بیت المقدس فتح نہ کر سکا تو ہفتہ کا دن شروع ہو جائے گا جس میں جہاد کرنا قتال کرنا حرام ہے پھر کفار کو کافی مہلت مل جائے گی اور بیت المقدس فتح کرنا مشکل ہو جائے گا۔ خدایا تو سورج کو روک دے جب یہ بیت المقدس فتح کرلوں تب غروب ہو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء چاند سورج سے بھی کلام فرماتے ہیں اور وہ ان سے گفتگو اور ان کی اطاعت کرتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است

یہ جہاد جمعہ کے دن ہوا تھا۔ اس دین میں ہفتہ کے دن جہاد بھی ممنوع تھا (مرقات) ۶ بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہو گیا تب ڈوبا۔ یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا۔ خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لئے سورج روکا نہیں گیا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا۔ چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا۔ فرمایا ہاں بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا: بدھ کی صبح کو قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہو گئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا اور غزوہ خیبر کے موقع پر مقام صہبا میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا تھا۔ جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی سورج ڈوب گیا۔ تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا۔ حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا۔ ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا۔ ابن المنذر ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی طبرانی نے معجم میں بہ سند حسن حضرت جابر سے سورج روک لئے جانے کی حدیث نقل فرمائی۔ بہر حال آفتاب کا رکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے ہوا، اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لئے ہوا۔ وہ جو حدیث میں

ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج نہ رکا۔اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں (مرقات،اشعہ) فقیر نے مقام صہبا کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا یہ جگہ خیبر سے قریبًا ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔عام لوگ زیارت کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔شعر:

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لئے

ے اس زمانہ میں غنیمت کا مال جمع کرکے کسی پہاڑی یا میدان میں رکھ دیا جاتا تھا۔غیبی آگ آکر اسے جلا جاتی تھی۔اس لئے یہ کیا گیا ۸ اس لئے آگ آئی تو تھی مگر اسے جلایا نہیں۔یہاں کھانے سے مراد جلانا ہے گزشتہ دینوں میں یہ مال قربانیوں کے گوشت غیبی آگ جلایا کرتی تھی۔۹ یہ بھی یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہے جس میں خیانت تھی اس کے سردار کا ہاتھ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا جس سے خیانت پکڑی گئی ۱۰ یعنی اس غنیمت کے مال میں سونے کی گائے کا سر جو عام گایوں کے سر کے برابر تھا اس کی خیانت کی گئی تھی جواب حاضر کی گئی ۱۱ اس زمانہ میں غیبی آگ کا جلا جانا قبولیت کی علامت تھی اور نہ جلانا مردودیت کی علامت تھی۔خیانت والی غنیمت مردود مانی جاتی تھی ہابیل وقابیل نے بھی اپنی قربانیاں پہاڑ پر رکھی تھیں ہابیل کی قربانی کو آگ جلا گئی اور قابیل کی قربانی ویسی ہی پڑی رہی ۱۲ یعنی ہماری امت عمومًا کمزور اور غریب ہوگی لہذا اس کے لئے مالِ غنیمت حلال فرمادیا گیا کہ اس مال کے ذریعہ جہاد میں قوت حاصل کریں۔یہ ربّ تعالٰی کی خاص مہربانی ہے۔اسی طرح قربانی کا گوشت بھی اس امت کے لئے حلال کردیا گیا کہ قربانی عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کی خوراک بھی ہے یہ ہے خاص کرم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِیْدٌ وَّفُلَانٌ شَهِیْدٌ حَتّٰی مَرُّوْا عَلٰی رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِیْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلَّا اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْعَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِی النَّاسِ اِنَّهٗ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلٰثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَیْتُ اَلَا اِنَّهٗ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلٰثًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۵۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے خبر دی کہ جب خیبر کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت آتی وہ بولے فلاں اور فلاں شہید ہے حتیٰ کہ ایک شخص پر گزرے تو بولے فلاں شہید ہے ۱ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے ۲ ایک چادر یا ایک عبا کی وجہ سے ۳ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر ابن خطاب جاؤ لوگوں میں تین بار اعلان کردو کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن چنانچہ میں نکلا اور میں نے اعلان کیا کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن لوگ تین بار ۴ (مسلم)

(۳۸۵۶) ۱ معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے ہم نے خیبر میں سترہ شہداء خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں جن میں سے حضرت سلمہ ابن اکوع اور براء ابن بشیر کے نام معلوم ہوسکے،باقی کے نام ہمارے مزور کو بھی معلوم نہ تھے واللہ اعلم۔ان بزرگوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور فورًا جنت میں پہنچ گئے۔کیونکہ شہید کی روح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔اس لئے اسے شہید کہتے ہیں یعنی جنت میں حاضر ہوجانے والا ۲ یعنی وہ شخص شہید تو ہے مگر جنت میں نہ پہنچا۔دوزخ کی آگ کی سزا

پار رہا ہے کیونکہ خیانت شہادت کے لئے مضر نہیں ثواب کے لئے نقصان دہ ہے۔[۳] یعنی چونکہ اس نے غنیمت کے مال سے ایک چادر تقسیم سے قبل لے لی تھی لہٰذا وہ آگ کا عذاب پا رہا ہے میں اسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور اس دنیا میں رہ کر عالم غیب کی بھی ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ کہ فرمایا وہ آگ میں ہے کیونکہ اس نے خیانت کی تھی۔ آگ میں ہونا عالم غیب کی خبر ہے اور خیانت یہاں کا چھپا ہوا عمل۔ یہاں آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے۔[۴] یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد ہے اول داخلہ بغیر سزا بھگتے اور مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی مسلمان یعنی جنت میں اول داخلہ کامل مومن کو نصیب ہوگا۔ جو ایمان واعمال کا جامع ہو۔ خیانت کرنے والا مومن اگرچہ شہید بھی ہو جائے مگر اولاً جنت میں نہ جاسکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں وہاں حقوق الہیہ کے گناہ مراد ہیں انسانی حقوق کی معافی مراد نہیں احادیث میں تعارض نہیں۔

بَابُ الْجِزْيَةِ — جزیہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

جزیہ بنا ہے جزاء سے بمعنی بدلہ جزیہ بدلہ کا مال، شریعت میں جزیہ وہ ٹیکس ہے جو سلطان اسلام کافر رعایا سے وصول کرتا ہے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں، یہ جزیہ نہایت معمولی رقم ہے۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے جو کہیں زیادہ ہے یوں ہی مسلمانوں پر فطرہ، قربانی سب کچھ واجب ہے جو کفار پر نہیں آج جزیہ پر اعتراض کرنے کی بجائے مروجہ ٹیکسوں کی بھرمار کو دیکھیں کہ بہتر ۷۲ روپیہ فی سینکڑہ تک مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے جزیہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس پر ذمی کفار سے صلح ہو جائے وہ جزیہ بقدر مصالحت ہی رہے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے دو ہزار جوڑے سالانہ پر صلح فرمائی تھی ایک ہزار جوڑے ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں حضرت عمر نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے صلح فرمائی تھی کہ مسلمانوں سے وصول رقم سے دوگنی ادا کریں۔ دوسرا وہ جزیہ جو سلطان اسلام خود مقرر فرمائے۔ اس کے لئے شرعی قانون یہ ہے کہ مالدار ذمیوں پر سالانہ اڑتمیں درہم یعنی چار درہم ماہوار سوا روپیہ، درمیانی حیثیت کے کفار پر چوبیس درہم، دو درہم ماہوار (آٹھ آنہ) غریب کفار پر بارہ درہم سالانہ ایک درہم ماہوار (چار آنہ) یہی مذہب احناف ہے امام شافعی کے ہاں ہر بالغ کافر پر بارہ درہم سالانہ۔ امام مالک کے ہاں مالدار کافر سے چار دینار یعنی اڑتالیس درہم سالانہ اور فقیر سے دس درہم سالانہ۔ امام احمد کے ہاں جزیہ مقرر نہیں امام اور ذمی رعایا جس پر صلح کرلیں وہی مقرر ہوگا (مرقات) لیجئے یہ ہے وہ جزیہ جس پر موجودہ عیسائی اور ہندو وغیرہ شور مچا رہے ہیں کہ اسلام نے ذمی کفار پر جزیہ مقرر کر کے ظلم کر دیا۔

وَعَنْ مَجَالَةَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِىْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ

(۳۸۵۷) روایت ہے حضرت مجالہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں احنف کے چچا جز ابن معاویہ کا کاتب تھا[۲] ہمارے پاس حضرت عمر ابن خطاب کا تحریری فرمان آیا ان کی وفات سے ایک سال پہلے کہ مجوسی کے ہر رحمی قرابت دار کے درمیان جدائی کر دو[۳] اور حضرت عمر

حَتّٰی شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ اِذَا اَمَّرَ اَمِيْرًا عَلٰی جَيْشٍ فِیْ بَابِ الْكِتٰبِ اِلَی الْكُفَّارِ)

نے مجوس سے جزیہ نہ لیا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمان ابن عوف نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسی سے جزیہ وصول فرمایا تھا[۴] (بخاری) اور بریدہ کی حدیث اذا امر امیرا الخ کتاب الکفار کے باب میں بیان کردی گئی[۵]

(۳۸۵۷)[۱] مجالہ میم کے فتح جیم کے فتح سے تابعی ہیں آپ کا نام مجالہ ابن عبد تمیمی مکی ہے ثقہ ہیں۔حضرت عمران ابن حصین صحابی سے ملاقات ہے[۲] جزء ابن معاویہ جیم کے فتحہ ز کے سکون سے یہ تابعی ہیں تمیمی ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقام اہواز کے حاکم تھے اور احنف ابن قیس تابعی ہیں۔انہوں نے حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہیں کی۔بڑے عالم متقی حضرت عمر و عثمان علی و عباس سے ملاقات کی ۶۲ھ باسٹھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے آپ نے حضرت علی کی بڑی امداد کی رضی اللہ عنہم۔حضرت علی کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا (مرقات اشعہ)[۳] مجوسی اپنی بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کر لیتے تھے۔حضرت عمر نے حکم دیا کہ انہیں ایسا نہ کرنے دو اور جس مجوسی کے نکاح میں اس کی بہن بیٹی ہو انہیں علیحدہ کر دیا جائے کہ یہ اگرچہ ان کے دین میں جائز ہے اور ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے مگر یہ حرکت انسانیت کے خلاف ہے اس لئے انہیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی[۴] ہجر یمن کا ایک شہر بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی اور بحرین کا ایک گاؤں بھی جہاں کے گھڑے مٹکے مشہور ہیں وہ مدینہ پاک کے پاس والا ہجر ہے اور یہاں بحرین والا ہجر مراد ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ لیا جا سکتا ہے اور مجوسی اہل کتاب نہیں لہذا ان سے جزیہ نہ لیا جائے مگر جب آپ کو یہ حدیث پہنچی تب آپ نے ان سے جزیہ قبول فرمایا۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہیں ان کی کتاب ان سے اٹھالی گئی (مرقات)[۵] یعنی لمعات میں وہ حدیث اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں نقل کردی اور یہاں بیان نہ کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَی الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِیْ مُحْتَلِمٍ دِيْنَارًا اَوْعِدْلَهٗ مِنَ الْمُعَافِرِیِّ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۸۵۸) روایت ہے حضرت معاذ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ ہر بالغ یعنی احتلام والے سے ایک دینار یا اس کی برابر معافری[۱] یعنی معافری وہ کپڑا ہے جو یمن میں ہوتا ہے[۲] (ابوداؤد)

(۳۸۵۸)[۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ صرف ذمی مرد عاقل بالغ سے لیا جائے گا۔عورت، بچے، دیوانہ پر جزیہ نہیں۔اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے یوں ہی اندھے، بے دست و پا، فالج زدہ بہت بوڑھے ذمی پر جزیہ نہیں۔نیز جو فقیر کمائی کے قابل نہ ہو اس پر جزیہ نہیں اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔حضرت عمر نے جب عثمان ابن حنیف کو حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ فقیر ذمی سے جزیہ نہ لیں۔نیز حضرت عمر نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا تو کیوں بھیک مانگتا ہے۔وہ بولا مجھ پر جزیہ لازم ہے اس کی ادائیگی کے لئے مانگتا ہوں۔تب آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ بوڑھے ذمیوں سے جزیہ نہ لیں۔یوں ہی ذمی غلام، مکاتب، مدبر، ام ولد پر جزیہ نہیں۔ان

کے راہبوں پر بھی جزیہ نہیں (مرقات) یہ حدیث بظاہر امام شافعی کی دلیل ہے کہ ہر ذمی پر جزیہ واجب ہے غنی ہو یا فقیر مگر ہمارے ہاں یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے جس سے فقراء ذمی علیحدہ ہیں یا اس قوم سے صلح ان پر ہی ہوئی ہوگی کہ ہر بالغ پر جزیہ ہو یا اتفاقًا اس قوم میں تمام امیر ہوں گے کوئی فقیر نہ ہوگا جیسے آج خوجے اور جوہری کہ ان میں کوئی فقیر نہیں ۲؎ معافر یمن میں ایک بستی ہے چونکہ اسے معافر ابن یعفر نے بسایا تھا لہٰذا معافر کہلاتی ہے وہاں کا کپڑا بہت مشہور ہے۔ جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي الْاَرْضٍ وَاحِدَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۵۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک زمین میں دو قبلے مناسب نہیں ۱؎ اور مسلمان پر جزیہ نہیں ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۳۸۵۹) ۱؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ارض واحدہ سے مراد زمین عرب ہے اور دو قبلوں سے مراد دو قبلہ والے لوگ ہیں یعنی مسلمان اور یہود و نصاریٰ یعنی زمین عرب یا زمین حجاز میں یہود و نصاریٰ کو نہ بسنے دو۔ یہ ملک صرف مسلمانوں کے لئے ہے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو۔ اس صورت میں بالکل ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک زمین سے مراد عام زمین ہے اور دو قبلوں کے اجتماع سے مراد مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا برابری کی شان سے ایک ملک میں رہنا ہے۔ یعنی نہ تو مسلمان کفار کے ملک میں دب کر رہیں اگر انہیں آزادی دینی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جائیں اور نہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ملک میں برابر ہو کر رہیں۔ بلکہ اگر رہیں تو ذمی ہو کر رہیں اور وہ ہمارے ملک میں اپنے دین کی اشاعت نہ کر سکیں نہ کسی مسلمان کو اپنے مذہب میں لے سکیں بلکہ صرف خود آزاد ہیں اور بس۔ ۲؎ اس فرمان شریف کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی ذمی اداء جزیہ سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ نہ آئندہ لیا جائے کیونکہ اب یہ مسلمان ہے اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی مسلمان کفار کے ملک میں جزیہ دے کر ذلیل ہو کر نہ رہے۔ مسلمان پر جزیہ کیسا عزت اللہ رسول کی اور مسلمانوں کی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کافر غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد نہ ہو جائے گا۔ غلام ہی رہے گا یونہی جس کافر کی زمین پر خراج لگ گیا اگر وہ مسلمان نے خرید لی تو اس پر خراج ہی رہے گا مگر جزیہ کا حکم جداگانہ ہے اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات اور کتب فقہ میں دیکھو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى اُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَاَخَذُوْهُ فَاَتَوْبِهٖ فَحَقَنَ لَهٗ دَمَهٗ وَصَالَحَهٗ عَلَى الْجِزْيَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۶۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو دومہ والے اکیدر کی طرف بھیجا ۱؎ تو مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اسے لے آئے تو حضور نے اس کا خون محفوظ فرمادیا اور اس سے جزیہ پر صلح فرمائی ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۸۶۰) ۱؎ دومہ شام کی ایک بستی ہے جو تبوک سے قریب ہے اور اکیدر وہاں کے بادشاہ کا نام تھا جو عیسائی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا اور حضرت خالد سے فرمادیا کہ تم اکیدر کو شکار کرتے پاؤ گے جو گورخر کا شکار کرتا ہوگا۔ چنانچہ وہ اور اس کا بھائی حسان دونوں چاندنی رات میں شکار کرتے پکڑ لئے گئے۔ حسان کو قتل کر دیا گیا اور اکیدر کو مدینہ منورہ حاضر کیا گیا۔ حضور نے اکیدر کے قتل سے منع فرمادیا (مرقات) ۲؎ پھر بعد میں اکیدر نہایت مخلص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ (اشعہ، مرقات)

وَعَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ اُمِّهٖ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصٰرٰى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرًا ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۶۱) روایت ہے حرب ابن عبید اللہ سے وہ نانا سے راوی وہ اپنے والد سے۱ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشر صرف یہودیوں اور عیسائیوں پر ہی ہے اور مسلمانوں پر عشر نہیں ۲ (احمد، ابوداؤد)

(۳۸۶۱)۱ حرب ابن عبید اللہ ثقفی ہیں تابعی ہیں ان کے نانا اور نانا کے والد میں بہت اختلاف ہے۔۲ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) نہیں کہ وہ تو مسلمان پر واجب ہے بلکہ اس سے مراد تجارتی مال کا ٹیکس و چونگی کا محصول ہے، اگر کفار ہمارے مسلمان تاجروں سے چونگی محصول دسواں حصہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے یہ محصول اتنا ہی لیں گے اور اگر وہ ہم سے کم و بیش لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان کے تاجروں سے اتنا ہی لیں گے۔ اگر وہ ہم سے کچھ نہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ (اشعہ، مرقات)

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَا هُمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَا هُمْ يُؤَدُّوْنَ مَالَنَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَحْنُ نَاْخُذُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَبَوْا اِلَّا اَنْ تَاْخُذُوْا كُرْهًا فَخُذُوْا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۸۶۲) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کسی قوم پر گزرتے ہیں تو وہ نہ تو ہماری مہمانی کرتے ہیں اور نہ ہم کو وہ حق دیتے ہیں۔ جو ہمارا ان پر ہے، اور نہ ہم ان سے لیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ کسی طرح نہ مانیں بجز اس کے کہ تم ان سے جبراً وصول کرو تو لے لو۱ (ترمذی)

(۳۸۶۲)۱ اس سوال و جواب میں ان ذمی کفار کی طرف اشارہ ہے جن سے صلح میں یہ شرط لگائی جاتی تھی کہ اگر تمہاری بستیوں پر ہماری غازی فوج گزرے تو تم ان کو راشن یا دعوت دینا اس شرط پر کہ ان پر اسلامی فوج کی یہ دعوت لازم تھی۔ اگر وہ یہ شرط پوری نہ کریں تو فوج کو اجازت تھی کہ ان سے جبراً اپنا حق وصول کرلے۔ اگر یہ شرط نہ ہو تو ذمی سے جبراً دعوت لینا ہرگز جائز نہیں مگر اضطرار شرعی کی صورت میں جب کہ بھوک سے جان پر بن جائے اور بجز اس کے اور کوئی صورت نہ ہو تو جائز ہے۔ (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَعَلٰى اَهْلِ الْوَرِقِ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا مَعَ ذٰلِكَ اَرْزَاقُ الْمُسْلِمِيْنَ وَضِيَافَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۸۶۳) روایت ہے اسلم سے۱ کہ حضرت عمر ابن خطاب نے سونے والوں پر جزیہ چار اشرفیاں مقرر فرمائیں۲ اور چاندی والوں پر چالیس درہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا یعنی تین دن کی مہمانی۔۳ (مالک)

(۳۸۶۳)۱ آپ کا نام اسلم ہے کنیت ابوخالد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں حبشی تھے۔ حضرت عمر نے آپ کو ۱۱ھ میں خریدا بڑے متقی تابعی ہیں مروان کی حکومت میں وفات پائی۔ ایک سو چودہ سال عمر ہوئی۔۲ سونے والوں سے مراد یا تو سونے کے تاجر ہیں یا وہ لوگ جن کو سونا [illegible] سالانہ چار اشرفیاں اور ششماہی دو اشرفیاں لازم ہیں۔۳ تین دن کی مہمانی تفسیر ہے مسلمانوں کے

کھانے کی۔ یعنی ان پر مذکورہ جزیہ بھی مقرر ہوا اور یہ بھی کہ جب اسلامی لشکر یا اور کوئی مسلمان ان کی بستی سے گزریں تو انہیں تین دن دعوت دیں یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ اگر تم کو مہمانی نہ دیں تو جبراً لے لو۔ خاتمہ: جزیہ کے متعلق چند امور خیال میں ایک یہ کہ عجمی کفار پر جزیہ ہے خواہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب یا مجوس' دوسرے یہ کہ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ وہاں کے اہل کتاب سے جزیہ ہوگا مشرکین عرب کے لئے یا اسلام یا قتل۔ مگر شوافع کے ہاں صرف اہل کتاب و مجوسی سے جزیہ لیا جائے گا۔ مشرکین سے مطلقاً نہ لیا جائے گا تیسرے یہ کہ مرتد مرد سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔ اس کے لئے یا قتل ہے یا اسلام۔ رب فرماتا ہے تقتلونهم او یسلمون چوتھے یہ کہ مرتدین کی بیوی بچے جو مرتد ہو جائیں قتل نہ کئے جائیں گے۔ غلام بنالئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والے بنی حنیفہ پر جہاد کیا ان کی عورتیں بچے غلام لونڈی بنائے۔ چنانچہ خولہ بنت جعفر حنفیہ حضرت علی کو دی گئیں جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے۔ (مرقات)

بَابُ الصُّلْحِ — صلح کا بیان

الفصل الاول — پہلی فصل

۱؎ صلح و صلاح بھی بمعنی درستی و مصالحت ہے اس کا مقابل فساد ہے بمعنی لڑائی و جھگڑا۔ حربی کفار سے صلح جائز ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ میں کفار مکہ سے مقام حدیبیہ میں صلح فرمائی جس میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک ہم سے تم سے جنگ نہ ہو مگر کفار مکہ نے اس صلح نامہ کی ایک شرط توڑ دی کہ انہوں نے اپنے حلیف بنی بکر کی مدد کی حضور کے حلیف بنی خزاعہ کے مقابل اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر کے مکہ معظمہ فتح فرمایا۔

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ بِضْعَ عَشَرَةَ مِائَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتَى ذَالْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَ اَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِيْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ خَلَاَتِ الْقَصْوَآءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَآءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَآءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَسْئَلُوْنِيْ خِطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ

(۳۸۶۴) روایت ہے مسور ابن مخرمہ سے اور مروان ابن حکم سے ۱؎ دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال چند اور دس سو صحابہ کی جماعت میں تشریف لے گئے ۲؎ تو جب ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا ۳؎ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا اور چلے حتی کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے ۴؎ تو آپ کو لے کر آپ کی سواری بیٹھ گئی تو لوگ بولے اٹھ اٹھ قصواء اڑیل ہوگئی قصواء اڑیل ہوگئی ۵؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء اڑیل نہیں ہوگئی نہ اس کی یہ عادت ہے لیکن اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک لیا ۶؎ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ مجھ سے کوئی مطالبہ ایسا نہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کریں گے مگر میں انہیں دے دوں گا ۷؎ پھر

زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَآءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يَلْبَثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشَ فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَازَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَآءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ ثُمَّ اَتَاهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ اِذْ جَآءَ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ هٰذَا مَاقَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّاللّٰهِ لَوْكُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَاقَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّعَلٰى اَنْ لَّايَاتِيَكَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ عَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا ثُمَّ جَآءَ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ اَلْاٰيَةَ فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّرُدُّوْهُنَّ وَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّرُدُّوا الصَّدَاقَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَآءَهٗ اَبُوْبَصِيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهٗ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَابِهٖ حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْبَصِيْرٍ لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى سَيْفَكَ

اسے ڈانٹا تو وہ کود کر اٹھی۔ پھر حضور نے ان سے عدول فرمایا ۸؎ حتی کہ حدیبیہ کے کنارہ اترے تھوڑے پانی والی جگہ پر کہ وہاں سے لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے ۹؎ تو نہ چھوڑا اسے لوگوں نے حتی کہ اسے خشک کردیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی ۱۰؎ تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر انہیں حکم دیا کہ یہ اس کنوئیں میں ڈال دیں ۱۱؎ تو اللہ کی قسم وہ کنواں پانی سے جوش مارتا رہا حتی کہ وہ لوگ وہاں سے لوٹ گئے ۱۲؎ وہ اس حال میں تھے کہ بدیل ابن ورقاء خزاعی اور خزاعہ کی ایک جماعت حضور کے پاس آئی ۱۳؎ پھر آپ کے پاس عروہ ابن مسعود آیا ۱۴؎ حدیث پوری بیان کی یہاں تک کہ جب سہیل ابن عمرو آیا ۱۵؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے فیصلہ فرمایا کہ لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے فیصلہ فرمایا ۱۶؎ تو سہیل بولا خدا کی قسم اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے نہ آپ سے جنگ کرتے لیکن آپ یوں لکھیں محمد ابن عبداللہ ۱۷؎ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں رسول اللہ ہوں اور اگرتم جھٹلاتے ہی ہو تو لکھو محمد ابن عبداللہ ۱۸؎ پھر سہیل بولا کہ اس شرط پر صلح ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس نہ آئے اگرچہ آپ کے دین پر ہو مگر آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں ۱۹؎ جب لکھت پڑھت کے جھگڑے سے فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اصحاب سے قربانیاں کرو پھر سرمنڈواؤ ۲۰؎ پھر کچھ عورتیں مومنہ آئیں تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کرکے آئیں الخ چنانچہ انہیں اللہ تعالٰی نے ان عورتوں کے واپس کرنے سے منع فرمادیا ۲۱؎ اور یہ حکم دیا کہ ان کے مہر واپس کردیں ۲۲؎ پھر حضور مدینہ واپس ہوئے تو آپ کی خدمت میں ایک قرشی شخص ابوبصیر مسلمان ہوکر آئے ۲۳؎ مکہ والوں نے ان کی طلب کے لئے دو شخص بھیجے۔ حضور

هٰذَا يَافُلَانُ جَيِّدًا اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَيْهِ فَاَمْكَنَهٗ مِنْهُ فَضَرَبَهٗ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّالْاٰخَرُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِیْ وَاِنِّیْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَآءَ اَبُوْ بَصِيْرٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ اَبُوْ جَنْدَلِ ابْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِیْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِیْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

نے انہیں ان دوشخصوں کے حوالہ کر دیا وہ انہیں لے کر نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنی کھجوریں کھانے کے لئے اترے ۲۴ تو ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے کہا: اے فلاں خدا کی قسم میں تیری اس تلوار کو بہت ہی اچھی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے دکھا تو میں اسے دیکھوں اس نے انہیں تلوار پر قابو دے دیا انہوں نے اسے مار دیا حتی کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ گیا ۲۵ حتی کہ مدینہ پہنچا دوڑتا ہوا مسجد میں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کوئی سخت ڈر دیکھا ہے ۲۶ وہ بولا واللہ میرا ساتھی تو قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل ہو جاؤں ۲۷ اتنے میں ابوبصیر آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کی خرابی ہے ۲۸ اگر اس کا کوئی مددگار ہو تو یہ جنگ بھڑکا دے ۲۹ انہوں نے جب یہ سنا تو پہچان گئے کہ حضور انہیں مکہ والوں کے حوالہ کر دیں گے ۳۰ تو یہ نکل کھڑے ہوئے حتی کہ سمندر کنارہ آ گئے ۳۱ فرماتے ہیں کہ ادھر ابوجندل ابن سہیل چھوٹ گئے تو ابوبصیر سے مل گئے ۳۲ پھر قریش کا کوئی آدمی جو مسلمان ہو جاتا وہ نہ نکلتا مگر ابوبصیر سے مل جاتا ۳۳ تا آنکہ ان کی ایک جماعت جمع ہو گئی پھر تو خدا کی قسم یہ لوگ نہ سنتے قریش کے کسی قافلہ کو جو شام کی طرف نکلتا مگر یہ اس کے آڑے ہوتے انہیں قتل کر دیتے اور ان کے مال لے لیتے ۳۴ تب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا جس میں وہ حضور کو اللہ تعالٰی کی قسم قرابت داری کا واسطہ دینے لگے کہ حضور انہیں بلا بھیجیں اب جو آپ کے پاس آئے۔ اسے امان ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا ۳۵ (بخاری)

(۳۸۶۴) ۱؎ مروان ابن حکم قرشی اموی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوا مگر حضور کی زیارت نہ کر سکا۔ لہذا صحابی نہیں کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے شہر بدر فرما کر طائف بھیج دیا۔ مروان اس کے ساتھ گیا۔ اس کے کچھ حالات باب الاسراء کی پہلی فصل میں گزر چکے۔ ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ دوشنبہ کے دن بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور حدیبیہ میں فروکش ہوئے۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اسی نام سے وہ میدان مشہور ہو گیا جس میں یہ کنواں ہے یہ جگہ جدہ مکہ معظمہ کے درمیان ہے مکہ معظمہ سے قریب ہے اس کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے بعض حصہ حل میں۔ مکہ معظمہ سے قریبًا بارہ میل عربی پر واقع ہے یا نو میل' اس سال کا نام سال حدیبیہ ہے کیونکہ اس سال میں صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ عربی میں لفظ بضع تین سے نو تک کی اکائیوں کو کہتے ہیں۔ اس میں

شرکت کرنے والے صحابہ چودہ یا پندرہ سو تھے۔حضور چودہ سو کی جماعت لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔راستہ میں اور لوگ ملتے رہے۔حدیبیہ پہنچتے پہنچتے پندرہ سو ہو گئے (اشعہ) اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔۳؎ ذوالحلیفہ وہ ہی جگہ ہے جسے بیر علی کہا جاتا ہے' یہ مدینہ منورہ سے جانب مکہ معظمہ تین میل کے فاصلہ پر ہے۔یہ مدینہ والوں کا میقات یعنی احرام کی جگہ ہے جیسا کہ حج کے بیان میں گزر چکا۔تقلید کے معنی ہیں ہدی جانور کے گلے میں جوتے یا کسی اور چیز کو مضبوط رسی میں باندھ کر جانور کے گلے میں ہار کی طرح ڈال دینا اشعار کے معنی ہیں اونٹ کے کوہان کے داہنے یا بائیں حصے میں نیزہ مار کر کوہان کو لیپ دینا۔یہ دونوں عمل بطور نشانی ہدی میں کیے جاتے ہیں۔اس کی بحث باب حج میں گزر گئی۔۴؎ ثنیہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جس میں راستہ ہو۔جہاں سے گزر کر دوسری جانب پہنچا جائے۔یعنی آپ قریب مکہ معظمہ پہنچے کہ اس پہاڑی کو عبور فرما کر مکہ معظمہ داخل ہو جاتے۔۵؎ قصواء کے معنی ہیں کان کٹی ہوئی اونٹنی حضور کی اونٹنی کان کٹی ہوئی نہ تھی یہ اس کا نام تھا۔مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام سمجھے کہ آج قصواء میں اڑ جانے کا عیب پیدا ہو گیا۔۶؎ یعنی قصواء نہ تو پہلے اڑیل تھی نہ آج ہے۔اسے رب تعالٰی نے روک لیا جیسے کہ ہاتھی والوں کو روک لیا تھا۔مقصد یہ ہے کہ حرم شریف میں بے وقت جنگ اور کشت وخون نہ ہو۔خیال رہے کہ جب ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تو جب ذوالمجاز پہنچا تو اس کا ہاتھی مکہ معظمہ کی طرف نہ چل سکا۔جب اسے اور طرف چلاتے چل پڑتا' ادھر چلاتے نہ چلتا۔اس فرمان عالی کا اسی طرف اشارہ ہے۔ذوالمجاز عرفات سے ایک میل دور بازار تھا۔۷؎ یعنی حضور انور نے سب صحابہ کرام کو گواہ بنا کر یہ فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ مقصد جنگ نہیں حتی الامکان ہم جنگ سے گریز کریں گے اور کفار مکہ کی ہر وہ شرط مان لیں گے جس میں حرم الٰہی کی اہانت نہ ہو یہ فرمان عالی آئندہ صلح کی تمہید تھا۔۸؎ یعنی اس راستہ پر تشریف نہ لے گئے جدھر سے عام لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں اور جدھر کفار مکہ کا اجتماع تھا بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔خیال رہے کہ حضور انور کو غدیر اشطاط پر خبر مل گئی تھی کہ قریش ہمارے روکنے کے لئے اسی طرف جمع ہیں۔۹؎ ثمد ث اور میم کے فتحہ سے بمعنی تھوڑا پانی' یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں تھوڑا پانی ہو کیونکہ آگے تھوڑے پانی کا ذکر آرہا ہے۔(مرقات واشعہ) ۱۰؎ یعنی عرض کیا یا رسول اللہ پیاس ہے پانی کی ضرورت ہے اور کنواں خشک ہو گیا۔معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ سکتے ہیں۔جب حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی اور پالی تو اور چیزوں کی کیا حقیقت ہے۔حضور خزائن اللہ کے مالک ہیں۔۱۱؎ سبحان اللہ اس تیر کو کنوئیں میں ڈلوانے سے اشارۃً سمجھایا کہ جس چیز کو ہمارا ہاتھ لگ جائے اس کے ذریعہ بھی نعمت الٰہیہ مل جاتی ہیں یہ پانی میں برکت دے دینا تیر کا کمال نہ تھا۔کمال اس ہاتھ پاک کا تھا جس سے تیر مس ہوا (مرقات) اولیاء اللہ حضور کی نگاہ کرم سے قدرت کا تیر ہیں۔ان کی نگاہ کرم سے تقدیریں پلٹ جاتی ہیں۔میاں محمد قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر:

ہر مشکل دی کنجی یار ہتھ مرداں دے آئی   مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

دردمنداں دے درد نہ چھوڑن اوگن دے گن کردے   کامل لوگ محمد بخشا لعل بنان پتھر دے

۱۲؎ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کنواں بعد میں خشک ہو گیا۔مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام اسے جوش مارتا چھوڑ آئے۔۱۳؎ خزاعہ ازد کے ایک محلہ کا نام ہے۔یہاں کے لوگ خزاعی کہلاتے ہیں۔یہ لوگ اپنا یہ مقام چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت خیر خواہ تھے۔یہ بدیل مع اپنے بیٹے عبداللہ کے فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے (اشعہ) ۱۴؎ یہ صاحب ثقفی ہیں ۹ھ میں غزوہ طائف کے بعد ایمان لائے (اشعہ) ۱۵؎ سہیل ابن عمرو سرداران قریش سے تھے غزوہ بدر میں قیدی ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ ان کے دانت توڑ ڈالئے کہ اب اس منہ سے آپ کی بدگوئی کرتے ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا انجام اچھا ہوگا۔چنانچہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے اور حضور کی وفات کے بعد جب بعض مکہ والے مرتد ہونے لگے تو آپ نے ان کو نہایت اچھے طریقے سے ارتداد سے روکا اور حضور کی خبرغیب وپیش گوئی اس طرح پوری ہوئی۔آج جب سہیل آئے تو حضور نے فرمایا انشاء اللہ کام سہل وآسان ہوگیا۔چنانچہ سہیل نے صلح نامہ لکھوایا ۶؎ یہ فرمان عالی حضرت علی سے ہے کیونکہ صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔صالح باب مفاعلہ سے ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے نے آپس میں صلح کی (مرقات) حضور انور نے فرمایا تھا:اے علی!لکھو:بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بولے اس بسم اللہ کو ہم نہیں جانتے آپ وہی بسم اللہ لکھیں۔ باسمك اللھم حضور نے فرمایا اچھا اے علی یوں ہی لکھو۔پھر یہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے (مرقات) ۷؎ یعنی چونکہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے اس لئے اس صلح نامہ میں یہ نہ لکھے دیں گے وہ لکھوائیں گے جس پر ہم اور آپ متفق ہیں۔یعنی محمد ابن عبداللہ لکھئے (صلی اللہ علیہ وسلم) اکتب کا مطلب یہ ہے کہ آپ جناب علی کو یہ لکھنے کا حکم دیجئے۔کیونکہ وکیل کا کام خود موکل کا کام ہوتا ہے ۸؎ چنانچہ حضور انور نے حضرت علی کو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دو۔حضرت علی نے عرض کیا قسم خدا کی میں اس لفظ کو نہ مٹاؤں گا۔چنانچہ حضور انور نے صلح نامہ خود اپنے دست اقدس میں لے کر وہ لفظ مٹا کر اپنے دست اقدس سے لکھا۔ابن عبداللہ (مرقات بخاری وغیرہ) یہاں تین چیزیں یاد رکھو ایک یہ کہ حضور انور کا خود لکھنا معجزہ ہے۔کیونکہ حضور انور نے لکھنا نہ تو سیکھا تھا نہ کبھی لکھا تھا۔قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ قرآن کریم نے لکھنے کی عادت کا انکار فرمایا ہے۔اور یہاں لکھنا بطور معجزہ کا ثبوت ہے۔اس کی مکمل بحث یہاں مرقات میں دیکھو۔دوسرے حضرت علی کے بازوؤں میں یہ طاقت ہے کہ خیبر کا دروازہ اکھیڑ لیں مگر بازو حیدری میں حضور انور کے نام کو کاٹنے کی طاقت نہیں۔کیوں ہو وہ نام بلند کرنے والے ہیں نہ کہ کاٹنے والے۔تیسرے یہ کہ حضرت علی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تبدیلی پر کوئی معذرت نہ کی۔حضور کے لقب شریف کی تبدیلی پر معذرت کردی پتا لگا کہ شعر:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

با خدا دیوانہ و با مصطفٰی ہوشیار باش' عقیدہ نبوت الوہیت سے زیادہ نازک تر ہے جناب علی کے اس ادب پر ہمارے جان و مال قربان رضی اللہ عنہ ۹؎ یعنی صلح نامہ میں بہت سی شرائط لکھی گئیں۔منجملہ ان کے ایک شرط تو یہ تھی کہ جو مکہ والا مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آئے اسے آپ مدینہ منورہ میں نہ رکھیں ہم کو واپس کردیں اور چند شرائط اس کے علاوہ تھیں جو اپنے موقع پر ذکر کی جائیں گی۔۲۰؎ اور فریقین کے دستخط صلح نامہ پر ہوگئے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر خصوصاً جب کہ حرم شریف کا احترام اور مسلمانوں کے خون کا مسئلہ درپیش ہو۔ہر وہ جائز شرط قبول کرلینا جائز ہے جس میں شرعًا کوئی حرج نہ ہو اور بڑا فساد رک جاتا ہو کیونکہ شریعت میں یہ دونوں تحریریں باسمك اللھم اور محمد ابن عبداللہ لکھنا حرام نہیں اور اس وقت اس تحریر میں مصلحت تھی۔۲۱؎ اسے شریعت میں کہتے ہیں دم احصار کہ جو کوئی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے پھر حج وعمرہ نہ کرسکے تو وہ وہاں ہی احرام کھول دے اور جانور ذبح کرے۔اس دم احصار کے لئے امام اعظم کے نزدیک حرم میں ذبح ہونا شرط ہے امام شافعی کے ہاں حل میں بھی ذبح ہوسکتا ہے حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں داخل ہے۔یہ ذبح اسی حصہ میں ہوا۔چونکہ اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ اس وقت بغیر عمرہ کئے واپس جائیں سال آئندہ اسی مہینہ ذی قعدہ میں تشریف لائیں عمرہ کریں اور مکہ معظمہ میں تین دن قیام فرمائیں۔اس لئے احصار (یعنی رکاوٹ) پائی گئی اور وہاں ہی احرام کھول دیا گیا۔دم احصار کے متعلق

مذہب حنفیہ قوی ہے کہ اس کی تائید رب تعالٰی کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (۲:۱۹۶) اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے (کنزالایمان) اور دوسری جگہ فرماتا ہے هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (۵:۹۵) یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی (کنزالایمان) یہاں کعبہ سے مراد حرم مکہ ہے۔ ۲۲ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد مکہ معظمہ سے کچھ عورتیں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئیں تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان عورتوں کو واپس لوٹانے سے منع فرما دیا گیا' خیال رہے کہ صلح نامہ جو حدیبیہ میں لکھا گیا اس کی تحریر یہ تھی لا یاتیك رجل الا رددته ہمارا جو رجل آپ کے پاس آئے اسے آپ واپس کردیں۔ رجل مرد کو کہتے ہیں جس میں عورتیں داخل نہیں۔ جن روایات میں بجائے رجل کے احد ہے وہاں روایت بالمعنی ہیں۔ راوی نے بجائے رجل کے احد کی روایت کردی۔ بعض نے فرمایا کہ صلح مرد و عورت دونوں کے متعلق تھی۔ مگر اس آیت سے وہ شرط عورتوں کے حق میں منسوخ ہوگئی۔ مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے۔ ۲۳ یعنی جو شادی شدہ مشرکہ کافرہ عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو تم ان کے مہر ان کے خاوندوں کو پھیر دو اور اگر کنواری لڑکیاں ہوں یا شادی شدہ عورتوں نے مہر اپنے خاوندوں سے لئے نہ ہوں تو کسی چیز کی واپسی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آئے تو وہ اپنے کافر خاوند کے نکاح سے نکل جائے گی اور اب نکاح ثانی کے لئے عدت واجب نہ ہوگی۔ صرف استبراء کے لئے ایک حیض دیکھا جائے گا بعض علماء نے فرمایا کہ مہر بھیجنے کا حکم منسوخ' عطاء قتادہ اور مجاہد کا یہی فرمان ہے بعض کے نزدیک یہ حکم باقی ہے۔ تفسیر مدارک نے منسوخ مانا' دیکھو تفسیر مدارک اور مرقات ۲۴ ان کا نام عتبہ ابن اسید ہے ثقفی ہیں۔ صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات شریفہ میں ہی فوت ہوگئے۔ ۲۵ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر جانب مکہ معظمہ ایک منزل ہے جسے اب بیر علی کہا جاتا ہے۔ یہ اہل مدینہ کا میقات ہے اب وہاں بڑی آبادی ہے۔ ۲۶ خیال رہے کہ یہ دونوں کافر حربی تھے اور ابوبصیر مسلمان اور کافر حربی کو ہر طرح حیلے بہانے سے قتل کردینا جائز ہے۔ اسی لئے ابوبصیر پر قصاص یا اور کوئی کفارہ لازم نہ ہوا۔ ۲۷ ذعر ذال کے پیش ع کے جزم سے بمعنی خوف وڈر اس کی تنوین تعظیم کی ہے تو معنی ہوئے سخت ڈر وخوف وہراس (مرقات واشعہ) ۲۸ کیونکہ ابوبصیر ننگی تلوار لئے ابھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔ مجھے چھوڑیں گے نہیں' ۲۹ یہ کلمہ یعنی ویل امہ تعجب اور ناراضگی کے موقع پر بولا جاتا ہے یہاں تعجب کے لئے ہے اور تعجب ابوبصیر کی جرأت وتدبیر پر ہے جو انہوں نے اپنے چھٹکارے کے لئے کی ہے کہ حضور انور کا عہد بھی قائم رہا اور وہ چھوٹ بھی گئے ۳۰ اس جملہ کے بہت معنی کئے گئے ہیں ہم نے جو معنی کئے ہیں بہت واضح ہیں یعنی مسعر حرب جزا مقدم ہے اور لوکان الخ شرط مؤخر اور لو کی جزا شرط سے پہلے آسکتی ہے۔ بعض نے لو کی جزاء پوشیدہ مانی ہے اور اسے علیحدہ جملہ بنایا ہے مسعر سعار سے اسم آلہ ہے جو مسعرت النار سے بنا ہے بمعنی آگ دھونکنے کا آلہ' جنگ کو آگ سے تشبیہ دی گئی اور ابوبصیر کو دھونکنی قرار دیا گیا اور ہوسکتا ہے کہ باب افعال کا اسم فاعل ہو یعنی اگر کوئی بھی اسے مددگار مل جائے تو یہ مکہ والوں سے کارزار کا بازار گرم کردے۔ ۳۱ یعنی ابوبصیر اس فرمان عالی سے سمجھ گئے کہ اگر میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا تو کفار مکہ پھر مجھے پکڑنے کے لئے آجائیں گے اور حضور انور مجھے ان کے حوالہ کردیں گے اور اب میں مکہ پہنچ کر قتل کردیا جاؤں گا۔ کیونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا ہے۔ ۳۲ یہ وہ مقام تھا جہاں سے کفار مکہ کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ ۳۳ یہ ابوجندل ابن سہیل ابن عمرو وہی ہیں جو مکہ معظمہ میں ایمان لے آئے تھے۔ اس پر ان کے باپ نے انہیں قید کردیا تھا اور جب ان کے باپ سہیل ابن عمرو حضور سے صلح نامہ لکھوا رہے تھے تو یہ مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور پھر مکہ معظمہ واپس کردیئے گئے تھے اور پھر وہاں قید کردیئے گئے تھے انہوں نے اسلام کی خاطر بہت مصیبتیں برداشت کی تھیں اب یہ کسی صورت سے چھوٹ کر بھاگ

مدینہ منورہ آنے کے سیف البحر پر ابوبصیر کے پاس پہنچ گئے ۴۴ کیونکہ مکہ معظمہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ مدینہ منورہ سے ہم واپس کر دیئے جائیں گے۔ مطابق صلح نامہ کے اس لئے بجائے مدینہ منورہ آنے کے وہاں جانے لگے۔ ۴۵ کیونکہ یہ جگہ مکہ معظمہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ اہل مکہ کا گزارہ اسی شام کی تجارت پر تھا۔ اس لئے کہ یہ لوگ اس طرف سفر پر مجبور تھے۔ ۴۶ یہ حضور کی پہلی فتح تھی جو آپ کو اللہ نے کفار پر عطا فرمائی کہ کفار مکہ نے خود ہی اپنی شرط توڑ دی اور حضور کی خوشامد کر کے اس شرط کو توڑنے کی درخواست کی۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَشْيَآءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَّدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَ يُقِيْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّيْفِ وَ الْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ فَجَآءَهٗ اَبُوْجَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّهٗ اِلَيْهِمْ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۶۵) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین چیزوں پر صلح فرمائی ۱ اس چیز پر کہ آپ کے پاس کفار سے جو کوئی ان کے پاس پہنچے اسے وہ نہ لوٹائیں اور اس پر کہ سال آئندہ آپ مکہ آئیں ۲ اور وہاں تین دن قیام کریں اور وہاں نہ آئیں مگر ہتھیار تلوار کمان وغیرہ ڈھکے ہوئے ۳ تو آپ کے پاس ابوجندل اپنی قیدوں میں گھسٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں کفار کی طرف واپس کر دیا ۵ (مسلم، بخاری)

(۳۸۶۵) ۱ تقریبی تین شرطیں مراد ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور شرطیں بھی تھیں مثلاً یہ کہ دس سال تک ہماری آپ کی جنگ نہ ہوگی اور یہ کہ اگر ہمارے آپ کے حلیف آپس میں لڑیں تو آپ اور ہم غیر جانبدار رہیں کہ نہ تو آپ اپنے حلیف کی مدد کریں نہ ہم اپنے حلیف کی مدد کریں ۲ یہ شرط مسلمانوں کی کمزوری کی بنا پر قبول نہ کی گئی تھی بلکہ حرم شریف کے احترام کے طور پر ورنہ مسلمان اس وقت بفضلہ تعالٰی بہت طاقتور تھے چاہتے یہ تھے کہ حرم کی زمین میں خونریزی نہ ہو۔ ورنہ اب مسلمانوں بادشاہ یہ شرط قبول نہ کرے گا۔ (مرقات) ۳ یہ شرط اس لئے لگائی تھی کہ وہ اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کر لینے میں اپنی توہین سمجھتے تھے کہ لوگ کہیں گے کفار مکہ دب گئے اور مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دے دی۔ ۴ کیونکہ اس زمانہ میں بند تلوار صلح کی علامت تھی اور ننگی تلوار جنگ کی پہچان تھی اس لئے ان لوگوں نے یہ قید لگائی۔ ۵ اگرچہ ابوجندل کی آمد صلح نامہ کی تحریر کے دوران میں تھی اور صلح نامہ کا اجراء تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔ مگر سہیل نے ضد کی کہ اگر آپ اسے واپس نہ کرتے تو میں صلح نہیں کرتا اس کی ضد کی بنا پر انہیں واپس کیا گیا۔ جیسا کہ بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ قُرَيْشًا صَالَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ جَآءَ نَا مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَآءَ كُمْ مِنَّا رَدَدْتُّمُوْهُ عَلَيْنَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَآءَ نَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهٗ فَرَجًا وَ مُخْرَجًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۶۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اسے ہم تم کو واپس نہ دیں گے اور ہم میں سے جو شخص آپ کے پاس جائے گا آپ اسے ہم پر لوٹا دیں گے ۱ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ یہ لکھ رہے ہیں ۲ فرمایا ہاں جو ہم میں سے ان کے پاس جائے تو اسے اللہ نے در کر دیا ۳ اور ان میں سے ہمارے پاس آئے گا تو اللہ اس کے لئے راستہ اور گنجائش کر دے گا ۴ (مسلم)

(۳۸۶۶)۱؎ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ جو کافر مکہ معظمہ سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اسے آپ مکہ لوٹا دیں اور جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ معظمہ آئے اسے ہم مدینہ منورہ واپس نہ کریں گے اپنے ہاں ہی رکھ لیں گے۔ آنے سے مراد اپنا دین چھوڑ کر وہاں رہنے کے لئے آتا ہے۔۲؎ یہ سوال تعجب کے لئے ہے ان حضرات کو دو وجہ سے تعجب ہوا ایک یہ کہ یہ شرط قبول کرنا بظاہر کفار سے انتہائی دبنا ہے۔ حالانکہ ہم اس وقت پندرہ سو جوان ہیں غزوہ بدر میں ہم نے تین سو تیرہ ہو کر کفار پر فتح پالی تھی تو دبنے کی کیا وجہ' دوسرے یہ کہ کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اسے مکہ واپس بھیجنا۔ گویا اس کے مرتد ہو جانے کی راہ کھول دینا ہے۔ کیونکہ مکہ واپس جا کر اس کا مسلمان رہنا مشکل ہے مگر اس شرط کی مصلحتیں بعد کے واقعات نے ظاہر کردیں۔ حضور جیسا سیاست دان پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا۔ یہ تو صحابہ کرام کی انتہائی وفاداری تھی کہ ایسی شرطیں دیکھتے رہے اور سرتابی نہ کی۔ اگر یہاں اصحاب موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو بغاوت کردیتے جیسے حضور انور تمام نبیوں کے سردار ہیں ویسے ہی حضور کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۳؎ یعنی جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کا مدینہ منورہ میں رہنا خطرناک ہے اسے واپس کردیں تو وہ مکہ معظمہ پہنچ کر مرتد نہ ہوگا بلکہ اسلام کا مبلغ ہو کر اور مکہ والوں کو مسلمان بنائے گا جسے ہم نگاہ بھر کر دیکھ لیں وہ کہاں جاسکتا ہے۔

تو جو للکار دے آتا ہوا الٹا پھر جائے تو جو چمکار دے ہر پھر کے ہو تیرا تیرا

اس کے ساتھ ہی انشاءاللہ وہ مکہ والوں کے ہاتھ ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا۔ اس کے لئے کوئی راہ نکال دے گا۔ اس نے تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کو گود میں پرورش کروادیا۔ وہ فرعون جس نے موسیٰ علیہ السلام کو روکنے کے لئے اسی ہزار بچے ذبح کرائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر ہی پوری ہوئی جیسا کہ احادیث سے وتواریخ سے ثابت ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ فِيْ بَيْعَةِ النِّسَآءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۶۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے آپ عورتوں کی بیعت کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اس آیت سے امتحان لیتے تھے۔ اے نبی! جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں بیعت کرنے آئیں الخ تو ان میں سے جو بی بی اس شرط کا اقرار کرلیتی۔ اس سے حضور فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کرلیا اس کلام سے جو آپ اس سے کرتے اللہ کی قسم بیعت میں حضور کا ہاتھ مبارک کسی عورت سے نہ چھوا۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۶۷)۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ فرما کر بیعت لیتے مگر عورتوں سے کبھی مصافحہ نہ فرماتے صرف کلام سے بیعت فرماتے کیونکہ غیر عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے خواہ پیر ہو یا عالم یا شیخ یا کوئی اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط مومنہ مہاجرہ ہو کر مدینہ منورہ آئیں۔ کنواری تھیں ان کے اہل نے انہیں بلایا۔ حضور انور نے واپس فرمانے سے انکار کردیا اور اس طرح ان سے بیعت لی بہرحال مشائخ کو چاہئے کہ عورتوں سے اس طرح بیعت لیا کریں (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ اَنَّهُمْ اصْطَلَحُوْا عَلٰى

(۳۸۶۸) روایت ہے مسور اور مروان سے کہ مسلمانوں نے دس

وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِیْنَ یَامَنُ فِیْهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰی اَنَّ بَیْنَنَا عَیْبَةً مَکْفُوْفَةً وَاَنَّهٗ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

سال تک جنگ بند رہنے پر صلح کی ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں۱؎ اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان بند صندوق ہو۲؎ اور یہ کہ نہ تلوار سونتنا ہو نہ زرہ پہننا۳؎ (ابوداؤد)

(۳۸۶۸)۱؎ مگر اس شرط کے باوجود فتح مکہ دو سال بعد ہی ہوگئی۔ کیونکہ مشرکین نے اس صلح نامہ کی دو شرطیں خود توڑ دیں اور جب صلح نامہ کی ایک شرط بھی ٹوٹ جائے تو کل شرطیں ٹوٹ جاتی ہیں۔۲؎ عیبہ چمڑے وغیرہ کا وہ بقچہ یا صندوق جس میں نفیس کپڑے رکھے جائیں مکفوفہ بنا ہے کف سے یعنی روکنا یعنی کھلنے سے روکنا (مضبوطی سے بند ومقفل) یعنی ان دس سال میں ہمارے آپ کے درمیان جنگ ایسی بند رہے کہ کھل نہ سکے جیسے مقفل صندوق'۳؎ اسلال بنا ہے سل سے بمعنی تلوار سونتنا اس لئے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں۔ اغلال مصدر ہے جس کا مصدر ہے غل بمعنی چھپانا اس سے بنا ہے غلالہ یعنی نیچے کی واسکٹ یا صدری' یہاں مراد ہے زرہ پہننا جس سے جسم ڈھک جاتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ اسلال کے معنی ہیں چھپی ہوئی عداوت اور اغلال کے معنی ہیں خیانت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں (اشعہ) مطلب یہ ہے کہ اس دس سال کے دوران جنگ تو کیا جنگ کی تیاری بھی نہ ہو۔

وَعَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَیْمٍ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عن اٰبَآئِهِمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ اَوْ کَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَیْئًا بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِیْجُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۶۹) روایت ہے صفوان ابن سلیم سے۱؎ وہ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں سے۲؎ راوی وہ اپنے والدوں سے۳؎ راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ خبردار رہو جس نے کسی معاہدہ والے کافر پر ظلم کیا یا عہد توڑا۴؎ یا اسے طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز ناخوش دلی سے لی۵؎ تو قیامت کے دن اس کا مقابل میں ہوں گا۶؎ (ابوداؤد)

(۳۸۶۹)۱؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں اہل مرتبہ سے ہیں بڑے عابد زاہد تھے چالیس سال زمین سے اپنی پیٹھ نہ لگائی زیادتی سجود کی وجہ سے پیشانی میں گڑھا پڑ گیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے آزاد کردہ تھے بیٹھ کر جان دی۔ آپ کی ولادت ۶۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ عبداللہ ابن عمر' عبداللہ ابن جعفر' انس ابن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات ہے اور ان حضرات سے اور بہت سے تابعین سے روایت احادیث کرتے ہیں (اشعہ)۲؎ ان بیٹوں میں بعض خود بھی صحابی ہیں اور بعض تابعی (مرقات)۳؎ وہ تمام صحابہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ تو تمام عادل ہیں ان کا نام روایت میں نہ آنا حدیث کو ضعیف نہیں کرتا۔ مگر ان صحابہ کے وہ بیٹے جن سے صفوان یہ روایت لے رہے ہیں وہ تمام حضرات صفوان کے نزدیک ثقہ ہیں اس لئے ان کا نام بتائے بغیر بے دھڑک حدیث نقل فرمارہے ہیں۴؎ معاہدہ والے سے مراد کافر ذمی اور کافر مستامن سب ہی ہیں۔ عہد توڑنے سے مراد یا تو مستامن کی مدت امان میں بلاوجہ کمی کردینا ہے۔ یا جو وعدے اس سے کئے گئے تھے انہیں پورا نہ کرنا ہے۔۵؎ اس فرمان عالی میں بہت وسعت ہے ذمیوں پر جزیہ ان کی حیثیت سے زیادہ مقرر کردینا' پیداوار کا خراج اندھا دھند مقرر کردینا جزیہ' خراج کی وصولی میں ان پر ناجائز سختی کرنا ان سے ہدیے تحفے ڈالی کے بہانے ان کا مال وصول کرنا۔ ان سے رشوتیں لینا وغیرہ۔۶؎ یعنی میں اس ظالم حاکم کی شفاعت کرنے کی بجائے اس کی شکایت کروں گا اور عذاب سے بچانے کی بجائے اسے عذاب میں گرفتار کراؤں گا یہ اس رحمۃ للعالمین کا رحم کہ اس رحم سے کفار بھی محروم نہیں۔

وَعَنْ اُمَیْمَةَ بِنْتِ رُقَیْقَةَ قَالَتْ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَنَا فِیْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَایِعْنَا تَعْنِیْ صَافِحْنَا قَالَ اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَةِ امْرَأَةٍ کَقَوْلِیْ لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ (رَوَاهُ)

(٣٨٧٠) روایت ہے حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے[۱] فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند عورتوں کی جماعت میں بیعت کی۔ تو فرمایا اس میں جس میں تم طاقت وقدرت رکھو[۲] میں نے کہا اللہ کے رسول ہم پر ہم سے زیادہ رحیم ہیں[۳] بولی یا رسول اللہ ہم سے بیعت لیجئے یعنی ہم سے مصافحہ کیجئے تو فرمایا۔ میرا سو عورتوں سے فرمان ایسا ہی ہے جیسے ایک عورت سے فرمان[۴]

(٣٨٧٠)[۱] امیمہ تصغیر سے ہے آپ امیمہ بنت عبداللہ ہیں رقیقہ آپ کی والدہ کا نام ہے رقیقہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ام المومنین کی بہن ہیں تو امیمہ حضرت امیر المومنین خدیجہ کی بھانجی ہیں۔ آپ کی والدہ رقیقہ بنت خویلد ہیں۔[۲] یعنی ہم نے بیعت میں اعمال صالح کرنے گناہوں سے بچنے کا عہد کیا مگر یہ بھول گئے کہ بقدر طاقت کی قید لگا لیتے تو حضور نے ہم کو خود یاد دلایا کہ یہ قید لگا لو کہ بقدر طاقت نیکیاں کریں گے۔[۳] یا تو زبان سے کہا یا دل میں سوچا' چونکہ حضور انور کا فرمان ربّ تعالیٰ کا فرمان ہے اللہ ورسولہ فرمایا سبحان اللہ اللہ رسول کی مہربانی ہم پر اتنی ہے کہ خود ہم کو اپنے پر اتنی مہربانی نہیں' ان کا رحم وکرم ہمارے خیال سے وراء ہے۔[۴] آپ سمجھیں کہ بغیر مصافحہ بیعت ہوتی ہی نہیں اس لئے عرض کیا حضور بیعت میں جواب عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں سے بیعت صرف کلام سے لی جاتی ہے اور ایک عورت سے بیعت سو عورتوں سے بیعت ایک ہی کلام شریف سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کو برک ترمذی نسائی' ابن ماجہ' موطا امام مالک نے بروایت محمد ابن منکدر نقل فرمایا۔ مگر صاحب مشکوٰۃ کو یہ حوالے ملے نہیں۔ اس لئے انہوں نے رواہ فرما کر جگہ خالی چھوڑ دی۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کے راوی محمد ابن مکندر ہیں (مرقات اشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰی اَهْلُ مَکَّةَ اَنْ یَّدَعُوْهُ یَدْخُلُ مَکَّةَ حَتّٰی قَاضَاهُمْ عَلٰی اَنْ یَدْخُلَ یَعْنِیْ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ یُقِیْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَتَبُوا الْکِتَابَ کَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْ الَانُقِرُّبِهَا فَلَوْنَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ وَلٰکِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ للّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(٣٨٧١) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا[۱] تو مکہ والوں نے مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا حتی کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اگلے سال تشریف لائیں مکہ میں تین دن قیام فرمائیں[۲] تو جب انہوں نے تحریر لکھی تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا وہ بولے ہم اس کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبداللہ ہیں[۳] تو فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد ابن عبداللہ بھی ہوں[۴] پھر علی ابن ابی طالب سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو محو کر دو[۵] وہ بولے اللہ کی قسم میں کبھی آپ کو محو نہ کروں گا[۶] تب

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ یُحْسِنُ یَکْتُبُ فَکَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یَدْخُلُ مَکَّۃَ بِالسِّلَاحِ اِلَّا السَّیْفَ فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا یَخْرُجَ مِنْ اَھْلِھَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ یَّتْبَعَهٗ وَاَنْ لَا یَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِہٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّقِیْمَ بِھَا فَلَمَّا دَخَلَ ھَا وَمَضَی الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِیًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے پھر لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد ابن عبداللہ نے صلح فرمائی ۷ کہ مکہ میں داخل نہ ہوں گے ہتھیاروں کے ساتھ سوا تلوار کے وہ بھی میان میں ۸ اور یہ کہ مکہ کے باشندوں میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے اسے نہ لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے صحابہ میں سے نہ روکیں گے اگر وہ مکہ میں رہنا چاہے ۹ پھر جب حضور مکہ میں تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو مکہ والے علی کے پاس آئے بولے اپنے ایمان کے ساتھی سے عرض کرو ۱۰ کہ ہمارے پاس سے تشریف لے جائیں کہ میعاد گزر چکی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ۱۱ (مسلم بخاری)

(۳۸۷۱) ۱؎ یعنی عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ احرام باندھ لیا' یہ واقعہ ۶ ھ دوشنبہ کو ہوا' (مرقات) ۲؎ یہ واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ۳؎ یعنی آپ اس صلح نامہ میں اپنے نام شریف کے ساتھ رسول اللہ تحریر نہ کریں بلکہ ابن عبداللہ لکھوائیں کیونکہ آپ کو رسول اللہ نہ مانتے تھے' نہ مانتے ہیں۔ آج یہ لفظ سہیل ابن عمرو کے منہ سے نکل رہے ہیں۔ عنقریب یہی سہیل کلمہ شہادت پڑھیں گے مسلمان بنیں گے۔ یہ ہے تیرے ربّ کی بے نیازی ۴؎ یعنی یہ دونوں لفظ حق ہیں۔ ہم میں دونوں صفات موجود ہیں جو چاہو لکھ لو ہم کو اس پر اعتراض نہیں سبحان اللہ یہ ہے تحمل ہمارے نبی کا' صلی اللہ علیہ وسلم مقصد یہ تھا کہ جنگ نہ ہوتا کہ حرم شریف اور بیعت اللہ میں خون ریزی نہ ہو صلح ہو جائے ۵؎ اور اس کی جگہ لکھ دو ابن عبداللہ جیسا کہ سہیل کا اصرار ہے۔ ۶؎ یعنی علی کے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ پر قلم نہ چلے گا۔ یہ حکم سے سرتابی نہیں بلکہ انتہائی جوش ایمانی اور جذبہ عشق رسول اللہ ہے۔ محبت و اخلاص کی حد ہوگئی۔ آپ جانتے تھے کہ یہ حکم وجوب شرعی کے لئے نہیں ہے۔ بہر حال جناب علی مرتضٰی کا یہ عمل قابل صد ستائش ہے۔ ۷؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی سے لکھنا سیکھا نہ خود کبھی لکھنے کی مشق کی نہ اس سے پہلے کبھی کچھ لکھا تھا۔ آج اچانک اپنے دست اقدس سے پوری عبارت تحریر فرمائی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت قرآنیہ کے خلاف نہیں مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (۲۹'۴۸) اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ (کنزالایمان) کیونکہ آیت کریمہ میں ظہور نبوت سے پہلے کتاب پڑھنے کی اور لکھنے کی نفی ہے اور یہاں اس موقع پر لکھنے کا ثبوت ہے۔ یہ موقع ظہور نبوت سے برسوں کے بعد ہے اور یہ لکھنا بھی حضور انور کا معجزہ ہے۔ یا یوں کہو کہ آیت کریمہ میں لکھنے کی عادات کی نفی ہے اور یہاں ایک بار لکھنے کا ثبوت جیسے قرآن مجید فرماتا ہے: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (۳۶'۶۹) اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا (کنزالایمان) ہم نے اپنے محبوب کو شعر گوئی نہ سکھائی اور احادیث سے ثابت ہے کہ کئی دفعہ حضور انور کے منہ شریف سے شعر صادر ہوئے۔ جیسے **ھل انت الا اصبع رمیت** اور جیسے **کل امرئی مصبح فی اھلہ** وغیرہ کہ آیت کریمہ سے شعر گوئی کی عادت کی نفی ہے اور حدیث شریف میں دو چار شعر صادر ہونے کا ثبوت ہے۔ ۸؎ یعنی ہم سال آئندہ عمرہ کرنے اس ماہ ذیقعدہ میں آئیں گے تیر کمان وغیرہ سامان جنگ ساتھ نہ لائیں گے۔ صرف تلوار ساتھ لائیں گے وہ بھی میان میں بند ۹؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہاں صرف تین شرطوں کا ذکر ہے۔ مگر شرائط ان کے علاوہ اور بھی تھیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو مکہ معظمہ کا کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ رہنا چاہے آپ اسے نہ

رکھیں اور جو مدینہ منورہ کا مسلمان مرتد ہو کر مکہ معظمہ رہنا چاہے تو آپ اسے نہ روکیں۔حضور انور نے یہ شرط منظور فرمالی۔۱۰ صاحب کا یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے۔ساتھی بہت قسم کے ہوتے ہیں وطن کے ساتھی پیشہ کے ساتھی۔گھر کے ساتھی۔باہر کے ساتھی۔دل کے ساتھی۔جان کے ساتھی۔ایمان کے ساتھی یہاں ایمان کے ساتھی مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے ایمان کے ساتھی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱چنانچہ جب حضور روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ کی دختر حضور انور کے ساتھ آ گئیں۔جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

بَابُ اِخْرَاجِ الْیَهُوْدِ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ

جزیرہ عرب سے یہودیوں کے نکالنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عرب اس جزیرہ کا نام ہے جو بحر ہند۔بحر شام' دجلہ وفرات سے گھرا ہوا ہے۔عدن سے شام تک طول ہے۔جدہ سے عراق تک عرض ہے اس کے پانچ صوبے ہیں۔حجاز' عراق' یمن' نجد' بحرین باقی دیگر ممالک کا نام عجم ہے اگرچہ عرب سے یہود ونصاریٰ دونوں ہی کو نکالا جائے گا مگر یہاں صرف یہود کا ذکر کیا گیا۔کیونکہ حضور انور نے حکم تو دونوں فرقوں کے نکالنے کا دیا۔مگر عمل شریف صرف یہود کے نکالنے کا کیا (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰی یَهُوْدَ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰی جِئْنَا بَیْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا عَلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَکُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْکُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۸۷۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھے کہ حضور نے فرمایا یہود کی طرف چلو۱چنانچہ ہم حضور کے ساتھ چلے حتی کہ ہم ان کے مدرسہ میں پہنچے تو ۲نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر فرمایا اے یہود کی جماعت اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے۳جان رکھو کہ زمین اللہ رسول کی ہے۴اور میں ارادہ کررہا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کردوں۵تو تم میں سے جو اپنا کچھ مال پائے تو اسے فروخت کردے۶(مسلم بخاری)

(۳۸۷۲)۱ تبلیغ کے لئے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔۲مدارس یا تو درس سے بنا ہے یا دراستہ وتدریس سے۔بیت المدارس کے معنی سبق لینے تعلیم حاصل کرنے کا گھر کبھی یہودیوں کے عالم کو بھی مدرس کہتے ہیں یعنی درس دینے والا۔یعنی بعض روایات میں یوں ہے حتی اتی المدراس بہرحال اس سے مراد یا یہود کا دینی مدرسہ ہے یا ان کے پوپ پادری کا گھر جو مدینہ منورہ میں تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لئے کفار کے گھروں ان کے مدرسوں' خانقاہوں میں جانا سنت سے ثابت ہے۔۳یعنی آپ وہاں بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے کھڑے ان سے یہ کلام فرمایا یا اس لئے کہ وعظ وخطبہ کھڑے ہو کر کرنا بہتر ہے یا اس لئے کہ آپ نے ان کفار کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ فرمایا۔سلامت رہو گے کے معنی ہیں دین ودنیا کی آفات سے بچے رہو گے۔اسلام اور نماز روحانی قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر انسان بہت سی آفات سے بچ جاتا ہے۔اس کا بہت تجربہ ہے۔

معلوم ہوا کہ تبلیغ نرمی سے کرنا بہتر ہے اور نذارت سے بشارت اعلیٰ کہ حضور انور نے انہیں اسلام لانے پر سلامتی کی بشارت دی۔ یہ ظاہر ہے کہ ارض سے مراد ساری زمین ہے اور مطلب یہ ہے کہ زمین مخلوق و مملوک رب تعالیٰ کی ہے پھر اس کے مالک بنانے سے میری ملکیت ہے ان **الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ** اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کا ملا کر ذکر کرنا حرام نہیں اور یہ کہنا حرام نہیں اور یہ کہنا کہ ہم اللہ رسول کے ہیں دنیا و آخرت اللہ رسول کی ہے شرک نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تملیک الٰہی سے اللہ کی ہر چیز کے مالک ہیں۔ شعر:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

تا کہ زمین مدینہ تمہارے وجود نامسعود سے پاک ہو جائے اور یہاں صرف اسلام ہی رہے۔ ان یہود کی وجہ سے دن رات فتنے رہتے تھے احزاب جیسی تکلیف مسلمانوں کو انہی یہود مدینہ کی وجہ سے پہنچی۔ ہمیشہ سلطنتیں اپنے ملک سے غداروں فتنہ گروں کو نکالتی ہیں جرمنی کے ہٹلر نے یہودیوں کو جرمن سے نکالا تھا اب بھی خاص مجرموں کو کالا پانی دیا جاتا ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود مدینہ بنی نضیر کو نکالنا حکم الٰہی سے تھا۔ چونکہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں۔ لہٰذا فرماتے ہیں کہ میں تم کو جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔٦ یمالہ کی ب بمعنی عن ہے یعنی ہم تم کو ضبط مال کی سزا نہیں دیتے تم منقول مال ساتھ لے جاؤ اور غیر منقول مال فروخت کر کے قیمت حاصل کرلو۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں یہود کے دو قبیلے آباد تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر' جب انہوں نے مسلمانوں کو مکمل مٹا دینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے احزاب کا واقعہ پیش آیا تب حضور انور نے بنی قریظہ کو تو قتل کرا دیا اور بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا۔ یہ گفتگو بنی نضیر سے ہے۔ یہ واقعہ ۴ھ میں ہوا اور قتل بنی قریظہ ۵ھ میں ہوا اور حضرت ابو ہریرہ ۷ھ میں ایمان لائے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے مجبور کی بیع جائز مانی۔ خیال رہے کہ بیع مضطر اور ہے بیع مکرہ اور ہے۔ یہاں بیع مضطر ہوگی بیع مکرہ نہ ہوگی۔ بیع مکرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی چیز فروخت کرنا نہ چاہے اسے مار پیٹ کر بیع کرالی جائے۔ یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔ خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں کسی کافر کو ملک عرب میں رہنے کی اجازت نہیں۔ امام شافعی کے ہاں مکہ' مدینہ' یمامہ کے لئے یہ حکم ہے۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حجاز میں آنے کی اجازت نہیں ہاں بطور سیر آئیں تو تین دن سے زیادہ وہاں قیام نہ کریں۔ اگر خفیہ طور پر آ جائیں تو نکال دیئے جائیں۔ اگر وہاں مر کر دفن ہو جائیں تو ان کی نعش حجاز سے نکال دی جائے۔ امام اعظم کے ہاں کفار عارضی طور پر حجاز بلکہ حرم میں جا سکتے ہیں۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ اور مرقات میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ عُمَرُ خَطِيبًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَ قَالَ نُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَقَدْ رَاَيْتُ اِجْلَاءَ هُمْ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِىْ اَبِى الْحَقِيْقِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُخْرِجُنَا وَقَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ وَّعَامَلَنَا عَلَى الْاَمْوَالِ فَقَالَ عُمَرُ اَظَنَنْتَ اِنِّىْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ

(٣٨٧٣) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں جناب عمر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود سے ان کے مالوں پر معاملہ طے کیا تھا اور فرمایا تھا جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے ہم تم کو برقرار رکھیں گے ١ میں ان کی جلاوطنی مناسب سمجھتا ہوں ٢ جب حضرت عمر نے اس کا پورا ارادہ کرلیا تو بنی ابوحقیق کا ایک شخص آیا ٣ بولا اے امیر المومنین آپ تو ہم کو نکال رہے ہیں حالانکہ حضور نے ہم کو برقرار رکھا تھا اور ہم سے مالوں پر معاملہ فرمایا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھول گیا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا

كَانَتْ هُذَيْلَةً مِنْ اَبِى الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عُدُوَّ اللّٰهِ فَاَجلاَ هُمْ عُمَرُ وَاَعْطَا هُمْ قِيْمَةً مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَاِبِلًا وَعُرُوْضًا مِنْ اَقْتَابٍ وَّحِبَالٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

جائے گا تجھ کو تیری اونٹنیاں رات بہ رات لئے پھرتی رہیں گی؀وہ بولا یہ تو ابوالقاسم کا تمسخر تھا تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے؄چنانچہ ان کو نکال دیا اور ان کو ان کے جو کچھ پھل مال اونٹ' سامان' رسیاں وغیرہ تھیں ان کی قیمت دے دی۶(بخاری)

(۳۸۷۳)۱ یعنی حضور نے فتح خیبر فرما کر یہود خیبر کو وہاں عارضی قیام کی اجازت دی تھی۔ اس طرح کہ اپنے باغوں میں وہ کام کاج کریں پیداوار آدھی ان کی ہو آدھی مسلمانوں کی اور فرمایا تھا کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے نہیں جب ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے۔ یہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ اب باغ یا کھیت کا ٹھیکہ اس طرح دینا جائز نہیں۔ ٹھیکہ کیلئے میعاد مقرر ہونا ضروری ہے کہ فلاں وقت تک (مرقات) ۲ یعنی اب چاہتا ہوں کہ ان یہود کو خیبر سے بھی نکال دوں کہ ان کا خیبر میں رہنا بھی خطرناک ہے اور میرا نکالنا خود حضور انور کا نکالنا ہے۔ ۳ بنی حقیق یہود کا بہت بڑا مالدار قبیلہ تھا حقیق بروزن کریم' ان کا کوئی امیر یا سردار آیا' اس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ۴ سبحان اللہ حضور کی یہ غیبی خبر تو معجزہ اور حضرت عمر کا یہ فرمان اس طرح یاد رکھنا آپ کی کرامت ہے۔ گویا آپ اس وقت کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس فرمان میں یہ بھی اشارہ تھا کہ تم لوگ عرب سے ایسے نکالے جاؤ گے کہ کوئی ملک تمہیں قبول نہ کرے گا مارے مارے پھرو گے یہ اب تک مارے مارے پھرتے رہے۔ اب امریکہ نے انہیں فلسطین میں بسایا چودہ سو برس کے بعد انشاء اللہ پھر نکلیں گے۔ ۵ کیونکہ حضور کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی' ہر بات وحی الٰہی ہوتی ہے۔ ۶ اس طرح کہ اس سال کی پیداوار کے نصف حصہ کی قیمت ان کو دی اور وہ جو سامان نہ لے جا سکے اس کی قیمت عطا فرما دی اگر آج کی حکومتیں ہوتیں تو ان کے سارے مال ضبط کر کے نکال دیتیں کہ وہ ملک اور اسلام کے غدار تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا اور بھی حرکتیں کرتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى بِثَلٰثَةٍ قَالَ اُخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِمَا كُنْتُ اُجِيْزُ هُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْقَالَ فَاُنْسِيْتُهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۷۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۱ اور وفود کو عطیہ دو۔ جیسے انہیں عطیہ دیتا تھا۲ ابن عباس نے فرمایا کہ تیسری وصیت سے خاموشی فرمائی ۳ یا کہا کہ میں بھول گیا (مسلم بخاری)

(۳۸۷۴)۱ بعض شارحین نے یہاں جزیرہ عرب سے مراد حجاز لیا ہے۔ امام شافعی کے ہاں بھی صرف حجاز مراد ہے یعنی مکہ' مدینہ اور یمامہ (اشعہ) ۲ یہ دوسری وصیت ہے یعنی جو لوگ اپنی قوم کے نمائندے بن کر مدینہ منورہ آئیں ان کی خاطر و مدارت کرو۔ انہیں تحفے تحائف دو' جیسا کہ ہمارا عمل رہا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان وفدوں کی آمد پر بہت خوشی ظاہر فرماتے تھے۔ یہ لوگ اپنی قوم کی طرف سے ایمان ان کی وفاداری کے عہد کے پیغام لے کر آتے تھے حضور سے بیعت کراتے تھے حضور سے بیعت کرتے تھے ان کی بیعت ساری قوم کی بیعت ہوتی تھی۔ ۳ یہاں کچھ کتابت کی غلطی ہے قال کا فاعل حضرت ابن عباس نہیں ہیں۔ بلکہ سلیمان احول ہیں جو سعید ابن جبیر سے وہ عبداللہ ابن عباس سے راوی یعنی سلیمان کہتے ہیں کہ سعید ابن جبیر تیسری وصیت کے بیان سے خاموش رہے۔ یا انہوں نے بیان فرمائی تھی مجھے یاد نہ رہی۔ ممکن ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ تم میری قبر کو بت نہ بنالینا جس کی پرستش کی جائے واللہ ورسولہ اعلم (اشعہ' مرقات)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰى لَا اَدَعَ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَئِنْ عِشْتُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ)

(۳۸۷۵) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں مجھے عمر ابن خطاب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں یہودیوں عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا حتیٰ کہ اس میں نہ چھوڑوں گا مگر مسلمان کو[1] (مسلم) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ یہود و عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا[2]

(۳۸۷۵)[1] یعنی ہمارا ارادہ یہ ہے کہ عرب سے تمام دینوں کو نکال دوں۔ یہاں صرف مسلمان رہیں تا کہ یہ جگہ فتنہ و فساد کی نہ رہے۔ صرف حج و عمرہ زیارت اور ذکر الٰہی کے لئے رہے۔ جہاں صرف عبادت ہو۔ سیاسی اڈہ اور فتنہ فساد کا اکھاڑہ نہ بنے۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو یہود سے خالی کرالیا۔ اس طرح کہ وہاں کے یہودیوں سے بنی قریظہ کو قتل کر دیا اور بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا۔ خیبر فتح فرمایا تو وہاں کے یہود کو عارضی طور پر کچھ روز رہنے سہنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے بھی نکال دیا۔ اس طرح حضور انور کی یہ خواہش ربّ نے پوری فرمادی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

اس میں صرف حضرت ابن عباس کی ہی روایت ہے کہ دو قبلہ نہ ہوں اور وہ جزیہ کے باب میں گزر گئی۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں ہی تھی اور دوسری فصل میں صرف وہ ایک ہی حدیث تھی۔ ہم نے اسے باب الجزیہ میں بیان کر دیا۔ اگر یہاں بھی لاتے تو مکرر ہو جاتی اس لئے ہم یہاں نہ لائے اور دوسری فصل حدیث سے خالی رہی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظُهِرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَسَاَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِیْ

(۳۸۷۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہود و نصاریٰ کو حجاز کی زمین سے نکال دیا[1] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر والوں پر غالب ہوئے تھے تو وہاں سے یہود کو نکالنا چاہا تھا[2] جب حضور اس پر غالب ہوئے تو وہ زمین اللہ رسول اور سارے مسلمانوں کی تھی[3] تب یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ انہیں یہاں ہی چھوڑ دیں اس شرط پر کہ وہ لوگ کام کاج کریں اور مسلمانوں کے لئے آدھے پھل ہوں[4] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم کو اس ہی شرط پر رکھتے ہیں جب تک چاہیں چنانچہ وہ قائم رہے حتیٰ کہ ان کو حضرت عمر نے اپنی

اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَآءَ وَاَرِيْحَآءَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

خلافت میں تیما اور اریحا کی طرف جلاوطن کردیا۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۷۶)۱؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ زمین حجاز سے مراد جزیرہ عرب ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ملک عرب سے یہود کو نکال دیا۔۲؎ اس نکالنے کی چند وجہیں ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔۳؎ یعنی یہ زمین مسلمانوں کی ملک قرار دی گئی۔ دوسرے علاقوں کی طرح زمین وہاں کے باشندوں کی نہ رکھی گئی اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے۴؎ یعنی باغات کی خدمت یہ لوگ کریں۔ مالک مسلمان ہوں اور پیداوار آدھی آدھی ہو۔ اس طرح کہ مسلمانوں کو ملکیت کی وجہ سے آدھی پیداوار ملے اور ان یہود کو خدمت کی وجہ سے آدھی پیداوار ملے اسے اردو میں ٹھیکہ کہتے ہیں۔۵؎ یہ دونوں بستیاں بیت المقدس کے پاس ہیں ملک فلسطین میں بعض شارحین نے فرمایا کہ تیما تو عرب میں واقع ہے اور اریحا ملک فلسطین کہلاتا ہے۔

بَابُ الْفَيْءِ
فئی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

کبھی فئی بمعنی غنیمت آتا ہے یعنی جو مال کفار سے بحالت جنگ لڑکر لیا جائے اور کبھی فئی وہ مال کہلاتا ہے کہ جو کفار سے بغیر جنگ ملے غنیمت سے خمس نکال کر باقی چار خمس مجاہدین کو دیئے جاتے تھے مگر فئی میں نہ خمس ہے نہ تقسیم یہاں فئی کے یہی معنی ہیں جیسا کہ اس باب میں مذکورہ حدیث سے معلوم اس فئی میں حضور مختار مطلق ہیں جیسے چاہیں خرچ کریں۔ اب فئے خراج کے حکم میں ہے کہ وہ مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ ہوگا جیسے پل بنانا' قاضیوں علماء کی تنخواہ پولیس پر خرچ (مرقات) امام شافعی کے ہاں فئے۔ جزیہ' خراج میں سے بھی خمس لیا جائے گا۔ مگر یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراج سے خمس لیا (مرقاۃ) اور ان سے پہلے پیچھے کسی نے یہ قول نہ کیا۔

وَعَنْ مَالِكِ ابْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ ثُمَّ قَرَاَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ فَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۷۷) روایت ہے حضرت مالک ابن اوس ابن حدثان سے۱؎ فرماتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فئی میں سے ایسی چیز سے خاص فرمایا جو ان کے سوا کسی کو نہ دی۲؎ پھر یہ آیت تلاوت کی ما افآء اللہ علی رسولہ قدیر تک۳؎ پس یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص رہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اس مال سے سال بھر کا خرچ دیتے تھے۴؎ پھر جو بچتا تھا تو اسے لیتے اللہ کے مال کے مصرف میں خرچ فرماتے۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۷۷)۱؎ آپ بصری ہیں صحیح تر یہ ہے کہ صحابی ہیں لیکن آپ سے کوئی روایت ثابت نہیں صحابہ کرام سے ہی احادیث روایت کرتے ہیں آپ کی اکثر روایات حضرت عمر سے ہیں، مدینہ منورہ میں ۹۲ھ میں وفات پائی (مرقات واشعہ)۲؎ اس میں اشارہ اس

آیت کریمہ کی طرف ہے: فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۶:۵۹) تو تم نے نہ ان پر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ (کنزالایمان) یعنی کفار کا جو مال بغیر جنگ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس میں خمس ہے نہ تقسیم بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے مالوں میں بالکل اختیار ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔۴ خیال رہے کہ قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان کے مال مدینہ پاک میں رہ گئے۔ یہ قوم مدینہ منورہ سے صرف دو میل فاصلہ پر تھی۔ صحابہ کرام پاپیادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وہاں پہنچے اور بغیر جنگ ان پر قبضہ کرلیا گیا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ بھی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم ہوں گے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تقسیم غنیمت میں ہوتی ہے یہ غنیمت نہیں ہے فئی ہے۔ لہذا یہ اموال حضور انور کے ہیں (مرقات اشعہ)۴ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے لئے کبھی کچھ جمع نہ فرمایا۔ مگر اپنی ازواج پاک کو ایک سال کا خرچہ اس زمانہ کے بعد عطا فرمایا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جو مروی ہے کہ حضور نے کل کے لئے کچھ نہ رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا گندم لکڑی وغیرہ خرید لینا سنت ہے کہ اس میں بےفکری بھی ہے اور برکت بھی۔۵ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فئی میں سے اپنے سال کا خرچ نکال کر باقی فقراء مساکین اور ضروریات دینی میں خرچ فرماتے تھے۔ یہی اب سلاطین اسلامیہ کو حکم ہے کہ فئی کا تمام مال مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔ اس مال سے پلوں کی تعمیر لشکروں کے واسطے ہتھیاروں کی خریداری قاضیوں وعلماء دین کی تنخواہیں ادا کریں۔ یہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ فئی میں سے بھی خمس لیا جائے گا غنیمت کی طرح باقی چار خمس مجاہدین پر خرچ ہوں گے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۷۸) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بنی نضیر کے مال ان میں سے تھے جو اللہ تعالٰی نے اپنے رسول پر فئی فرمائے۔ جن پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص طور پر رہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچ دے دیتے تھے پھر جو باقی بچتا اسے اللہ کی راہ میں ہتھیاروں جانوروں میں خرچ کرتے تھے۱ (مسلم بخاری)

(۳۸۷۸)۱ اس کا مطلب وہی ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن ہوجانے کے بعد ان کے متروکہ مالوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح خرچ کرتے تھے کہ اولاً اپنے گھر کا سال بھر کا خرچ نکالا۔ پھر باقی مال مجاہدین پر خرچ فرمایا۔ خیال رہے کہ وہ جو احادیث پاک میں ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن متواتر شکم سیر کھانا نہ ملاحظہ فرمایا یہ واقعات بنی نضیر کے مال حاصل کرنے سے پہلے کے ہیں۔ بعد میں ربّ تعالٰی نے وسعت دے دی۔ پھر اس زمانہ کے بعد جو فقر و فاقہ کی نوبت آتی تھی۔ اس کی وجہ ازواج پاک کا زیادہ خیرات وصدقات تھے کہ یہ حضرات فقراء پر بہت خرچ فرمادیتی تھیں۔ سال بھر کا خرچہ جلد ختم ہوجاتا تھا اور نوبت فاقہ کو پہنچتی تھی۔ نیز اس سال کے خرچہ میں کچھ جو کچھ کھجوریں ہوتی تھیں۔ سال ان ہی سے نکالا جاتا تھا: وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور دنیا سے تشریف لے گئے۔ مگر کبھی مسلسل دو دن گندم کی روٹی شکم سیر ہو کر نہ کھائی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کھانا کبھی روٹی کبھی کھجوریں تھا یہاں مرقات نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانہ پاک میں پلوں کی تعمیر، قاضیوں، علما کی تنخواہ کا رواج

نہ تھا اور ہر وقت تیاری جہاد رہتی تھی اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فئی کا مال اس پر ہی خرچ فرماتے تھے۔اب سلاطین پل، مساجد کی آبادی، فقہاء، علماء دین کی تنخواہوں پر بھی خرچ کریں گے۔سرکار اسی فئی سے فقراء مہاجرین پر بھی خرچ کرتے تھے۔(مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَتَاهُ الْفَئُى قَسَمَهٗ فِيْ يَوْمِهٖ فَاَعْطَى الْاَهِلَ حَظَّيْنِ وَاَعْطَى الْاَعْزَبَ حَظًّا فَدُعِيْتُ فَاَعْطَانِيْ حَظَّيْنِ وَكَانَ لِيْ اَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِيْ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَاَعْطٰى حَظًّا وَاحِدًا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۸۹) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے[۱] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب فئی آتا تھا اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے اس طرح کہ گھر بار والے کو دو حصے اور (چھڑے) اکیلے کو ایک حصہ دیتے[۲] چنانچہ میں بلایا گیا تو مجھے دو حصے دیئے میرے گھر والے تھے پھر میرے بعد عمار ابن یاسر کو بلایا گیا تو انہیں ایک حصہ عطا فرمایا[۳] (ابوداؤد)

(۳۸۸۹)[۱] آپ قبیلہ بنی اشجع سے ہیں۔غزوہ خیبر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کے علم بردار تھے۔شام میں قیام رہا وہاں ہی وفات پائی[۲] یعنی شادی شدہ کو دو حصے اس کا اور اس کی بیوی کا کنوارے یا بغیر زوجہ والے کو ایک حصہ صرف اسی کا (مرقات) اصطلاح میں اہل بیوی کو کہا جاتا ہے۔اہل اسم فاعل بمعنی بیوی والا۔[۳] کیونکہ اس وقت حضرت عمار کے پاس زوجہ نہ تھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَاجَآءَهٗ شَيْءٌ بَدَاءَ بِالْمُحَرَّرِيْنَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۸۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب پہلے کوئی چیز آتی تو آزاد شدگان سے شروع فرماتے[۱] (ابوداؤد)

(۳۸۸۰)[۱] شارحین نے محررین کے تین معنی کئے ہیں آزاد کردہ غلام کیونکہ وہ اکثر فقراء ہوتے ہیں۔مکاتبین جو مال دے کر آزاد ہوں، ان کی امداد اس مال سے فرماتے۔عابدین جنہوں نے اپنے کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا ہو (مرقات) ان میں علماء قاضی صاحبان داخل ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظُبْيَةٍ فِيْهَا خَرَزٌ فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَ الْاَمَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ اَبِيْ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۸۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلی لائی گئی جس میں منکے تھے تو اسے آزاد اور لونڈی میں تقسیم فرمایا[۱] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے والد آزاد و غلام میں تقسیم فرماتے تھے[۲] (ابوداؤد)

(۳۸۸۱)[۱] یعنی فئی میں ایک تھیلی موتیوں کی آئی، تو حضور انور نے وہ موتی عورتوں میں تقسیم فرمائے، لونڈیوں کو بھی دیئے آزاد عورتوں کو بھی[۲] معلوم ہوا کہ موتی صرف عورتوں کے لئے خاص نہیں مردوں کو بھی دیئے جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی تفسیر یہ عمل شریف ہے۔غلام سے مراد یا آزاد کردہ غلام ہیں یا مکاتب غلام کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک ہوتا ہی نہیں اس کا خرچ مولیٰ یا بیت المال پر ہوتا ہے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا ن الْفَيْءِ فَقَالَ مَا اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْفَيْئِ مِنْكُمْ وَمَا اَحَدٌ مِنَّا بِاَحَقَّ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا اَنَّا عَلٰى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ قَسْمِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهٗ وَالرَّجُلُ وَبَلَآءُهٗ وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهٗ وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهٗ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۸۸۲) روایت ہے حضرت مالک ابن اوس ابن حدثان سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمرابن خطاب نے ایک دن فئی کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ اس فئی کا نہ تو میں تم سے زیادہ حقدار ہوں[۱] نہ ہم میں سے کوئی اس کا زیادہ حق دار ہے[۲] مگر ہم میں سے ہر ایک کتاب اللہ سے اپنے درجہ پر ہے۔حضور کی تقسیم پر لہٰذا مرد کو دیا جائے گا اس کے قدیم الاسلام ہونے پر[۳] اور مرد اس کی مشقت پر[۴] اور مرد اس کے بال بچوں پر اور مرد اس کی ضروریات پر[۵] (ابوداؤد)

(۳۸۸۲)[۱] یعنی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال فئی کے حقدار تھے کہ حضور اس سے اپنا خرچ وصول فرماتے تھے۔پھر جہاں چاہتے خرچ کرتے۔میرا یہ حال نہیں ہے۔میں صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کروں گا۔معلوم ہوا کہ سلطان اسلام اور خلیفۃ المسلمین مال فئی کے نہ مالک ہیں نہ مستحق' نہ ان کا اس میں کچھ حصہ مقرر ہے۔وہ صرف قومی کاموں پر خرچ کریں[۲] یعنی ہم مسلمانوں سے یا ہمارے گھر والوں میں سے کوئی اس فئی کا زیادہ حقدار نہیں۔سبحان اللہ کس قدر صاف اور انصاف والا کلام ہے۔[۳] قدم قاف کے کسرہ سے بھی ہوسکتا ہے بمعنی پرانا ہونا اور ق کے فتح سے بھی بمعنی ثابت قدم ہونا دین پر یعنی اب فئی کی تقسیم میں انسان کا قدیم الاسلام ہونا یا دین پر ثابت قدم ہونا دیکھا جائے گا کہ ہر ایسے مومن اور ثابت قدم مومن کو فئی سے ضرور دیا جائے گا۔واؤ یا عاطفہ ہے یا بمعنی مع اگر عاطفہ ہو تو قدم کو پیش ہوگا اور اگر بمعنی مع ہو تو فتح ہوگا اس طرح وبلاءہ وعیالہ کی ترکیب ہے۔[۴] یعنی فئی کی تقسیم میں مسلمان کے صبر یا شجاعت کا لحاظ ہوگا۔بَلَاءُ کے معنی مصیبت بھی ہے اور شجاعت بھی۔یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔یعنی جن مسلمانوں نے جہادوں میں شجاعتیں دکھائی ہیں ان کو دوسروں پر مقدم رکھا جائے گا۔جن مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں مصیبتیں زیادہ جھیلی ہوں ان کو زیادہ مقدم رکھا جائے گا۔غرضکہ دینی درجہ والے کو فوقیت دی جائے گی۔[۵] ان دونوں میں دنیاوی وجہ استحقاق کا بیان ہے یعنی حاجت مند مسلمان کو یوں ہی بال بچوں والے مومن کو' دوسرے غیر حاجت منداور (چھڑے) اکیلے پر مقدم رکھا جائے گا۔خیال رہے کہ یہ چیزیں نفس استحقاق میں فرق کا باعث نہیں بلکہ درجے' مرتبہ اور زیادتی حصہ میں فرق کا باعث ہیں۔آپ معلوم کرچکے کہ اہل وعیال والے کو دو حصہ عطا ہوئے اور اکیلے (چھڑے) آدمی کو ایک حصہ' یہ فرق یا تو ربّ تعالٰی کی طرف سے ہے کہ ربّ نے فرمایا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ (۹،۱۰۰) اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار (کنزالایمان) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (مرقات) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے کہ فئی میں سے خمس نہیں لیا جائے گا۔یہی احناف کا قول ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَرَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ حَتّٰى بَلَغَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فَقَالَ هٰذِهٖ لِهٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَاءَ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ حَتّٰى بَلَغَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ لِهٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَأَ

(۳۸۸۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہ آیت تلاوت کی کہ صدقے فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں حتیٰ کہ علیم حکیم تک پہنچے پھر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہیں[۱] پھر تلاوت کی کہ جان لو جو چیز تم غنیمت لو اس کا پانچوں حصہ اللہ رسول کا ہے حتیٰ کہ پہنچے ابن سبیل تک پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لئے

مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى حَتّٰى بَلَغَ لِلْفُقَرَآءِ ثُمَّ قَرَاءَ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَئِنْ عِشْتُ فَلَيَاْتِيَنَّ الرَّاعِيَ وَهُوَ بِسَرْوِ حِمْيَرَ نَصِيْبُهٗ مِنْهَا لَمْ يَعْرَقْ فِيْهَا جَبِيْنُهٗ. (رَوَاهُ فِي الشَّرْحِ السُّنَّةِ)

ہے۲ پھر تلاوت کی جو بستی والے اللہ اور اپنے رسول پر فے کریں حتی کہ للفقراء تک پہنچے۔۳ پھر تلاوت کی۔ وہ جو آئے ان کے بعد پھر فرمایا کہ اس آیت نے سارے مسلمانوں کو گھیر لیا۴ اگر میں زندہ رہا تو چرواہا آئے گا جو بسر اور حمیر کا ہوگا۵ اس کا حصہ بھی اس سے ہوگا کہ جس میں اس کی پیشانی پسینہ والی نہ ہوئی۶ (شرح سنہ)

(۳۸۸۳)۱ یعنی زکوۃ کے مصرف وہ آٹھ ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔ فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ القلوب، گردنیں چھوڑانا، مقروض، مسافر فی سبیل اللہ یعنی مجاہدین۲ یعنی اب مال غنیمت کا خمس ان چار مصارف پر ہوگا ذی قربیٰ، یتیم، مساکین، مسافر، یہ خمس کے اہل ہیں۔۳ یعنی فئی جو کہ کفار کا مال ان سے بغیر لڑے بھڑے مل جائے وہ اللہ رسول کا ہے۔ اسے ان پانچ مقامات پر خرچ کیا جائے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اللہ رسول، ذی قربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر، اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۴ یعنی اللہ تعالٰی نے فئی کی تقسیم کے بیان میں: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ (۵۹، ۱۰) اور وہ جو ان کے بعد آئے (کنزالایمان) فرما کر تا قیامت مسلمانوں کو شامل فرمالیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فئی کو ایسے کاموں پر خرچ کیا جائے۔ جس سے تمام مسلمان، ان کی آئندہ نسلیں فائدہ اٹھاتی رہیں۔ جیسے غازیوں، علماء قاضیوں، پل کی تعمیروں پر بخلاف پچھلی دو آیتوں کے کہ زکوۃ کے مصارف اور غنیمت کے مصرف خاص لوگ قرار دیئے گئے۔۵ بسر اور حمیر یمن کی دو بستیاں ہیں۔ بسر یمن کا ایک گاؤں ہے۔ اور حمیر وہاں کا مشہور شہر ہے۔ یہ بستیاں مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر ہیں۔ اس لئے بطور مثال ان کا نام لیا۔ یعنی دور دراز ملکوں کے مسلمانوں کا بھی فئی میں حصہ ہے۔۶ یعنی وہ دور دراز ملکوں کے مسلمان جنہوں نے کبھی جہاد نہ کئے وہ بھی اس فئے کے حصہ دار ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق تقسیم فئی میں برابر کے قائل تھے کہ سب کو برابر حصہ دیا جائے۔ مگر حضرت عمر فاروق فرق مراتب کے لحاظ سے تقسیم میں فرق کرنے کے قائل تھے۔ یہ تھا ان کا اجتہادی اختلاف چنانچہ حضرت عمر عطا فئی میں جناب عائشہ کو اپنی بیٹی حفصہ پر ترجیح دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ یہ دونوں حضور کی زوجہ ہیں مگر حضرت عائشہ محبوبہ زوجہ ہیں اور حفصہ کے والد یعنی میں حضور کو اتنے پیارے نہ تھے جتنے عائشہ کے والد حضرت ابوبکر حضور کو پیارے تھے (مرقات) حضرت عبداللہ ابن عمر کو ایک بار فئی کا حصہ حضرت اسامہ ابن زید سے کم دیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں اور اسامہ ہجرت میں یکساں ہیں۔ پھر آپ نے عطا میں فرق کیوں فرمایا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اسامہ کے باپ زید حضور کو زیادہ پیارے تھے۔ تمہارے باپ عمر سے اور اسامہ حضور کو زیادہ پیارے تھے تم سے (مرقات) بہرحال حضرت عمر فاروق تقسیم فئی میں فرق کے قائل تھے۔ امام شافعی مساوات کے قائل ہیں۔ وہ فئی کو میراث اور غنیمت پر قیاس کرتے ہیں کہ میراث عالم و جاہل بیٹے کو برابر ملتی ہے۔ یوں ہی غنیمت کا مال افضل وادنی مجاہد کو برابر ملتا ہے۔ (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ فِيْمَا احْتَجَّ بِهٖ عُمَرُ اَنْ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ صَفَايَا بَنُوا النَّضِيْرِ وَخَيْبَرُ وَ فَدَكُ فَاَمَّا بَنُو النَّضِيْرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَآئِبِهٖ وَ اَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِاَبْنَاءِ

(۳۸۸۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ جن سے حضرت عمر نے دلیل پکڑی ان میں یہ تھا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزیں پسند کی ہوئی تھیں ابنی نضیر خیبر اور فدک۲ تو بنی نضیر یہ تو آپ کی حاجات کے لئے مخصوص تھا۳ لیکن فدک تو وہ مسافروں کے

السَّبِيلِ وَاَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْئَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُزْأً نَفَقَةً لِاَهْلِهِ فَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ اَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

لئے مخصوص موقوف تھا۴ لیکن خیبر تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں پر تقسیم فرمادیا۵ دو حصوں کو مسلمانوں کے درمیان اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کا خرچہ پھر اپنے گھر کے خرچ سے جو بچا اسے فقراء مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیا۶ (ابوداؤد)

(۳۸۸۴)۱؎ صفایا جمع ہے صفیہ کی بمعنی پسند کی ہوئی چھانٹی ہوئی چیز حق تعالٰی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ مال غنیمت میں جو چاہیں اپنے واسطے پسند فرمالیں' باقی تقسیم فرمادیں۔ حضرت صفیہ ام المومنین کو صفیہ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے واسطے خاص فرمایا تھا کیونکہ آپ یہود کے سردار کی بیٹی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اولاد سے تھیں۔ انہیں آزاد فرماکر ان سے نکاح کرلیا تھا۔ ۲؎ بنی نضیر کی زمین مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر تھی۔ خیبر وہاں سے ایک سو ساٹھ میل فاصلہ پر ہے اور فدک خیبر سے تین میل ہے۔ اب صرف زمین سفیدہ ہے وہاں باغ نہیں' ہم نے خیبر کی زیارت کی ہیں۳؎ کہ وہاں کی آمدنی اپنی ازواج پاک' مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرتے تھے۔ ۴؎ یعنی مسافروں کے لئے نامزد یا موقوف تھا کہ ہر مسافر حاجت منداس سے خرچ کرے۔ ۵؎ یعنی حضور انور نے خیبر کے تین حصے کردیئے تھے کیونکہ خیبر کی بہت سی بستیاں تھیں نیز خیبر کا کچھ حصہ لڑکر حاصل ہوا تھا کچھ صلح سے' لہٰذا یہ فئی بھی تھا اور غنیمت بھی (مرقات) جو حصہ لڑکر فتح ہوا تھا۔ اس میں حضور انور کا خمس تھا اور جو حصہ بغیر لڑے حاصل ہوا تھا وہ خالص اپنی ملک تھا۔ اسی سے گھر کا خرچ چلتا تھا لیکن اس خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ بھی مہاجرین فقراء پر خرچ فرمادیتے تھے ان کی غریبی کی وجہ سے' انصار بفضلہ تعالٰی غنی تھے۔ اس لئے ان پر خرچ نہ فرماتے (اشعۃ اللمعات) اس توجیہ سے حدیث بالکل ظاہر ہوگئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ جَمَعَ بَنِيْ مَرْوَانَ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ فَدَكُ فَكَانَ يَنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُوْدَ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيِّمَهُمْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَاَلَتْهُ اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهَا فَاَبٰى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ فَلَمَّا اَنْ وُلِّيَ اَبُوْبَكْرٍ عَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيٰوتِهٖ حَتّٰى مُضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا اَنْ وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَمِلَ فِيْهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانُ ثُمَّ صَارَتْ

(۳۸۸۵) روایت ہے حضرت مغیرہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کی اولاد کو جمع فرمایا۲؎ جب آپ خلیفہ ہوئے پھر فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس سے آپ خرچ فرماتے تھے اور اس سے بنی ہاشم کے بچوں پر لوٹاتے تھے اسی میں سے اور اسی سے ان کی بیوگان کا نکاح کرتے تھے۳؎ اور حضرت فاطمہ نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ انہیں دے دیں تو انکار فرمادیا تھا۴؎ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں اسی طرح رہا۔ حتیٰ کہ حضور اپنی راہ تشریف لے گئے پھر جب ابوبکر صدیق خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اس میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی شریف میں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ بھی اپنی راہ گئے۔ پھر جب حضرت عمر ابن خطاب خلیفہ بنائے گئے تو

لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فَرَاَيْتُ اَمْرًا مَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ وَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ رَدَدْتُهَا عَلٰى مَا كَانَتْ يَعْنِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد)

انہوں نے اس میں وہی کام کئے جوان دونوں بزرگوں نے کئے تھے ۵؎ حتیٰ کہ وہ بھی اپنی راہ گئے پھر اسے مروان نے بانٹ لیا ۶؎ پھر وہ عمر ابن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو میں سمجھتا ہوں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو نہ دیا اس میں میرا حق نہیں کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اسے اسی حال کی طرف لوٹاتا ہوں جہاں پر وہ تھا یعنی حضور اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں ہے (ابوداؤد)

(۳۸۸۵) ۱؎ خیال رہے کہ مغیرہ تین ہیں۔ایک صحابی دو تابعی مغیرہ ابن شعبہ صحابی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہو چکے، اور اکثر مغیرہ کہنے سے یہی مراد ہوتے ہیں دوسرے مغیرہ ابن زید موصلی یہ تابعی ہیں۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔تیسرے مغیرہ ابن مقسم کوفی نابینا تھے۔فقیہ و متقی تھے۔۱۳۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔یہاں یہ تیسرے مغیرہ مراد ہیں نہ کہ مغیرہ ابن شعبہ صحابی کیونکہ حضرت مغیرہ صحابی کا انتقال ۵۰ھ پچاس ہجری میں ہوا اور عمر ابن عبدالعزیز ۹۹ ننانوے ہجری میں والی بنے تو یہ واقعہ حضرت مغیرہ صحابی کیسے بیان کر سکتے ہیں (مرقات) مگر حضرت شیخ کو یہاں سخت دھوکا لگا کہ وہ مغیرہ ابن شعبہ فرما گئے۔یہاں تیسرے مغیرہ یعنی ابن مقسم کوفی مراد ہیں۔۲؎ آپ عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان ابن حکم ہیں۔قرشی ہیں، اموی ہیں۔آپ کی کنیت ابوحفص ہے آپ کی والدہ لیلیٰ بنت عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں۔یعنی حضرت عمر فاروق کی پوتی، سلیمان ابن عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوئے۔۹۹ہجری میں۔۱۰۱ ہجری میں وفات پائی۔مدت خلافت کل دو سال پانچ مہینہ عمر شریف چالیس سال ہوئی، یا اس سے بھی چند ماہ کم، متقی، زاہد شب بیدار بہت ہی خوف خدا رکھنے والے بزرگ تھے۔جب آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے آپ کے زمانہ خلافت کے حالات پوچھے گئے تو فرمانے لگیں کہ خلیفہ بننے کے بعد کبھی غسل جنابت نہ کیا۔رات کا اکثر حصہ آہ وزاری میں گزارتے تھے ۳؎ یعنی باغ فدک کی آمدنی سے حضور انور یہ کام کرتے تھے۔اولًا اپنے گھر بار پر خرچ پھر فقراء و اقارب پر خرچ فرماتے یعود کے معنی ہیں بار باران پر خرچ فرمانا۔یہ فرق ہے عائدہ اور فائدہ کے درمیان فائدہ ایک بار نفع اور عائدہ بار بار نفع۔۴؎ یعنی حضرت فاطمہ زہرا نے حضور کی زندگی پاک میں باغ فدک حضور سے مانگا۔آپ نے تملیک سے انکار فرما دیا۔حضور چاہتے تھے کہ باغ میرے بعد وقف رہے کیوں کہ حضرات انبیاء کرام کا متروک مال وقف ہوتا ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ حضرت علی نے بھی اسے اپنی خلافت میں تقسیم نہ فرمایا۔۵؎ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے صرف متولی ہونے کی حیثیت سے اس باغ کی آمدنی کا انتظام فرمایا۔کسی نے اسے اپنی ملکیت قرار نہ دیا۔حضرات امہات المومنین نے عثمان غنی کو حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے لئے بھیجنا چاہا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے منع فرما دیا۔وہ حدیث سنا کر کہ حضرات انبیاء کرام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی (دیکھو اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح) جناب فاطمہ زہرہ نے صدیق اکبر سے میراث مانگی تو آپ نے وہی حدیث سنا کر تقسیم میراث سے انکار فرما دیا جسے حضرت زہرا نے قبول فرمایا اور اس کے متعلق کبھی ذکر تک نہ کیا کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ سرکار، فرمان مصطفیٰ سن کر ناراض ہوتیں۔فغضبت کے معنی ہیں کچھ اور ہیں جو انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔بہرحال یہ باغ وقف رہا ۶؎ یعنی مروان ابن حکم نے اپنے دور حکومت میں باغ فدک آپس میں تقسیم کرلیا کہ کچھ حصہ اپنے پاس رکھا۔کچھ اپنے عزیزوں کو دیا۔یہی صحیح ہے۔مرقات نے فرمایا کہ مروان کی یہ تقسیم خلافت عثمانی میں ہوئی۔محض غلط ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان و علی زندہ ہوں اور مروان

کی یہ حرکت دیکھ کر خاموش رہیں اور حضرت علی اپنے دور حکومت میں اس کی یہ تقسیم قائم رکھیں۔ مرقات نے یہ سخت غلطی کی ہے۔ اشعۃ اللمعات نے یہی فرمایا کہ مروان کی یہ حرکت اپنے دور حکومت میں تھی۔ خیال رہے کہ مروان ابن حکم حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے۔ یہ زمانہ نبوی میں پیدا تو ہوا مگر حضور کے دیدار سے محروم رہا۔ کیونکہ حضور انور نے ان کے باپ حکم کو مدینہ سے طائف نکال دیا تھا۔ یہ اس وقت بہت کم سن تھا خلافت عثمانی میں یہ مدینہ منورہ آیا۔ لہٰذا مروان صحابی نہیں۔ ۴؎ یعنی اس باغ میں میرا کچھ حصہ نہیں۔ یہ اسی طرح وقف رہے گا جیسے ان حضرات کے زمانہ میں وقف تھا چنانچہ آپ نے تمام بنی امیہ سے وہ باغ واپس لے کر ویسے ہی وقف قرار دے دیا۔ یہ عدل وانصاف آپ کے انتہائی تقویٰ طہارت خوف خدا کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں باغ فدک حضرت علی و عباس کی تولیت میں دے دیا تھا۔ یہ دونوں حضرات متولی تھے نہ کہ مالک، پھر ان دونوں نے اس کی تقسیم چاہی تو جناب فاروق نے فرمایا کہ تقسیم کیسی، یہ تمہاری ملکیت نہیں، صرف تولیت ہے۔ یہ قصہ بخاری شریف وغیرہ میں بہت تفصیل سے مذکور ہے۔ خیال رہے کہ حضرت علی وعباس نے ملکیت کی تقسیم نہ چاہی تھی۔ بلکہ تولیت کی تقسیم کی خواہش کی تھی۔ حضرت عمر نے اس کو بھی قبول نہ فرمایا تاکہ آگے چل کر یہ تقسیم ملکیت کا ذریعہ نہ بن جائے حضور کا متروکہ مال سارے مسلمانوں کے نفع پر خرچ ہوگا مگر اس کا انتظام یا بادشاہ کرے گا یا جسے بادشاہ اسلام مقرر فرمادے۔

كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَآئِحِ — شکاراور ذبیحوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

صید مصدر ہے بمعنی شکار کرنا۔ کبھی خود شکار کردہ جانور کو بھی صید کہتے ہیں یعنی مفعول پر صدر بول دیتے ہیں۔ شکار حرم حرام ہے۔ یوں ہی بحالت احرام شکار کرنا حرام ہے۔ محض تفریح یعنی لہو ولعب کے لئے شکار کرنا بہتر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا۔ بعض صحابہ کرام شکار کرتے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کیا کرتے تھے۔ ذبائح جمع ہے ذبیح کی بمعنی ذبح کیا ہوا جانور۔

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَاِنْ اَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهِ فَاِنْ وَجَدْتَّ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهٗ وَقَدْ قُتِلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَيُّهُمَا قَتَلَ وَاِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ يَجِدْ فِيْهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ اِنْ شِئْتَ وَاِنْ وَجَدْتَّهٗ غَرِيْقًا فِيْ

(۳۸۸۶) روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنا کتا چھوڑو تو اللہ کا نام لے دو۲؎ پھر اگر کتا تم پر روک رکھے پھر تم اسے زندہ پالو تو ذبح کرلو۳؎ اور اگر ایسے پاؤ کہ کتے نے قتل کردیا ہو اور اسے کھایا نہ ہو تو بھی کھالو اور اگر کھالیا ہو تو اس نے اپنی ذات کے لئے روکا ہے۴؎ اگر اپنے کتے کے ساتھ دوسرا کتا پاؤ حالانکہ قتل کیا گیا ہو تو نہ کھاؤ۵؎ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس نے قتل کیا اور جو تم اپنا تیر مارو تو اللہ کا نام لے لو۶؎ پھر اگر شکار تم سے دن بھر غائب رہے تم اس میں اپنے تیر کے اثر کے سوا نہ پاؤ تو اگر چاہو تو کھالو۷؎ اور اگر تم اسے

الْمَآءِ فَلاَ تَاْكُلْ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ۸(مسلم بخاری)

(۳۸۸۶)۱؎ آپ عدی ابن حاتم ابن عبداللہ ابن سعد طائی ہیں۔شعبان ۷ھ سات ہجری میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔پھر حضرت علی کے پاس کوفہ میں رہے۔حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل صفین نہروان میں حاضر رہے۔جنگ جمل میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی مقام کوفہ میں ۶۷ھ میں وفات پائی۔ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔آپ بہت قد آور سخی تھے۔۲؎ یعنی شکاری کتے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو کہ شکاری کتا تیز تیر کی طرح مانا گیا ہے۔جیسے شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ایسے ہی اس وقت' لہٰذا اگر شکاری کتا خود ہی شکار پر حملہ کردے تو بغیر ذبح شکار حلال نہ ہوگا۔۳؎ یعنی کتے نے جانور کو پکڑ لیا مگر ہلاک نہ کیا۔تم نے اسے زندہ پالیا تو ذبح کرنا فرض ہے اور اگر ذبح نہ کیا اور اب وہ مرگیا تو حرام ہوگیا۔۴؎ یہ امر اباحت کے لئے ہے۔یعنی یہ جانور حلال ہے اسے کھا سکتے ہو اور نہی تحریم کے لئے ہے۔یعنی اگر کتے نے اس کے گوشت سے کچھ کھالیا تو تمہیں اس کا کھانا حرام ہے۔کیونکہ اس کھالینے سے معلوم ہوا کہ ابھی کتا معلم نہیں شکار میں جاہل ہے اور جاہل کتے کا شکار حرام ہے اگر وہ مرگیا ہو۔۵؎ یہ اسی صورت میں ہے کہ دوسرا کتا غیر معلم ہو تو اسے شکار پر نہ چھوڑا گیا ہو یا دیدہ دانستہ بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو یا کسی مجوسی یا ہندو وغیرہ نے چھوڑا ہو جس کا ذبیحہ حرام ہے۔اگر دوسرا کتا بھی معلم کسی مسلمان شکاری نے بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو۔پھر ان دونوں نے شکار کیا تو شکار حلال ہے(دیکھو کتب فقہ اور مرقات)اگر شرائط میں سے کسی شرط کا علم نہ ہو تب بھی شکار حرام ہے بہرحال اس میں بہت پابندی ہے۔(اشعہ)۶؎ تیر سے مراد ہر دھار دار یا نوکیلا ہتھیار ہے جو جسم کو دھار سے کاٹ سکے۔لہٰذا اگر شکاری جانور پر تلوار یا چاقو پھینک کر مارا اور وہ دھار یا نوک کی طرف سے لگا تو بھی حلال ہے لیکن غلہ یا گولی کا مارا ہوا حرام ہے تاوقتیکہ ذبح نہ کیا جائے۔۷؎ یعنی اگر تمہارا دل گواہی دے کہ یہ تمہارے تیر سے ہی مرا ہے تو کھا سکتے ہو۔اگر دل نہ چاہے اس میں شبہ ہو کہ شاید کسی اور وجہ سے مرا ہوگا تو نہ کھاؤ(مرقات)۸؎ کیونکہ اب شبہ ہے کہ شاید یہ ڈوب کر مرا ہو مشکوک چیز سے پرہیز کرو۔

وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرْسِلُ الْكِلاَبَ الْمُعَلَّمَةَ: قَالَ كُلْ مَا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ اِنَّا نَرْمِىْ بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَا خَزَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلاَ تَاْكُلْ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۸۷) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم اپنے سکھائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں۔۱؎ فرمایا جو تم پر روک لیں وہ کھالو۔میں نے کہا: اگرچہ قتل کردیں۔فرمایا: اگرچہ قتل کردیں۔۲؎ میں نے کہا: ہم تیر سے مارتے ہیں۔۳؎ فرمایا: جو پھاڑ دے وہ کھالو اور جو چوڑائی میں لگے پھر قتل کردے تو وہ موقوذہ ہے وہ نہ کھاؤ۔۴؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۸۷)۱؎ کلب معلم(شکاری)وہ کتا ہے جو مالک کے چھوڑنے پر دوڑ جائے واپسی کے اشارہ پر واپس آجائے اور شکار میں کچھ نہ کھائے۔جب تین بار اس کا تجربہ کرلیا جائے تو وہ معلم ہے اگر وہ جانور کو زخمی کردے اور جانور مرجائے تو حلال ہے۔اگر بغیر زخم کے مرگیا تو حرام ہے۔۲؎ بشرطیکہ جانور اس کے دانت سے زخمی ہو' خون بہا ہو۔۳؎ معراض وہ بھاری تیر ہے جس میں نہ پر ہو نہ نوک والا لوہا' لکڑی نوکیلی ہو۔۴؎ یعنی وہ تیر وسط کے لحاظ سے لاٹھی ہے۔کنارہ کے لحاظ سے تیر ہے۔لہٰذا اگر نوک کی طرف سے لگے تو حلال ہے۔اگر لاٹھی کی طرح بیچ سے لگے' جس کے بوجھ سے شکار مرجائے تو وہ لاٹھی سے مارا ہوا ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِىِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اِنَّا

(۳۸۸۸) روایت ہے ابوثعلبہ خشنی سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض

بِاَرْضِ قَوْمٍ اَهْلِ الْكِتَابِ اَفَنَاْكُلُ فِيْ اٰنِيَتِهِمْ وَبِاَرْضِ صَيْدٍ اَصِيْدُ بِقَوْسِيْ وَبِكَلْبِي الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِيْ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ اٰنِيَةِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَيْرَهَا فَلَا تَاْكُلُوْا فِيْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِيْهَا وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَكْتَ ذَكٰوتَهٗ فَكُلْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کیا: یا نبی اللہ ہم اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں۔۲ اور ہم شکار کی زمین میں ہیں اپنی کمان اور اپنے سکھائے ہوئے کتے سے اور بغیر سکھائے کتے سے شکار کرتا ہوں تو کیا چیز درست ہے۔۳ فرمایا: جو تم نے کتابیوں کے برتنوں کے متعلق پوچھا تو اگر تم اس کے سوا اور برتن پاؤ تو اس میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو اسے دھو لو اور اس میں کھاؤ۔۴ اور جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو کھاؤ۔۵ اور جو تم اپنے سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لو تو کھا لو اور جو اپنے غیر سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو تو اس کی ذبح کو پالو تو کھا لو۔۶ (مسلم بخاری)

(۳۸۸۸) آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ قبیلہ خشن سے ہیں۔ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قوم کا مبلغ بنا کر بھیجا۔ آپ کی تبلیغ سے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کا قیام شام میں رہا۔ (۷۵ھ) پچھتر ہجری میں وفات پائی۔ (اشعہ ومرقات) ۲ یعنی ہم کو ان اہل کتاب کے گھروں یا دکانوں میں کبھی کھانا پڑ جاتا ہے یا وہ لوگ کبھی ہم کو سالن وغیرہ بھیجتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا لیا کریں۔ خیال رہے کہ اہل کتاب سے خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ ان کے ہدیے قبول کرنا بھی جائز ہے۔۳ یعنی ہمارے ملک میں شکار بہت پایا جاتا ہے اور ہم لوگ عموماً شکار کیا کرتے ہیں' تیروں سے بھی شکاری کتوں سے بھی اور آوارہ کتوں سے بھی ان میں سے کون سا شکار حلال ہے کون سا نہیں نہایت قابلیت کا سوال ہے۔ ایک عبارت میں چار مسئلے پوچھ لئے۔۴ اس بے نظیر و بیمثال جواب میں فتویٰ بھی ہے۔ تقویٰ بھی' تقویٰ یہ ہے کہ ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور فتویٰ یہ ہے کہ دھو کر کھا لو۔ یہ ان کفار کے استعمال کے برتنوں کا ذکر ہے جن میں قوی احتمال یہ ہے کہ وہ سور اور شراب استعمال کرتے ہوں گے ان کے غیر استعمال برتن جو بالکل نئے ہوں ان کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ ان کے ہاں پکا ہوا کھانا بھی اسی تفصیل پر ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نہ کھائے ممکن ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں پکایا ہو جس میں سور بھی پکاتے ہوں اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس کی طہارت غالب گمان سے معلوم ہو تو کھا لے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔۵ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر مارا ہو۔ حقیقۃً پڑھا ہو یا حکماً اور جانور مر گیا ہو تو کھا لو کہ اس کا یہ ذبیحہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ اگر مسلمان ذبح یا تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو ذبیح و شکار حلال ہے۔ دانستہ چھوڑ دیا تو احناف کے ہاں حرام ہے۔ شوافع کے ہاں جائز ہے۔ تحقیق کتب فقہ پر ملاحظہ کرو۔۶ یعنی شکاری کتا جس پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ دی گئی ہو' اگر جانور اس سے زخمی ہو کر مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور آوارہ کتے کا شکار اگر زندہ مل جائے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام خلاصہ یہ ہے کہ مردہ شکار کے حلال ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائیں۔ کتے کا معلم یعنی شکاری ہونا۔ اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا۔ زخمی ہو کر جانور کا مرنا کہ اس کا خون بہ جائے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ ہو تو شکار حرام ہے۔ ربّ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں آج کل تفسیر قرآن کا چھٹا پارہ لکھ رہا ہوں اور مراۃ کی چھٹی جلد اور حسن اتفاق ہے کہ آج تفسیر نعیمی میں سورہ مائدہ کی تفسیر میں شکار کی آیت کی تفسیر' شکار کے مسائل آج ہی لکھے ہیں اور مراۃ میں بھی یہی مسائل آج ہی لکھ رہا ہوں۔ ربّ تعالیٰ قبول فرمائے۔ یہ آج پندرہ جمادی الآخر ۱۳۸۵ھ گیارہ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز

دوشنبہ لکھ رہا ہوں۔رب تعالٰی دونوں کتابیں قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَاَدْرَكْتَهُ فَكُلْ مَا لَمْ يُنْتِنْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِم)

(۳۸۸۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اپنا تیر مارو پھر شکار تم سے غائب ہو جائے پھر تم اسے پالو تو جب تک بو نہ دے کھالو۔ا(مسلم)

(۳۸۸۹)ا یہ اس صورت میں ہے جب معلوم ہو کہ جانور تیر سے ہی مرا ہے کسی اور سبب سے نہ مرا' لیکن اگر اس میں شک ہو تو نہ کھائے۔مثلاً تیر خوردہ جانور پانی میں ڈوبا ہوا ہو تو نہ کھاؤ کہ شاید پانی میں ڈوب کر مرا ہو' سڑا' بسا گوشت یا اور غذا جو بدبودار ہو اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر مضر صحت ہو تو مکروہ تحریمی ہے (شائی' مرقات) مگر سڑی چربی جو بو دے رہی ہو اگر پکا کر کھائی جائے جس سے اس کی بو اور ضرر دونوں جاتے رہیں تو جائز ہے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُ صَيْدَهُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۹۰) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے اس کے متعلق فرمایا جو اپنا شکار تین دن بعد پائے تو کھالو جب تک بو نہ دے۔ا(مسلم)

(۳۸۹۰) تین دن کی قید اتفاقی ہے۔اگر موسم گرما ہو اور ایک دو دن میں ہی بو پیدا ہو جائے تو نہ کھائے اور اگر سخت سردی کا موسم ہو کہ چار دن میں بھی بو پیدا نہ ہو تو کھا لیا جائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هُنَا اَقْوَامًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَاْتُوْنَنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ اَيَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوْا اَنْتُمْ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۸۹۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہاں کچھ ایسی قومیں ہیں جن کا زمانہ شرک کے قریب میں ا ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم جانتے نہیں کہ اس پر اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں۔فرمایا: تم بسم اللہ کرو اور کھاؤ ۲(بخاری)

(۳۸۹۱)ا یعنی وہ لوگ مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر انہیں مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے اسلامی احکام سے بے خبر ہیں۔ذبح وغیرہ کے احکام نہ جانتے ہوں گے ان کے متعلق شک ہی ہے کہ انہوں نے بسم اللہ سے ذبح کیا ہے یا بغیر بسم اللہ یوں ہی۔۲ یعنی تم بلاوجہ مسلمان کے ذبیحہ پر شک نہ کرو وہ حلال ہے تم بلا دغدغہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر بوقت ذبح بسم اللہ نہ پڑھی گئی' تو اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا کافی ہوگا یہ تو ناممکن ہے۔لہٰذا یہ حدیث واضح ہے۔

وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِيْ قِرَابِ سَيْفِيْ هٰذَا فَاَخْرَجَ صَحِيْفَةً فِيْهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ

(۳۸۹۲) روایت ہے حضرت ابوطفیل سے ا فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے پوچھا گیا: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز سے خاص کیا ہے۔۲ فرمایا: ہم کو حضور نے کوئی خاص چیز نہ دی جو عام لوگوں کو نہ دی ہو۔۳ سوائے اس کے جو میری اس تلوار کے پر تلے میں ہے۔۴ چنانچہ آپ نے ایک کتابچہ نکالا۔جس میں تھا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کرے۔۵ اور اللہ

وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس پر لعنت کرے جو زمین کے نشان چرائے ایک روایت یوں ہے کہ جو زمین کے نشان بدلے۔۶؎ اور اپنے باپ پر لعنت کرے۔۷؎ اور اللہ اس پر لعنت کرے جو بدعتی کو جگہ دے۔۸؎ (مسلم)

(۳۸۹۲)۱؎ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی کنانی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔حضور کی وفات سے آٹھ سال پہلے ایمان لائے حضور کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔۱۰۲ھ ہجری میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔روئے زمین پر آخری صحابی آپ ہی ہیں جن کی وفات سے دور صحابہ ختم ہوگیا اور آپ کی وفات سے زمین صحابہ سے خالی ہوگئی بہت فصیح اور حاضر جواب تھے رضی اللہ عنہ (مرقات واشعۃ)۲؎ خلافت حیدری میں روافض کا ظہور ہوا۔ان لوگوں نے مشہور کیا تھا کہ اصلی قرآن اور اصلی تعلیم اسلام اہل بیت اطہار کے خصوصاً حضرت علی کے پاس ہے۔جو ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے ہیں اور کسی کے پاس نہیں ہے۔اس لئے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسے سوالات کیا کرتے تھے۔۳؎ یعنی وہی قرآن اور حضور کی وہی تعلیم میرے پاس ہے جو عام مسلمانوں کے پاس ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری شریعت سارے لوگوں کو دے گئے ہیں۔۴؎ تلوار سے مراد ذوالفقار ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عطا فرمائی تھی' قراب قاف کے کسرہ سے تلوار کا ظرف جس میں میان کی ہوئی تلوار رکھی جاتی ہے۔یعنی کچھ اوراق تھوڑے سے ہیں جو میں نے اپنی یاداشت کے لئے اس پرتلے میں رکھ لئے ہیں اور اتنے تھوڑے ہیں جو اس میں آ گئے۔ستر گز لمبا چوڑا قرآن مجید اس پرتلہ میں کیونکر آ سکتا ہے۔۵؎ جیسے مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں جو مسلمان یہ عمل جائز سمجھ کر کرے وہ مشرک و مرتد ہے۔۶؎ منار جمع ہے منارۃ کی بمعنی علامت ظاہر یہ ہے کہ اس سے زمین کی حدود کی علامات مراد ہیں جو ملکی حدود ہو یا شخصی حدود مثلاً کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کے کھیت' باغ مکان کے حصوں پر ناجائز قبضہ کرنے کے لئے اس کی حدود مٹادے۔ایسے ہی ملکی سرحدوں کی علامات کا حال ہے اور ہوسکتا ہے کہ علامات سے مراد راستہ کے راہبری کے نشانات ہوں جو مسافر کی رہنمائی کرتے ہیں۔جیسے میل' فرلانگ یا راستہ دکھانے والے علامات' جیسے چوراہوں پر لکڑی کے ہاتھ لگے ہوتے ہیں۔جن پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شہر کا راستہ یہ ہے۔چونکہ ان کے مٹانے سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس لئے اس پر یہ عتاب فرمایا گیا۔۷؎ اپنے باپ کو گالی دینے کی دو صورتیں ہیں۔براہ راست گالی دینا۔دوسرے اس طرح کہ تم کسی کے باپ کو گالی دو تو جواب میں تمہارے باپ کو گالی دے کہ یہ در پردہ تمہارا ہی گالی دینا ہے۔

گر مادر خویش دوست داری دشنام مدہ بمادر کس

(ترجمہ) اگر تم کو اپنی ماں کی عزت پیاری ہے تو دوسرے کی ماں کو گالی نہ دو۔

۸؎ محدث دال کے کسرہ سے' اس کے دو معنی ہیں۔ایک تو ظالم جانی جو کسی کو قتل یا زخمی کرے جس سے اس پر قصاص لازم ہو جو اسے چھپائے اس کی پناہ بنے' اس کی حمایت کرے اس پر لعنت ہے۔ظالم کو سزا دلوانا چاہیے۔اسے چھپانے بچانے کی کوشش نہ کرنا چاہیے (مرقات) دوسرے بدعتی اور اس سے مراد اعتقادی بدعت ہے یعنی اسلام میں نئے عقائد نکالنے والا بھی لعنتی ہے اور جو اس کی حمایت و حفاظت و مدد کرے وہ بھی لعنتی ہے۔جیسے معتزلہ' خوارج' روافض وغیرہ ان کی اصلاح کرنا چاہیے نا کہ ان کی حمایت (اشعہ) خیال رہے کہ مومن گنہگار کو وصف کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔جیسے جھوٹوں پر لعنت مگر نام لے کر لعنت صرف کفار کے لئے ہے اور بعد موت اس کافر پر لعنت جائز ہے جس کا کفر کرنا دلائل سے معلوم ہو ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کافر لعنتی تھا۔(اشعہ)

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكَ عَنْهُ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَّاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ وَاَصَبْنَا نَهْبَ اِبِلٍ وَ غَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهٰذِهِ الْاِبِلِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَاِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰكَذَا ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۸۹۳) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم کل دشمن سے بھڑنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھریاں ہی نہیں تو کیا ہم بانس سے ذبح کریں[۱] فرمایا: جو خون بہائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو کھالو[۲] سوائے دانت اور ناخن کے میں اس کے متعلق بتاتا ہوں لیکن دانت تو ہڈی ہے[۳] لیکن ناخن وہ حبشیوں کی چھری ہے[۴] اور ہم نے اونٹ و بکریاں غنیمت میں حاصل کیں تو ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو ایک شخص نے اسے تیر مار کر دھرلیا[۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اونٹوں کی عادات وحشیوں کی عادات سی ہیں[۶] تو جب ان میں سے کوئی جانور تم پر غالب آئے تو تم ان سے یہی کرو[۷] (مسلم بخاری)

(۳۸۹۳)[۱] کل سے مراد یا تو اگلا زمانہ ہے یا اگلا کل مقصد یہ ہے کہ ہم جہاد میں جاتے ہیں۔ان کے جانور غنیمت میں ملتے ہیں کبھی انہیں ذبح کرنا پڑجاتا ہے اور ہمارے پاس چھری ہوتی نہیں کیا ہم بانس کی کھپچ سے ذبح کرلیں۔کیونکہ اس میں بھی دھار ہوتی ہے۔جانور ذبح ہوسکتا ہے۔بانس کا نام بطور مثال لیا ہے مراد ہے ہر دھار دار چیز بانس کا ٹکڑا ہو، کانچ کا یا پتھر کا[۲] یعنی ہاں ذبح کرسکتے ہو اور کھاسکتے ہو۔یہ حکم شکار اور غیر شکار سب کو شامل ہے تیر یا تلوار سے شکار کو قتل کیا تو حلال ہے یوں ہی دھار دار آلہ سے بکری کو ذبح کیا حلال ہے۔[۳] اور ہڈی سے جیسے استنجا کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہوجاتی ہے ایسے ہی ذبح کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہوگی۔یہ ہمارے بھائی جنات کا کھانا ہے۔[۴] لہذا اس سے ذبح کرنے میں کفار حبشہ سے مشابہت ہے لہذا اس سے بچو، خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک جبڑے میں جڑے ہوئے دانتوں اور اپنے مقام پر لگے ہوئے ناخن کا ذبیحہ حرام ہے اور الگ دانت الگ ناخن سے ذبح کرنا مکروہ مگر اس سے ذبح ہوجائے گا۔باقی اماموں کے ہاں مطلقاً دانت و ہڈی کا ذبیحہ حرام ہے۔دلائل کتب فقہ میں اور مرقات واشعہ میں ملاحظہ کرو۔[۵] یعنی غنیمت کا ایک اونٹ سرکش ہوکر بھاگ گیا۔پکڑا نہ جاتا تھا۔تو ایک شخص نے اسے تیر مارا جس سے وہ زخمی ہوکر گر گیا اور مرگیا (مرقات)[۶] اوابد جمع ہے آبدۃ کی آبہ کے معنی ہیں نفرت اور وحشت کی عادت یعنی اونٹ ہے تو پالتو جانور مگر کبھی اس میں وحشی جانوروں کی نفرت و وحشت ہوجاتی ہے اور یہ وحشی بن جاتے ہیں۔[۷] یعنی پالتو جانور کا ذبح حلق و گلے میں ہوتا ہے اور شکار کا جانور جو قبضہ میں نہ ہو اس کا ذبح یہ ہے کہ جہاں بھی شکاری کا تیر لگ جائے وخون بہ جائے ذبح ہوجائے گا مگر جب پالتو جانور وحشی ہوکر قبضہ سے باہر ہوجائے تو اس کا ذبح بھی اس طرح درست ہوگا کہ جہاں تیر لگ جائے خون نکل جائے ذبح درست ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر بکری یا مرغی کنوئیں میں گر جائے وہاں مر رہی ہو تو اس کا ذبیحہ بھی اسی طرح ہوجائے گا۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلّٰى

(۳۸۹۴) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے[۱] کہ ان کی ایک بکری تھی سلع میں چرتی تھی[۲] تو ہماری ایک لونڈی نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو اس نے پتھر توڑا اس سے اسے ذبح کردیا[۳] تو انہوں

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ بِاَکْلِھَا ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو حضور نے اس کے کھانے کی اجازت دی۴ (بخاری)

(۳۸۹۴) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں آپ ہی غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے۔آپ ہی کے متعلق سورہ توبہ کی مشہور آیات نازل ہوئیں۔۲؎ سلع مدینہ منورہ میں غربی جانب مشہور پہاڑ ہے۔جس پر غار واقع ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔فقیر نے بھی بارہا اس کی زیارت کی ہے۔۳؎ یعنی ایک بکری ریوڑ میں اچانک مرنے لگی تو چرانے والی لونڈی نے ایک پتھر لمبائی میں توڑا جس سے اس میں دھاردار کنارہ پیدا ہوگیا۔اس دار کی طرف سے اسے ذبح کردیا۔کیونکہ چھری موجود نہ تھی۔۴؎ یعنی بکری حلال ہوگئی۔اس کا کھانا جائز ہے۔معلوم ہوا جس دھاردار چیز سے ذبح کردیا جائے ذبح ہوجاتا ہے۔چھری یا چاقو تو شرط نہیں۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۹۵) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔۲؎ لہذا جب تم قتل کرو تو احسان و بھلائی سے قتل کرو۳؎ اور جب تم ذبح کرو تو ذبح بھلائی سے کرو۴؎ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۵؎ (مسلم)

(۳۸۹۵) ۱؎ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں۔کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں،خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں۔حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے شداد ابن اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے (اشعۃ اللمعات)۔۲؎ یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی وسلوک کرنا لازم ہے۔ظلم کسی پر جائز نہیں یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔۳؎ یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلہ نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔۴؎ اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں مثلًا جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے۔مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۵؎ تیز چھری سے ذبح کردینے میں راحت ہے۔کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔اس سے بچے پوری گردن نہ کاٹ دے۔صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھٰی اَنْ تُصْبَرَ بَھِیْمَۃٌ اَوْ غَیْرُھَا لِلْقَتْلِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۸۹۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ حضور جانور وغیرہ کو قتل کرنے کے لئے باندھنے سے منع فرماتے تھے۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۸۹۶) ۱؎ اس طرح کہ جو جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ دیا جائے اور اس پر تیر کا نشانہ لگایا جائے اور شکار کی طرح اسے مارا جائے یا یہ مطلب کہ ذبح سے کئی دن پہلے اسے بھوکا پیاسا باندھ کر رکھا جائے۔پھر کمزور ہوجانے پر اسے ذبح کیا جائے۔

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ

(۳۸۹۷) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لعنت کی جو ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں روح ہو[1] (مسلم بخاری)

(۳۸۹۷)[1] اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جانور کو باندھ کر اسے تیر کا نشانہ بنایا جائے یہ حرام ہے کہ اس میں اگر وہ مر گیا تو جانور حرام ہوگیا نہ مرا اور ذبح کیا گیا تو اسے بلاوجہ ڈبل تکلیف دی گئی بہرحال مطلب واضح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۹۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی چیز کو نشانہ نہ بناؤ جس میں جان ہے[1] (مسلم)

(۳۸۹۸)[1] اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا' ورنہ شکار تو حلال ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۸۹۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے میں مارنے چہرے میں داغ لگانے سے منع فرمایا[1] (مسلم)

(۳۸۹۹)[1] انسان یا جانور کے چہرے پر مارنا سخت منع ہے منہ پر نہ طمانچہ مارے نہ کوڑا وغیرہ کیونکہ چہرے میں نازک اعضاء ہیں جیسے آنکھ' ناک' کان جن پر چوٹ لگنے سے موت یا اندھے ہو جانے یا چہرہ بگڑ جانے کا خطرہ ہے اور چہرے میں داغ لگانا تو بہت ہی برا ہے کہ اس میں تکلیف بھی بہت ہے اور منہ کا بگاڑ دینا۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ وَّقَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهٖ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِي وَسَمَهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۰۰) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گدھا گزرا جس کے چہرے میں داغ لگایا گیا تھا تو فرمایا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا[1] (مسلم)

(۳۹۰۰)[1] اگر یہ گدھا کسی کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت [2] خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقاً حرام ہے۔ خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے' چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لئے جائز ہے۔ خصوصاً زکوۃ و جزیہ کے جانور' انسان کے داغ لگانا علاج کے لئے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے۔ علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب اسعد ابن معاذ' حضرت جابر اور سعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس داغ کو عربی میں کَیّ کہتے ہیں۔ جن احادیث میں کَیّ یعنی داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو انشاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهٗ فَوَافَيْتُهٗ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۰۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبداللہ ابن ابوطلحہ کو لے گیا تاکہ آپ اس کی تحنیک فرمادیں[1] تو میں نے آپ کو پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغنے کا آلہ تھا۔ صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے[2] (بخاری)

(۳۹۰۱)۱؎عبداللہ ابن ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے بھائی ہیں۔یعنی ماں شریک بھائی۔حضرت انس تو ام سلیم کے پہلے خاوند سے پیدا ہوئے تھے مگر یہ عبداللہ حضرت ابوطلحہ سے تھے۔حضرات صحابہ اپنے نومولود بچے کو حضور کی خدمت میں لاتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر اپنی زبان شریف سے بچے کے تالو میں لگا دیتے تھے تاکہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف پہنچے۔اس عمل کا نام تحنیک ہے۔۲؎یعنی آپ بنفس نفیس اس آلہ سے زکوۃ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے۔تاکہ زکوۃ کے اونٹ دوسرے اونٹوں سے چھٹ جائیں۔یہ داغ چہرے کے علاوہ اور کسی عضو پر لگائے جاتے تھے۔لوہے کا ٹکڑا گرم کرکے جانور کے ران یا ٹانگ پر داغ لگا دیا جاتا ہے۔یہ داغ پھر کبھی چھوٹتا نہیں۔رنگ وغیرہ کے نشانات مٹ جاتے ہیں۔ہم نے بعض حبشیوں کو دیکھا کہ ان کے رخسار پر لکیریں داغی ہوتی ہیں یہ حرام ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ مِرْبَدٍ فَرَاَيْتُهٗ يَسِمُ شَاءً حَسِبْتُهٗ قَالَ فِيْ اٰذَانِهَا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۰۲) روایت ہے ہشام ابن زید سے وہ حضرت انس سے،راوی فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ طویلہ میں تھے آپ کو دیکھا کہ آپ بکریوں کو داغ دے رہے تھے مجھے خیال ہے کہ فرمایا ان کے کانوں میں۱؎(مسلم بخاری)

(۳۹۰۲)۱؎حسبتہ میں ہ کا مرجع حضرت انس ہیں اور یہ قول ان ہشام ابن زید تابعی کا ہے۔جو حضرت انس سے یہ حدیث روایت فرما رہے ہیں۔یعنی مجھے خیال ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی بکریوں کے کانوں میں داغ لگا رہے تھے۔معلوم ہوا کہ کان میں داغ لگانا بھی بالکل جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اَحَدَنَا اَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهٗ سِكِّيْنٌ اَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَاءِ فَقَالَ اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَ شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

(۳۹۰۳) روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:یارسول اللہ فرمایئے کہ ہم میں سے کوئی شکار پائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا پتھر سے یا لاٹھی کی پھاڑی سے ذبح کردے۱؎تو فرمایا:جس چیز سے چاہو خون بہادو۲؎اور اللہ کا نام لے دو۔(ابوداؤد،نسائی)

(۳۹۰۳)۱؎مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں۔اس لئے ایک پہاڑ مکہ کا نام بھی مروہ ہے۔اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ پتھر سے مراد پتھر کا وہ ٹکڑا ہے جو دھار دار ہو۔یوں ہی لاٹھی کے ٹکڑے سے مراد بانس کی دھار دار کھپچ ہے جس سے ذبح کیا جا سکتا ہے۲؎امرر بنا ہے امرار سے بمعنی گزارنا اور بہانا' یہاں بمعنی بہانا ہے۔بعض نسخوں میں امرد کے کسرہ سے ہے۔چونکہ خون بہ کر اپنی جگہ سے گزرتا ہے اس لئے بہانے کو امرار کہہ دیتے ہیں بم شئت میں ما کا الف گرا دیا گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَكُوْنُ الذَّكٰوةُ اِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ

(۳۹۰۴) روایت ہے حضرت ابوالعشراء سے وہ اپنے والد سے۱؎ راوی کہ انہوں نے عرض کیا:یارسول اللہ کیا ذبح حلق اور سینہ کے بغیر

طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا لَاجَزَاءَ عَنْكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ هٰذَا ذَكٰوةُ الْمُتَرَدِّيْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا فِي الضَّرُوْرَةِ .

ہی نہیں ہوتا[۲] تو فرمایا: اگر تم اس کی ران میں نیزہ مارو تو کافی ہے[۳] (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی ابوداؤد نے فرمایا کہ گرے ہوئے کا ذبح ہے[۴] اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ ضرورت کی حالت میں ہے[۵]

(۳۹۰۴)[۱] ابوالعشر اء عین کے پیش سے ان کا نام اسامہ ابن مالک ہے تابعی ہیں دارمی بصری ہیں۔اپنے والد سے روایت کرتے ہیں بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے چنانچہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور امام احمد ابن حنبل نے ان کو ضعیف فرمایا (اشعہ)[۲] لبہ حلق کا آخری کنارہ جو سینہ سے متصل ہے یا سینہ کے اوپری کنارہ جو حلقوم سے قریب ہے۔سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا ذبح کی یہی صورت ہے کہ گلے اور سینے کے درمیان ہو'اگر یہی ذبح ہے تو جو جانور قبضہ میں نہ ہو اور مر رہا ہو'اسے ذبح کیسے کیا جائے۔جیسے کنوئیں میں گری ہوئی بکری۔[۳] یہ اضطراری ذبح کا ذکر ہے۔جب جانور قبضہ میں نہ ہو اور اس کا ذبح کرنا ضروری ہو تو جہاں کہیں نیزہ بھالا مار دیا جائے اور خون بہ جائے ذبح ہو جائے گا۔جیسے بھاگی ہوئی گائے' کنوئیں میں گرا ہوا جانور اور تیر سے مارا ہوا شکار۔[۴] یعنی کنوئیں میں گرا ہوا جانور جب اس کے نکالنے کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے مر جانے کا اندیشہ ہو تب اس طرح ذبح کر لیا جائے۔[۵] یہ تفسیر پہلی تفسیر سے' زیادہ عام اور زیادہ شامل ہے۔اس میں کئی صورتیں داخل ہیں جو ابھی ہم نے حاشیہ نمبر ۲ میں بیان کیں جسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهُ وَ ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ اِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَمْسَكَهُ عَلَيْكَ . (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۹۰۵) روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کتے یا باز کو تم سکھا لو پھر اسے چھوڑ دو اور اللہ کا نام ذکر کر دو تو اس میں سے کھاؤ[۱] جو اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے۔میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ قتل کر دے۔فرمایا: اگرچہ قتل کر دے[۲] اور اس میں سے کچھ نہ کھائے کیونکہ اس نے تمہارے واسطے روکا ہے[۳] (ابوداؤد)

(۳۹۰۵)[۱] کتے اور باز کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ ہر شکاری کا یہی حکم ہے جیسے سکھایا ہوا چیتا یا شکرہ' ہاں بلی اس حکم سے خارج ہے کہ وہ اس معنی سے شکاری نہیں کہ جنگل میں دوڑ کر حملہ کر کے جانور شکار کرے وہ تو صرف گھر کے چوہوں مرغیوں کا شکار کرتی ہے۔[۲] معلوم ہوا کہ اس قسم کے شکار' شکاری جانور کا قتل کر ڈالنا مضر نہیں بلکہ کھانا مضر ہے۔اگر چہ کھا لیا ہے تو بقیہ گوشت حرام ہے ورنہ حلال[۳] یعنی اس کا کچھ نہ کھانا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے وہ گوشت تمہارے لئے بچا کر رکھا ہے اور وہ سدھا ہوا شکاری ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْمِي الصَّيْدَ فَاَجِدُ فِيْهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِيْ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهُ وَلَمْ تَرَفِيْهِ اَثَرَ سَبُعٍ فَكُلْ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۰۶) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں شکار کو تیر مارتا ہوں تو کل اس میں اپنا تیر پاتا ہوں[۱] فرمایا: جب تم یقین کر لو کہ تمہارے تیر نے اسے مارا ہے اور اس میں درندے کا اثر نہ دیکھو تو کھا لو[۲] (ابوداؤد)

(۳۹۰۶)[۱] یعنی آج میرا شکار غائب ہو گیا تلاش پر بھی نہ ملا کل مرا ہوا ملا جس میں میرے گزشتہ کل کے تیر کا زخم ہے وہ حلال ہے یا

نہیں ۲؎ درندے کا ذکر بطور مثال ہے۔ ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی اور وجہ سے اس کے مرنے کا احتمال ہو تو ہرگز نہ کھایا جائے مثلًا پانی میں ڈوبا ہے کیونکہ نہیں معلوم وہ مرکر پانی میں گرا ہے یا گر کر مرا ہے۔ ایسے مشکوک شکار کو ہرگز نہ کھایا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نُهِينَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوسِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۹۰۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مجوسیوں کے کتے کے شکار سے منع فرمایا گیا ۱؎ (ترمذی)

(۳۹۰۷) کیونکہ مجوسی کا ذبیحہ حرام ہے تو اس کا مارا ہوا شکار حلال نہیں اور اگر مسلمان کا کتا مجوسی نے چھوڑا تو اس کا مارا شکار حرام ہے اور اگر مسلمان و مجوسی دونوں نے اپنے کتے چھوڑے، دونوں نے مل کر شکار کیا، تب بھی جانور حرام ہے۔ مسلمان ہرگز نہ کھائے غرضکہ کتا چھوڑنے والے کا اعتبار ہے کتے کا اعتبار نہیں۔ یہ بہت خیال رہنا چاہئے۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی یہودی کا شکاری کتا شکار کرے تو حلال ہے۔ اگرچہ اسے عیسائی یا یہودی نے چھوڑا ہو۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے تو اس کا شکار بھی حلال۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ کتا بھی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے مسیح یا عزیر کے نام پر نہ چھوڑے کہ غیر خدا کے نام پر ذبیحہ تو مسلمان کا بھی حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَآءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۹۰۸) روایت ہے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم لوگ سفر والے ہیں ۱؎ یہود اور عیسائیوں اور مجوسیوں پر گزرتے ہیں تو ان کے برتنوں کے سوا اور برتن نہیں پاتے۔ فرمایا: اگر ان کے علاوہ نہ پاؤ تو انہیں پانی سے دھولو پھر اس میں کھاؤ پیو ۲؎ (ترمذی)

(۳۹۰۸) ۱؎ یعنی میں اور میرے قبیلہ والے لوگ اکثر سفر میں رہتے تھے اور ہم کو اکثر یہ واقعات پیش آتے ہیں جو عرض کر رہے ہیں۔ ۲؎ یہ حکم احتیاطی ہے چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے برتنوں میں سور و شراب استعمال کرتے ہیں۔ پھر باقاعدہ انہیں پاک نہیں کرتے۔ اس لئے اس احتیاط کا حکم دیا گیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ مشرکین کے برتن ان کے پکائے ہوئے کھانے پاک ہیں۔ جب تک کہ ہم کو ان کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو۔ شریعت ظاہر پر ہے۔ آج ولایتی دوائیں، گھی اور بہت سی قسم کے بسکٹ، چاکلیٹ وغیرہ ولایت سے بن کر آتے ہیں۔ مسلمان عموماً استعمال کرتے ہیں۔ یوں ہی ولایتی دودھ بلکہ ولایتی ڈبوں کا گوشت یہ سب کچھ شرعاً پاک و حلال ہیں کیونکہ ان کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ ان کے کھانے سے پرہیز کرے۔ یوں ہی ولایتی کپڑے پاک ہیں ان کا دھونا لازم نہیں۔ حضرات صحابہ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ہدیۃً بھیجے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے۔ ان میں نمازیں پڑھیں یہ سب فتویٰ ہے یہاں تقویٰ کی تعلیم ہے اور یہ امر استحبابی ہے۔

وَعَنْ قَبِيْصَةَ ابْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ سَاَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا اَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَةَ.

(۳۹۰۹) روایت ہے قبیصہ ابن ھلب سے وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسائیوں کے کھانے کے متعلق پوچھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور سے ایک آدمی نے پوچھا ۲؎ تو فرمایا: کھانوں میں سے ایک کھانا ہے جس میں ہم حرج سمجھتے ہیں ۳؎ فرمایا: تمہارے سینہ میں کچھ نہ چبھنا چاہئے ۴؎ تم

(رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ)

اس بارے میں عیسائیت سے مشابہہ ہوگئے۵ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۹۰۹) ۱؎ قبیصہ تابعی ہیں ان کے والد ھلب صحابی ہیں۔ ھلب ان کا لقب ہے۔ نام یزید ابن قنافہ ہے۔ قبیلہ بنی طی سے ہیں۔ قبیصہ کو نسائی اور ابن مدین نے مجہول کہا، امام عجلی اور ابن حبان نے ثقہ فرمایا (اشعۃ مرقات) ابوداؤد اور ترمذی نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی۔ ۲؎ یعنی یہود و نصاریٰ کے پکائے ہوئے حلال کھانے مسلمانوں کو کھانا مباح ہیں یا نہیں، جیسے ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، چاول، دال، بکری وغیرہ کا گوشت یہ پوچھنے والے عدی ابن حاتم تھے جو پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے جیسا کہ اشعہ میں ہے۔ ۳؎ یعنی اہل کتاب وغیرہم کے پکائے ہوئے کھانوں میں ہم کو شبہ رہتا ہے کہ یہ کھانے یا پانی یا برتن پاک ہیں یا نہیں ہم انہیں کھائیں یا نہ کھائیں ۴؎ یعنی ایسے کسی کھانے میں بلاوجہ شک نہ کرنا۔ شوق سے کھاؤ۔ بغیر دلیل کسی چیز کو ناپاک نہ سمجھو۔ اسلام میں آسانی ہے ایسی سختیاں نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں وہم کا ذکر ہے یعنی بلا دلیل ایسے کھانوں کو ناپاک یا حرام سمجھنا کہ شاید پکانے والے کے ہاتھ یا برتن گندے ہوں یا محض وہم ۵؎ یعنی تم ایسے شبہات کر کے متقی نہ ہوگے بلکہ عیسائیت کے مشابہ ہوجاؤ گے جو اس قسم کے وہم میں مبتلا ہوکر تارک دنیا اور راہب بن جاتے ہیں۔ اسلام میں ایسے وہموں کا اعتبار نہیں چونکہ حضرت عدی ابن حاتم پہلے عیسائی تھے۔ اس لئے حضور انور نے عیسائیت کا ذکر فرمایا کہ تم مسلمان ہوجانے کے بعد بھی عیسائیوں کے مشابہ کیوں بنتے ہو (اشعہ) اسلام میں ظاہر کا اعتبار ہے۔ جھوٹے وسوسے شبے اسلام میں معتبر نہیں۔ اس حدیث نے معاملہ ہی صاف فرمادیا۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِیَ الَّتِیْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۹۱۰) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا ۱؎ مجثمہ وہ جانور ہے جو تیر سے دھر لیا جائے ۲؎ (ترمذی)

(۳۹۱۰) ۱؎ یعنی جو جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا جائے اور بجائے شرعی ذبح کے اسے اس طرح مارا جائے وہ حرام ہے۔ قبضہ کا جانور ذبح ہوجانا چاہئے۔ تیر کا ذبح مجبوری کی حالت میں ہے۔ جب جانور قبضہ میں نہ ہو ۲؎ مجثمہ بنا ہے جثوم سے جس کے معنی ہیں سینہ زمین سے لگا دینا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (۷:۷۸) تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (کنزالایمان) یہاں جاثمین کے یہی معنی ہیں۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِيْسَةِ وَاَنْ تُوْطَاَ الْحَبَالٰی حَتّٰی يَضَعْنَ مَا فِیْ بُطُوْنِهِنَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰی سُئِلَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ اَنْ يُنْصَبَ الطَّيْرُ اَوِ الشَّیْءُ فَيُرْمٰی

(۳۹۱۱) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر کیل والے درندے سے ۲؎ اور ہر پنجے والے پرندے سے ۳؎ اور پلاؤ گدھوں کے گوشتوں سے ۴؎ اور مجثمہ سے اور خلیسہ سے منع فرمایا ۵؎ اور اس سے کہ حاملہ عورت سے صحبت کی جائے حتی کہ اپنے پیٹوں کے بچے جن دیں ۶؎ محمد ابن یحیٰی نے کہا ابوعاصم سے مجثمہ کے متعلق پوچھا گیا ۷؎ تو فرمایا وہ ہے کہ پرندہ یا کوئی چیز باندھی جائے پھر تیر سے مارا جائے ۸؎ اور خلیسہ کے

وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيْسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ وَالسَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ فَيَمُوْتُ فِيْ يَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّزَكِّيَهَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: بھیڑیا اور درندہ جسے آدمی پالے تو اس کو چھڑا لے پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے اس کے قبضہ میں مرجائے۹ (ترمذی)

(۳۹۱۱)۱؎ آپ صحابی ہیں صفہ والے فقراء صحابہ سے تھے۔آپ اس جماعت سے ہیں جنہوں نے جہاد کے لئے حضور انور سے سواریاں مانگیں مگر نہ پائیں تو روتے ہوئے واپس ہوئے جن کا یہ ہی واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔۵۷ ہجری میں وفات پائی (اشعہ)۲؎ جیسے کتا، بلی، شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ جن کے منہ میں کیلیں ہوتی ہیں مگر وہ شکار نہیں کرتا، لہٰذا حلال۔کیل میں شکاری کی قید اس لئے لگائی۔۳؎ یہاں بھی پنجے والی شکاری چڑیاں مراد ہیں جیسے شکرہ، باز، سقر وغیرہ۔کوا بھی شکاری ہے پنجہ والا بھی ہے وہ بھی حرام ہے طوطے میں اختلاف ہے۔بعض کے ہاں وہ حلال ہے اگرچہ وہ پنجے والا تو ہے مگر شکاری نہیں۔عربی میں اسے بلغار کہتے ہیں۔جن بیوقوفوں نے کوا حلال مانا انہوں نے یہ حدیث نہ دیکھی ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۴؎ حمار وحشی نیل گائے حلال ہے۔گدھا پہلے حلال تھا خیبر کے دن حرام فرمایا گیا۔۵؎ خلیسہ کی تفسیر آگے آ رہی ہے۔اس کا کھانا جب حرام ہے جبکہ وہ بغیر ذبح مرجائے اگر ذبح کرلیا جائے تو حلال ہے پھر وہ خلیسہ نہیں۔۶؎ یعنی جہاد میں جو عورتیں قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں لونڈیاں بنائی جائیں۔مگر ہوں حاملہ ان سے صحبت حرام ہے اگر حاملہ نہ ہوں تو ایک حیض انتظار کرکے ان سے صحبت درست ہے۔۷؎ ابو عاصم شیخ ہیں محمد ابن یحیٰ کے اور محمد ابن یحیٰ شیخ ہیں امام ترمذی کے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔یعنی میں ابو عاصم کے پاس تھا کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ مجثمہ کس جانور کو کہتے ہیں جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔اس کی حقیقت کیا ہے۔۸؎ یعنی مرغ، بکری وغیرہ اپنے قبضہ کا جانور ہے باندھ کر اسے تیر مارا جائے اس طرح وہ مرجائے یہ حرام ہے۔اگر اس زخمی کو ذبح کرلیا جائے تو گوشت حلال ہے مگر یہ کام حرام ہے۔۹؎ یعنی اگر مرغی کو بلی یا بکری کو بھیڑیا یا چیتا وغیرہ جانور پکڑے لوگ اس کے منہ سے چھڑا لیں ذبح نہ کرسکیں وہ زخم کی وجہ سے مرجائے وہ خلیسہ ہے اور حرام ہے خلیسہ بنا ہے خلس سے بمعنی اچک لینا، چھین لینا اس سے ہے اختلاس

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ شَرِيْطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيْسٰى هِيَ الذَّبِيْحَةُ يُقْطَعُ مِنْهَا الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْاَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتّٰى تَمُوْتَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۹۱۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے اور ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے کوچے ہوئے سے منع فرمایا ۱؎ ابن عیسیٰ نے یہ زیادہ فرمایا کہ وہ ایسا ذبیحہ ہے جس کی کھال کاٹ دی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں پھر چھوڑ دیا جائے حتی کہ مرجائے۲؎ (ابوداؤد)

(۳۹۱۲)۱؎ شریطہ بنا ہے شرط الحجام سے یعنی فصد کھولنے والے کا نشتر مارنا کھال چیر کر خون نکالنا۔جو شخص جانور کی صرف کھال کاٹ دے حلقوم اور رگیں نہ کاٹے وہ گویا حجام کا سا نشتر مارتا ہے چونکہ ایسا ذبح شیطانی تعلیم سے ہے۔جو کفار میں رائج تھا۔اس لئے اسے شریطہ شیطان کہا گیا۔یعنی شیطان کا سکھایا ہوا نشتر۲؎ اس حرکت سے جانور کو سخت تکلیف بھی ہوتی ہے کہ جان بہت دیر میں اور مشکل سے نکلتی ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہو جاتا ہے۔لاتفری بنا ہے فریٌ سے بمعنی کاٹنا اصطلاح میں فساد کے لئے کاٹنے کو فری کہا جاتا ہے اور اوداج جمع ہے ودج کی، ودج حلقوم کے آس پاس کی رگیں جن کا کٹنا ذبح کے لئے ضروری ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

(۳۹۱۳) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ذَکٰوۃُ الْجَنِیْنِ ذَکٰوۃُ اُمِّہٖ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ)

فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہے[1] (ابوداؤد' دارمی اور ترمذی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی)

(۳۹۱۳)[1] یعنی اگر بکری یا گائے ذبح کی گئی اس کے پیٹ میں بچہ مردہ نکلا وہ حلال ہے کہ ماں کے ذبح سے وہ بھی ذبح مانا جائے گا۔ خیال رہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایسا بچہ مطلقاً حلال ہے خواہ اس کے جسم پر بال جمع ہوں یا فقط گوشت کا لوتھڑا ہو۔ امام مالک کے ہاں اگر بچہ پورا بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے جسم پر بال بھی اگ گئے ہیں تو حلال ہے' ورنہ حرام۔ ہمارے امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک اگر بچہ زندہ نکلا اور اسے ذبح کرلیا گیا تو حلال ہے ورنہ حرام۔ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے بعض نے فرمایا کہ اگر یہ بچہ زندہ نکلا پھر مر گیا تو بھی حلال ہے بعض نے فرمایا کہ ایسا بچہ حرام ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث صحیح نہیں اگر صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیٹ کے بچہ کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کی طرح ہے یعنی جیسے اس کی ماں کو حلقوم ورگوں کو کاٹ کر ذبح کیا جاتا ہے ایسے ہی اس کے بچہ کو ذبح کیا جائے گا اور ذکوۃ امہ میں ذکوۃ منصوب ہے کاف جارہ پوشیدہ ہے۔ یہ منصوب نزع الخافض ہے۔ کیونکہ ایسا شکار اگر پانی میں ڈوبا پایا جائے تو کھانا حرام ہے کہ شاید پانی سے مرا ہو' یونہی اس مردہ بچہ میں شبہ ہے کہ دم گھٹنے کی وجہ سے مرا ہو۔ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث جب نہیں جبکہ عبارت یوں ہوتی ذکوۃ الحیوان ذکوۃ الجنین۔ لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے نہ کہ امام شافعی کی۔ (مرقات' اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَنْحَرُ النَّاقَۃَ وَ نَذْبَحُ الْبَقَرَۃَ وَالشَّاۃَ فَنَجِدُ فِیْ بُطْنِھَا الْجَنِیْنَ اَنُلْقِیْہِ اَمْ نَاْکُلُہٗ قَالَ کُلُوْہُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَکٰوتَہٗ زَکٰوۃُ اُمِّہٖ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗد وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۳۹۱۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اونٹنی ذبح کرتے ہیں اور گائے وبکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں آیا اسے پھینک دیں یا کھالیں[1] فرمایا: اگر چاہو تو کھالو کیونکہ اس کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کی طرح ہے[2] (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۹۱۴)[1] یعنی اگر زندہ بچہ نکلا تو اسے یوں پھینک کر مر جانے دیں یا اسے ذبح کر کے کھالیں اس کے متعلق ارشاد ہوا[2] اس جملہ کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ اگر اسے کھاؤ تو ذبح کر کے کھاؤ اور اس کا ذبح بھی اس کی ماں کی طرح ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَھَا بِغَیْرِ حَقِّھَا سَاَلَہُ اللّٰہُ عَنْ قَتْلِہٖ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا حَقُّھَا قَالَ اَنْ یَّذْبَحَھَا فَیَاْکُلَھَا وَلَا یَقْطَعَ رَاْسَھَا فَیَرْمِیَ بِھَا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۹۱۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چڑیا یا اس سے اوپر کے کسی جانور کو ناحق مار ڈالے[1] تو اس کے قتل کے متعلق اللہ اس سے پوچھے گا عرض کیا گیا: یارسول اللہ اس کا حق کیا ہے فرمایا کہ اسے ذبح کر کے کھائے یہ نہ کرے کہ اس کا سر کاٹے پھر اسے پھینک دے[2] (احمد' نسائی' دارمی)

(۳۹۱۵)[1] حلال جانور کے شکار کا حق ہے اسے شکار کر کے کھانا' اگر کھانا مقصود نہ ہو محض تفریح اور وقت گزاری کے لئے شکار کرے تو آخرت میں پکڑ ہے۔ حرام جانور کے شکار کا مقصود یا اس کی کھال و بال سے نفع حاصل کرنا یا اس کی تکلیف سے خلق کو بچانا۔ جیسے جنگلی سوروں کا شکار کہ یہ دفع شر کیلئے بھی ہے اور ان کے اجزاء سے نفع لینے کے لئے بھی۔ چنانچہ ہاتھی کی ہڈی' دانت وغیرہ بہت کام میں آتی ہے۔ ایسے ہی شیر

و چیتے کے کھال چربی مختلف طرح استعمال کی جاتی ہے۔ یہاں حلال جانوروں کے شکار کا ذکر ہے۔ لہٰذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حرام جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے کہ وہ کھائے نہیں جاتے۔ یہ تحقیق خیال میں رہے۲؎ اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ حلال جانوروں کا شکار صرف کھانے کے لئے کیا جائے اور وہ ضرور کھالیا جائے۔ (مرقات) یہ حکم شکار کے لئے ہے قربانی میں مقصود گوشت نہیں ہوتا صرف خون بہا کر ربّ کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مکہ معظمہ میں جو ہزار ہا زیادہ قربانیاں غار میں گاڑھ دی جاتی ہیں بالکل جائز ہے کہ وہاں مقصود حاصل ہوگیا۔ خون بہانا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار کا جانور اگر زندہ مل جائے تو اسے ذبح ہی کرنا پڑے گا۔ بغیر ذبح حلال نہ ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَهُمْ یُحِبُّوْنَ اَسْمَةَ الْاِبِلِ وَیَقْطَعُوْنَ اَلْیَاتِ الْغَنَمِ فَقَالَ مَا یُقْطَعُ مِنَ الْبَهِیْمَةِ وَهِیَ حَیَّةٌ فَهِیَ مَیْتَةٌ لَا تُؤْکَلُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۹۱۶) روایت ہے حضرت ابوواقد لیثی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے حالانکہ لوگ اونٹ کے کوہان اور بکری کے چوتڑ کاٹ لیا کرتے تھے۲؎ تو حضور نے فرمایا کہ جو حصہ جانور کا کاٹ لیا جائے اور جانور زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے نہ کھایا جائے۳؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۳۹۱۶) ۱؎ آپ کا نام حارث ابن عوف ہے۔ ابوواقد کنیت ہے۔ قبیلہ بنی لیث سے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں بدر میں حاضر ہوئے بعد میں مکہ معظمہ بسے' وہاں ہی ۶۸ ہجری میں وفات پائی۔ پچھتر سال عمر ہوئی۔ ۲؎ یعنی بقدر ضرورت زندہ اونٹ زندہ بکری کے اعضاء کاٹ کر کھا لیتے جانور اسی طرح چیختار ہتا تھا۔ مہینوں تک اس کے اعضاء کاٹ کاٹ کر کھاتے رہتے۔ وہ زندہ تڑپتا رہتا۔ جو قوم اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کردیتی ہو اس سے یہ کام کیا بعید ہے۔ ۳؎ یعنی زندہ جانور کا جو عضو کٹ جائے وہ مردار ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ لہٰذا اگر شکار کو نیزہ یا تیر مارا جس سے اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ کر الگ ہوگیا۔ پھر اسے ذبح کیا گیا تو وہ کٹا ہوا' پاؤں حرام ہے باقی حلال۔ بعض لوگ زندہ دنبہ کی چکی سے چربی نکال لیتے ہیں وہ چربی کھانا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اعضاء جانور کے کھانے کے متعلق ہے۔ زندہ بھیڑ کی اون' زندہ ہاتھی کے کاٹے ہوئے دانت کا استعمال حلال ہے اور زندہ جانور کے پیٹ سے نکالا ہوا بچہ جو پیٹ چاک کر کے نکالا جائے اور ہو مردہ وہ کھانا حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَارِثَةَ اَنَّهٗ کَانَ یَرْعٰی لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ اُحُدٍ فَرَاٰی بِهَا الْمَوْتَ فَلَمْ یَجِدْ مَا یَنْحَرُهَا بِهٖ فَاَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهٖ فِیْ لَبَّتِهَا حَتّٰی اَهْرَاقَ دَمَهَا ثُمَّ اَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِاَکْلِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مَالِكٌ وَّفِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ فَذَکَّهَا بِشِظَاظٍ)

(۳۹۱۷) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے۱؎ وہ بنی حارثہ کے ایک شخص سے راوی۲؎ وہ احد کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اونٹنی چرایا کرتے تھے۳؎ تو اس پر موت دیکھی' ایسی چیز نہ پائی جس سے اسے ذبح کریں انہوں نے ایک میخ لی وہ اس کی گھنڈی میں گھونپ دی۴؎ حتی کہ اس کا خون بہا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو حضور نے اس کے کھانے کا حکم دیا (مالک) اور ان کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسے دھاردار لکڑی سے ذبح کرو۵؎

(۳۹۱۷)۱؎ تابعی ہیں کنیت ابومحمد ہے۔ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔مدینہ منورہ میں قیام رہا' چوراسی سال عمر پائی ۹۷ھ ستانوے میں وفات پائی۔۲؎ چونکہ یہ صاحب صحابی ہیں اور صحابہ تمام کے تمام عادل ثقہ ہیں۔اس لئے ان کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں ۳؎ لقحہ وہ حاملہ اونٹنی جس کا بچہ عنقریب پیدا ہونے والا ہو یا قریب ہی میں پیدا ہو چکا ہو۔شعب پہاڑ کا درہ یا دو پہاڑوں کے درمیان راستہ یا پانی کی گزرگاہ (مرقات واشعہ) احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔۴؎ اس طرح کہ میخ کے گھونپنے سے اس کے گلے میں سوراخ ہوگیا اور خون بہ گیا' اور حلقوم کٹ گیا ۵؎ شظاظ شین کے کسرہ پہلی ظ کے شد بمعنی دو دھاری لکڑی جس کے دونوں طرف دھار ہوگئی ہو (اشعہ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْبَحْرِ اِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِيْ اٰدَمَ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ

(۳۹۱۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی دریائی جانور نہیں مگر اسے اللہ نے اولاد آدم کے لئے ۱؎ حلال فرمادیا (دارقطنی)

(۳۹۱۸)۱؎ یعنی دریائی جانور کے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں' وہ بغیر ذبح حلال ہے۔کیونکہ اس میں بہتا خون نہیں' خیال رہے مچھلی بالاتفاق حلال ہے۔مچھلی کے علاوہ باقی دریائی جانور امام اعظم کے نزدیک حرام ہیں۔دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ — کتے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یہ بیان کہ کون سا کتا پالنا جائز ہے کون سا نہیں اور کس کتے کا قتل جائز ہے کس کا نہیں' چونکہ شکار کے بیان میں کتے کا ذکر بھی تو کیا تھا کہ شکاری کتے کا شکار حلال ہے۔اگرچہ وہ کتے کے منہ میں مر جائے۔اس لئے اب مولف نے کتے کے اقسام واحکام کا باب باندھا گویا یہ باب پچھلے باب کا تتمہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ ضَارٍ نُقِصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَ اطَانِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۱۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جانوروں یا شکاری کتے کے سوا ۱؎ کوئی اور کتا پالے تو روزانہ اس کے عمل سے دو دانگ کم ہوں گے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۱۹)۱؎ یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے کتا پالنا بالکل درست ہے۔جس سے کوئی برا اثر نہیں پڑا۔ضار اصل میں ضاری تھا ی تخفیف کر کے گرادی گئی ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی بھڑکانا ضاری بمعنی شکار کو بھڑکانے والا کتا یعنی شکاری کتا ۲؎ عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل' کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی۔نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں' مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا۔اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لئے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچی ہے یا اس لئے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا چیز چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی۔لہذا جتنی یقینی پاکی وطہارت بغیر کتے والے

گھر میں ہوتی ہے۔ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے۔(مرقات) بہرحال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں۔اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲۶۹) کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو(کنزالایمان) مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے:اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (۱۱۴/۱۱) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں(کنزالایمان) قیراط ایک خاص وزن کا نام ہے۔یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لئے ہے ورنہ ثواب،اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْصَيْدٍ اَوْزَرْعٍ اِنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۲۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جانوروں یا شکار یا کھیتی باڑی کے کتوں کے سوا اور کتا پالا تو اس کے ثواب سے روزانہ ایک قیراط کم ہوگا۔۱(مسلم بخاری)

(۳۹۲۰)۱اس حدیث سے کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لئے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلاضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے۔شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے۔یا اولًا دو قیراط کی کمی کا قانون تھا۔پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی۔غرضکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے۔اتخاذ کچھ اور اقتنـــاء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتنـــاء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے۔لہذا حدیث متعارض نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اَنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ ذِى النُّقْطَتَيْنِ فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۲۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے ہلاک کردینے کا حکم دیا۱حتی کہ ایک عورت دیہات سے اپنا کتا ساتھ لاتی تو ہم اسے قتل کردیتے تھے۲پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم کالے بھجنگ دوداغ والے کو قتل کرو۳کہ وہ شیطان ہے۴(مسلم)

(۳۹۲۱)۱عام کتے یا خاص کتے مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔کیونکہ مدینہ منورہ نزول وحی کی جگہ ہے وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۲عورت کا ذکر اتفاقی ہے کہ اکثر عرب عورتیں ہی کتے ساتھ رکھتی تھیں۔مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا کتا مدینہ منورہ میں آجاتا ہم اس کو بھی نہ چھوڑتے تھے۔اس کی مالکہ کے بغیر اذن ہی اسے مار دیتے تھے معلوم ہوا کہ ناجائز کتا، سور، شراب، جوئے کا سامان وغیرہ یوں ہی طبلہ۔سارنگی وغیرہ ناجائز وحرام گانے کے آلات مالک کی بغیر اجازت بھی ضائع کئے جاسکتے ہیں۔اس میں ضائع کرنے والے پر تاوان نہیں۔یہ حدیث بہت سے احکام کا ماخذ ہے۔۳اسود کالا اور بہیم خالص کالا جس میں اور کوئی رنگ نہ ہو ذوالنقطتین وہ کتا یا سانپ جس کی آنکھوں [illegible] تو بہت ہی خطرناک ہے کتا دیوانہ

ہوکر سانپ سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہوکر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے۔ کتے کی طرح خود بھونکتا ہے۔ ۳؎ یعنی ایسا کتا نقصان وضرر میں شیطان کی طرح ہے مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں پہلے تمام کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا پھر صرف کالے آنکھوں پر داغ والے کتے کے قتل کا حکم رہا۔ تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا۔ اب حکم یہ ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور' اور ضرر والے خصوصا دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے اور بلاضرورت کتا پالنا منع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ مَا شِيَةٍ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۲۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے کتے اور بکریوں کے کتے اور جانوروں کے کتے کے سوا باقی سب کتوں کے مارنے کا حکم دیا ۱؎ (مسلم)

(۳۹۲۲) ۱؎ اس کے متعلق مسئلہ ابھی عرض کیا گیا کہ کتوں کے قتل کا عمومی وجوب منسوخ ہے۔ ایک شرط کے ماتحت حکم استحبابی باقی ہے۔ مضر اور دیوانہ کتوں کا قتل اب بھی واجب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَا مَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا كُلَّ اَسْوَدَ بَهِيْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ النَّسَائِيُّ وَمَا مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَرْتَبِطُوْنَ كَلْبًا اِلَّا نُقِصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ كَلْبَ غَنَمٍ .

(۳۹۲۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم راوی کہ فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ کتے بھی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے تو میں ان سب کے قتل کا حکم دیتا ۱؎ پس تم ہر خالص کالے کتے کو قتل کر دو ۲؎ ابوداؤد دارمی اور ترمذی نسائی نے یہ زیادتی کہ کہ کوئی گھر والے نہیں جو کتا پالیں مگر ہر دن ان کے عمل سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ سواء شکار کتے یا کھیتی کیلئے یا بکریوں کے کتے کے ۳؎

(۳۹۲۳) ۱؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (۶،۳۸) اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں (کنزالایمان) مطلب یہ ہے کہ کتے بھی مخلوق ہیں' ایک گروہ ہے جس کے پیدا فرمانے میں حکمت ہے اور انسان کو اس سے فائدہ بھی ہے کہ حفاظت وشکار میں کام آتا ہے۔ اس لئے اس کا بالکل فنا کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ کتے پالنے کا اور حکم ہے اسے ہلاک کرنے کا دوسرا حکم بلا فائدہ اس کا پالنا ناجائز فائدہ حفاظت یا شکار ہے اور بلاضرر اس کا مارنا ممنوع۔ نقصان خواہ بالفعل ہو یا بالاحتمال ۲؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حیوانات کا ذبح کرنا صرف دو وجہ سے جائز ہے یا نفع حاصل کرنے کے لئے یا ان کا نقصان دفع کرنے کے لئے' چونکہ خالص کالا کتا فائدہ کم دیتا ہے نقصان زیادہ' اس لئے اس کے مار دینے کا حکم ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے اب صرف نقصان دہ کتا ہلاک کیا جائے' کالا ہو یا اور رنگ کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھو' سانپ' بھیڑیا' شیر چیتا وغیرہ تمام وہ جانور جو صرف نقصان دہ ہیں۔ ان سے نفع کوئی نہیں۔ ان کو مارنا مطلقاً درست ہے۔ ۳؎ بکری سے مراد تمام مویشی ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ کہ ان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔

یوں ہی باغ گھر و دکان کی حفاظت کے لئے پالنا درست ہے۔ ریوڑ کی حفاظت والے کتے بھیڑیئے کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ اعمال کم ہونے کے معنی اور اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَآئِمِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۲۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور لڑوانے سے منع فرمایا[1] (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۹۲۴)[1] اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ آج مسلمانوں میں مرغ لڑانا، کتے لڑانا، اونٹ، بیل لڑانے کا بہت شوق ہے۔ یہ حرام سخت حرام ہے کہ اس میں بلاوجہ جانوروں کو ایذاء رسانی ہے۔ اپنا وقت ضائع کرنا بعض جگہ مال کی شرط پر جانور لڑائے جاتے ہیں یہ جوا بھی ہے۔ حرام در حرام ہے۔ جب جانوروں کو لڑانا حرام ہے تو انسان کو لڑانا سخت حرام ہے۔ خیال رہے کہ اسلامی فوج کو کفار سے لڑانا جہاد ہے۔ یونہی مشن کے لئے تیاری اور جہاد کے لئے کشتی لڑنا اور لڑانا جہاد کی تیاری ہے۔ یہ دونوں کام عبادت ہیں۔ مسلمانوں کی آپس میں جنگ کرانا یہ حرام ہے۔ لڑانا اور چیز ہے۔ کشتی اور جہاد اور چیز۔

بَابُ مَا يُحِلُّ اَكْلُهٗ وَمَا يَحْرُمُ

باب اس کا بیان کہ کس جانور کا کھانا حلال ہے اور کس کا حرام

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

چونکہ اصلی حالت حلال ہونا ہے۔ عارضی حالت حرام ہونا، نیز حلال چیزیں زیادہ ہیں حرام کم ان وجوہ سے حلال کا ذکر پہلے فرمایا۔ حرام کا بعد میں (مرقاۃ) قرآن کریم نے صرف چھ چیزیں حرام فرمائیں۔ مردار، خون، سور کا گوشت، غیر خدا کے نام پر ذبیحہ، گلا گھونٹنا، جانور گر کر مر جانے والا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ جیسے ہر کیل والا شکاری درندہ جانور جیسے کتا بلی وغیرہ اور ہر پنجہ والا شکاری جیسے کوا، بلی، شکرہ وغیرہ۔ جن جانوروں کی حرمت قطعی ویقینی حدیث سے ثابت ہے۔ ان کی حرمت میں تمام امت کا اتفاق ہے۔ جیسے کوا، بلی وغیرہ جن کی حرمت احادیث ظنیہ سے ثابت ہے۔ ان کی حرمت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ہمارے امام اعظم کے ہاں سواء مچھلی کے تمام دریائی جانور حرام ہیں۔ امام مالک کے ہاں سوائے دریائی خنزیر اور دریائی انسان کے تمام دریائی جانور حلال ہیں۔ امام شافعی کے ہاں سارے دریائی جانور حلال ہیں۔ وہ اس آیت سے دلیل لیتے ہیں۔ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ (۹۶:۵) حلال ہے تمہارے لئے دریا کا شکار (کنزالایمان) اور اس حدیث سے هو الطهور ماء هو الحل ميتته ہمارے امام صاحب کی دلیل یہ آیت: وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (۷:۱۵۷) غرضکہ حرام وحلال کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ امام احمد کے ہاں سواء منصوص محرمات کے جسے عرب طیب وحلال کہیں وہ حلال ہے (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَکْلُهٗ حَرَامٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۲۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر کیل والا درندہ اس کا کھانا حرام ہے۔[1] (مسلم)

(۳۹۲۵)[1] یعنی جو کیل والے جانور اپنے دانتوں سے شکار کریں وہ حرام ہیں جیسے چیتا' بھیڑیا' کتا وغیرہ یہ قاعدہ بہت ہی عام اور ضروری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ کُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۲۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیل والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا[1]

(۳۸۱۶)[1] خیال رہے کہ حرام جانور کا دودھ بھی حرام ہے سوا انسان کے' یوں ہی حرام جانور کے انڈے حرام ہیں یہ خیال رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۲۷) روایت ہے حضرت ابوثعلبہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا۔[1] (مسلم، بخاری)

(۳۹۲۷)[1] وحشی گدھا یعنی نیل گائے بالاتفاق حلال ہے پالتو گدھے کی حرمت میں گفتگو ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک گدھا حرام ہے۔ حضرت شریح' حسن' عطا ابن ابی رباح' سعید ابن جبیر حماد ابن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ وہ اسے حلال کہتے ہیں۔ (مرقات) مگر عام فقہاء مجتہدین حرام کہتے ہیں ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور یہ آیت: وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً (۱۶: ۸) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے (کنزالایمان) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے' خچر' گدھے کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ سواری' بار برداری اور آرائش کے لئے ہیں اس لئے آیت کریمہ میں گھوڑے' خچر اور گدھوں کو ملا کر بیان فرمایا ہے اور ان تینوں کا ایک ہی مقصد بیان فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں جانور حرام ہیں۔ یہ امام اعظم کا مذہب ہے۔

پہچان:

حرام وحلال جانور پہچاننے کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ دریائی جانور سارے حرام ہیں۔ سواء مچھلی کے خشکی کے بے خون والے جانور سارے حرام ہیں سوا ٹڈی کے' خون والے خشکی کے جانور دو قسم کے ہیں۔ پرندے اور چرندے۔ پرندے جانور شکاری پنجے والے حرام ہیں۔ باقی حلال۔ چرندے جانوروں میں کیڑے مکوڑے حرام ہیں۔ جیسے سانپ چوہے گوہ وغیرہ ان کے علاوہ کیل والے شکاری جانور حرام ہیں باقی حلال ہیں۔ یہی مذہب حنفی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَی یَوْمَ خَیْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ وَاَذِنَ فِیْ لُحُوْمِ الْخَیْلِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۲۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشتوں سے منع فرمایا[1] اور گھوڑوں کے گوشتوں کی اجازت دی[2] (مسلم بخاری)

(۳۹۲۸)[1] یعنی شروع اسلام میں گدھا پالتو حلال تھا۔ غزوہ خیبر میں قیامت تک کے لئے حرام کر دیا۔ اس خبر میں عورتوں سے متعہ

حرام ہوا اس کی حرمت بھی تا قیامت ہے۔۲؎ گھوڑے کی حلت میں فقہا کا اختلاف ہے۔امام شافعی احمد اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ یہ حدیث حلال فرمانے والوں کی دلیل ہے امام اعظم کی دلیل وہ آیت کریمہ ہے جو پچھلی حدیث میں ہم نے عرض کی کہ رب تعالٰی نے گدھا، خچر، گھوڑا ان تینوں کو جمع فرما کر فرمایا:لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً کہ یہ تینوں جانور سواری اور زینت کے لئے پیدا فرمائے۔معلوم ہوا کہ ان تینوں میں سے کوئی کھانے کے لئے نہیں۔مگر چونکہ گھوڑے کی حرمت، شرافت وکرامت کی بناء پر ہے اس لئے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے انسان کہ اس کا گوشت حرام مگر جھوٹا پاک، نیز ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ نے حضرت خالد ابن ولید سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشتوں سے منع فرمایا۔نیز نسائی شریف نے حضرت سلمہ ابن نفیل سکونی سے روایت کی کہ حضور نے گھوڑے کو ذلیل کرنے اور اس پر ذلت سے بوجھ لادنے سے منع فرمایا۔اس حدیث کے چند جواب دیئے۔ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔اس کی ناسخ وہی حدیث خالد ہے جو ابھی عرض کی گئی، دوسرے یہ کہ گھوڑے کے متعلق حلت وحرمت دونوں کی روایات ہیں اور جب حلت وحرمت میں تعارض ہوتو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔تیسرے یہ کہ یہاں اذن بمعنی رخص ہے۔بلکہ بعض روایات میں رخص ہی ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ غزوہ خیبر میں ایک ضرورت کی وجہ سے گھوڑا کھانے کی اجازت دی یہ اجازت خصوصی تھی۔چوتھے یہ کہ گھوڑا اگائے بھینس کی طرح حلال ہوتا تو اس کی قربانی بھی جائز ہوتی حالانکہ اس کی قربانی کسی نے جائز نہ کی۔پانچویں یہ کہ حضور اور خلفاء راشدین سے گھوڑا کھانا کبھی ثابت نہیں۔خیال رہے کہ پہلے گھوڑا وحشی جانور تھا۔حضرت اسمٰعیل نے سب سے پہلے اس پر سواری کی جب سے یہ جانور پالتو ہوا (مرقات واشعہ) بہرحال گھوڑے کے متعلق مذہب امام اعظم میں احتیاط ہے اور باقی مذاہب میں گنجائش خیال رہے کہ صحابہ کرام میں سواء حضرت ابن عباس کے کوئی صحابی گدھے کی حلت کے قائل نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ رَاٰی حِمَارًا وَحْشِیًّا فَعَقَرَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَکُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا فَاَکَلَهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۲۹) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ انہوں نے وحشی گدھے کو دیکھا تو اسے ہلاک کردیا۱؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس ہے عرض کیا ہمارے پاس اس کا پاؤں ہے حضور نے قبول فرمایا اور کھایا۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۲۹)۱؎ یعنی اس کا شکار کرلیا وحشی گدھا یعنی نیل گائے بالاتفاق حلال ہے۔ہر جگہ شکار کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے گھوڑے کی طرح ہوتا ہے یوں ہی جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔۲؎ حضرت ابوقتادہ نے تو پوچھا تھا کہ کیا یہ حلال ہے۔حضور انور نے جواب عطا فرمایا کہ اسے کھا کر دکھادیا، یہ جواب قوی جواب سے زیادہ قوی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَیْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَ بَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِکِهَا وَفَخِذَیْهَا فَقَبِلَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۳۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نے مرالظہران میں۱؎ ایک خرگوش کو بھڑکایا تو میں نے اسے پکڑ لیا تو میں اسے ابوطلحہ کے پاس لایا انہوں نے ذبح کیا۲؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا چوتڑ اور دونوں ران بھیجی تو حضور نے اسے قبول فرمالیا (مسلم بخاری)

(۳۹۳۰)۱؎ مرالظہران حرمین شریفین کے درمیان مکہ معظمہ کے قریب ایک بستی ہے وہاں انہوں نے خرگوش زندہ پکڑ لیا۔حضرت

ابوطلحہ نے ذبح کیا۔ حضرت ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں۲؎ معلوم ہوا کہ خرگوش حلال ہے یہی اکثر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو مکروہ کہا ہے اس لئے کہ اس کی مادہ کو حیض آتا ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلضَّبُّ لَسْتُ اٰکُلُہٗ وَلَا اُحَرِّمُہٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۹۳۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گوہ کو نہ تو میں کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۳۱)۱؎ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو گوہ کو حلال کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی و احمد ہمارے یہاں ممنوع ہے ہماری دلیل دوسری فصل میں آرہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا تعارض کی وجہ سے مرجوح ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ نر گوہ کے دو ذکر ہوتے ہیں اور اس کی مادہ کی دو فرجیں کبھی پانی نہیں پیتا چالیس دن میں ایک بوند پیشاب کرتا ہے۔ بیک وقت ستر انڈے دیتا ہے۔ اس کی عمر سات سو برس تک ہوتی ہے۔ گوہ نے ہی حضور کی گواہی بزبان فصیح دی تھی (اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَیْمُوْنَۃَ وَھِیَ خَالَتُہٗ وَخَالَۃُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَ ھَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ اَحَرَامٌ الضَّبُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا وَلٰکِنْ لَمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ فَاَجِدُ نِیْ اَعَافُہٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُہٗ فَاَکَلْتُہٗ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَیَّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۹۳۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ خالد ابن ولید نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میمونہ کے پاس گئے وہ ان کی اور ابن عباس کی خالہ ہیں۱؎ تو ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ پائی۲؎ تو انہوں نے گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو رسول اللہ نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا۳؎ تب خالد بولے کیا گوہ حرام ہے فرمایا نہیں لیکن میری قوم کی زمین میں نہ تھی۴؎ لہٰذا میں اپنے کو گھن کرتا پاتا ہوں۔ خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کھینچ لیا تو میں نے گوہ کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دیکھتے رہے۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۳۲)۱؎ یعنی ام المؤمنین بی بی میمونہ حضرت خالد کی بھی خالہ ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس کی بھی خالہ ہیں' یہ جملہ معترضہ ہے جس میں وجہ بیان فرمائی کہ میں حضرت میمونہ کے پاس کیوں گیا۔۲؎ عشوی وہ گوشت ہے جو دیگچی میں بھونا گیا ہو اور محنوذ وہ گوشت ہے جو گرم پتھر سے بھونا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ (۱۱،۶۹) ایک بچھڑا بھنا لے آئے (کنزالایمان) ۳؎ یعنی یہ گوشت نہ کھایا بلکہ چہرہ انور پر کراہت کے آثار نمودار ہوئے جس سے وہ سوال کیا گیا جو آئندہ مذکور ہے۔۴؎ یعنی وہ حرام شرعی نہیں لیکن مجھے اس سے نفرت طبعی ہے۔ کیونکہ ہماری پرورش جناب حلیمہ کے ہاں ہوئی ہے۔ وہاں گوہ نہ ہوتی تھی۔ اس لئے ہم نے کبھی کھائی نہیں ہے۔ اب کھانے کو دل نہیں چاہتا کراہت طبعی ہے۔۵؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و دیگر ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ گوہ حلال ہے۔ امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک ممنوع وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر حرام ہوتی تو حضور انور کے سامنے نہ کھائی جاتی۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے جب اباحت اور ممانعت میں تعارض ہو تو ترجیح ممانعت کی ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْ کُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ ۔

(۳۹۳۳) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کھاتے دیکھا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۳۳) ۱؎ دجاج نر و مادہ دونوں کو کہتے ہیں و یک نر مرغ کو یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہئے اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہرحال اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مرغ حلال ہے دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں۔ اللہ دے تو اعلیٰ نعمتیں بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزیدار غذاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ كُنَّا نَاْ كُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۳۴) روایت ہے حضرت ابن ابی اوفی سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوہ گئے ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۳۴) ۱؎ ان کا نام عبداللہ ہے والد کا نام انیس قبیلہ جہنیہ سے ہیں۔غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے ۵۴ ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۲؎ ٹڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے۔مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔ہم نے پہلے عرض کردیا ہے کہ خشکی کے بے جان جانور سارے حرام سوا ٹڈی کے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ جَیْشَ الْخَبَطِ وَ اُمِّرَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِیْدًا فَاَلْقَی الْبَحْرُ حُوْتًا مَیِّتًا لَمْ تُرَمِثْلُهُ یُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّا الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ وَاَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَاَرْسَلْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۳۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے پتوں والے لشکر میں غزوہ کیا ۱؎ اور ابوعبیدہ امیر بنائے گئے تو ہم سخت بھوکے ہو گئے پھر دریا نے ایسی مری مچھلی پھینکی کہ اس جیسی دیکھی نہ گئی ۲؎ جسے عنبر کہا جاتا تھا ہم نے اس میں سے آدھا ماہ کھایا پھر ۳؎ پھر ابوعبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی تو سوار اس کے نیچے سے گزر گیا ۴؎ پھر جب ہم آئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا کھاؤ وہ روزی جو اللہ نے تمہاری طرف ظاہر کی اور ہم کو بھی کھلاؤ اگر تمہارے پاس ہو فرماتے ہیں پھر ہم نے اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اس سے کھایا ۵؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۳۵) ۱؎ خبط کے معنی ہیں درختوں کے پتے چونکہ اس غزوہ میں حضرات صحابہ نے بھوک کی وجہ سے پتے کھائے تھے اس لئے اسے غزوہ خبط بھی کہتے ہیں اور ان غازیوں کے لشکر کو جیش خبط' یہ غزوہ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا (اشعہ) ۲؎ اس طرح کہ دریا نے مچھلی کنارہ پر پھینکی وہ خشکی میں آکر مرگئی ورنہ جو مچھلی دریا میں مرکر تر جائے وہ حرام ہے۔لہذا حدیث واضح ہے۔وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ دریا کا میتۃ حلال ہے' اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دریا کی وجہ سے مرجائے یعنی پانی نہ ملنے سے۔جو پانی میں مرکر تیر جائے وہ دریا کا مردہ نہیں بلکہ کسی بیماری کی مردہ ہے ۳؎ یعنی وہاں رہ کر پندرہ دن کھائی اور واپسی میں راستہ میں پندرہ دن یا مدینہ منورہ پہنچ کر پندرہ دن تک کھاتے رہے۔لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں۔جس میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر ہے۔اس مچھلی کو عنبر اس لئے کہتے ہوں گے کہ اس

سے عنبر نکلتا ہے یا اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر ہے۔ (اشعہ) ۴؎ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے سب سے اونچا اونٹ اس کی ہڈی کے نیچے سے گزارا تو وہ اونٹ اس ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔ ۵؎ اس عمل شریف سے مچھلی کی حلت عملی طور پر دکھادی گئی۔ گویا قولی فتویٰ بھی دے دیا گیا اور عملی فتویٰ بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ كُلَّهٗ ثُمَّ لِیَطْرَحْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِجَنَاحَیْهِ شِفَاءً وَفِی الْاٰخَرِدَاءً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۹۳۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس ساری کو ڈبو دے پھر اسے پھینک دے ۱؎ کیونکہ اس کے بازوؤں میں سے ایک بازو میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے ۲؎ (بخاری)

(۳۹۳۶) ۱؎ ذباب بنا ہے ذب سے بمعنی دفع کرنا مکھی کو ذباب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو بار بار دفع کیا جاتا ہے مگر یہ آتی رہتی ہے۔ ذباب بمعنی دفع کی ہوئی چیز اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ مکھی نجس نہیں ہے پاک ہے اور چونکہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے۔ اس لئے پانی دودھ شوربے وغیرہ میں ڈوب کر مر جانا اسے نجس نہیں کرتا یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف یہ احتمال کہ شاید مکھی نجاست پر بیٹھ کر آتی ہو۔ شاید اس پر گندگی لگی ہو اس لئے یہ شوربا ناپاک ہو گیا ہو معتبر نہیں۔ شریعت ظاہر پر ہے۔ ۲؎ حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰی نے بہت جانوروں میں زہر وتریاق جمع فرما دیا ہے۔ شہد کی مکھی کے منہ سے شہد نکلتا ہے جو بیماریوں کی شفا ہے اور اس کے ڈنگ سے زہر نکلتا ہے جو بیماری ہے بچھو کے ڈنگ میں زہر ہے اور خود بچھو کے جسم کی راکھ زہر کا علاج ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ مکھی پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے تم دوسرے بازوؤں کو غوطہ دے کر پھینکو۔ زہریلا بازو پہلے ڈالنا اس کی فطری بات ہے۔ دیکھو چیونٹی کو رب تعالٰی نے کیسی کیسی باتیں سکھا دی ہیں۔ گندم جمع کرتی ہے اگر بھیگی گندم ہو تو اسے خشک کرتی ہے۔ پھر ایسے طریقہ سے رکھتی ہے کہ آئندہ نہ بھیگ سکے۔ دو ٹکڑے کاٹ کر رکھتی ہے تاکہ اگ نہ جائے۔ دھنیہ کو نہیں کاٹتی کہ وہ ثابت بھی نہیں اُگتا۔ پاک ہے وہ رب بے نیاز جس نے بے عقل جانوروں کو یہ سمجھ بخشی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق کی ہر خاصیت سے خبردار ہیں حاکم بھی ہیں حکیم بھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ مَیْمُوْنَةَ اَنَّ فَارَةً وَّقَعَتْ فِیْ سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۹۳۷) روایت ہے حضرت میمونہ سے کہ گھی میں چوہا گر کر مر گیا ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا فرمایا اس کو اور اس کے آس پاس کو گرا دو اور اسی گھی کو کھاؤ ۲؎ (بخاری)

(۳۹۳۷) ۱؎ گھی جما ہوا تھا جیسا کہ آئندہ مضمون میں معلوم ہو رہا ہے۔ ۲؎ یعنی اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے تو اس کے میت جسم سے متصل جو گھی ہے وہ نجس ہو گیا ہے باقی پاک ہے۔ اس نجس کو پھینک دو باقی کھالو وہ نجس گھی کھانے کے سوا دوسرے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ جیسے اس سے چراغ روشن کر سکتے ہیں۔ کشتی میں مل سکتے ہیں۔ پتلے تیل میں اگر چوہا مر جائے تو اسے نہ کھایا جائے۔ ہاں وہ چند طریقوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ جن میں سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نجس گھی یا تیل کو پاک گھی کے ساتھ اس طرح بہا دیا جائے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ ساتھ بہے اس کی تحقیق شامی میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اقْتُلُوْا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَاالطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَمَلَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً اَقْتُلُهَا نَادَانِيْ اَبُوْلُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ اِنَّهُ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهُنَّ الْعَوَامِرُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۳۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سانپوں کو مار دو[۱] خصوصاً دو دھاری والے کو اور بنڈے کو[۲] کیونکہ وہ دونوں بینائی ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں[۳] عبداللہ فرماتے ہیں[۴] اس دوران میں کہ میں ایک سانپ پر حملہ کر رہا تھا کہ اسے مار ڈالوں مجھے ابولبابہ نے پکارا کہ اسے نہ مارو۔ تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کے قتل کا حکم دیا ہے وہ بولے کہ اس کے بعد حضور انور نے گھر والے سانپوں سے منع فرمایا ہے یہ سانپ گھر والے ہیں[۵] (مسلم بخاری)

(۳۹۳۸)[۱] یعنی ہر قسم کے سانپ قتل کر دو۔ موٹے پتلے کالے پیلے گو برے اور غیر گو برے۔[۲] طفیہ بمعنی دھاری یہ ایک قسم کا کالا سانپ ہے۔ جس کے جسم پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ خبیث ترین سانپ ہے۔ بنڈا وہ سانپ جس کی دم موٹی اور چھوٹی ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب سانپ کی عمر دو سو سال ہو جاتی ہے تو اس کی دم موٹی پڑ جاتی ہے اور بہت ہی زہریلا ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالٰی دونوں سے محفوظ رکھے۔[۳] یعنی اگر انسان کی نظر سے مل جائے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور اگر حاملہ عورت کی نظر اس کی نظر سے لڑ جائے تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔ یا خوف کی وجہ سے یا زہر کے اثر سے۔ اللہ کی پناہ یہاں مرقات نے لکھا ہے کہ ایک سانپ ناظر کہلاتا ہے۔ وہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ مر جاتا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک سانپ کا یہ حال ہے کہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ پانی ہو کر بہ جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔[۴] محدثین جب عبداللہ مطلقاً بولتے ہیں تو عبداللہ بن مسعود مراد لیتے ہیں۔ مگر یہاں عبداللہ ابن عمر مراد ہیں کیونکہ ابھی ان کا نام شریف بھی گزرا۔ (مرقات)[۵] یعنی جو سانپ گھروں میں رہتے ہیں بستے ہیں۔ کسی کو تکلیف نہیں دیتے وہ جنات ہیں سانپ نہیں۔ یہ حکم یا تو مدینہ منورہ کے لئے یا عام مکانوں کے لئے۔ حضرت ابو ہریرہ ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے کہ سانپ کو مارنا ایسا ثواب ہے جیسے غازی کا کافر کو قتل کرنا۔

وَعَنْ اَبِي السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ اِذَا سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِيْرِهٖ حَرَكَةً فَنَظَرْنَا فَاِذَا فِيْهِ حَيَّةٌ فَوَثَبْتُ لِاَقْتُلَهَا وَ اَبُوْسَعِيْدٍ يُصَلِّيْ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ اَجْلِسَ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَشَارَ اِلٰى بَيْتٍ فِي الدَّارِ فَقَالَ اَتَرٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ كَانَ فِيْهِ فَتًى مِنَّا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَكَانَ ذٰلِكَ الْفَتٰى يَسْتَاْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳۹۳۹) روایت ہے حضرت ابوسائب سے[۱] فرماتے ہیں ہم ابوسعید خدری کے پاس گئے اس دوران میں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے ان کے تخت کے نیچے حرکت سنی[۲] تو ہم نے دیکھا وہاں سانپ تھا میں اسے قتل کرنے کے لئے کودا اور جناب ابوسعید نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ[۳] میں بیٹھ گیا جب وہ فارغ ہوئے تو گھر کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا فرمایا کیا تم اس کوٹھڑی کو دیکھتے ہو میں نے کہا ہاں فرمایا اس میں ہمارا ایک نوعروس جوان تھا[۴] فرماتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے[۵] تو وہ جوان دوپہر یوں

بِانْصَافِ النَّهَارِ فَيَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَاْذَنَهٗ يَوْمًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ فَاَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَاِذَا امْرَاَتُهٗ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَآئِمَةٌ فَاَهْوٰى اِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعَنَهَا بِهٖ وَاَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ اكْفُفْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ وَ ادْخُلِ الْبَيْتَ حَتّٰى تَنْظُرَ مَا الَّذِيْ اَخْرَجَنِيْ فَدَخَلَ فَاِذَا الْحَيَّةُ عَظِيْمَةٌ مُنْطَوِيَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ فَاَهْوٰى اِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَهٗ فِي الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَيْهِ فَمَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا كَانَ اَسْرَعَ مَوْتًا الْحَيَّةُ اَمِ الْفَتٰى قَالَ فَجِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ وَقُلْنَا ادْعُ اللّٰهَ يُحْيِيْهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبُيُوْتِ عَوَامِرَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَحَرِّجُوْا عَلَيْهَا ثَلٰثًا فَاِنْ ذَهَبَ وَ اِلَّا فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّهٗ كَافِرٌ وَّ قَالَ لَهُمُ اذْهَبُوْا فَادْفِنُوْا صَاحِبَكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ بَدَالَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیا کرتا تھا اور اپنے گھر لوٹ جاتا تھا۶؎ ایک دن اس نے حضور سے اجازت مانگی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہتھیار لیتے جاؤ کیونکہ میں تمہارے متعلق قریظہ سے ڈرتا ہوں ۷؎ چنانچہ اس شخص نے اپنے ہتھیار لے لئے پھر چلا گیا اچانک اس کی بیوی دروازہ میں کھڑی تھی ۸؎ اس نے بیوی کی طرف نیزے کا اشارہ کیا تاکہ اسے ماردے اسے غیرت آ گئی ۹؎ وہ بولی کہ اپنا نیزہ روک رکھو گھر میں جاؤ تاکہ خود دیکھ لو کہ مجھے کس چیز نے نکالا ہے ۱۰؎ چنانچہ وہ گیا تو ایک بڑا سانپ بستر پر کنڈلی مارے ہے (لہرا رہا ہے) ۱۱؎ وہ اس سانپ کی طرف نیزہ لے کر جھکا اسے نیزہ میں پرو لیا ۱۲؎ پھر نکلا پھر گھر میں چبھو لیا تو سانپ نے تڑپ کر اس پر حملہ کیا ۱۳؎ پھر خبر نہیں کہ ان دونوں میں جلدی کون مرا سانپ یا جوان ۱۴؎ راوی فرماتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا اور ہم نے عرض کیا ۱۵؎ کہ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اسے ہمارے لئے زندہ فرما دے ۱۶؎ فرمایا: اپنے ساتھی کے لئے دعا بخشش کرو ۱۷؎ پھر فرمایا کہ ان گھروں میں کچھ جنات رہنے والے ہیں ۱۸؎ جب تم ان میں سے کچھ دیکھ لو۔ تو ان پر تین دن تنگی کرو۔ پھر اگر وہ چلا جائے تو خیر ورنہ اسے ماردو کہ وہ کافر ہے۔ ۱۹؎ اور فرمایا کہ جاؤ اپنے ساتھی کو دفن کردو" ۲۰؎ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں ۲۱؎ تو جب ان میں سے کچھ دیکھو تو اسے تین دن تک خبردار کرو اگر وہ پھر اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے ماردو کہ وہ شیطان ہے ۲۲؎ (مسلم)

(۳۹۳۹) ۱؎ آپ تابعی ہیں ہشام ابن نمیرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔ ۲؎ یعنی ہم کو ان کے بستر پر سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ ۳؎ نماز میں اشارۃً کسی کو کچھ سمجھا دینا ضرورۃً جائز ہے۔ بلا ضرورۃً ممنوع۔ اشارہ ایسا نہ ہو جو مفسد نماز ہوتا ہے۔ ۴؎ جس کی شادی نئی نئی ہوئی تھی۔ عرس بمعنی شادی عروس دولہا دلہن دونوں کو کہتے ہیں۔ ۵؎ غزوہ خندق کے موقع پر یہ جوان بھی خندق کھودنے پر مامور تھا۔ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ۶؎ کیونکہ نیا دولہا تھا۔ دوپہر میں آرام کرنے گھر جاتا تھا۔ دن ڈھلے واپس آ جاتا۔ اپنے کام یعنی خندق کھودنے میں لگ جاتا تھا۔ ۷؎ قریظہ یہود کی وہ جماعت جو مدینہ منورہ کے قریب حوالی میں رہتی تھی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی تھی کفار مکہ سے مل کر اس جماعت نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرائی تھی۔ ان لوگوں سے اندرونی حملہ کا ہر وقت ہی خطرہ رہتا تھا۔

اس لئے یہ ارشاد فرمایا۔ ۸؎ دروازے کی چوکھٹ کے دو بازوؤں کے درمیان کھڑی تھی۔ اس کی وجہ آگے آ رہی ہے۔ ۹؎ اگرچہ گلی میں اس وقت کوئی مرد نہ تھا۔ جس سے بے پردگی ہو مگر اس غیرت مند صحابی کو غیرت آئی کہ میری بیوی ایسی جگہ کیوں آئی جہاں بے پردگی کا خطرہ ہو اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی بہو بیٹیوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ ۱۰؎ تاکہ تم کو پتا لگے کہ میں مجبوری میں باہر نکلی ہوں۔ ایسی مجبوری میں پردہ لازم نہیں رہتا۔ زبان سے نہ بتایا بلکہ اسے دکھانے کی کوشش کی ۱۱؎ اب اس جوان کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی باہر کیوں نکلی تھی۔ ۱۲؎ اس طرح کہ نیزہ سانپ کے جسم میں گھونپ دیا اور سانپ کو طوق کی طرح بنالیا۔ اسے اس ہار سے مشابہت دی گئی جس میں موتی پرو لئے جائیں۔ ۱۳؎ اس طرح کہ زخمی سانپ نے زور مارا۔ اس کے برچھے سے الگ ہوکر جوان کو کاٹ لیا۔ زخمی بلکہ لاٹھی کھایا ہوا سانپ ضرور حملہ کرتا ہے اس لئے سانپ کو مارنے والے اسے لاٹھی مارکر فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں کیونکہ سانپ اچھل کر اس جگہ آ گرتا ہے جہاں لاٹھی والا کھڑا ہو۔ ۱۴؎ یعنی جوان فوراً ہی مرگیا۔ سانپ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے' غیر محسوس وقفہ سے' عرب کا سانپ عموماً بہت ہی زہریلا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی ریتلے علاقوں کے سانپ بہت زہریلے ہوتے ہیں۔ ۱۵؎ یہ واقعہ نقل فرمانے والے حضرت ابوسعید خدری ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کرنے والے عام حاضرین ہیں (مرقات) ۱۶؎ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی مردے زندہ کرنے کے متعلق عرض نہ کیا۔ آج یہ عرض کرنا یا تو اس مرحوم نوعروس اور اس کی نئی نویلی دلہن پر ترس کھاتے ہوئے تھا یا وہ حضرات سمجھے کہ جوان مرا نہیں ہے بلکہ بے ہوش ہوگیا ہے۔ اشعۃ اللمعات نے دوسرا احتمال اختیار فرمایا۔ ۱۷؎ یعنی اسے زندہ کرانے سے بہتر یہ ہے کہ ربّ تعالٰی سے اسے بخشواؤ۔ دعائے خیر دوبارہ زندگی سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معجزہ پر قادر نہیں ہیں۔ حضور کے دست اقدس پر کئی مردے زندہ ہوئے ہیں۔ جس کو ہم نے اپنی کتب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ والدین کریمین کو زندہ فرما کر انہیں مومن صحابی بنانا تو مشہور ہی ہے۔ حضرت شیخ نے مدارج النبوت میں مردے زندہ فرمانے کے واقعات بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ جو ذات کریم بے جان لکڑیوں میں زندگی پیدا فرما کر کلمہ پڑھوا سکتی ہے۔ وہ مردوں کو بھی زندہ کرسکتی ہے۔ ۱۸؎ یعنی آج کل مدینہ منورہ کے گھروں میں کچھ جنات بہ شکل سانپ رہتے ہیں۔ جن میں سے بعض مومن بھی ہیں۔ لہذا یہ حکم ہر جگہ کے لئے نہیں بلکہ خاص مدینہ منورہ کے لئے ہے۔ وہ بھی اسی زمانہ پاک کے لئے ہے جیسا کہ ابھی اس روایت میں آ رہا ہے۔ ۱۹؎ یعنی اگر تمہاری اس مہلت سے وہ فائدہ نہ اٹھائے' گھر سے نہ بھاگے تو یا تو وہ واقعی سانپ ہی ہے یا کافر جن ہے' پھر اسے مار دو ۲۰؎ اس کے کفن دفن کا انتظام کرو' پھر اس کی میت ہمارے پاس لاؤ۔ ہم نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر صحابہ کی نماز جنازہ حتی الامکان خود پڑھاتے تھے۔ ۲۱؎ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حکم صرف مدینہ منورہ کے لئے تھا۔ وہ بھی اس خاص زمانہ میں تھا جیسے مسلم انسان مدینہ کی گلیوں کو ترستے ہیں۔ یوں ہی اس زمانہ میں مومن جنات بھی وہاں رہنے کے خواہش مند تھے۔ ان کی رعایت فرماتے ہوئے یہ حکم دیا گیا تھا ۲۲؎ یعنی موذی سانپ ہے یا کافر جن ہے یا واقعی ابلیس کی ذریت ہے۔ معلوم ہوا کہ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں اس زمانہ میں سانپ کو یہ مہلت دینے کا حکم استحبابی تھا وجوبی نہ تھا اگر کوئی مسلمان جن سانپ کی شکل میں ہو اور مسلمان کے ہاتھ مارا جائے تو مارنے والا مسلمان نہ تو گنہگار ہے نہ اس پر دیت یا قصاص ہے کیونکہ وہ غیر شکل میں مارا گیا ہے۔ یہ قتل مسلم نہیں بلکہ سانپ کا مارنا ہے۔ جیسے کوئی شخص چور کی شکل میں اپنے کسی دوست کے گھر گھس جائے گھر والا اپنی حفاظت کے لئے اسے مار دے' پھر پتا لگے کہ یہ میرا فلاں دوست ہے جو دل لگی مذاق کے لئے چور کی شکل میں آیا تھا تو

اس قاتل پر قصاص یا دیت نہیں۔ کیونکہ یہ قتل نہ تو قتل عمد ہے نہ قتل خطا۔ یہ تو اپنی جان کی حفاظت میں دشمن کا قتل ہے یوں ہی جہاد میں غازی کسی مسلمان کو حربی کافر سمجھ کر مار دے تو اس پر قصاص یا دیت نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۴۰) روایت ہے حضرت ام شریک سے[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کے مارنے کا حکم دیا[۲] کہ وہ حضرت ابراہیم پر پھونکیں مارتا تھا[۳] (مسلم بخاری)

(۳۹۴۰)[۱] ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں' ایک کا نام عزمہ بنت دہ دان ہے۔ قرشیہ عامریہ ہیں۔ لوی ابن غالب کی اولاد سے۔ دوسری انصاریہ ہیں۔ خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں (مرقات واشعہ) مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔[۲] وزغ جمع ہے وزغہ کی بمعنی گرگٹ' مشہور جانور ہے۔ چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ دم لمبی ہوتی ہے' رنگ بدلتا ہے' سبزیوں میں رہتا ہے۔[۳] یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے۔ اگرچہ اس کی پھونک سے آگ تیز نہ ہوئی۔ وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دل کی حالت معلوم ہوگئی کہ یہ دشمن خلیل ہے اس لئے اسے مارنے کا حکم دیا گیا۔ اس کے برعکس ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا دور سے آگ پر ڈالدیتا تھا کہ آگ بجھ جائے۔ اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا۔ اس کے ذریعہ ملکہ یمن بلقیس کو ہدایت دی گئی۔ جیسا کہ قرآن کریم سورہ نمل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے۔ محبت رسول کا انجام اچھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں۔ بعض نبی کے دشمن حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۴۱) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار دینے کا حکم دیا اور اس کا نام بدکار رکھا[۱] (مسلم)

(۳۹۴۱)[۱] فویسق تصغیر ہے۔ فاسق بمعنی بدکار کی' یعنی جیسے چوہا' چیل' کوا' بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو حل وحرم میں قتل کر دینا جائز ہے بلکہ ثواب ہے چیل کوا وغیرہ تو اس لئے فویسق ہیں کہ وہ اپنے نفع کے بغیر انسانوں کا نقصان کرتے ہیں اور یہ اس لئے فویسق ہے کہ دشمن خلیل ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ وَ فِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے تو اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری چوٹ میں اس سے کم اور تیسری چوٹ میں اس سے کم[۱] (مسلم)

(۳۹۴۲)[۱] اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا۔ زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے۔ ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد وابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کی سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المومنین عائشہ صدیقہ مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو

گرگٹ کو مارے اللہ تعالٰی اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا (مرقات) بہرحال اس کا قتل ثواب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ فَاَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ اَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً مِّنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۴۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی نبی کو کاٹ لیا۱؎ تو انہوں نے چیونٹیوں کی بستی جلانے کا حکم دیا وہ جلا دی گئی۲؎ تو اللہ تعالٰی نے انہیں وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے امتوں میں سے ایک امت کو جلا دیا جو تسبیح پڑھتی ہے۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۹۴۳)۱؎ وہ نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا: وہ نبی داؤد علیہ السلام ہیں۔ عربی میں نوچنے کو قرص کہتے ہیں اور کاٹ کھانے کو عض۔ مگر یہاں قرص بمعنی عض ہے کہ چیونٹی کاٹتی ہے۔ نوچتی نہیں (مرقات) خیال رہے کہ عض منہ سے کاٹ کھانے کو کہتے ہیں۔ چھری چاقو سے کاٹ ڈالنے کو قطع، پھاڑ دینے کو خرق، توڑ دینے کو کسر کہتے ہیں۔ یہ اصطلاحیں خیال میں رہنی چاہئیں۔ فرق باریک ہے۔ ڈسنے کو لدغ کہتے ہیں۔ ۲؎ چیونٹیوں کی بستی سے مراد ان کے اجتماع کی جگہ ہے۔ جہاں بہت چیونٹیاں رہتی ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ مولٰی تو کفار کی بستیوں پر عذاب بھیجتا ہے۔ حالانکہ ان میں بعض مومنین بلکہ صالحین بھی ہوتے ہیں وہ کیوں تباہ کردیئے جاتے ہیں تب وہ ایک درخت کی جڑ میں گئے ٹھنڈی ہوا تھی سو گئے سوتے ہی ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ جس سے ان کی نیند اچاٹ ہوگئی۔ تب انہوں نے وہ چیونٹیوں کا کھڈ ہی جلوا دیا۔ یعنی رب تعالٰی نے خود ہی ان کے عمل شریف سے ان کو جواب سمجھا دیا (مرقات) ۳؎ ان کے دین میں موذی جانوروں کا زندہ جلا دینا جائز ہوگا۔ اس لئے ان پر عتاب نہ ہوا۔ اسلام میں زندہ کو جلانا ممنوع ہے نیز ہمارے ہاں چار جانوروں کو مارنا ممنوع ہے جن میں چیونٹی بھی ہے۔ جیسا کہ دوسری فصل میں آئے گا۔ خیال رہے کہ اگر موذی جانور کو بغیر زندہ جلائے مارنا ممکن نہ ہو تو اسے جلا ڈالنا جائز ہے (مرقات) جیسے چارپائی کے کھٹمل سوراخ میں گھسا ہوا سانپ جو کھولتے پانی سے مارے جاتے ہیں یا بھڑوں کا چھتہ جو آگ سے جلایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر ان کو مارنا ممکن نہیں۔ اگرچہ ہر چیز رب تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے مگر چیونٹی تسبیح بھی کرتی ہے اور بے ضرر بھی ہے۔ جو چیونٹی نقصان پہنچائے یا کاٹ کھائے اسے ماردینا جائز ہے۔ کبھی چیونٹی کا کاٹا جوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس کا قتل جائز ہے۔ جیسے بلی کا قتل جائز نہیں لیکن موذی بلی کا قتل جائز ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِی السَّمَنِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا فَاَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَاِنْ كَانَ مَآئِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوُدَ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ)

(۳۹۴۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب چوہا گھی میں گر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہا پھینک دو اور وہ جو اس کے آس پاس ہے۱؎ اور اگر پتلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۲؎

(احمد) اور ابوداؤد دارمی بروایت ابن عباس۔

(۳۹۴۴)۱؎ یعنی اگر جما ہوا گھی میں گر کر مر جائے تو اسے نکال کر پھینک دو [illegible] متصل گھی بھی کھرچ کر پھینک دو۔ اگر زندہ

چوہا نکلا تو گھی پاک ہے۔۲؎ بعض علماء نے اس کے معنی یہ کیے کہ اسے کسی طرح بھی استعمال نہ کرو نہ کھانے میں نہ لگانے میں' نہ چراغ جلانے میں۔مگر حق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کھانے کے قریب نہ جاؤ۔ دوسری طرح اس کا استعمال درست ہے۔ جیسے اس سے چراغ روشن کرنا۔اگر تیل ناپاک ہو جائے تو اس کا صابن میں استعمال کر لینا' خیال رہے کہ اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ پتلے ناپاک گھی کا آس پاس پھینک دینا کافی نہیں اسے اس طرح پاک نہیں کیا جا سکتا۔ پتلا گھی' تیل' دودھ' ان کے پاک کرنے کا وہ طریقہ ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اسے پتلے پاک گھی کے ساتھ بہا دو۔ پاک ہو جائے گا من دو من گھی' تیل یا دودھ کو پھینکا نہ جائے گا۔ پتلی چیزوں کے پاک کرنے کے تین چار طریقے شامی وغیرہ نے لکھے ہیں۔

وَعَنْ سَفِينَةَ قَالَ اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارىٰ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۹۴۵) روایت ہے حضرت سفینہ سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بٹیر کا گوشت کھایا ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۹۴۵) ۱؎ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں۔ام المومنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے۔ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار' ڈھال نیزہ' کچھ اور سامان ان پر لاد دیا اور فرمایا: تم ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ عبدالرحمن محمد' زیاد اور کثیر۔۲؎ معلوم ہوا کہ بٹیر حلال ہے۔اس کا کھانا سنت ہے۔نہایت سیدھا پرندہ ہے۔عرب والے بیوقوف آدمی کو کہتے ہیں: انت حباری' تو تو نرا بٹیر ہے۔حباری واحد بھی ہے۔جمع بھی ہے' مذکر بھی ہے مونث بھی' اس کا الف اصلی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَالْبَانِهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ قَالَ نَهٰى عَنْ رُّكُوْبِ الْجَلَّالَةِ)

(۳۹۴۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے کھانے اور ان کے دودھوں سے منع فرمایا ۱؎ (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جلالہ کی سواری سے منع فرمایا ۲؎

(۳۹۴۶) ۱؎ جلالہ وہ گائے ہے جو بہت نجاست کھاتی ہے حتیٰ کہ اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔اس کا بدبودار گوشت' دودھ' کھانا پینا مکروہ ہے۔اسے کچھ روز تک باندھ رکھا جائے۔ جب اس کے جسم سے بو آنا بند ہو جائے تب ذبح کیا جائے۔امام مالک کے ہاں جلالہ کا گوشت بلا کراہت جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت اچھی طرح دھو لیا جائے۔حضرت عبداللہ ابن عمر چھوٹی ہوئی مرغی کو تین دن باندھ کر رکھتے پھر ذبح فرماتے۔ جو جانور کبھی کبھی گندگی کھا لے وہ جلالہ نہیں۔ (مرقات) ۲؎ یہ ممانعت کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ جلالہ کا پسینہ بھی بدبودار ہوتا ہے۔ممکن ہے کہ سوار کے کپڑے میں پسینہ لگے اور وہ بھی بدبودار ہو جائے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۴۷) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن شبل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

(۳۹۴۷) ۱؎ یہ حدیث امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے کہ گوہ حرام ہے اس کی بحث پہلے گزر چکی' یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کی۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الْهِرَّةِ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا . (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۳۹۴۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا۔۱ (ابوداؤد ترمذی)

(۳۹۴۸) ۱؎ تمام ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلی کھانا حرام ہے۔ البتہ اس کی فروخت اور اس کی قیمت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک بلی کی قیمت بلا کراہت جائز ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہ حدیث مکروہ فرمانے والوں کی دلیل ہے۔ اس کی بحث کتاب البیوع میں گزر چکی۔ خیال رہے کہ بلی شکاری جانور بھی ہے اور کیل والی بھی لہٰذا اس قاعدے سے بھی حرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیل والے شکاری جانور کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کی۔

وَعَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۳۹۴۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ۱؎ پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت حرام فرمائے اور ہر کیل والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے حرام فرمائے ۲؎ ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔۳؎

(۳۹۴۹) ۱؎ فتح خیبر سے پہلے عرب میں گدھا کھانے کا رواج تھا۔ شروع اسلام میں بھی رہا، خیبر کے دن اسے حرام فرمایا گیا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ خیال رہے کہ حمار وحشی جنگلی گدھا جسے فارسی میں گورخر اور اردو میں نیل گائے کہتے ہیں وہ حلال ہے۔ عموماً اس کا شکار کیا اور کھایا جاتا ہے۔ ۲؎ یعنی پنجے والے شکاری پرندے حرام فرمادیئے۔ جیسا کہ پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔ ۳؎ یعنی اس اسناد اور ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے ورنہ مسلم بخاری نے حضرت براء ابن عازب جابر، علی مرتضیٰ، ابن عمر، ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایات کیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کھانے سے منع فرمایا اور صحاح ستہ میں ابوثعلبہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیل والے شکاری چرندے سے منع فرمایا۔ اور احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پنجہ والے شکاری پرندے سے منع فرمایا۔ یوں ہی بجو کھانا حرام ہے جیسا کہ احمد و اسحٰق نے ابو یعلی موصلی عن عبداللہ ابن یزید سے مرفوعاً روایت کی۔ (مرقات)

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۹۵۰) روایت ہے حضرت خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ۱؎ (ابوداؤد) نسائی ۲؎

(۳۹۵۰) ۱؎ یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ گھوڑا حرام ہے جیسے کہ خچر و گدھا حرام ہے اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ جس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے، گدھے اور خچر کی پیدائش سواری اور زینت کے لئے ہے نہ کہ کھانے کے لئے نیز گھوڑا ذریعہ جہاد ہے۔ حتیٰ کہ غنیمت میں اس کا بھی حصہ رکھا جاتا ہے۔ اس کو کھانے سے جہاد کے آلہ کی کمی ہو جانے کا خطرہ ہے۔ الحمد للہ کہ عملاً تمام مسلمان امام اعظم کا قول مانتے ہیں۔ ہم نے عرب و عجم کہیں بھی گھوڑے کا گوشت کھاتے فروخت ہوتے مارکیٹ میں آتے نہ دیکھا۔ ۲؎ حدیث ابن ماجہ نے بھی روایت کی۔ منذری نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف

ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ صحابہ کرام سے گھوڑا کھانا ثابت ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث قرآنی آیات اور دوسری روایات کی تائید سے قوی ہے جن صحابہ کرام نے گھوڑا کھایا وہ یا تو حرام ہونے سے پہلے کھایا یا انہیں ممانعت کی حدیث پہنچی نہیں، بے خبری میں کھایا (از مرقات) ہم مرآت کے مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کی احادیث کوضعیف ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب ہے۔ وہاں اسنادوں میں ضعیف راوی ذرا مشکل سے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر بعد کے محدثین کو کوئی حدیث ضعیف ہوکر ملے تو امام اعظم کو یہ ضعف مضر نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَاَتَتِ الْيَهُوْدُ فَشَكَوْا اَنَّ النَّاسَ قَدْ اَسْرَعُوْا اِلٰى حَضَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا يَحِلُّ اَمْوَالُ الْمُعَاهِدِيْنَ اِلَّا بِحَقِّهَا۔

(۳۹۵۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو یہود آئے انہوں نے شکایت کی کہ لوگوں نے ان کی سرسبز کھجوروں کی طرف جلدی کی [1] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار ذمہ والوں کے مال ناحق حلال نہیں [2] (ابوداؤد)

(۳۹۵۱) [1] اخضائر جمع ہے خضیرہ کی، خضیرہ وہ کھجور کا درخت ہے جس کے پھل ابھی کچے ہوں، ہرے ہوں۔ خضرۃ سے بنا، بمعنی سبزی یعنی مسلمان ہمارے باغوں میں پہنچے اور انہوں نے ہمارے ہرے پھل توڑ کر کھائے نہ ہم کو قیمت دی نہ ہم سے اجازت لی۔ [2] یعنی چونکہ یہود خیبر ہمارے ذمی بن چکے ہیں اور ذمی سے بجز جزیہ اور مستامن سے بجز ٹیکس تجارت اور مال لینا جائز نہیں۔ لہٰذا تم خیبر کے یہود کے مال سے کچھ نہ لو حقہا سے وہی حق مراد ہے جو عرض کیا گیا یعنی جزیہ یا جس مال پر ان سے صلح ہو جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ الْمَيْتَتَانِ الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ)

(۳۹۵۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے لئے دو مردے اور دو خون حلال کئے گئے دو مردے تو مچھلی اور ٹڈی ہے [1] اور دو خون کلیجی اور تلی ہے [2] (احمد، ابن ماجہ، دارقطنی)

(۳۹۵۲) [1] یعنی دونوں جانور بغیر ذبح حلال ہیں کیونکہ ان میں بہتا خون نہیں اور ذبح کرنا اسی کو اللہ کے نام پر نکال دینے کے لئے ہوتا ہے جب وہ چیزیں ان میں نہیں تو ان کا ذبح بھی نہیں، خیال رہے کہ مچھلی بہت قسم کی ہے اور ہر قسم کی حلال ہے۔ بغیر ذبح کھانا درست ہے بعض مچھلیوں میں خون نکلتا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ خون نہیں ہوتا بلکہ سرخ پانی ہوتا ہے۔ اس لئے دھوپ میں سفید ہو جاتا ہے۔ خون کی طرح نہ سیاہ پڑتا ہے نہ جمتا ہے۔ فقیر نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ بہر حال مچھلی بغیر ذبح حلال ہے۔ [2] یعنی کلیجی وتلی جما ہوا خون ہے اور حلال ہے۔ یہ دونوں چیزیں گوشت نہیں اس لئے جو گوشت نہ کھانے کی قسم کھالے اور پھر کلیجی یا تلی کھالے تو حانث نہ ہوگا۔

وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَلْقَاهُ الْبَحْرُ وَجَزَرَ عَنْهُ الْمَاءُ فَكُلُوْهُ وَمَا مَاتَ فِيْهِ وَطَفَا فَلَا تَاْكُلُوْهُ۔

(۳۹۵۳) روایت ہے حضرت ابوالزبیر سے [1] وہ حضرت جابر سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو دریا پھینک دے اور اس سے پانی ہٹ جائے تو اسے کھالو اور جو دریا میں

[illegible]

اَلْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰی جَابِرٍ) (ابوداؤد،ابن ماجہ اورمحی السنہ نے فرمایا کہ اکثر محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے[۳])

(۳۹۵۳)[۱] آپ کا نام محمد ابن مسلم ہے۔مکی ہیں۔حضرت حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ معظمہ کے تابعین میں سے ہیں۔حافظ ہیں،ثقہ ہیں وسیع العلم ہیں۔حضرت جابر،عائشہ صدیقہ،ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔مگر اکثر حضرت جابر سے روایت لیتے ہیں۔۱۲۵ھ ایک سو پچیس یا ایک سو اٹھائیس ہجری میں وفات پائی۔آپ سے بہت محدثین نے روایات لیں (مرقات،اشعہ)[۲] خلاصہ یہ ہے کہ جس مچھلی کی موت پانی نہ ملنے یا کم ملنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے اور جس مچھلی کی موت بیماری کی وجہ سے ہو کہ پانی میں رہتے ہوئے مرجائے اور پانی پر تیر کر آجائے تو ممنوع ہے۔یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ طافی مچھلی مکروہ ہے۔طافی اسی کو کہتے ہیں۔امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما اسے بلاکراہت جائز فرماتے ہیں۔یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔خیال رہے کہ جزر کے معنی ہیں سمٹ جانا۔اس کا مقابل ہے مد،اسی سے ہے۔مدوجزر وہ جو حدیث شریف میں ہے حل میتتہ دریا کا مردار حلال ہے تو وہاں دریا کے مردار سے مراد وہی ہے جس کی موت کا سبب دریا بنے نہ وہ جس کی موت کا سبب کوئی مرض و بیماری ہو۔ابھی جو حدیث گزری کہ دو مردار حلال ہیں۔یہ حدیث اس کی شرح ہے کہ دریا کا وہ مردار مراد ہے جو دریا کی وجہ سے مرے[۳] کوئی مضائقہ نہیں اس قسم کی حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور اس پر حدیث مرفوع کے احکام جاری ہوتے ہیں۔خیال رہے کہ امام شافعی صحابہ کرام کے اجتہادی مسائل میں ان کی پیروی نہیں کرتے۔وہ فرماتے ہیں: ھم رجال و نحن رجال وہ بھی مرد تھے ہم بھی مرد ہیں مگر امام ابوحنیفہ تقلید صحابہ کو لازم جانتے ہیں ان کے اجتہادی مسائل پر عمل ضروری جانتے ہیں۔(اشعہ)

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ اَكْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰهِ لَا اٰكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ۔ (۳۹۵۴) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا[۱] تو فرمایا کہ اللہ کا بڑا لشکر ہے[۲] میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں[۳]

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ قَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ ضَعِيْفٌ) (ابوداؤد) محی السنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے[۴]

(۳۹۵۴)[۱] کہ ان کے پیدا فرمانے میں کیا حکمت ہے اور ان کا کھانا حلال ہے یا حرام۔[۲] یعنی پرندوں میں سب سے بڑی جماعت ٹڈیوں کی ہے اور جب خدا تعالٰی کسی قوم پر غضب کرتا ہے تو اس پر ٹڈی کا عذاب بھیجتا ہے۔یہ اس قوم کی کھیتی باڑی،درخت پھل وغیرہ سب کچھ کھاجاتی ہیں اور اس پر قحط مسلط ہوجاتا ہے ورنہ رب کی بڑی سے بڑی مخلوق فرشتے ہیں۔حق تعالٰی ان کے متعلق فرماتا ہے: وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (۷۴/۳۱) اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا (کنزالایمان) (مرقات)[۳] یعنی ٹڈی شرعاً حرام نہیں ہم خود اسے کھاتے نہیں طبعًا اس سے نفرت ہے۔شاید سائل کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور کھاتے ہیں یا نہیں اور ہم کھائیں یا نہ۔لہٰذا جواب بالکل مطابق ہوگیا کہ ہم نہیں کھاتے تم کھاؤ۔خیال رہے کہ ٹڈی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔[۴] یہ حدیث اسناد سے بھی ضعیف ہے اور معنی سے بھی۔اسناد سے تو اس لئے کہ اس کے سارے راوی قوی وثقہ نہیں۔معنی سے اس لئے کہ بہت سی احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔جن میں ٹڈی کی حلت صراحۃً مذکور ہے۔یہاں مرقات نے ٹڈی کے حلال ہونے کے متعلق بہت سی عجیب روایات بیان کیں۔چنانچہ فرمایا کہ حضرت مریم بنت عمران نے دعا کی تھی کہ مولٰی مجھے بغیر خون والا گوشت دے۔تو رب نے

انہیں یہی ٹڈی دی۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی اسے بغیر ماں کے دودھ کے زندہ رکھ اور بغیر کسی ہانکنے والے اور بغیر آواز کے ان میں تنظیم دے اور فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام عموماً ٹڈی کھایا کرتے تھے اور فرمایا کہ حضور انور کی ازواج مطہرات ایک دوسری کو طباق بھر کر ٹڈیاں ہدیہ کرتی تھیں وغیرہ۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّ الدِّيْكِ وَ قَالَ اِنَّهُ يُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۹۵۵) روایت ہے حضرت خالد ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا[۱] اور فرمایا کہ یہ نماز کی اطلاع دیتا ہے[۲] (شرح سنہ)

(۳۹۵۵)[۱] مشکوٰۃ ادیک اسم جنس ہے واحد وجمع سب پر بولا جاتا ہے۔ بمعنی مرغ نر، مادہ کو دجاجہ کہتے ہیں۔ یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ برا سمجھو، یہ بڑا مبارک جانور ہے۔[۲] یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لئے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے۔ رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں بھی بولتا ہے اور صبح صادق کے وقت بھی حتی کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے نمازوں کے لئے سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں۔ اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۳۹۵۶) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرغ کو برا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے[۱] (ابوداؤد)

(۳۹۵۶)[۱] بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے۔ ہر سحر کو اذان دیتا ہے۔ اس کی اذان سن کر زمین کے تمام مرغ اذان سحر دیتے ہیں۔ اس لئے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَالَ اَبُوْ لَيْلٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْحَيَّةُ فِي الْمَسْكَنِ فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّا نَسْئَالُكَ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَبِعَهْدِ سُلَيْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ اَنْ لَا تُؤْذِيْنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا ۔

(۳۹۵۷) روایت ہے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا ابولیلیٰ نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گھر میں سانپ نمودار ہو تو اس سے کہہ دو کہ ہم حضرت نوح وحضرت سلیمان کے معاہدوں کے واسطے تجھ سے سوال کرتے ہیں[۲] کہ تو ہم کو نہ ستا اگر پھر ستائے تو اسے ماردو (ترمذی ابوداؤد)[۳]

(۳۹۵۷)[۱] آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ ثقہ تابعی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے جب چھ سال باقی رہے تو آپ پیدا ہوئے کوفے کے رہنے والے ہیں۔ تراسی ۸۳ھ میں بصرہ کی نہر میں ڈوب کر آپ نے وفات پائی۔ بیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔ جن میں حضرت عثمان وعلی، ابوایوب انصاری، ابوالدرداء ہیں۔ آپ سے بہت لوگوں نے روایات کیں۔ آپ کے بیٹے کا نام محمد تھا۔ ابن ابی لیلیٰ کنیت تھی۔ کوفہ کے قاضی تھے بڑے فقیہہ تھے۔ جب فقہاء ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو وہی محمد مراد ہوتے ہیں۔ محمد ۷۴ھ چوہتر میں پیدا ہوئے ۱۴۸ھ (ایک سو اڑتالیس) میں وفات ہوئی (اشعہ ومرقات)[۲] غالباً عہد نوحی سے مراد وہ معاہدہ ہے جو آپ نے اپنی کشتی میں سوار کرتے وقت سانپ سے لیا تھا کہ بلا وجہ کسی کو ایذا نہ دینا۔ معلوم ہوا کہ بعض سانپ انسانوں کی بولی سمجھتے ہیں اور ان کو عہد یاد بھی آجاتے ہیں (از مرقات) بعض سانپوں کے سمجھنے کے واقعات مشہور ہیں۔[۳] سانپ کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ ہر سال اپنی کھال اتارتا

ہے۔اس کی آنکھ میں پتلی گردش نہیں کرتی۔ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں تو پھر جلد ہی اگ جاتے ہیں۔ دم کاٹ دی جائے تو جلد ہی اگ آتی ہے انسان سے بہت ڈرتا ہے۔ آگ سے خوش ہوتا ہے۔ دودھ بہت رغبت سے پیتا ہے۔ اگر ذبح کر دیا جائے تو کئی دن تک زندہ رہتا ہے جب اندھا ہو جائے تو سبز سونف جو درخت میں لگی ہو اس سے اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ انکھیارا ہو جاتا ہے۔ سانپ کھانا حرام ہے اس کے گوشت سے بنا ہوا تریاق کھانا بھی حرام ہے۔ الا بحالت اضطرار (مرقات)

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيْثَ اَنَّهُ كَانَ يَاْمُرُ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشْيَةَ ثَائِرٍ فَلَيْسَ مِنَّا ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۹۵۸) روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی فرماتے ہیں!کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا کہ وہ سانپوں کے قتل کا حکم دیتے تھے۲اور فرمایا کہ جو انہیں بدلہ کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۳(شرح سنہ)

(۳۹۵۸)۱اس قال کا فاعل یا تو عکرمہ ہیں۔ یا اسناد کے ایک راوی ایوب ہیں۔یعنی عکرمہ یا ایوب کہتے ہیں کہ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ حدیث مرفوع حضرت ابن عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔خود ان کا اپنا قول نہیں یعنی حدیث موقوف نہیں۔۲یہ حکم استحبابی ہے۔ مدینہ منورہ کی آبادی یعنی گھروں کے سانپوں کو مہلت دینے کے بعد قتل کیا جائے اور دوسری جگہ کے سانپوں کو فوراً دیکھتے ہی مار دیا جائے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اب مدینہ منورہ کے گھروں کے سانپوں کو بھی فوراً قتل کر دیا جائے۔اس صورت میں یہ حدیث سانپ کو مہلت دینے کی حدیث کی ناسخ ہے۔۳یعنی ہماری سنت کا تارک ہے۔ پہلے جہلاء عرب کہتے تھے اور جہلاء ہند اب تک کہتے ہیں کہ سانپ کو مارنے والے سے اس کی ناگنی بدلہ لیتی ہے۔اس لئے سانپ کو مت مارو۔اس فرمان عالی میں اسی خیال کی تردید ہے۔ بھلا سانپنی یعنی ناگن کو کیا خبر کہ کس نے مارا ہے لوگوں میں مشہور ہے کہ مارے ہوئے سانپ کی آنکھوں میں مارنے والے کو فوٹو آ جاتا ہے۔ اس فوٹو سے ناگن قاتل کو پہچان لیتی ہے۔اس لئے سانپ کو مار کر اس کا سر جلا دیا جاتا ہے تاکہ آنکھوں میں فوٹو نہ رہے۔مگر یہ بھی غلط ہے اس کا سر جلا دینا اسے مار ڈالنے کے لئے ہے۔ وہ لاٹھی کھا کر بیہوش ہو جاتا ہے لوگ مردہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ کچھ عرصہ بعد پھر ہوش میں آ کر چلا جاتا ہے۔آگ میں جلانا اس لئے ہے تاکہ واقعی مر جائے خیال رہے کہ جب تک سانپ الٹا نہ پڑ جائے کہ پیٹ اوپر آ جائے تب تک وہ زندہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَالَمْنَاهُمْ مُنْذُ حَارَبْنَاهُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيْفَةً فَلَيْسَ مِنَّا ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۹۵۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ کی پھر صلح نہ کی۱اور جو کوئی ان میں سے کسی سانپ کو چھوڑ دے ڈرتے ہوئے تو ہم میں سے نہیں۲(ابوداؤد)

(۳۹۵۹)۱اس فرمان عالی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے سانپ جنت میں رہتا تھا۔نہایت خوبصورت تھا شیطان جب جنت سے نکالا گیا تو وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا۔اور حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا۔انہیں گندم کھلایا۔ رب تعالٰی نے فرمایا: اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عُدُوٌّ (۲؍۳۶) اے آدم تم اور حوا اور سانپ جنت سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن رہیں گے'یعنی انسان سانپ کا دشمن اور سانپ انسان کا دشمن' تب سے ہماری اور سانپ کی دشمنی قائم ہے۔مشرکین سانپ کے فوٹو کو تو پوجتے ہیں اصلی

سانپ سے بھاگتے ہیں اسے مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ازمرقات) ۲؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو ناگن کے بدلہ کے ڈر سے سانپ کو نہ مارے وہ میری سنت میرے طریقہ سے الگ ہے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۹۶۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سانپوں کو مار دو جو ان کے بدلہ سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں ۱؎ (ابوداؤد، نسائی)

(۳۹۶۰) ۱؎ ہوسکتا ہے کہ اس عام حکم میں مدینہ منورہ کے سانپ بھی داخل ہوں اور یہ حدیث گزشتہ مہلت کی حدیث کی ناسخ ہو۔

وَعَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرِيْدُ اَنْ نَكْنِسَ زَمْزَمَ وَاِنَّ فِيْهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَّانِ يَعْنِي الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۶۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم چاہ زمزم کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور اس میں یہ جنان یعنی پتلے چھوٹے سانپ ہیں ۱؎ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مار دینے کا حکم دیا ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۹۶۱) ۱؎ جنان جیم کے کسرہ نون کے شد سے جمع جان کی بمعنی پتلا سانپ' ربّ تعالٰی فرماتا ہے **کانها جان عصاء موسوی** پتلے سانپ کی طرح ہوگیا۔ یعنی زمزم کے کنوئیں میں چھوٹے سانپ بہت ہیں جن کے مارے بغیر کنوئیں کی صفائی نہیں ہوسکتی۔ پھر حضور والا کا ان سانپوں کے قتل کے متعلق کیا حکم ہے۔ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تھا۔ حضرت عباس زمزم کے منتظم تھے۔ انہوں نے چاہ زمزم پاک کرنا چاہا تب یہ سوال کیا۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ اب کنواں پاک تو کرنا ہی ہے۔ لاؤ اس کی صفائی بھی کردو۔ اس کے کیچڑ وغیرہ سب نکال دو۔ (مرقات) ۲؎ ان سانپوں کے قتل کا حکم چاہ زمزم کی صفائی کے لئے ہے۔ لہٰذا یہ حدیث آئندہ آنے والی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا اِلَّا الْجَانَّ الْاَبْيَضَ الَّذِيْ كَاَنَّهُ قَضِيْبُ فِضَّةٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۶۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے سانپوں کو مار دو سوا پتلے سفید سانپ کے جو چاندی کی شاخ کی طرح ہو ۱؎ (ابوداؤد)

(۳۹۶۲) ۱؎ یا اس لئے کہ ایسے سانپ بے ضرر ہوتے ہیں۔ وہ کاٹتے نہیں اگر کاٹ بھی لیں تو ان میں زہر نہیں کسی کو نقصان نہیں پہنچتا یا اس لئے کہ مومن جن اس قسم کے سانپ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں نہ مارو۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِيْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْاٰخَرِ شِفَاءً فَاِنَّهُ يَتَّقِيْ بِجَنَاحِهِ الَّذِيْ فِيْهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۳۹۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے دوسرے میں شفا ہے ۱؎ اور وہ اپنے اس بازو سے بچاؤ کرتی ہے جس میں بیماری ہے لہٰذا اس پوری کو ڈبو دو ۲؎ (ابوداؤد)

(۳۹۶۳) ۱؎ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالٰی نے بہت چیزوں بلکہ بہت جانوروں میں دو ضدیں جمع فرمادی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ تجربہ یہ ہے کہ مکھی شوربے وغیرہ میں اپنا بایاں بازو ڈالتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

بائیں بازو میں زہر ہے داہنے میں شفاء مکھی کی خلقت میں چند عجیب چیزیں ہیں۔ نمبر ا: اس میں زہر اور تریاق دونوں جمع ہیں۔ نمبر ۲: وہ جانتی پہچانتی ہے کہ کس بازو میں زہر ہے کس میں تریاق۔ اس لئے پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ نمبر ۳: سفید کپڑے پر کالا پاخانہ کرتی ہے۔ کالے کپڑے پر سفید۔ نمبر ۴: کدو کے درخت پر بہت ہی کم بیٹھی ہے۔ اس لئے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے پر کدو کے درخت کے نیچے رکھا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تاکہ آپ مکھیوں سے محفوظ رہیں۔ وہ گندی اور عفونت کی جگہ میں بہت ہوتی ہے۔ مگر زمانہ حج میں منیٰ شریف میں نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہاں قربانیوں' حاجیوں کے بے اعتدالیوں کی وجہ سے گندگی وعفونت بہت ہوتی ہے۔ نمبر ۶: اتنی بہادر ہے کہ بادشاہوں کے منہ وسر پر بے تکلف جا بیٹھی ہے۔ اس سے متکبرین کا تکبر ٹوٹتا ہے۔ یہی جواب امام شافعی نے مامون رشید کو دیا تھا۔ جب اس نے پوچھا تھا کہ مکھی کیوں پیدا کی گئی۔ نمبر ۷: اس کی عمر چالیس دن ہوتی ہے۔ نمبر ۸: سوا شہد کی مکھی کے باقی تمام مکھیاں دوزخ میں ہوں گی۔ دوزخیوں کو عذاب دینے کے لئے نمبر ۹: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہ بیٹھی نمبر ۱۰: یہ ہضم نہیں ہوتی اگر پیٹ میں چلی جائے تو انسان کو قے ہو جاتی ہے۔ (مرقات) ۲؎ معلوم ہوا کہ مکھی ڈوب کر مر جانے سے پانی یا شوربا' دودھ وغیرہ نہ تو ناپاک ہوتا ہے نہ حرام' بلکہ وہ پاک رہتا ہے۔ حلال رہتا ہے کہ مکھی میں خون نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ںِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْہُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِجَنَا حَیْہِ سَمًّا وَ فِی الْاٰخِرِ شِفَآءً وَاِنَّہٗ یُقَدِّمُ السَّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ . (رَوَاہُ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

(۳۹۶۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو کہ اس کے ایک بازو میں زہر دوسرے میں شفا ہے اور وہ زہریلا بازو آگے ڈالتی ہے شفا والا پیچھے رکھتی ہے۔۱؎ (شرح سنہ)

(۳۹۶۴) ۱؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ مکھی حرام نہیں۔ ہاں اس سے طبیعت گھن کرتی ہے اور یہ مضر بھی ہے۔ اس وجہ سے کھانا ممنوع ہے۔ بعض بیماریوں میں مکھی کا پاخانہ بتاشے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ فقیر نے بھی یہ دیکھا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَآبِّ اَلنَّمَلَۃُ وَالنَّحْلَۃُ وَالْھُدْ ھُدُ وَالصُّرَدُ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۳۹۶۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا۱؎ چیونٹی شہد کی مکھی' ہدہد اور ممولا۔ (ابوداؤد' دارمی)

(۳۹۶۵) ۱؎ ان کے مارنے کی ممانعت کی حکمتیں اس جگہ مرقات نے بہت ہی بیان فرمائیں۔ وہاں ملاحظہ فرماؤ ہم بھی کچھ عرض کرتے ہیں ۔۲؎ کیونکہ یہ جانور حرام بھی ہیں اور بے ضرر بھی۔ ان کے قتل میں کوئی فائدہ بھی نہیں اور بلا فائدہ جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ شہد کی مکھی بڑی مبارک ہے کہ اس کے منہ سے شہد اور موم ملتا ہے۔ بے ضرر ہے اس کی پرورش کرنی چاہئے۔ اسے مارنا ممنوع ہے۔ نملہ سے مراد بڑی چیونٹی ہے۔ جس کے پاؤں بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بالکل ہی بے ضرر ہوتی ہے یوں ہی ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص خادم ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ گوشت بدبودار بھی ہوتا ہے۔ صرد ایک عجیب الخلقت پرندہ ہے اس کا سر بڑا ہوتا ہے۔ چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کے پر بڑے ہوتے ہیں۔ آدھے سفید' آدھے کالے' اہل عرب اس کو منحوس مانتے ہیں۔ اس کی آواز سے یہ فال لیتے ہیں جیسے ہمارے ملک کے جہلاء الو کو منحوس سمجھتے ہیں۔ چھوٹی چیونٹی کو ذر بڑی چیونٹی کو نمل کہتے ہیں۔ یہاں مرقات نے حضرت ابن عباس

سے روایت کی کہ ہدہد کے لئے زمین صاف شیشہ کی مثل ہے۔ وہ زمین کی تہ میں پانی دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے حضرت سلیمان نے ایک سفر میں ہدہد کو یوں فرمایا فَقَالَ مَالِیَ لَا اَرَی الْهُدْ هُدَ (۲۰،۲۷) تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا (کنزالایمان) کیونکہ آپ کو وضو کی ضرورت تھی۔ ہدہد زمین کی تہ کا پانی بتاتا۔ جنات کنواں تیار کرتے آپ وضو فرماتے۔ یہاں ہی مرقات نے اس دعوت کا ذکر فرمایا۔ جو ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کی تھی۔ یہاں مرقات نے جانوروں کے اقسام ان کے احکام بہت شرح و بسط سے بیان فرمائے کئی صفحات میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَاْكُلُوْنَ اَشْيَآءَ وَيَتْرُكُوْنَ اَشْيَآءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ اَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَاقُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَلْاٰيَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

تیسری فصل

(۳۹۶۶) روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جاہلیت والے لوگ کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزیں گھن کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے[1] تب اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اور حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام ٹھہرایا[2] تو جو حلال کر دیں وہ حلال ہیں اور جو حرام کر دیں وہ حرام ہیں اور جن سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہیں[3] اور اس آیت کی تلاوت فرمادی' دو میں اپنی وحی میں کوئی چیز کسی کھانے والے پر جسے وہ کھالے حرام نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ ہو مردار' پوری آیت[4] (ابوداؤد)

(۳۹۶۶) [1] یعنی ان کے ہاں حرام و حلال کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ محض اپنی رائے سے بعض چیزوں کو حرام سمجھتے تھے بعض کو حلال' محض لاقانونی تھی۔ کیونکہ تعلیم ابراہیمی دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ آج بھی مشرکین ہند کے دین میں کوئی قانون نہیں۔ بعض ہندو ہر جانور کو حرام سمجھتے ہیں۔ بعض صرف گائے کو۔ بعض فرقے ان میں کے گائے بھی کھا لیتے ہیں۔ یوں ہی حرام و حلال' عورتوں کے لئے کوئی قانون نہیں۔ نہایت نفیس قوانین تو اسلام ہی کے ہیں۔ [2] یعنی جو چیزیں حلال ہونے کے قابل تھیں انہیں حلال کیا اور جو چیزیں حرام ہونے کے قابل تھیں انہیں حرام کیا یہود پر بعض طیب چیزیں بھی حرام کر دی گئی تھیں جیسے حلال جانوروں کی بعض چربیاں اور عیسائیوں پر بعض خبیث چیزیں بھی حلال کر دی گئی تھیں۔ جیسے شراب' اسلام دین فطرت ہے۔ اس میں بری چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اور اچھی چیزوں کو حلال۔ [3] خلاصہ یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں۔ وہ جن کا حلال ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا حرام ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں پہلی قسم حلال قطعی ہے۔ دوسری قسم حرام قطعی۔ تیسری قسم معاف۔ یعنی وہ بھی حلال ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام چیزوں میں اصل اباحت ہے کہ جن سے سکوت یعنی خاموشی ہے۔ وہ مباح ہے۔ یہ اسلام کا کلیہ قانون ہے جس سے لاکھوں چیزوں کے حال معلوم ہو سکتے ہیں۔ آم' مالٹا وغیرہ کیوں حلال ہیں۔ اس لئے کہ شریعت میں ان کی ممانعت نہیں آئی۔ خیال رہے کہ انسانی نباتات بھی کھاتا ہے۔ جیسے سبزیاں' دانے' کبھی جمادات بھی۔ جیسے موتی عنبر مشک وغیرہ حیوانات بھی' نباتات و حیوانات کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جو سبزیاں یا دانہ صحت کو مضر ہو وہ حرام' جو مضر نہ ہو وہ حلال۔ حتی کہ سنکھیا بھی مار کر کھایا جائے تو حلال۔ حیوانات بعض حرام ہیں۔ بعض حلال۔ قرآن کریم نے حرام بعینہ صرف ایک جانور کا ذکر کیا۔ یعنی سور کا۔ وہ بھی اس کے گوشت کا ذکر

فرمایا۔ باقی حرام لغیرہ میں آٹھ جانوروں کا ذکر فرمایا۔ میتہ منخنقہ وغیرہ۔ باقی تمام حرام جانوروں وحدیث پاک نے بیان فرمایا' کتا' بلی' ریچھ' ہاتھی' گدھا وغیرہ حضور انور نے ہی حرام کئے۔ سور کا صرف گوشت قرآن پاک نے حرام کیا۔ باقی اس کے کلیجی گردے چربی حدیث نے حرام کی۔ پھر ان حرام جانوروں کی حرمت بعد ہجرت قرآن پاک میں آئی۔ مدنی سورتوں میں ہی حرام عورتوں' حرام غذاؤں کا ذکر ہے۔ مگر حضور انور نے قبل ہجرت ہی ان سب سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کو کبھی ماں بہن سے نکاح اور سور کتا بلی کھانے کی اجازت نہ دی۔ معلوم ہوا کہ حرام وحلال فرمانے والے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی پارہ ہشتم میں ملاحظہ کرو۔ ۳؎ یعنی اس آیت نے بھی یہی بتایا کہ جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ اور راہ جنت میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ زَاهِرِ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ اِنِّي لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۹۶۷) روایت ہے زاہر اسلمی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں گدھوں کے گوشت پر ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ کسی حضور کے منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھوں کے گوشت سے تم کو منع فرماتے ہیں ۲؎ (بخاری)

(۳۹۶۷) ۱؎ آپ زاہر ابن اسود ہیں۔ اسلمی ہیں' بیعۃ الرضوان میں حاضر ہوئے۔ کوفہ میں قیام رہا (مرقات) صحابی ہیں۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ پالتو گدھا شروع اسلام میں حلال تھا۔ خیبر کے دن حرام ہوا اور قیامت تک کے لئے حرام ہو گیا۔ گدھا خچر گھوڑا حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ يَرْفَعُهُ الْجِنُّ ثَلٰثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَّهُمْ اَجْنِحَةٌ يَطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَآءِ وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَّكِلَابٌ وَّصِنْفٌ يَحُلُّوْنَ وَيَظْعَنُوْنَ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۳۹۶۸) روایت ہے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں کہ جن تین قسم کے ہیں ایک قسم وہ جن کے پر ہیں ہوا میں اڑتے ہیں اور ایک قسم سانپ اور کتے ہیں اور ایک قسم ہے جو قیام بھی کرتے ہیں اور سفر بھی کرتے ہیں ۱؎ (شرح سنہ)

(۳۹۶۸) ۱؎ جو لوگ جنات کے عامل ہیں انہوں نے جنات کی یہ تینوں قسمیں مشاہدہ کیں ہیں۔ مدینہ منورہ میں اکثر کتے عجیب حرکات کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنات ہیں۔ انسان بھی تین قسم کے ہیں۔ بعض جانوروں کی طرح بے سمجھ۔ بعض شیاطین کی طرح گمراہ اور بعض ملائکہ سے بھی اعلیٰ (مرقات)۔

March 2019
اہلسنت وجماعت کاقرآن وسنت کاعظیم ادارہ
مرکزالعلوم الاسلامیہ اکیڈمی
جہاں اسلامی اور عصری علوم کاعظیم امتزاج
مختصر تعارف
طلبہ:
شعبہ حفظ:145 شعبہ ناظرہ:240
شعبہ درس نظامی:105 شعبہ تجوید:10
اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء
مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام وقیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔
مدرسہ کا اسٹاف
شعبہ حفظ و ناظرہ 14 اساتذہ شعبہ درس نظامی و تجوید 10 اساتذہ
شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2
کل طلبہ کم وبیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 43 افراد پر مشتمل ہے۔
مرکزالعلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان
DONATION
HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 0050002565703 - BRANCH CODE :0050
www.facebook.com/markazuloloom
https://www.waseemziyai.com
https://www.youtube.com/waseemziyai